

الردود
در مختار
الموسومة

غاية الاوطار

جلد سوم

مکتبہ المصطفیٰ
المطبعة
المطبعة

نام کتاب _____ غایزالاوطائیر

جلد _____ سوم

مترجم _____ مولانا خرم علی و مولانا احسن علی

طابع _____ حاجی محمد زکی عفی عنہ

مطبع _____ ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت _____ ۵۷۲ صفحات

تعداد _____ چھ سو

سند طباعت _____ ۱۳۹۹ھ

قیمت _____ ۲۰/- روپے

ناشر _____

ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

ادبے منزل - پاکستان سے چوک
کراچی

فہرست مضامین در مختار ترجمہ اردو جلد سوم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
۱۶۹	باب المتفرقات	۲۰	عرض ناظر	۱
۱۸۲	باب الصرف	۲۱	فہرست مضامین	۲
۱۹۵	كتاب الكفالة	۲۲	كتاب البيوع	۳
۲۲۱	باب كفالة الرجلين	۲۳	ف حقیقت خلد ۱۲	۴
۲۲۵	كتاب الحوالة	۲۴	باب خيار الشرط	۵
۲۳۲	كتاب القضاء	۲۵	ف جاکر مال تین دن سے زیادہ مدت پر {	۶
۲۴۲	باب التحکیم	۲۶	لینا جائز نہیں	
۲۴۴	باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ	۲۷	باب خيار الرؤية	۷
۲۹۹	كتاب الشهادة	۲۸	باب خيار العيب	۸
۳۱۷	باب القبول وعدمه	۲۹	باب البيع الفاسد	۹
۳۲۲	باب الاختلاف في الشهادات	۳۰	ف بیع اشیا مخفی الاصل الخ	۱۰
۳۲۹	باب الشهادات علی الشهادات	۳۱	ف ذکر بیع بشرط	۱۱
۳۵۳	باب الرجوع عن الشهادات	۳۲	احکام بیع فاسد	۱۲
۳۶۱	كتاب الوكالة	۳۳	ف عدم انتقال حرمت مال حق الخ	۱۳
۳۶۷	باب الوكالة بالبيع والشراء	۳۴	باب الاقالة	۱۴
۳۸۲	باب الوكالة بالمفوضة والقبض	۳۵	باب المراجعة والتولية	۱۵
			باب الربو	۱۶
			تجدید عرض طول طریق دار	۱۷
			باب الاستحقاق	۱۸
			باب السلم	۱۹

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
۵۰۴	باب المضارب الذی يضارب	۳۹۱	باب عزل الوکیل	۳۶
۵۱۸	كتاب الایداع	۳۹۶	كتاب الدعوی	۳۷
۵۳۴	كتاب العاریة	۴۱۲	باب التحالف	۳۸
۵۴۴	كتاب الهبة	۴۲۲	باب دعوی الرطبین	۳۹
۵۵۱	ف مشاع کا بیہ درہن وغیرہ	۴۲۳	باب دعوی النسب	۴۰
۵۵۳	ف اولاد کو عطا دینے میں کمی زیادتی	۴۴۱	كتاب الاقرار	۴۱
۵۵۵	مکر وہ ہے	۴۵۴	باب الاستثناء	۴۲
۵۷۱	باب الرجوع فی الهبة	۴۶۰	باب اقرار المریض	۴۳
	خاتمہ طبع	۴۷۸	كتاب الصلح	۴۴
		۴۹۸	كتاب المضاربة	۴۵

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ





کتاب البیوع



یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد المعاملات جب کہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کتبہ بجا الرائق میں ہے کہ مشروعات چار قسم ہیں ۱ حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جس میں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے ۴ وہ جس میں دونوں حق مختلف ہیں مگر حق العباد غالب ہے سوا اول حقوق اللہ مذکور ہوئے یعنی صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اس واسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اس کے بعد معاملات شروع ہوئے ان میں ابتدا نکاح سے ہوئی اس واسطے کہ اس میں معنی عبادات کا شمول ہے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہے اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہے لیکن بجا الرائق کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ فتح القدیر میں تصریح ہے کہ ابتدا معاملات بیع سے نہیں بلکہ لقطہ اور لقیطہ اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہے ومناسبتہ للوقوف ازالۃ الملك لكن لا اى ملك في هذا اليه فکانا کبسیط و مرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالۃ ملک ہے لیکن وقف میں بعد ازالۃ ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک راجع نہیں ہے اور یہاں یعنی بیع میں مالک کی طرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالۃ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کے مانند ہونگے ہم کتاب ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود میں مرکب پر لہذا تعلیم میں بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اس واسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہیں اس واسطے کہ ازالۃ اور اعتباری ہے تو اس سے ترکیب متحقق نہیں ہو سکتی وجہ لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والتمن الزا عا اربعة نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضہ صرف سلم بیع مطلق و مرا بحتہ تولیہ و ضیعہ مساومتہ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا لیسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع او بیع اور تمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرا بحتہ تولیہ و ضیعہ مساومتہ ہم کتاب ہے یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہے اور مصدر تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہے تو باعتبار انواع بیع اور بیع اور تمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہیں یا مقید ملک ہے فی الحال وہ نافذ ہے یا مقید ملک عند الامحارۃ وہ موقوف ہے یا مقید ملک عند القبض ہے وہ فاسد ہے یا مقید ملک اصلاً نہیں وہ باطل ہے اور بیع یا عین ہے یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین یا عین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین یا دین ہے وہ صرف ہے اور مراد دین سے یہاں نقدین ہیں یعنی سونا چاندی یا بیع الدین یا عین ہے وہ سلم ہے یا بیع العین یا دین ہے وہ بیع مطلق ہے اور بیع قسم اکثر خلق میں رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متباد ہوتی ہے لہذا اس کو بیع مطلق کہا اور یہاں دین سے وہ مراد ہے جو نقد اور نسیئہ دونوں کو شامل ہے

اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول سے زائد ہے تو وہ مرابح ہے یا ثمن اول کے برابر ہے وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضع ہے یا بیع اس ثمن پر ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے اور وجہ ثانی بحقیقت بیع کی ہے کہ مصدر کو معنی مفعول لیجیے تو اب بیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع مذکر کتابی ہوگا ہولغۃ مقابلۃ شئی بشئی مالا اولاً بدلیل وشرطہ ثمن جس بیع لغت میں عبارت ہے ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہ ہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے ہم کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا ان پر نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہے تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی اسی طرح ہے اور اسی طرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہے اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کیلئے مخصوص ہے انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ۲۲ یا ۲۳ درم کو بیچا تھا اور جس نے خرید کیا تھا اس نے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحاوی و ہومن الاضداد اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہے یعنی خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے شرا کے لفظ کے مانند و لتعمل متعديا و بمن للتاکید وبالام یقال لبعک الشئ و لبعۃ لک فخر زائدۃ قال ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہے دو مفعولوں کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے عرب بولتے ہیں (لبعک الشئ و لبعۃ لک) تو لام زائد ہے ایسا کچھ کہا ہے ابن قطاع نے و باع علیہ القاضی اسے بلا رضاہ اور بولتے ہیں باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اس کا مال بدون اس کی رضامندی کے بیچ لیا ہم کہتا ہے شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علی کے لفظ سے مانور ہوئی کہ مفید عام اختیار ہے و شرعاً مبادلۃ شئی مرغوب فیہ مثلاً خرج غیر المرغوب کتراب و میتہ دوم اور شرع میں بیع عبارت ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون ہم کہتا ہے یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اس واسطے کہ ان میں بھی مبادلہ ہے مرغوب کا مرغوب سے اور مردہ دونوں وجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتیں اس واسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہے یا تعاطی طحاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے رہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی یعنی مال کو مال سے بدلنا برضا عاقدین یہ حقیقت ہے بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال میں داخل ہے اس واسطے کہ بکار اراق میں ہے کہ مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو اور اس کا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کی واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے متول سے یا بعض آدمیوں کے تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہے مالیت سے اور شرعاً اس کی اباحت انتفاع ہے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون متول کے وہ مال نہیں چنانچہ گیسوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اس سے حفاظت لینا مباح نہ ہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور جب کہ دونوں امر یعنی متول اور اباحت نہ ہوں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہ ہوگا چنانچہ خون کہ نہ اس کو مال کہتے ہیں نہ متقوم بولتے ہیں علی وجہ مقید مخصوص اسے با ایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مقید ہو و وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہے یا تعاطی ہم کہتا ہے طحاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہے اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اس واسطے کہ فقط ایجاب اس میں بھی ہوتا ہے فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اس واسطے کہ فقط ایجاب اس میں بھی ہوتا ہے طحاوی نے کہا ظاہر قول شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ تبرع من الجانبین مبادلہ میں داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ تبرع بہر ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلہ پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال تھا

اور یہ بشرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ میں داخل نہ تھا والہیت بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہر بشرط عوض کے ہم کتاب ہے کہ یہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہیں لیکن نظر انتہا کے بیع ہے وخرج بمقید مالا یقید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا وزنا وصفۃ اور مقید کی قید سے غیر مقید نکل گئی تو صحیح نہیں لیکن بیع درہم سے جو کہ وزن اور صفت میں برابر ہیں ہم کتاب ہے اور ایک درہم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہے تو فاسد ہے بسبب بیع کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہے چنانچہ ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ تو ظاہر آبیع جائز ہے بسبب فائدے کے کذا فی الطحاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بخصۃ الآخر کذا صحیح نہیں بدلنا اور مجرا کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیۃ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہیں اور دونوں کے حصے برابر ہیں سوان کا مبادلہ صحیح نہیں اس واسطے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں والا اجارۃ السکنے بالسکنۃ اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے سکے کا دوسرے گھر کے سکے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اس واسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نیکی ہوئی اور وہ جائز نہیں کذا فی الطحاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وجمار کنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے اور یہ دونوں بیع کے رکن ہیں ہم کتاب ہے فتح القدیر میں ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہیں جو تناول پر دلالت کرتے ہوں یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے معنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہو قول ہو یا فعل بشرط اہلیۃ المتعاقدين اور شرط بیع کی اہلیت ہے بائع اور مشتری کی ہم کتاب ہے شرط بیع کی عاقدین تمیز اور وہ ولدیت ہے جو ثابت ہے ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہیں اور جو بیع اور اس کے اثر کو سمجھتا ہو تو اس کی بیع منعقد ہے اور شرط بیع کی متعد متعاقدين ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونوں کا وکیل ہو اس کی بیع منعقد نہ ہوگی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدين میں کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعویٰ کرے باوجودیکہ وہ ہر انہیں اور تمام اہل مجلس نے اس کو سنا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی النہو طحاوی نے کہا کہ شروط بیع کے بجز الرأق میں چھتر شمار کیے ہیں جس کا جی چاہے اس کو دیکھے ومحل المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کتاب ہے بیع میں شرط یہ ہے کہ مال مقوم شرعاً مقدرہ تسلیم ہونی الحال یا ثانی الحال تو مال کی قید سے خریدنی آزاد نکل گیا اور مقوم سے خمر اور خمریہ خارج ہو گیا مسلم کے حق میں اور مقدرہ تسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہو طحاوی نے کہا کہ بیع میں یہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کے وقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علی المباح سے اور بیع وغیرہ اور میراث اور وصیت سے وحکم ثبوت الملک اور حکم اس کا یعنی بیع کا اثر مرتب ثبوت ملک ہے بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری بیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہوگی ہم کتاب ہے ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہے اور اس کا حکم بائع تسلیم بیع اور ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرام مشتری پر اور مالک ہونا اس کی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر بیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر بیع محرم ہو مشتری کا وحکمۃ نظام بقاء المعاش والعالم اور جو ان بیع کی حکمت نظام ہے بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کتاب ہے انسان ماحتمد ہے طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کمیت کا جو تنہا پھر اس میں بیج ہونا پھر اس کا بیچنا اور حفاظت کرنا پھر کمیت کا کاٹنا اور انداز کا صاف کرنا پھر بیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہ ہو سکتا و علی ہذا فیقال تحصیل لباس اور مکان ہیں اس کو بذات خود قدرت نہیں تو ضرور ہوا کہ اسکی مابا دہوں اس طرح پر کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے، تو اگر بیع شرعاً سبب تملیک بدلیں نہ ہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شے مطلوب کو یا زبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال کرتا یا مبر کر کے مر جاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقاء مکلفین محتاجین ہے اور دفع حاجات ہے بطریق نظام معقول کے کذا فی الفتح وصفۃ مباح مکروہ حرام واجب اوزیح

کی صفت یہ ہے کہ بعض بیع مباح ہے اور بعض مکروہ اور بعض حرام اور بعض واجب مکتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اس کا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا نحو اس کے مال تلف ہونے کا خوف ہو کذا فی الطحاوی و ثبوتہ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے مکتا ہے قرآن میں ارشاد ہوا (واصل اللہ البیوع و حرم الربو) یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیع کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث میں بہ کثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے مستغنی یہاں قیاس شرعی مراد نہیں اس واسطے کہ یہاں مقیس اور مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فالایجاب ہو ما یدکر او لا من کلام احد المتعاقدين فالقبول ما یدکر ثانیاً من الاخر سواء کان بعت او اشتریت سوا ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اس کا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت او اشتریت سوا ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اس کا نام میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدر میں ہے کہ بعت میں ایجاب یعنی اثبات ہے مطلقاً اور یہاں اثبات فعل خاص مراد ہے جو رضائے اولیٰ پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تاکہ اثبات اول سے ممتاز ہو جائے الدال علی التراضی قید بہ اقتداء بالآیۃ ویانا بلیع الشرعی ولذا لم یلزم بیع المکرہ وان انعقد ولم ینعقد لہزل احدی الرضا بحکمہ ہذا ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کے واسطے ولذا مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی اور اسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اس کو دریافت کرے مکتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضا مکتا اس واسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونوں کی جانب رضامندی سے سو فقط ایجاب سے محال نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہے (ہو مبادلۃ المال بالمال بالترقی) اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد فرمائی (الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم) شارح کا کلام اس کا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے ففتویٰ کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بحر الرائق میں مصرح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اس کی شرح میں مصرح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اس واسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم فاسد ہے تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحاوی ویرد علی التعریفین مافی التاثر خانیۃ لوزر بانما علی البیوع اور ایجاب قبول دونوں کی تعریفوں پر تائید کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت میں ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونو تعریفیں مسلم نہ رہیں لکن فی القہستانی لو کا نام عالم منعقد کما قالوا فی السلام لیکن قہستانی میں ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہ ہوگی چنانچہ فقہانہ نے سلام میں کہا ہے یعنی اگر سلام اور اس کا جواب ساتھ ہی نکلیں تو جواب ادا نہ ہوگا اعادہ اس کا لازم ہے یہ شارح نے استدراک کر کے تاثر خانیۃ کا جواب دیا لیکن فتاویٰ عالمگیری میں ظہیر یہ سے تاثر خانیۃ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم و علی الاول مافی الاشباہ مکرار الا ایجاب مبطل للاول الا فی عتق و طلاق علی مال و سببی فی الصلح اور تعریف اول یعنی ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر عتق اور طلاق بعوض مال میں مبطل نہیں اور اس کا ذکر کتاب الصلح میں

اُسے گاکر ایجاب کی صورت بیع میں صاحبین کے نزدیک یوں ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے اس کو ہزار درم کی بیچا پھر پور لاکھ میں نے اس کو دو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کی طرف راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولیٰ نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر پور لاکھ تو آزاد ہے دو سو دینار پر سو غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس پر دونوں مال لازم ہوں گے اور صلح میں تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہاں گفتگو ہے تکرار ایجاب میں اور اسی طرح نظم آئندہ میں خلاصہ اعتراض مذکور ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہو تو ایجاب اول باطل ہو گیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ اول سے مراد یہ ہے کہ قبول پر مقدم ہوا اگرچہ نسبت غیر قبول ثانی ہو یا اول کہیے کہ جیسا کہ باطل ہوا تو کالعدم ہو گیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہو گیا کذا فی الطحاوی وفي المنظومة المجيبة

وکل عقد بعد عقد جردا فابطل الثاني لانه سدى فالصلح بعد الصلح ضحى باطلا كذا النكاح ماعدى مسائل منها الشراء بعد الشراء كذا كفالة على ما صرحوا اذا المراد صاحب في الحق منها اذا زيادة التوثق

اور منظومہ مجیبہ میں ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اس واسطے کہ وہ مہمل اور بے فائدہ تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسی طرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسرے نکاح سے مہر ہی لازم نہیں آتا مگر چند مسائل میں عقد ثانی باطل نہیں ہوتا ازں جملہ خرید بعد خرید کو علمائے صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہیں بموجب تصریح علماء کرام کے اس واسطے کہ عقد محقق میں اس وقت یعنی در صورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا امیل سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی و توثق مقصود ہے لہذا باطل نہیں وہاں عبارتہ عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملک والتخلیک ماضیین کیعت و اشتریت او حالین کمضارعین لم یقرنا بسوف والین کا بیع فیقول اشتریہ او اعدہما ماضی والاخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہے ان دونوں لفظوں سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کریں خواہ دونوں لفظیں ماضی کی ہوں چنانچہ لبت و اشتریت یعنی میں نے بیچا اور میں نے مول لیا یا دونوں لفظیں حال کی ہوں جیسے لغت عرب میں دو لفظ مضارع کے جیسے سوف اور سین متصل نہیں چنانچہ بیع یعنی میں تیرے ہاتھ بیچتا ہوں تو مشتری کہے اشتریہ یعنی میں اس کو لیتا ہوں یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرط نیت ایجاب فی الحال کے کذا فی المنع ہم شرح زیلعی میں ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ میں نے بیچا اور خرید کیا یا میں راضی ہوا یا اس کو لیا بعض اتنے کے اور برہان میں ہے یا بائع نے کہا کہ کھائے اس کھانے کو بعض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کھایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اس کا سلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ گھریا یہ غلام تجھ کو ہبہ کیا بعض اس تیرے کپڑے کے تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے اور حاشیہ سری الدین میں ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجھ کو اس کی قیمت دے تو میں نے اس کو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اسی مجلس میں قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا وہ تیرے واسطے ہے اگر تجھ کو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجھ کو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بجز الرق میں ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہیں بلکہ جب معنی تملیک اور تمکک حاصل ہوں گے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ ان میں معنی معتبر نہیں ان میں تو وہ الفاظ معتبر ہیں جو طلاق اور عتاق کے واسطے مراستہ یا کنایہ موضوع ہیں اور جب کہ بائع نے ایجاب میں مخاطب کی طرف خطاب کیا تو قبول میں خطاب کرنا شرط نہیں اور اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ بیچا اور مشتری نے کہا میں نے قبول کیا اور یوں نہ کہا کہ میں نے تجھ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحاوی و لکن لا یحتاج الاول الی نیت بخلاف الثاني فان نوى بالایجاب للمحال صح علی الاصح والا لا

الا اذا استعملوه للمحال کا بل خوارزم فکا لما مضی کا بیعک الآن لمتحفه للمحال ولیکن اول یعنی جب کہ لیجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں بخلاف ثانی کے یعنی جب کہ لیجاب اور قبول بہ لفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاز حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے۔ بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جب کہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہے عدم اشتراط نیت میں اور ابیک الآن کے مانند ہے یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اس واسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہے ہم قول اصح کے مخالف وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر میں کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحاوی چونکہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جس کو مضارع کہتے ہیں لہذا اس کے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت ہند کے کہ اس میں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچوں گا اور مول لوں گا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں واما المتحف للاستقبال فکا لامر لایصح اصلا الا الامر اذا دل علی الحال کخذہ بکذا فقال اخذت اور ضیت صح بطریق الاقتضاء فلیحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہے یعنی جس پر سوف اور میں ہے تو وہ امر کے مانند ہے اس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اس کو اتنے پرے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضا کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شر بلا یہ میں ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اس طرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں خرید کیا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے لفظ استقبال سے منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اس کو تیرے ہاتھ بیچوں گا اور مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انتہی بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا مستدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی خرید یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بالانخذ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن استدعائے ماضی سابقیت کو باعتبار وضوح کے ہے اور استدعاء خذہ کا بطریق اقتضا کے انتہی اور تقدیر کلام یوں ہے بعثک فخذہ یعنی اس کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اس کو لے کذا فی الحلی بنہدوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ لیجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے مثلاً مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اس کو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تا کہ لیجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا لفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو بیع دے گا اور مشتری بائع کو قیمت دے گا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے بسبب لیجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے و لیسع اصنافہ الی عضو لیسع اصنافہ العتق الیہ کو جبہ و فرج والا لاکنہ و لطن اور صحیح ہے اصناف بیع لونڈی یا غلام کی اس عضو کی طرف جس کی طرف اصناف عتق کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کی طرف اصناف عتق صحیح نہیں اس کی طرف اصناف بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلاً بائع کہے کہ اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہے گا کہ اس کا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں و کل ما دل علی معنی بیعت و اشتریت نحو قد فعلت و تم و مات الثمن و مولک او عبدک او فداک او خذہ قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بیعت اور اشتریت کے معنی یہاں داس قول کے کہ مقرر میں نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے یا اس کو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ہم فتاوی عالمگیری میں جو اہر اخلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دی تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح لہذا قدوری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اہل بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیع تمام ہو گئی

لکن فی الواقع البائع قبل المشتري نعم لم منعقد لانه ليس بتحقيق ولعكس صحيح لانه جواب لیکن ولو البیوع میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہہ کے تو بیع منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اس کے معنی اگر مشتری نے ابتدا کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہہ کر تو صحیح ہے اس واسطے کہ وہ جواب ہے وفی القیۃ نعم بعد الاستفہام کما یستنبی بکذا بیع ان نقد الثمن لان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعته فبلغ یا فلان فبلغ غیرہ جاز فلیحفظ اور قیہ میں ہے کہ ہاں کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کے کہ کیا تو نے مجھ کو بیچا بعوض اتنے درم کے بیع ہے اگر ثمن نقد دے اس واسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اس کو بیچا سو اے فلا نے اس کو خبر کر دے سو غیر مخاطب نے اس کو خبر کر دی تو جائز ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شرط العقد اے البیوع علی قبول غائب فلو قال بعته فلانا الغائب قبل لم منعقد اتفاقا الا اذا كان بکتابہ اور سالت فیعتبر مجلس بلوغہ اور موقوف الصمتہ نہیں بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلا نے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہنچی بلا کتابت ورسالت اور اس نے بیع قبول کی تو منعقد نہ ہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اس کو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہنچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس میں ہم بکذا فی الہدایۃ وصدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظهر خلافاً للثانی فلا رجوع لانه عقد معاومۃ بخلاف الخلع والعق علی مال حیث یتوقف اتفاقاً فلا رجوع لانه یلین نہایت چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح میں در صورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اس واسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاومۃ ہے بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ ان میں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے باتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ یلین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہے کذا فی النہایۃ ہم طحاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہے اس واسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ موجب قبول قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہے واما الفعل فالتعاطی وهو التناول قاموس فی خیس و نفیس خلافاً للکرمی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی القاموس یعنی ہاں دینا کہ بائع مشتری کو بیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذیل چیز میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف کرمی کے یعنی ان کے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذیل چیز کی تعاطی میں نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور بعضوں نے کہا کہ جس کی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خیس ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی متحد ہے کذا فی الطحاوی ہر آیت میں ہے کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدر میں کہا وجہ صحت یہ ہے کہ طرفین کی رضا مندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہے یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس ناظمی میں ہے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیسوں کتنے کو بیچتا ہے اس نے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اس نے اتنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہوگئی اور اسی طرح اگر قصاب سے کہا اور اس نے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہوگئی یہاں تک کہ اگر مشتری ثمن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب گوشت دینے سے انکار کرے گا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلاوے گا انتہی ما فی الفتح ملخصاً ولو التعاطی من احد الجانبین علی الاصح فتح و بہ نفی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الفیض ہم فتح القدر میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ بیع تعاطی میں فیض بدین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا فیض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اس واسطے کہ امام محمد نے تصریح کی ہے کہ بیع تعاطی فیض احد البدین سے ثابت ہوتی ہے اور ثمن احد بیع کو شامل ہے انتہی طحاوی نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع

کی رضا مندی سے بیع لے کر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دے کر تسلیم بیع چلا جائے بشرطیکہ بیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذالم یصرح معہ مع التعاطی بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ الباطلین والباطل یقول لا اعطیہا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے جب کہ تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہ ہوئی ہو تو اگر مشتری دراہم دیتے اور خریدو زے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہے کہ میں ان کو اس قیمت پر نہ دوں گا تو بیع منعقد نہ ہوگی کما لو کان بعد عقد فاسد خلاصہ ویزازیہ وصرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بہما البیع قبل متارکہ الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولیٰ وعلیہ فیمیل ما فی الخلاصہ وغیرہ علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ عقد فاسد بعد ہو کہ فی الخلاصہ والیزازیہ اور بحر الرائق میں تصریح کی ہے کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی میں بطریق اولیٰ بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہ ہوگی اور بنا برتصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہ میں ہے وہ اسی پر محمول ہے ہم یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے طحاوی نے کہا جمہور نے اپنی شرح میں خلاصہ سے یوں نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی میں یہ بھی ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ بیع سابق پر اس کی بنا ہے انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ میں موجود ہے تو بحر الرائق سے تقید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہے اور جمہور کی طرح نہر الفائق میں بھی خلاصہ کی روایت منقول ہے وتمام فی الاشیاء من الفوائد اذ البطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی علی الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشیاء کے فوائد میں اس قاعدے کے تحت میں مذکور ہے کہ جب متضمن بالکسر باطل ہو تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت میں کہ جس کی بنا فاسد پر ہوئی وہ خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا وقیل لا ید فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاکثر قال الطرسوسی واختارہ الیزازی وافتی بہ الحلوانی واکتفی بالکرمانی بتسلیم البیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثہ اقوال وقد علمت المفتی بدور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع التعاطی میں اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوں کا دینا ضرور ہے طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علماء ہیں اور اسی قول کو یزازی نے پسند کیا ہے اور اس کا حلوانی نے فتویٰ دیا ہے اور کرمانی نے اکتفا کیا ہے بیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اس میں متفق ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کو م قول اول یہ ہے کہ ایک کا دینا کافی ہے خواہ بائع بیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہے کہ تعاطی میں دونوں کا دینا ضرور ہے اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہے کہ فقط بیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہے اور منشا اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی میں اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہے اور بعضے مقام میں اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہے اور بعضے مکان میں تسلیم بیع کا بیان کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہیں بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کہ فی الطحاوی وحررنا فی شرح الملتقی صۃ الاقالہ والاجارة والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہم نے تحریر کی ہے شرح ملتقی میں صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع میں خاص نہیں م شرح ملتقی میں صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت یزازیہ اور اجارہ کے صحت عبادہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہے فروع مسائل لمحہ شارح کے مایستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استهلاكها جاز استحقاقا جو چیزیں آدمی لیتا ہے بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جب کہ بائع اسے ان چیزوں کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد ان کے استهلاك اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استمان کے یہ ہائز ہے بحر الرائق میں ہے کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہ ہوگی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنیٰ ہے جو قینہ میں ہے کہ جن چیزوں کی بقال

سے بدوں بیع کے لینے کی عادت ہے علی وجہ الخرج یعنی بطور اُچاپت کے چنانچہ سور اور نمک اور تیل اگر ان کو خرید کرے بعد منعدم ہونے کے تو صحیح ہے انتہی تو یہاں معدوم کی بیع جائز معشری کذا فی الطحاوی بیع البراءت التي یکتبها الدیون علی العمال لایصح بخلاف بیع حظوظ الامتعة لان مال الوقف قائم ثم ولا لک ہذا اشباہ وقینہ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خیرہ قبل قبضہ من المشرق بخلاف الجندی بحر وتعبہ فی النہر بیچنا تنخواہ کی ان چٹھیوں کا جن کو متصدیان دفتر عالموں پر لکھ دیتے ہیں صحیح بخلاف آئمہ مساجد کے حقوق کے کہ ان کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ وقف کا مال وہاں قائم اور موجود ہے اور ویسا نہیں ہے یہاں لینے عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہیں بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذا فی الاشباہ والقیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اس کے کہ تقسیم کرنے والے مشرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہ الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے ہم نہ الفائق میں کہا کہ ظاہراً قینہ کی روایت ضعیف ہے اس واسطے کہ فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر ملک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اس کی بیع کہاں صحیح ہوگی اور اس کو یاد رکھنا جو ابن و مہبان نے کتاب الشرب میں کہا ہے کہ قینہ کی روایت مخالف قواعد کے ہے التفات کے لائق نہیں جب تک کہ دوسرے کی نقل سے اس کی تائید نہ ہو انتہی ملخصاً وافتی المصنف بطلان بیع الجاکیتہ لما فی الاشباہ بیع الدین انما یجوز من الدیون اور فتویٰ دیا ہے مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہے اس واسطے کہ اشباہ میں ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہیں مگر دیون سے جائز ہے ہم جاکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہیں جو سلطان یا امیر نے اس کو واسطے بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہے تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی چڑھی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہے اور دین کا بیچنا غیر دیون سے جائز نہیں اور دیون سے بیچنے کی صورت یہ ہے کہ کپڑا بیچا یعوض غلام کے سوا ایک نے غلام پر قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اسی شخص کے ہاتھ بیچا چند درہم معینہ کے عوض تو بیع صحیح ہے اور اگر غیر دیون سے بیچا تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ یہ بیع ہے منقول کی اس کے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفيہا فی الاشباہ لا یجوز الا عتیا من عن الحقوق المجردة کحق الشفعة وعلی ہذا لا یجوز الا عتیا من عن الوظائف بالاوقاف اور فتاویٰ مصنف اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہیں چنانچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہیں عوض لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور مؤذنی اور فراشی اور درباری ہے اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اس واسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفيہا فی آخر بحث تعارض العرف مع اللعۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بمال اور اشباہ کے تعارض عرف اول لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت علمائے عرف خاص کے اعتبار کرنے کا فتویٰ دیا ہے تو بموجب اس کے فتویٰ دیا جاتا ہے وظائف اوقاف سے کنارہ کرنے کے جواز کا بعوض مال کے ہم یہ قول مخالف نہیں قول سابق سے کہ عتیا من حقوق مجردہ سے جائز نہیں اس واسطے کہ قول سابق اس پر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایت میں اور یہ قول متفرع ہے قول مفتی پر کہ عرف خاص معتبر ہے بنائے احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہے جو سب لوگوں میں رائج اور مشہور ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو چنانچہ فقہاء میں خلاصہ یہ ہے کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے

فت از بقال بطور اُچاپت مگر فتی جائز است و قول قینہ غیر مفتی الباست در صورت مخالفت قواعد و عدم تقویت بقول غیر اہل

مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتویٰ دیا ہے عینی نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتد نہیں لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اس پر چلتے ہیں اور بعض علما نے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسینؑ نے معاویہؓ سے نزول عن الخلافہ پر صلح کی اس قدر مال پر جو ہر سال ان کو کافی ہوا اور حالانکہ خلافت اعظم الوطائف ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً و بترجمہ خلوص الحوائت فلیس لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارہ تہا لغیرہ ولو وقفاً انتہی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتویٰ ہے خلوص دکانیں کے لزوم پر تو دوکانوں کے مالک کو صاحب خلوص کا خارج کر دینا جائز نہیں اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اس کے سوا کو اگرچہ دوکانیں وقف ہوں انتہی مافی الاشباہ حقیقت خلوصیہ کہ دافع دراہم اس منفعت کا مالک ہو جس کے مقابلے میں اس نے دراہم دیے خواہ یہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہے کہ وقف میں مکانات قریب الانہدام ہوں تو وقف یا ناظر وقف اس شخص کو بکراہ دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کرے گا سو اس شخص کا خلوص ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ ہو اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جائے تو صاحب خلوص دو تہائی میں واقف کا شریک ہوگا بعد اس کے سوا اگر ان مکانات میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ میں واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلوص پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلوص میں اختلاف ہے مقدسی حنفی اور اجماعی مالکی اس کو باطل کہتے ہیں اور صاحب اشباہ وغیرہ اس کے جواز اور لزوم کے قائل ہیں اس واسطے کہ اوقاف نامحی میں ہے کہ دکانیں بازار کی اراضی جب کہ ان لوگوں کے پاس اجارہ ہو جنہوں نے دوکانوں کو بنایا ہے تو وقف جائز ہے اس واسطے کہ ہم نے ان دوکانوں کو ان کے تصرف میں دیکھا کہ ان کو بیع ڈالتے ہیں اور ان کو میراث لیتے ہیں سلطان ان سے مزاحمت نہیں کرتا ان لوگوں پر تو فقط غلہ اور محصول ہے جو دیا کرتے ہیں یہی عادت جاری ہے متاخرین کی مدتہائے دراز سے انتہی ولہذا ابن نجم نے کہا صاحب دوکان کو اس کا خارج کرنا اور غیر شخص کو اس کا اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ دوکان اصل میں وقف ہو انتہی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلوص میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور صحت خلوص کی شرط یہ ہے کہ دراہم مبذولہ جہت وقف میں صرف ہوں سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہیں اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہیں اور دافع دراہم کے واسطے خلوص مقرر کر دیتے ہیں تو یہ خلوص صحیح نہیں اور فائدہ خلوص کا یہ ہے کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہے تو اس پر ملک کے احکام جاری ہوں چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رهن اور ادائے دین اور ارث اور وقف اور اگر خلوص عمارت اور درخت ہوں تو اس میں حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ سموی نے صحت خلوص کی تزییح دی ہے اس واسطے کہ اس پر کثرت عمل جاری ہو گیا ہے تمام ممالک میں خصوصاً دیار مصر میں تو اس کی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے باز کتاب احب الفرائین اس واسطے کہ حکم بطلان سے تفسیح اموال خلق اور کثرت اختصام بین الانام لازم آتا ہے علی الخصوص جبکہ وہ وقف ہو خیرات اور حسنات پر تو اس کے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی مختصر اوفی معین المفتی للصف معی باللو الوالیۃ عمارۃ فی ارض بیعت فان بناء او استجار اجاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے ولو بالیۃ کی طرف نسبت کر کے زمین کی عمارت بیچی گئی سوا اگر عمارت بنائے مکان ہے یا درخت ہیں تو بیع جائز ہے ہم یعنی فقط عمارت پر بیع واقع ہوئی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین میں ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ اس طرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہے کیونکہ مکان اور درخت مال ہیں اور ثمن مشترک پر لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وان کرابا او کری انہما راو نحوہ مالم یکن ذلک بمال ولا بمعنی اللہ یجز انتہی اور اگر عمارت کھودی جوتی زمین ہے یا نہروں کا کھودنا اور صاف کرنا ہے مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اس کے اس قسم سے کہ جو چیز نہ خود مال ہے نہ بمعنی مال تو بیع اسکی

فت حقیقت خلوص

جائز نہیں انتہی مافی الولو الجیمہ جوتے اور صاف کرنے کی مانند زمین ہموار کرنا ہے اونچی نیچ سے اور لامعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہے بطریق خلوک کے کذا فی الطوطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکة لا يجوز کذا رہنہا ولذا اجعلوہ الآن فراغا کالوظائف فلیعمر انتہی ومنذکرہ فی بیع الوفا مصنف نے معین المفتی میں کہا اور وولو الجیمہ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ بیع مسکہ جائز نہیں اور اسی طرح اس کا رہن جائز نہیں اور اسی واسطے اب علانیے اس کو فراغ قرار دیا ہے یعنی مسکہ کو مسمیٰ بفراغ کیا ہے مثل اور متعلقات وقف کے تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنی چاہیے انتہی مافی معین المفتی اور قریب ہے کہ ہم اس کو بیع الوفا میں ذکر کریں گے ہم در مختار کے معنیوں کا کلام اس مقام میں مختلف ہے لفظا ومعنی طوطاوی نے بیع المسکہ ضبط کیا ہے بحد فیمیم اور شرح اس کی یوں کی ہے کہ بیع مسکہ یعنی کوپہ غیر نافذہ کے حق مرور کی بیع جائز نہیں اور شیخ ابوالطیب اور شیخ عابد مدنی نے مسکہ باضافت فیمیم ضبط کیا ہے اور اکثر نسخ در المختار کے اسی کے موافق ہیں پھر مسکہ کی مراد میں اختلاف ہے شیخ ابوالطیب نے کہا کہ ظاہر مسکہ بالفیم سے کنوئیں کا کھودنا سخت مکان میں مراد ہے کذا فی القاموس تو بیع اس مکان کی نہ رکھورنے کی بیع کے مانند ہے انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسکہ اور مسئلہ حضرت برکے لیے فراغ لفظ مناسب نہیں اس واسطے کہ فراغ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے ٹھہرے کچھ عوض لے کر تو کنوئیں کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجہد کو بے معنی معلوم ہوتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر گھر موقوف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دے عوض لے کر تو اس کو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہے کیونکہ قاموس میں منجد معنی مسکہ یہ بھی مذکور ہے کہ المسکة ما یتسک بہ اور مفتی ابوسعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکہ متعلق بوقف ہے نہ متعلق بحکم بر انتہی واللہ اعلم ویعتقد ایضا بلفظ واحد کذا فی بیع القاضی والوصی والاب من طفله وشرایہ منہ فانه یوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کبارتین وتامہ فی الدرر احد بیع منعقد ہوتی ہے ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع میں اور باپ کے بیچنے میں اپنے طفل سے اس واسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کے اس کی عبارت دو عبارتوں کے برابر ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اس کا درمیں ہے ہم یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہے اس طرح کہ کہے کہ میں نے اس کی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہیں کذا فی البحر اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجھے مول لے دے تو بیع جائز نہیں اور اگر وصی اس کی چیز آپ خرید کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البراز یعنی دس درم کی قیمت والے کو پندرہ درم دے کر خرید کرے باپ کی خرید و فروخت میں اپنے طفل سے منفعت طفل مشروط نہیں وفور شفقت کے سبب سے فاذا اوجب واحد قبل الآخر بالثما کان او مشتریا فی المجلس لان خيار القبول مقید بہ پھر جب کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اس کو قبول کرے مجلس میں اس واسطے کہ قبول کرنے کا اختیار مقید بمجلس ہے ہم یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کرے گا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طوطاوی نے کہا تو مجلس نے مراد ہے جس میں وہ قول اور فعل نہ پایا جائے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کر دے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی نہ کو رہائی جائے گی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائے گا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست مستدر ہے متغیر ہو کل المبیع بکل الثمن او ترک سلا یزید تفریق الصفقة مجلس ایجاب میں عاقد ثانی کل بیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے یا تفریق صفقتہ لازم نہ آوے ہم صفقتہ عبارت ہے ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کے وقت اور اب اصطلاح فقہ میں صفقتہ سے خود عقد مراد ہے یعنی غیر کیللی احد و فی چیز میں یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اس میں بعض بیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا

جائز نہیں تاکہ تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یوں ایجاب کیا کہ میں نے یہ دس امرود یا پونڈے یا لیموں چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس میں چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیموں کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ امرود یا لیموں کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے الا اذا عاد الا ایجاب والقبول تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جب کہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کریں تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے اور رضی الآخر وکان الثمن منقسماً علی المبیع بالاجزاء مکمل و موزون یا راضی ہو جائے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو بیع کے اجزاء پر چنانچہ مکمل اور موزون کے اجزاء پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ آنے کو خریدے اور بائع اس پر راضی ہو گیا کہ بیع صحیح ہوگی سو اس صورت میں قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا والا لاوان رضی الآخر لعدم جواز البیع بالحصة ابتداء کما حرره الوافی اور اگر ثمن بیع کے اجزاء پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق پر بالقبول راضی ہو جائے اس واسطے کہ حصہ بیع کی بیع ابتدا میں جائز نہیں کذا حرره الوافی المحشی للدرم اگر انقسام ثمن کا بیع پر بالاجزاء نہ ہو بلکہ انقسام بالقیمت ہو یعنی بیع کے اجزاء امتفاوت القیمت ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یاد و کپڑوں کو بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہ ہوگی اگر بائع راضی ہو جائے اس واسطے کہ بیع بالحصة ابتدا میں جائز نہیں اور اگر بیع بالحصة پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اس کے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی اس واسطے کہ بیع بالحصة انتہا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اس صورت میں ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحاوی و ابن مثنیٰ کل کقولہ لبعثتہما کل واحد بمائتہ وان لم یکمل لفظ لبعثت عند ابی یوسف و محمد و ہوا المختار کما فی الشریعۃ لایعین البرہان یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے دو غلام یاد و کپڑوں کو بیچا ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع لفظ لبعث کا دوبارہ نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شریعہ لایعین برہان سے منقول ہے ہم صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفحہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ چنانچہ اس کی مثال شارح نے ذکر کی اور امام عظیم کے نزدیک تعدد صفحہ میں تکرار لفظ بھی شرط ہے اس طرح پر کہ (لبعثک ہذین العبدین لبعثک ہذا الخمسۃ و لبعثک ہذا الخمسۃ) یعنی ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور فتح القدیر میں صاحبین کے قول کو یوں ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اس واسطے کہ ظاہر بائع کی غرض یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی یک جائے اور اگر دونوں کو یکبار کی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بے فائدہ تھا و ما لم یقبل بطل الا ایجاب ان رجوع الموجب قبل القبول او قام احدہما وان لم یدرب عن مجلس علی الراجح نہروا بن الکمال فانہ کجلس خیار الخیرۃ و کذا سائر التملیکات فتح اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنی یوں بولا کہ میں نہیں بیچتا یا نہیں خرید کرتا یا دونوں میں سے کوئی کھڑا ہو گیا اگرچہ اس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر و کذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار خیرہ کی مجلس کے مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم نہر الفائق میں ہے اختلاف مجلس اس عمل کے استعمال سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کھانا اور پینا

لہ مخیرہ وہ محدث ہے کہ شوہر اس کو اختیار دیوے کہ تو چاہے اپنے نفس کو اختیار کر لے چاہے تجھ کو پسند رکھ ۱۳

تو ایک ہی بیع ثابت ہے نہ بتایا عین اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اول مواضع سے ہے یہاں حقیقت بعض لفظ کہ معنی سے صادق آتی ہے جیسے خبر کی حقیقت معنی صادق نہیں مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعہ حاصل نہیں بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہاں بعض حروف کے بولنے سے خبر کہنا اس کو صادق آتا اگر کوئی کہے کہ حدیث میں تفرق کی اسناد متباہین کی طرف صریحاً ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکے گا اس کا جواب یہ ہے کہ شرع اور عرف میں تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ (وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتهم البینۃ) یعنی متفرق نہیں ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث میں وارد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر مفرق ہوئے اور میری امت کا ہتر فرقوں پر افتراق ہو گا اس آیت اور حدیث میں افتراق رجال سے صریحاً افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنہ ہیں اور قیاس قال اللہ تعالیٰ (یا ایہا الذین آمنوا اذ فوا با معقود) یعنی اے ایمان والو پورا کرو معقود کو اور بیع عقد ہے قبل تنخیر کے وقال اللہ تعالیٰ (لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان یكون تجارة عن تراض منکم) یعنی نہ کھاؤ اپنے اموال کو فیما بین خود با طریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت برضا مندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو اس آیت میں حق تعالیٰ نے خرید کی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تنخیر کے وقال اللہ تعالیٰ (واشہدوا اذا تبایعتم) یعنی گواہ کرو جب کہ باہم بیع کرو اس آیت میں توثیق بالمشہادۃ کا ارشاد ہوا تاکہ انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیاب بعد اللایجاب والقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہ ہو قبل خیاب کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آئے لہذا حدیث مذکور کو خیاب والقبول پر محمول کیا تاکہ قرآن اور حدیث کے مطلب میں اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک ان میں سے عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیاب مجلس بمجرد اس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدر تصرف وشرط لصحة معرفة قدر بیع و ثمن اور بیع صحیح ہونے کے واسطے مشروط ہے مقدار بیع اور ثمن کی معرفت م مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار بیع اور ثمن شرط ہے اور ان کا ذکر کرنا شرط نہیں سوا کہ بیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھ خرید و فروخت کا رواج نہ ہو تو بیع صحیح نہیں تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر میں ہے منجملہ عید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یوں کہے گا کہ میں نے اپنا مال جو اس کوٹھڑی یا اس صندوق یا اس خرچی میں ہے تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگر مشتری اس کو نہ جانتا ہو اس واسطے کہ جہالت مافی البیت کمتر ہے جہالت مافی الدار سے تو نہایت جہالت نہ ہوئی جو مانع ہے صحت کی اور رواج جہالت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکب فرات کے پانی کی مثلاً خرید کرے گا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہے تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہے اور قیاس میں جائز نہیں اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہے اور ظاہر ظہیر یہ ہوا زبردلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت بیع اس صورت میں شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہیں چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پھر زید نے اس کو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اس کی مقدار کو نہ جانتے ہوں اور اسی طرح بیع صحیح نہیں اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اس کی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص یا بقدر اپنے راس المال کے یا بیچنا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہاں تک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس میں علم حاصل ہو گا تو بیع صحیح ہے مع الحیار اور اگر کوئی چیز خرید کی سونے کی بوزن اس پتھر کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہیں اور اگر اس کا وزن معلوم ہو گا تو بیع مع الحیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت مرعہ اور معرفت عرفی دونوں کو شامل رہی اس واسطے بزاز یہ میں کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خرچہ کو

بعوض دس کے خرید کیا اس شہر میں درہم اور دنانیر اور فلس سے خرید کرنے کا رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ میں سے کوئی چیز ذکر نہ کی تو گھر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی درہم پر اور خر بوزے کی پیسوں پر منعقد ہوگی اور اگر ان کے سوا کوئی اور چیز سے خرید فروخت کا رواج ہوگا تو اس پر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوگی تو متعدد متعین ہو جائے گا بیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ درہم خواہ فلس سے اور اگر مناسبت میں شک پڑے گا تو بیع تمام نہ ہوگی کذا فی الطحاوی عن البحر والفتح لمخصا و وصف ثمن کسری اور مشقی اور صحت بیع کے واسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہے چنانچہ درہم کا کسری ہونا یا مشقی م مصنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہانے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اس واسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کرے گا کہ ناقص دے اور بائع چاہے گا کہ عمدہ لے تو بیع مشروع ہونے کا فائدہ حاصل نہ ہوگا مصنف نے وصف ثمن کی قید اس واسطے لگائی کہ اوصاف بیع کی معرفت شرط نہیں اور بدلے میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف بیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اسکی بیع جس کو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہوشی میں تو موجب ہو اس شے کے احسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعہ چنانچہ روپیہ یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ لایشرط ذلک فی مشار الیہ لفظی الجہالت بالاشارة معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں شرط ہے اور اس میں شرط نہیں جس کی طرف اشارہ ہو البسبب دور ہونے نادانستگی کے اشارے سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں اس واسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلیم یعنی دینا لینا بیع میں واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع یا بھی کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلیم نہ ہو سکے گا اور جس کی طرف اشارہ کیا خواہ وہ بیع ہو یا ثمن تو اس میں معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہیں سوا اگر بائع کہے کہ میں نے اس گبیہوں کے ڈھیر کو ان درہموں سے جو تیرے ہاتھ میں ہیں بیچا اور حالانکہ درہم مذکورہ نظر آتے ہیں پھر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ جہات وصف یعنی مقدار کی نادانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلیم کی مانع نہیں کذا فی النہر مالہم یکن ربو یا قبول بجنسہ او سلما اتفاقا اور اس مال سلم لو کیلا او موزونا خلافا لہما کما سبجی تا وقتیکہ مشار الیہ ایسا مال رہا نہ ہو جس کا مقابلہ ہوا اپنے ہم جنس سے یا سلم نہ ہو یا اتفاق امام اور صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہ ہو اگر وہ مکیل اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم میں آئے گا یہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ میں معرفت مقدار شرط نہیں اس صورت میں ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہ ہو چنانچہ گبیہوں کے ڈھیر کو دوسرے گبیہوں کے ڈھیر سے اشارہ کر کے بدلنا بلا مکیل اور وزن صحیح نہیں بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم میں اگر اس المال کی سی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہیں دریا فت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ اس میں کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان میں کافی ہے طحاوی نے کہا شارح کے اس قول (او سلما اتفاقا) کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اس کے مابعد کا قول معنی ہے اس واسطے کہ کلام ہے راس المال میں نہ سلم فیہ میں اس واسطے کہ سلم فیہ کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اس وقت ہو جو نہیں کیونکہ وہ موصول ہے فرع مسئلہ ملحق شارح کا لوکان الثمن فی صرة ولم یعرف ما فیہا من خارج خیر و لیس فی الخیار الکمیۃ لایخار الرویۃ لعدم ثبوتہ فی النقود فتح اگر ثمن تقبلی میں ہو اور جو درہم اس میں ہیں باہر سے معلوم نہ ہوتے ہوں تو بائع کو اس میں اختیار ہے اور اس کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرویۃ اس واسطے کہ خیار الرویۃ نقود میں ثابت نہیں کذا فی الفتح م طحاوی نے کہا کہ فتح القدر اور بحر الرائق میں عدم تخیر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے فتح القدر کو دیکھا تو عدم تخیر کو پایا چنانچہ فتح القدر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا میں اس کو خرید کرتا ہوں بعوض اس درہم کی قبلی کے پھر بائع نے

اس میں وہ در اہم پائے جو اس شہر میں رائج نہیں تو بائع کو در اہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اس واسطے کہ مطلق در اہم بیع میں نقد بلد کی طرف متصرف ہوتے ہیں اور اگر اس میں نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہیں بخلاف اس کے اگر اس نے کہا کہ میں نے خرید کیا جو من اس کے جو اس خم میں ہے پھر ان درموں کو دیکھا جو اس میں ہیں تو اس کو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اس واسطے کہ جو تحقیق میں ہے اس کی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہے اور خم میں خارج سے معلوم نہیں ہوتی اور اس صورت میں اس کو اختیار ہو گا اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرویۃ اس واسطے کہ نقد میں خیار الرویۃ ثابت نہیں و صحیح ثمن حال وہو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن بلامدت سے اور یہی اصل ہے م حال تبشید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف مؤجل کذا فی النہر عن المغرب طحاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ حلول مقتضائے عقد ہے اور اصل یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تاجیل سے و مؤجل الی معلوم لئلا یفنی الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن مؤجل سے جس کی مدت معلوم اور مقرر ہو تاکہ نزاع کی نوبت نہ پہنچے م یعنی اس ثمن مؤجل سے بیع صحیح نہیں جس کی مدت مجہول ہے کہ باعث نزاع ہے اور وجہ نزاع یہ ہے کہ بائع مدت قریب میں تقاضا کرے گا اور مشتری اس کا انکار کرے گا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع مؤجلا صرف لشرب لغتی اور اگر بیع مؤجل کا تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاوے گی اسی پر فتویٰ ہے کذا فی النہر عن شرح الجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول ان فیہ الا فی السلم اور اگر بائع او مشتری نے مدت میں اختلاف کیا تو اس کا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہو گا م اختلاف مدت کی اس صورت میں کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے بلامدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت پر بیع واقع ہوئی تو بائع ہی کا قول معتبر ہو گا اس واسطے کہ بیع میں عدم تاجیل اصل ہے اور سلم میں مثبت مدت کا قول اس واسطے معتبر ہو گا کہ نافی مدت مدعی ہے فساد سلم کا اس واسطے کہ سلم بلامدت کے صحیح نہیں ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ مدت تو کمتر مدت کے مدعی کا قول معتبر ہو گا اس واسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبیئۃ فیہما للمشتري اور دونوں صورتوں میں یعنی اختلاف مدت اور مقدار مدت میں مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو مضیہ فالقول والبیئۃ للمشتري اور اگر دونوں مختلف ہوں مدت کے گزر جانے میں بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ مہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی ویسطل الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے م مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدیون تجارت کے فتن ادا کرے منفعت سے پھر جب مدت مقرر کرنے والا مر گیا تو اس کا متروکہ ادائے دین کے واسطے متعین ہو گا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے فروع مسائل ملحقہ شارع کے باع بحال ثم اجلہ اجلا معلوما او مجہولا کنور وزو حصا وصار مؤجلا منیۃ بائع نے بیع کی ثمن بلامدت پر پھر اس کی مدت مقرر کر دی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ نور دریا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع مؤجل ہو جاوے گی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخے میں منیۃ کی جگہ قنیۃ ہے نور وزو وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا قول ہے اور امام صاحب نزدیک یہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن البحر الف من ثمن بیع فقال اعط کل شہرۃ فلیس بتاجیل بزازیۃ بائع کے ہزار درم ہیں مشتری پر مچلہ ثمن بیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے میں سو درم دیا کر تو یہ مدت معین کرنا نہیں ہے کذا فی البزازیۃ یعنی فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف من جملہ ربہ بنحو ما ان اخل بنہم حل الباقی فالامر کما شرط ملتقط وہی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہیں جن کی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یوں کہہ کر اگر کسی قسط میں خلل ڈالے تو باقی دین بلامدت واجب الادا ہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہو گا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے ہم جلی نے کہا ان اخل حال ہے جمل کے فاعل کا بتقدیر قول کے قلت و ما کثیر وقوعہ مالوا مشتری بقطع رابحۃ فکدت بغرب بدیدۃ یوجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لا غیر اذ لا یکن للحکام الحکم

بمشابہ منع السلطان منها ولا یدفع قیمتها من الفضة الجديدة لانها مالم یغلب غشها فجد با و در ہا سواء اجماعا اما غالب غشہ ففیہ الخلاف کما سیبی
فی فصل القرع فتنہ و بہ اہاب سعدی افندی میں کہتا ہوں اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر چلن کے روپیوں سے خرید کیا پھر ان کا رواج
موقوف ہو گیا دوسرا نیا سکے پڑنے سے تو ان روپیوں کی جو قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوائے اس کے اس واسطے کہ سکے
قدیم کے رواج دینے کا حکم کرنا ماحول کو کینے ممکن نہیں بسبب منع کر دینے سلطان سال کے ان کے رواج سے اور ان کی قیمت فتنہ جدیدہ سے بھی مشتری
نہ دے اس واسطے کہ جب تک چاندی کی طوفی غالب ہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونوں برابر ہیں باجماع امام اور صاحبین کے
اور جس چاندی میں طوفی غالب ہوگی اس میں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اس کی تفصیل قرع کی فصل میں آوے گی سو آگاہ رہنا اور
یہی جواب دیا ہے اس مسئلہ کا سعدی افندی نے م طحاوی نے کہا غلبہ غش باب الصرف میں مذکور ہے نہ قرع میں اور قرع میں رواج اور کساد مذکور
ہے بلا قید غلبہ غش و ہذا اذایع ثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یہ یعنی صحت بیع ثمن موبل اس وقت ہے جب کہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بوجہ
عین موبل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح م ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہے اور
اس کے دینے کا مثلاً اس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اس کے دینے میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہے
و بخلاف جنسہ ولم یجمعہما قدر لما فیہ من الربو النسیک سیبی فی بابہ اور جب کہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور بیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل
ہو اس واسطے کہ اس میں تاخیر کا بیاج ہے چنانچہ اس کی تفصیل باب الربو میں آوے گی م خلاصہ یہ ہے کہ بیع ثمن موبل درست ہے دو شرط
سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقد کے ہو نہ منجملہ عیان کے دوسری شرط یہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو بشرطیکہ بیع اور ثمن کیل اور وزنی نہ ہوں چنانچہ
کپڑے کو روپیہ سے خرید کر نادم مقرر کر کے صحیح ہے تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہوں کی من بھر گیہوں سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کر کے
صحیح نہیں کہ بیاج ہے والابل ابتداء من وقت التسليم ولو فیہ خيار فمذ سقوط النیار عندہ غانیۃ اور مدت کی ابتدا تسلیم بیع کے وقت سے ہے
اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اس وقت سے مدت شروع ہوگی امام مہملہ نزدیک کذا فی النانیۃ یعنی مدت کا شمار تسلیم
بعد ہے نہ بعد ایجاب اور قبول کے وللمشتري ثمن موبل الی سنتہ منکرۃ الا بل سنتہ ثانیۃ نہ تسلم لمنع البائع السلعة عن المشتري سنتہ لابل
المنکرۃ تحفیلا لفائدة التأجل اور اس مشتری کے لیے جس نے سال غیر معین کے ثمن موبل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت ہے تسلیم بیع کے
وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت میں تاکہ تقریر مدت کا فائدہ حاصل ہو م خلاصہ یہ ہے کہ
مشتری نے ادائے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب اور قبول کے بعد سال بھر کی تسلیم بیع نہ
کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اس کی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری بیع میں تصرف کر کے ادائے ثمن پر قادر ہو یہ قول
امام صاحب کا خلافاً للصاحبین فلو معینۃ اولم یمنع البائع من التسليم لا اتفاقاً لان التفسیر منہ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم
بیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہ ہوگی اس واسطے کہ اب مشتری کا قصور ہے م اگر مشتری نے
کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کروں گا اور اسی طرح ہر معین مدت پر چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کروں گا اور بائع نے سال بھر رجب
تک تسلیم بیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہ ہوگی کذا فی الطحاوی عن الدرر والشر بن لایہ فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ محل اختلاف امام اور صاحبین در صورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے اعتناع نہیں کیا تو ابتدائے مدت عقد کے وقت سے ہے
بالاجماع والثنی المسمی قدرہ لا وصفہ ینصرف مطلقۃ الی غالب نقد البلد بلدا العقد مع الفتاوی لانه المتعارف اور جس ثمن کی مقدار

مذکور ہوئی نہ اس کا وصف تو اس فن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہاں کا نقد غالب الرواج
مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاویٰ اس واسطے کہ جس کا رواج غالب ہے وہی متعارف ہے ہم یعنی جب مشتری نے دس درم کو چیز خریدی بلا قید
وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اس شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جس میں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اس واسطے کہ
نقد غالب متعارف ہے تو مطلق اسی طرف پھرے گا اگرچہ اس شہر میں اور درہم بھی موجود ہوں جن سے معاملہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل
چنانچہ اس کا اشارہ فتح القدر میں ہے کذا فی النہر طحاوی نے کہا مجمع الفتاویٰ سے نقل کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایک مرد سے اصفہان میں
لبعض اتنے دنانیر کے سوا اس نے قیمت نہ دی یہاں تک کہ مشتری بخارا میں ملا تو اس پر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہو
انتہی وان اختلف النقود مالیتہ کذب شریفی و بندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس نزوال الجمالۃ
اور اگر نقد شہر کے مختلف ہوں باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہے ان کے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اس وقت
فساد نہیں جبکہ مشتری بیان کر دے ایک نقد کو اسی مجلس میں بسبب دور ہو جانے جہالت کے ہم بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے جو باعث
نزاع ہے اس واسطے کہ ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں باعتبار رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی اور باعث راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے
اس واسطے کہ جہالت رفع ہو گئی قبل اس کے تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر نقد مالیت اور رواج میں برابر
ہیں تو بیع صحیح ہے مشتری کو اختیار ہے جو چاہے ادا کرے اور اسی طرح اگر نقد مالیت اور رواج دونوں میں مختلف ہوں یا مالیت میں برابر ہوں
رواج میں مختلف ہوں تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے باعتبار اس نقد کے جو غالب الرواج ہے کذا فی النہر و صحیح بیع الطعام ہونی عرف
المتقدمین اسم للخطۃ و دقیقہا کیلا و جزا فافا مثلث الجیم معرب کذا فی المجازفۃ اور صحیح ہے بیع طعام کے پیمانے سے ناپ کر اور بطور تخمین
اور شکل کے طعام متقدمین کے عرف میں گہیوں اور اس کے آٹے کا نام ہے اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم کے فارسی کا معرب ہے بمعنی مجازفۃ
ہم کہتا ہے علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہے حدس اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قسطل نے کہا کہ مجازفۃ بیع میں عبارت ہے مسالہ
سے الحاصل مصنف کے کلام میں طعام سے جمیع حبوب مراد ہیں نہ فقط گہیوں اور نہ جمیع ماکولات کیل اور جزاف کے حبوب کی بیع شکل سے جائز
ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہو جانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ مکی میں عینی سے منقول ہے کہ شکل کی بیع میں شرط یہ ہے کہ میز اور
مشار الیہ ہو کذا فی الطحاوی اذا کان بخلاف جنسہ ولم یکن راس مال سلم لشرطیۃ معرفۃ کما سبئی او کان بجنسہ و ہو دون نصف صاع
اولا: ربوایہ کما سبئی بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہے جب کہ بیع اس کی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گہیوں کی بیع جو سے اور جب کہ سلم کا راس المال
نہ ہو اس واسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہے چنانچہ بال سلم میں آوے گا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع
سے کمتر ہے اس واسطے کہ نصف صاع سے کمتر میں بیاج نہیں چنانچہ باب الربوایں آوے گا ومن المجازفۃ البیع باناء و جھلا یعرف قدرہ
قید فیہما و للمشتري الخيار فیہما نہر اور مجملہ تخمین ہے پیمائش برتن اور پتھر کا جن کی مقدار معلوم نہیں اور مشتری کو دونوں میں اختیار ہے کذا فی النہر
ہم کہتا ہے نہر الفائق میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز ہے کہ جہالت باعث منازعت نہیں اور کیل اور مجازفۃ پر اس کو اس واسطے عطف
کیا کہ یہ بصورت کیل ہے اور حقیقت میں کیل نہیں ہے شرط صحت یہ ہے کہ برتن گھٹا بڑھتا نہ ہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر
مثل زنبیل یا خرچی کے برتن ہو تو جائز نہیں مگر پانی کی مشکوں میں بسبب رواج کے جائز ہے اور مصنف نے ثبوت خیاری سے سکوت کیا لیکن
جمع التوازل میں ثبوت خیاری پر تصریح ہے اس صورت میں کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یوں ہے کہ غیر معلوم المقدار

برتن میں بھی اختیارات ثابت ہو انتہی و ہذا اذالم تحیل الاتاء النقصان والجر التفتت فان احتملہا لم یجز کبیعہ قدر ما یملأ ہذا البیت ولو قدر
 ما یملأ ہذا الطست لجاز سراج اور یعنی برتن کی پری اور پتھر کے وزن سے بیع اس وقت جائز ہے جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا
 محتمل نہ ہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہ ہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہیں جس میں یہ کوٹھری بھر جائے اور اگر اس مقدار
 کی بیع کی جو اس طشت کو بھر دے تو جائز ہے کذا فی السراج و صح فی ماسمی صاع فی بیع صبرۃ کل صاع یکذا مع الخيار للمشتري لتفرق الصفقة
 علیہ ویسی خيار التکشف اور صحیح ہے بیع ہر سمی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہے اناج کے ڈھیر کی بیع میں اس طرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے
 باوجود احتیاط مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اس کو خيار التکشف کہتے ہیں مکتا ہے ایک ڈھیر ہے گیہوں یا جو کا اس کے
 مالک نے کہا کہ میں نے اس کو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اس کی نہ ذکر کی کہ اتنی صاع یا اتنے سیر ہے تو امام عظیمؒ نے نزدیک
 ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اس واسطے کہ اس قدر بیع اور ثمن معلوم المقلد ہے اور بیع فی نفسہ متفاوت چیز نہیں اور اس سے زیادہ
 مقدار اور ثمن دونوں مجہول ہیں معلوم نہیں کہ سب ڈھیر کے صاع یا کے سیر کا ہے اور درم یا آنے کہتے ہیں طحاوی نے کہا خيار التکشف اس واسطے
 کہتے ہیں کہ حال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بجز اثنی میں بدائع سے منقول ہے کہ ایک صاع میں بیع لازم ہے بلا خيار مشتری
 اور یہی قول ظاہر ہے واللہ اعلم و صح فی الكل ان کیدت فی المجلس لرد الالمفسد قبل تقرره او سمي جملة قفرا نہما بلا خيار لو عند العقد
 ویر لوبعدہ فی المجلس اول بعدہ عند ہما ویر لیتی اور صحیح ہے بیع سب ڈھیر میں اگر اس کا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس میں بسبب دور ہو جانے
 مفسد کے قبل اس کے جمنے کے یعنی جہالت قبل انعقاد مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اس ڈھیر کے قیض بیان کر دیئے تو بیع صحیح ہوگی
 بلا خيار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہو اور اگر تسمیہ عقد کے مجلس میں ہو تو بیع باختيار مشتری ہوگی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہو تو صاحبین کے نزدیک
 بیع صحیح ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے مکتا ہے قیض ایک پیمانہ ہے شرح ملتقی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ اس نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہے
 بلکہ اسی نظر سے تاکہ خلق اللہ پر آسانی ہو فان رضی بل یلزم البیع بلا رضی البائع الظاہر نعم نہر پھر در صورت خيار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم
 ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یہاں تک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اس کا فسخ معتبر نہ ہوگا
 اور مشتری سب ڈھیر کو لے گا کذا فی النہر ایضا وفسد فی الكل فی بیع ثلثہ بفتح فتشیدہ قطع الغنم وثوب کل شاة وذرلح لف وشریکۃ اور تمام
 میں بیع فاسد ہے بھیڑ بکری کے ریوڑ اور کپڑے کی بیع میں اس طرح کہ ہر بکری عوض اتنے کے ہے اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلثہ بفتح ثائے مثلثہ و
 تشدید لام عبارت ہے کلہ غنم سے اور شاة اور ذرلح میں لف نشر مرتب ہے مکتا ہے یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس میں سے
 ہر بھیڑ یا بکری ایک روپے کو ہے یا کپڑے کے تھان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہر گز اس کا چار آنے کو ہے تو بالکل فاسد ہے تمام افراد میں امام کے نزدیک
 اس واسطے کہ افراد یہاں مختلف ہیں تو قیمت سب پر برابر تقسیم نہ ہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تصمین میں بائع چاہے گا کہ مشتری چھوٹی دہلی بکری لے اور
 مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کرے گا بخلاف گیہوں کے ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی اس کے
 دالوں میں تفاوت نہیں یکساں حال ہے مصنف نے کپڑے میں کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتائی نے جامع صغیر میں مفرت تبیین کی
 قید لگائی ہے یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اس میں بیع مذکورہ صحیح نہیں تو اگر جس تھان سے گزدو گزارنا موجب نقصان نہ ہو
 تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اس میں ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی المغ عن غایۃ البیان وان علم مد الغنم
 فی المجلس لم یقلب صحیحاً عندہ علی الاصح اور اگر بھیڑ بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بر صحت نہ ہوگی امامؒ کے نزدیک بنا بر قول اصح کے

ہم کہتا ہے یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم ہونے سے صحیح نہ ہوگی و لور ضیا العقد بالتعاطی و نظیرہ البیع بارقم سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور مانند اس کے بیع بارقم ہے کہ تراخی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج ہم رقم کے معنی نقش کے ہیں جس کو ہندی میں آنک کہتے ہیں اور سراج میں ہے بیع بارقم یہ کہ بائع کے کہ میں نے یہ کپڑا بیچا موافق اس کی رقم کے یعنی جو ٹمن کہ کپڑے پر لکھا ہے اور مشتری کو وہ معلوم نہیں سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھے گا تو بیع فاسد ہے اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھے اور بیع کو پسند رکھے گا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فساد ہو جائے گا اور بعد اس کے منقلب بجاوہ نہ ہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ اللدنی فتح القدیر میں ہے کہ بیع بارقم فاسد ہے اس واسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ٹمن صلب عقد میں ممکن ہو گئی ہے مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ٹمن کیا ہے اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر مجلس میں ٹمن معلوم ہو جائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہی طحاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہاء کے کلام کے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی میں یہ ضروری ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی مگر یہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے و کذا الحکم فی کل معدود متفاوت کابل و عبید و بطیخ و کذا کل مافی تبیینہ ضرر کمصوغ او ان بدائع اور اسی طرح غنم اور ثوب کا حکم ہے ہر معدود مختلف میں چنانچہ اونٹ اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے ٹکرے کرنے میں ضرر ہو چنانچہ ڈھلے برتن کذا فی البدائع ولو سمی عدد الغنم والذراع او حبلۃ الثمن صح اتفاقاً اور بائع نے بھیڑ بکریوں کی گنتی اور کپڑوں کے گزوں کا شمار بتلایا یا تمام ٹمن مذکور کر دیا تو بالکل بیع صحیح ہو جائے گی باتفاق امام اور صاحبین کے ہم کہتا ہے یہ تسمیہ مفروض ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں وہاں تسمیہ مفروض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض نہ رہا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود والفضائل لکلمۃ کل ان الافراد ان لم تعلم نہایتہا فان لم تؤد للجهالة فلا استغراق کیمین و تعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت کا باعث نہ ہو تو وہاں لفظ کل استغراق کے واسطے ہے یعنی جمیع افراد مراد ہوں گے یمنین اور تعلیق میں ہم کہتا ہے طحاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت مراد ہے جو موجب نزاع نہ ہو شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ بجائے یمنین لفظ امر کالاتا اس واسطے کہ تعلیق خود ہی یمنین ہے تعلیق کی یہ مثال ہے کہ کل امرأة تزوجها فنی طالق یعنی جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلق ہے (و کما اکتلت الغنم فعلی درہم) اور ہر بار کہ میں گوشت کھاؤں تو مجھ پر ایک درہم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمے پر درہم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہے کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے میں ایک درہم دیا کر سو مامور نے ایک مہینے سے زیادہ دیئے تو آمر پر وہ لازم ہوں گے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقاً کاجارۃ و کفالتہ و اقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہے تو اگر افراد کی نہایت مجلس میں نہ معلوم ہو تو وہاں لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارے اور ضمانت اور اقرار میں ہم کہتا ہے اجارے کی مثال یہ ہے کہ میں نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر یمنین اتنے کے ہے تو اس پر ایک مہینہ لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اس پر ایک مہینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام صاحبین نزدیک خلافاً لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیرے بچے کل درہم ہیں تو ایک درہم لازم ہوگا کذا فی الطحاوی والافان تفاوتت الافراد کا لغتم لم یصح فی شئ عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت میں متفاوت ہوں چنانچہ غنم تو کسی چیز میں امام کے نزدیک بیع صحیح نہیں نہ ایک فرد میں نہ سب افراد میں والا صح فی واحد عندہ کالبصرۃ اور اگر افراد میں تفاوت نہ ہو تو ایک صاع یا ایک سیر میں امام کے نزدیک بیع صحیح ہے چنانچہ گھوڑوں جو کے ڈھیر میں و صحاہ فیہما فی الکل بحر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونوں میں یعنی سب غنم اور سب ڈھیر میں کذا فی البحر کہتا ہے صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہے کہ بیع معلوم ہو چکی اشارے کے سبب سے اور جہالت ٹمن کی شمار

کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہے تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہے وفی النہر من العیون والشر بنیاتی علی
البرمان والقستانی من المیط وغیرہ ولقبوا لہما لیفتی تیسرا اور نہر الفائق میں عیون سے اور شر بنیاتیہ میں برمان سے اور قستانی میں میط وغیرہ سے منقول
ہے کہ اس میں صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے بظہر آسانی کے وان باع صبرة علی انہا مائتہ قفیز بمائتہ درہم وہی اقل او اکثر اخذ المشتري
الاقل بحصته ان شاء او فسخ لتفرق الصفقة وکذا کل کیل او موزون نہیں فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈھیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سوق فیر ہے سودم کو
اور حالانکہ وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کو لے اس کے حصے کے موافق قیمت دے کر اگر چاہے یعنی اگر مثلاً ساٹھ قفیز گیہوں ہوں تو ساٹھ
درم کو لیا چاہیے یا بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہے ہر اس کیلی یا وزنی چیز میں جس کے پارہ پارہ ہونے میں
ضرر نہیں مگر کتا ہے مگر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بھر ہے پھر وہ وزن میں مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری
اس کا مالک ہے یعنی بلا زیادت ثمن اس واسطے کہ وزن اس چیز میں جس کو تبعیض مقرر ہے وصف جیسے ذراع کپڑے میں وصف ہے کذا فی الطحاوی
و ما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر اناج کا سوق فیر سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہے بسبب واقع ہونے بیع
کے قدر معین پر یعنی بیع سوق فیر پر منعقد ہوگی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہیں تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان یباع المذروع
مثلاً علی انہ مائتہ ذراع مثلاً اخذ المشتري الاقل بكل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا خيار لانتفاء الغرر نہر واخذ الا اکثر
بلا خيار للبائع لان الذرع وصف لتعیین ضد القدر والوصف لا یقابله شی من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا
فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلاً سو گز ہے سودم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جب کہ
مشتری نے بیع پر قبضہ کیا یا اس کو دیکھ لیا تو اس کو ترک بیع میں اختیار نہ رہے گا بسبب نفقہ ہو جانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری
لے گا بلا اختیار بائع کے اس واسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہے بسبب معیوب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن
کے کہ وہ وصف نہیں اور وصف کے مقابلے میں ثمن کچھ نہیں پڑتا مگر کتا ہے تو صیح اس کی یہ ہے کہ بائع نے زمین بھی سو روپے کو اس شرط پر
کہ وہ سو گز ہے مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر میں اختیار ہے چاہے ساٹھ یا اسی گز پوری
قیمت کو سو روپے دے کر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایک سو دس گز کو مشتری سو روپے سے لے گا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی
چیز کے کہ اس میں کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملے گا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اس واسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور کیل اور
موزون میں کیل اور وزن وصف نہیں نہر الفائق میں ہے کہ اصطلاح فقہ میں وصف ثمن سے عبارت ہے جو تابع ہو ثمن کا اور
منفصل نہ ہو اس سے جب اس میں حاصل ہو تو اس کی خوبی کو زیادہ کر دے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے میں اس واسطے کہ اگر دس گز
کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اس میں سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ رہے گا یعنی اس واسطے کہ نو گز جہہ وغیرہ کو کافی نہیں اور
دس گز کافی ہے لہذا بعضوں نے وصف کی یوں تہر لیں کی ہے کہ وصف وہ ہے جو تبعیض سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف
ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب میں اوصاف زائدہ کے مانند ہے جس کی مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن
بیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا جیسا کہ گیہوں وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے الا اذا کان مقصود بالتناول کما افادہ بقولہ وان قال فی بیع
المذروع کل ذراع بدرہم اخذ الاقل بحصته لصیورہ اصلاً بافرادہ بذکر الثمن او ترک لتفریق الصفقة مگر جب کہ وصف مقصود
بالتناول ہو تو ثمن اس کے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اس کو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ

ہرگز بعوض درم کے ہے تو مشتری کمتر کو اس کے حصے کے موافق لے اس واسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہو گیا بسبب اس کے علیحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر کر دینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے مکتا ہے یعنی اگر سوگز زمین یا کپڑے کو سود درم میں بیچا اس طرح کہ ہرگز کے عوض ایک درم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دے کر لے چاہے نہ لے اس واسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اس کا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہو گیا و کذا اخذ الاكثر کل ذراع بدرہم اوفسح لدفع ضرر التزام الزائد اسی طرح اگر سوگز سے زیادہ کو مشتری لے ہرگز عوض درم کے یا چاہے فسح بیع کرے تاکہ التزام زائد کا ضرر دفع ہو مکتا ہے چونکہ بیع ہوئی محقق سوگز کی لہذا زائد کے خرید کرنے میں مشتری کو اختیار ہوا اتا التزام مالا یزیم لازم نہ آو وفسد بیع عشرۃ اذرع من ماتۃ ذراع من دار او حمام و صحاہ وان لم یسم جملتها علی الصصح لان ازال التما مبد ہما اور فاسد ہے بیع دس گز کی گھریا حمام کے سوگزوں میں سے اور صاحبین نے اس کو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اس واسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ میں ہے مکتا ہے فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہے کہ ذراع بحقیقت میں اس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہاں متعذر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہو کر اس واسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے تو اس صورت میں دس گز غیر معلوم کھڑے کہ گھریا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کے گا کہ میں دس گز فلانی طرف سے دوں گا مشتری کے گا نہیں میں فلانی طرف سے لوں گا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اس کا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اس کی جہالت باعث نزاع نہیں اس واسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والے کا شریک ہے تمام گھر میں بلا تعین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا ناپ کر بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اس واسطے سو ذراع ذکر کیے تاکہ قول آئندہ صحیح ہو اس واسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدو ن ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لا یفسد بیع عشرۃ اسہم من ماتۃ سہم اتفاقا لشیوع السہم لا الذراع فاسد نہیں بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہے تو محل کا مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی لو ترا ضیا علی تعیین الاذرع فی مکان لم ارہ وینبغی انقلابا صحیحاً لونی المجلس ولو بعدہ فی بیع بالتعاطی نہر باقی ہے یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں گزوں کی تعیین پر ایک مکان خاص میں میں نے اس کو کتب فقہ میں مصرح نہیں دیکھا اور لائق یہ ہے کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد میں ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی نہر مشتری عدد ا من قیمی ثیابا وغنما جوہرۃ علی انہ کذا فنقص او زاد فسد للجمالتہ خرید کیے چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ کپڑے ہوں یا بھیڑ بکری کذا فی الجوہرۃ اس شرط پر خرید ہوئے کہ اتنے ہیں پھر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے مکتا ہے مثلاً دس تھان کی گھڑی خرید کی بیس روپے کو پھر جو گھڑی کھولی تو نو یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اس واسطے کہ نقصان کی صورت میں ثمن مجہول ہے کیونکہ ثمن کے اجزاء قیمت مجہول والی بیع کے اجزاء پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جس کو بیس روپوں سے کم کر دیجیے پھر جب کم تھان کی قیمت چھوٹی ہو تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور در صورت زیادتی کے بیع مجہول ہو گا اس واسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی تو اس میں نزاع واقع ہو گا مشتری کے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کرے گا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قصد ہو گا و لہذا مشتری

یعنی گلے پڑنا اسی چیز کا جو اس کیلئے ضروری نہیں ۱۲

ارضاع علی ان فیہا کذا غلاما ثم افاذا واحدة فیہا لا ثم فسد بجر اور اگر ایک زمین خرید کی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کھجور کے درخت چل دینے والے ہیں سو ان میں ایک غیر مٹ کر نکلا تو بیع فاسد ہے کذا فی البحر یعنی فاسد ہے شمس کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں در صورت کمی وجہ اس کی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلا من الثیاب او غنما واستثنی واحد البغیر عینہ فسد ولو لبعینہ جاز البیع خانہ چنانچہ کپڑوں کی گھٹری یا چند بکریاں بیچیں اور ان میں سے ایک کپڑا یا ایک بکری بلا تعیین نہ بیچی تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک معین تھاں یا ایک مخصوص بکری مستثنی کر لی تو بیع جائز ہے کذا فی الخانیۃ یعنی در صورت استثناء غیر معین کے بیع فاسد ہے جہالت کے سبب سے مشتری ادنیٰ کے دینے کا ارادہ کرے گا اور بائع اعلیٰ لینے کا قصد رکھے گا اور صورت تعیین یہ جہالت نہیں ولو بین ثمن کل من القیمتی بان قال کل ثوب منہ بكذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالت وخیر لتفرق الصفقة اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا یعنی اس طرح کہا کہ اس گھٹری میں سے ہر تھاں کی یہ قیمت ہے اور ایک تھاں کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خرید اور عدم خرید میں مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہے مسئلہ سابقہ میں مجموع بیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کی میں جہالت طاری ہوئی اور یہاں ہر تھاں کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت نہ ہوئی مثلاً دس تھاں بیچے بیس روپے کو اس طرح کہ ہر تھاں کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھاں نکلیں گے تو ان کا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھاں کے دو روپے کم ہو جائیں گے وان زاد ثوب فسد بجهالت المزید اور اگر ایک تھاں زیادہ نکلا مثلاً تھاں کی شرط میں گیارہ تھاں نکلا تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت مزید کے ہم کہتا ہے در صورت زیادتی جہالت ثمن بلکہ جہالت بیع ہے یعنی دس تھاں بیع کی تعیین میں نزاع واقع ہوگا بمثل گیارہ تھاں کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھاں کو عشرہ بیع میں مشتری داخل کرے گا اور بائع برعکس اس کے ولور الزائد او عزله بل یحل الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا اس کو بیدار کر دیا تو کیا باقی اس کو حلال ہیں اس میں اختلاف ہے ہم کہتا ہے بزائریہ میں ہے کہ گھٹری خرید کی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کپڑے ہیں پھر اس کو زائد پایا اور بائع غائب تو زائد کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال میں لاوے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک ہو گیا انتہی اور گویا یہ استحسان ہے والا بیع فاسد ہے جہالت مزید کے سبب سے اور خانہ اور قفیل میں مصرح ہے کہ عمدہ کا یہ استحسان ہے کہ اس میں سے ایک کپڑا جدا کر کے باقی استعمال میں لاوے اور اس میں قبل اس کے یہ ہے کہ ایک شے خریدی سو اس کو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے تو باقی حلال ہے مشلیات میں اور قیمت والی چیز میں حلال نہیں تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جب کہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جس میں بخل جاری نہ ہو تو اس وقت میں اس کو جدا کر رکھے انتہی مافی البحر اور نہ الفالقی میں ہے کہ یہ جو بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہے اور خانہ میں ہے کہ گھٹری خرید کی جس میں بیس تھاں ہیں ہر تھاں محض اتنے کے پھر اس کو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو علمائے کما ہے کہ مشتری اس میں سے ایک تھاں کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان ہے عمدہ کا بنظر مشتری کے انتہی مافی البحر اور ظاہر ہے ترجیح ہے کل علمائے نزدیک جدا کر دینے کے وقت بائع کے غائب ہونے میں اور جب کہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی تو عدلت مابقی ظاہر ہے کذا فی المخطاوی مشتری ثوبا بتفاوت جو ابنہ فلولم تفاوت لکھ باس لم تحمل لہ الزیادۃ ان لم یضربہ القطع وجاز بیع ذراع منہ نہر خرید کیا کپڑا جس کے جواب متفاوت ہیں تو اگر جواب اس کے متفاوت نہ ہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھاں کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ لینا حلال نہیں اگر اس کو پھار لینا ضرر نہ کرتا ہو اور بیع ایک گز کی اس میں سے بائز ہے کذا فی النہر ہم کہتا ہے زائد عثمانی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہی عدلت زیادت کم از ذراع ایک کپڑے میں ہے جو قطع بعض سے معیوب ہو جاتا ہے چنانچہ قفیل اور پا جامہ اور عمامہ اور مانند اس کے اور اگر کرباس یعنی تھاں جو جس کو قطع مضر نہیں اور مشتری نے نزدیک بشرط دس گز ہونے کے پھر اس کو گیارہ گز پایا تو زیادتی اس کے لیے مسلم نہیں بلکہ اس کو بائع کو پھیرے چنانچہ کیلات اور موزونات میں پھیر دینا لازم ہے انتہی شبلی نے کہا مشائخ نے کہا ہے کہ اگر ایک گز اس کرباس سے بیچے تو جائز ہے مانند بیع قفیل کے و طحیر کے اس واسطے کہ قطع اور تیز باقی کو مضر نہیں کذا فی المخطاوی

على انه عشرة اذرع كل ذراع بدرهم اخذه بعشرة في عشرة وزيادة نصف بلا خيار لانه انفع واخذه بتسعة في تسعة ونصف بخيار لتفرق الصفقة وقال محمد ياخذ في الاول بعشرة ونصف بالخيار وفي الثاني بتسعة ونصف به وهو اعدل الاقوال بحروا قره المصنف وغيره قلت لكن صحيح الفتاوى وغيره قول الامام وعليه المتون فعليه الفتوى يعني مختلف الجوانب كإتمامه وغيره کے مانند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے ہرگز عرصہ دم کے تو مشتری اس کے لے دس دم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خيار اس واسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اس کو نافع تر ہے اور اس کو نو دم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چلے نہ لے بسبب تفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اس کو ساڑھے دس دم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو دم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہے کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن فتاویٰ وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ ذراع وصف ہے آل میں اور حکم آل کا اس وقت لیتا ہے جب شرط پائی جائے سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی اہانت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ٹن نہیں طاق ہوتا اور محمد نے بڑے اعتبار کل کے ساتھ کیا اس واسطے کہ جب ہر ذراع مقابل دم کے ہو تو نصف ذراع نصف دم کے مقابل ہوگا بالضرورة القانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدر میں ہے کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہے اور ذخیرے میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہے طحاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہے اس واسطے کہ گاہے فتویٰ قول صحیح پر ہوتا ہے نہ اصح پر یا گاہے غیر متون کی روایت پر فتویٰ ہوتا ہے آسانی کے واسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہے القانی کا قول واللہ اعلم بالصواب فصل فی ما یدخل فی البیع تبعا لایدخل فیہ فیصل ہے اس میں جو بیع یعنی بیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہے اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل ہذا الفصل بمنیۃ علی قاعدین احدہما ما افادہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما ہو متناول اسم البیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہے کہ اس فصل کے مسائل کی بناء وقاعدوں پر ہے ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز گھر میں ہے از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ بیع کے نام کو شامل ہے عرف میں وہ بیع میں داخل ہے بدون ذکر کرنے کے ہم شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہے نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعلیم کی طرف اشارہ کیا یعنی جو چیز بیع میں اسم بیع کو شامل ہے جیسے گھر و عمارت شامل ہے وہ بلا ذکر کے بیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہے اس واسطے کہ گھر عمارت ہے زمین اور عمارت سے ذکر ثانیہ بقولہ او متصلا بہ تبعا لہما داخل فی بیعہما یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار ہو ما وقع لالان یفصلہ البشر و دخل تبعا و مالا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہے گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو بیع سے بالاتصال قرار یعنی جو اس واسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اس کو اکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہے بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جس کا ایک سرا زمین میں گڑا نہ ہو و مالہ من القسمین فانہ من حقوقہ و مرافقہ دخل بذکرہ والا لا اور جو دونوں قسموں میں یعنی نہ اسم بیع کو شامل ہو نہ بیع سے متصل ہو بالاتصال قرار سو اگر وہ چیز بیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہ ہوگی ہم شارح نے بقاعدہ اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کیے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند تین قاعدے مذکور کرتا اس طرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم بیع کو شامل ہو عرفاً وہ بیع بلا ذکر صریح داخل ہے دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو بیع سے بالاتصال قرار وہ تابع ہے بیع کا اور اس کی بیع میں داخل ہے تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں قسموں میں ہو اگر حقوق اور مرافق بیع میں ہے تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہوگا والا نہیں کذا فی الطحاوی فی بدخل البناء والمفاتیح المتصلة اطلاقا کسبۃ وکیلون ولو من ففۃ لا الفضل لعدم اتصالہ و السلم المتصل و السرب و الدرج المتصل و الرجی لو اسفلہا منبیا و البکرۃ

لا الذل والجل مالم یقل برافقہا فی بیعہا اے الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں گاہے جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اس کی کنجی داخل بیع نہیں اس واسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے نزدیکی متصل اور وہ سخت اور زینہ جو زمین میں گڑا اور جاسے اور چکی اگر اس کا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہو اور کنوئیں کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور ری داخل نہیں جب تک بالغ مرافق دار کا لفظ نہ کہے م اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق بفتحین کو فارسی میں کلیداد اور بند در کہتے ہیں یعنی آلہ تحدید جو دونوں کو اڑوں میں کیلون سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے یعنی اہل ہند اس کو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے بیلن اور عرب اس کو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین میں گڑا اور جڑا ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بالغ کا ہے اور تار خانہ میں ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت میں کیلون سے جڑی ہوں وہ گھر کی بیع میں داخل ہیں اور فتح القدر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن دبا رص میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جھاتے بلکہ دونوں پتھر منتقل اور متحول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہ ہوگی اور کنواں گھر کا اور اس کی گھرنی داخل بیع ہے وہ ڈول اور ری جو اس پر غلق ہے انتہی اور فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مولیٰ اور اس کی دیوار گڑی سو اس میں راستا اور لکڑیاں نکلیں تو اگر وہ منجملہ عمارت ہیں استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے مجوسے تو ان کا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بالغ اس کا مالک ہے اور وجیز کر دی میں ہے کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو چنانچہ بازاروں میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہ ہوگا مگر بذر مرافق انتہی و کذا البستانہا اور اسطرح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے م فتح القدر میں ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اس کا دروازہ گھر میں ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اس کا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہیں انتہی اما البیڑ الکائنۃ فی الدار فتدخل فتح کما یسعی فی باب الاستحقاق اور وہ کنواں جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق میں آوے گا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القطاع اور حمام کی بیع دیگیں داخل ہیں نہ کا سے م دھویوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور غسالوں کے تنار اور تیلیوں کے مٹھور اور مشکے اور دھویوں کا پٹرا جس پر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب زمین کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو میں کتاہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع مرافق ارض ہوئی تو اشیائے مذکورہ داخل ہونگی کذا فی فتح القدر و فی المحار کافہ ان شراہ من المزارعین و اہل القری لا لوم من المخرین اور گدھے کی بیع میں اس کا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والوں سے خرید کیا ہو اور گدھے والوں سے جو گدھے بچنے کی تجارت کرتے ہوں ان سے مول لے گا تو پالان داخل بیع نہ ہوگا مخطاوی نے کہا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سودا گروں کی عادت یہ ہے کہ شنگی پیٹھ پیٹتے ہیں و تدخل قلا دتہ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے م جو رسی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہے وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن جہاں اس کا رواج نہیں وہاں داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور بھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریہ اور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط تکمیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اس کا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑا بچے اور اس پر زین ہو بعضہ نے کہا کہ زین داخل نہیں بلا تھیس یا بکلم ثمن کذا فی فتح القدر ویدخل ولد البقرة الرضیع و فی الاتان لا رضیعا اولادہ یعنی اور گائے کا دودھ پیتا بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی بیع میں اس کا بچہ داخل نہیں خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی پر فتویٰ ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ گائے کا دودھ بچہ کو حاصل نہیں ہو سکتا بدون اس کے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہیں جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے مخطاوی نے کہا کہ اس مسئلے میں بڑا اختلاف ہے

اور ان امور کا مدار عرف پر ہے ویدخل ثياب عبید و جاریتہ اسے کسوة مثلہا تعطیہا ہذا اور غیر ما اور غلام اور لونڈی کے کپڑے ان کی بیع میں داخل ہیں یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہیں بائع کو اختیار ہے کہ ان کو وہی لباس دے جو ان کے بدن پر ہے یا سوائے اس کے ہم اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنتے ہوں تو داخل بیع نہ ہو گا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریہ لا حلیہا الا ان سلمہا او قبضہا وسکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع نہیں مگر اس طرح کہ بائع اس کو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اس پر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور یا بیع سکوت کرے اور پورا بیان اس کا صیرفیہ بیع ویدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر قیدی المسئلین فبالذکر اولی مثمرۃ کانت اولاً صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابستہ لاتہا علی شرف القطع فتح اور داخل ہیں درخت زمین کے بیع میں بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہوں یا نہ ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہیں اس واسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو رہا ہے کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونوں مسئلوں میں قید ہے یعنی گھر کی بیع میں عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع میں اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہو گیا تو بطریق اولی داخل ہوں گے اذاکانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیع میں اس وقت داخل ہیں جب کہ وہ زمین میں موضوع ہوں قرار اور دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلو فیہا صغار تعلق زمین الریح ان من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض لالا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبۃ اور اگر زمین بیع میں ایسے چھوٹے درخت ہوں جو فصل ریح میں اکھاڑے جاتے ہوں سو اگر جڑ سے اکھاڑے جاتے ہوں تو زمین کی بیع میں وہ بھی داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہوں تو بدون شرط کے داخل نہیں اور پورا اس کا بیان شرح وہبانیہ میں ہے ہم علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں یوں مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع میں اور خشک داخل نہیں کہ بجائے زراعت ہے اور گلاب اور آس اور خنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہیں کہ بجائے اثمار کے ہیں اور ان کے اصول داخل ہیں اس واسطے کہ ان کی قطع کی نہایت نہیں اور روٹی اور کسم بجائے اثمار داخل نہیں اور ان کی جڑوں میں دخول اور عدم دخول کے دو قول ہیں اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہیں اور خرسی نے کہا کہ بیگن کے اصول داخل نہیں اور گندنا وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہے وہ داخل نہیں اور گار اور پیاز اور شحم رسیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہیں تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہیں اور اسی کے اصول میں محمد سے دو روایتیں ہیں اور حبوب اور کتان اور جوار باجرہ کھیت کے مانند ہیں انتہی ملخصاً کہ فی الطحاوی و فی القنیۃ شری کر داخل الثمائل للشدودۃ علی الاذنا والمنصوبۃ فی الارض وکذا الاعمدة المدفونۃ فی الارض التي علیہا غصن الکرم المسماۃ بارض الخلیل برکاتہ الکرم اور قنیۃ میں ہے خرید کیا انگور کے درختوں کو تو وہ رسیاں جو زمین پر گڑی ہوئی میخوں میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور اسی طرح وہ تقویناں جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہیں جو پر انگور کی شاخیں پھیلی ہیں جن کا نام ارض خلیل میں رکاز الکرم ہے ہم وثائل جمع ہے وثل بفتحتین کی یعنی ریشہ خرما کی رسی اور بعض نسخوں میں بجائے وثائل و تائیر ہے جمع و تیر کی یعنی وہ رسیاں جو گھر کے ستونوں میں تانی جاتی ہیں کپڑے ٹانگنے کو جن کو بعضے اہل ہند الگنی کہتے ہیں یہاں مراد وہ رسیاں ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھیلی ہیں و فی النہر کما دخل تبعاً لایقابلیہ شی من الثمن لکونہ کالوصف و ذکرہ للصف فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہ الفائق میں ہے کہ جو چیز بیع میں بالبیع داخل ہیں ان کے مقابل کچھ نہیں پڑتا اس واسطے کہ تابع وصف کے مانند ہے اور مصنف نے اس کو باب الاستحقاق میں باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے ہم نہر الفائق میں کہا و لہذا قنیۃ میں ہے کہ ایک گھر مول لیا اس کی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہو گا یعنی اس واسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدر میں ہے جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں بلا تسمیہ بالبیع اسی طرح بیع سے چند چیزیں بلا تسمیہ خارج ہو جاتی ہیں چنانچہ قریبات کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتے ہیں خلاصہ میں ہے قریہ بیچا

جس میں مسجد ہے اور اس کو استثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف مشائخ ہے اور اسی طرح حیا من کا حکم ہے اور قبرستان میں ذکر حدود ضروری ہے مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہوا انتہی مافی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ الا اذا ثبت ولا قیمتہ لہ قید دخل فی الاصح شرح الجمع اور داخل نہیں زراعت زمین کی بیع میں بدون نام لینے زراعت کے مگر جب کہ کھیت جما ہوا اور اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح میں کذا فی شرح الجمع ہم زراعت اس واسطے بیع ارض میں نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل باتصال قرار نہیں بلکہ اس کا اتصال فصل کے واسطے ہے یعنی آدمی نے اس کو بہ نیت قطع بویا ہے تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مالک نے زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا گئے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اس واسطے کہ جب تک بیج نہیں جاتا تو اس کا تابع ہونا ثابت نہیں اور اگر جملہ ہے اور بے قیمت ہے تو صواب یہ ہے کہ داخل ہے جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کی جاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کی جائے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فی فتح القدیر تبصرہ یعنی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سودم ہوں مثلاً اور زراعت سمیت ایک سودم درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہر صورت سودم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہے ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط عبرہنا بالشرط و ثمة بالتسمیۃ لیفید ان لافرق بینہما وان ہذا الشرط غیر مفسد و خصہ بالثمر اتباعاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبائع الا ان یشرط المبتاع اور نہ پھل داخل ہے درخت کی بیع میں بدون شرط کہ لینے مشتری کے مصنف نے یہاں یعنی دخول ثمر میں شرط کر تعبیر کی اور وہاں یعنی دخول زراعت میں تسمیۃ تعبیر کی تاکہ معلوم ہو کہ شرط اور تسمیۃ میں کچھ فرق نہیں اور تاکہ معلوم ہو کہ بشرط مفسد بیع نہیں اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرتے ہوئے کہ پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اس کو شرط کر لے ہم مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر ثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو تابیر یعنی تلیق اس سے عبارت ہے کہ ماہ کھجور کے غلاف شکوفہ کو چیر کے تر کھجور کا شکوفہ اس میں ڈالا جاوے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہے جو امام محمد نے اصل میں روایت کی کہ (من اشتری ارضاً فیہا نخل فالثمرۃ للبائع الا ان یشرط المبتاع) یعنی بولی زمین خرید کرے جس میں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے یہ حدیث مطلق ہے اس میں تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پھل کا بائع مالک ہے اور نہیں تو مشتری مالک ہے اس واسطے کہ صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ (من باع نخلاً موبرة فالثمرۃ للبائع الا ان یشرط المبتاع) کہ جس نے کھجور کا وہ درخت بیچا جس کی تابیر ہو چکی ہے تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ در صورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہیں اور مفہوم صفت کا اور محل مطلق کا مقید پراٹھ مذہب کے نزدیک مسلم نہیں کافی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم ولویومرا البائع لقطعہما الزرع والثمر وتسلم المبیع الارض والشجر عند وجوب تسلیمہما فلو لم یقعد الثمن لم یومر بہ غانیۃ اور بائع کو حکم کیا جاوے گا دونوں کے قطع کر لینے یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم بیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جب کہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دے گا تو بائع کو تسلیم کا امر نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ اس واسطے کہ در صورت عدم قبض ثمن تسلیم بیع واجب نہیں ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت خرید کرنا ثمن صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اس کے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ جڑوں سمیت کھود لے کیونکہ جڑ بھی بیع میں داخل ہے لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہیں کہ جڑ کے باریک باریک ریشوں تک کھودنا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع

میں بائع کی مضرت ہو اس طرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد بڑے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کی ملک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو شاخیں نکلیں گی ان کا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کیا اس بشرط پر کہ زمین پر قائم رہے گا تو مشتری کو قلع کا حکم نہ ہوگا اور اگر کھود لے گا تو اس کو اختیار ہے کہ دوسرا درخت وہاں جمادے تیسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کرے اور کچھ بشرط نہ کیے تو امام ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع میں داخل نہیں اور امام محمد کے نزدیک زمین بھی بیع میں داخل ہے صدق شہید نے کہا فتویٰ اس پر ہے کہ زمین داخل ہے جیسا کہ محیط میں ہے بجز اراؤق میں کہا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اس کے نیچے کی زمین داخل بیع نہ ہوگی چنانچہ نہر الفائق میں ہے اور اگر درخت قرار وثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں زمین داخل ہوگی چنانچہ بجز اراؤق میں ہے اور جہاں زمین ماتحت الشجر داخل ہے تو اتنی داخل ہے جتنا وہ درخت موٹا ہے بیع کے وقت یہاں تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اس قدر سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اتنا پھیل ڈالے اور جہاں تک شجر کی عروق اور شاخیں پہنچی ہیں وہ داخل بیع نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے محیط میں کذا فی العالمگیریہ وان لم یظہر صلاحہ لان ملک مشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیم فارغاً بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہے اگرچہ اس کی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہے تو بائع پر جبر کیا جائے گا تسلیم بیع پر بعد اکر کے کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیہ لیسر حیث یجبر الوثرۃ علی قطع البسر ہو المختار من الروایۃ ولوا الحجۃ ثانی الفصولین باع ارضاً بدون الزرع فهو للبائع باجر مثلها محمول علی ما اذا رضى المشتري بنسر چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدڑ پھل ہیں تو وارثوں پر زبردستی کی جائے گی گدڑ پھل کے قطع کرنے میں یہی روایت مختار ہے کذا فی الولو الحجۃ اور جو فصولین میں یہ روایت ہے کہ زمین کو بیجا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہے زمین کی اثر مثل دیگر اس پر محمول ہے جب کہ مشتری اجارۃ زمین پر راضی ہو جاوے لہذا فی النہر یعنی اگر راضی نہ ہو تو قطع زراعت واجب ہے ومن باع شجرة بارزة اما قبل الظهور فلا یصح اتفاقاً ظہر صلاحہا اولاً صح فی اللاح اور جس نے نمودار پھل کو بیجا خواہ اس کی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو صحیح ہے اصح قول میں اور قبل نمودار ہونے پھل کو بیجا تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں م بیع ثمار میں چند صورتیں ہیں ایک میں خلاف ہے اور باقی میں اتفاق ہے اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اس پھل کے جو لائق انتفاع ہے تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہیں اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اس میں شیخین اور محمد میں اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور آئمہ ثلاثہ میں وہ بیع ہے جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوائے ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جائے اور شاخ کی زمین کے نزدیک یہ ہے کہ ان میں پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر تبصر آئمہ ثلاثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین میں انس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یدور صلاحہا وعن بیع النخل حتی یرثہا قبل ما یرثہا قال ثمارہا و تصفا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلوں کی بیع یہاں تک کہ ان کی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خربا کی بیع سے یہاں تک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری میں عبد اللہ ابن عمر سے حدیث مرفوع ہے کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اس کی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث ہے

جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو چکی یعنی جس نے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا، مگر یہ کہ مشتری اس کی شرط کر لے تو حدیث میں پھل کو مشتری کا ٹھہرایا شرط سے تو بیع شمار کا جواز مطلقاً ثابت ہوا اس واسطے کہ اس حدیث میں اشتراط مشتری میں ظہور صلاح کی قید نہیں ارشاد فرمائی اور نہ ہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک بھی بیع شمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہیں ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہوں گے پختہ نہ ہونے پر بیع باطل ہے جو نسانی وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہ ہونے دے تو کس طرح لپٹے جائیگا؟ مال بچھڑ کر حلال ہو گا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہو گا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہے تو اس میں احتمال مذکور کی گنجائش نہیں تو حدیث نہیں اس کو شامل نہ ہوئی اور جب کہ محل نہیں بیع شمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس سے بری الذمہ ہو گئے اس واسطے کہ ہمارے نزدیک بیع شمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہے بلکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو شامل نہیں کیونکہ دونوں کے محل مختلف ہیں کذا فی فتح القدیر مخصراً تصرف ولو برز بعضہما دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصحہ الشری وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہیں اور کچھ نہیں تو ظاہر مذہب میں یہ بیع صحیح نہیں اور شری نے اس کو صحیح کہا ہے اور علوانی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہیں کذا فی شرح الزیلعی حدیث میں شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں علوانی کا فتویٰ کل ثما میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فغنی کا اس واسطے کہ موجود بوقت قطع بیع اور جو اس کے بعد پیدا ہو گا وہ تابع ہے خواہ موجود فلیل ہو یا کثیر شمس الاثمہ نے کہا یہی استحسان ہے بسبب تعال اور عرف کے کذا فی الطحاوی ولقیطعہا المشتري فی الحال حیر علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کر لے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع شمار میں ہم قطع بعد البیع اس واسطے لازم ہے تاکہ ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے ان شرط ترکہا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع ماوی اور اگر مشتری نے پھلوں کو قائم رکھنا درختوں پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی المحادی القدسی وقیل قائمہ محمد لا یفسد اذا تنابرمت الثمرة للتعارف فکان شرطاً یقتضیہ العقد وبہ لفتی بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المضمرات البطل قولہما الغنیمۃ فتنہ اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کے محمد ہیں کہ بیع شمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعال کے تو یہ شرط ایسی ہے جس کو عقد بیع مقتضی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتویٰ ہے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں دونوں قول مفتی بہ ہیں تو مفتی یہاں فتویٰ دینے میں مخیر ہے محشی مدنی نے کہا شارح سے یہاں بے تاملی واقع ہوئی اس واسطے قہستانی میں شیخین کے قول کا فتویٰ نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتویٰ مضمرات سے قید بشرط لا للترک لاد لو شرأ مطلقاً ترکہا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ وان بغیر اذ نہ تصدق بما زاد فی ذاتہا مصنف نے فساد بیع میں بشرط ترک قید لگائی جس واسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری نے مول لیا مطلقاً یعنی بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جس قدر پھلوں میں زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جس قدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہو اس کو تصدق کرے فقیروں پر زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ یوم البیع شمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت کرے تو جس قدر تفاوت ہو گا مابین میں وہی زیادتی ہے کذا فی العینی مشکائیس روپے قیمت ہے بیع کے دن اور پالیس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے۔

تصدق اس واسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدوں اس کے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی، وانما ثابته لم یصدق بشیء اور اگر پھلوں کے برطع چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا تو کچھ غیرات نہ کرے یعنی اس واسطے کہ شمار کی ذات میں کچھ تغیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کو اکب سے بقدر رخا لقی حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استأجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارة وطابت الزیادة لبقاء الاذن ولو استأجر الارض لترك الارع فسدت بحالة المدة ولم تطب الزیادة ملتی الا بفساد الاذن بفساد الاجارة بخلاف الباطل كما حرمناه فی شرحہ اور اگر شمار کی بیع میں درخت کو اجارہ لے پھل چکنے کے وقت تک اجارہ باطل ہے اور زیادتی پھل کی حلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہ ہوگی کذا فی ملتی الا بفساد بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہم نے اس کی تحریر کی ہے ملتی کی شرح میں ہم وجہ فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود بنفسہ ہو گیا اس واسطے کہ باطل کا وجود شرعاً ثابت نہیں اور معدوم صلاحیت تضمن کی نہیں رکھتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اس واسطے کہ فاسد وہ ہے جس کا وصف فوت ہونے اصل تو وہ معدوم نہ ٹھہرا تو تضمن کی لیاقت رکھتا ہے تو جب متضمن بالکسر فاسد ہوگا تو متضمن بالفتح بھی فاسد ہوگا والحیلة ان یاخذ الشجرة معاملة طے ان لا جزأ من الف جزء اور پھلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر رکھنے کا یہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہے ہزار حصوں میں۔ ہم معاملہ اور مساقات یہ ہے کہ اشجار کو سیچنے کے واسطے لے کچھ پھل مقرر کر کے شرح ملتی میں کہ مشتری بائع کو قیمت شمار دے کر کے کہ میں نے تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لے اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہے اور ایک کم ہزار میرے حصے میں انتہی لیکن اس میں یہ خلل ہے کہ مشتری نے پھل قیمت دے کر لے سوا ان کو بطور معاملہ کیونکر لے گا ہاں مگر یوں کہے کہ ثمن بطریق استحسان کے دیا اور میرے عقد معاملہ ہے وان اشتری اصول الرطبة کالباذن نجان واشجار البطح والنجار لیکون الحادث للمشتري اور شمار سادہ کے مالک ہو میں مشتری کا یہ حیلہ ہے کہ اصول رطبة خرید کرے مانند بگیں کے اور خر بوزے اور کھیرے لکڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کی ملک ہوں ہم جو شخص خر بوزے وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درختوں میں لگے رہیں تاکہ بڑھیں یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہیں وہ میری ملک ہوں تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ پھلوں کو ان کے درختوں سمیت مول لے مشتری کے زمین کا مالک بقائے اشجار کا اپنی زمین میں اذن دے یا مدت معلوم تک زمین کو اجارہ لے کذا فی مائتہ الحلی وفی الارع والحشیش لیشتری الموجد وبعض الثمن ویستأجر الارض مدة معلومة یعلم فیها الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ جس قدر موجود ہے اس کو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اس مدت معین تک جس میں کھیت کی پختگی معلوم کرے ہم مثلاً چالیس روپے کو ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپے کو کھیت مول لے اور دس روپے اجرت مقرر کر کے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجد وکیل لہ البائع مالو بعد اور شمار اشجار کے مول لینے میں یہ حیلہ ہے کہ موجودہ پھلوں کو مول لے اور بائع مباح کر دے ان پھلوں کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے یعنی اباحت کے بعد اس کا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختوں پر قائم رہیں کذا فی الطحاوی فان تخاف ان یرجع یقول علی انی متی رجعت فی الاذن تکون ما ذونا فی ترک ثمنی ملخصاً پھر اگر مشتری دیرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دے کہ پٹ جائے اور کہے کہ اب بقائے شمار وغیرہ کا اذن نہیں دیتا تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ بائع یوں کہے کہ جب میں اذن میں رجوع کر دوں تو تو ما ذون ہے ترک میں یعنی در صورت رجوع مشتری ما ذون باذن جدید ہے کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی الیسن ما جاز ایراد العقد علیہ بالافرادہ صح استثناء وہ منہ الا الوصیة بالحدیث لیس افراد دون استثناء اشباہ جو چیز بلا انضمام تنہا بک سکتی ہے مثلاً اس کا نکال لینا بیع سے صحیح ہے مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ نہ اس کا کھال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا

بلا خدمت کذا فی الاستبہام اور جس چیز پر ایراد عقد بیع تنہا نہیں ہو سکتا جیسا محل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اس کا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہیں تو اگر بائع یوں کہے کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا سو اے اس کے محل کے یا یہ دنبہ بیچا سو اے اس کی چکتی کے یا اٹھ پاؤں کے تو یہ استثنا صحیح نہ ہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا کرنے کی قاعدہ مذکورہ سے کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ یہ قاعدہ عقود میں جاری ہے اور وصیت عقد نہیں لہذا قبول وصیت بعد موت مومی کے بھی جائز ہے اور عقد بعد موت کے صحیح نہیں کذا فی الطحاوی وعن الفتح والنهاية ثم فرع علی ہذہ القاعدة بقوله صحیح استثناء غیر من صبرۃ وشاة معینۃ من قطع وارطال معلومۃ من بیع ثم نخلۃ لوصیۃ ایراد العقد علیہا ولو الثمرة علی فوس النخل علی الظاہر پھر مصنف نے اس قاعدے پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہے استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گو سفند کا گلا گو سفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلوں کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے عقد مذکورہ پر اگر پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے کھجور بیع بر فی سنبلة بغیر سنبل البراحتمال البرواچنا پچھ صحیح ہے بیع گیہوں کی اس کی بال میں گیہوں کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہوں کی بالی کے اندر ہو اور جو غرض غیر بیع اس کی بیع ہو تو صحیح ہے اور اگر گیہوں کی بالی کو گیہوں کی بالی دے کر خرید کرے تو صحیح نہیں اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہوں کے مانند ہو اور جو اس کی بیع ان کی بالیوں میں صحیح ہے و باقلاء و ارز و سمس فی قشرہ اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع ان کے پھلکوں میں صحیح ہے و جوز و بوز و فستق فی قشرہ الاول و ہوالا علی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع ان کے پھلے پھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں درست ہے خلاف الشافعی و علی البائع اخرجہ الا اذا باع بما فیہ اور بائع پر لازم ہے اس کا نکال دینا یعنی گیہوں وغیرہ کا مگر جب کہ بائع نے بالی اور پھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اس پر نہیں و ہل لہ خیار الرجوع الوہب لغیرہم فتح اور ایسی بیع میں مشتری کو خیار الرجوع ہے یا نہیں دلیل اس کو مقتضی ہے کہ ہاں اس کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے لینے نہ لینے کا اس واسطے کہ مشتری نے مہنوز بیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح و انما بطل بیع مافی ثمر و قطن و صرغ من نوی و حب و لبن لازم معدوم عرفا اور طرے کے اندر کی گٹھلی اور روٹی کے اندر والے بنولے کی اور تھنی کے اندر کے دودھ کی بیع اس واسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا گیہوں وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونوں غلاف میں ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف میں کالعدم ہیں اس واسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہ خرما اور یہ روٹی ہے اور نہیں بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خرے کے اندر اور یہ بنولہ ہے روٹی کے اندر اور یوں بولتے ہیں کہ یہ گیہوں ہے بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے پھلکے کے اندر اور یوں نہیں کہتے کہ ان پھلکوں میں بادام ہے بلکہ اس کی طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح و اجرة کیل و وعد و وزن و ذرع علی بائع لازم من تمام التسليم اور ہیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گزنا پنے کی مزدوری بائع پر ہے اس واسطے کہ تو ناظرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنی تسلیم بیع بائع پر ہے اور تسلیم بدین ان افعال کے حاصل نہیں ہوتی ... تو ان کی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی و اجرة وزن ثمر و لقطہ و قطع ثمر و اخراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمر تولنے اور اس کے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ہم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصہ اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی الخایزہ خلاصہ میں ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اس وقت ہے جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم ہاء یردہ بعیب الزیادۃ مگر جب کہ بائع غن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہوئے عیب تو بائع پر کھنے کی اجرت بائع پر ہے اس واسطے اب پرکھنا اس واسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ملے کذا فی المنع فرع مسئلہ طحہ شارح کی ظہر بعد نقد الصرف ان الدراہم زیوف رد الا جرة و لہ بعض فبقدرہ ثمر عن اجارة البرازیتہ صرف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہیں تو صرف پر کھانے کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلیں تو اس کی بقدر اجرت پھیر دے کذا فی التمر عن اجارة البرازیتہ و اما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعى بینہا و باع المالك بنفسہ ليعتبر العرف و كما فی شرح الوہبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اس کی بائع پر ہے اور اگر بائع او

مشتري کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اس کا شرح وہاں نہیں ہے و لیکن الثمن اولانی بیع سلعتہ بدنانیر و دراہم ان احقر البائع السلعتہ اور اول دیا جائے ثمن متاع کی بیع میں دنانیر اور درم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو م یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں سے اور بائع نے اشیاء مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تاکہ بائع کا حق ثمن میں معین ہو جائے اس واسطے کہ مشتری کا حق بیع میں بجز عقد کے متعین ہو گیا کیونکہ بیع اس کے ملک میں داخل ہو گئی اگرچہ بدول قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہاں تک کہ اگر بیع ہلاک ہو گئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جائے گی اور بائع کا حق ثمن میں بدول قبض کے متعین نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثمن میں تعین شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر بیع غائب ہے تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور بیع لازم نہیں اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض بیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول بیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اگر بیع پر قبضہ کیا بدول اذن بائع قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقص تصرف مشتری صحیح ہے اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہیں چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ العلامہ شاہین عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اس پر قبضہ نہیں ہوا اور ثمن دیا یہاں تک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اس کا غیر سب سے لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو یا وجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اس واسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلات حال راضی ہو گیا اور بازاروں میں اکثر ہوا کرتا ہے اور بائع کو جنس بیع تا استيفائے کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہو گئی ہے تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض موبل تو استيفائے ثمن حال جس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرورکھ دی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق جس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق جس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اس کا حق ساقط ہو گیا۔ اب بائع بیع کا استرداد نہیں کر سکتا۔ مثلاً تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنے کے واسطے۔ سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اس کی غیبت میں تو یہ قبض ہو گیا اور اسی طرح ہر کیل اور موزون کو جب پیمانہ کر کے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھے گا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اس کو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر لبر بقبض کے وقت مشتری اس کو لے سکتا تھا بدول قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہیں اور نہ میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لے جانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اس پر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اس کی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اس واسطے کہ تسلیم فرس اسی طرح پر ہوتی ہے کذا فی الطحاوی لمخصاوی بیع سلعتہ بمثلہا او ثمن بمثلہا معا لم یکن احدہما دینا کسلم و ثمن موبل اور متاع کی بیع میں اس کی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اس کی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساتھ ہی تسلیم کریں جب تک کہ احد البدلین دین نہ ہو جیسا کہ مسلم فیہ اور ثمن موبل م یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بچوں تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں کا معاوضہ اشرفیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدولین کو ساتھ ہی بلا توقف تسلیم کریں اس واسطے کہ دونوں متاع متعین ہیں یکساں اور دونوں ثمن غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مزج ہے ہاں مزج سلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ نہیں اس واسطے کہ اس میں تاخیر شرط ہے اور کثرت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کر لی تو اس پر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے اور بائع بیع کو جس نہیں کر سکتا اس واسطے کہ تاخیر سے اس کا حق دراپ جس ساقط ہو گیا بجز الرأف میں ہے کہ در صورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہیں کر سکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس کو بھی

ذکر تائم التسليم يكون بالتخلية على وجه يمكن عن القبض بلا مانع ولا حائل بعد اس کے دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم بیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اس طرح
 پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہ ہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے
 کہ اس کے سامنے ہو کذا فی الجملی وشرطی الاجناس شرطاً ثالثاً ان يقول خلیت بینک و بین البیع فلو لم یقل او کان بعیداً لم یصر قابضاً والناس عن غافلون
 فانهم لیسترون قرية ولقرون بالتسليم والقبض وهو لا یصح به القبض علی الصصح وكذا الهبة والصدقة خایة وتماز فیما علقناه علی الملتقی اور اجناس
 میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کر دیا تیرے مابین اور بیع کے مابین
 میں تو اگر یوں نہ کہے گا یا بیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہرے گا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں اس واسطے کہ مثلاً گاؤں کو خرید
 کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم بیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے
 قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخایة اور پورا
 بیان اس کا ہم نے شرح ملتی میں کیا ہے ہم بیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہاں مگر مشتری پر ثمن کا
 دینا بدولت صحت قبض و اجب نہیں اور اگر بیع ہلاک ہو گئی قبل قبض کے بائع یا بیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لے گا
 اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہے کہ اگر گھوڑوں کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے ان کو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں
 کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم شمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہے اور اگر کوٹھڑی کے گھوڑوں خرید کیے اور بائع نے
 کوٹھڑی کی کچی مشتری کو دی مع التخلیہ تو قبض ہے اور اگر کچی دی اور تخلیہ کا کام نہ کیا تو قبض نہیں اور کچی دی گئی تو تسلیم ہے اگر مشتری ہاتھ اسکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا
 اور بائع بولا کہ میں نے گھر تجھ کو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اس پر قبضہ کیا تو یہ درحقیقت قبضہ نہیں اگر گھر قریب ہے تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس
 حال پہ ہے کہ مشتری اس کے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اس کو قریب کہیں گے اور اگر ایسا نہیں تو بعید ہے انتہی کذا فی الطحاوی و مجدد اے البائع ثمن
 زیو فالیس کہ استرداد السلعة وحبسہا بہ لسقوط حقہ بالتسليم وقال زفر لہ ذلک کما لو وجد رصاصاً و ستوقہ او مستحقاً و کما لمرئینین بائع نے
 ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جس کا لینا دینا سودا گروں میں رائج ہے مگر سرکار بادشاہی میں مقبول نہیں تو بائع کو مناع پھیر لینے اور اس کے حبس کر رکھنے کا
 اس سبب سے اختیار نہیں بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اس کو اس کا اختیار ہے چنانچہ اگر دراہم رنگ کے
 ہوں یا ان پر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہوں تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہے اور چنانچہ مرثیہ کو اختیار ہے کذا فی المبنیہ یعنی اگر راہن نے
 دراہم دین کے ادا کیے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرثیہ کو اختیار ہے کہ ان کو پھیر دے اور مرثیہ پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ الدنی قبض
 بدل دراہم الجیاد التی کانت لہ علی زید زیو فاعلی ظن انہا جیاد ثم علم بانہما زیو فیرد لہا ولیست ذالجبیاد ان کانت قائمۃ والا فلا یرد
 ولا یسترد خالہ نے اپنے کھرے روپیوں کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیوں پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہیں پھر معلوم ہوا کہ وہ کھوٹے
 ہیں تو ان کو پھیر دے اور کھرے پھیر لے اگر موجود ہوں اور اگر کھوٹے روپے خرچ ہو گئے ہوں تو نہ پھیر دے اور نہ پھیر لے کما لو علم بذلک عند القبض
 چنانچہ اس صورت میں پھیرنے کا اختیار نہیں جب کہ اس کو قبضہ کرنے کی عتد ان کا کھوٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیو ف
 ویرجع بالجبیاد کما لو کانت رصاصاً و ستوقہ اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کھوٹے روپے صرف ہو گئے ہوں تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے
 چنانچہ اگر رنگ کے ہوں یا ان پر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے مشتری شیئاً و قبضہ و مات مفلساً قبل نقد الثمن فالبايع اموالہ
 لہ قولہ کالمرئینین لعل صورتہ فیما اذا دفع الثمن وکان مرئیناً فان حق حبسہ لمرئین و اذا ضاع صاع حبسہ بدینہ فیدفع الی البائع لایسقط حق حبسہ فی البیع و طحاوی

للمغرماء وقال الشافعي هو ائحق به كما لو لم يقبضه المشتري فان البائع ائحق به اتفاقا ولنا قوله عليه السلام اذا مات المشتري مفلسا فوجده البائع متاعا
بعينه فهو اسوة للمغرماء شرح مجمع للبعيني خريدي كوفي خيزر اور اس پر قبضہ کیا اور مشتري مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہے باقی قرض خواہوں
کے یعنی داماسا ہی اور قرض خواہوں کے مانند بائع کو بھی ثمن ملے گا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ تر حقدار ہے اس چیز بیع کا چنانچہ اگر بیع پر مشتري نے
قبضہ نہ کیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو بیع کا بائع ائحق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتري مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی متاع
کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرض خواہوں کے کذا فی شرح المجمع للبعینی م امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ من ادرك مال بعينه عند رجل قد افلس
فمواثق به من غيره یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ تر حقدار ہے اس کے غیر سے اور خفیه کی دلیل یہ حدیث ہے جو شافعی نے ذکر
کی اور سند اس کی سنن ابوداؤد میں مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسرہ ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے
اعلم انھیں کی کچھ حاجت نہیں وتمامہ فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع نصف الزرع بلا ارض ان باعہ الاکار لرب الارض جاز و لیجسلا
الاذا کان البذر من الاکار فینبغی ان یحوز خانیت نصف کھیت بدوں زمین کے بیجا اگر اس کو کشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیجا تو جائز ہے اور
بالعکس اس کے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کاشتکار کے ہاتھ بیجا تو جائز نہیں مگر جب کہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی
الخانیت باع شجر او کرما ثم الا یخل الثمر و حینئذ لیستعار الشجر الی الادراک فلو ابی المشتري اعارة خیر البائع ان شاء ابطال البیع او قطع الثمر جامع الفصولین
قال فی النہر ولا فرق یلزم بین المشتري البائع پھل والے درخت یا انگوڑی کی بیل کو بیجا تو پھل داخل بیع نہ ہو گا اور اس وقت میں درخت عاریت لیا جائے
مشتري سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتري عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا پھلوں کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی
جامع الفصولین تہر الفائق میں کہا کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا مشتري اور بائع میں م یعنی عنقریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتري فقط پھل خرید کرے بدوں درخت کے
تو اس پر فی الحال پھل توڑنا واجب ہے در صورت عدم اجارہ بائع اگرچہ پھل خام ہوں اور یہاں بائع ابطال بیع اور قطع ثمر میں مختار ہے اور مشتري مختار
نہیں حالانکہ مشتري اور بائع میں کوئی وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب ۔

یہ باب ہے خیار شرط کے احکام میں خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتري کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے
باب خیار الشرط چاہیں بیع کو قائم رکھیں چاہیں توڑیں وجہ تقدیم مع بیان تقسیم مہین فی الدرر خیار شرط کی تقدیم کی وجہ اس کی تقسیم کی بیان کے ساتھ
در میں مہینہ ہے م صاحب در نے کہا کہ بیع کا بیع لازم ہوتی ہے اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جس میں بعد مہود ہونے شرط بیع کے اختیار نہ ہو
اور غیر لازم وہ ہے جس میں اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اس کو پہلے ذکر کیا اس کے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر
اس واسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیار الرویہ کو ذکر کیا کیونکہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لازم حکم کا مانع ہے
اور خیار الشرط چند قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتري کا یوں کہنا کہ مجھ کو اختیار ہے یا مجھ کو چند روز اختیار ہے یا مجھ کو ہمیشہ اختیار ہے اور
اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یوں کہنا کہ مجھ کو تین دن یا اس سے کمتر میں اختیار ہے اور ایک قسم میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ مجھ کو اختیار
ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے اتنی ملخصا کذا فی الطحاوی
معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اس واسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہیں وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے
مستدرک میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اس کے سر میں زخم لگا تھا تو اس کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تھا اس چیز میں جو کہ وہ خرید کرے اور اس کی زبانی نقل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر

اور کہ دیا کر لا خلاصۃ یعنی مجھ کو فریب نہ پنا اور وہ کوئی چیز خرید کر لانا اپنے گھر والوں کی طرف سے سودہ لوگ کہتے کہ یہ تو گراں قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ ہول
 اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ کو بیع میں اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ
 اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کذا فی فتح القدیر ثم الخيارات بلغت سبعة عشر مہر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہنچا ہے
 الثلاثۃ المبوب لہا ان میں سے تین خیاریہ ہیں جن کے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہیں یعنی باب خيار الشوط اور باب خيار الرویۃ اور باب خيار العیب
 وخيار تعیین وغینہ وقد وکیتہ واستحقاق وتعزیر فعل وکشف حال وخیانۃ مراجمۃ وتولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض بیع واجازۃ
 عقد الفسوخ وظہور المبیع مستأجرا او مرہونا اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہ ہے کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک
 کو اختیار کر لے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غنن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غنن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع
 میں اختیار ہے اور اختیار نقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ٹخن نہ دے تو بیع نہیں اور اختیار کمیت یہ کہ خرید کی بعوض ان درہم
 کے جو اس برتن میں ہیں پھر بائع نے درہم مذکورہ کو دیکھا تو اس کو اختیار ہے اور یہ خيار الرویۃ نہیں اس واسطے کہ نقد میں خيار الرویۃ نہیں ہوتا اور خيار
 استحقاق یہ کہ بعض بیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خيار تعزیر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکھا کھا دے چنانچہ بکری یا گائے کے تھن چند روزہ بانڈ
 رکھنا تا بہت دودھ دھار نظر پڑے بموجب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ خرید کی بعوض سونے
 کے جو اس پتھر کے ہوزن ہو اور خيار کشف میں خيار التکشف بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ اناج کا ڈھیر بیچا ہر صاع عوض درہم کے تو بیع صحیح ہے ایک صلح علی
 لیکن بسبب تفریق صفقۃ مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مراجمۃ کا اختیار یہ کہ بیع المراجمۃ میں بائع کے اقرار سے یا گواہوں سے یا بائع کے قسم نہ
 کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ٹخن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیۃ کا اختیار یہ کہ بیع التولیۃ میں یا مور مذکور
 خیانت ہو تو مشتری مختار ہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہے اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اس طرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ
 کاتب ہے یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر خلاف اس کے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ٹخن دے کر لے یا نہ لے اور تفریق صفقۃ کا اختیار بسبب ہلاک
 ہونے بعض بیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع ففولی کی اجارت کا اختیار ہے مالک کو چاہے جاری رکھے
 چاہے باطل کرے اور بیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ بیع کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہے اور بیع
 کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے معلوم ہوا کہ بیع کسی کے پاس گروہ ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر یا مرہون اس کو جائز رکھے
 لو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشباہ من احکام الفسوخ قال ویفسخ باقالاتہ وتماثلت فبلغت تسعة عشر سببا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع
 فسخ ہوتی ہے اقالہ اور تماثل سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا انیس کو پہنچا اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تماثل
 کی صورت یہ ہے کہ مقدار ٹخن یا مقدار بیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہو اور دونوں گواہ لائے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعویٰ
 پر راضی نہ ہوا تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور قاضی بیع کو فسخ کر دے گا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے
 تماثل کے کہ اس کو قاضی فسخ کرتا ہے کذا فی المحلی عن الاشباہ واغلبہا ذکر المصنف یعرفہ من ماس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا
 ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صح شرط للمتبائعین معا ولاحدہما ولو وصیا ولا غیرہما ولو بعد العقد لا قبلہ تا تا خانہ
 شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی تمیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگرچہ شرط
 بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح قبل عقد کے کذا فی التا تا خانہ م شرط کرنا اختیار کا امیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط میں

عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اس طرح شرط کرے کہ میں نے تجھ کو اختیار دیا اس بیع میں جس کو میں منع کر دوں گا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہ ہو گا کذا فی البحر فی بیع کلہ اوبعضہ کثرتہ اور بعد ولو فاسد بشرط خیار صحیح ہے سب بیع میں یا بعض میں چنانچہ بیع کی تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ وہ عقد جس میں شرط ہوئی ہے فاسد ہو۔ ولو اختلاف فی شرائطہ فالقول لنا فیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہو اس اختیار کے شرط ہونے میں تو اس کا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اس واسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام اقل خیار شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کمتر میں ہم تین دن کا اختیار اس وقت صحیح ہے جب کہ بیع سریع الفساد نہ ہو اس واسطے کہ سریع الفساد کا حکم غایب میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائے گا کہ یا بیع کو فسخ کر یا بیع کو لے اور تجھ پر تین دن کا دنیا واجب نہیں یہاں تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس فاسد ہو جائے تاکہ جانبدار کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحاوی وفسد عند اطلاق او تا بید اور بیع فاسد ہے اطلاق ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے جلی نے کہا تو قیوت مجہول بھی تا بید کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھ کو اختیار ہے تو یہ اختیار دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھ کو اقالہ بیع کا اختیار ہے لا اکثر والا ففسد فکل فسخ خلاف لہما صحیح نہیں تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کرے گا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اس کے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط در صورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق حضرت انسؓ سے روایت کی کہ ایک مرد نے اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا لا خیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار تین ہی دن ہے کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جا کر کہتے ہیں اور بعض تین دن سے زیادہ جا کر لیتے ہیں سو شرعاً جائز نہیں غیر انہ سچو زان اجازت من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحاً علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاوے گی اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر زوم بیع کی اجازت دے گا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاوے گی بنا بر ظاہر الروایت کے ہم اس واسطے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنی تقریر کے اگرچہ اجازت سیل رابع میں ہوتا عدم طلوع فجر اور یہ قول حنفیہ عراق کا ہے اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر سیل رابع بلا اجازت شروع ہوگی تو وہ فاسد ہے فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحاوی وصح شرط ایضاً فی لازم محتمل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں بھی لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اس واسطے کہ وصی وصیت میں اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہے اور وصی کو قبول اور عدم میں اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند اطلاق اور نکاح نکل گیا کما رعتہ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر عینہ وکتابۃ وخلع ورمہن وعتق علی مال لو بشرط لزوم وجہ وراہن وقت عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزاحمت اور معاملۃ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قیمت اور صلح دعویٰ مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رمہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہو اور وجہ کے واسطے خلع میں اور رمہن کے واسطے رمہن میں اور مملوک کے واسطے عتق میں مزموم وجہ اور رمہن اور مملوک کی قید اس واسطے لگائی کہ ان کی جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہے بخلاف زوج اور مولیٰ کے کہ ان کی جانب سے عقد لازم ہے لیکن محتمل فسخ نہیں اس واسطے کہ عین ہے اور بخلاف مرتہن کے اس واسطے کہ اس کی جانب سے عقد لازم نہیں مرتہن کو بروقت فسخ رمہن کا اختیار ہے کذا فی الطحاوی عن المنع ونحوہا کلفاۃ وحوالۃ وبراء وتسلیم شفیعۃ بعد الطلبین ووقف عند الثانی اشباہ واقالہ بزاز فی سبۃ عشر اور مانند عقود مذکورہ

ف جا کر مال تین دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہیں۔

کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور برابر اور تسلیم شفعہ و طلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البراۃ تو یہ سولہ عقود ہیں بیع کو ملا کر جن میں شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے ہم مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کیل اور کفول کو شرط اختیار صحیح ہے برائے میں ہے کہ ضامنی میں دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہے بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہے کذا فی الطحاوی لانی نکاح و طلاق و کین و نذر و صرف و سلم و اقرار الاقرار بعقد لقیبہ اشباہ و وکالۃ و وصیت نہر فی تسعۃ صحیح نہیں شرط اختیار نکاح اور طلاق اور کین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اس عقد کا اقرار ہو جو شرط اختیار کا قابل ہے تو اس اقرار میں شرط اختیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت میں شرط اختیار صحیح نہیں کذا فی النہر یہ نوع عقد ہوئے ہم جب اقرار کیا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں اس شرط پر کہ مجھ کو تین دن اختیار ہے تو اقرار لازم ہوگا اور شرط اختیار باطل ہوگی اس واسطے کہ اقرار خبر ہے نہ النشا اور خبر قابل شرط اختیار نہیں ہاں اگر یوں اقرار کرے گا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں اس بیع کی ثمن کے جس کو میں نے بشرط اختیار خرید کیا تو یہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اس کی تصدیق کرے اس واسطے بیع ان عقود سے ہے جو قابل اختیار ہیں کذا فی الطحاوی عن حاشیۃ الاشباہ لابی السعد وقد کنت غیرت ما نظم فی النہر فقلت ۵ یا قی خيار الشرط فی الاجارة ۶ والبیع والابراء والكفالة ۷ والعقود ترک الشفعة

والصلح والخلع کتاب القسمۃ ۸ والوقف والمحوالة والاقالة ۹ ولا صرف ۱۰ والاقرار والوکالۃ ۱۱ والنکاح والطلاق و سلم ۱۲ نذر و ایمان ۱۳ فہذا یغنی عنہم اور میں نے بدلہ الا نہر الفائق کی نظم کو اور یوں کہا میں نے کہ شرط اختیار آتی ہے اجاے میں اور بیع اور ابراء اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور اسی طرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اقالہ میں نہ صرف اور اقرار اور وکالت میں اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور کین میں اس نظم کو غنیمت مانا چاہیے ہم شایع نے نہر الفائق کی نظم میں کچھ بھی تغیر نہیں کی سوائے اس کے کہ بجائے حوالہ قسمت لایا اور نہ کوئی عقد اس پر زیادہ کیا پنا پنا صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیے پر مرقوم ہے ظاہر ہے قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم میں داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت فان اشتری شخص شیئاً علی انہ اے المشتري ان لم یبقہ ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صحیح استخانا خلافاً لفرفلو لم یبقہ فی الثلثۃ قد نفذ عتقہ بعد ما لو فی یدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری اگر اس کا ثمن نہ دے تین دن تک تو بیع نہیں صحیح ہے بطریق اتحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن میں نہ دے گا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سوا اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو غانیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہیں تو اگر بیع غلام ہو اور مشتری اس کو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہے کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آوے گی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن الغانیۃ وان اشتری کذلک الی اربعۃ ایام لایصح خلافاً ل محمد اور اگر مشتری خرید کیا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے ہم یعنی مشتری نے اس طرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ اختیار نقد طحق بخیار شرط ہے اور خیارات شرط تین دن سے زیادہ صحیح نہیں فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقاً لان خیارات نقد طحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کر کے تین دن کے اندر ثمن لدا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جائے گی اس واسطے کہ خیارات نقد طحق ہے خیارات الشرط سے تو لہ یعنی شفعہ سے دست بردار ہونا اور طلب مواثبہ سے یہ غرض ہے کہ بغور سننے بیع کے شفعہ طالب ہو اور طلب اشہاد یہ کہ شے بیع پر جا کر گواہ کر دے کہ یہ فروخت ہوئی ہے اور میں اس کے شفعہ کا طالب ہوں ۱۴ قال فی النہر ۵ یا قی خيار الشرط فی الاجارة ۶ والبیع والابراء والكفالة ۷ والرهن والعقود ترک الشفعة ۸ والصلح والخلع والمحوالة ۹ والقسمۃ والاقالة ولا صرف ۱۰ والاقرار والوکالۃ ۱۱ والنکاح والطلاق و سلم ۱۲ نذر و ایمان ۱۳ فہذا یغنی عنہم ۱۵

اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا م یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشترى میں فائے تفریع نہ لاتا تو خوب تھا اس واسطے کہ یہ مسئلہ خیار الشرط میں داخل نہیں بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہے اور تفریع مقتضی مغایرت کا ہے اور تفریع مقتضی اس کی ہے کہ اسی کی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کنز اور درر غر نے اس کو بلا تفریع مذکور کیا ہے ولا یخرج بیع عن ملک البائع مع خياره فقط اتفاقا فی ملک علی المشتري بقیمتہ اسے بدلہ لیم المثل اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کا مقبوض علی سوم الشراء فان بعد بیان الثمن مضمون بالقیمتہ بالوقتہ بالخت نہر ولو شرط المشتري عدم ضمانه بزازیہ اور مال بیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو بیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدلہ بیع سے تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اس پر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمتہ ہے جتنی اس کی قیمت پہنچے کذا فی النہر یعنی اگر چہ ثمن مسمی سے قیمت میں زیادہ ہو ضمان اس کا لازم آوے گا اگر چہ مشتری نے اس کا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ در صورت اختیار بائع خواہ مشتری نے بیع کو ہلاک کیا ہو یا بیع خود ہلاک ہو گئی ہو بہر صورت اس پر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اس واسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو الیث میں بیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لے جا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور تلف ہوا تو اس کی قیمت کا اس پر ضمان لازم آوے گا اور اسی پر فتویٰ ہے انتہی اور یہ توضیح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہو گا یا متعاقب ہیں نے اجنبی کو اختیار دیا ہو گا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی اور نہر الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت اس واسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو گئی اور بیع نافذ نہیں ہو سکتی بدوں محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اس میں ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی میں اور مثل ہے مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاکی ہو اور اگر ہلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلار جوع الا بامرہ بالسوم خانیۃ اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل اس کا ضمان دے گا اپنے مال سے بلار جوع کے موکل پر جب کہ موکل نے وکیل کو اس کا امر کیا ہو کذا فی الخانیۃ وکیل شرار نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اوہ موکل کو دکھایا اس نے پسند نہ کیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اس کا ضمان قیمت وکیل پر ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جب کہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا اور تامل کی بات چیت پر اس کا تاوان مطلقا لازم نہیں خواہ اس کا ثمن مذکور ہو یا نہ ہو ابھوم سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو دے تاکہ میں اس میں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہو گیا تو اہم کے نزدیک اس پر کچھ تاوان نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یوں کہے گا کہ یہ کپڑا مجھ کو دے اگر میں راضی ہوں گا تو اس کو لوں گا پھر اگر ضائع ہو گا تو ضمان لازم آوے گا اس واسطے کہ یہ قبض علی سوم الشراء ہو اسوم النظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں اس نے تامل اور غیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہیں دوسری صورت میں اس واسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہے کذا فی النہر علی سوم الرهن بالاقبل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر تو جو کمتر ہو گا۔ اور دین میں اس کا ضمان لازم آوے گا م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا سو اس نے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے اس پر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مر تھن کے پاس ہلاک ہو گئی تو مر تھن پر اقل کا ضمان لازم آوے گا یعنی اگر اس چیز کی قیمت دین سے اقل ہے تو اس کا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اس کا ضمان لازم ہے تو رہن کی گفتگو مانند حقیقت رہن کی ہوئی

کذا فی الطحاوی و علی سوم القرض بقرض ساومہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اس کا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے خالد سے دس روپے قرض مانگے خالد نے اس کو مثلاً ایک تلوار دی کہ اس کو دس پر رہن رکھ لے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہو گئی تو زید پر دس روپے کا تاوان دینا لازم ہو گا اور اس میں اور رہن کے مسئلے میں دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ دین ثابت ہے راہن کے ذمے پہاڑ مستقر قرض کے ذمے پر ثابت نہیں دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقطع ہے اور یہاں ضمان بقدر قرض مساوم علیہ ہے کذا فی الطحاوی و علی سوم النکاح لامرہ بقیمتها نہر اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اس کی قیمت کے ہے کذا فی النہرم یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اس کے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہو گئی اس کے پاس تو اس کی قیمت کا ضمان اس پر لازم ہے و بخیرج عن ملک اے البائع مع خيار المشتري فقط قبضہ ملک فی یدہ بالثمن اور بیع خامع ہو جاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی بیع مشتری کے ساتھ میں بعض قرض کے ہم اس واسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہیں اور وجود عیب مانع رد ہے تو ہلاکی در صورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب نہ قیمت کا اور ثمن قیمت میں یہ فرق ہے کہ ثمن وہ ہے جس پر متعاقدین راضی ہو جاویں خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحاوی کتعبیر فیہا العیب لایرفع کقطع ید مانند معیوب ہو جائے بیع کے مدت اختیار میں ایسے عیب سے جو رد نہیں ہو سکتا چنانچہ ہاتھ کا ٹٹا ہوا یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونوں صورتوں میں یعنی درت اختیار بائع یا در صورت اختیار مشتری اس واسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت میں موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت میں موجب ثمن کا کذا فی المنع فیلزم قیمتہ فی المسئلة الاولى و للبائع فسخ البیع و اخذ نقصان القیمی لا المثلی لشبهة الزلوا احدادی تو مشتری کو عیب دار ہونے سے قیمت لازم آوے گی پہلی صورت میں یعنی در صورت اختیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شہرہ کے سبب کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اس میں لاحق ہو یا باوجود باقی رہنے اس کی ذات کے تو بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اس میں لاحق ہو یا باوجود باقی رہنے اس کی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے و ثمنہ فی الثانیۃ اور در صورت ثانی یعنی در صورت اختیار مشتری عیب دار ہو جانے سے مشتری پر ثمن لازم ہو گا و لیرفع کمر من فان زال فی المدة فهو علی خياره و الا لزمه العقد لتعذر الرد ابن کمال اور اگر بیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہو سکتا ہے چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت اختیار میں زائل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے چاہے لے چاہے پھیر دے اور اگر مدت اختیار میں زائل نہ ہو تو اس کو عقد لازم ہو گیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال و لا یملکہ المشتري خلافا لما لکنا یصیر سائبة قلنا السائبة ہی المتی لا ملک فیہا لاحد ولا تعلق ملک و الثانی موجود ہونا یلزم اجتماع البدلین والعود علی موضوعہ بالنقص بشرط قریبہ اور در صورت اختیار مشتری بیع کا مالک مشتری نہیں ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے تا بیع سائبة یعنی غیر مملوک نہ ٹھہر جائے اس واسطے کہ جب بائع کی ملک سے اختیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی اس کا مالک نہ ہو تو پھر بیع پر سائبة ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ سائبة وہ ہے جس میں کسی کی ملک نہ ہو ورنہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا یہاں موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور خود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو جو واسطہ منقوص ہونے فائدہ اختیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم در صورت اختیار مشتری اگرچہ بیع میں متعاقدین کی ملک ثابت نہیں لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اس واسطے کہ در صورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقۃ عود کرے گی اور اگر مشتری نے اپنا

لے جتنے پر اس سے بات چیت ہوئی ۱۲

اختیار ساقط کر کے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک بیع قرار دیکھیں جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اس میں دو خلل لازم آتے ہیں ایک اجتماع بدلیں مشتری کی ملک میں یعنی بیع اور ثمن اس واسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہیں ہوا اور شرع میں اس کی کہیں اصل نہیں کہ بدلیں ایک شخص کی ملک میں مجتمع ہوں اس واسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ اختیار اس واسطے مشروع ہوا ہے تاکہ عاقد غور اور تامل کر کے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری بیع میں ثابت ہو جاوے اور بیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جس کے واسطے اختیار مشروع ہے بالکل فوت ہو اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی الطحاوی عن البحر ولا یخرج شیئ منہما لیس بیع و ثمن من ملک بائع و مشتری عن مالک اتفاقا اذا کان الخيار لهما و ایہما فسخ فی المدة الفسخ البیع و ایہما اجاز بطل خياره فقط اور کوئی دونوں میں سے یعنی بیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہیں جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونوں کے واسطے اختیار شرط ہو اور ان میں سے جو فسخ کرے گا تین دن کی مدت میں تو بیع فسخ ہو جاوے گی اور جو دونوں میں سے بیع کو جائز رکھے گا تو فقط اسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کام اور بائع کا تصرف کرنا بیع میں اور مشتری کا ثمن میں بجائے فسخ قولی ہے اور اگر دونوں سے نہ فسخ ہو انہما اجازت اور مدت اختیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاوے گی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہو اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہر صورت اور اجازت کسی حال میں معتبر نہیں کذا فی المنع و ہذا الخلاف لیظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اسحق عنک فخم اور لہم اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلوں میں جن کو علامہ عینی نے اپنے اس قول اسحق عنک فخم میں جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے والالف من الامۃ لو شرانا بخیار وہی زوجۃ بقی النکاح اور الف اشارہ ہے امتہ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط اختیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اس واسطے کہ مدت خیال میں زوجہ زوج کی ملک میں داخل نہیں امام کے نزدیک اور جب خیال ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملکیت میں داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کرے گا تو لونڈی اپنے مولیٰ کے پاس بلا نکاح جائے گی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائے گی والسین من الاستبراء فیصنہا فی المدة لا یعتبر استبراء اور سین اشارہ ہے استبراء سے تو لونڈی کا حیض مدت خیال میں استبراء معتبر نہ ہوگا م یعنی لونڈی کو بشرط اختیار خرید کیا اور اس کو حیض آیا اختیار کی مدت میں تو یہ حیض استبراء میں نہ شمار نہ ہوگا امام کے نزدیک اس واسطے کہ استبراء نہیں ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر حکم خیال لونڈی بائع کو پھیر دی جاوے تو امام کے نزدیک استبراء واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر من المحرم فلا یعتق محرّم ح اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہ ہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط اختیار خرید کیا تو ایام خیال میں آزاد نہ ہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے قی میں القربان لمنکوحۃ المشتراة فله رد الا اذا انفصہا بقرۃ اشارہ ہے قربان یا لکسر سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط اختیار خرید کی اور مدت خیال میں اس سے قربت کی تو مشتری کو اس کا پھیر دینا جائز ہے مگر جب کہ اس میں نقصان لگ گیا ہو قربت سے ہم پھیر دینا اس واسطے جائز ہوگا کہ جماع بسبب نکاح کے ہو انہما بسبب ملک عین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہ ہوگا مگر در صورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر مخلص نہ رکھا اس واسطے کہ بجر الرائق اور نہ الرائق میں ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا مستوجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک و طی بلکہ عین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہ ہو اور نہ الرائق میں درایہ سے منقول ہے کہ و طی زوجہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے و طی ہوگی تو پھیر دینا جائز

لہ استبراء کے معنی پاک و صاف دیکھنا و عم کا حل سے ۱۲

نہ ہوگا اگرچہ اس میں کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو ع من الودیعة عند بائعہ فیہ ملک علی البائع لا ارتفاع القبض یا رد لعلم المالك ع اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط اختیار بیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اس کو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے سے بواسطہ عدم ملک کے یعنی چونکہ مشتری بسبب اختیار کے مالک بیع کا نہیں تو اس کا امانت رکھنا صحیح نہ ہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اس کی ودیعت صحیح ہے اس کا قبضہ مرتفع نہ ہوا تو گویا مشتری کے ہاتھ میں ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ زمن الزوجة المشتراة لو ولدت فی المدة فی البائع لم تصرام ولد ولو فی ید المشتري لزم العقد لان الولادة عیب در رد ابن کمال ز اشارہ ہے زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط اختیار خرید کیا اور وہ مدت اختیار میں لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہ ہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض میں جنی تو عقد بیع لازم ہو گیا اس واسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر وابن کمال م اسی طرح شرح وقایہ میں بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنی کی ام ولد ہو جائے گی بالاتفاق اس واسطے کہ ولادت سے اس میں عیب لگ گیا تو اب مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا سو وہ اس کی مملوک ہو گئی و فی البحر عن النخعي اذا ولدت بطل خياره وان كان الولد ميتا ولم تنقصها الولادة لا یبطل خياره وافرہ المصنف اور بحر الرأی میں مناینہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اس کا اختیار باطل ہو گیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی میں نقصان نہ ہوا تو مشتری کا اختیار باطل نہ ہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے کذا فی الطحاوی ک من الکسب للعبد فی المدة فهو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہے کہ سب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط اختیار اور اس نے کچھ مال کمایا مدت اختیار میں تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور در صورت عدم فسخ زائد بیع کا تابع ہے کذا فی الطحاوی ف من الفسخ لبيع الامتة فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط اختیار پھر بیع فسخ کر کے پھیر دی تو بائع پر استبراء واجب نہیں اس واسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہے اس وقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہاں امام کے نزدیک یا نہیں کیا کیونکہ مشتری اس کا مالک نہیں بخلاف صاحبین کے رخ منی الخ فلو شراه ذمی من مثله بالخيار فاسلم احدہما فهو للبائع عینی ونبیہ المصنف لکن عبارة ابن الکمال سلم المشتري رخ اشارہ ہے خر سے اگر شراب کو خرید کیا لہذا نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط اختیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہو گیا تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح میں اس کا تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہو گیا م شرح وقایہ میں بھی اسلام مشتری مذکور ہے جلی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو یعنی اور مصنف کی عبارت میں لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر انتہی بائع اس واسطے شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل نہ کی جاوے باقی رہے تو اسقاط اختیار کے نزدیک مشتری اس کا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہے اور اختیار باطل ہے اس لیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہے اور مسلم تملیک فخر کا مالک نہیں کذا فی شرح الوقایہ م من الماذون لو ابراه البائع عن ائمن لمح استثنائا وبقی خياره لانه یلی عدم التملک کل ذلک عنہ خلافا لہما م رزہ ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط اختیار پھر بائع نے اس کو ثمن معاف کر دیا یعنی مدت اختیار میں تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اختیار عبد کا باقی ہے اس واسطے کہ عبد ماذون مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہے یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہیں بخلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک در صورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہیں رہتا اس واسطے کہ اگر باقی رہے تو اس کو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اس کا رد کرنا تملیک بلا عمن ہوگا اور ماذون کو تملیک بلا عمن کی ولایت نہیں اور امام اعظم کے نزدیک جب کہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہ ہوا تو اس کا رد کرنا امتناع ہوا تملیک سے اور ماذون کو عدم تملیک کی ولایت ثابت

ہے اس واسطے کہ جب اس کی کوئی چیز نہ لے جاوے تو اس کو قبول نہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی شرح الوقایہ قلت وزید علی ذلک مسائل منہات التعلیق کان
ملکتہ فہو شرط فراہ بخیار لم یلتحق میں کہتا ہوں اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہیں از انجملہ تعلیق ہے جس کا اشارہ ت ہے چنانچہ ایک
شخص نے کہا کہ اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر اس نے غلام کو بشرط اختیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا بسبب عدم ملک بخلاف
صاحبین کے ت و استدامتہ السکنی با جازۃ او اعارة لیس باختیار ت اشارہ ہے استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار
نہیں ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط اختیار اور حالانکہ مشتری اس کا ساکن ہے بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت مستدام ہوئی
تو اگر آزاد سے نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین میں ہے کہ در
صورت ابتدا سکنی اختیار باطل ہوگا ص و صید شراہ بخیار فاحرم لطل البیع ص اشارہ ہے صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط اختیار پھر حج کا احرام باندھا یعنی
در صورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی بیع باطل کو پھیر دی جائے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہے اور اگر باطل کا اختیار ہے
تو بالاتفاق بیع منقوص ہوگی کذا فی الطحاوی عن البحر د والزوائد الحادۃ فی المدة بعد الفسخ للبائع و اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد پیدا ہوں ت
خیار کے اندر سول بعد فسخ بیع کے باطل کی ہیں امام کے نزدیک یعنی اس واسطے کہ ان کا مدوٹ مشتری کی ملک میں نہیں ہوا اور صاحبین کے نزدیک ان کا
مالک مشتری ہے سببی نے کہا زوائد عام ہیں زوائد منقذہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلے کو علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ یہ آٹھوں مسئلے
میں داخل ہے یعنی کسب میں جس کی رمز کافی ہے ر و العسیر فی بیع مسلمین تو تخریر فی المدة فسد خلا فالما فیہ یعنی ان یرمز لہا لفظ تصدیر و نعم الرمز الی الرمز
ولم ارہ لاحد فلیحفظ ر اشارہ ہے عسیر سے یعنی اگر دو مسلمانوں نے شہرہ انکور کا بشرط اختیار بیچا اور وہ شراب ہو گیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی
بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل خمسہ کو بلفظ تصدیر موز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو ر مزاول سے ملائیے اور میں نے یہ نہیں دیکھا
کہ کسی نے ان مسائل کو بایں لفظ ر مز کیا ہو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم ر مزاول اور ثانی مل کر یہ ترکیب ہوئی اسحق عزک فتم تصدیر یعنی اپنی شکر کو ر مز مل جاتی ت
کی تعظیم کر امتثال اوامروا اور اجتناب نواہی سے اور لوگوں کی تعظیم کر بقدر ان کے مراتب کے تاسحق تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک تو صدر نشین ہو
اجاز من لہ الخیار و لو اجنبیا صح و لو مع جمل صاحبہ اجماعا الا ان یكون الخیار لہما و فسخ احدہما فلیس للاخر الا جازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الا جازۃ
جس کے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اس نے بیع کو نافذ کر دیا تو صحیح ہے باوجود ناواقعی اپنے ساتھی کے بالاتفاق مگر یہ
کہ باطل اور مشتری دونوں کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار اس واسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہیں
ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اس واسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہے اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے
کا علم ضرور نہیں مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الاخر فی المدة فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو
فسخ کیا قول سے تو صحیح نہیں جب تک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہ ہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہے گا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت میں بیع
فسخ کی اور اس کے ساتھی کو علم نہ ہو تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر باطل نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع
جائز ہے اور فسخ باطل ہے والیحد ان لیستوثق بکفیل فمخافة الغیبة او یرفع الامر للحاکم لیتصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہے کہ مضبوطی
کرے صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر صامن لے کر اس کے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے
جس پر رد بیع کی جاوے کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدول واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادہ
وہ غائب ہو جائے تو فسخ کا اختیار نہ رہے گا تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ اس سے حاضر صامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اس کی طرف سے

مخامم قرار دے پھر صاحب اختیار بیع یا ثمن اس کو پھر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم کو مخامم کا قائم کرنا جائز نہیں کذا فی الترقید بالاقول لصحة بالفعل بلا علم الاتفاق کما افاده بقوله شارح کتاب ہے ہم نے عدم صحت میں فسخ قولی کی قید لگائی بواسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اس کو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں صریح کیا مخامم بالفعل کی مثال یہ ہے کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر بیع میں تصرف مالکانہ شروع کیے مثلاً بیع اگر غلام ہے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہے اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کہے گا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی بمثل نقد نہ ہو اور مشتری اس میں تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا اور صورت اختیار مشتری کذا فی المطحطاوی عن المنع وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہو باقی ہے اس کی موت سے م یعنی جس کے واسطے اختیار مشروط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مر گیا تو ثمن اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو بیع اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اس کے متروکہ سے لے گا اور اگر وہ عاقد مر گیا جس کے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہے کذا فی المطحطاوی اور جنون اور بے ہوشی موت کے مانند ہے کذا فی السمر ولا یخلطہ الواثبات اختیار ربریتہ وتغیر میر نقد مان الاوصاف لا تورث اور اختیار شرط میں وارث خلیفہ نہیں ہوتا مورث کا جیسے اختیار ربریت اور اختیار تغیر ربریت اختیار نقد میں خلیفہ نہیں ہوتا اس واسطے کہ صفات مورث میں وراثت جاری نہیں ہوتی م یعنی بیع منفسخ نہیں ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اس کی حیات میں اس واسطے کہ اختیار عبارت ہے ارادے اور مشیت سے سوا ارادہ مورث کا اس کی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اس کے منقطع ہو گئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہے کہ ارث اس میں جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ اس میں جس میں انتقال متصور نہیں مانند اوصاف کے منخ الغفار میں ہے کہ اختیار تغیر یہ ہے کہ بیع بغین فاحش واقع ہونی بخلاف فرب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے اتحق طحاوی نے کہا کہ عدم ارث اختیار تغیر کی ظاہر البحت ہے مصنف کی اور اختیار النقد بحت ہے صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ ان کو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرنا واما اختیار العیب والتعین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیمثلہ الوارث فیہا لانه یرث خياره در فی حفظ اور اختیار العیب اور اختیار التعین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار میں وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ میں یہ نہیں کہ مورث کے اختیار کا وارث ہوتا ہے کذا فی الدرر اس کو یاد رکھنا چاہیے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف میں وراثت نہیں ہے تو اختیار العیب وغیرہ وارث کو کیوں ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہیں نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً اختیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہے اس واسطے کہ مورث اس بیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہے اسی طرح اس کا وارث بھی اس واسطے کہ وہ اس کا قائم مقام ہے تو عند تحقیق مورث عین بیع ہے بصفت سلامت عیوب اور اسی طرح اختیار التعین وغیرہ علامہ نوح نے کہا بھی تقریر ظاہر ہے صاحب ہایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ اختیار العیب اور اختیار التعین میں وراثت جاری ہے تو ظاہر ہمارے مشائخ کے اس میں دو قول ہیں مضمی المدة وان لم یعلم لمرن او اعفاء والاحتقاق ولو بعقد وقوالہ وکذا اکل تصرف لا یفقد ولا یجیل الا فی الملك کا جارة ولو لا تسلیم فی الاصح ولنظر الی فرج داخل بشهوة القول لمنکر الشهوة فسخ اور بیع پوری ہو باقی ہے مدت اختیار کے گزر جانے سے اگرچہ صاحب اختیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری یا بے ہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعین مملوک کا احتقاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہیں ہوتا یا حلال نہیں ہوتا بدوں مالک ہونے کے چنانچہ بیع کو اجارہ دینا اگرچہ بدوں تسلیم کے ہو قول اصح میں اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے

دیکھنا در صورت اختلاف متعاقدين منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح م ابارہ اور نظریں لف و نشر مرتب ہے یعنی ابارہ ایسا تصرف ہے جو بدوں ملک نافذ نہیں ہوتا اور داخل شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدوں ملک کے حلال نہیں مشتری کا گراہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اس کو دو اپلا نا کھیت کا سچا نا بیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہے اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحاوی ومفادہ انہ لو شرا بالخیار علی انہا یکہ فوطیہا لیسلم اسی بکرام لا کان اجازۃ ولو وجد ثیبا ولم یلبث قلبہ ارد بہذا العیب نہر و سببی فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضایہ ہے کہ اگر نوڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اس کو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا بلا توقف تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب ہے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور غریب یہ مسئلہ خیار العیب کے باب میں آدے گا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہے گا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر منسوخ بیع نہ کر سکے گا م جب یہ قاعدہ بھٹرا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو نافذ یا حلال نہیں بدوں ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے اجازت بیع کا موجب ہے اس واسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے اجازت بیع کا موجب ہے اس واسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہیں بدوں ملک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر بائع ایسا فعل کرے گا جو نافذ یا حلال نہیں بدوں ملک کے تو ایسا تصرف منسوخ بیع ہوگا و طلب الشفۃ وان لم یأخذ بالمعراج بہا اسے بدافہا خیار الشرط بخلاف خيار روتہ وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اس گھر کے جس میں خیار الشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خيار الرویۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج م صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اس کے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خيار الرویۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدوں روتہ کے خرید کیا اور اس کے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اس کو اختیار ہے کہ روتہ کے بعد خانہ اول کو بسبب خيار الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدر من المشتري اذا كان الخيار له لانه دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جب کہ اختیار اس کے واسطے مشروط ہو اس واسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اس کی دلیل ہے کہ اس نے بیع کی ملکیت اختیار کی اس واسطے کہ بدوں ملک طلب حتی شفعہ نہیں ہو سکتی پھر جب ملک اختیار کی تو بشرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو بشرط المشتري او البائع كما یفیدہ کلام الدر و بہرزم البہنسی الخیار لغيره عاقدان او غیرہ بجنسی صح استحسانا وثبت الخیار لهما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا مصرح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارج نے کہا اس حکم میں بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقینی کیا ہے بہنسی نے م قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہ ہوا اس واسطے کہ خیار منجمد احکام عقیدہ ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو و یہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی اس کا نائب بھٹرا یا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صح ہو لغو نہ ہو جاوے پھر جب کہ اجنبی نائب ہو تو نائب اور ولیب دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنع والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقييد مشتری کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ بسوط وغیرہ میں مصرح ہے کہ احد المتعاقدين کو غیر کے واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے جلی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارج غیر کو فقط اجنبی کی تفسیر کرتا اس واسطے کہ احد المتعاقدين کا اختیار اول باب میں مذکور ہو چکا و ہذا فی البحر طحاوی نے کہا اس کی صورت یوں ممکن ہے جب کہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع دوسرے بائع کے واسطے اختیار

شرط کرے فان اجازا احدہما من التائب والمستنہب او نقض صح ان وافقہ الاخر پھر جب کہ نائب اور منہب میں سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اس کے ساتھ موافقت کی فان اجازا احدہما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اس کے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اس واسطے کہ اس وقت تعارض نہ تھا اور شخص متاخر کا فعل لغو ہے لو کہ نامعافا لفسخ احق فی الاصح زلیعی لان المجاز لفسخ والمفسوخ لایجاز اور اگر اجازت او فسخ ساتھ ہی زمان واحد میں پائی گئی تو فسخ زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذا فی شرح الزلیعی اس واسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لانی المبسوط لولفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادة العقد بینہما جائز وفسخ الفسخ اجازۃ واجب منع کو نہ اجازۃ بل بیع ابتداء اور تعلیل مذکور پر اعتراض وار ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اس واسطے کہ مبسوط میں اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم ماضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود ہائے عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اس واسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے سرے سے م نہ الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولی ہونا یہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صحیح لیس العلم بالبیع والتمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اس کو اختیار ہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جس میں اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے بیع اور ثمن کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درہم کو اس شرط پر کہ مجھ کو اس غلام خاص میں اختیار ہے والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لایصح لجماعۃ البیوع والتمن او احدہما اور اگر بائع نے اس غلام کی جس میں اختیار شرط کیا تعین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعین غلام تو صحیح نہ ہوگی بسبب مجہول ہونے بیع اور ثمن کے در صورت عدم تعین اور تفصیل کے یا ایک کی جہات کے بسبب سے یعنی در صورت تعین غلام ثمن مجہول ہے اور در صورت تفصیل ثمن بیع مجہول ہے ہم عدم تعین اور تفصیل اس طرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں کو بیچا ہر اردہم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھ کو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ جس میں اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے اور جس کی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جس میں اختیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اس کے ثمن بھی مجہول ہے اس واسطے کہ قیمت والی چیز میں ثمن بیع ہر برابر منقسم نہیں ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتري تسائی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو اس میں بھی چاروں صورتیں محال ہوتی ہیں م یعنی اگر مشتری نے دو غلام خرید کیے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو در صورت تفصیل ثمن و تعین بیع صحیح ہے اور اگر تعین اور تفصیل نہیں یا فقط تعین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہات کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وکلا بیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلا بالشراء والجماعۃ ہذا نفذ علی الوکیل والفرق ان الشرائع لم ینفذ علی الامر نفذ علی الامور بخلاف البیوع فصح ویحیی فی الفضول والوکلا فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اس کو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے کہ اس پر اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہ ہوتی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اھریہ مسئلہ آفے گا بیع فضولی اور وکالت میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدوں اس کی رضا مندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اس کی مخالفت سے بیع نافذ نہ ہوگی و صح خیار التعین فی القیمات لانی المثلیات لعدم تفاوتہا

اور خیارات تعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جس کی افراد میں تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اس واسطے کہ ایک لونڈی سودم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جس کے افراد یکساں ہوں بلا تفاوت چنانچہ مکمل اور موزون پھر جب مثلیات میں تفاوت نہ ہو تو ان میں خیارات تعیین بشرط کرنا بیفائدہ ہے ولوللبائع فی الاصح کافی خیارات تعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی ہم مشتری کے واسطے خیارات تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں ان غلاموں میں سے ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ ان میں سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیارات تعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ میں نے ان غلاموں سے ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھ کو دے قول اصح کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے خیارات مشتری کے ساتھ تو بائع کے خیارات کے ساتھ بھی جائز ہوگی فتح القدیر میں اس کو رد کیا ہے اس طرح پر کہ جواز خیارات تعیین اس واسطے ہے تاکہ مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کر کے جس کو اپنے موافق اور مناسب ترجیح دے اور بائع کو اس کی کچھ حاجت نہیں اس لیے کہ بائع کے پاس بیع مدت سے موجود ہے اس کو اس کا حال خوب تر معلوم ہے اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا لاندہ قدر ث قیمیا ولقبضہ وکیلہ ولا یعرف فی بیعہ بهذا الشرط فمت الحاجة الیہ نہ اس واسطے کہ بائع کا یہ قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اس پر قبضہ کرتا اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اس کو بشرط خیارات تعیین بیچتا ہے تو اس میں بائع کو حاجت پڑی خیارات تعیین کی تاکہ اس کو اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی النہرم سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور مناسط احکام نوادر پر نہیں کذا فی المطالع فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجة بالثلثۃ لوجود جید وردی ووسط خیارات تعیین صحیح ہے چار چیزوں سے کمتر میں بسبب حاجت روانی کے تین چیز سے بواستطاعت حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم یعنی خیارات تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیز میں بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ میں خیارات تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے و مدت کخیار الشرط اور خیارات تعیین کی مدت خیارات الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن میں تعیین کر دے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گزر گئے بلا تعیین تو متعین کرنے کے واسطے اس پر جبر کیا جاوے گا اور اگر تعیین کے ساتھ خیارات الشرط بھی مشروط ہو تو اس کو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت کے اس کو خیارات تعیین ہو گا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحللی عن النہر ولا یشرط معہ خیارات الشرط فی الاصح فتح اور خیارات تعیین کے ساتھ خیارات الشرط کا ہونا مشروط نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح ہم منع الغفار میں ہے کہ جب مشتری نے دو بیع کو بشرط خیارات تعیین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو معیوب میں بیع لازم ہو گئی فسخ معین کے ساتھ اور دوسرا بیع امانت ہے اور اگر دونوں ساتھی ہلاک ہو گئے تو دونوں بیع کا نصف نصف ثمن لازم ہو گا خواہ ثمن متفق ہو مختلف ولو اشتريا شیئا علی انهما بالخیار فرضی احدہما یا بیع صریحا و دلالت لایردہ الآخر بل یطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صراحت یا دلالت اس طرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہیں بدوں ملک کے تو دوسرا شخص اس کو رد نہیں کر سکتا بلکہ اس کا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے و کذا الخلاف فی خیارات الرویۃ والعیب فلیس للاحد ہما الرد بعد رویتہ الآخر اور ضاہ بالعیب خلافا لہما لظہر البائع بعیب الشکرۃ اور اسی طرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیارات الرویۃ اور خیارات العیب میں تو ایک شخص کو پھر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہیں بسبب ہزر ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے ہم شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہے یعنی اگر دو شخصوں نے ایک چیز بالاشتراك خریدی بشرط خیارات پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھر نہیں سکتا یا ایک شخص نے بعد

رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب میں راضی ہو گیا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو بیع میں نصفانصف اس میں صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اس کا مالک تھا اب اس کا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شہر عیب ہے اس واسطے کہ مشترک میں ہر شریک بالاستقلال تصرف نہیں کر سکتا کما یزعم البیع لو اشتری رجل عبداً من رجلین صفقة واحدة علی ان الخیار لهما للبایعین فرضی احد ہما دون الاخر فلیس لاحد ہما الا نفراً اجازة او ردّاً خلافاً لہما مجمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردوں سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونوں بائع مختار بیع اور عدم بیع میں پھر ایک بائع راضی ہو ان دو سرالو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع میں تنہائی جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اس واسطے کہ مشتری عیب شرکت خود راضی ہو گیا مشتری عبداً بشرط خیرہ او کتبہ اے حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والنجز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترک لغوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اس کی نان پزی یا تحریر کی شرط ہے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اس کا پیشہ ہے پھر برخلاف اس کے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اس میں اتنا ہنر نہ پایا گیا جس پر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنیٰ رتبہ صادق آئے تو مشتری اس کو اگر پاس ہے تو پورے ثمن سے لے یا اس کو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم در صورت خرید پورا ثمن اس واسطے لازم ہو گا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑے تا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بس کہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اس کے نہ ہونے سے رد بیع میں اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر میں پیشہ وری کی قید اس واسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بدخط لکھ لیتے ہیں اس قدر فعل سے اس کو نان پزی یا کتابت نہیں کہتے کذا فی البحر والوادعی مشتری انہ لیس کذلک لکام یجیر علی القبض حتی یعلم ذلک وکذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام میں وصف مشروط موجود نہیں تو اس پر قبض بیع کے واسطے زبردستی نہ کی جائے گی یہاں تک کہ اس وصف کا موجود ہونا غلام میں مثلاً معلوم ہو جائے اور یہی حکم ہے باقی پیشوں کا کذا فی الاختیار ولوا تنفع الرد بسبب ما قوم کاتباً وغیر کاتب ورجح بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور اور غیر کاتب کی قیمت معین کی جاوے اور جس قدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا مشتری بائع سے پھیرے قول صحیح میں مثلاً کاتب کی قیمت سو درہم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھ درہم تو اگر مشتری نے سو درہم بائع کو دیے ہوں تو چالیس درہم پھیرے بخلاف شرائط شاة علی انہما حامل او تحلب کذا رطل او خبز کذا اصاعاً او یکتب کذا قدر افسد لانه شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہما صلوب او لبون جاز لانه وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گا بھی ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیروں کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے یہاں تو اگر یہ شرط کرے گا کہ مثلاً بکری دودھ دے یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہوگی اس واسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم معاملہ ہونا اس واسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا ریج یا بیماری اسی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہو سکتی بسبب احتمال کی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح ان پر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد میں مفسد نہیں حالانکہ ایسا نہیں اس واسطے کہ نہ ہر الفائق میں مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد میں شرط کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف میں غرر نہ ہو یعنی اس کے وجود میں تردید نہ ہو تو اس کا شرط کرنا جائز ہے اور جس کے وجود میں احتمال ہے اس کا شرط صحیح نہیں مگر معنی برأت وجود اس طرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہ ہو انتہی کذا فی الطحاوی

عن الطموی والقول للمنکر لو اختلفا في شرط الخيار على الظاهر اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہوں شرط خیاری میں بنا پر ظاہر الروایۃ کے اس واسطے کہ اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا

کما فی دعوی الاجل والمضی والایجاز والزیادة چنانچہ مدت اور اس کے گزر جانے اور ایجازت اور زیادتی مدت کے دعویٰ میں منکر کا قول معتبر ہے

م یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گزر گئی اور دوسرا منکر ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی ایجاز دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتوں میں منکر کا قول معتبر ہوگا مشتری جاریۃ بالخیار فرد غیر با

بدلہا قائلان بانہما المشتراة فقال البائع لیست ہی ولا بینة له فالقول للمشتري بيمينه وجاز للبائع وطیہا در رد انعقد بیعا بالتعاطی

فتح خرید کی لونڈی بشرط خیاری مشتری نے عوض اس کے دوسری لونڈی پھیر دی یوں کہ کہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے اور بائع کے گواہ نہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح م جب یہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہر تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبراء واجب ہے اور ہر بیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اس واسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اس کے غیر میں بطریق اولیٰ یہی حکم ہے اس واسطے کہ فروج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے

کذا فی الطحاوی وکذا الرد فی الودیعة فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز امد بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھانے والا اس کا منکر ہے اور اس کے گواہ نہیں تو وہ چیز اس کو حلال ہے طحاوی نے کہا ظاہر عاریت اور اجارے کی چیز کبھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع عند رده کان یحسب انکسرتی عنک فالقول للمشتري لان الاصل عدم الخبز والکتابۃ فکان الظاهر شاہد لاہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اس میں نہ پایا گیا اور مشتری نے اس کو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے م صفات عارضہ میں علم اصل ہے اور صفات اصلہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہیں لہذا اس میں مشتری کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراه من غیر اشراط کتبہ ونخیزہ وکان یحسب ذلک فنیس فی ید البائع رده علیہ لتغیر البیع قبل قبضہ

زلیعی قال ولو اختار انذہ اخذہ کل الثمن لما مران الاوصاف لا یقابلا شیئ من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اس کو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب تغیر ہو جانے بیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزلیعی زلیعی نے کہا اور اگر مشتری با اینہم اس کا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے مقابل کے کچھ ثمن نہیں پڑتا م باوجود عدم اشراط وصف پھیر دینا اس واسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اس کو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باختیار دلالت حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر فروع مسائل لمحقة شارح کے باع دارا بما فیہا من الخبز والابواب والحشوب والنخل فاذا لیس فیہا شیئ من ذلک لاخیار للمشتري گھر بیچا ان چیزوں کے ساتھ جو اس میں داخل ہیں منجملہ دھنیوں اور دروازوں اور لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پھر اس میں یہ چیزیں کچھ نہ نکلیں تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اس واسطے کہ دار عبارت ہے عرصے سے اور اشیائے مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیاری الرویۃ البتہ اس کو ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی شری دارا علی ان بناءا البحر فاذا ہو لبین او ارضا علی ان شجرہا کلہا

مشمرة فاذا واحدة منها لا تضر او ثوبا على انه مصبوغ بعصفر فاذا هو زعفران فسد كغيره فخرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اس کی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اس کے سب درخت پھل دیتے ہیں سوان میں سے ایک درخت غیر مٹ کر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اس پر کسم کارنگ ہے اور اس میں زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ہم اس واسطے کہ صفات مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے اور اختلاف غرض بجائے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحاوی عن الشعبي ولو على انها بغلة مثلا فاذا هو بغل حمار و غیرہ بعکسہ جائز بلایا لکونہ علی صفة غیر من المشرط و محبتي فليحفظ اللفظ او لا اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ بیع پختہ ہے لیکن وہ پختہ نکلا تو جائز ہے اور اس کو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اس کے بالعکس یعنی زکی شرط میں مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیال یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اس واسطے کہ بیع ایسی شرط کماثل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبى تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ہم قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ٹیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا البیوع لا یبطل بالشرط فی اثین و ثلثین موضعاً مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے تیس مقام میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اس کالیوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی ایسی شرط ہے جس کو عقد مقضی ہے بلا شرط تو اس کا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند اس کو عقد مقضی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہے یعنی موجب عقد کی موکد ہے اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اس کا جو از ثابت ہے چنانچہ شرط خیال اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند شرع میں اس کا جو از وارد نہیں لیکن اس کا رواج ہے چنانچہ پھٹا نموزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اس کو دوخت کر دے یا پرانا پھٹا کپڑا خرید کرنا اس شرط پر کہ بائع اس کو پیوند کر دے کہ یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہے چنانچہ تاتار خانہ میں ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ مشروط مفسدہ معاوضہ میں ربا کے مانند ہیں نہ تبرعات میں اتھی اس واسطے کہ اس میں احد المتعاقدين کا نفع ہے بلا عوض کذا فی الطحاوی عن ابی السعود اور منہل مشروط مذکورہ اشباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازاں جملہ بیع بشرط کھیل ہے یعنی ثمن کا کسی کو ضامن دے اور ازاں جملہ شرط ہے عیبی بیع اور ازاں جملہ شرط قطع ثمن مشتری اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقضی ہے تاکہ مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور ازاں جملہ پھیر دینا بیع کا اگر اس میں عیب ہو اور ازاں جملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کے تیز قدم ہونا وغیرہ لک شرط علی انها مغنیۃ ان للتبری لا یفسد وان للرجعة فسد بدائع بیع میں یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہے اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہے تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہے تو فاسد ہے کذا فی البدائع ہم سرور از لیسکہ شرعاً حرام ہے لہذا اگر اس کی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ولو بشرط جملہ ان الشرط من المشتري فسد وان من البائع جاز لان جملہ عیب فذکرہ للبرادة منه حتی لو کان فی بلدیر عنون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانہ اور اگر لونڈی کی بیع میں اس کا حاملہ ہو نا شرط ہو تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہے تو جائز ہے کہ حاملہ ہو نا لونڈی میں عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا محل کو برات کے واسطے ہے یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہ شرط اس شہر میں واقع ہوئی جس میں لوگ لونڈیوں کی خرید میں رغب ہیں ان کی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی النہیۃ یعنی اس واسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط محل کو برات عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہو سکتا اگر مشتری نے محل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اس واسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موهوم ہے اس احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ محل ہے یا بیماری کذا فی الطحاوی ولو شرط انها ذات لبن جاز علی الاکثر

قلت دالنا لبطر الاوصاف ان كل وصف لا غرض فيه فاشترطه جائز لا ما فيه غرض الا ان يرغب فيه او لا كره شرطه هو في كراهية شير واداره تبيع جائز ہے بنا بر قول اكثر فقهاء کے میں کہتا ہوں اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہے کہ جس وصف میں تردد نہ ہو چنانچہ شیر وادارہ ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اس کا شرط کرنا جائز ہے نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہے جیسا کہ محل مگر از راہ ہے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اس کی شرط مفسد نہیں و فی الخاتمة فی فصل الشروط المفسدة متى عاين ما يعرف بالعيان انتفى الغرض او خانيه کی شروط مفسدہ کی فصل میں ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے احتمال فریب کا دور ہو گیا مگر اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اس میں سیر بھی گھسکتا ہے اور تقابض بدین ہو چکا اور مشتری اس کو دیکھتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اس کو آدھ سیر بھی سے لت کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری اس کو پھیر سکتا اس واسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پھر جب معاينة کیا تو فریب نہ رہا اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اس قدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خریدنے وقت دیکھا تھا یا قیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے تیار ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہے تو مشتری کو اختیار نہیں پھیرنے کا فروغ اس کی کثیر ہیں اور اعمال فقیر اگر تو اہل تقصیر سے ہے تو تکثیر بھی بے فائدہ ہے کذا فی النہر۔

باب خيار الروية | یہ باب ہے خيار الروية کے احکام میں یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو بیع دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے من اضافة المسبب الى السبب وما قبل من اضافة الشيء الى شرطه غير ظاهر لما سيبي ان لا الرقيب الروية اضافة خياره الى روية کی طرف از قبيل اضافة مسبب کی طرف اور وہ جو بعضوں نے کہا کہ بمجملہ اضافة شے کے ہے اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ آدے گا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہے قبل روية کے یعنی تو معلوم ہوا کہ روية سبب ہے ثبوت اختیار کی نہ شرط و نسبت فی اربعة مواضع الشراء للاعيان والاعارة والقسمه والصلح عن دعوى المال على شيء بعينه لان كلامها معاوضة فليس في ديون ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خيار الروية فتح خيار الروية ثابت ہے چار مقام میں اعيان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح میں یعنی وہ صلح جو شے معین پر ہوتی مال کے دعویٰ سے اس واسطے کہ ہر ایک ان چاروں میں سے معاوضہ ہے تو ديون اور نقود اور ان عقود میں جو فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خيار الروية نہیں کذا فی الفتح ہم فتح القدير میں ہے کہ جب ديون میں خيار الروية نہ ہو تو مسلم فیہ میں نہ ہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ مراد ہیں تو اگر بیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اس میں خيار ہے اور عقود غیر منفسخ جیسا کہ بدل صلح قصاص سے اور بدل صلح اگرچہ مہر وغیرہ اعيان سے ہو صلح الشراء والبيع لما لم يرباه صحيح ہے مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جس کو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا مگر خواہ بیع حاضر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحاوی عن المنتقى والاشارة اليه اے المبيع اوالی مکان شرط الجواز فلولم يشترط ان لا يجر اجماعاً فتح وبحرفي حاشية اني زاده الاصح الجواز اور اشارہ کرنا بیع کی طرف یا اس کے مکان کی طرف شرط ہے جواز کی اور اگر بیع یا اس کے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور انی زلوه کے حاشیے میں قول اصح یہ ہے کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ اگر گیسوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہے اور منتقى میں ہے کہ اگر گیسوں غیر معین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیسوں بیچے اور اشارہ ان کی طرف نہ کیا تو جائز ہے انتہی یہ نقول دلات کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگرچہ بیع بائع کے پاس حاضر نہ ہو اور مشار الیہ نہ ہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلات کرتا ہے کذا فی الطحاوی عن حاشية الزيلعي نهر الفائق میں بعد ذکر اشتراط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی شرط جواز ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام یہ والله اعلم ولہ اے مشتری ان پردہ اذراہ اور مشتری کو جائز ہے کہ بیع کو پھیرے جب اس کو دیکھے م ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں بحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول

لے جس کو نہیں دیکھا تو اس کو اختیار ہے جب کہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث میں رویت سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدل ان مسائل اتفایہ کے جس میں فقط رویت کفایت نہیں کرتی جیسا کہ بیع جب کہ سو ننگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھ کر مولیٰ تو اس کو اختیار ثابت ہے سو ننگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اس کو اختیار ہے سو ننگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر چیز کو دیکھ کر خرید کیا پھر اس کو متغیر پایا اس واسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح اگر خرید میں اختیار ثابت ہے جب کوئی بیع کمال اس سے بیان کرے تو اس کے حق میں بیان شخص غیر بجائے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حمل البائع لبیت المشتري فلا يردده اذا رآه الا اذا عاد الى البائع اشباه بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جب کہ بیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اس کو نہ پھیرے جب کہ اس کو دیکھے مگر اس طرح بعد عمل کے بھی پھیر سکتا ہے مگر جب کہ بیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباه وان رضى بالقول قبله اے قبل ان يراه لان خياره معلق بالروية بالنص ولا وجود للمعلق قبل الشرط خيار الروية ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی ہو گیا ہو زبانی قبل اس کے دیکھنے کے اس واسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رویت کے ساتھ بغض حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے مگر رضائے قوی کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اس طرح کہ اس میں تصرف کرے تو اختیار اس کا زائل ہوگا کذا فی الشرع بلایہ ولو فسخه قبلها قبل الروية صح فسخه في الاصح بحر عدم لزوم البيع بسبب جهالة المبيع فلم يقع مبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہے فسخ اس کا قول صحیح میں کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت بیع کے سبب سے تو بیع مستحکم نہ واقع ہوئی مگر فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا وثبت الخيار للروية مطلقا غير موقت بمدة هو الاصح عناية لاطلاق النص مالم يوجد مبطله اور خيار الروية مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار ثابت ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی العناية بسبب مطلق ہونے نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے مگر اور غیر صحیح یہ قول ہے کہ خيار الروية موقت بوقت امکان فسخ ہے رویت کے بعد وہ مبطل خيار الشرط مطلقا مفید الرضى بعد الروية لا قبلها در راو خيار الروية کا مبطل وہ ہے جو خيار الشرط کا مبطل ہے مطلقا یعنی صراحة یا دلالة اور جو مفید ہے رضامندی کا بعد رویت کے نہ قبل رویت کے کذا فی الدرر مفید رضا جیسا کہ بیع کا قبضہ کرنا اور اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفوع لینا فله الاخذ بالشفعة ثم رد الاول بالروية در من خيار الشرط فليحفظ بسبب مفید رضا قبل روية مبطل خياره ہوا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفوع کے پھر بیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی الدرر باب خيار الشرط تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اسی کے پاس بکنے لگا تو اس کو بسبب شفوع کے خرید کیا پھر بعد اس کے پہلا گھر دیکھا تو اس کو پھیر سکتا ہے ولیشرط لفسخه علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تاکہ دھوکہ نہ پڑے یعنی خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع مشروط فسخ ہوا تاکہ وہ دھوکہ نہ کھاوے ولا خيار للبائع مالم يره في الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کا جس نے بیع کو بن دیکھے یہی قول صحیح میں مگر ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اس نے بدون رویت کے بیچ ڈالی تو بعد رویت اس کو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اول امام اعظم کے نزدیک خيار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خيار کی طرف رجوع کیا لخطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوح عنہ منسوخ کے مانند ہرگز معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اس کا اصرار کہنا مناسب نہ تھا اس واسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے وکفی روية مالم يذن بالمقصود کو جو صبرۃ ورفیق اور اس قدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہے جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کی سطح دیکھنا اور مملوک کا منہ دیکھنا ہم یعنی تمام بیع کا دیکھنا ضرور کہ نہیں بسبب تعذر کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہوا جس سے

بیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے مکيلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ کر لیا تو اب اس کو بسبب
 خيار الرویۃ کے پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ بعض کا دیکھنا بجائے کل کے ہے ہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اس کا پھیرنا خیار
 العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرویۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اس واسطے کہ
 اس کے افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو جب تک سب کو نہ دیکھے گا اختیار ساقط نہ ہوگا بحر الرائق میں ہے نوٹ دی غلام کی ہتیلیاں اور زبان
 اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں شرعیہ میں ہے کہ بنی آدم میں اگر جمیع اعضا دیکھے سوائے چہرہ کے تو خیار الرویۃ باقی ہے
 کذا فی الطحاوی ووجہ دابتہ ترکب وکفلہا ایضاً فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور اس کا پٹھا دیکھنا بھی ضروری ہے قول اصح میں یعنی چہرہ اور پٹھا
 دونوں کا دیکھنا ضرور ہے ہم سواری کی قید سے بکری گائے نکل گئی کہ اس کا حکم آدے گا ورویۃ ظاہر تو ب مطوی وقال زفر لابن نشرہ کہ
 ہوا المختار کافی اکثر المعبرات قال المصنف اور لپٹے کپڑے کے ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا اس کپڑے کو کھونا ضروری ہے اور یہی مختار
 ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں قول زفر اس واسطے مختار ہوا کہ اس زمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن
 میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط وداخل دار وقال زفر لابن روتہ داخل البیوت وہو الصبح وعلیہ الفتوی جوہرہ وہذا
 اختلاف زمان لابریان وشد الکرم والبتان اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھڑیوں کے
 اندر بھی دیکھنا ضروری ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہے نہ اختلاف محبت اور برہان اور اسی طرح حکم ہے
 باغ گانجان درخت ہوں یا متفرق ہم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہے اور اصح یہ ہے کہ بنا بران کی
 عادت کے ہے اس واسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف نہ ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بخلاف ہمارے دیار کے
 کہ ان میں نہایت تفاوت ہوتا ہے اس واسطے مکانات سرا اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مراقی اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں
 تو اب سب کا دیکھنا ضروری ہوگا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق میں تو معلوم ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ باعتبار اختلاف
 دلیل کے اور اسی طرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر وکفی حس شاة لحم اور گوشت کی گو سفند کا ٹولنا کافی ہے یعنی اگر
 گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اس کو ٹول لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہے اس واسطے کہ اس طرح سے کمی اور زیادتی
 گوشت کی معلوم ہو جاتی ہے تو اگر دور سے نظری اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہے اس واسطے کہ گوشت کا حال کثرت لپٹم سے بدون ٹولنے
 کے معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی عن الشلبی ونظر جمیع جسد شاة قلیۃ للدر والنسل مع ضرعما ظہیر اور جو گو سفند یا لڈود و دھاوریہ
 لینے کے واسطے ہو تو اس کے تمام بدن کا دیکھنا ہتھنوں کے ساتھ کافی ہے کذا فی الظہیریہ وضرع بقرة حلوب وناقة لالة المقصود جوہرہ اور گائے
 اور اونٹنی شیردار کے ہتھن کا دیکھنا کافی ہے اس واسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرۃ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی پیڑ کا چکھنا اور
 سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہے لا خارج دار و صحنہا علی الفتی بہ کما مر اور روتہ وہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہیں خارج دار اس کے
 صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا شیٹے میں کافی نہیں بسبب وجود حائل کے وکفی روتہ وکیل قبض
 اور کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کا ہم وکیل قبض وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں وکیل قرار
 اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلاں چیز خرید کر لا روتہ رسول مشتری یہاں
 لہ قول شاة قلیۃ قال فی المنع یقال قلیۃ معنی اتخذت لنفسی قلیۃ اے اخذ للنسل لا للجارۃ ۱۲

فی الدرر کافی نہیں رویت مشتری کے پیامی کی اور بیان اس کا در میں ہے ہم صورت رسالت یہ ہے کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا دے
قبضہ کر لے گا تو وکیل قبضہ کی رویت بالا جماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے بیع پر قبضہ کیا
ہو دیکھ کر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبضہ اور رسول برابر ہیں کذا فی الطحاوی عن اللہ و صحیح عقد لاعمی لو غیرہ و ہو کا بصیر لان فی آتی عشرۃ مثلاً
مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اس نے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر کے مانند ہے مگر بارہ
مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں ہم ازاں جملہ اس پر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ چلنے والا پاوے اور بقول معتدل لائق شہادت مطلقاً
نہیں اور نہ لائق قضاۃ امانت عظمیٰ یعنی بادشاہی اور اس کی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہے اور اس کی امانت غازیں مکرہ ہے مگر اس وقت
مکرہ نہیں جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اس کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں اور اس کے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم میں نے نہیں دیکھا اور وصف
بیع بجائے اس کی رویت کے ہے کذا فی الاشباہ و مسقط خیارہ بحسب بیع و شتم و ذوقہ فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے بیع کے
ٹوٹنے اور اس کے سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہوتی ہے اس سے یعنی ٹوٹنے اور سونگھنے اور چکھنے سے و وصف عقار و حجر و عبد و کذا
کل ما لا یعرف بحسب و ذوق و رویت اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ
کہ ٹوٹنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اس میں ذکر و وصف بجائے رویت مسقط خیار ہے ہم بیان اوصاف اشیاء مذکورہ بالا بیع و شتم و ذوقہ ممکنہ
لازم ہے تا اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رویت ہو اور منظر وکیلہ و لو البصر لجد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اس کے وکیل نظر کرتے
سے اور اگر اندھے کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اس کو اختیار نہیں بیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بی دیکھے خرید کی پھر وہ
اندھا ہو گیا تو اس کا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہو گا کذا فی الطحاوی ہذا کلمہ اذا و جدت المذکورات شتم لاعمی و کذا رویت البصیر و جہ البصر و نحوہا
تہر قبل شرائہ و لو بعدہ ثبت لا الخیار ہما بالذکورات لانہا مستقطبہ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصصح مالم یوہد منہ ما یدل
علی الرضی من قول او فعل او تعیب او ہلک بعضہ عنہ و لو قبل الرویۃ یسب کچھ اس وقت ہے جب کہ اشیائے مذکورہ جیسا کہ سونگھنا اندھے کا
اور دیکھنا انکھیا رہے کا ڈھیر اور اس کے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اس کے خرید کرنے کے یعنی اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے
ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کرنے کے ہوئے تو اس کو بواستطاعت اشیائے مذکورہ کے اختیار
ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اس کو غلط سمجھا ہے تو اس کا اختیار مسترد ہے کا تمام عمر بنا بر قول
صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نہ پائی جائے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا بیع عیب دار ہو جاوے یا بعض بیع ہلاک
ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رویت ہو مگر در صورت عیب اس واسطے پھیر دینا درست نہ ہو کہ بائع کے پاس اس میں عیب ہے
تھا تو اب پھیرنے میں اس کا نقصان ہو گا اور ہلاک بعض بیع کی یہ صورت ہے مثلاً دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا بیع التسلیم کیا تو اگر
دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفرق صفقہ لازم آوے و لو اذن لاکار ان یزرعہا قبل الرویۃ فزرعہا بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ یعنی اور اگر مشتری نے خربزہ زمین
میں مزارع کو نہ اعلت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اس نے اس میں مزارعت کی تو خیار الرویۃ باطل ہو گیا اس واسطے کہ فعل مزارع کا مشتری
کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی البیعی و لو مشتری نا فحۃ مسک فاخرج المسک منها لم یرد بخیار رویت ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیباً لا ہر
تہر اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پھر اس میں سے مشک نکال لیا تو اس کو نہ پھیرے بسبب خیار الرویۃ اور نہ خیار العیب کے اس واسطے کہ اخراج نے
اس میں عیب ظاہر نہیں کر دیا کذا فی النہر طحاوی نے کہا نہ لائق میں خیار العیب مذکور نہیں اس مسئلے میں لیکن حکم یہی ہے جو شارع نے ذکر کیا ہوا

کہ خیار العیب اس وقت تک ہے جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب نہ پیدا ہوا ہو اور یہاں اخراج سے نافذ معیوب ہو گیا ومن رای احد
ثوبین فاشترایہما ثم رای الاخر فله رد ہما ان شاء لاء الاخر و حدہ لتفرق الصفقة اور جس نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونوں
کپڑے خرید کیے بعد اس کے دوسرا کپڑا دیکھا تو اس کو دونوں کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے
یعنی چند چیزیں یکمشت یعنی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے ولو اشتری مارای حال کو نہ قاصد الشراء عند ریتہ فلو راء

لا لقصد شرائہ ثم شرأہ فیل لا الخیار ظہیرتہ و وجہ ظاہر لاء لا یتا مل التا مل المفید بحر قال المصنف ولقوة مدرکہ مولنا علیہ عالما بانہ مرئیتہ السابق
وقت الشراء فلو لم یعلم خیر لعم الرضی در فلا خیار لہ اذا تغیر فیخیر اور اگر خرید کیا اس بیع کو جس کو بکالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ
یہ جان کر کہ یہ بیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اس کو پھیر دینے کا اختیار نہیں مگر جب کہ وہ متغیر ہو گئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اس کو اختیار ہو گا
اگر بیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اس کو خرید کیا تو بعضوں نے کہا کہ اس کو اختیار ہے کذا فی الظہیرتہ اور اس کی وجہ ظاہر ہے اس واسطے کہ
جو بقصد خریداری نہیں دیکھتا وہ خوب تر تامل مفید نہیں کرتا کذا فی البحر تو اس کی رویت کا لعدم ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور بسبب قوت
دلیل اس قول کے ہم نے اس پر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ نہ جانے کہ اس کو میں دیکھ چکا ہوں تو اس کو اختیار
ہو گا بسبب عدم رضا مندی کذا فی الدرر وقایہ اور کنز میں میسند بلا قید مذکور ہے اس طرح کہ دیکھی چیز کے خرید کرنے میں بلا اختیار نہیں لیکن صاحب
ہدایہ نے یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن میں رویت بقصد خریداری کی قید
زیادہ کی اور شرح میں اس کی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل بموجب اعتماد تقیید مذکور کے ہوئی یعنی اگرچہ ظہیر یہ میں یہ قید بصیغہ قرین مذکور ہے
اور صورت عدم علم کی یہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی خریدی اور یہ اس کو معلوم نہ ہوا کہ یہ وہی لونڈی ہے جس کو میں دیکھ
چکا ہوں پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہو گا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے میں پٹا نا دانستہ خرید کیا تو صریح بیع میں
اختیار ہو گا رائے تبا یا فرغ البائع لبعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرف فلا خیار و کذا لو کان ملفوفین ومنہما متفاوت لاء ربما یحون الاروی
بالاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھالیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہیں پہچانتا تو اس کے خیار الرویت ثابت ہے
اور اسی طرح اگر دو کپڑے کسی چیز میں پیچیدہ ہوں اور دونوں کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اس واسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے
ولو سخی لکل واحد من الثیاب عشرة لا خیار لہ لان الثمن لہا لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر مغلہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم
مثلا معین ہو گئی تو مشتری کو اختیار نہیں اس واسطے کہ جب ثمن مختلف نہ ہو تو دونوں اوصاف میں برابر ہو گئے کذا فی البحر والقول للبائع
بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر بذل المدة قریبہ وان بعیدۃ فالقول للمشتري عملا بانظاہر و فی الظہیرتہ الشرفا فوقہ بعید و فی الفتح الشہر
فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جب کہ بائع اور مشتری مختلف ہوں بیع کے متغیر ہو جانے میں یہ اس وقت
ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہو گا ظاہر پر عمل کرنے سے اور ظہیر یہ میں ہے کہ ایک مہینہ اور اس سے زیادہ
بعید ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ جانور اور غلام کے مانند میں ایک مہینہ قلیل ہے ہم عمل بانظاہر دونوں مسئلوں کا ظاہر اقل قلیل ہے یعنی مدت
قلیل میں ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید میں ظاہر حال تغیر کا شاہد ہے لہذا مشتری کا قول معتبر ہوا خیر بلالی نے
کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیاء کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہے اور جانوروں کا تغیر اس سے کم مدت میں ہوتا ہے چارہ

لہ قال فی نہایتہ الصفقة العقد الذی تناہی فی وجہ فی المصباح الصفقة العقد ذکات العرب اذا وجب البیع ضرب بیدہ علی ید صاحبہ کذا فی الطحاوی عن البحر ۴

وغیرہ کی قلت سے لہذا نہ بیعی نے مدت بعد کی حد نہ کو نہیں ملے اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحاوی کہا ان القول للمشتري يمينه لو اختلفا في أصل الروية لانه يترك الروية جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونوں اصل رویت میں مختلف ہوں اس واسطے کہ مشتری منکر ہے رویت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہے وکذا لو انكر البائع كونه المردود بيعاً في بيع بات او بغير خيار شرط او روية فالقول للمشتري اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز بھری وہ بیع نہیں بیع قطعی بلا خيار میں یا اس بیع میں جس میں خيار الشرط یا خيار الروية ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے یعنی بیوع ثلثہ مذکورہ میں جب تعین بیع میں اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہے اور بیع بلا خيار میں پھر دینا بیع کا بطریق اقرار یا بظہور خیانت تو یہ یا مرا بحتہ میں یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا و لوفيه خيار عيب فالقول للبائع والفرق ان المشتري منفرد بالفسخ في الاول لا الاخير اور اگر بیع میں خيار العيب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق یہ ہے کہ مشتری فسخ بیع میں منفرد ہے اول قسم میں یعنی جس میں مشتری کا قول معتبر ہے یعنی مسئلہ خيار الشرط اور خيار الروية میں نہ قسم ثانی میں یعنی خيار العيب میں اس واسطے کہ خيار العيب میں عقد منفسخ نہیں ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی ہوتا فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحاوی مشتری عدلا من متاع ولم يره وباع او ليس منه ثم ثوابا بعد القبض او و برب وسلم رده بخيار عيب لا بخيار روية او شرط الاصل ان رد البعض يوجب تفرق الصفقة وهو بعد التمام جائز لا قبل خيار الشرط والروية يمنعان تمامها وخيار العيب يمنع قبل القبض لا بعده خرید کی متاع کی گھڑی حالانکہ دیکھی نہیں اور ایک کپڑا اس میں سے بھی بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا مہرب کیا اور قبضہ کر دیا تو اس کو پھیر سکتا ہے خيار العيب سے نہ خيار الروية یا خيار الشرط سے قاعدہ اس کا یہ ہے کہ بعض بیع کا پھیر دینا موجب تفرق صفقتہ کا ہے اور تفرق بعد تمام ہو جانے سے کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خيار الشرط اور خيار الروية صفقتہ تمام ہونے کے مانع ہیں اور خيار العيب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے و بل يعود خيار الروية بعد سقوطه عن الثاني لا بخيار شرط وصح قاضی خان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خيار الروية بعد اس کے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہیں کرتا جیسے خيار الشرط بعد سقوط کے عود نہیں کرتا اور اس قول کو قاضی خاں وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنی اگر کوئی چیز بیچنے کی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ماتھے بیچی یا مہرب کی اور اس پر مہرب لے کا قبضہ کر دیا پھر اس کی طرف اس چیز نے عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد مہرب کے تو اب اس کو بائع اصل کی طرف پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ بیع یا مہرب ایسا تصرف ہے کہ رضا پر دلالت کرتا ہے اور خيار الروية کا مبطل ہے اور جب چیز ساقط ہو گئی تو اس کا عود بلا سبب قوی نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے مثنوی شیعہ المہربہ لیس للبايع مطالبة بالثمن قبل الروية ایک چیز میں دیکھی خرید کی تو بائع ثمن کو قبل رویت کے طلب نہیں کر سکتا اس واسطے کہ ہنوز بیع پوری نہیں ہوئی ولو تباعا لكانا بعين فلهما الخيار مجتبیٰ اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعض چیزیں مثلاً کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خيار الروية ثابت ہے کذا فی المجتبیٰ اس واسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اس عوض کا جو اس کو حاصل ہوگا کذا فی الطحاوی عن البهر شری باریۃ بعد والفقہایضا ثم رد بائع الجارية العبد بخيار الروية لم يبطل البيع في الجارية بحصة الالف ظہیر بہ لما مر ان الخيار فی الدین خرید کیا تو بیع غلام کا ہنوز آدم کے پھر دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خيار الروية کے تو بیع باطل نہ ہوگی لونڈی میں بقدر حصہ ہنوز آدم کے کذا فی الظہیر یہ اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اختیار ثابت نہیں دین میں یعنی زر نقد میں اراد بیع ضیعۃ ولا یكون للمشتري خيار فالحيلة ان یقر بثوب لانه ان ثم بیع الثوب مع الضیعة ثم المقر یتحق الثوب المقر فیبطل خيار المشتري للزوم تفرق الصفقة وهو لا يجوز الا في الشفعة ولو اجمعت اراده کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو نہ بیر اس کی یہ ہے کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کے واسطے پھر اسی کپڑے کو زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقر لے اس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار زمین میں باطل

جائے گا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے اور وہ جائز نہیں مگر شفوعہ میں کذا فی الاولو البیۃ ہم طحاوی نے کہا یہاں تفریق عقد سے کچھ ضرر نہیں اس واسطے کہ اگر مشتری دونوں بیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہوں سے اس کا اقرار ثابت کر کے تو وہ ہر حال میں ماخوذ ہے علاوہ اس کے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اس کے اقرار کرنے سے شری شیئین و باعد ہما عیب ان قبضہ ہمارا المعیب والا لا کم مر خرید کیا وہ چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر قبضہ کر چکا ہے تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ بعض بیع کا پھیر دینا خیار العیب میں بعد قبضہ کرنے کے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے قبل قبض کے اس واسطے کہ بدو قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحاوی واللہ اعلم

باب خيار العیب یہ باب ہے خیار العیب کے احکام میں ہولفتہ ما یخلو عنہ اهل الفطرة السلیمة عیب لغت عرب میں وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت میں داخل نہ ہو و شرعاً ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع میں حقیقت عیب وہ ہے جس کو مصنف نے اپنے آئند قول میں مذکور کیا من و بعد بمشتریہ ما ینقص الثمن ولویسیرا جو ہرۃ عند التجار المراد بہم ارباب المعرفة بكل تجارة وصنعة قال المصنف اخذہ بكل الثمن اور وہ جس نے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سودا گروں کے نزدیک اگرچہ حقوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوہرۃ تو بیع کو تمام ثمن دے کر لے یا اس کو پھیر دے سودا گروں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو شناخت ہے ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنی شرح میں ہم تو معلوم ہوا کہ فقہ میں عیب اس کا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفکاروں کے نزدیک خواہ عیب سے عین بیع میں نقصان ہو یا نہ ہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہے اگرچہ منفعت میں کچھ نقصان نہ ہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب میں داخل ہے نجار کو عام اس واسطے کیا کہ گاہے بیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہاں کاریگروں کا عرف معتبر ہوگا نہ تجارت کا جلی نے کہا ہر تجارت میں اس کے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں اس کے اہل کا اعتبار ہے انتہی اور یہ مراد نہیں کہ عیب وہ ہے جس کو سب سوداگر اور جمیع ارباب ہائے ناقص کہیں اگرچہ ان کی تجارت اور صنعت میں سے نہ ہو مشتری کو رد موجب میں اس واسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اس واسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا یا اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اس کے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اس کے لینے کا ارادہ کرے گا اور مسئلہ خیار العیب میں چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہ ہے کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو مشتری کے پاس مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہ ہو سہم عند القبض بھی معلوم نہ ہو سہم ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہ ہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھوڑا لانا در صورت عدم نقصان تو عیب نہ ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط برأت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہ ہو قبل منیع کے سوا گزائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جب کہ دور ہو جائے یا تپ زائل ہو جا تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہ ہوگا کذا فی الطحاوی ۷ مالم یتعین امسا کہ کھلا لین فاحراما و احد ہما در صورت عیب اس وقت تک اختیار ہے جب تک امساک بیع متعین نہ ہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردوں میں سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونوں نے احرام باندھا یا ایک نے تو اب رد بیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی المحلی و فی المحيط و صی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف و قیمتہ ثلثۃ الاف لم یرد عیب بخلاف خيار الشرط والرویۃ اشباہ للاضرار یتیم و موکل و مولی و فی النہر یتبعی الرجوع بالنقصان کو اثر شری من الترتک کفلاً و بعد عیباً ولو تبرع بالکفن اجنبی لایرجع اور محیط میں ہے صی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خرید کی اور قیمت اس کی تین ہزار ہیں تو رد بیع نہ کرے بسبب عیب بیع کے بسبب خیار الشرط اور خیار الرویۃ کے کہ اس میں رد بیع کر سکتا ہے کذا فی الاشباہ و صی وغیرہ کو رد بیع جائز نہ ہو بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولی کے اور نہ الفائق میں کہ ہے لائق لوں ہے کہ وہی وغیرہ کو رد بیع بقدر نقصان عیب جائز ہے مانند اس واریث کے

جس نے ترکے سے کفن خرید کیا اور اس میں عیب پایا اور کفن دینے میں شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہیں و ہذا
 احدی ست مسائل لار جوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی البرازیۃ اور یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے ان چھ مسئلوں میں سے جن میں رجوع
 بالنقصان نہیں جو مذکور ہیں بزاز میں و ذکرنا فی شرحنا للفتی مغزیا للفتیۃ انہ قد یرد بالعیب ولای رجوع بالثمن اور ہم نے اپنی الفتی کی شرح
 میں قینہ سے نقل کر کے مذکور کیا ہے کہ گاہے بسبب عیب کے رد بیع ہوتا ہے اور ثمن نہیں پھیر لیا جاتا م چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اس
 کو تسلیم کر دیا پھر قبضہ ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے
 یوں کہا کہ میں نے ثمن موکل کو دیا اور موکل اس کا منکر ہے تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا
 اور اس کو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہیں پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبضہ بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہے
 کیونکہ وہ امین ہے اور عاقد نہیں کذا فی النہر عن القینۃ کالاباق الا اذا البق من مشتری الی البائع فی البلدة ولم یخف عنده فانه لیس بعیب
 چنانچہ غلام میں بھاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر میں بائع کے پاس گیا اور اس کے پاس چھپ نہ رہا
 تو یہ بھاگنا عیب نہیں یعنی اگر دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگے گا یا مخفی ہو رہے گا تو عیب ثابت ہو گا و اختلاف فی الثور والملاحسن
 انہ عیب اور اختلاف ہے بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہے یا نہیں اور قول بہتر یہ ہے کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہے م اس میں تین قول ہیں
 ایک قول کہ تو شایع نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہر
 اور جانوروں کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی و لیس للمشتري مطالبة البائع بالثمن قبل عوده من الالباق ابن ملک قینۃ اور مشتری کو مطالبہ
 ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک والقینۃ والبول فی الفرائش والسرقة الا اذا سرق شیئاً لاکل من
 المولی او لیسیر اکنس او فلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر جب کہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چور اوسے مولیٰ سے یا کتر
 چیز چور اوسے چنانچہ پیسا اور روپیے تو عیب نہیں م اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چور اوسے یا مولیٰ کے سوا کسی اور
 شخص کی چیز چور اوسے تو عیب ہے ولو سرق عند مشتری ایضا فقطع ربع الثمن لقطعہ بالسرقین جمیعاً اور اگر غلام نے مشتری کے پاس
 بھی چوری کی سو اس کا ماتعہ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیرے بسبب اس کے مقطوع ہونے کے دونوں چوریوں سے طاکرم ربع ثمن کے
 رجوع کی یہ وجہ ہے کہ غلام کے ماتعہ کاٹو نہ اس کی نصف قیمت ہے اور یہ نصف تلف مواد و سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور
 دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب متصف ہو گا تو نصف النصف کا رجوع ہو یعنی ربع کا کذا فی الطحاوی ولورنی البائع باخذہ ربع
 ثلثہ اربع ثمنہ یعنی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع اس کے ثمن پھیرے یعنی پون قیمت کذا فی العینی و کلہا
 تختلف صفرا سے مع التیمیز و قدر وہ بخمس سنین او یا کل و ییس و مدہ و تمامہ فی الجوبہ فلولم یا کل ولم ییس و مدہ لم یکن عیباً ابن ملک
 و کیر الانہا فی السفر لقصور عقل و ضعف مثانہ عیب و فی الکبر لسوء اختیار و داء یا طلی عیب آخر او جمیع حیوب ثلثہ مختلف السبب
 ہیں طفلی اور جوانی میں اس واسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی میں
 بھاگنا اور چوری خبیث اور بد ذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہے طفلی سے مراد طفلی یا تمیز ہے اور فقہانے تمیز کا انداز
 پانچ برس کا کہ ہے یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پھیننے لگے اور پورا بیان اس کا جوہرہ میں ہے سو اگر وہ بذات خود نہ کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو
 تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اس کے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فخذ اتحاد الحالت بان ثبت اباہ عند البائع

ثم مشتری به کلاہمانی صغره او کبرہ رد المد لا تمحار السبب تو حالت متحد ہونے میں اس طرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونوں بار کا بھاگنا اس کی طفلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اس کا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ہم جب طفلی یا جوانی میں دونوں کے پاس سے بھاگا تو اس کا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں قصور عقل اور جوانی میں بد ذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط مشتری کے پاس حادث نہیں ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ وہ نیا عیب ہے ہم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو اب مشتری اس کو اس عیب سے پھیر نہیں سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقل ہے اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بد ذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سو اسے اس عیب کے جو قبل اس کے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہیں مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبہ حم عند یائے ثم حم عند مشتری بہ ان من نوعہ ردہ والالا یعنی چنانچہ وہ غلام جس کو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہے تو اس کو پھیرنا جائز ہے اور اگر دوسری قسم سے ہے تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی صم خانہ میں مذکور ہے کہ نوع حمی سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں کے پاس تپ آئی ہو اور اگر اس کے غیر وقت میں تپ آئی تو پھیرنا جائز نہیں یہی محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحاوی ولقی لودجہ یہول ثم تعیب حتی رجع بالنقصان ثم بلغ بل للبائع ان یسترد بالنقصان لزوال ذلک العیب یا بلوغ یعنی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر پیشاب کرتا پایا پھر اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا یہاں تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ٹمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہے کہ نقصان پھیرے مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جو ان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہ ہے کہ ہاں استرداد نقصان جائز ہے کذا فی الفتح عن الطہیریۃ والجنون ہو اختلال القوة اللتی بہا ادراک کلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنی دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جس کے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہے کذا فی التلویح ثم تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہے اور تلویح میں یوں ہے کہ جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جو ممیز ہے اشیائے حسنہ اور قبیحہ میں اور انجام کار کی مدد ہے کذا فی الطحاوی وبہ علم تعریف العقل انه القوة المذكورة ومعدن القلب وشعاع فی الدماغ در اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہوگئی کہ عقل عبارت ہے قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مدد ہے کلیات کی اس کا نام عقل ہے اور اس کے کان دل ہے اور اس کی روشنی و بصر میں ہوتی ہے کذا فی الدرر و ہوا لا یختلف بہا لا اتحاد سببہ بخلاف ما رو فیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہیں ہوتا طفلی اور جوانی سے اس کے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اس کے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے ہیں اباق اور بول اور سرقر اور قول ضعیف یہ ہے کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح العینی ہم جب اختلاف سبب نہ ہو تو اگر غلام مجنون ہوا طفلی میں بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی میں یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے و مقدارہ فوق یوم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہے یعنی یعنی اس قدر سے کم جنون ہونا عیب نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر ولابد من معاودۃ عند مشتری فی الاصح والا فلا رد الا فی ثلث زنا تجاریۃ والتولد من الزنا والولادة فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہے قول اصح میں اور نہیں تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہیں مگر تین عیب میں رد بیع بلا معاودت جائز ہے نوڈی کی زنا کاری میں اور زنا سے متولد ہونے میں اور ولادت میں کذا فی الفتح ہم ولادت اس واسطے عیب ہوتی کہ اس سے ایسا صنف حاصل ہوتا ہے کہ گلے زائل لہ اسم فاعل از اطباء یعنی وہ جنون کہ رات دن میں کبھی کم نہ ہو ۱۲۰

نہیں ہوتا فتح القدر میں کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے قلت لکن فی البرازیۃ الولدۃ لیست بعیب الا انی توجب نقصانا وعلیہ الفتویٰ واعتمدہ فی النہر
 میں کہتا ہوں لیکن برازیہ میں ہے کہ ولادت عیب نہیں مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی قول پر نہر الفائق میں اعتماد کیا ہے
 ہم پہلا قول بھی مفتی بہ ہے تو یہاں قاضی اور مفتی مخیر ہیں اصل عیب فی بنات آدم لانی البہائم اور نہر الفائق میں ہے کہ حاملہ ہونا عورتوں میں عیب ہے
 نہ جانوروں میں والجمام والبرص والعمی والعمور والحومل والضم والخرس والقروح والامراض عیوب اور سی بھری اور سفید داغ اور اندھا اور کاننا
 اور بھینکا اور بہرا اور گونگا ہونا ہڈ زخم اور بیماریاں عیوب ہیں وکذا الادور و ہوا تفتاخ الاعمین والعینین والحصى عیب اور اسی طرح فتق یعنی وہ خونیو کا
 پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہے ہم بہتر یہ تھا کہ شارع یوں کہتا العتۃ والخصایان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحاوی
 واذا اشتری علی انہ خصی فوجده خللا فلا خیار جوہرۃ اور جب کہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہے پھر اس کو تندرست نہ پایا تو اس
 کو پھر دینے کا اختیار نہیں کذا فی الجوبہ اس واسطے کہ یہ عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا و البقر تنق الغم والذفر من الابط وکذا متن الالف برازیہ
 والزنا والتولد منہ کلما عیب فیہا لانیہ ولو امر و فی الاصح خلاصۃ اور بخیر یعنی گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ دہنی کذا فی البرازیہ
 اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہیں لونڈی میں نہ غلام میں اگرچہ غلام امر دسادہ رد ہو قول اصح میں کذا فی الخلاصہ امور مذکورہ لونڈی میں
 اس واسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے محل میں یعنی لونڈی کی خرید سے ہم بستی اور طلب ولد مقصود ہے اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہیں
 اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہ اشیا اس کے محل اور مانع نہیں خواہ غلام امر ہو یا غیر امر الا ان لفحیش الاولان فیہ بحیث یمنح القرب
 من المولیٰ مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام میں بشت ہوں اسی طرح ہر کہ میان کے پاس آنے کی مانع ہوں تو البتہ عیب ہیں غلام میں بھی او
 یکون الزنا عاۃ لہ بان یکر اکثر من مرتین یا یہ کہ زنا کاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اس طرح ہر کہ زنا اس سے مکرر ہوا ہو دوبار سے زیادہ
 تو عیب ہے غلام میں بھی واللواط بہا عیب مطلقا اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقا یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لے کر اس واسطے کہ
 مانع ہم بستی ہے کذا فی البحر وہ ان مجانا لاندہ دلیل الابنۃ وان باجلا قینۃ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اس واسطے کہ علت ابنہ کی
 دلیل ہے اھا اگر اجرت لے کر ہو تو نہیں کذا فی القنیۃ ہم ابنہ اس علت کا نام ہے جس میں ایسی چل ہو میرزین کہ بدولت منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب
 ہے یہاں تک کہ جانوروں میں بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ جس
 مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہیں شرعا اس واسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے و فیہا شری حمارا
 تعلوہ الحمار طایع فعیب والا لا اور قنیۃ میں ہے کہ خرید کیا گدھا جس پر گدھے چڑھتے ہیں اگر برضا مندی اس کی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ
 مرض کی دلیل اور نہیں تو عیب نہیں واما التخنث بلین صوت و تکسرتی فان کثر و ان قل البرازیہ اور زنا اور مہلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مشکاکر
 اگر کثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر یقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البرازیہ والکفر باقسامہ وکذا الرقص والاعتزال بحر بحثا عیب فیہما ولو
 المشتري ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رقص اور اعتزال کذا فی البحر بحثا لافعیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ مشتری کا فرضی ہو
 کذا فی السراج ہم عموی نے کہا کہ صاحب گمنے راضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضیٰ کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہیں وہ راضی جو شخص کو برکے اس واسطے
 کہ وہ کافر ہیں داخل ہے کذا فی الطحاوی و عدم الجیض لبنت سبعة عشر وعندہا خمسة عشر و یعرف بقولہا اذا انعم الیہ نکول البائع قبل القبض
 و بعدہ ہوا الصبیح متقی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض
 سترہ اور یستین وہ شخص جس کو عارضہ فتق ہو اور اس کا اسم اور بطن آتا ہے

معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے عیب کہ اس کے ساتھ یا لُحْ قِسم سے انکار کرنے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی
ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ اشهر عند الثانی اور مسموع نہ ہو گا دعویٰ عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک م اور محمد کے نزدیک
چار مہینے دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر میں دعویٰ مسموع نہ ہو گا لیکن عدم حیض جو ان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آئسہ میں
کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پُر عمل کرے والا ستحاضۃ والسطل
القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور قدیم کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی م بجر الرائق میں ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی
الطحاوی والدین الذی یطاب فی الحال لا الموجل بعقۃ فانه لیس بعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اس دین کا ہونا عیب ہے
جس کافی الحال مطالبہ ہونہ وہ دین جس کی مدت اس کی آزادی پر معین ہو اس واسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اس کو مسکین نے ذخیرے نقل کیا ہے
م دین مؤجل بعقۃ وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلاذن مولیٰ لکن عم الکمال وعللہ نقصان ولانہ و میراثہ لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین
کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہے م وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولیٰ اور عصبیات
پر مقدم ہیں کذا فی الطحاوی والشعر والماء فی العین وکذا اکل مرض فیہا فموجب معراج کسبل وحوض وکثرة دمع و ثولول بمثلثۃ کذا نبور شر صغیر
صلب مستدیر علی صورتی جمعہ ثانیل قاموس وقیدہ بالکثرة بعض شرح الہدایۃ اور پڑ بال اور نزول آب آنکھ میں اور اسی طرح ہر مرض آنکھ میں
عیب ہے کذا فی المعراج جیسا کہ سرخ جالا اور کویتنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکا اور مسائو دلول ثنائے مثلثہ بروزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی
گول باشکال مختلفہ جس کو اہل ہند مسالوتنے ہیں اور جمع اس کی ثانیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے مسے میں کثرت کی قید
لگائی ہے یعنی مسوں کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکلی عیب لو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہے اگر آگ سے بسبب بیماری
کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں و قطع الا صبع عیب والا صبعان عیبان والا صایع مع الکف عیب واحد اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب
اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والعشرہ مومن لعل بسیارہ فقط
الا ان لعل بالیمین ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے
جیسا کہ فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب وشرخ خمر جہر او قمار ان عد عیبہما
اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو جیسا کہ نزد اور شرطیخ کا قمار اور مانند اس کے کذا فی الطحاوی عن ابیہر وعدم
ختانہما لو کبیرین مولدین اور لونڈی اور غلام کا ختنہ نہ ہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں م بالغ کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر
کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اس کا عدم ختان عیب نہیں اور زانی خال
کے فتادی میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہ ہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی الطحاوی وعدم نہق حمار
وقلۃ اکل رداب ونکاح وکذب وطمیۃ وترك صلوۃ لکن فی التقیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور کم کھانا جانوروں
کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چھل خوردی اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب
رد بیع نہیں و فیہا لو ظہر ان الدار مشومۃ ینبغی ان یتیمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے
تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اس واسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے و فی المنظومۃ المحببۃ والخال عیب
لہ تفسیر مصدر کی ہے موصوف بالمصدر سے و رد ایسے شخص کو احسن کہتے ہیں ۱۶

لعل الذقن او الشفت لا الخد والعیوب کثیرۃ برأنا اللہ منها اور منظور عجیبہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہونہ کال پر اور اس کے
سوا عیب بہت ہیں حتیٰ تعالیٰ ہم کو ان سے بچا دے آئین حدیث عیب آخر عند المشتري بغیر فعل البائع فلو بہ بعد القبض رجوع بخصتہ من
الثمن ووجوب الارش واما قبل فداخذہ اور وہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدوں فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے
دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہو گا اور قبل قبض کے
تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس کو لے حصہ نقصان کو کم کر کے یا اس کو پھیر دے کل ثمن لے کر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہ ہو کذا فی الجلی
م جلی نے کہا قول بکل الثمن متعلق ہے بقولہ اور وہ سے فقط اور اس کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موم
یعنی قولہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری
کے پاس پیدا ہوا اس کی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا بیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سوا اگر بائع
کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اس کو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری
سے ہوا تو اس پر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے بیع کو لے سب ثمن
دے کر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے بیع کو ترک کرے اور اس پر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا بیع کے فعل سے
تو چاہے مشتری اس کو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان قدیم ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا بیع کے فعل
سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اس کو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص
لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم بہ جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر
حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جب کہ یہ معلوم ہوا تو در یافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے
چنانچہ قولہ عند المشتري اس پر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچ صورتوں میں جائز ہے
مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنیٰ کر لیا اس واسطے کہ بائع کی رضامندی سے اس میں پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل
اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الا اجنبی کذا فی الجلی ملخصا و لو برہن البائع علی حدوث
والمشتري علی قدره فالقول للبائع والبیعہ للمشتري اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اس کے قدیم ہونے پر تو بائع
کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں مگر الفائق میں قاضی خاں کی شرح سے مخرج ہے کہ در صورت عا قدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی
مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے انتہی تو بائع کا قول اس وقت معتبر ہے جب کہ مشتری کے
گواہ نہ ہوں اور شارح کی عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی کما لا یخفی ولا یرد جبرامالہ حمل و مؤنۃ الا فی بلد العقد بجا اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اس بیع کو جس کے
واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر میں عقد بیع واقع ہوا ہو اس میں پھیر دینا جائز ہے باوجود بار برداری کے بھی کذا فی البحر اس واسطے
ہے حاجت یا برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی التہر رجوع بنقصانہ الا فی ما استثنیٰ ومنہ ما لو اشتراہ تولیۃ او خاٹ لطفہ زیلعی او منی بہ
بائع جو ہرے یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لے مگر ان مسائل میں رجوع
میں جن کا استثناء ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے بزانیہ سے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے بیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اس کو
فعل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوزہ م رجوع نقصان کا یہ طریقہ ہے کہ اول بیع کی

قیمت بلا عیب کی جائے پھر عیب کے ساتھ کی جائے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونوں قیمتوں میں تفاوت دیکھا جائے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسواں حصہ پھیرے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اس کی سو درم ہو اور عیب نے دسواں حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسواں حصہ پھیرے یعنی ایک درم اور اگر ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیرے و علی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اس کے ثمن میں موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولید کی یہ ہے کہ اگر چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا اور اس میں ایک قدیم موجود تھا تو اس میں نہ رجوع جائز ہے نہ بدوں رضامندی یا بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضائے تولیت یہ ہے کہ برابر ہوا اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہے اور قبض میں باپ اس کا نائب ہے تو اگر باپ بیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ وہ عاقل ہو یا بیع کا تملیک کر کے کذا فی الطحاوی ولہ الرد برضی البائع اور اس کو پھیر دینا جائز ہے بائع کی رضامندی سے ہم یعنی اگر بائع کے پاس بیع میں عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہے چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیرے چاہے بیع پھیر دے بشرط رضائے بائع کے رضائے بائع اس واسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے میں ضرر ہے بائع کا اس واسطے کہ جب بیع اس کے ملک سے خارج ہوتی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متبعی ہوا مگر در صورت رضائے بائع مشتری مختار ہے پھیر دینے میں یا رکھ لینے میں بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبي الامان عیب الزیادۃ کان مشتری ثوبا فقط فاطلع علی عیب قدیم رجوع یہ اسے بنقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضائے بائع پھیر دینا جائز ہے مگر بسبب عیب کے جو مانع ہے رد کا بسبب زیادت مانع کے پھیرنا جائز نہیں چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اس کو قطع کیا پھر مشتری اس کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیرے اس حالت میں پھیر نہیں سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے ہم یہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور زنگ وغیرہ میں آوے گی فان قبلہ البائع کذلک لذلک لانه اسقط حقہ پھر اگر بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اس کو جائز ہے اس واسطے کہ اس نے اپنا حق ساقط کر دیا و لو ان مشتری بعیرا فخرہ فوجد معاہدہ فاسد الا یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اس کو حلال کیا اور اس کی انٹریوں کو سڑا گلا یا یا تو رجوع نقصان جائز نہیں بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اس میں فساد مالیت نہیں لہذا اس میں رجوع درست ہوا نہ اس میں کما لا یرجع لو باع مشتری الثوب کلہ او بعضہ او دبرہ بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا لا مخیطا کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہیں کر سکتا اگر مشتری نے سب یا بھٹوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے بیع کے کاٹ کر نہ سی کر چنانچہ اس کو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں بیان کیا فلو قطع مشتری و خا طہ او صبغہ یا ی صبغ کان عینی اولت السو لوق بسمن او خیر الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجوع بنقصانہ لا امتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الردوا حتی لو ترا ضیا علی الرد لا یقضي القاضي بہ در را بن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اس کو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی میں ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیرے لو اسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہو جانے بیع کے اور یہ امتناع رد لو اسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے رد کا کہ یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد بیع پر راضی ہو جاویں تو حاکم اس پر حکم نہ کرے کذا فی الدرر ابن کمال ہم زیادتی بیع میں امتناع رد اس واسطے ہوا کہ اصل بیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور بیع زیادتی فسخ کی کوئی وجہ نہیں تو ہر صورت فسخ ممتنع ہوا اشارہ کو مناسب تھا کیوں کہ حصول شہتہ الردوا اس واسطے کہ حرمت ردوا اس قدر اور جنس سے

۱۲۔ بسبب حاصل ہونے شہتہ ردوا کے

ہوتی ہے سو یہاں دونوں منقود ہیں کذا فی الطحاوی کما یرجع لو باعہ اے الممتنع ردہ فی ہذہ الصورۃ بعد رویتہ العیب قبل الرضی بہ صریحا
 اودالۃ پہنا چہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہے اگر بیع ممتنع ارد کو بیچا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اس کے ساتھ راضی ہونے
 کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضا مندی ثابت ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہ ہوگا رضا بطریق دلالت اس طرح ہے کہ بیع کو باطل
 یا کو ب میں استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہے بیع پر تو بیع کو امتناع میں کچھ تاثر نہیں تو مشتری بیع سے
 حاکم میں بیع کا نہ پھیرا ہذا رجوع نقصان میں اس کو اختیار ہوگا کذا فی الطحاوی اومات العبد المراد ہاک البیع عند مشتری او اعتمقہ اؤبرہ
 او استولہا و وقت قبل علمہ بعیبہ یا غلام مرگیا موت عید سے ہاک بیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ بیع آدمی ہو یا غیر اس کا یا غلام کو مشتری
 نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لاندی کو حرم بنایا یا بیع کو وقف کیا اس کے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان البیع طعما فا کلا کلا و بعضہ
 او اطعمہ عیدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی یخرق فان یرجع بالنقصان استحسانا عند ہما و علیہ الفتوی بجز و عنہما یرد بالقی و یرجع بنقصان ما کل
 و علیہ الفتوی اختیار و قہستانی یا بیع طعام تھا سو مشتری نے اس کو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کچھ اپنا یا یہاں تک
 کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان ٹمن پھیر لے گا صاحبین کے نزدیک بدیل استحسان اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہے
 کہ باقی کو پھیر دے اور جس قدر کھانا کھایا ہے اس کے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الاختیار و القہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدریج
 اور استیلا و اور وقت میں شرط ہے کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب میں بھی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہمارے
 معلوم ہوتا ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتویٰ فقط اکل طعام
 میں ہے اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتویٰ ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق میں استحسان کہا ہے اور
 اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زبیری میں یوں مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الملبی ولو کان فی دعائین فدر الباقی
 بحسبہ من الثمن اتفاقا ابن کمال وابن ملک و سببی و قلت فعلی مافی الاختیار و القہستانی تیزج القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتنوں میں ہو تو مشتری کو
 باقی طعام کا پھیر دینا اس کے حصہ کے موافق کم ٹمن کو کہے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا مصرح ابن کمال فی البیاع الاصلاح وابن ملک اور یہ
 مسئلہ اسی باب میں آئے گا میں کہتا ہوں بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس رابع ہو گیا سو خبردار ہو جاؤ قیاس یعنی رجوع نقصان یہی
 قول صاحبین کا ہے یہاں شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زبیری کے موافق ہو گیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی الملبی
 ولو احتج علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ طفلہ او امراتہ او مکاتبہ او صیغہ مجتبیٰ بعد اطلاعہ علی العیب کذا ذکرہ المصنف تبعاً للعینی فی الرمز
 لکن ذکر فی الجمع فی الجمع قبل الرویۃ و اقرہ شارح حتمی العینی فی فہم البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لایرجع بشیئ لا امتناع الرد لفعلاً اور اگر مشتری نے غلام کو بھونٹ
 مال کے آزاد کیا یا اس کو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبیٰ بعد مطلع ہونے
 مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن جمع میں جمیع مسائل میں
 قبل رویت کو ذکر کیا ہے اور اس کے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہے یہاں تک کہ عینی نے بھی شرح جمع میں تو کلام عینی میں بعدیت اولی
 ہونے کے مفید ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کر سکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اس کے فعل سے ہم عینی کے کلام میں
 تناقض ہے شرح کنز میں بعدیت مذکور ہے اور شرح جمع میں قبل رویت عینی نے کہا روایت جمع یہی حق ہے والا ان مسائل میں یعنی اعتاق بالمال سے
 انحرک اور مسائل سابقہ میں یعنی بیع اور موت اور اعتاق اور تدبیر میں کچھ فرق نہیں رہتا والا اصل ان کل موضع للبدلۃ اخذہ مصیبا لا یرجع باخسار

عن ملکہ والارجح اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جہاں کہیں بائع کو بیع کا باعیب لینا درست ہے تو وہاں مشتری ثمن بقدر نقصان پھیر لے نہیں سکتا بسبب اخراج بیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار بم بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب رد بیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور بسبب ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا بیع کا گم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اس طرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتناق اور تدبیر اور استیلا د تو رجوع بالنقصان ممتنع نہیں کذا فی الطحاوی وفيہ الفتوی علی قولہما فی الاکل و اقراءہ الفتہستانی اور اختیار میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اس کو فتہستانی نے م ذکر فتویٰ عنقریب مذکور ہو چکا تو مکرر ہو گیا شری نحو مین و بطحیح کجوز وقتاء فکسرہ فوجہ فاسد انتفع بہ ولو علف اللہ و اب فہ ان لم یتناول منہ شیئاً بعد علمہ لعیبہ نقصانہ خرید کی انڈے اور خر بوزے کے مانند کوئی چیز جیسے خر وٹ یا لکڑی کھیرا پھر اس کو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانوروں کا پارہ ہو سکے تو اس کو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے اگر اس میں سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہیں کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اس کے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہیں ولو علم بعید قبل کسرہ فہ ردہ اور اگر مشتری اس کا عیب جان گیا قبل اس کے توڑنے کے تو اس کو پھیر دینا جائز ہے وان لم یتفع بہ اصلاً فہ کل الثمن لبطان البیع اور اگر لائق انتفاع نہ ہو اس طرح پر کہ انڈا گندا ہو یا لکڑی کڑی ہو یا خر وٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہے بسبب باطل ہونے بیع کے اس واسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی النہر ولو کان اکثرہ فاسداً جاز بحصۃ عند ہما نہر اور اگر اکثر انڈوں اور خر بوزوں کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر ہم نہایت میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جس سے خر وٹ خالی نہ ہوتے ہوں عادت میں چنانچہ سو میں ایک اور دو تو ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ قنیہ میں مصرح ہے اور شخصی نے کہا کہ تین عفو ہیں یعنی سو میں کذا فی النہر الفائق و فی المجتبى لو کان ستم ذائباً فاکلہ ثم اقر بالثمن بوقوع فارة فیہ رجع بنقصان العیب عند ہما وہ لفتی اور مجتبى میں ہے کہ اگر گھی گھلا ہو اور اس کو مشتری نے کھایا پھر اس کے بائع نے اس میں پتہ ہے کہنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیرے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہم یعنی ظاہر گھی کی قیمت کی جگہ پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحاوی و باع ما اشتراہ فرد مشتری الثانی علیہ لعیب ردہ علی بالعمہ لو رد علیہ بقضائہ فسخ مالم یحدث بعیب آخر عنہ فانہ رجع بالنقصان مثلاً زید نے بیچا اس کو جس کو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے وہ چیز زید کو پھیر دی بسبب عیب کے تو زید اس کے بائع کو یعنی خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اس واسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیرے گا ہم مشتری ثانی کے رد بیع کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اس کے پاس پیدا ہوا اور اس نے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اس کے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہیں پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحاوی عن البحر و ہذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقاً فی غیر العقار کا رد بخیار رویۃ او شرط در رد اور یہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم ثانی کا شرط ہونا اس وقت ہے جب کہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو اگر مشتری ثانی نے بیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقاً خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہے غیر اراضی میں مانند رد بخیار الرویۃ اور بخیار الشرط کے کذا فی الدرر

م یعنی اگر مشتری ثانی نے خیار الرویۃ یا خیار الشرط میں ردیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا اس کے بائع پر مطلقاً جائز ہے خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشریح ہے رد مطلق میں اور ادا مانی کو اس واسطے استثنایا کیا کہ اس میں مشتری اول بائع پر رد نہیں کر سکتا بدوں حکم قاضی کذا فی الطحاوی و ہذا اذا باع قبل اطلاع علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بحر اور یہ یعنی جو از رد اس وقت ہے جب کہ مشتری اول نے اس کو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہیں کذا فی البحر اگرچہ حکم قاضی ہو اس واسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے رضامندی کی و ہذا فی غیر التقنین لعدم تعینہما فلا رد مطلقاً شرح مجمع اور یہ یعنی تفصیل مذکور ردیع میں باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر میں ہے بسبب نہ متعین ہونے نقدین کے بیع میں تو نقدین میں مطلقاً ردیع جائز ہے کذا فی شرح الجمع بحر الرافق میں ہے کہ بیع میں عین ہونے کی قید لگائی تا صرف سے استراذ ہو جاوے اس واسطے کہ اس میں ردیع منسوخ ہے بلافرق قضا و رضا اس واسطے کہ دینار متعین نہیں عقود میں تو جب کہ دینار درم سے مول لے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار میں عیب پایا اور اس کو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی الطحاوی و لورده برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلاً فی الاصح لان اقالہ اور اگر مشتری ثانی نے بیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اس کو بائع پر نہیں پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جس کا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح میں اس واسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنی بائع کے حق میں کذا فی النہرم اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب حادث نہ ہو سکتا ہو چنانچہ زائد انگلی تو اس کو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہے اس واسطے کہ بالیقین ثابت ہے کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنع ادعی علیاً موجباً لنسخ او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یحجر مشتری علی دفع الثمن للبائع بل یرہن مشتری لاثبات العیب او یحلف بالثمن علی نفیہ و یدفع الثمن ان لم یکن شہود مشتری نے دعویٰ کیا اس عیب کا جو موجب نسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہے بعد قبضہ کرنے بیع کے تو مشتری پر جبر نہ ہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اس کا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہ ہوں وان ادعی غلبۃ شہودہ دفع الثمن ان حلف بالثمن اور اگر مشتری نے اپنے گواہوں کی عدم حضوری کا دعویٰ کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو مگر مشتری اس کے بعد گواہ لاوے گا تو ثمن پھیر لیا جائے گا و لو قال احضرم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں گواہ ہوں کو حاضر کرتا ہوں تین دن تک تو قاضی اس کو مہلت دے و لو قال لا بینۃ لی فحلف ثمن اتی بہا قبلت خلافاً لما فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح و لزوم العیب بنکولہ اے البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نہ کھانے سے اس واسطے کہ انکار قسم محبت ہے سوائے حدود کے کذا فی المنع ادعی مشتری اباقا و نحوہ مما لشرط لردہ وجود العیب عندہ کبول و سرقۃ و جنون لم یحلف بالثمن اذا انکر قیامہ للحال حتی یرہن مشتری ان قد ابق عندہ فان یرہن حلف بالثمن عندہما بالثمن ما ابق و ما سرق و ما جن قط و فی البکیر بالثمن ما ابق مذبلغ مبلغ الرجال لا خلافاً صغیراً و کبراً مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعویٰ کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہے جس کے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس مشروط ہے چنانچہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لی جائے گی اس کے بائع سے جب وہ اس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہو تا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر بگواہی ثابت کرے گا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اس کے بائع سے یوں قسم لے گا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جو ان غلام میں یوں قسم کھائی کہ قسم خدا کی کہ وہ نہیں بھاگا جب سے کہ وہ جو ان مردوں کے برابر ہونچا بسبب مختلف ہونے گریختگی کے طفلی اور جوانی میں یعنی طفلی میں گریختگی عیب نہیں اور جوانی میں عیب ہے کما مر سابقاً اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اس سے سوال ہوگا

کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اس نے اس کا بھی اقرار کیا تو پھر دیا جائے گا مشتری کے التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہوں گے اس پر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اس نے گواہوں سے ثابت کیا تو پھر دیا جائے گا اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لی جائے گی کذا فی النہر و اعلم ان العیوب انواع خفی کا باق و علم حکم معلوم کر کہ عیب چند قسم ہیں ایک قسم کا عیب مخفی ہے جیسے بھاگنا اور اس کا حکم معلوم ہو چکا ہم یوں معلوم ہو چکا کہ کا ہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہے اور کا ہے شرط نہیں اور اس کو اختیار ہے قبول اور رد میں مگر جب کہ دوسرا عیب اس کے پاس پیدا ہوگا مقدم گر بیگی کے مانند وہ عیب ہے جو معلوم نہ ہو بدون تجربہ اور آزمائش کے جیسے سرقہ اور لول فی الفراش اور جنون کذا فی الطحاوی وظاہر کور و صم و اصبع زائدة او ناقصۃ فیکفی بالرد بلا یمن للیقین یہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہے جیسے یک چشمی اور گنگنا اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی ردیع کا حکم کرے بدوئی قسم لینے بائع کے سبب یقین ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس جب کہ بائع نے یہ دعویٰ نہ کیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تھا م اسی طرح اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے وقت یا اس نے ابراء عیب کا دعویٰ کیا سو اگر اس کا دعویٰ ثابت ہوا گواہوں سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہیں ہو سکتا والا مشتری سے قسم لی جائے گی پھر اس نے اگر قسم کھائی تو پھر ردے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد متنوع ہے کذا فی النہر وما لا یعرف الا لا طبار کتبہ فیکفی قول عدل ولا ثبات عند بائع قول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جس کو کوئی نہیں جانتا سوائے اطباء کے جیسے درجہ تکلفیت کرنا ہے ایک عادل طبیب کا قول اور اس عیب کے ثابت کرنے کے واسطے اس کے بائع کے پاس دو عادل طبیعوں کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اس کو دریافت کرے کذا فی النہر عن البائع وما لا یعرف الا النساء کرنق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع علیٰ اور چوتھی قسم وہ عیب ہے جس کو کوئی نہیں جانتا مگر عورتیں جیسے عورت کی شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لی جائے کذا فی العینی ہم عینی میں یوں مذکور ہے کہ قیام عیب فی الحال میں ایک ثقہ عورت کا قول کافی ہے پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہے تو ردیع نہیں ہوگا قول کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضروری ہے کذا فی الطحاوی قلت ولقی خامس ما لا ینظرہ الرجال والنساء نفی شرح قاضی خالی شری جاریۃ وادعیٰ انها غشی حلف البائع میں کہتا ہوں باقی رہی پانچویں قسم عیب کی جس کو نہ مرد دیکھیں نہ عورتیں سو قاضی خالی کی شرح میں ہے کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ غشی ہے تو اس میں بائع سے قسم لی جائے یعنی جب اس کو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت تو بخیر قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہیں استحقاق بعض المبیع فان کان استحقاق قبل القبض للکل خیر فی کل لتفرق الصفقة لبعض مبیع میں غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہو اسو اگر استحقاق قبل قبض کنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی میں مختار ہے چاہے باقی میں مبیع قائم رکھے چاہے پھیر دے بسبب تفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہیں جیسا بعضوں نے سمجھا ہے اس واسطے کہ بعض مستحق میں مبیع باطل ہے بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہے کذا فی الطحاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لان فی غیرہ لان تبعض القیمی عیب لا امثلی کا سمجھی اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے قیمی میں نہ غیر قیمی میں اس واسطے کہ تبعض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ آدے کام یعنی اگر استحقاق سے باقی میں عیب پیدا ہو جیسے گھریاز میں یا غلام تو مشتری باقی میں مختار ہے چاہے اس کے حصے کے موافق ٹخن دے کر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزیں ہوں جو بمنزلہ شئی واحد کے ہیں حکم میں پھر ایک چیز مستحق تنکی تو بھی اس کو باقی میں اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی میں جیسے مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہوں پھر ایک مستحق نکلے یا ناج کا ڈھیر ہو اور اس میں بعض مستحق غیر ہو تو اس کی تبعض میں ضرر نہیں تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اس میں اختیار پھیرنے کا نہیں کذا فی المنع وان شری شیئین فقبض احدہما دون الآخر حکم ما قبل قبضهما فلواستحق اولہما عیب احدہما غیر احدہما اگر دو چیزیں خریدیں سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اس کا حکم وہ ہے

۱۲ بہتر تھا کہ کہیں جگہ کیا دہنم اول و تخفیف موصدہ ہوتا جس کے معنی درو و جگر کے ہیں ۱۲

جو ماقبل قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک میں استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہے وہ ہوا سے خيار العيب بعد روية العيب علی التراخي علی المعتمد ومانی الحاوی غریب بحر او وہ یعنی خيار العيب بعد دیکھنے عيب کے تراخي پر ہے یعنی فی الفور نہیں بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی میں ہے سو غریب ہے یعنی قول ضیعت ہے کذا فی البحر حاوی میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد عيب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہے اب اس کو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی الحبلی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد و خاصم فله الرد مالم یوجد مبطلا کذلک الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عيب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا اچھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح و فی الخلاصة لو لم یجد البائع حتی ملک رجوع بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عيب کے بائع کو نہ پایا ہنگام بیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان من سے پھیرے واللبس والركوب والمداد و لادب یعنی رضی بالعيب الذی یداوہ فقط مالم یتقصر جزی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہے عيب کی اور بیع کی دوا کرنا اور بیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی المعینی رضامندی ہے فقط اسی عيب کی جس کی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے اس کو ناقص نہ کر دیا ہو کذا فی البرہندی ہم یعنی اگر بیع غلام ہے اور مشتری نے اس کے عيب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اس کے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں اور ایک بیماری کی اس نے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہ ہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا اور اس کی دوا سے ہاتھ اس کا شل ہو گیا یا آنکھ میں اس کی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عيب کے سبب سے اس کو پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ مشتری کے پاس اس میں دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحطاوی و کذا کل مفید رضی بعد العلم بالعيب یمنع الرد و الارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عيب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان من پھیر لینے کا مانع ہے ومنه العرض علی البیع الا الدراہم اذا وجدنا لوفافرضها علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر کیفہ ام لا او عرضہ علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے بیع کے بیچنے کے واسطے سوائے دراہم کے جب کہ ان کو کھوٹا پایا یا پھر ان کو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اس کے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سلنے کرنا بیع کا قیمت والوں کے آگے تاکہ اس کی قیمت بھڑائی جاوے رضامندی نہیں اور منجملہ دلائل رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عيب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے ذاول بار کا استخدا م کذا فی النہر و لو قال لا البائع اتبیع قال نعم بزم و لو قال لا لالان نعم عرض علی البیع ولا تقر لملک بزازیہ اور بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اس کو بیچتا ہے اس نے کہا ہاں تو بیع لازم ہوگئی اب خيار العيب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اس واسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنی یہ چیز میری مملوک نہیں اس واسطے کہ میں اس کو پھیر دوں گا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا یكون رضی الركوب للرد علی البائع او لشراء العلف لہا او للستق والجمال ان المشتري لا بد له منه اے الركوب لعجز او صعوبة رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کی واسطے یا جانور کے چارہ خریدنے کی واسطے یا اس کو پانی پلانے کی واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ہم یعنی مشتری نا توانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جاسکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونے کے نہیں بھڑتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے و ہل ہو قید لا خیرین او للثمن استظہر البرہندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعا للرد و البحر والشمی وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی خیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے

کی قید ہے یا مینوں کی قید بر جندی نے ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اول انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منع الغفار میں کہا لا بد لہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی اسول سے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے اموز ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول ثانی کتا تو بہتر تھا یعنی تاکہ خلاف قیادہ نہ ہوتا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور دوسرے میں تفصیل کذا فی الطحاوی ولو قال البائع رکبتہما لِحاجتک وقال المشتري لا بل دانا لقول للمشتري بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اس کے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر فی الفتح و جہدہا عبدی فی السفر فحملہا فہو عذر اور فتح القدر میں ہے کہ جانور میں عیب پایا حالت سفر میں پھر اس پر بوجہ لاد اتویہ عذر ہے یعنی بعد سفر کے اس کو پھیر سکتا ہے طحاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجہ لاد نے سے پھیر نہیں سکتا ہے اگرچہ اسباب کے راہ میں ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ پھیر سکتا ہے بقیاس اس کے چارہ لادنے کے انتہی تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدر کی ضعیف ہے **اختلاف بعد التقابلض فی عدد المبیع** اور احاد متعدد لیتوزع لثمن علی تقدیر الرد او فی عدد المقبوض قال لقول للمشتري لانه قابض والقول للتقابلض مطلقا قدرا او صفة او تعيينا تاکہ اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابلض بدلیں کے بیع کے عدد میں کہ ایک ہے یا چند عدد تاکہ قیمت منقسم ہو جاوے پھیرنے کی صورت میں یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ قابض ہے اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہے ہر طرح مقدار بیع میں یا اس کی صفت میں یا تعیین میں ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ دو غلام خریدے بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونوں غلاموں پر قبضہ کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیرده بخیار شرط اور وثیہ فقال البائع لیس ہوا مبیع فالقول للمشتري فی تعیینہ ولو جاء لیرده بخیار عیب فالقول للبائع كما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تاکہ بیع کو پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الردیہ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ بیع نہیں تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس کی تعیین میں اور اگر آیا تاکہ اس کو پھیرے بخیار العیب کے سبب تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونوں نے بیع کے طول اور عرض میں اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت میں داخل ہے تو اس میں مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہ الفائق اور شرح جموی میں ہے ظہیر یہ سے خلافا للشارح کذا فی الطحاوی مشتری عبدین اے شینین یتفق باحد ہما و حدہ صفقہ واحده خرید کیے دو غلام یعنی وہ دو چیزیں بصفقہ واحده خریدیں کہ ان میں سے فقط ایک چیز سے انتفاع تصور ہے ہم شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلاموں کا متن میں بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہے کہ دونوں کا ثمن جدا جدا مذکور نہیں کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہے وقبض احد ہما و جہدہا و بالاخر عیبا لم یحکم بہ الا بعد القبض اخذ ہما اور دہما اور دو چیزوں میں سے ایک پر قبضہ کیا اور اس میں یا دوسری چیز میں وہ عیب پایا جس کا مشتری کو علم نہ ہوا مگر قبضہ کرنے کے بعد تو دونوں کو لے یا دونوں کو پھیرے ہم یعنی فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں تفریق صفقہ سے قبل تمام ہونے کے اس واسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہیں ولو قبض ہما رد المبیع بجمہ سالما و حدہ و باز التفریق بعد التمام اور اگر دونوں چیزوں پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب دار چیز کو پھیر دے بیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے قبضہ کے اس واسطے کہ خیار العیب میں صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہے کذا فی الطحاوی عن البحر كما لو قبض کیلیا ووزنیا ووزن خف ونحوہ کزوجی ثور الف احد ہما و بالاخر بیعت لا یعمل بہ و نہ دو جہدہ بجمہ عیبا فان لہ رد کلہ او اخذہ بعیسہ لانہ کشی واحد و لو فی دعائین

علی الاظهر عنایت و ہوا لامح بران چنانچہ اگر قبضہ کیا کیل چیز پر جیسے گیموں اور جو یا وزنی چیز پر جیسے گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی بوڑی پر
 اور مانند اس کے جیسے بیلوں کی ایسی بوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا لگتا ہے کہ کام نہیں کرتا بدون اس کے اور بعض کیل یا وزنی میں یا
 ایک موزے یا ایک بیل میں عیب پایا تو مشتری کو جائز ہے کہ سب کو پھیر دے یا عیب دار کو بھی رکھے اس کے عیب کے ساتھ اس واسطے کہ اشیائے
 مذکورہ شئی واحد کے مانند ہیں اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنوں میں ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایت اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان مشتری بمارتہ
 فوطئہا او قبلہا او مسہا البشوة ثم وجد بها عيبا لم يردا مطلقا ولو ثوبا خلافا للشافعي واحمد ولنا انه استوفى ما لا وهو جزؤا فريد کی لونڈی
 اور اس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اس کو مساس کیا شہوت سے پھر اس میں عیب پایا تو اس کو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ وہ بارہ نہ ہو بخلاف امام شافعی
 اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ مشتری نے بسبب قربت کے اس کی منی نکالی اور منی اس کا جزو بدن ہے ہم یعنی اگر اب پھیر دے تو ایسا ہوگا کہ گویا
 اس نے بعض بیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحاوی عن الشربلہ اور ثقیل اور مساس میں اگرچہ خروج منی نہ ہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا
 لہذا حکم وطی میں ہے ولو الوطی نہ وجہا ان ثیباردا والی بکر الا بحر اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہے اگر وہ ثیبہ ہے تو اس کو پھیر دے اور اگر بارہ ہے
 تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجح بالنقصان لا متناع الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیرے بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے
 وفي المنظومة المحببة لو شرط بکارتها فبانت ثيبا فیردا بل یرجع بالرجعین درہما نقصان ہذا العیب وفي الحادی والمقتطع الثبوت لیست بعیب الا اذا
 شرط البکارة فیردا لعدم المشروط اور منظومہ مجیبہ میں لکھا کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اس کو پھیر دے بلکہ چالیس دم
 نقصان اس عیب کا پھیرے اور حادی اور ملتقط میں ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اس کو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب
 نہ ہونے مشروط کے ہم منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اس کا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہو نہ ماقبل کے موافق ہو جاوے اور حادی اور
 ملتقط کی روایت اس پر محمول ہے کہ اس کا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نہ رہا کذا فی الطحاوی الا
 اذا قبلها البائع لان الاتناع لمحق فاذا رضی زال الاتناع ولعود الرد بالعیب القديم بعد زوال العیب الحادث لعود المنوع بزوال المانع
 ودر فیرد البیع مع النقصان علی اراجح نہر مگر جب کہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اس واسطے کہ اتناع
 رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جب کہ وہ راضی ہو گیا تو اتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا چھ جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے
 عیب حادث کے بوجہ... عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو بیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح
 کے کذا فی النہم نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنی جب کہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اس قدر ثمن کو بھی پھیر دے
 کذا فی الطحاوی وظهر عیب بمشتری البائع الغائب واثبت عند القاضي فوضعه عند عدل فاذا ہلک ہلک من المشتري الا اذا قضی القاضی
 بالرد علی بائع لان القضاء علی الغائب بلا خصم یفقد علی الاظهر ودر ظاہر ہو عیب اس چیز میں جو خریدی ہوئی مٹی بائع غائب سے اور مشتری نے
 عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے بیع کو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہوگی تو مشتری کا مال ہلاک ہوگا نہ بائع کا
 مگر جبکہ قاضی اسے بائع کو پھیر دینے کا حکم دے تو بئح کا مال ہلاک ہوگا اس واسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور نافذ ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی النہم فاذ قضا علی الغائب میں دو روایتیں ہیں کتاب المفقود
 میں نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے اور کتاب الفضا میں عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی میں ہے کہ ظاہر کلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے
 کہ قاضی قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی مذہب مراد ہے جس کے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی مذہب قضا علی الغائب کیونکہ اپنی
 دائرہ قرار دے سکے حالانکہ اس کے واسطے کوئی رائے نہیں بوجہ رکھنے کے اپنے امام کے مذہب پر کذا فی الطحاوی ملخصا

قتل العبد المقبوض او قطع بسبب كان عند البائع كتمت اذ ردة او مرقه. رد المقتطوع او امسكه ورجع بنصف ثمنه مع وجب واخذ ثمنها اے ثمن المقتطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اس کا ہاتھ کاٹا گیا اس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس جیسے قتل یا از رو یا مرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اس کا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی الجمع م اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اس کا پھیر لینا قبول کرے تو پون ثمن پھیر لے کذا فی الطحاوی عن ابیہر ولو تذاولت الایدی فقطع عند الاخر او قتل بربح الباعۃ بعضهم علی بعض وان علموا بذلك لكونه کالاتحقاق لا کالعیب خلافا لهما اور اگر اس کی بیع چنداں دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ ان کو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین کے م یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اس کا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اس واسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہے کذا فی الطحاوی وصح الیسع بشرط البراءۃ من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءۃ عن الحقوق المجبولة لا یصح عنده ویصح عندنا لعدم انضائه الی المنازعة ویدخل فیہ الموجد والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یرده لعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے واسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجبولة سے ان کے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہے اس واسطے کہ عدم تعین برات میں منازعت کو نہیں پہنچاتا اور اس شرط میں داخل ہے وہ عیب موجود ہے قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بیع کو پھیر نہیں سکتا م برات عیب کی یہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ میں بری الذمہ ہوں ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اس کو پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ غرض اس شرط سے یہ ہے کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق در باب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہیں ہونا مگر عیب قدیم اور حادث کی برات سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہ ہو اور مشتری اس سے واقف ہو یا نہ ہو اس کی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو وخصہ محمد و مالک بالموجود کقولہ من کل عیب بہ اور محمد اور امام مالک نے برات کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہے نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یوں کہنا بائع کا کہ میں بری الذمہ ہوں اس کے ہر عیب سے عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہے تو اس میں عیب حادث بالاجماع داخل نہیں کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہو گا تو اس صورت میں مشتری پھیر سکتا ہے ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ میں بری الذمہ ہوں اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہے بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اس واسطے کہ ابراہیم مختلف اضافت کا نہیں تو یہ بشرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہے اس طرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اس میں نہ رہے کذا فی الحلبي ابراهۃ من کل داء فهو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمده الصنف تبعاً للاختیار والجوہرۃ لان المعروف فی العادۃ وما سواہ فی العرف مرض بائع نے ابراہیم ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہے اور بعضوں نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہے اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اس واسطے کہ لفظ داء عادت میں مرض باطنی میں مشہور ہے اور سوائے بیماری باطن کے عرف میں مرض مشہور ہے م نہ ہر شہور ہی ہے کہ داء مطلق مرض ہے اس واسطے کہ لغت میں ظاہر اور باطن دونوں کو داء کہتے ہیں لیکن عرف میں پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہیں چنانچہ تکلیف یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المنع ولو ابراہیم من کل غائۃ فی السرقة والا باق والزاہ اور اگر

بائع نے ابراکیا ہر غائد سے تو غائد سے مراد سرقہ اور گنجیگی اور زنا ہے ہم ہر چند لغت میں غائد بمعنی شر اور بدی ہے لیکن یہ تخصیص عرفی اس واسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہے مشتری عبد اقبال لمن ساء ایاہ اشتره فلا عیب یہ فلم تیفق بینہما البیع فوجد مشتری یہ بہ عیباً فله ردہ علی بالوعہ بشرطہ ولا یمتنع من الرد علیہ اقرارہ السابق بعلم العیب لانہ مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس میں کوئی عیب نہیں پھر دونوں میں بیع کا اتفاق نہ ہوا پھر مشتری نے اس غلام میں عیب پایا تو اس کو پھر دینے کا اختیار ہے اس کے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھر دینے کا مانع نہ ہوگا اس کا اگلا اقرار عدم عیب کا اس واسطے کہ وہ مجاز ہے ترویج سے ہم یعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کرے گا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہیں لہذا اس کا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولیٰ کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ مجبورہ عیب کا اقرار نہیں بلکہ شتم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ بین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحاوی ولو عینہ اے العیب فقال لا عورۃ اولاً شلل لا یردہ لاماطۃ العلم بہ الا ان یحدث مثلاً کلا اصبح بہ زائدۃ ثم وجدہ فله ردہ للیقین بکذبہ اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یوں کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہے کہ اس غلام میں عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہیں اور اس نے خرید نہ کیا اور پھر یہی عیب اس میں ظاہر ہوا تو مشتری اس کو پھر نہیں سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعاً جیسے بائع کا یوں کہنا کہ اس کی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اس میں پائی تو اس کو اس صورت میں پھر دینا جائز ہے باوجود نفی عیب مذکور بسبب یقین ہوجانے اس کے جھوٹ کے قال لاخر عبدی ہذا آتقی فاشترہ منی فاشتراہ وبع من آخر فوجدہ مشتری الثانی اقبال لایردہ بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یرہن انہ البق عنده لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کہ دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو اس کو مجھ سے خرید کر لے سو اس نے اس کو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اس کو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اس کو پھر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تا وقتیکہ گواہوں سے ثابت نہ کرے کہ وہ اس کے پاس سے بھاگا اس واسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصداق نہیں ہو سکتا کذا فی الطحاوی مشتری جاریتہ لہا لبن فارضعت صبیالہ ثم وجدہا عیبا کان لہ ان یردہا لانہ استخدام خرید کی شیردار لونڈی سو اس نے دودھ پلایا مشتری کے بچے کے کو پھر اس میں عیب پایا تو اس کو پھر دینے کا اختیار ہے اس واسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے ہم یعنی اور خدمت لے کر پھر دینا جائز ہے بخلاف الشاة المصراۃ فلا یردہا مع لبنہا او صاع من تمزبل یرجح بالنقصان علی المختار شروح مجمع وحررناہ فیما علقناہ علی المنار بخلاف اس بکری کے جو کم شیر تھی سو اس کے بائع نے تین باندھے یعنی دو چار روز دودھ نہ دیا لہذا ان میں دودھ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہے تو اس بکری کو نہ پھرے اس کے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان میں پھر لے بقول مختار کذا فی شروح الجمع اور ہم نے اس کی تحریر کی ہے منار کی شرح میں کہا لو اتخذہا فی غیر ذلک ففی المہسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس بضرر انہما لان الناس یتوسعون فیہ وہو لا اختیار فی البزازیۃ اصبح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان یلوع آخر و فی الصغری انہ مرۃ لیس رضی الا علی کرہ من القن بھر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلایا کہ سو کسی اور کام میں تو پھر دینا جائز ہے اور مبسوط میں ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار احتسان کے رضامندی نہیں اس واسطے کہ استخدام میں لوگوں کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہیں اور استخدام آزمائش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کلیہ یا نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جب کہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغریٰ میں ہے کہ ایک بار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کر کے خدمت لینا البتہ رضامندی کی

دلیل ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتري ليس براء بالبيع اصبح زائدة او نحوها
 مما لا يحدث مثله في تلك المدة ثم وجد به ذلك كان له الرد بلايين لما اشتري في كذا ما بيع في كذا انكلي يا ماندا اس کے وليسا عيب نہیں
 جو اتنی مدت میں پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جس کا وہ انکار کر چکا تو اس کو پھر دینے کا اختیار ہے بدوں قسم کے بدلے گذشتہ یعنی
 نفی عیب مذکور میں کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا
 بائع عیبا و قال للمشتري برئت اليك من كل عيب به الا الا باقى فوجه كذا قال الرد ولو قال الا الا باقى لا لانه في الاول لم يصف الا باقى للجد
 ولا وصفه فلم يكن اقراره باقى للحال وفي الثاني اضافه اليه فكان اخبارا بانه ابق فيكون راضيا به قبل الشراء خاتمة بيچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ میں
 بری الذمہ ہوا تیرے جانب اس کے ہر عیب سے سوائے گنجتگی کے پھر اس کو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اس کو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر
 اس نے کہا کہ میں اس کے ہر عیب سے بری الذمہ ہوں سوائے اس کے بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ پہلی صورت میں بائع نے
 گنجتگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں اور نہ اس کو موصوف بگنجتگی کیا تو اس کا قول غلام کی فی الحال گنجتگی کا اقرار نہ ہوا اور دوسری صورت میں
 گنجتگی کو اس کی طرف نسبت کیا تو اس نے خبر کر دی کہ وہ بھگوڑا ہے تو مشتری راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخاتمة اور بعد
 بالعيب رد مبيع میں اختیار نہیں و فیما لو برئ من كل حق له قبله دخل العيب لا الدرك اور خاتمة میں ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل
 اس کے برأت کی تو اس قول میں برأت عیب داخل ہوگی نہ درک ہم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اس میں عیب
 داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھر نہیں سکتا ہے اور اگر مبيع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان من مشتری ساقط نہ ہوگا یعنی اگر یہ قول کفيل بالدرك سے
 کہا ہوگا تو کفالت باطل نہ ہوگی شائد اس واسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق نہیں جو اس کی برأت سے ساقط ہوگا کذا فی الطحاوی مشتری لعبد
 اوامة قال اعترق البائع العبد او دبرا واستولد الامه او هو حر الاصل وانكر البائع حلف لعجز المشتري عن الاثبات غلام یا لونڈی کے
 خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حرامی ہے اور بائع نے اس کا انکار کیا تو بائع سے قسم لی جائے
 بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنی در صورت عدم شہادت قاضی قسم لے گا فان حلف قضی علی المشتري بما قال
 من العتق ونحوه لا قراره بذلك پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر حکم ہوگا بموجب اس کے قول کے یعنی عتق اور ماندا اس کے اس واسطے کہ مشتری
 اس کا اقرار کر چکا ہم یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلا اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہو جائے گی مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب نہ ملک دعوی
 مشتری کر سکتا ہے نہ من پھیر سکتا ہے رجوع بالعيب ان علم به لان المبطل بالرجوع ازالة عن ملكه الى غيره بالنشأ او اقراره ولم يوجب حتى لو قال
 باعه وهو ملك فلان و صدقه فلان واخذه لا يرجع بالنقصان لانه لا يثبت اقراره كانه و به او مشتری بقدر نقصان عيب بائع سے من پھیر لے
 اگر عیب کا ہونا اس غلام یا لونڈی میں معلوم ہو اس واسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا ازالہ ہے اپنی ملک سے غیر کو ملک کر کے انشاء تمليك سے
 یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنی رجوع نقصان اس صورت میں درست نہ ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کر دیا ہو یا مبيع وغیرہ سے
 یا اقرار ملک غیر سے سو یہاں کوئی بات حاصل نہیں تو اگر مشتری نے اس کا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلاں شخص کی ملک ہے اور فلاں شخص نے
 بھی اس کی تصدیق کی اور اس غلام کو لے لیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا بسبب ازالہ اس کی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے
 لے کر جہ میں بوجہ مترجم اسی طرح مذکور ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ قبلہ مبرقاف ہو یعنی مشتری نے اپنا حق جو بائع کی طرف نکلتے اس سے برأت کی اور مناسب مقام یہ ہے کہ قائل برئ
 بائع ہو اور منیر لہ کی مشتری کی طرف اور قبلہ بائع کی طرف - ۱۲

کویا مشتری نے اس کو ہبہ کر دیا و بعد المشتري الغنیمۃ محرزۃ بدارنا او غیر محرزۃ لو البیع من الامام او امینہ بحرقال المصنف فقید محرزۃ غیر لازم عیبا لایرد علیہ لان الامین لا ینتصب خصما عیب کو پایا غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہو گئی دارالاسلام میں آکر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اس کے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا غنیمت میں محفوظ ہونے کی قید لازم نہیں تو مشتری بعلت عیب امام او اس کے امین کو نہ پھیرے اس واسطے کہ امین صاحب خصوصیت نہیں ہو سکتا امین سے عام مراد ہے تا دلیل مدعا کے موافق ہو جاوے اس واسطے کہ خود امام بھی امانت داسے بیت المال کا کذا فی الطحاوی بل ینصب له الامام خصما فیرد علی منسوب الامام ولا یخلفه لان فائده المخلص النکول ولا یصح نکول و اقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اس کے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری بیع کو منسوب پر رد کرے اور نہ قسم لے منسوب سے اس واسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہے یعنی اس کا قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منسوب کا صحیح نہیں مگر تو اب رد متصور نہیں بدون گواہوں کے کذا فی المنع فاذا رد علیہ للعیب بعد ثبوتہ بیباع و یدفع الثمن الیہ و یرد النقص والفصل الی محلہ لان الغرم بالغرم بالعلم در پھر جب عیب والی چیز اس کو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بھی جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اس کے محل میں اس واسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر معنی امام اس کو بیع ڈالے اگر ثمن ثانی اول سے کم ہو تو اگر بیع بمجلہ چار غنس کے ہو تو اس میں ثمن پورا کر دے اور اگر غنس میں سے ہو تو اس میں سے دے اور اسی طرح اگر ثمن ثانی اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی وہیں رکھے جہاں کی بیع ہو کذا فی المنع و بعد المشتري بمشتریہ عیبا و اراد الرد بہ فاصطلمنا علی ان یدفع البائع الدرہم الی المشتري ولا یرد علیہ جاز و یجعل حطامن لثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں نے اس پر مصالحہ کیا کہ بائع چند درہم مشتری کو دے اور مشتری اس کو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاوے گا بحار الرائق میں کہا کہ یہاں تک ظاہر ہو گیا کہ خیابا لعیب باق ہے وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہو جانے سے بعد بیع اور قبض کے اور اشتراط برأت ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے و علی العکس و ہوان لیسطلی ان یدفع المشتري الدرہم الی البائع و یرد علیہ لایصح لان لا وجہ لغير الرشوة ظاہر ہو جائے اور بالعکس اس کے وہ یہ ہے کہ دونوں اس پر صلح کریں کہ مشتری چند درہم بائع کو دے کہ بیع پھیر دے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہیں سوائے رشوت کے تو جائز نہ ہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے سودا گروں کی اصطلاح میں اس کو احمقانہ کہتے ہیں سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو کچھ دے بشرط اس کی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں و فی الصغری ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم برئ او ظہر ان لا عیب فیہ فلیبائع ان یرجع مما دی ولو زال بمعالجۃ المشتري لا قینۃ اور صغری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعویٰ لیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب نازل ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اس میں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اس کو پھیر لے اور اگر عیب نازل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی القینۃ رخصی الوکیل بالعیب لنرم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی والا لیساوہ لایلزم الموکل راضی ہو گیا وکیل بیع کے عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر بیع اس عیب کے ساتھ ہو اس میں موجود ہے قیمت میں برابر ثمن مسمی کے اور اگر قیمت اس کی ثمن معین سے برابر نہ ہو تو موکل کو بیع لازم نہیں چاہے تو پھیر دے فروع مسائل ملحقہ شراح کے لایکل کتمان العیب فی بیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہیں چھپانا عیب کا بیع یا ثمن میں اس واسطے کہ غش یعنی تدلیس اور اختفاء عیب حرام ہے مگر دو صورتوں میں حرام نہیں الاولی الا سیر لو شری شیئا ثم دفع الثمن مغشوشا جاز ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہے

کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ام اشباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں اتنی اور اسی کے موافق قاضی خاں میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو ان کو کھوٹے اور مغشوش درم دیتے جائز ہیں اس واسطے کہ احرار کی خرید در حقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں اتنی تو معلوم ہوا کہ اسیر بیع ہے نہ مشتری غور کر لے

کذا فی الطحاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ بجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباہ جبایات بآء موحده نہ بنون چنانچہ بعض غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے نطلم مال لیا جاوے کذا فی الطحاوی و فیہار د المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق اسکل الاتی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا بیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر وہ صورت میں فسخ نہیں سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد بیع مشتری کے مملوک ہیں تو ان کو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحاوی عن البحر احادیثا لوالحال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم تبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر بیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا م صورت اس کی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا یقید ثمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرویۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اس کو باطل کرے گا انتہی

ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحاوی الثانیۃ لوباعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر مشتری وکان منقولاً لم یجز قبل قبضہ ولو کان منسجاً لم یجز و دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے بیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اس کے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور بیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی م غیر مشتری کی قید اس واسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ بیع اس کے پاس ہے اور منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے فی البرازۃ تشری عبد افمن لم یضمن لانه ضمان العمدۃ ومنمۃ الثانی لان ضمان العیوب وان ضمن السرقة او الحرۃ او الجنون او العمی فوجده کذلک ضمن الثمن اور برزازیہ میں ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اس کے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس نے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہیں اس واسطے کہ یہ ضمانت عمدہ کی ہے اور ضمانت عمدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اس کو ضامن کہا ہے اس واسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اس کو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہے فی الجواب عن الفتاوی تشری ثمرہ کرم ولا یکن قضا فضا لغلبۃ الزنا میر ان بعد القبض لم یرده وان قبلہ فان شقص المبیع بتناول الزنا میر فلا یفسخ لتفرق الصفقة علیہ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ خرید کیے پھل انگور کے اور ممکن نہیں ان کا توڑنا بھڑوں کی کثرت کے سبب سے اگر قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھل کم ہو گئے ہوں بھڑوں کے کھا جانے سے تو اس کو فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر لینے جس قدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نہ رہے بھڑوں کے کھا جانے سے۔

باب البیوع الفاسد

یہ باب بیع فاسد کے احکام میں بیع صحیح کو اس واسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی مصلحت ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہے بالغالب مندرج ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہوں اور بیع فاسد کو اس واسطے مؤخر کیا کہ مخالفت دین ہے اور فاسد مشتق ہے فساد سے جو مندرجہ صلاح ہے اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کی طرف راجع ہے اور اصطلاح شرع میں فاسد وہ ہے جس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اس کا جواز اور صحیح ہونا مراد نہیں اس واسطے کہ فاسد ہونا اس کی صحت کا مانع ہے کذا فی الطحاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہے تعدد اسباب کے سبب سے کذا فی النہر المراء بالفساد المنوع مجازاً عرفیاً فیعم ابطل والمکروہ وقذیہ کر فیہ بعض الصحیح تبعاً فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہو گئی اور گاہے اسباب میں بعض اقسام بیع صحیح کے بھی بالبیع مذکور ہوتی ہیں مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف فقہاء مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہیں جو تفرقہ کرتے ہیں فاسد اور باطل میں بخلاف اہل لغت کے کہ ان کے نزدیک فاسد اور باطل میں کچھ فرق نہیں کیونکہ لغت میں باطل بمعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقرہ میں بیع باطل وہ ہے جس کی اصل اور وصف دونوں مشروع نہ ہوں اور حکم باطل عدم ملک ہے قبضہ ہوا ہو یا نہ ہوا اور مکروہ سے تحریمی مراد ہے مکروہ لغت میں ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ میں مکروہ وہ ہے جس کی اصل اور وصف دونوں مشروع ہوں لیکن وہ منہی عنہ ہے بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحاوی وکل ما اورث خلائی رکن البیوع فهو مبطل وما اورث فی غیرہ ففسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن میں وہ مبطل بیع ہے اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور میں وہ فاسد ہے بیع کا م شرح بدیع میں ہے کہ رکن بیع یعنی رجاہ اور قبول اور محل بیع یعنی بیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہ ہو اس طرح پر کہ رجاہ اور قبول میں خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عا کے صبی غیر ممیز یا محنون یا بیع میں خلل پڑے بسبب اس کے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہے جس کا رکن محل خلل سے سالم ہو لیکن اس کے ضمن میں خلل واقع ہو اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ بیع مقدور التسليم نہ ہو یا اس میں ایسی شرط ہو جو مقتضائے عقد کے مخالف ہے تو اس طرح کی بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے اتنی تو بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ جو موثر خلل ہے رکن بیع اور اس کے محل میں وہ مبطل ہے تو فقہائے مفضلے کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہے رکن بیع اور بیع سے یعنی مال متقوم اس واسطے کہ بنا بیع انہیں دونوں چیزوں پر ہے اور اصل ثمنے اسی کا نام ہے جس پر اس سے کیا بنا ہوا اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت نہ ہو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہے عقد کی کیونکہ عقد کے تابع ہے اور چنانچہ شرط مخالف مقتضائے عقد ہے کذا فی الطحاوی لبطل بیع مالیس بمال المال مایمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع در فخر التراب ونحوہ باطل ہے بیع اس چیز موجود کی جو مال نہیں مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اس میں دینا بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اس کے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اس کے چنانچہ قاذورات خالصہ نکل گئے م موجود کی قید درہ کے موافق اس واسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جس کی آدمی آرزو رکھتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی و قاذورات سے مل کر پانس ہو جاوے تو اس کی بیع باطل نہیں چنانچہ مذکور ہو گا کالدم المسفوح خرج بیع کبد و طحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیبی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل ان کی خون ہے لیکن جاری نہیں والمیستہ سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفھا او بختق ونحوہ

کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ٹمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ام اشباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ٹمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں اتنی اور اسی کے موافق قاضی خاں میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو ان کو کھوٹے اور مغشوش درم دیتے جائز ہیں اس واسطے کہ احرار کی خرید در حقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں اتنی تو معلوم ہوا کہ اسیر بیع ہے نہ مشتری غور کر لے کذا فی الطحاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ امیر کو مشتری قرار دیا الثانیہ بجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباہ جبایات بآء موحدة نہ بنون چنانچہ بعض غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے ظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحاوی وفيہ رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق اسکل الا فی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا بیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر دو صورت میں فسخ نہیں ہو سکتا حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد بیع مشتری کے مملوک ہیں تو ان کو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحاوی عن البحر احیہما لو حال البائع بالٹمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم تبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ٹمن کا حوالہ کیا پھر بیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا م صورت اس کی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا یقیناً ٹمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ٹمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الریۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں استحضار اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اس کو باطل کرے گا انتہی ملخصاً اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحاوی الثانیہ لوباعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر مشتری وکان منقولاً لم یجز قبل قبضہ ولو کان منخلاً لم یجز ودری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے بیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اس کے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور بیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی م غیر مشتری کی قید اس واسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ بیع اس کے پاس ہے اور منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے و فی البرازیۃ شری عبد افطن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لان ضمان العمدۃ ومنہ الثانی لان ضمان العیوب وان ضمن السرقة او الحرۃ او الجنون او العمی فوجدہ کذلک ضمن الثمن اور برزازیہ میں ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اس کے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس نے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہیں اس واسطے کہ یہ ضمانت عمدہ کی ہے اور ضمانت عمدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اس کو ضامن کہا ہے اس واسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اس کو اسی طرح پایا تو وہ شخص ٹمن کا ضامن ہے و فی الجواب ہر الفتاوی شری ثمرہ کرم ولا یکن قاطعاً الغلبۃ الزنا میر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان تنقص المبیع بتناول الزنا میر فذلہ الفسخ لتفرق الصفقة علیہ اور جو اہر الفتاوی میں ہے کہ خرید کیے پھل انکور کے اور ممکن نہیں ان کا توڑنا بھڑوں کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھل کم ہو گئے ہوں بھڑوں کے کھا جانے سے تو اس کو فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نہ رہے بھڑوں کے کھا جانے سے۔

یا سولے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح و بیع امۃ تبیین انہ ذکر الضمیر لتذکیر الخیر عبید و عکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہے جس کا غلام ہونا ظاہر ہو اور بالعکس اس کے یعنی اس غلام کی بیع جس کا لونڈی ہونا ثابت ہو باطل ہے بخلاف جانوروں کے مصنف ضمیر تذکیر لایا بسبب تذکیر خبر کے والا اصل ان الذکر والا لثی من بنی آدم جنسان حکما فی بطل و فی سائر الحيوانات جنس واحد فیصح و یتخیر لغوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ زرا اور مادہ بنی آدم میں دو جنسیں ہیں باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات میں زرا اور مادہ ایک جنس ہیں تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب فیہ کے ہم آدمی میں زرا اور مادہ اس واسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے میں اغراض بکثرت متفاوت ہیں بخلاف بہائم کے کہ ان میں چند ان تفاوت اغراض نہیں تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی و متروک التسمیۃ عمدۃ اولون کا فریزانہ و کذا ما ضم الیہ لان حرمتہ بالنسب اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جس کے ذبح کے وقت نام خدا عمدۃ متروک ہو اگرچہ کافر کے ہاتھ اس کو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہے جو متروک التسمیۃ کے ملا کر بیچے اس واسطے کہ متروک التسمیۃ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے م متروک التسمیۃ عمدۃ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اگر ذابح اس کا مسلم ہو اس واسطے کہ نام خدا پر مسلم کے دل میں ہے تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیۃ عمدۃ مجتہد فیہ ہو تو چاہیے کہ اس کے ہاتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے کہ مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اس کا جواب دیا کہ متروک التسمیۃ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور مورد نص میں بساغ اجتہاد نہیں تو یہ اختلاف معتبر نہیں اور بحکم قاضی بھی نافذ نہیں و بیع الکرب و کری الا شہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بنار و فہر فیصح اذا لم یشرط ترکہا ولو الجبۃ اور کھیت جو نئے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہے اس واسطے کہ یہ موجود مال نہیں بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہے تو بیع اس کی صحیح ہے بشرط اس کے عدم ترک کے کذا فی الولو الجیم یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اس میں ہل چلایا اس میں پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ ہو گیا یا اس کی مدت منقض ہو گئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہیں کیونکہ یہ مال متقوم نہیں کذا فی الخطاوی و مافی حکمہ لے حکم مالیس بسال کام الولد و المکاتب و المدبر المطلق فان بیع ہؤلاء باطل اے بقاؤ فلم یملکوا بالقض ابتداء فصیح بیعہم من انفسہم و بیع قن ضم الیہم درر اور جو چیز کہ حکم مذکور میں ہے یعنی جو چیز کہ مال نہیں ہے چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو ان کی بیع باطل ہے یعنی باعتبار انجام کار باطل ہے تو اشخاص مذکورین مملوک نہیں ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہیں ان کی بیع باعتبار ابتداء کے تو ان کو بیچنا خود ان کی ذات سے صحیح ہے اور اس مملوک کی بیع صحیح ہے جو ان کے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر حرک کی بیع ابتداء اور بقاؤ دونوں طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہیں اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداء باطل نہیں کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہیں کیونکہ حقیقت حریت بالفعل ان میں موجود نہیں لیکن باعتبار انجام کار کے ان کی بھی بیع باطل ہے اس واسطے کہ استحقاق عتق ام ولد میں حدیث سے ثابت ہے کہ اس کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر میں فی الحال متحقق ہے کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہے تو اگر ان کی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جائیں کذا فی الخطاوی و قول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل موقوف ضعیف فی البحران المزج اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء بیع ام الولد و صح فی الفسخ نفاذہ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء آخر قضاء اور مدعی و نہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی ان کی بیع باطل لہ الکرب و الکرب آثارۃ الارض للزرع و کری الا شہار حضرت ۱۲

موقوف ہے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق میں کہ مزج ان شرائط رضائے مکاتب ہے قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضائے ام ولد کی بیع میں اور فتح القدیر میں نفاذ قضائے تصحیح ہے میں کہتا ہوں کہ قوی تر یہ ہے کہ قضائے بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے حکم اول کے جاری رکھنے میں یار د کرنے میں کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر مجہول ہے جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر مجہول ہے جب قاضی نے قاضی اول کو جاری کر دیا ہو بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروقؓ اس کی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضیٰ مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اس کے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہو گیا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول استروسی میں ہے کہ قضائے بیع ام ولد میں دو روایتیں ہیں اظہر الرواۃ تین یہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع میں یوں ہے کہ قضائے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہے والا باطل اور یہ وجہ الاقوال ہے کذا فی الطحاوی عن العینی و فی السراج ولد ہولاء کہم دیع مبعض کحرا و سراج میں ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد ان کے مانند ہے عدم جواز بیع میں اور عبد متق البعض حر کے مانند ہے بطلان بیع میں و بطل بیع مال غیر متقوم اے غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اس کو یاد رکھنا چاہیے ابن کمال نے کہا کہ تلویح میں مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احرار از غیر محرز چنانچہ شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہاں مراد ہے کذا فی الطحاوی کحمر و خنزیر و میتہ لم تمت حتف النہما بل بالحق و نحوہ فانہما مال عند ذمی کحمر و خنزیر مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سوراوہ مردہ جانور جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے اور مانند اس کے چنانچہ مارنے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیوں کے نزدیک جیسے شراب اور سورہ و ہذا ان بیعت بالثمن اے بالذین کدر اہم و ذانیہ وکیل و موزون بطل فی السجل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر و فسد فی العین فیملکہ بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یہ یعنی شراب اور سورہ اور مدار اگر ان کی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے تو بیع اوہم اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہیں ہوتے اور اگر ان کی بیع ہوئی بعوض عین یعنی متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہو گا قبضہ کرنے سے اس کی قیمت دے کر کذا صرح ابن کمال و بطل بیع قن الی حر و ذکیۃ ضمت الی میتہ مات حتف النہما قیدہ لتکون کالحر وان سہی ثمن کل اے فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہے بیع اس مملوک کی جو تلایا گیا آزاد سے اور اس ذبحہ کی بیع باطل ہے جو تلایا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن سہمی ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں مسلم اور ذمی دونوں کے نزدیک و مبنی الخلاف ان الصفقة لا تعد بحد و تفصیل الثمن بل لا بد من تکرار لفظ العقد عندہ خلافا لہما ظاہر النہایت یفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بنائے خلاف یہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہیں ہوتا بحد و تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد میں مکرر رکھنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ میں کافی ہے اور نہایت کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد ضمیم حرا و بیع ذبیحہ ضمیمہ فاسد ہے بخلاف بیع قن ضمیمہ الی مدبر و نحوہ او قن غیرہ و ملک ضمیمہ الی وقف غیر المسجد العام فانہ کالحر بخلاف العام بالمعجمۃ الخراب فکمد برائشہ من قاعدۃ لادار الخ الحرام و الحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو تلایا گیا مدبر اور اس کے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مل مملوک

۱۲ بعض نسخ میں معتق البعض اس لفظ کی جگہ ہے اور مرد اس سے یہ ہے کہ جس غلام کا کوئی حصہ ادھایا تھائی وغیرہ آزاد ہو گیا ہو۔ ۱۲

کی تو ملا گیا وقت کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اس واسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ مل کر بیع تو اس کی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف دیوان مسجد کے کہ اس کے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ یہ تصریح اشیاء میں ہے بخلاف اس قاعے کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہوں تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکوم ما یہ فی الاصح خلافاً لافقی بہ الملا ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح میں برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے ہم مفتی مرحوم کا یہ فتویٰ ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اس کے ساتھ ملک کی بیع فاسد ہے نہ الفائق میں اس قول کو رد کیا ہے اور اطلاق وقف کی تصریح کی ہے فیصح بکفہ فی القن وعبہ والملک لانہا مال فی الجملة تو صحیح ہے بیع بقدر اس کے حصے کے غلام میں مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام میں غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک میں وقف کے ساتھ اس واسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملة مال ہیں ولو باع قریہ ولم یستن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اولہ اگر ایک گاؤں بیچا اور دہان کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثناء نہ کر لیا تو بیع صحیح نہیں کذا فی العینی م بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اس میں کے مساجد اور مقابر کو استثناء نہ کر لیا تو قول اصح یہ ہے کہ ملک میں بیع صحیح ہے اس واسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنیٰ ہیں طحاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولیٰ ہے اس واسطے کہ جو عرف میں معلوم ہے وہ مشروط کے برابر ہے کما یبطل بیع صبی لا یعقل و مجنون شیدا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو غیر عاقل کی قید اس واسطے لگانی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرعاً منع ہے اور اس کے ولی کی اہانت پر موقوف ہے ولو ل درجہ آدمی لم یغلب علیہ تراب قلو مغلوباً بہ باز کسقرین وبعروا کتفی فی البحر مجرد خلطہ تراب اور باطل ہے آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جس پر مٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوہ اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق میں اکتفا کیا ہے مجرد اس کے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونے کے ہم طحاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہیں اور خالص مٹی مال نہیں پھر دونوں کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہو گئی اس کا جواب یہ ہے کہ جو از بیع کا مدار حلت ارتفاع پر ہے اور خلطہ سے ارتفاع جائز ہے نہ بدول خلطہ کے وشعر الانسان لکرامۃ الادی ولوکافر ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اس کو سور کے بال کی بحث میں مذکور کیا ہے و بیع مالیس فی ملکہ بطلان بیع احدوم وملا خط العدم اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک میں نہیں ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جس میں نیستی کا خطرہ لگا ہے ہم معقود علیہ کی شرط ہے کہ مال موجود مقوم ملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اس کے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اس کے پاس نہیں تو وہ نہ اس کی ملک ہے نہ مقدور التسلیم ہے اور جس میں نیستی کا خطرہ لگا ہے اس کی بیع بھی جائز نہیں چنانچہ حمل اور حقن کا دودھ اور شر اور زرع قبل از ظہور اور بیج زربونہ کے اندر اور گشمل کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی النسخ لا بطریق السلم مانع صحیح لاند علیہ الصلوۃ والسلام من بیع مالیس عند الانسان وخص فی السلم اور جو چیز آدمی کے پاس نہیں اس کی بیع بطریق سلم باطل نہیں بلکہ وہ صحیح ہے اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اس کی بیع سے جو انسان کے پاس نہیں اور خصت دی سلم میں ہم اصحاب سنن نے حکیم بن تزام سے روایت کی کہ میں نے کہا یا رسول اللہ بعض شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہوتی سو کیا میں اس سے بیع کیا کروں پھر اس کو بازار سے خرید کر دیا کروں فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنی نہ بیچ اس کو جو تیرے پاس نہیں ہے کذا فی التیسر و بطل بیع من فی الثمن فیہ لانعدام الرکن وهو المال اور باطل ہے وہ بیع جس میں نفی ثمن کی تصریح ہے بسبب نہ ہونے رکن کے یعنی مال اگر سکوت ثمن سے تو بیع فاسد منع ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا والبیع الباطل حکم عدم ملک المشتري ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو بطلک البیوع عندہ

لأنه أمانة وصح في القينة ضمانه قيل وعليه الفتوى اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہے یعنی مشتری بیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہیں ہوتا تو
 تو مشتری پر تاوان نہیں اگر بیع اس کے پاس ہلاک ہو اس واسطے کہ وہ امانت ہے اور قینہ میں تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضوں نے کہا اسی قول
 پر فتویٰ ہے ہم حموی میں ہے کہ سرخی کے نزدیک ضمان مختار ہے اور قینہ میں وجہ صحت یہ مذکور ہے کہ مشتری نے اس کو اپنی ذات کے واسطے قبضہ
 کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین میں قاضی خاں سے منقول ہے کہ ضمان دینا صحیح ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ دونوں قول صحیح ہیں کذا فی
 الطحاوی وفيها بيع المحرمي اياه او ابنه قيل باطل وقيل فاسد وفي وصايا بايع الوصي مال اليتيم لغبن فاحتش باطل وقيل فاسد ورجع اور قینہ میں
 ہے کہ بیچنا حرمی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضوں کے نزدیک باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور قینہ کی وصایا میں ہے کہ بیچنا وصی کا
 یتیم کے مال کو بہ نقصان صریح باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور اس کی ترجیح ہے بعضوں کے نزدیک م فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ در صورت
 باطل ہونے کے بعد قبض بیع مملوک نہیں اور فاسد میں مملوک ہے وفي التنف بيع المضطر وشرائه فاسد اور نفق میں ہے کہ مضطر کا بیچنا اور
 خرید کرنا فاسد ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس کی طرف با مضطر حاجت مند ہے اور بائع اشیائے مذکورہ کو نہیں
 بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کر کے اور اسی طرح مضطر سے خرید کرنا نہایت ثمن کو کم کر کے کذا فی المنع ابو داؤد میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ
 نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بيع المضطر لعني حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التیسیر وفسد بیع ماسکت لے وقع
 السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جس میں سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا میں نے
 خرید کیا اور دونوں نے ثمن کو ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن تصریح ہوگی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیعہ بقیمت جیسے بیع بیع
 کی بقدر اس کی قیمت کے فاسد ہے ہم یعنی بلا تعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہے وفسد بیع عرض ہو المتاع القیمی ابن کمال بخمر و عکسہ
 فینعتقد فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب میں نہ شراب
 میں بہر صورت چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض عبارت ہے متاع قیمت والی سے کذا صرح ابن کمال نور دہیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہیں وفسد بیعہ
 اے العرض یا م الولد والمکاتب والمذکور لو تقابلض ملک مشتری للعرض لما رانهم مال فی الجملة اور فاسد ہے بیع متاع قیمتی
 کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہاں تک کہ اگر متعاقدین تقابلض بدلیں کریں گے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اس واسطے کہ مذکور
 ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملة مال ہیں بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملك صدر الشریعہ
 اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ میں نہ آئے شکار کرنے سے بشرطیکہ اس کی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم اور دنانیر یا مکیل اور موزون
 سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا کہ جو مچھلی شکار نہیں ہوئی تو سزاوار یہ ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم
 اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اس واسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہے اس لیے کہ تقوم ارازی سے ہوتا ہے اور ارازی یہاں محال نہیں
 اوصید ثم القی فی مکان لا یؤخذ منه الا بحیلة للعجز عن التسليم یا مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالی گئی ایسے مکان میں یعنی حوض وغیرہ میں کہ اس میں
 سے گرفتار نہیں ہوتی مگر جال کے جیلے سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان اخذ بدو نہا صح ولہ خیار الریویۃ اور اگر مچھلی پکڑ
 لے جائے بدو جیلہ جال کے تو بیع اس کی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الریویۃ ہے الا اذا دخل بنفسه ولم یسدمد خله فلو سده ملک مگر جب کہ مچھلی
 خود حوض میں گھس گئی اور اس نے اس کا مدخل بند نہ کر دیا تو اس کی بیع صحیح نہیں بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اس نے اس کا مدخل بند
 کر دیا تو اس کا مالک ہوگا اس واسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور موجب ہے ملک کا جیسے جال میں پڑنا موجب ملک ہے بحوالہ ائق میں ہے

کہ جب مچھلی حوض میں گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اس کا مالک ہو گیا اور بیع اس کی بموجب تفصیل مذکور کے ہے یعنی در صورت تسلیم صحیح ہے والا غیر صحیح اور بعضوں نے کہا کہ مطلقاً بیع صحیح نہیں ہوا سہل عدم اتراز کے اور خلاف اس صورت میں ہے جب کہ انسان نے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحاوی ولم تجز اجارۃ برکت لیعاد منها السمک بحر اور جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اس میں سے مچھلیوں کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر و بیع طیر فی السواء لا یرجع بعد ارسال من ید و اما قبل صیدہ فباطل اصلاً بعدم الملك اور فاسد ہے بیع ان پٹریوں کی ہوا میں جو پٹ نہیں آئیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور ان کا بیچنا قبل ان کے شکار کرنے کے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے م یعنی اگر پٹریا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اڑتی پھرتی ہیں اور اس کی پٹ آنے کی عادت نہیں تو اس کی بیع فاسد ہے اگر ہنوز اس کو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہے اگر درایم یا دانیہ سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے مانند کذا فی الحبلی وان کان یطیر و یرجع کا لحم صحیح وقیل لا ورجح فی النہر اور اگر پٹ یا ایسی ہو کہ اڑ جاتی ہو اور پھر آتی ہو پٹ کر چنا پنچہ پالو کیونتر تو اس کی بیع اڑنے کی حالت میں صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق میں ہم و بر صحت یہ ہے کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہے اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنا پنچہ تجویز ہلاک بیع قبل قبض مانع نہیں پھر در صورت عروض ہلاکی بیع منغ ہوتی ہے اسی طرح یہاں در صورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع منغ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق میں کہا اس میں نظر ہے اس واسطے کہ شریعت بیع سے قدرت ہے تسلیم پر بعد بیع کے ولذا بندہ گریختہ کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہتا ہے کہ جواز بیع در صورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہیں اس واسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تو مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعویٰ بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع منغ ہو جاوے گی بخلاف بندہ گریختہ کے کہ عادت میں اس کا عود کرنا معتاد نہیں کذا فی الطحاوی صی الحموی و بیع الحمل لے الجنین و جزم فی البحر بطلان کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنی پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق میں اس کے باطل ہونے کا یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند مصنف نے باتباع صاحب در بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی میں اس کو باطل کہا ہے اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اس کی خبر بد سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہے تا وضع رواہ احمد و الترمذی وابن ماجہ اور اس واسطے کہ مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحاوی و امۃ الاحملہا الفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ و وصیتہ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سوائے اس کے حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبۃ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبۃ یا وصیت کرنا بدوں حمل کے صحیح ہے ولبن فی ضرع و جزم البرہندی بطلان اور فاسد ہے دودھ کی بیع حقن کے اندر اور برہندی نے اس کے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فساد بیع کے چند وجوہ ہیں معلوم نہیں کہ حقن میں دودھ ہے یا یہ ۱۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت میں غالباً نزاع واقع ہوگا ۳ جائز ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اس طرح پر کہ تخلیس اس کی متصور نہیں ۴ امام شافعی نے ابن عباس سے اس کی سختی روایت کی اور صوف علی ظہر غنم کی کذا فی الطحاوی ولو لوفی صدق للغير اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ نیستی کے یعنی اس کا وجود اور مقدار معلوم نہیں و صوف علی ظہر غنم و جوزہ الثانی و مالک اور فاسد ہے بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اس کو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہے تو بیع غیر بیع سے مختلط ہوگی کذا فی النہر و فی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحاً اور سراج میں ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو یہ بیع منقلب ہو کر صحیح نہ ہو جاوے گی و کذا کل ما اتصاف خلقی بجلد حیوان و لوی ثمر و بند بطن لما مرانہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال پیدا نشتی ہو جیسے کھال جانور

کی اور گھٹلی کھجور کی اور بیج خرپوزے کا کہ اس کی بیع فاسد ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیاے مذکورہ عرف میں معدوم ہیں و انما صحواً بیع الکرات و شجر الصفصاف و اوراق التوت باغصا نہما للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتوں کی بیع کو شاخوں کے ساتھ فقہائے صحیح کہا ہے فقط رواج کے سبب سے یہ جواب ہے اس سوال کا جو فقیہوں کے اس قول وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی اس واسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہے صوفی نے اپنی شرح میں کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس تعلیل یعنی تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہیں ہوتی لیکن قینہ میں ہے کہ توت کی بیع اس وقت صحیح ہے جب کہ موضع قطع معلوم ہو صراحتاً یا عرفاً کذا فی الطحاوی و فی القینۃ باع اوراق توت لم تقطع قبل البتہ مجاز و لبنتین لالانہ لیشبہ موضع قطع عرفاً اور قینہ میں ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہے اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اس واسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہو گا تو نزاع متصور ہے و ہذرع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحاً ابن کمال اور فاسد ہے بیع اس شہتیر اور کڑی معین کی جو چھت میں منصوب ہے اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صرح ابن کمال م معین شہتیر اور کڑی کی بیع اس واسطے ناجائز ہوئی کہ اس کی تسلیم میں لزوم ضرر ہے بائع کے واسطے اور غیر معین دو علتیں ہیں ایک لزوم ضرر دوسری جہالت بیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی و ذراع من ثوب یضربہ التبعیض فلو قطع وسلم قبل فسخ المشتري عاد صحیحاً ولولم یضربہ القطع لکرباس جائز لا انتفاء المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جس کو پھاڑنا ضرر کرتا ہے جیسے عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چھت سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر صحیح ہو جائے گی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہ ہو جیسے ایک گز کا پھاڑنا تھکان سے تو بیع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کم مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھکان میں ضرر مذکور محال نہیں لہذا اس کی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اس واسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اس کے موجود ہونے کے طحاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کتا فلو قطع اور قطع تا شہتیر کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اس کا ترجمہ زیادہ کر دیا و ضربۃ القائف و لون الصائد اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایک بار جال لگانے اور کھینچنے کی قائف و لون عبارت ہے شکار کرنے والے سے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ شکاری کے کہ میں نے تیرے ہاتھ اس کو بیچا ہو ایک بار کے جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے تو یہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اس کے احتمال ہے کہ شکار جال میں آئے یا نہ آئے کذا فی المنع و القائف بغین معجمہ الغواص اور فاسد ہے بیع غواص کے ایک بار غوطہ لگانے کی غائف بغین معجمہ و صاد مملہ غوطہ مارنے والا ہم صورت اس کی یہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ میں ایک بار غوطہ مارتا ہوں تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی و البیوع فیہما باطل للخرید بحر و النہر و الکمال و ابن کمال قال المصنف وقد نظم ملاحظہ فی ملک الفاسد فبیعتہ فی المختصر و یجب ان یراد بہ الباطل لانہ مما لیس فی ملکہ کما مر اور بال لگانے اور غوطہ مارنے میں بیع باطل ہے غرض کے سبب سے کذا فی البحر و النہر و الفتح والا یشاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ملاحظہ کرنے در غرض میں اس بیع کو فاسد کی لڑی میں پر و یا سو میں بھی ان کا پیر و ہو گیا اس مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اس واسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہے جو بائع کی ملک میں نہیں چنا پچھا گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی

ملک میں نہیں اس کی بیع باطل ہے سوائے سلم کے والمزانبہ ہی بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیدہ تقدیراً بشرط جمع ومثل الغنم بالزبيب غنایہ للنہی ولشبهۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطباً جازلاً لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزانبہ وہ بیع ہے ترکھور پکی کی جو لگی ہے درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اس کے پیمانے کے گمان اور انکل سے کذا فی شروح الجمع اور مانند اس کے انگور کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے کذا فی الغنایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شایع کے اور بیاج کے شبہ سے بسبب احتمال کی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کھجور نہ ہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس یعنی اختلاف جنس میں شبہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتب میں تفسیر مزانبہ یوں مذکور ہے کہ ہی بیع الشمر بالثلثۃ علی راس النخل بتمر ہائے المثناء لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اس واسطے کہ ثمر ثناء مثلثۃ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونوں کو شامل ہے حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن و تخمین جائز ہے اختلاف جنس کے سبب لہذا تفسیر مزانبہ یہی بہتر ہے جو شارح نے کی والملا مسۃ للسلعة اور فاسد ہے بیع الملا مسۃ یعنی بیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا ہم مغرب میں ہے کہ بیع الملا مسۃ اور بیع اللہماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب کہ تو نے میرا کپڑا چھوایا میں نے تیرا کپڑا چھو تو بیع واجب ہو گئی اور منتفی میں امام سے ہے کہ بیع الملا مسۃ یہ ہے کہ کہے میں تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہوں اتنے کو ہو جب کہ میں تجھ کو چھوؤں اور ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اس طرح کہے کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں کہا ملا مسۃ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلاتال چھوے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جائے بلاخیار الرویۃ اور یہ اس طرح پر کہ مثلاً اندھیرا ہو یا کپڑا الپٹا ہو والمنا بذقائے نبذہ المشتري اور فاسد ہے بیع المنا بذقائے یعنی بیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے ہم منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلاتال و بلاخیار فرغ والقاء الحجر علیہما اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع پر ہم القاء حجر کی یہ صورت ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہاں چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اس پر بیع واقع ہو بلاتال و بلا روت و بلاخیار کے اس کے بعد وہی مس بیوع الجاہلیۃ فہی عنہا کلمۃ عینی لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحدودہ یعنی ملا مسۃ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ لفرکی بیوع میں سے ہے اور شرع میں ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہیں اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البہرہ ان بیوع میں وجود قمار ہے بواسطہ معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یوں کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جس کو تو ہاتھ لگائے تو میں نے تیرا ہاتھ اس کو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہ ہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہیں باطل نہیں بواسطہ عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اس واسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہے ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحاوی صحیحین میں ابو سعید خدی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملا مسۃ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع العزرا و بیع الحماۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین میں جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزانبہ اور محافلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محافلہ یہ کہ گیسوں کو اس کی بالیوں میں پیچے بعض گیسوں کے برابر پیمانے میں ظن و تخمین سے کذا فی التہذیب و بیع ثوب من ثوبین او عہد من جہین لجمالۃ البیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے یا ایک غلام کی بیع دو غلاموں میں سے بسبب جہالت بیع کے یعنی معلوم نہیں کہ دو کپڑوں میں سے کون کپڑا یا دو غلاموں میں سے کون غلام بیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہیں جانتا کہ کس کو تسلیم کہے اور مشتری نہیں جانتا کہ کس پر قبضہ کرے بجز ارائی میں قیمت والی چیز کی اس واسطے قید لگائی کہ بیع مہم کی مثل میں جائز ہے فلو قبضہا و ہلک ما ضمن نصف قیمتہ کل اذا الفاسد معتبر بالصصح پھر اگر مشتری نے دونوں کپڑوں یا غلاموں پر قبضہ کیا

اور دونوں ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اس واسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے ہم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اس واسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمت ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت ہے اور ایک اولی نہیں دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونوں میں ضائع ہو گئی کذا فی المنع اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑوں پر قبضہ کیا اس شرط سے کہ ایک میں مشتری مختار ہے پھر دونوں ضائع ہو گئے تو ہر ایک کے نصف نصف ثمن کا تاوان اس پر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد میں جیسے ثمن بیع صحیح میں کذا فی البحر و لومرتبہ فی قیمت الاول لتعذر ردہ اور اگر دونوں کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اس کا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی در صورت تعذر رد مالک اس کا مضمون ہونا متعین ہو گیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن و ہذا اذالم بشرط خيار التعین فلو شرط انذایما شاء جاز لما سراً و تعیین مضمون میں ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہ اس نے دعویٰ کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اس کی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے اس وقت ہے جب کہ مشتری نے خيار التعین کو شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دہ میں سے جس کو چاہے تو بیع جائز ہے بخلاف التعین میں مذکور ہو چکا و المراعی اے الکلاء و اجارہ تہا انا بطلان بیعہا فلعدم الملك لحدیث اناس شرکاء فی ثلث فی الماء و الکلاء و النار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اس کا بطلان اس کی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں ہم ابو داؤد میں حدیث مذکور بایں لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء و الکلاء و النار بحر الرائق میں ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئیں اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور جانوروں کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک اس میں برابر ہیں اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انکار الینابذوں اذن مالک جائز نہیں اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنوں میں رکھ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اس واسطے کہ در صورت برتن میں بھر رکھنے اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے ان کا مالک ہو گیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جب کہ گھاس خود رو ہو اور اگر ایک شخص نے پانی سینچ کر گھاس جمائی ہو تو اس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہاء کا خلافاً للقدوری کذا فی الطحاوی تبصر و اما بطلان اجارہ تہا فلا نہا علی استهلاك عین ابن کمال اور گھاس کجاے کا بطلان اس واسطے ہے کہ یہ اجارہ شے مباح نے استهلاك پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ غنی مملوک کے استهلاك کا اجارہ جائز نہیں چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دہ دہینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز نہ ہوگا کذا فی البحر ہذا اذ ابت بنفسہ وان ابتہ لبقی و تربیۃ ملک و جاز بیعہ عینی وقیل لایہ یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اس وقت ہے جب کہ گھاس خود رو ہو اور اگر اس کو پانی دے کر اوپر ورش کر کے جمایا ہو تو اس کا وہ مالک ہے اور اس کی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضوں نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال و بیع القفیل و الرطبۃ علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ او لیرسل دابتہ فتاکلہ جاز و ان لیتکرہ لم یجز عینی نے کہا اور خودید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اس واسطے ہے کہ اس کو کاٹ لے یا اس واسطے کہ اپنے جانور کو اس میں چھوڑے کہ اس کو کھالے تو بیع جائز ہے اگر اس واسطے ہے تا مشتری اس کو قائم رکھے تو جائز نہیں ہم قفیل بقاف و صاد مملہ خودید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت میں اس کو بولتے ہیں فارسی میں اس کو سپست کہتے ہیں و حیلۃ ان لیتا بر الارض لغرب فسطاطہ اولایاقاف دو ابہ او لمنفقۃ اخری کفیل و مراح و تمامہ فی وقف الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو زمین اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنے کے

واسطے یا اپنے چھ پالیوں کے ہاندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانوروں کے بٹھلانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اس کا ایشاہ کے وقف میں ہے یعنی اس طرح اجارہ لینے میں دونوں مطلب حاصل ہیں منافع مذکورہ بھی اور وہاں کی گھاس بھی و بیاع دود القز اے الابر بسم و بیضہ اے بذرہ و ہوزر الفیلق الذی فیہ الدور اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اس کے انڈے کی یعنی اس کے بیج کی جس کو عرب بذر الفیلق کہتے ہیں جس میں ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنخل المحرز و ہودود العسل اور جائز ہے بیع نخل محرز کی یعنی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسليم کی اس طرح پر کہ شہد اور چھتے کے ساتھ اس کی بیع ہو کذا فی الطحاوی و ہذا عند محمد و بہ قالت الثلثہ و بہ یفتی علی و ابن ملک و خلاصہ وغیرہ اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اس کے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلاثہ مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی العینی وابن ملک و الخلاصہ وغیرہ ہم نخل محرز کی بیع اس واسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت میں اور شرعاً مقدور التسليم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہیں جیسے خجور گدھے کی بیع کذا فی الشرح المحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اس واسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اس کے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحاوی و ابارہ البلیث بیع العلق و بہ یفتی للما جتہدی اور فقیہ البلیث نے علق کی بیع جائز رکھی جس کو فارسی میں زلو اور ہندی میں کیڑی اور چونک کہتے ہیں اور اسی کا فتویٰ ہے بسبب حاجت اور ضرورت کے کذا فی الجتہدی بخلاف غیرہا من الہوام فلا یجوز اتفاقاً کجیات و منب و مانی بحر سلطان الاسمک و ما جاز الانتفاع بجلدہ او غطرہ والیہ ان جو از البیوع یدور مع حل الانتفاع مجتہدی واعتمدہ المصنف و سببی فی المتفرقات بخلاف اور کیڑوں کے سوائے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ ان کی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گدھے اور ان حیوانات کی جو دریا میں رہتے ہیں کہ ان کی بیع جائز نہیں سوائے پھلی کے اور اس جانور کی جس کی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو از بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی الجتہدی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اس کا بیان باب المتفرقات میں آوے گا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا انما تجوز الشریکۃ فی القز اذا کان البیض منھا و ہو بینھا النصف الا اثلاثاً فلو دفع بزر القز او لبقرة او دبا جالاً اخر بالعلف مناصفۃ فالخارج کلہ للما لک لحدوثہ من ملک و علیہ قیمۃ العلف و اگر مثل العال علیی مخصاً و مثلاً دفع البیض کما لا یخفی شرکت ریشم میں جائز نہیں مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونوں شریکوں کے ہوں اور عمل یعنی پرورش بھی دونوں سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں میں آدھ ہوں آدھ نہ تین تھائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو دین نصفانصاف پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے اور مرغی کے پیدا ہوں گے وہ مالک کے مملوک ہوں گے جو اسطے پیدا ہونے کے اس کی ملک سے اور مالک پر چارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی مخصاً اور اس کے مانند ہے انڈوں کا دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہ پوشیدہ نہیں ہم فتاویٰ سالگیری میں باب الاجارہ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا جملہ یہ ہے کہ انڈوں کا مالک آدھے انڈے اور مرغیوں کا مالک آدھی مرغیاں اس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر مرنے سے ابرا کرے تو اب جو کچھ پیدا ہو گا وہ دونوں میں نصفانصاف ہوگا کذا فی الطحاوی والایق ولو لطفلة او الیتیم فی حجرہ ولو وہبہ لھا صم علی و مانی الاشباہ تحریف نر اور فاسد ہے بیع غلام گرجیتہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند صغیر سے یا اس یتیم سے جو اس کی گود میں ہے بیع کی ہو اور اگر اس نے طفل یا یتیم کو غلام گرجیتہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ میں ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہم نر الفائق میں مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہبہ درست ہے اور اور غانیہ کے بیٹے نئے میں اس کے بالعکس مذکور ہے اور دوسرے نسخے میں اس کے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخہ غانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کی طرف اس واسطے کہ اشباہ

کی روایت اسی کے موافق ہے کذا فی الطحاوی والنہر الا من یرغم انہ اسے الابق عندہ فحینئذ یجوز لعدم المانع غلام گرختہ کی بیع فاسد ہے مگر اس صورت سے بیچنا فاسد نہیں جس کو یہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام گرختہ اس کے پاس موجود ہے تو اب اس کی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تھا پھر جب مشتری نے اس کے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وہاں یصیر قابضاً ان قبضہ لنفسہ او قبضہ ولم یشہد نعم اور کیا مشتری اس کا قابض ٹھہرے گا یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس نے اس پر قبضہ کیلئے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسی کو گواہ نہ کیا تو مشتری قابض ٹھہرے گا یعنی اس واسطے کہ یہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجائے قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے مانند وان اشہد لالانہ قبض امانہ فلا ینوب عن قبض الزمان لانه اقوی عنایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گرختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگوں کو گواہ کیا ہے کہ میں اس کے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ٹھہرے گا اس واسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہ ہوگا اس واسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہم اگر غلام مذکور ہلاک ہو گا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والاذا البق من الغاصب فباع المالك منه فانه یصح لعدم لزوم التسليم ذخیرۃ اور بیع غلام گرختہ کی فاسد ہے مگر جب کہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اس کے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے کذا فی الذخیرۃ ہم یہ قول عطف ہے الا من یرغم پر ولو باع ثم عاد وسلم یتیم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لا یتیم علی القول ببطلانہ وہو الاظهر من الروایۃ واختاره فی الہدایۃ وغیرہ ما وہ کان لیتی البلخی وغیرہ بخراب کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گرختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اس کو مشتری کے قبضے میں کر دیا تو بیع تمام ہو جائے گی یہ مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسی کی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دو سرائق یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اس کے باطل ہونے کے قول پر یعنی جن کے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور وہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسی کا فتویٰ دیتا تھا کذا فی البحر وابن کمال ہم فتح القدیر میں ہے کہ بطلان بیع غلام گرختہ مختار مشائخ بلخ اور بلخی ہے بثلثۃ مشکئہ وجیم کذا فی الطحاوی ولین امرأۃ ولوفی وعاد ولو اتمۃ علی الاظهر لانہ جرد آدمی والرق مختص بالحمی ولا حیاء فی اللبن فلا یجوز الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے اس واسطے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور مملوک ہونا بایماندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو اس میں ملک کا سلوک نہیں وشعر الخنزیر لہنجاستہ عینہ فانه یبطل بیعہ ابن کمال وان جاز الانتفاع بہ لفزورۃ الخنزیر حتی لو لم یوجد بلائین جاز الشراء للضرورة وکرہ البیع فلا یطیب ثمنہ ویفسد الماء علی الصحیح خلافاً لمحمد تیل ہذا فی المنتوف اما المجزور فظاہر عنایۃ اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اس کے نجس ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹٹکنے کی ضرورت سے یہاں تک کہ اگر بدوں ٹٹن کے نہ ملے تو اس کا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اس کی بیع مکروہ ہے تو حلال اور پاک نہیں ٹٹن اس کا اور بال اس کا پانی کو بقول صحیح فاسد ہے یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہے اٹھاڑے ہوئے بال میں اور تراشا ہو بال ظاہر ہے کذا فی العنایہم سور کا بال سرے پر سخت ہوتا ہے انگلی کے مقدار اور بعد اس کے نرم ہوتا ہے تاکہ میں گرہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم میں موچی اس سے جوتیاں اور موزے سنتے تھے جیسے اب سوزن سے سینتے ہیں وعن ابی یوسف کیرہ الخنزیر لانہ نجس ولذا لم یطیب السلف مثل ہذا الخف ذکرہ القہستانی ولعل ہذا فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یجنی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا

علمائے سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں اس کی کچھ حاجت نہیں یعنی بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں تھا۔
 بھرنے کہا کہ ظاہر اکلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جب کہ اس کے سوا اور چیز سے ددخت متصور ہو تو اس سے فائدہ
 لینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی و جلد مینتہ قبل الدلیغ لوبالعرض ولو بالتمن فباطل ولم یفصلہ ہننا اعتماد علی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فقہاء
 ہے بیع جانور مردار کی کھال کی اس کی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کچھ چمڑے کی ثمن یعنی چاندی یا سونے سے ہو تو بطل
 ہے اور مصنف یعنی صاحب درر نے یہاں فاسد اور باطل کی تفصیل نہ کی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہے وانی محشی درر نے اس کو یاد
 رکھنا چاہیے ولعدہ اے الدلیغ بمباع الابلہ النسان و خنزیر و حیۃ اور بعد دباغت کے یعنی چمڑا لپکانے کے اس کی بیع جائز ہے مگر آدمی
 اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں و ینتفع بہ بطہارت حیضہ لایکل و لو جلدہ ماکول علی الصیغ سراج لقولہ تعالیٰ حرمت علیکم للہیتہ
 و ہذا جزاءہ اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اس کے پاک ہو جانے کے اس وقت میں انتفاع جائز ہے سوائے اس کے
 کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالیٰ کے اس قول کے کہ تم پر حرام کر دیا جانور مردہ اور یعنی کھال جز ہے
 مردہ کی و فی الجمع و تجزیع الدین المتنبس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع اور
 اس سے فائدہ لینا سوائے کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے م غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چربی میں جلانا سوائے مسجد کے و دیک عبارت ہے
 چربی اور ہڈیوں کے گودے سے کذا فی الطحاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا لعصہا و صوفہا کما مرقی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے
 کی اس چیز سے جائز ہے جس میں زندگی مٹول نہیں کرتی چنانچہ اس کا پٹھا اور اون چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پراور پونچ
 اور ہم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ ان میں حیات کا دخل نہیں کہ موت دخل کرے اور ہاتھی کے دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع
 لینا بوجہ لہذا نے اور سوار ہونے اور قاتلہ کرنے کے جائز ہے کذا فی المنع و فسد شراء ما باع بنفسہ او لو کیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ
 بالاقول من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول صورتہ باع شیئاً بعشرۃ دلم یقبض الثمن ثم اشتراہ بحسبۃ لم یجز وان رخص السعر للروا اعلاناً للثانی
 اور جو چیز بذات خود اپنے وکیل نے بھی اس کا خرید کرنا اس سے جس نے اس کو خرید کیا اگرچہ مشتری مکی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بوجہ
 کمتر ثمن کے ثمن اعلیٰ کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہے صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بھی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر
 اس کو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہیں اگرچہ اس چیز کا نرخ ارزاں ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاع کے ہے بخلاف امام شافعی کے مذہب کے
 ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا در صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا
 فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اس واسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل ثمن کی قید اس واسطے لگائی
 کہ بعد قبض کے خرید کرنا فاسد نہیں اور کل ثمن کی قبض کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہے گا تو خرید جائز نہ ہوگی کذا فی الطحاوی
 و شراء من لا تجوز شہادۃ لہ کابنہ واریہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز الینا خلافاً لہما فی غیر عبدہ و مکاتبہ اور خرید کرنا اس کا جس کی گواہی بائع
 کے فائدے واسطے جائز نہیں چنانچہ اس کے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے تو اس کا خرید کرنا بھی جائز نہیں بخلاف
 صاحبین کے کہ ان کے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوائے اس کے غلام اور مکاتب کے ولایہ لعم الجواز
 من اتحاد جنس الثمن و کون البیوع بجاہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقاً لکما لو اشتراہ بازید و بعد النقد اور ضرور ہے علم ہوا
 کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور بیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا بیع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع

جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنایر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ہذا فی قضاء ین شفعة واکراہ مضاربتہ ابتداء و انتہاء و بقاء و امتناع مراجمہ ویزاد زکوۃ و شرکت و قیم متلفات و ارتش جنایات کما بسطہ المصنف مغنیاً الی العمادیۃ اوردراہم اوردنایر ایک ہی جنس ہیں آٹھ مسئلوں میں از انجلہ یہ مقام ہے اوردادائے دین میں اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت میں باعتبار ابتداء اور انتہاء بقا کے اور امتناع مراجمہ میں اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہیں زکوۃ اور شرکت اور اشیائے متلفہ کی قیمتیں اور جنایات کی دیت چنانچہ اس کو مصرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ کی طرف نسبت کر کے اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اس کو دنایر سے خرید کیا جسکی قیمت کمتر ہے دراہم سے تو جائز نہیں اس واسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اوردنایر یہاں متحد الجنس ہیں اوردادائے دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اس نے ادائے دین میں پہلو تھی کی پھر اس کے دنایر قاضی کے ہاتھ میں پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنایر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور غیر دنایر کے مال سے قاضی ادائے دین نہیں کر سکتا امام کے نزدیک خلافاً للصابحین اور شفعہ کی یہ صورت ہے کہ شفعہ کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درہم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنایر سے گھر خرید کیا جن کی قیمت ہزار درہم ہیں یا زیادہ تو اس کو دراہم کا مطالبہ نہیں پہنچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درہم کو بیچے سو اس نے پچاس دینار کو بیچا جن کی قیمت ہزار درہم ہے تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہے اور اگر کیلی یا وزنی یا سبائی جس کی قیمت اتنی ہے بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور ابتداء مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اتنے درہم دیئے جن کی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضاربت صحیح ہے اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسی طرح انتہاء اور بقا کے مضاربت ہے اور امتناع مراجمہ کی یہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درہم کو خرید کیا پھر اس کو بطور مراجمہ بارہ درہم کو بیچا پھر اس کو ایک دینار سے مول تو اب اس کو بطور مراجمہ بیع کرے اور اسی طرح اگر دس درہم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جس کی بارہ درہم قیمت ہے تو مراجمہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہ صورت ہے کہ فہم دراہم کا دنایر سے کرنا اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکت کی صورت یہ ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہوں اور دوسرے شریک کا مال دنایر ہوں تو دونوں میں شرکت محال منعقد ہوگی اور اشیائے متلفہ میں قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اس کی قیمت مقرر کرے چاہے دنایر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہے کہ موصوم میں نصف عشر دیت ہے اور ہاشمہ میں عشر ہے اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہے اور جائزہ میں ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار ہیں یا دس ہزار درہم ہیں تو اشیائے مذکورہ میں چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحاوی و فی الخلاصہ کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلا کہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ میں ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو نسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اس کے مقبوض ہونے کے تو اس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اس کے قبض کے چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اس میں تصرف کرنا قبل قبض صحیح نہیں جو مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اس میں تصرف بطور مبیعہ یا بیع کے قبل اس کے مقبوض ہونے کے جائز ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو تعین سے چنانچہ مکمل یا متعین نہ ہو جاتا ہو چنانچہ نقد اور اس کی علت یہ ہے کہ عقد بیع ضعیف نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اس واسطے کہ اصل بیع میں بیع ہے نہ ثمن و صح ایبع فیما ضم الیکان یا بشرط ولم یقبضہا ثم شرأ مع شیء آخر بعشرۃ فسد فی الاول و جاز فی الآخر فینقسم الثمن علی قیمتہا ولا یشیع الفسأ لانه طاری و لکان الاجتہاد اور صحیح ہے بیع اس چیز میں جو ملائی گئی اس کی طرف جیسے تحت بیجا دس درہم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اس کو دوسری

فت تفصیل اشیائے اثنا عشریہ کہ دراں دینار و درہم متحد الجنس اند ۱۲

پہنچنے میں شکوک کے ساتھ دس دہم کو مول لیا تو بیع اول یعنی تخت میں بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی پڑے میں بیع جائز ہوگی تو فن اس کی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی میں نہ شائع ہوگا اس واسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہاں تک کہ اگر قاضی اس کے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی و بیع زیت علی ان یزنیہ بطرفہ و لیطرح عنہ بكل طرف کذا رطلان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کہا افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الطرف فانہ يجوز کما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اس کے طرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اس واسطے کہ مقتضی عقد کم کر ڈالنا ہے ہر برتن کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط میں علی التحقيق حاصل نہیں چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن طرف کے کہ وہ جائز ہے جیسا یوں بھی جائز ہے اگر مقدار وزن طرف معلوم ہو جائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونہ کا نہر الفائق میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز نہ ہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں احد المتعاقدين کا نفع ہے اس واسطے کہ طرف کا وزنی شاید کمتر ہو مشروط ہے تو اس میں مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن طرف کا ساقط کرنا مشروط ہے تو بیع صحیح ہے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار بیع معلوم ہو جائے غیر بیع سے تو ثمن مخصوص ہو جائے بیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الطرف وقدرہ فالقول للمشتري بیمنہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس طرف یا اس کی مقدار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر مخطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہے مانعہ الخلو اس واسطے کہ کلبہ طرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دوطرفوں کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب مشتری نے طرف پھیر دیا اور وہ تو لاگیا اور اس کا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اس کے سوا اور تھا جس کا وزن پانچ رطل تھا تو یہاں مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین میں ہے یا ثمن کی مقدار میں اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہیں مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاوے گا تو مقبول ہوں گے و صحیح بیع الطریق و فی الشربلایہ عن النخانیہ لایصح اور صحیح ہے بیع کی باہ اور شربلایہ میں غایہ سے مذکور ہے کہ ماہ کی بیع صحیح نہیں و منی قسمۃ الوہبانیۃ ۵ لیس لم قال امام تعاقم بدرہم ولم یفخذ کذا البیوع یدکرہ اور وہبانیہ کی کتاب القسم سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذ کا جائز نہیں اور اسی طرح اس کی بیع بھی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہیں اور غیر نافذہ کی قید اس واسطے لگائی تا معلوم ہو جائے کہ کوچہ نافذہ یعنی خارج عام کو بیع بطریق اولی جائز نہیں کذا فی المخطاوی و فی معایا تہا و ارفضاہ فی النوازل الشبہ ۵ و مالک الارمن لیس یملکہ معہاہ لیز شریک ثمن ہونہ نظر اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت میں یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہلیوں میں اس کو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہیں سوائے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اس میں تامل ہے یعنی ناظم اس کے جواب پر مطلع نہیں ہم عدم جواز بیع طریق غایہ میں مذکور ہے اور مشائخ بیع جواز کے قائل ہیں کذا فی المخطاوی اور ہایہ اور وقایہ میں بھی بیع طریق اور اس کے ہبہ کی صحت مذکور ہے حدائے بین اوطول و عرض اول او ہبۃ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اس کے حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہ ہو اور اسی طرح اس کا ہبہ بھی صحیح ہے و اذا لم یبین یقید بعرض باب الدار العظمیٰ اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق میں حدود کا بیان نہ ہو تو اس کا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھہرایا جائے مگر بہتر یہ تھا کہ شایع باب الدار الاعظم کتا یعنی اس واسطے کہ اعظم صفت ہے باجگاہ اس سے پہلے دروازہ ہے گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ میں بھی

باب الدار العظمیٰ واروہے تو ظاہر اعظم کنے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جس کو ہند میں پھاٹک بولتے ہیں واللہ اعلم لا یبع مسیل الماء ووجہتہ لجمالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہیں پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اس کا بسبب اس کے مجہول ہونے کے اس واسطے کہ جتنا پانی مکان سیل میں پھیلتا ہے اس کی مقدار معلوم نہیں م سیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں پانی بہتا ہے چنانچہ نہر یا سطح یعنی چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں مرور واقع ہے تو مقدار مسیل مجہول ہے لہذا اس کی بیع اور ہبہ جائز نہیں اور رقبہ طریق معلوم ہے اگرچہ اس کی حدود مذکور نہ ہوں تو اس کی بیع اور ہبہ جائز ہے یا مسیل سے حق تسبیل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر سیل ہے سو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعالیٰ ہے جس کو بقا نہیں یا طریق سے حق مرور مراد ہے اس کے بیع میں دو روایتیں ہیں وجہ بطلان یہ ہے کہ یہ مال نہیں اور وجہ صحت یہ ہے کہ اس کی طرف حاجت ہے اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جب من حیث المسیل اعتبار ہو گا اور اس کا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہے اور اس کی بیع جائز ہے چنانچہ حنفی نے ذکر کیا ہے یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اس کے حدود مذکور ہوں تو بھی اس کی بیع جائز ہے بقول قاضی خاں کذا فی شرح الوقایہ وما یشیتہ للحسن الجلیلی و صحیح مع حق مرور تبعاً للارض بلا خلاف و مقصود اوحدہ فی روایت وہ اخذ عامۃ لمشائخ سنی و فی اخری لا وصح ابو اللیث اور صحیح ہے بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے حق کی بیع زمین زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت میں بیع جائز ہے اور اسی روایت کو اکثر فقہانے لیا ہے اور دوسری روایت میں بیع اس کی صحیح نہیں اور فقیر ابو اللیث نے اس کو صحیح کہا ہے م حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص زمین کا مالک ہے اور اس کو دوسرے کی زمین میں ہو کر اپنی زمین میں آنے کا حق ثابت ہے اس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح ہے کذا فی الطحطاوی و کذا بیع الشرب و ظاہر الروایۃ فسادہ الاتبعانینہ و شرح وہبانیۃ و تحقیقہ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچے اور جانوروں کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدولت زمین کے ایک روایت میں جائز ہے اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہے اور دوسری روایت میں جائز نہیں اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہے کذا فی المنع اور ظاہر الروایۃ میں یہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتھ کذا فی النخانیۃ و شرح الوہبانیۃ اور ہم اس کی تحقیق کریں احیاء الموات کی کتاب میں لا یصح بیع حق التسمیل و ہبۃ سواء کان علی الارض لجمالتہ محلہ کما مر و علی السطح لانہ حق التعلیٰ و قدر بطلانہ صحیح نہیں بیع حق تسبیل کی اور ہبہ اس کا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اس کے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اس کے یا چھت پر ہو اس واسطے کہ وہ حق تعالیٰ ہے اور اس کے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی و لا الیبع بتمن مؤجل الی النیر و زوہو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج حمل و ہذا نیر و زوال سلطان و نیر و زوال مجوس یوم تحل فی الحوت و عدہ البرجندی سبوتہ فاذا لم یبینا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہیں بیع اس ثمن سے جو مؤجل ہے نور و زک نور و زہلادن ہے فصل ریع کا جس میں آفتاب برج حمل میں آوے اور یہ نور و زہلادن ہے اور مجوسیوں کا نور و زہلادن ہے جس میں آفتاب برج حوت میں آوے اور برجندی نے سات نور و زہلادن شمار کیے ہیں پھر جب عاقدین نے نور و زہلادن کی مدت بیان کی اور تصریح نہ کی کہ کون نور و زہلادن مراد ہے تو عقد فاسد ہے کذا مرع ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے و المہر جان ہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج میزان اور بیع صحیح نہیں مہر جان کی مدت تک مہر جان پہلادن ہے فصل خریف کا جس میں آفتاب برج میزان میں آوے مہر جان معرب ہے مہر کان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہے

نوروز کے مانند لذایع صحیح نہیں و صوم النصارى و فطرہم و فطر الیہود و صومہم فاکتفا بذکر احد ہما سراج اور نصاری کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ نہ رکھنے اور رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یذکر المتعاقدان فیروز و بالعدہ فلو عرفناہ بآزایع اس وقت صحیح نہیں جب کہ متعاقدان نوروز اور اس کے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں متعاقدان کو جانتے ہوں علی تحقیق تو بیع جائز ہے یعنی اس واسطے کہ اب جہات مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصارى بعد ما شرعوا فی صومہم للعلم بہ و ہو غسون یوما بخلاف نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا ان کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اس کے معلوم ہونے کے اور وہ یعنی صوم نصاری کی مدت پچاس دن ہیں م دریں قمر تاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدر اور نہر الفائق اور جموی و پچاس دن اور قہستانی میں سینتیس دن مسطور ہیں ولآلی قدم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانہا تقدم وتاخر اور صحیح بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کو بی یعنی کھلیان ماندہ اور انگوٹوڑنے کی مدت تک اس واسطے کہ اوہ مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے توجہات باعث منازعت ہوگی ولوباغ مطلقا عنہا اسے عن ہذہ الاجال ثم اصل الثمن الدین اما تا جیل المبیع او الثمن العین ففسد ولوالی معلوم ثمنی الیہا صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ میں مقرر کی تو اس طرح مدت بھٹانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الثمنی م ثمن دین کی اس طرح کی تا جیل صحیح ہے بقول اصح اس واسطے کہ یہ دین کی تا جیل ہے اور تا جیل بعد بیع تبرع ہے تو تا جیل مجہول کو قبول کرے گا پس مفسد بیع وہ تا جیل مجہول ہے بولسبب عقد میں واقع ہو کذا فی المنع کا لو کف الی ہذہ الاوقات لان الجہات السیرۃ متمملۃ فی الدین والکفالتہ لا الفاحشۃ چنانچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اس واسطے کہ کتر جہات دین اور ضمانت میں متممل ہے نہ جہات فاحشہ کثیرہ جیسے مہبوب ریح اور قدم غائب اور اسقط المشتري لا جیل فی الصور المذكورۃ قبل حلولہ و قبل فسخہ و قبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جازا اتفاقا ابن کمال وابن ملک کجہات فاحشہ کہ مہبوب ریح و مہجی مطر فلا ینقلب جازا وان ابطال الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے مثلاً مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے سے بیع کے اور قبل افتراق کے یہاں تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائے گا اور منقلب ہو جائے گا باتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہات فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہ ہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم ببيع خمر او خنزیر او شرابہا و کل المسلم ذمیا و امر المحرم بغيرہ اسے غیر المحرم ببيع صیدہ یعنی صحیح ذلک عند الامام مع اشد کراہتہ کما صح ما مر لان العاقد یتصرف باہلیتہ وانتقال الملك الی الامر علی و قال لا یصح و ہوا الا ظہر شر بلائیتہ عن البرہان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے امر نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہ توکیل اور بیع اور شراب امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت بقدر صحیح ہے اس واسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شراب میں اپنی اہلیت کے موقوف کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موقوف کی طرف امر مکی ہے اور صاحبین نے کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر ہے کذا فی الشر بلائیتہ عن البرہان م جب امام کے نزدیک جواز بیع اشد کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو برکے سے اس کو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اس کے ثمن کو تصدق کرے کذا فی المطاوی عن المحوی ولا یصح بشرط عطف علی غیر ذلک اور صحیح نہیں یعنی فاسد ہے بیع بشرط کے ساتھ شارح نے کہا کہ بیع بشرط عطف ہے نیز و ہرم بلکہ معطوف علیہ البیع الی النیر و نہ ہے نہ لفظ

اس کو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی تزییح پر دلالت کرتا ہے کشرط ان لا بیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابة المبیعة فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جس کو عقد مقفنی نہیں جیسے یہ شرط کرنا کہ بیع جانور کو مشتری نہ پیچے اور ابن کمال نے یوں تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہ ہو اس واسطے کہ جانور مستحق نفع نہیں کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی میں مخصوص ہے اولاً لیتقنیہ لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم و کفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جس کو عقد مقفنی نہیں لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کہ اصراہ ابن ملک ہم یعنی بالبع مشتری سے کہے کہ میں بیچتا ہوں اس شرط سے کہ بابت شمس کے تو فلا فی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو شمس کا ضامن دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق میں کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ با مشارہ ہو یا بے تسمیہ تو اگر مسمی اور مشارہ لیزہ نہ ہو تو جائز نہیں مگر جب کہ دونوں اس کی تعیین میں مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاویں اور قبل تفرق مشتری اس کو تسلیم کرے یا مشتری شمس دینے میں تھمیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دیں حضور کفیل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نہ کرے تو جائز نہیں آخری العرف بکسب نفل اے صرم سماہ باسم مایوول الیہ عینی لا یکنذ البائع و لیشرکہ اے بیع علیہ الشراک ہو السیر و مثله تسمیر القبطان استحساناً للتعامل بلا تکیسیر یا عادت جاری ہو گئی ہو اس شرط کی جیسے لعین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چھڑا کاڑے اور اس پر دو ال لگاوے اہل اسی کے مانند کیلین جو مذکور ہے کھڑاؤن کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اہل دواج کے بلا انکار اہل علم شارع نے کہا کہ مصنف نے چھڑے کا نفل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہے سیر سے بفتح سین مہملہ و سکون یا ئے تحتانیہ یعنی وہ دوام اور تسمیہ جو لعین میں پشت قدم پر رہتا ہے م صرم بفتح صاد معرب ہے چرم فارسی کا کذا فی الطحاوی و ہذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع الا انی بعث ان رضی فلان و وقتہ کنیا ر الشرط اشباہ من الشرط و التعلیق و بحر من مسائل شتی یہ یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اس وقت ہے جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرط تعلیق ہوگی تو بیع سبب صورتوں میں باطل ہے مگر اس مثال میں کہ میں نے بیع کی اگر فلا نا شخص راضی ہو اور اس کی رضامندی کی مدت میں دن معین کی خیار الشرط کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط و التعلیق و البحر من مسائل شتی و اذا قبض المشتري المبیع برضی عبر ابن کمال باذن باللعنہ ہر یکا او دلالت بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جب کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کیا اس کے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحاً ہو یا باعتبار دلالت حال کے اس طرح کہ مشتری اس پر قبضہ کرے مجلس عقد میں بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان میں بجائے رضائے بائع اذن بائع مذکور ہے م ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اس واسطے کہ بیع فاسد میں رضائے بائع معتبر نہیں اور صاحب کنز نے تعبیر بامربائع کی ہے اور امربائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ میں ثابت نہیں اگر مصنف کنز کے مانند بجائے رضا امربائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود فی البیع الفاسد وہ خرج الباطل تقدم مع حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد میں اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی اور اس کا حکم پہلے مذکور ہو چکا ہم بیع باطل کا حکم مذکور ہو چکا کہ باطل میں قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہیں ہوتی اگر اس کے پاس بیع ہلاک ہو تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ وہ امانت ہے اور قفہ میں تاوان کی تصحیح کی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے و حیثئذ فلا حاجۃ لقول الهدایۃ و العنایۃ و کل من عوفیہ مال کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعوی بان لا کان الفاسد لیم الباطل مجازاً کا مرحق اشباہ بذلک فتنبہ اور اس وقت میں یعنی جب کہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہو گئی تو کچھ حاجت نہ رہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے دونوں عوضوں میں سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اس کو اہل کمال نے بیان کیا ہے لیکن سعدی نے جواب دیا ہے اس طرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازاً جیسے اس باب کی ابتدا میں مذکور ہو چکا ہے

لہذا ان عوض القبطان من عطف من عطف ہ حاجۃ العنایۃ فہا حکم بیع فاسد ہ

تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہو گیا خبردار رہنا ہم جموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی افراد سے وہ ہے جو اس قید سے بھی خارج نہیں ہوتی یعنی بیع خمر اور خمریہ کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہے باوجودیکہ دونوں محض مال ہیں تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے مملوک ہوتی ہے اور حالانکہ ایسا نہیں کذا فی الطحاوی ولہم ینہرہ قبلہ عنہ ولم یکن فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نہ کی ہو قبض سے اور اس میں خیار شرط نہ ہو م نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ رہا بائع مضی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضروری ہے اس واسطے کہ در صورت خیار شرط کے قبض سے ملک ثابت نہ ہوگی کیونکہ جب بیع صحیح میں خیار شرط سے ملک نہیں ہوتی تو بیع فاسد میں بطریق اولیٰ نہ ہوگی ملک یعنی بیع فاسد میں جب کہ مشتری بائع کے امر سے در صورت عدم خیار شرط بیع پر قبضہ کرے گا تو اس کا مالک ہوگا ہم یعنی اس کی ذات کا مالک ہوگا علمائے بلخ کے نزدیک اس واسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر اس کو بیع کرے گا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہ ہوتی تو استبرا واجب نہ ہوتا اور علمائے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل و فی شراء الاب من مالہ لطفہ او بیعہ لہ کذلک فاسد الا یملکہ حتی لیتعملہ مگر تین صورت میں بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہیں ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع میں اور باپ کے خرید کرنے میں اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے میں طفل سے اسی طرح یعنی اپنے مال سے اس کا مالک نہ ہوگا بدون استعمال کے ہم بحر الرائق میں یہ مسئلہ محیط سے بایں عبارت منقول ہے باع عبد من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبد النفس من مال الصغیر فاسدا لا یثبت للملک حتی یقبضہ و یتعملہ انتہی یعنی باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر کی طرح بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہ ہوگی تا وقتیکہ اس پر قبضہ نہ کرے اور استعمال میں نہ لاوے اس واسطے کہ قبض دونوں صورتوں میں باپ کا ہے تو ملک ثابت نہ ہوگی مگر استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہ ہوگا مگر جب کہ صغیر کی حاجت میں مستعمل ہو اگر شارح یوں کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفہ فاسدا و شرائہ لنفسہ من مال طفلہ کذا لک لا یملکہ حتی یقبضہ و یتعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحاوی والمقبوض فی بیع مشتری امانہ لا یملکہ بہ اور جو بیع قبل از عقد مقبوض ہے مشتری کے ہاتھ میں وہ امانت ہے مشتری اس قبض سے اس کا مالک نہ ہوگا ہم یہ قول اس پر مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہیں کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ میں اس کی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اس کا مالک ہوگا بجز قبول اور جمع تفاریق میں ہے کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی واذا ملکہ تثبت کل احکام الملک الا خمسة لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطیہا ولا ان تیزو جہا منہ البائع ولا شفعة لجارہ لو عقارا اشباہ اور جب کہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہو تو سب احکام ملک ثابت ہوں گے سوائے پانچ حکموں کے حلال نہیں مشتری کو اس کا کھانا اگر بیع طعام ہو اور نہ پہنا اس کا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہیں نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعة نہیں اس کے پڑوسی کو اگر بیع زمین ہو کذا فی الاشیاء ہم مشتری کو وطی اس واسطے جائز نہ ہوئی کہ اس پر فسخ بیع واجب ہے تاکہ معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بطی اغراض ہے فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہ ہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفوع اس واسطے نہ ہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے و فی الجومرۃ و شرح الجمع ولا شفعة بہا فہی سادسہ اور جو ہرہ اور شرح مجمع میں ہے کہ شفوع نہیں بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی یعنی اگر زمین بیع فاسد خرید کی اور اس کے جواریں دوسری زمین معرض بیع میں ہوئی تو مشتری اس کو بھی شفوع نہیں لے سکتا بمثلہ ان مثلیا والا فبقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ او تغذر ردہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کا مقصود مشتری قبض

سے ملک ہوگا بیع کا مثل دیگر اگر بیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر بیع مثلی نہیں تو اس کی قیمت دے کر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے وقت اس کی قیمت تھی اس واسطے کہ بسبب قبض کے بیع اس کے ضمان میں داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اس کی قیمت کا معتبر نہ ہوگا مفسوب کے مانند مراد مصنف کی یہ ہے کہ بیع کے ہاک ہونے اور نذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی م اس واسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے رد میں واجب ہے نہ قیمت کذا فی النہر والقول فیہا للمشتري لانکار الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطہ انکار زیادت یعنی مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہے اور معتبر قول منکر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویجوز اتنا عا منہ ابن ملک اور واجب ہے ہر ایک پر باطل اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض بیع کے اور یہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن ملک م بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ کیون کو حذف کرتا تاکہ اتنا عا منہ مفعول نہ ہوتا اعدا کے مانند کذا فی الطحاوی ولا یعدہ ما دام البیع بحال جو ہرۃ فی ید المشتري اعدا للفساد لانه معصیۃ فیجب دفعها بکمر بالقبض فسخ واجب ہے جب تک کہ بیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ میں ہے یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہے اس واسطے کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اس کا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر اور اگر بیع میں کچھ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آئے گا ولذا لا یشرط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یتحتاج للقضاء اور چونکہ اعدا فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں اس واسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر واذا اصر احدہما علی امساک وعلم بالقاضی ففسخہ جبر علیہما احتیالاً للشرع بزازۃ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک بیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اس کو فسخ کر دینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کر کے جائز ہے حتیٰ شرع کے واسطے کذا فی البنزازیہم طحاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کتا اس واسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اس واسطے کہ وجوب سے ہوا مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اس کا وکل بیع فاسد ردہ مشتری علی بالعدہ بہتہ او صدقۃ اور بیع اولو جہ من الوجوہ کا عارۃ و اجارۃ وغصب و وقع فی ید بالعدہ من متارکۃ للبیع و برئ المشتري من ضمانہ قینۃ اور جس بیع فاسد کو پھر دے مشتری اس کے بائع پر بطریق ربہ یا صدقۃ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے جیسا کہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو بیع اس کے بائع کے ہاتھ میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اس کے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القینۃ م اگرچہ یہ متارک بیع ہے لیکن ظاہر ابدون توبہ ارتفاع گناہ نہ ہوگا والاصل ان المستحق بحجۃ اذا وصل الی المستحق بحجۃ اخرى اعتبر واصلا بحجۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمام فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جب کہ وہ پہنچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بحجۃ مستحقۃ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہنچے اور اگر اس کی طرف سے نہ پہنچے تو واصل معتبر نہ ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین میں ہے م اگر مشتری نے بیع فاسد غیر بائع کو ربہ کی یا غیر کے ہاتھ پہنچی اور اس نے بائع کو ربہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہ ہوگا اس واسطے کہ بائع کو جہت مستحقۃ سے نہ پہنچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے نہ پہنچی کذا فی النہج اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کیے جن میں بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فان باء ای باع المشتري الفاسد بیعاً صحیحاً با تا فلو فاسداً او بخیار لم یتنفع بفسخ غیر بالعدہ فلو منہ کان نقضاً الاول کما علمت پھر اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیجا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیجا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اس کے غیر بائع سے ممتنع نہ ہوگا اور اگر مشتری نے خود اس کے بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنی مصنف کے اس قول میں وکل بیع فاسد الا وفسادہ بغير الاکراہ فلو بہ یتیقن کل تصرفات المشتري اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اس کا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اھنا جائز ہوں گے او وہ ربہ وسلم او اعتقہ

او کا تبہ او استولدہ او لولم تجبل رد ما مع عقربا اتفاقا سراج یا مشتری نے بیع ہمہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کر دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اس کو مکاتب
کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہ ہو گئی ہو تو اس کو پھر دے اس کے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبل لم یعتق بعقہ
بل یعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن المحنطۃ او ذبح الشاة فی غیر المشتري قالوا انتصارا فعد ملک المامور مالا یملکہ الامر آزاد کیا غلام کو بعد اس کے قبضہ کے تو اگر قبل
قبضہ آزاد کرے گا تو آزاد نہ ہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے یعنی بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبل
قبضہ کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبضہ گیسوں یا بکری
کے بائع کو امر کیا کہ گیسوں کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس طرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضایہ اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص
مامور مالک ہو اس کا جس کا امر کرنے والا مالک نہیں ومانی الخایہ علی خلاف ہذا اما روایتہ او غلط من الکاتب کا بسطہ العادی اور جو خانیہ میں برعکس
اس کے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا غلط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے ہم خانیہ میں ہے کہ جب غلام کو بشرا فاسد
خرید کیا اور قبل قبضہ بائع سے کہا کہ اس کو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اس کی طرف سے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری
سے اور اسی طرح گیسوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنع او وقفہ وقفا صحیح لانه استہلکہ عین وقفہ وخریجہ عن ملک ومانی جامع الفصولین علی
خلاف ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے بیع فاسد کو وقف صحیح کیا اس واسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے بیع کو مستہلک کیا جب کہ اس کو
وقف کیا اور اس کو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین میں برخلاف اس کے ہیں سو صحیح نہیں چنانچہ مصنف نے اپنی تشریح میں اس کو
مفصل بیان کیا ہے ہم جامع الفصولین میں یوں ہے کہ اگر بیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہیں تا وقتیکہ عمارت بناوے انتہی
نہر الفائق میں اس کو ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تغلیط سے اور سحر الائی میں اس کو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحاوی اور ہرنہ
او اوصی او تصدق یہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع بامروا تمنع الفسخ تتعلق حق العبدہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا بیع فاسد کو رہن دکھا
یا اس کی کئی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاوے گی جمیع تصرفات مذکورہ میں یعنی بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا
استیلا دیا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق العبدہ کے اس سے مگر چار صورت میں
جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد تتعلق حق العبدہ سے لازم ہو جاتا ہے اور فساد مرتفع ہو جاتا ہے مگر چند مسائل میں اجارہ فاسد دیا
پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اس کا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکہ سے کوئی چیز مول لی پھر اس کی بیع صحیح کی تو مکہ کو اس کا
توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اس کا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری میں ہے
تو مسئلہ اولی کا استثناء صحیح نہیں اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن میں موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آئندہ قول میں موجود ہے
کذا فی الحلبي وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ و نکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند تصرف قولی سوائے اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب ہے نفاذ بیع فاسد کا
م اجارہ اور نکاح سے اس واسطے فسخ ممتنع نہ ہو کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح میں اخراج عن الملک نہیں بل یطیل نکاح
لما قال الطحاوی عبارة الاول والحقية زوج الحارة المبيعة قبل قبضتها وانتقض البیع فان النکاح فی قول ابی یوسف وهو المختار لانی البیع متى انتقض
قبل القبض فتقبض من الاصل فكان لم یکن نکاح النکاح باطلا ولم یزہ علی ہذا المصنف ولا شیخ فی البحر واما نکاحا بعد القبض فقال فی السراج ایضا
لا یفسخ لانه لا یفسخ بالا عذر وقد عقد المشتري و ہی علی ملک فقولہ وہی علی ملک صریح فی انه لا یفسخ بعد القبض اذ لا ملک فی الفاسد
قبضہ تدبر ۱۲

الامۃ بالفسخ المختار نعم ولو الجہۃ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہو جاتا ہے اس کے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہے کہ ہاں باطل ہو جاتا ہے
 کذا فی الاول والجمہیم یہاں گفتگو اس میں ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ میں اور کلام ولو الجہۃ قبل از قبض
 میں مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہو گا کذا فی الطحاوی مختصا ومتی زال المانع کر جوع ہبتہ و بجز مکاتب و فک رہن عادی حق الفسخ لو قبل القضاء
 بالقیمۃ لا بعدہ اور جب کہ مانع فسخ کا دور ہو جائے چنانچہ پھر لینا واپس کا اپنی ہبتہ کو اور عاثر ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا
 رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کرے گا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائے قیمت کا حکم نہ کیا ہو
 نہ بعد قضا کے یعنی اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نہ کرے گا کیونکہ اب البطلان قضا لازم آوے گا اور یہ جائز نہیں ولا یبطل حق
 الفسخ بموت احدہما فیخلف الوارث یفقی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اس کا خلیفہ
 ہو گا فسخ کرنے میں اسی کا فتویٰ ہے ولعد الفسخ لایاخذہ بالتو حقی یرد ثمنہ المنقود بخلاف مالو مشتری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا فلیس
 للمشتري جسد لا یتفاد دینہ کا جارہ دہن و عقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے بیع کو اس کا بائع نہ لے تا وقتیکہ اس کا ثمن منقود
 پھر دے ثمن منقود سے ثمن مقبوض مراد ہے تا غیر نقدین کو بھی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعض
 اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے جس کرنا بیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں
 مانند اجارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور
 شراء فاسد غلام خرید کیا بعض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو جس
 غلام استیفاء دین کیلئے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اگر اجارہ فاسد دین سابق ہو پھر جوارہ فسخ کرے تو مستاجر کو جس کرنا اجرت پھر کیلئے جائز نہیں بخلاف اجارہ صحیح کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
 دین سابق انتہی قولہ بکذا فسخ کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیح دین سابق ہو پھر فسخ ہو گیا تو مشتری کو جس کرنا اپنے دین کے لینے کیلئے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو جس جائز
 ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول و عقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف عقد بائع کذا فی الطحاوی ملخصا اور اسی طرح نہ الفائق
 میں ہے فان مات احدہما او المور او المستقر من او الراہن فاسدا یعنی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتري ونحوہ احق بہن سائر الغراء بل قبل تجزیہ
 فله حق جسدہ حتی یاخذ مالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجب یا قرض فاسد کا مستقر من یا رہن فاسد کا راہن مرجائے بعد فسخ کے کذا فی
 الصینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اس کے جیسا کہ وارث مشتری کا جب مشتری مر جائے اور مستاجر اور مقر من اور مر تہن زیادہ تر حق دار ہیں باقی ارباب
 مدیون سے بلکہ احق ہیں قبل تجہیر میت کے تو مشتری وغیرہ کو جس عین کا حق ہے یہاں تک کہ اپنا مال لے لیوے ہم بعد الفسخ کا لفظ علی التسمیہ ہے اس
 واسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولی عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری احق بالبیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اس کی
 تقدیم ہے بائع کی حیات میں اسی طرح اس کی تقدیم ہوگی اس کی تجہیز پر اس کی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسد لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن
 فاسد لیا یا قرض فاسد یا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اس کو اجائے کی چیز اور مرہون کا جس جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پاوے
 اور اگر مقرر یا رہن یا مستقر من مرجائے تو وہی مقبوض کا زیادہ تر حقدار باقی غریبوں سے کذا فی الطحاوی فیماخذ مشتری دراہم الثمن بعینہا
 لوقائتہ ومثلہا لولا کتہ بناء علی تعین الدراہم فی البیع الفاسد وہو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہ لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور ان کے
 مانند احداہم کو لے گا اگر وہ موجود نہ ہوں بنا بر تعین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا اصح ہے یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ
 شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا تعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو

منفعت بیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں تعیین مال ہے تو جب ثمن بھی بیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اس کا جواب شراح نے مصنف کے قول میں تصرف کر کے دیا و انما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایۃ الصحیحۃ المقابله للاصح بل علی الاصح ایضاً لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لایضاً تعیین فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہوا ہے وہ فائدہ جو اس کو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ علت بھی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اس واسطے کہ عقد ثانی میں ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اس کو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ہم سلاطین جواب یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اس لیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خریدی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض میں اما مائے فرمایا کہ جس نے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جس نے دراهم قبض کئے اس کو نفع حلال ہے انتہی اس واسطے مشتری کو نفع حلال نہ ہوا کہ عقد متعلق بال متعین یعنی جاریہ ہے تو خبث اس میں جم گیا اور بائع کو اس واسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں بلکہ اس کا مثل ذمہ پر واجب ہے تو خبث اس میں ممکن نہ ہوا تو اس کا تصدق واجب نہ ہوا یہ حکم ہے اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو جیسے مغصوب اور امانات میں جب کہ اس میں امانت دار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا جیسے مودع اور غاصب جب کہ عرض یا نقد میں تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہے یعنی اگرچہ دونوں نے ضمان ادا کیا ہو اور علت بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے جسکے بیع مقایضہ ہو کیونکہ اس میں دونوں کو نفع حلال نہیں چنانچہ عقد صرف میں دونوں کو نفع حلال ہے کذا فی الطحاوی لا یطیب للمشتري ما ربح فی بیع متعین بالتعین بان باعہ ما زید لتعلق العقد بعینه فمکن الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس بیع میں جو متعین ہو تعیین سے اس طرح پر کہ بیع مذکور کو زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین بیع سے تو خبث جم گیا نفع میں اس کو تصدق کرے م طحاوی نے کہا عدم علت عقد اول میں منحصر ہے اور اگر بیع بیچ کر اس کے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی میں کما طاب ربح مال اذ عاہ علی آخر فصدقہ علی ذلک فتصحی رای اذ لہ ایہ شہر

بمتصادقہما انہ لم یکن علیہ شیء کان بدل المستحق مملوک ملکاً فاسداً والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اس مال کا جس کا مدعی نے دوسرے شخص پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کی تصدیق کی پھر اس نے مدعی کو مال ادا کیا بعد اس کے تصدق طرفین سے اس کا عدم ظاہر ہوا اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اس واسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہے بلکہ فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین میں عمل کرتا ہے نہ غیر متعین میں م مدعی مذکور کو نفع اس وقت حلال حلال ہوگا جب کہ نقدین کا دعویٰ کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض میں تعیین ہے نہ نقدین میں صورت مسئلہ جامع صغیر میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سو ان کو ادا کر اس نے ادا کیے پھر دونوں نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور میں تصرف کیا اور فائدہ اس کو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اس کو حلال ہے اس واسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو

لہ یعنی بیع العین بالعین کہ بیع اور ثمن دونوں متاع ہوں نہ نقد ۱۲

ف عدم انتقال حرمت مال در حق وارث در صورت لاعلمی و بقول صاحب مجتبی مطلقاً حرمت ثابت است وارث دانند یا نہ دانند ۱۲

مدعی کو اپنی ملک میں نفع ہوا پھر جب اس کے بعد دونوں نے عدم دین پر اتفاق کیا تو درہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہاں دین ہے اور بدل سے مراد درہم مقبوضہ ہیں کذا فی الطحاوی و اما الخبیث لعدم الملك کا لغصب فیہما کا بسطہ خسرو ابن الکمال اور جو خبیث کہ بسبب عدم ملک کے ہے جیسا کہ لغصب مستحقین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اس کی تصریح کی ہے وقال الکمال لو ائخذ الکذب فی دعواه الدین لایملکہ اصلاً وقواہ فی النہر اذ کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ اگر مدعی مذکور عہد دعویٰ دروغ اپنے دین میں کرے گا تو نفع کا اصلاً مالک نہ ہوگا اور نہ الفائق میں اس قول کی تقویت کی ہے م نہ الفائق میں کہا کہ فقہانے کتاب الاقرار میں تصریح کی ہے کہ اگر مقرر جانتا ہو کہ مقرر کاذب ہے اپنے اقرار میں تو اس کو زبردستی مال لینا حلال نہیں ہاں اگر اس کو شبہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک تو اس وقت میں اس کو نفع حلال نہ ہوگا اور یہاں کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اس کے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سود و نون کا دین پر تصدق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہے اس کو غور کر لے انتہی و فیہ الحرام ینقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاه واخرجه الینا ملکہ صحیح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتري منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب الفاسد عقدہ و یطیب للمشتري منہ لہتمہ عقدہ ادا اسی کتاب میں ہے کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک مگر اگر مسلم دار الحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور حربی کا مال بدوں اس کی خوشی کے لے اور دارالاسلام کی طرف نکال لاوے تو اس کا مالک ہوگا اور اس کی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اس کی ملک میں خبیث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اس کو حلال نہ ہوگا اور نہ اس کے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہیں اس کے عقد کے فساد کے سبب سے اور جس نے اس سے خرید کیا اس کو حلال ہے بسبب اس کی سمعت عقد کے ہم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام معصوب کی خریداری حرام ہے مگر یہ کہ غارت گراور غاصب اس کی قیمت ادا کرے یا مالک اس کو معاف کرے تو اب اس کو مال لینا درست ہے کذا فی الطحاوی و فی حظر الاشباہ المحرمۃ متعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الخطر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اس کے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں مگر اگر حرمت کا علم ہو تو اس شخص میں متعدد میں بھی تحقق ہوتی ہے سوائے وارث کے یعنی اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اس کے حق میں وہ مال حلال ہے و قیدہ فی الظہیر یہ بان لا یعلم ارباب الاموال و تحقیق ثمرہ اور ظہیر یہ میں حلت وارث کو باس قید مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اس کی تحقیق کریں گے اس کے مقام میں م یعنی اگر وارث جانے کہ مورث نے فلا نے فلا نے شخصوں کا ل بسر قیا غصب یا رشوت لیا ہے تو اس پر واجب ہے کہ ان کو امان کے وارثوں کو مال نہ دے پھر سے اور اگر دیکھ لے گا تو وارث پر وہ مال حرام ہے جتنی میں ہے کہ مورث مر گیا اور کسب اس کا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اس نے کہا کہ ہم اس رعایت کو نہیں دیتے بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہے اتنی اس قول سے معلوم ہوا کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحاوی بصرف بنی او غرس فیما اشتراہ فاسداً شروع فیما یقطع حق الاسترداد من الافعال المحیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزومہ قیمتہا و اشیاع الفسخ مشتری نے گھونلایا یا درخت لگایا اس میں جس کو فاسد خرید کیا تو اس کو گھر اور زمین کی قیمت دینا لازم ہو گیا اور فسخ منع ہو گیا شایع کتاب ہے یہ شروع ہے ان مسائل میں تھا میں حق الاسترداد قطع ہو جاتا ہے افعال حیثہ کے سبب سے بعد فراغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنی اول اقوال قاطعہ فسخ کو نہ کر کیا بعد اس کے اب افعال حیثہ کا ذکر شروع کیا و قال لا ینقضہا ویرد البیع ورجو الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری طہارت کو توڑے اور درختوں کو اکھاڑے اور بیع کو پھیر دے ادا اسی قول کی ترمیم دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا یہ جواب کی ہفت مداخل حرمت مال مدعی وارث در صورت علمی و بقول صاحبین مطلقاً حرمت ثابت استوارث و انما یخلفہ ف ذکر بیوع مکروہہ ۱۲

دلیل ہے امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اس واسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا ہے دوام کے واسطے ہوتا ہے اور کا ہے نہیں و تعقبہ فی النہر لم یصلح البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنی دفع کیا ہے نہ الفائق میں یواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ممانعت نہ کرنے کا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلط سے حاصل ہے اس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ اس میں تسلط نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلط پر ہے انتہی طحاوی نے کہا یہ تعقب اس وقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق کے سبب فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنا حق تسلط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ میں و کذا کل زیادة متصلہ غیر متولدة کصبغ وخیاطہ وٹمن حنظلہ ولسوق وغزل قطن وجاریۃ علقۃ منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہے ایک وہ زیادتی جو بیع سے متصل ہے اور اس سے پیدا نہیں ہوئی جیسے رنگ اور درخت کپڑے میں اور پسینا گیہوں کا اور لت کرنا ستوکا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری سے طحاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدة ہے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلہ کولہ او متولدة کشن فلو الفسخ ولعنہا باستہلاکہا منفصلہ غیر متولدة جو ہرے سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنی غیر متولدة چنانچہ ولد یا زیادتی متولدة ہو جیسے گھی تو اس کو فسخ کا اختیار ہے اور اس کا تاوان دے اس کے استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولدة زیادتی کے کذا فی الجوہرۃ زیادتی منفصل غیر متولدة چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہے کہ چاروں قسم کی زیادتی میں سے فقط متصل غیر متولدة زیادتی میں فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہ باقی میں و فی جامع الفصولین لو نقص فی بد مشتری بفعل مشتری او بالبیع او بآفتہ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین میں ہے کہ اگر بیع ناقض ہو گئی مشتری کے ہاتھ میں مشتری کے فعل سے یا بیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع بیع کو لے دیت کے ساتھ یعنی بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو بیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے چاہے مشتری نقصان کا مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر وکرہ تحریر جامع الفصولین عند الاذان الاول الا اذا تبايعا ميثيان فلا باس بتعليل انتهى بالاخلال بالسعي فاذا انتفى او مكره تحريري هي صحت کے ساتھ بیع کرنا جمع کے دن اذان اول کے وقت مگر جب کہ بائع اور مشتری نے خرید و فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت میں تو کچھ مضائقہ نہیں بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہو گئی م قرآن مجید میں منصوص ہے کہ اذان سن کر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید و فروخت واقع ہو تو سعی واجب میں خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت میں بیع مکروہ نہیں کیونکہ مانع سعی کی نہیں کہذا فی الضایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق میں اس کو بھی مکروہ کہا ہے یعنی اس واسطے کہ نصوص محلل نہیں کذا فی الطحاوی وقد خص منہ من لا جموع علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہے اسی سے بیع اس کی جس پر جمعہ فرض نہیں مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے یعنی عورتیں اور مسافر اور بیماروں کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہیں کیونکہ ان پر سعی واجب نہیں وکرہ النجش لفتحتین ولیکن ان یزید ولا یرید الشراء او یکرہ بالیس فیہ لیروجہ اور مکروہ ہے لا یریا پن بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اس کو کہتے ہیں کہ قیمت بڑھادے اور خریداری کا ارادہ نہ کرے یا بیع کی ایسی تعریف کرے جو اس میں نہیں تاکہ اس کی خریداری پر لوگ رغبت کریں و بجزی فی النکاح وغیرہ اور لا یریا پن نکاح وغیرہ میں بھی جاری ہے م یعنی حرمت لا یریا پن کی فقط بیع میں خاص نہیں نکاح وغیرہ میں بھی حرام ہے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے لاتناجشوا یعنی لا یریا پن نہ کرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النبی محمول علی ما اذا كانت السلعة بلغت قیمتها اما اذا لم تبلغ لا یرہ لانقضاء الخداع عنایۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہے اس صورت پر

جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہ ہوئی ہو تو بلا قصد خریدن کا زیادہ کر دینا بقدر قیمت مکروہ نہیں بسبب نفی ہونے فریب کے کذافی العنا یعنی اس صورت میں بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہیں لہذا مکروہ نہیں والسوم علی سوم غیر ولو لم یأو مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کا فرذمی یا مستامن ہو م صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذافی التیسیر اگر کوئی شخص کہے کہ حدیث مذکور میں بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد سے مذمی اور مستامن اس کا جواب شایع نے اپنے آئندہ قول میں دیا و ذکر اہل الخ فی الحدیث لیس قید اہل لزیادة التفسیر نہ اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح میں قید نہیں کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیہ کے واسطے ہے کذافی التہر یعنی مسلم کے ساتھ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفیہ ہے و بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المهر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصدوق والسلام قد عاود جلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہیں تو کراہت نہیں اس واسطے کہ یہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اوکلی بطریق بیع من یزید کے بھی ہم غنایہ میں ہے کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہے کہ دو شخص مول چکاویں ایک چیز کا اور بائع اور مشتری پر راضی ہو جاویں اور ہنوز عقد بیع منعقد نہ کریں کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اس میں غشقت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کی طرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہ ہو ا ہو تو مول چکانا مکروہ نہیں انتہی اور جامع ترمذی میں انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ترے گھر میں کوئی چیز نہیں اس نے کہا کیوں نہیں ایک کبیل ہے جس کو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ ان کو میرے پاس لے آ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرتؐ نے ان کو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خریدتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ میں ان کو بعضی ایک دم کے خرید کرتا ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوبار یا تمین بار من یزید ملی درہم کون ہے جو ایک دم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دو درہم کو لیتا ہوں سو حضرتؐ نے دونوں چیزیں اس کو دیں اور دونوں درہم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل و عیال کو دے دوسرے سے کو لھاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنے دست مبارک سے دستہ ڈالا پھر فرمایا کہ جا کر نکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھ کو پندرہ دن نہ دیکھوں اس نے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اس کو دس درہم حاصل ہوئے سو اس نے کچھ درہموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آئے سے سوال سیاہی کا طغیرے منہ میں ہے قیامت کے دن کذافی الطحاوی م یہ حدیث جو از نیلام کی جو بالفعل ہند میں مشہور ہے اصل ہے و تعلق الجلب یعنی الجلب اور الجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتح تین معنی محبوب یا جالب ہے م تعلق جلب کی صورت ایجابی نے یوں ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے بھر مل کر اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط میں گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلے میں جا کر ملا اور ان سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں آکر اس نے خاطر خواہ بیچا اور اگر شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو کٹکٹاؤں ہوتی در صورت قحط تعلق جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تعلق جلب سے ضرر نہ ہوتا تو مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے زرخ سے سستا خرید کر لے

اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہیں تو یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحاوی
عن الاتفاقی و ہذا اذا کان یضر باہل البلدة او یلبس السعیر علی الواردین لعدم علمہم بہ فیکرہ للضرر والضرر اور یہ کراہت یعنی تلفی بعلب
اس وقت ہے جب کہ اہل شہر کو ضرر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والوں پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب ان کی لاعلمی کے تو یہ مکروہ ہے بسبب
ضرر اہل شہر کے پہلی صورت میں بسبب دھوکہ دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتفیاً فلا یکرہ اور جب کہ ضرر اور تبلیہ نرخ منتفی
ہوں تو تلفی بعلب مکروہ نہیں و کراہت بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرون کا مال
دلالی کر کے نہ بیچے صحیح مسلم وغیرہ میں جابر بنی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے
بیع نہ کرے اور چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ تعالیٰ روزی دے بعض آدمیوں کو بعضوں سے و ہذا فی حالت قحط وغور والا لا لانہم الضرر اور یہ
کراہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہے اور اگر قحط نہ ہو شخص بیرون کا مال بیچ دینا بطریق دلالی کے مکروہ نہیں بسبب منہم ہونے ضرر کے
م یعنی قحط کی حالت میں باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اس سے کہا کہ تو بیع میں جلدی نہ کر میں تجھ کو گراں بیع دوں گا تو اس واسطے
مکروہ ہے کہ اس میں اہل شہر کو ضرر رسائی ہے بخلاف فراخ سالی کے قیل الحاضر المالك والبادی المشتري والا صح کما فی المجتبی انہما السمسار والیاب
لموافقة آخر الحدیث و علان من یرزق اللہ بعضہم من بعض ولذا عدی باللام لا بمن بعضوں نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری
اور قول صحیح ترجمہ مجتبى میں یہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے یائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے
یعنی چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ روزی دے بعضوں کو بعضوں سے اور اسی واسطے بیع کا تعدیہ لائم سے ہوا نہ من سے م یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے مروی ہے سنن ابوداؤد میں لایکرہ بیع من یرید لما مروی سی بیع الدلال مکروہ نہیں بیع من یرید بدلیل حدیث گذشتہ جس میں پیالہ
اور کمال کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف میں بیع الدلالة کہتے ہیں کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان میں اس کو نیلام بولتے
ہیں اس کو بیع من یرید اس واسطے کہا کہ یائع زیادتی میں چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس میں سے کون شخص زیادہ من دیتا ہے ولا یفرق بغير یائع
مبالغہ فی المنع للعتہ علیہ الصلوۃ والسلام من فرق بین والد وولدہ وارخ وایخہ رواہ ابن ماجہ وغیرہ یعنی وعن الثانی فسادہ مطلقاً و بقل زر
والا عتہ الثلثہ بین صغیر غیر یائع و ذی رحم محرم منہ اے محرم من جہۃ الرحم لا الارضاع کا بی عم ہوا رخ رضا عافا فہم اور جدائی نہ کی جائے صغیر
غیر یائع اور اس کے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہے نہ رضاعت سے جیسے چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اس
کو جو جملے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو نفی کرتے ہوئے کیا مبالغہ کے واسطے منع بیع میں بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام
کے اس کو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اس کے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اس کے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو
ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابویوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت دلالت ہو یا نہ ہو م نفی میں مبالغہ منع کیا واسطے
کہ تفریق کو محال عدم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر میں غیر یائع کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر ہے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام
نہ کر سکے تو اس قید سے مابقی یعنی قریب بھی صغیر میں داخل رہا الا اذا کان التفریق باعقاق و توابعہ ولو علی مال و بیع ممن حلف بعقۃ او کان
المالك کافر العدم مخاطبۃ بالشراخ او متعدد ولو الاخر لطفہ او مکاتبہ فلا باس بہ او تعدد محارم فکے بیع ماسوی واحد غیر الا قرب والا بوین
والمعلق بہما فتح مگر جب کہ تفریق بسبب اعتقاق اور اس کے توابع کے ہو چنانچہ تہہ پیر اور استیلا اور کتابت اگرچہ اعتقاق بھوس مال کے ہو
لہ یعنی حدیث مذکور میں یوں وارد ہے لا بیع حاضر لباد ۱۲۰

یا اس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جس نے غلام بیع کے آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر منیٰ طلب باحکام شرع نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اس کے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محرم چند ہوں تو مالک محرم کا بیچنا جائز ہے سوائے ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ہم اگر صغیر کی دادی اور عمار اور خالہ ہو تو عمار و خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہے اور بحق مستحق کفر و جہت یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو چنا پنچہ ایک غلام کا مستحق نکلتا یعنی زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام اس میں دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں و کدفع احد ہما یا الجنایۃ و بیعہ بالبدین او بالتلاف مال غیر و رد البیوع لان المنظر فی دفع الضرر عن الغير لانی الضرر بالغير اور چنا پنچہ دونوں میں سے ایک غلام کو بسبب اس کے ارتکاب جنایت کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق جائز ہے اس واسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اس کے محرم میں منع ہے تو بنظر دفع ضرر غیر کے ہے صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں م یعنی منظور شرع یہ ہے کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اس کے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنی مالک کو ضرر پہنچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہے تو در صورت جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آئے اور دوسری صورت میں قرعہ خواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحاوی بخلاف الکبیرین والزوجین فلا باس بہ خلافاً للاحمد فاستثنیٰ احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنیٰ کیا رہ ہیں م یعنی صغیر اور اس کے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتناق ۲ توابع اعتناق ۳ اس کے ہاتھ بیچنا جس نے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جب کہ مالک متعدد ہوں ۶ جب کہ صغیر کے محرم کئی شخص ہوں ۷ جب کہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ پھر دینا بسبب عیب کے بحر الائق میں بارہویں صورت یہ زیادہ کی ہے جب کہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اس کی ماں اس کی بیع سے راضی ہو و کما یکرہ التفریق بیع و غیرہ من اسباب الملک کصد قتیو صیۃ یکرہ لبشر الا من حربی ابن ملک و لبقسمۃ فی المیراث والغنائم جو ہرہ اور بیعے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اس کے سوا اور اسباب ملک سے چنا پنچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک او میراث اور غنائم میں قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ م ایک شخص جو بیٹے اور دو غلام محرم جن میں ایک صغیر چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہنچتا ہے تو واجب یہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی ان کا ثمن قسمت کر لیں اور اسی طرح غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزل مشتری کے ہے کذا فی الطحاوی اب اگلے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے لہذا ذکر بیوع مکروہ کے واعلم ان فسخ المکر وہ واجب علی کل واحد منہما ایضا مکروہ غیرہ لدفع الاثم الجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک یائع اور مشتری پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ بسبب دور کر ڈالنے گناہ کے کذا فی الجمع وفیہ تصح شراء کافر مسلماً و مصحفاً مع او بھار علی انما جہا علی ملک و سببی فی المتفرقات واللہ اعلم اور جمع میں یہ بھی روایت ہے کہ ہم صحیح کہتے ہیں شراء کافر مسلماً غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجابت کے ساتھ یہ مسئلہ متفرقات میں آوے گا واللہ تعالیٰ اعلم ہم یعنی اگر کافر مسلماً غلام یا مصحف کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جائے گا کہ ان کو اپنی ملک میں نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید آیات سے منع ہے

واللہ اعلم بالصواب فصل فی الفضولی یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ہم فضولی نسبت ہے فضول کی طرف جو جمع ہے فضل معنی زیادہ کے جیسے انصاری اور عراقی مناسبتہ ظاہرۃ مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شے پر موقوف ہے یعنی فاسد میں قبضہ پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الحلوی و ذکرہ فی الکتر بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کنز میں بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اس واسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں سے ہے مگر اس کی یہ ہے کہ مستحق دعویٰ کے وقت یہ کہتا ہے کہ بیع میری ملک ہے اور جس نے ترے ہاتھ بیچی اس نے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہ ہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ہومن کشتغل بمالایعینہ فالقاتل لمن یا مر بالمعروف انت فضولی بخشی علیہ الکفر فتح وہ یعنی فضولی لغت میں اس کو کہتے ہیں جو مشغول ہو بے فائدہ کام میں تو جس نے کہا اس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ فضولی ہے تو اس پر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اس واسطے کہ امر بالمعروف واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اس کو فضولی کہنا ظاہر انفی وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہ ہوئی اس واسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہیں ہوتی و اصطلاحاً من یتصرف فی حق غیرہ بمنزلہ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل و وصی اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدوں اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس کے ہے تو اس میں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن شرعی فصل ہے جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکاً کان کبیع و تزویج او اسقاطا کطلاق و اعتاق ولہ مجیزا لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ العقد موقوفاً جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اس کا مجیز ہے یعنی اس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہے جو قادر ہے اس کی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت میں تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر مملکت اگر مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اس کا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اس کی زوجہ کو طلاق دی یا اس کا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دے گا اور جائز رکھے گا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا و املاً مجیزہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلاً بیانہ صبی باع مثلاً ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجازۃ بنفسہ جائز لانہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلاً ثم بلغ فاجازۃ بنفسہ لم یجیز لانہ وقت العقد لا یجیز فی بطل ما لم یقل او قعۃ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمدی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہیں حالت عقد میں تو وہ اصلاً منعقد نہ ہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اس نے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اس کے کہ اگر صغیر نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اس نے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ عقد طلاق کے وقت اس کا کوئی مجیز نہ تھا یعنی صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اس کے ولی کو طلاق میں مطلق دخل نہیں تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بلوغ یوں نہ کہے کہ میں نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اس کو عمدی نے مشرح بیان کیا ہے ہم ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی نہیں کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اس کا تصرف اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اس کو فضولی قرار دیا وقت بیع مال البغیر لو البغیر بالغ عاقل فلو صغیر او مجنوناً لم ینعقد اصلاً کما فی الزاہر معز یا للحمای اور غیر کے مال کی بیع متوقف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلاً منعقد نہ ہوگی

چنانچہ زعفران بھرا ہوا برتن سے نقل کر کے وہاں بیع کر کے وہاں مالک کے واسطے بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے مالو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط الخیار فیہ لئلا مالک باع عرض آخر لئلا مالک بہ فالبیع باطل ادا اگر اس کو بیچا اس طرح پر کہ بیع میرا مال ہے یا اس کو بیچا اپنی ذات سے یعنی خود خرید کیا یا اس میں اس کے مالک کے واسطے اختیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اس شخص سے جس نے دوسری متاع مالک کی غصب کی بعوض متاع مغبوب کے تو یہ ان چار صورتوں میں باطل ہے ہم البسود نے عائشہ اشباہ میں ذکر کیا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دو متاع کو غصب کیا پھر ایک غاصب دوسری غاصب سے متاعین مغبوبین کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ فائدہ بیع کا مالک رقبہ اور تصرف ہے سو مالک کو بدو عقد بھی بدین میں حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہ ہوگی تو اجازت بھی اس کو لاحق نہ ہوگی اور اگر دو غاصبوں نے دو شخصوں کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونوں مالکوں نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر ایسی حکم ہے دو فضولیوں کا جنہوں نے ایسا کیا تو غصب کی کچھ قید نہیں اور متاع کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کر کے عقد صرف کر کے تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ نقود معاوضات میں متعین نہیں کذا فی المطاویٰ والحاصل ان بیع موقوف الا فی ہذا الخمسہ فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتوں میں باطل ہے ہم چار صورتیں تو یہی ہیں جو ابھی مذکور ہو چکی اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانه لو اشتری لغيره نفذ علیہ الا اذا کان المشتري صبیا او مجنونا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اس واسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کرے گا تو مشتری یعنی فضولی پر نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اس کی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جس کے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اس کے واسطے نافذ نہ ہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور اس سے لے تو دونوں میں بیع التعاطی اب ہو جائے گی کذا فی المطاویٰ عن البحر ہذا اذا لم یضف الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بن قال بیع ہذا العبد لفلان فقال البائع لبعث لفلان توقف بزائیدہ وغیرہ یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اس وقت ہے جب کہ اس نے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نہ کیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اس طرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلان نے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ بیچا تو اس کی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البرزازیہ وغیرہ لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدل لئلا کانہ لانہ غاصب اس واسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدل شاید کہ یہ بیع اس واسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کام علی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی تعلیل ہے طحاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی لئلا کی یہ قول تعلیل ہو کہ کذا من نفسه لان الواسع لا یتولی طرفی لیبیع الا الاب کما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اس واسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفوں کا یعنی ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا سوائے بائع کے چنانچہ بیع کے اول میں مذکور ہو چکا و عبارتہ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ لئلا مالک یلحق و اذا باع عرضا من غاصب عرض آخر لئلا مالک بہ فتح لکن مصنف الاولیٰ لئلا یفتی الفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وان البیوع اذا اشترق ملک مستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لئلا مالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ لہ سے اول وجہ بطلان البیوع ہذا

اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتوں میں باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البطلان اور حجب کہ اس میں مالک کے واسطے اختیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور حجب کہ فضولی نے متاع بیچی اس شخص کے ہاتھ جس نے مالک کی متاع عصب کی یوحی متاع مغضوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اس کے مخالف ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اس کی تصریح ہے کہ بیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجود یکہ بائع نے بیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اس کے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الشائبة ففي النهر وينبغي الغاء الشرط فقط قلت وحاصله كما قال شيخنا ان بيعه موقوف ولو لنفسه على الصحيح انتهى

اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق میں یوں ہے اور فقط شرط اختیار کا لغو کر دینا لائق ہے شایح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور حاصل کلام صاحب نہر جیسے ہمارے استاد نے فرمایا ہے یہ ہے کہ بیع فضولی کی در صورت شرط اختیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحاوی ولكن في حاشيته الاشباہ لابن المصنف وزدت عليه مسئلتين من الحاوی و ہما بیع الفضولی مال صغیر و محنون لا ینعقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے اور میں نے اشباہ کے تین مسئلوں پر دو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں حاوی سے اور وہ دونوں یہ ہیں بیع فضولی کی مال صغیر اور محنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوئی یعنی باطل ہے انتہی طحاوی نے کہا الی ہنا بمعنی انتہی ہے و وقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازة المولی والولی وكذا المعتوه اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوه کی بیع دلی کی اجازت پر موقوف ہے وفي العمادیة وغيره لا ینعقد اقاير العبد ولا عقوده و محققہ فی البحر اور عمادیہ وغیرہ میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اس کے عقود اور اس کی ہم تحقیق کریں گے کتاب البحر میں م قاہرا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اس واسطیکہ بیع منجمد عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے وغیر منعقد اور جواب اس کا یوں ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے و وقف بیع مالہ من فاسد عقل غیر رشید علی اجازة القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے م غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نہ جانتا ہو و وقف بیع المرہون والمستاجر والارض فی مزارعة الغير علی اجازة مرتین مستاجر و مزارع اور جو چیز گروہ ہے اور غیر کے اجارے میں ہے اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی میں ہے اس کی بیع مرتین اور مستاجر و مزارع کی اجازت پر موقوف ہے م مرتین اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کراہی نے کہا کہ مرتین اجازت اور فسخ دونوں کا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحاوی و وقف بیع شئی برقمہ اسے بالکتوب علیہ فان علمہ المشتري فی مجلس البیع نقد والا بطل اور موقوف ہے بیع شئی کی اس رقم پر یعنی متن کی علامت اس پر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کر لیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے م مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنہالیہ میں اس کے بالعکس ہے قلت وفي المراجعة البحر انه فاسد له عريضة الصحة ولا بالعكس هو الصحيح عليه فتم مباشرة وعلى الضعيف

میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کے باب المراجعة میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جس کو صحت عارض ہو سکتی ہے یعنی علم فی المجلس سے نہ بالعکس اس کے یعنی صحیح عارض الفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جس کو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں و ترک المصنف قول الدرر و بیع المبیع من غیر مشتری لہ خولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے ہی قول کو ترک کیا اور بیع کی اس کے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں م درد میں ہے کہ ایک شئی زید کے ہاتھ میں

پھر اس کو کر کے ہاتھ بچا تو بیع ثانی نافذ نہیں ہوا تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دیں تو بھی ثانی منعقد نہ ہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اس واسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا اس واسطے کہ مشتری بیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحاوی ملخصاً و بیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہے اس کی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافاً للصحاحین و البیع بما یباع فلان و البائع لعلم و مشتری لا یعلم و البیع بمثل ما یباع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح و الا بطل اور بیع موقوف ہے بعوض اس ضمن کے جو فلان نے شخص نے بچا اور ملائکہ بائع اس کو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اس ضمن کے مانند جس پر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اس ضمن کے جس شخص نے بچا تو اگر مشتری نے مجلس عقد میں ضمن کو دریافت کر لیا تو تینوں صورتوں میں بیع صحیح ہے نہیں تو باطل ہے و بیع الشیء بقیمتہ فان بین فی المجلس صح و الا بطل وانی اور موقوف ہے بیع شیئی کی اس قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامة الوانی و بیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جس میں خیار مجلس شرط ہے یعنی اگر مجلس میں اختیار کرے گا تو صحیح و الا غیر صحیح و وقف بیع الغاصب علی اجازة المالك یعنی اذا باعه لماک لا لنفسه علی ما مر فی البدل اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنی بشرطیکہ غاصب نے اس کے مالک کے واسطے بیع کی ہونا اپنے واسطے چنا پنے بدائع سے مذکور ہو چکا و وقف ایضاً بیع المالك المغموب علی البینة و اقرار الغاصب اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شیء مغضوب کو گواہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنی در صورت انکار غاصب اگر گواہوں سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے و الا نہیں و بیع مافی تسلیم ضرر علی تسلیم فی المجلس اور بیع اس چیز کی جس کی تسلیم میں ضرر ہے بائع کا اس کی تسلیم فی المجلس پر موقوف ہے م م جیسا کہ چھت کی کڑی پہنچا و بیع المريض لوارثہ علی اجازة الباقي اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے و بیع الورثة التركة المستوفی علی اجازة الغراء اور بیعنا وارثوں کا ترکہ مستوفی کو مورث کے قرض خواہوں کی اجازت پر موقوف ہے و بیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحجة الآخر لوقف علی اجازة او بغیبة فباطل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے یا ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے و اوصلہ فی النہر لانیف و تلتین اور نہر الفائق میں بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہنچا یا ہے م نہر الفائق میں اڑتیس قسمیں بیع موقوف کی مذکور ہیں از انجملہ مصنف اور شارح نے تیس قسمیں ذکر کی ہیں و حکمہ اسے بیع الفضولی لولہ مجیز حال وقوعہ کما قبول الاجازة من المالك اذا کان البائع و المشتري و البیع قائماً بان لا یتغیر البیع بحیث بعد شیناً او فلاں اجازتہ کا بیع حکماً اور حکم یعنی اثر مرتب بیع فضولی کا اگر اس کے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت جیسے گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جب کہ بائع یعنی فضولی اور مشتری اور بیع قائم ہو اس طرح پر کہ بیع متغیر نہ ہو گئی ہو اس طرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اس واسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے م تغیر بیع کی صورت ہے کہ مشکا کپڑے کی قطع اور دوخت نہ ہونی ہو والا اجازت مفید نہ ہوگی کیونکہ اب اس کا نام کپڑا نہ رہا بقایا قیص نام ہوگی بخلاف کپڑا نگین کہنے کے کہ اس میں اجازت مفید ہوگی ایسا کچھ کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں لیکن بوجہ الائق میں اس کے خلاف ہے بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحاوی و کذا لیشترط قیام الثمن ایضاً لو کان عرضاً معیناً لانه بیع من وجہ فیکون ملکاً للفضولی و علیہ مثل البیع لو شلی

والا فقیمتہ وغیر العرض ملک للمجیر امانۃ فی ید الفضولی ملتی اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اس واسطے کہ عرض معین بیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری مٹھڑے گا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل بیع واجب ہوگا اگر بیع مثلی ہے اور نہیں تو قیمت اس کی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی بخل نقد ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے کذا فی الملتقی وکذا لیشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا تجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اس کے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے اجازت کے اس کی موت سے وحکمہ ایضا اخذ المالك الثمن او طلبہ من المشتري یكون اجازۃ عمادیۃ اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اس کا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیۃ وبل للمشتري الرجوع علی الفضولی مثله لو ملک فی یدہ قبل الاجازۃ الاصح لم ان لم یعلم ان فضولی وقت الاداء الا ان علم قنیہ واعتمده ابن الشخنة وقره المصنف وجزم الزیلعی وابن ملک بانہ امانۃ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت یہ نہ جانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہیں اگر فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیۃ اور اسی قول کو معتد بانہ ابن شخنے نے اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اس پر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنع اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں و قولہ اسات نہر بئس ماصنعت او احسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ہم اور غیر مختار قاضی خاں کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزاء کے واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحاوی و ہیئۃ الثمن من المشتري والتصدق علیہ بہ اجازۃ البیوع قائم عمادیۃ اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ بیع قائم ہو کذا فی العمادیۃ و قولہ لا اجیز ردہ لے للبیع الموقوف فلو اجاز بعدہ لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الاجر ثم اجاز جاز اور مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اس کے اجازت دے گا تو جائز نہیں اس واسطے کہ مفسوخ اجازت پر نہیں ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اب جارہ دینے والے کی بیع کو پھر بعد اس کے اس نے اجازت دی تو جائز ہے وافاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعل والقول من المالك الاجازۃ والتفخیع وللمشتري التفخیع لا الاجازۃ وکذا الفضولی قبلہا فی البیوع لا النکاح لانہ سفیر محض بزائریۃ اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اس کا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اس طرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں سفیر محض ہے کذا فی البرزازیۃ ہم جب فضولی نکاح میں سفیر ہو تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہوں گے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اس میں فضولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اس واسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اس کی طرف راجع ہوں گے یعنی مطالبہ بالتسلیم اور مخامم بالعیب ہوگا اور اس میں اس کا ضرر ہے تو اس کو اپنے اوپر سے ضرر مٹانا قبل اس کے ثبوت کے جائز ہو کذا فی المنع و فی الجمع لو اجاز احمد لایکین غیر المشتري فی حصۃ الزمہ محمد ہما اور جمع میں ہے کہ اگر دو مالکوں میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہے اس کے حصہ لینے میں لے یعنی تسلیم بیع کا مطالبہ اسی سے ہوگا اسی طرح عیب کا جھگڑا اسی سے کیا جائے گا ۱۲

اور محمد نے مشتری پر جسے کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار مع ان فضولیاً باع ملکہ فاجاز ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعبر
 اجماعاً لیسر ورتہ بالاجازۃ کا نوکیل حتی یصح حطہ من الثمن مطلقاً بزازیۃ مالک نے سنا کہ فضولی نے اس کا مال بھی ڈالا سو اس نے بیع کو جائز
 رکھا اور حالانکہ اس کو ثمن کی مقدار معلوم نہیں پھر جب اس کو علم ہوا مقدار کا تو اس نے بیع کو رد کیا تو اس کی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہونے
 فضولی کی اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اس کا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقاً کذا فی البزاز یعنی جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت
 دینے سے تو وکیل کو بیع کن قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقاً خواہ مالک کو اس کا علم ہو یا نہ ہو کذا فی المنع مشتری من غاصب بعد اقامتہ
 مشتری او باعہ فاجاز المالك بیع الغاصب او ادى الغاصب الثمن الى المالك علی الاصح ہدایۃ او ادى مشتری الثمن الى
 علی البیع زیلعی فہذا الاول وہو الحق لا الثاني وہو البیع لان الاعتاق انما یفتقر للملك وقت نفاذہ لا وقت ثبوتہ خرید کی غاصب سے
 غلام کو پھر مشتری نے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو بیع ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع ہائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو بنا برع قول
 کے کذا فی الہدایۃ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا برع صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اس واسطے کہ
 اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونے کے وقت م یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع مزر کے
 واسطے بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور حدیث شریف میں کہ لا عتق لابن آدم فیما لایملك عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج
 ملک ہے ثبوت کے وقت قید بقبح مشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باء او الثمن لثبوت ملک بہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید
 لگائی اس واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہیں تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اس کی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی م یعنی
 غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہے نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہیں تو عتق اس وقت واقع ہوا جب کہ اصلاً ملک نہ تھی
 لہذا نافذ نہ ہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اس میں ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی الطحاوی ولو قطعت یدہ مثلاً عن مشتری
 فاجاز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من البیع کالسب والولد والعرق ولو قبل الاجازۃ یحیی للمشری لان الملك
 لم یمن وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلاً غلام بیع کا اس کے مشتری کے پاس پھر اس کی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع
 و قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسی طرح جو چیز پیدا ہو بیع سے چنانچہ اس کا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور اگر پھر قبل اجازت ان کا حدیث
 مشتری کے مملوک میں اس واسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اس کی ملک میں
 اثر ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ نہ کوہ ہو چکا یعنی اس کے ملک تاوان لینے سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے و تصدیق بازار
 فی نصف الثمن وجوبہ بالعدم و خولہ فی ضمانہ فتح اور جس قدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اس کو مشتری تصدیق کرے بنا بر وجوب کے
 جبکہ داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اس کے ضمان میں کذا فی الفتح م ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہے اور مشتری کے
 ثمن میں اس قدر داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہے تو نصف ثمن سے جس قدر دیت زیادہ ہوگی اس میں شبہ ہے عدم ملک کا لہذا اس کا
 تصدیق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحاوی حی الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ قید اتفاقاً فبرہن مشتری مثلاً علی اقرار البائع الغفلی
 علی اقرارہ بید العبدانہ لم یامرہ بالبیع للعبد و اداء مشتری رد البیع ردت بیئہ ولم یقبل قولہ للثنا قن فضولی نے غیر کا غلام
 اس کے غلام کے دیا پھر مشتری نے گواہ گندمانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار ہوا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ ملک نے فضولی کو
 اس کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے بیع کے پھر دینے کا ارادہ کیا تو اس کے گواہ مرد و دیں اور اس کا قول مقبول نہ ہوگا

بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر مالک کے قید اتفاق ہے یعنی اس واسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری میں تو یہی امر ہے وجہ تناقض یہ ہے کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اس کے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہیں ہوتے مگر صحیح دعویٰ پر پھر جب دعویٰ باطل ہو تو گواہ بھی مقبول نہ ہوں گے کیا لو اقام البائع البینۃ انہ باع بلا امر او بہین علی اقرار مشتری بذلک واصلہ ان من سعی فی لقص ما من جہتہ لا یقبل الا فی مسألتین چنانچہ گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اس نے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرح کے اقرار پر اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اس چیز کے توڑنے میں جو اسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہے تو اس کی سعی مقبول نہیں مردود ہے مگر دو مسئلوں میں مقبول م ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اس پر قبضہ کیا پھر دعویٰ کیا کہ بائع اس کو قبل اس کے فلا نے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ اس کے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کو بہہ کی اور وہ ہو ب لہ نے اس کو حرم بنا لیا پھر وہاں نے دعویٰ کیا کہ اس کو میں نے مدبہ کیا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہیں تو لفظ پھیرے اور اس پر محمول ہو گا کہ اس نے یہ فعل کیا پھر وہ ثابت ہوا اور اس نے تدبیر کا اقرار کیا تاگناہ میں گرفتار نہ رہے کذا فی الطحاوی و ان اقرار البائع المذكور ولو عند غیر القاضی بجرمان رب العبد لم یامرہ بالبیع وواقفہ علیہ علی عدم الامر مشتری انتقض البیع لان التنازع لا ینصح صحتہ الا اقرار بعدم التہمة فاذا توافقا بطل فی حقهما لانی حق المالك للعبد ان کذبہما و ادعی انہ کان یامرہ فیطالب البائع بالحق لانہ وکیل لا مشتری خلافا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے مجھ کو اس کی بیع کا امر نہیں کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائے گی اس واسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہیں بسبب ہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار میں پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونوں کے حق میں نہ غلام کے مالک کے حق میں اگر وہ دونوں کی تکذیب کرے اور اس کا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کرے کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی ان کے نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے بھرے کذا فی الطحاوی و باع دار غیرہ بغیر امرہ و اقبضہا مشتری نہروا ما ادخلہا فی بندہ مشتری فقیہ اتفاق در رہنے غیر کا گھر نہ بدوں اس کے امر کے اور اس پر مشتری کا قبضہ کر دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت میں چنانچہ کنز میں واقع ہے سو قید اتفاق ہے نہ احترازی کذا فی الدرر بلا امر مالک کے قید اتفاق ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر مشتری لم یضمن البائع قیمتہ الدار لعدم سرایتہ اقرارہ علی مشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو گھر کی قیمت کا تاوان نہ دے گا بسبب سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر عدم سرایت اقرار بائع اس کے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم ضمان نزاع دار کی علت ہے یعنی مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائے گا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کی علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا ٹخنیں کے نزدیک صحیح نہیں اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضمان ہے اور ابو یوسف کا بھی ہذا قول ہی تھا کذا فی الطحاوی فان برہن المالك انخذل لانه نورد بحواه بها اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لے گا اس واسطے کہ اس نے اپنے دعویٰ کو شہادت روشن اور ثابت کر دیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے بامع فضولی و آجہ آخر او زوہر اور بہنہ فابیز اما ثبت الا قوی فقیر مملوکتہ لا زوہر فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اس کو اہارہ دیا یا اس کا نکاح کر دیا یا بہن رکھا پھر دونوں فضولیوں کے فعل کی اہمال ہوئی ساتھ ہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہو گا اور لونڈی مملو کہ ہوگی نہ زوہر کذا فی الفتح یعنی اس واسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر

پہلے چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیوں نے دو عقدوں سے محاک کیا یا غلام کو دونوں نے جدا جدا بیچا پھر دونوں کے واسطے اجازت ہوئی
ساتھی تو محاک باطل ہوگا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں اختیار ہوگا کذا فی المنع سکوت المالك عند العقد ليس
بإزالة غايه من آخر فصل الاقالہ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ غایہ میں ہے فصل اقالہ کی اخیر سے۔

باب الاقالہ | یہ باب ہے اقالہ کے احکام میں م مناسب است اقالہ کی فضول سے یہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد فضول مذکور
مذکور ہے اقالہ کا معنی ہے ہی لغتہ لرفع من اقالہ احواف یا اقالہ لغت میں رفع ہے احواف یا اقالہ سے م بعضوں نے کہا کہ اقالہ قول
مے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شائع نے اس کو رو کیا ہے کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہیں قلت البیع بالکسر
القول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ ہے کہ اس کا مصدر ثلاثی یا اقل سے زواوی مجموع اللغت میں کہا قال البیع قیلا فسر
بیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح وقاموس وغیرہ نے اس کو قی ل کے مامے میں مذکور کیا ہے نہ قول میں وطرعا
رفع البیع اور شروع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اس کے ثبوت کے زائل کرنا اور مشا دینا و عم فی الجوبہ فبیر بالعقد اور
جو ہزہ میں اقالہ کو عام کہا ہے تو یوں تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہا کو شامل ہے و تصح بلفظین
ماضیین و ہما رکنہما و احد ہما مستقبل کا قائل فقال اقلک لعدم المسا و ترفیہا و کانت کانتکاح اوقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں
مے اقلہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دو مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھ سے اقالہ کیا کیونکہ
اقالہ میں مول چکانا نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا م یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے
اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اقالہ اس میں
وہ حکم بیع نہیں اس واسطے کہ مول چکانا اقالہ میں جاری نہیں بخلاف بیع کے وقال محمد کالبیع قال ابرجدی و ہوا مختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ
بیع کے مانند ہے منعقد نہ ہوگا مگر دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجدی نے کہا یہی قول مختار ہے و تصح ایضا بلفظ سختک
و ترک و تارکک و رفعت اور اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہوئے یعنی میں نے تجھ سے بیع منسوخ کی اور ترک کی اور تجھ
سے میں نے متارک کر بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اتحاد للام مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی
صحیح ہے و بالتعاطی و لامی احد الجاہلین کالبیع ہوا الصیح و بزازیہ اوقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند
یہ قول صحیح ہے کذا فی البرازیہ یعنی اگر مشتری بیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع فسخ مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے
بلا لفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر رکھے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع ہوتی ہے و فی السراجیۃ لا بد من التسليم والعقب من الجاہلین
اور سراجیہ میں ہے کہ تسلیم بیع اور قبض فسخ ہر دو ایک ہی طرف سے ہوں یا جب سے م یہ قول مقابل ہے صحیح قول مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے و توقف
علی قبول الآخر فی المجلس ولو کان القبول فضلا كما لو قطع اقبضه فلو قال المشتري اقلک و لان من شرطهما اتحاد المجلس اوقالہ موقوف
ہے طرف ثانی کے قبول کر نہ ہر اسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے بیع کو قطع کیا یا اس پر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول
کلیہ کہ اقلک اس واسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے م فی الفور سے مراد یہ ہے کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہوا شرط اتحاد مجلس
مذکور مسئلہ متفرع ہے جو قبضہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اس کا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں اس فسخ
میں دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہ ہوگی بسبب نہ متحد ہونے مجلس کے و رضی

المتعاقدين او الورثة او الوصي اور منجملہ شرائط اقالہ رضا مندی ہے متعاقدين کی یا ان کے وارثوں یا وصی دہلہ محل القابل للفسخ بخیار فلوزاد زیادہ تمنع الفسخ لم تصح خلافا لہما اور شرط ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت کے تو اگر بیع میں ایسی زیادتی ہو گئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہ ہوگا خلافا للصاحبین م زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولہ ہے چنانچہ رنگ اور دوخت اور زیادت منفصلہ متولہ چنانچہ ولد اور نمرو قبض بدلی الصرف فی اقالۃ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ میں ان لا یب البائع الثمن للمشتري قبل قبضہ اور یہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہر بہ نہ کیا ہو قبل اس کے قبضہ کرنے کے م طحاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اس کو ثمن قبل القبض ہر بہ نہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وان لا یكون البیع باكثر من البیعتین مع ماذون و وصی و متول اور یہ شرط ہے کہ بیع اس ثمن سے نہ ہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع میں م یعنی ایک چیز کی قیمت ایک درم ہے اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اس کو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں برعایت مولیٰ اور یتیم اور وقف کے اور اسی طرح اگر کثیر القیمت کو بٹمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں و تصح اقالۃ المتولی ان خیر الوقف والا لا الاصل من ملک البیع ملک اقالۃ الان فی خمس الثلثۃ المذكورۃ والوکیل بالشراء قلیل وبالسلم اشتاہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہیں تو نہیں اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہے مگر پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں مذکور ہو چکیں یعنی بیع ماذون اور وصی اور متولی اور جو چوتھی صورت خرید کا وکیل بعضوں نے کہا اور پانچویں صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنی مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک اس کا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحاوی عن حاشیۃ الاشباہ للمحوی ولا اقالۃ فی نکاح و طلاق و عتاق جو ہرہ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور عتاق میں کذا فی الجوہرۃ اس واسطے کہ شراح نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہیں ہوتی عتاق کے مانند و ابراء بکرم باب التحالف اور اقالہ نہیں ابراء میں کذا فی البحر من باب التحالف اس واسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہو گیا اور ساقط پھر عود نہیں کرتا وہی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف م ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عشرۃ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالیٰ روز قیامت میں اس کی ذلت اور لغزش کو دور کرے اور یہ بھی کی روایت میں مسلمان ناد ما وارہ ہے کذا فی الفتح القدیر و تجب فی عقد مکروہ و فاسد بکرم و فیما اذا غره البائع لیسر انہ یشتا فلوقا حشا فله الرد کما سبجی اور اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور اس میں اقالہ واجب ہے جب کہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر یشتا اور جو بائع نے اس کو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ اگے اؤے گا و حکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدين فی ما ہو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد و اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدين کے حق میں اس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کچھ موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہیں موجبات عقد وہ امور ہیں جو بنفس عقد ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدين کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جب کہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدين کے حق میں اور غیر متعاقدين کے حق میں بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا اما لو وجب بشرط زائد کان بیعا جدید فی حقہ لا یبنا کان شری بدینہ الموصل عینا ثم تقایل لم یعد الاصل فیصیر دینہ حالا کانت باعہ منہ ولورہ بخیار لقضاء عاد الاجل لانه فسخ ولو کان یکفیل لم تعد الکفایۃ فیہا فاختار لہ یعنی جو مسلمان چیزے کر پختہ ہے اور بائع اس کو پھیر لے ۱۲

اور اگر عقد بیع بشرط نائم واجب ہوا تو اقالہ متعاقبہ کے حق میں بھی ہدیہ ہو گا چنانچہ صاحب دین نے جو عرض اپنے دین موجب کے کسی جنس کو خرید کیا پھر متعاقب دین نے اس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعلیٰ نہ کرے گی تو اس کا دین فی الحال لازم الادا ہو جائے گا گویا صاحب دین نے اس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے بیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضی پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہو گی کیونکہ یہ مذکورنا فتح ہے بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی قبیل ہو تو کفالت مدیونوں میں عود نہ کرے گی کذا فی الخائزہ م یعنی اقالہ اور رد بالعیب میں کفالت کا اعادہ نہ ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں لہذا اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا اعادہ ہے نہ کفالت کا کذا فی الطحاوی ثم ذکر لکونہ منخافا فروعاً فالاول انہا تبطل بعد ولادة المبيعة لتعذر الفسخ بالزيادة المنفصلة بعد القبض حقا للشرع لا قبله مطلقا ابن الملک پھر اقلے کے فتح کے چند فروع ذکر کیے فرح اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہو تا ہے بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ مستعد رہنے فتح بیع کے زیادت منفسلہ سے بعد قبض کے بشرط حق شرع قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادتی قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت منفسلہ ہو یا منفسلہ خلاصہ تعریف یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہ ہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فتح ہے نہ بیع والا ثانی بیع بمثل الثمن الاول بالسکوت عنہ اور فرح ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے سکوت سے یعنی در صورت سکوت ثمن اول واجب ہو گا بالا جماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہ ہوتا فرح مثل الشرط ولوا لمقبوض اجمود اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائے گا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کھرا اگر ثمن دینا تھا مشتری نے اس کے عوض دینے سے پہلے بیع ہوا تو اقالہ کیا جائے کہ درہم انداز ہو گئے تو مشتری دینا دینا نہ دینا کذا فی النہر ولولا ان اقالہ مکسرت معا کا سدا و اگر متعاقب دین نے اقالہ کیا اور ملاکہ حکم کا سہم گئے تو کا سہم گئے کذا فی جہر الفتح الا اذا باع المتولی او الوسی للوقف او للمصغیر شیئاً بالثمن قیمۃ او اشترا شیئاً باقل منها لوقف او لمصغیر تجر انقائتہ ولو بمثل الثمن الاول وکذا الماذون کا مرثیہ اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وصی نے مصغیر کے واسطے کوئی چیز بھی اس کی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خریدی وقف یا مصغیر کے واسطے اس کی کمتر قیمت سے تو اقالہ اس کا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی مثل سے اقالہ ہوا اور اسی طرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وان وصیۃ بشرط غیر جنسہ او اکثر منہ او اقلہ وکذا فی الاقل الا مع تعینہ فیکون فسخا بالاقول لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص قبل الا بقدر ما یتغایب الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن میں مگر بیع کے میسوب ہو جانے کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہے تو یہ فتح بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہونہ زیادہ تر نہ کمتر بعضوں نے کہا مگر اس قدر کی زیادتی کہ میں کہہ مضائقہ نہیں جس میں لوگ متغایب ہوتے ہیں شارع نے کہا کہ ان شرط کا ان وصیہ ہے نہ فصلیم ان شرط متعلق ہے ماقبل استثنائے تو اس کی تقریر استثنائے مناسب تھی کذا فی الحلوی والثلث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ کما یسجد اور فرح ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا بشرط فاسد سے اگرچہ اس کی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب العرف سے پہلے آوے گا م تعلیق کی صورت یہ ہے خلاصہ کہ اگر ان کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ازاں خرید کیا تو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خرید یا پامے تو اس کے ہاتھ بیع کیجیو اور زید نے زیادہ ثمن کو بیع کی تو بیع ثانی منعقد نہ ہو گی اس واسطے کہ یہ اقالے کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحاوی عن ابیہ و الرابع جواز تعلیق بیع المبیع منہ ثانیاً بعدہ قبل قبضہ ولو کان معافی صحابہ بطل کیسہ من غیر مشتری یعنی اور فروع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے کہ بیچنا مشتری سے دوسری لہذا اقالے کے قبل قبض کرنے بیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا تو دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی ہے

بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ فساد بیع منقول ہے قبل اس کے قبض کے
والخامس جواز قبض المکیل والموزون منہ بعد بلا اعادة کیلہ ووزنہ اور فروع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ کرنا مکیل اور موزون کا
مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادة اس کے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادة قبض جائز نہ ہوتا والسادس جواز بیع المبیع منہ
بعد الاقالہ قبل القبض ولو کان بیعاً فی حقہما لما جاز کل ذلک اور فروع سادس یہ ہے کہ جائز ہے مبیع کا مشتری کو بائع کے واسطے بعد
اقالہ قبل القبض کے اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ سب کچھ جائز نہ ہوتا م وجہ عدم جواز مبیع یہ ہے کہ بیع فسخ
ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع مبیعہ کے قبل القبض واما ہی بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالہ فلو قبل فسخ فی حق اکل
فی غیر العقار اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہو اور اگر اقالہ
قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں سوائے زمین کے م زمین کا اقالہ اس واسطے فسخ نہ ہوا کہ بیع زمین کی قبض کرنے سے
پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاعتہ او متارکۃ او تراد لم یجعل بیعاً اتفاقاً ولو بلفظ المبیع فبیع اجماعاً اور اگر اقالہ بلفظ مفاعتہ متارکۃ
یا تراد یعنی باہم رد کرنے کے ہو گا تو باتفاق امام اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا نہ جائے گا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہو گا تو بالا جماع بیع ہے م بلفظ بیع اقالہ
کے یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جس کو تو نے خرید کیا وثمرتہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقاراً فسلیم الشفیع الشفیعۃ
ثم تقایل قضی لہ بہا لکونہ بیعاً جدیداً فان الشفیع ثالثاً اور اس کا ثمرہ یعنی حق ثالث میں اقالہ کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے
سو موضع اول یہ ہے کہ اگر بیع زمین ہو اور شفیع نے شفیع سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہو گا تو شفیع اس کو
دلایا جائے گا بسبب اس کے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا واثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمہ بعد لان بیع
فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کر سکتا بسبب اس عیب کے جو اس کو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اس واسطے کہ وہ بیع ہے
اس کے حق میں م یعنی جب کہ مشتری نے بیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ بیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس
اور بائع ثانی نے چاہا کہ اس کو پھیر دے بائع اول کو تو اس کو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ یہ اس کے حق میں بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے
خرید کیا کذا فی المنع والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموهوب لہ الموهوب من آخر ثم تقایل لانہ کا مشتری من مشتری منہ اور موضع
ثالث یہ ہے کہ واہب کو مبیعہ پھیر لینا جائز نہیں جب کہ موهوب نے موهوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اس واسطے کہ
موہوب مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والربع مشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراہ منہ بالاقول اور
ربع یہ ہے کہ مشتری نے بیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے خرید کرنا کثر ثمن سے جائز ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی
چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور مہنوز ثمن نہیں دیا پھر کو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی میں ... اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع
اول نے مشتری مذکور سے اس کو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحاوی
والخامس اذا اشتری بعروض التجارۃ عہد الخدمۃ بعد ما حال علیہا الحول ووجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فملکت
فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر ثالثاً اذا رد لعیب بلا قضاء اقالہ اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام
خرید کیا بعد گزر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اس کو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس
ہلاک ہو گئیں مالک کے ہاتھ میں تو ان کی زکوۃ ساقط نہ ہوگی پس یہاں فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا اس واسطے کہ جو اسطہ عیب کے پھیر دینا بلا حکم

قاضی اقالہ ہم غلام میں خدمت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اس کی خرید و استہلاک نہ ہوگا کیونکہ مال تجارت کو تہات کے مال سے جدا استہلاک نہیں اور غیر قضا کی قید کا یہ غامض ہے کہ ہم قاضی کے سب کے حق میں نہیں ہے تو کو بیع واقع ہوئی اور اجناس ہر گز تو کو کو نہ واجب نہ ہوگی۔ بدایہ البیوع بقضا اس واسطے اقالہ کیا کہ یہ بیع مجید ہے فقیر کے حق میں تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہک ظہر انہ انکوة واجبہ ہوئی اور اگر اقالہ بیع ہو تو فقیر کے حق میں بیع اول سے مرتفع ہو جاتا۔

کذا فی المطاوی و زیادہ التقابض فی العرف و وجوب الاستبراء لادحق اللہ تعالیٰ فلعنہ ثالثا مصدر الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب الاستبراء کا یہ زیادہ کیا گیا ہے اس واسطے کہ استبراء حق اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ تیسرا شعر متعاقدین کا کذا فی مصدر الشریعۃ ہم وجوب استبراء کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اس پر بیع کیا پھر اقالہ بیع ہو تو یہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو طے اس کی جائز نہ ہوگی مگر بعد استبراء کے والاقالہ بعد الابارۃ والزمین فالمرئی ثالثا منہر فی تسعة اور مواضع مذکورہ پر لائق ہے اقالہ بعد اجارہ اور زمین کے تو مرئی تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متی اور شرح کے تو ہونے ہم نہر الفائق میں کہا کہ مجھ سے سوال ہوا اقالہ بعد زمین سے تو میں نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل قول فقہاء کہ اقالہ بیع بدیہ ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرئی ہے اور اسی طرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا اتنی تو اقالہ بعد زمین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے متاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اس نے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا زیادہ مناسب تھا کہ مرئی اور متاجر ثالث ہے کذا فی المطاوی والاقالہ ینص صحتا ہلاک المبیع ولو حکما کا باقی اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا بیع کا اگر ہلاک حقیقی نہیں بلکہ ممکن ہو جیسے بھاگ جانا غلام کام اور اگر ہلاک بیع کی بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہوگی کذا فی البحر المحقق ولونی بدل العرف نہ ہلاک تھا کی بدل صرف میں واقع ہو مگر چونکہ اصل بیع میں بیع ہے نہ فسخ لہذا ہلاک بیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاک فسخ کی و ہلاک بعضہ ینص الاقالہ بقدرہ اعتبار البیوع بالکل اور بعض بیع کا ہلاک ہونا مانع اقالہ کا نہیں بقدر باقی کے جو کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے ہم از انجلیہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اس کے حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اس کو قیض سے مذکور کرے گا و لیس من مالہ و شری صالیو تا فہت فتقا یا لبقا و کل المبیع فتح اور ہلاک بعض بیع سے یہ صورت نہیں مگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام بیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو فسخ کم کرنا بسبب خشکی مبادلہ کے جائز نہیں و لذا ہلاک احد البیوع فی المقایض و کذا فی السلم صحت الاقالہ فی الباقی منہا و علی مشتری قیمت المالک ان قیمتا و مثلاً ان مثلاً ولو ہلاک البیوع الا فی العرف اور جب کہ احد البیوعین مقایضہ اور اسی طرح سلم میں ہلاک ہو جائے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل میں اور مشتری پر مالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثلاً مالک لازم ہے اگر وہ مثلاً ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل نہیں ہم مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو لیو من متاع کے بیچنا اور صرف کا استثناء منقطع ہے تقایلا فابق الصمد من ید مشتری و عجز عن تسلیم او ہلاک المبیع بعد با قبل القبض بطلت بزازہ متعاقدین نے اقالہ کیا مگر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ مابز ہما اس کی تسلیم سے یا بیع ہلاک ہووے لہذا اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازہ و ان مشتری ارضا شجرۃ فقط و او بعد فقط صحت یدہ و اخذ ارشہا ثم تقایلا صحت و لزمنہ جمیع الثمن و لا شیء لبا لہ من ارش اشجر و الیہ ان حالما بہ یطیع الید و اشیر وقت الاقالہ و ان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن لو ان ترک قلیۃ اگر مدخت و لی زمین خرید کی

لے ہی معلوم کیا میں کا آتا جس سے معلوم ہو کہ لونڈی کو مشتری سے محل نہیں ۱۲

پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اس کا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام
 ثمن اس کو لازم ہے اور اس کے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور
 وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القنیۃ و فیہا شریٰ ارضاً مزروعۃ ثم حصداً ثم تقایلاً صحت فی الارض
 بخصتها اور قنیۃ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اس کے حصے کے برابر ہم یہ صورت بعض
 بیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لو تقایلاً بعد ادراک لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اس
 واسطے کہ عقد خرید پر وارد ہے نہ گیموں پر کذا فی البحر و فیہا تقایلاً ثم علم ان المشتري كان وطى المبيعة ردًا واخذ ثمنها اور قنیۃ میں ہے کہ دونوں
 نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی بیع سے وطی کی تو اس کو پھیر دے اور اس کا ثمن لے و فیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقاً اور قنیۃ
 میں ہے کہ پھیر دینے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ بیع کے حضور ہوا ہو یا اس کے غیبت میں کذا فی المنع لیکن یہ اطلاق قنیۃ کی عبارت میں
 پایا نہیں جاتا کذا فی الحلبي و تصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلاً ابیح ثم تقایلاً یا ای الاقالۃ ارتفعت و عاد ابیح الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل
 الا اقالۃ لكون المسلم فیہ دیناً سقط و الساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ سوا اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ
 جائز ہے گا اور بیع پھر آوے گی سو اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اس واسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا
 وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ و فیہا رأس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعد کقبلہا اور اشباہ میں ہے کہ رأس المال بعد اقالہ کے
 ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو اس میں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں م یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض رأس المال
 کے اس میں تصرف جائز نہیں جیسے رب المسلم کو بعد اقالہ قبض رأس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز رأس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی
 الطحاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعد فلا تحالف حکم رأس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں
 ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب المسلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا رأس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں م اس صورت میں مسلم الیہ کا
 قول معتبر ہو گا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی در صورت عدم بینۃ کذا فی الطحاوی و لو تفرقا قبل قبضۃ
 الا فی الصرف اور اگر رب المسلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے رأس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں اور اگر متفرق
 ہوئے قبل قبض رأس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قبض رأس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثناء منقطع
 ہے کیونکہ کلام رأس المال میں ہے و فیہا اختلف المتباہان فی الصحتۃ و البطلان فالقول لمدعی البطلان و فی الصحتۃ و الفساد لمدعی الصحتۃ اور اشباہ
 میں ہے کہ متباہان نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا
 قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتري بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقذ و ادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتري مع دعواه الفساد
 میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے بیع کی بیع کرنے کا دعویٰ کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے
 اور بائع نے بیع اقالہ کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا باوجود دعویٰ فساد کے م اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے
 قبل ادائے ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اس واسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ
 یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا و لو بعکسہ تجالفا بشرط قیام البیوع الا اذا استہلک فی ید البائع
 غیر مشتری اور اگر اس کے بالعکس ہوئے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے بیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں قسم

لازم آوے گی بشرطیکہ قائم ہو مگر جب کہ بیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں قسم نہیں مگر جبکہ یہ مشتری نے بیع کو ہلاک کیا تو قیمت بیع قائم مقام ہے بیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں بیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائے گا اور اقالہ منتفع ہو گا کذا فی الطحاوی و دایت معزیا للخلصة باع کر او سلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنتہ تم تقایلم بیع اور منسوب بخادمی نے یہ مسئلہ دیکھا کہ اگر کابل غیری اور تسلیم کیا سو مشتری نے اس کا پھل کھا یا ایک سال پھر روئد نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں مگر نزل بضم نون و ذائے مجملہ اگرچہ بمعنی روزی و مہمانی کے ہے لیکن یہاں پھل انکسار کا مراد ہے ۔

باب المراجعة والتولية | فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ہم یعنی اب تک ان بیوع کا بیان تھا جن میں جانب بیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مراجعہ اور تالیہ اور ربوا اور صرف اور تقدم اول کی ثانی پر اس واسطے ہوئی کہ بیع میں بیع اصل ہے نہ ثمن نہ الفاق میں ہے کہ تالیہ اور مراجعہ کی طرف اس واسطے حاجت ہے کہ ناقض محتاج ہے تا جبر واقف کار کے فعل کی طرف تو اس کے مانند ثمن سے یا قدر سے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور روایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیقؓ نے دواؤں خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التالیہ ہم کو دے صدیقؓ نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر السارمة والوصیة لظہور ہما اور مصنف نے مساومہ و ضعیفہ کا ذکر نہ کیا بسبب ان کے ظاہر ہونے کے مساومہ وہ بیع ہے جس کے ثمن میں متعاقدين کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو اس میں ثمن اول کی طرف انتفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور ضعیفہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور اس کا رواج سودا گروں میں کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض ہجرت باع المراجعة مصدر بائع اور لکھ مصدر ہے بائع کا کام عرب بولتے ہیں باع التنازع اور مشتری مراجعہ یعنی ہجرت باع کو یا خرید کیا بطور مراجعہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا و شرعاً بیع مطلقہ میں العروض ولو بہتہ اولیٰ و ثانی و غضب فانہ اذا تمہ بما قام علیہ و یفصل مؤنۃ وان لم یکن من کا بر قصار و نحوہ ثم باعہ مراجعہ علی تلک القیمۃ جاز بسوط اور اصطلاح شرع میں مراجعہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہو گیا ہے مجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غضب کے ہو تو جب کہ اس کا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کرے گا جتنے کو کہ مملوک اس کو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے ہوتے کے اگرچہ ہوتے مضموم بیع کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مزدوری و صوبی کی اور مانند اس کے پھر بائع اس کو بیع کے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی البسوط م خلاصہ یہ ہے کہ مراجعہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ بیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع سے ر بیع چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اس پر دلالت ہے بلکہ ہر مملوکہ چیز میں مراجعہ جاری ہے سوا اگر بیع خرید ہے بائع کی تو اس میں مراجعہ یوں ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑا کیجے اور اگر بائع کو بیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت ملے ہے تو ان میں مراجعہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت ادا یا بستر نفع زیادہ کر کے بیع طحاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دھابم کا مراجعہ نکل گیا تو اگر دھابم کو دنیا میں سے خرید کیا تو بیع درابم بطور مراجعہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور شامیہ زبیری میں بائع سے اس کا جواز منقول ہے غضب کی صورت میں کہ غضوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اس کی قیمت کا تاوان دیا پھر غضوب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اس کو بیچنا بطور بیع المراجعة کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر ملنے کی کہ شایع نے مصنف کی تعریف میں تصرف کر کے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مراجعہ عبارت ہے مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت تحیک علی والہ اعلم والتولية مصدر ولی وغیرہ جملہ دالیا اور تالیہ مصدر ہے ولی وغیرہ کا یعنی غیر کا یعنی غیر کو

پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اس کا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام
 مثن اس کو لازم ہے اور اس کے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور
 وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام مثن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القینۃ و فیہا شری الرضا مزروعۃ ثم حصدا ثم تقایلا صحت فی الارض
 بخصتها اور قینہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اس کے حصے کے برابر ہم یہ صورت بعض
 بیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لو تقایلا بعد ادرا کہ لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اس
 واسطے کہ عقد خرید پر وارد ہے نہ گیموں پر کذا فی البحر و فیہا تقایلا ثم علم ان مشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قینہ میں ہے کہ دونوں
 نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی بیع سے وطی کی تو اس کو پھیر دے اور اس کا ثمن لے و فیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قینہ
 میں ہے کہ پھیر لینے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ بیع کے حضور ہوا ہو یا اس کے غیبت میں کذا فی المنع لیکن یہ اطلاق قینہ کی عبارت میں
 پایا نہیں جاتا کذا فی الحلبی و تصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا ابیع ثم تقایلا با اسی الاقالۃ ارتفعت و عاد ابیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل
 الا اقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط و الساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ سوا اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ
 جائے گا اور بیع پھر اڑے گی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اس واسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا
 وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ و فیہا رأس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعد کہ قبلہا اور اشباہ میں ہے کہ رأس المال بعد اقالہ کے
 ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو اس میں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں م یعنی مسلم ایہ کو قبل قبض رأس المال
 کے اس میں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم اور سلم ایہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے رأس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز نہیں مگر صرف میں جائز نہیں اور اگر متفرق
 الطحاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعد فلا تحالف حکم رأس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں
 ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور سلم ایہ نے اختلاف کیا رأس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں م اس صورت میں سلم ایہ کا
 قول معتبر ہو گا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی در صورت عدم بینہ کذا فی الطحاوی و لو تقرقا قبل قبض
 الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور سلم ایہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے رأس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں اور اگر متفرق
 ہوئے قبل قبض رأس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قبض رأس المال بقا عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثناء منقطع
 ہے کیونکہ کلام رأس المال میں ہے و فیہا اختلف المتباہان فی الصحتۃ و البطلان فالقول لمدعی البطلان و فی الصحتۃ و الفساد لمدعی الصحتۃ اور اشباہ
 میں ہے کہ متباہان نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا
 قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی مشتری بیع من بائعہ یا قل من الثمن قبل النقد و ادعی البائع الا اقالۃ فالقول للمشتري مع دعواه الفساد
 میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے بیع کی بیع کرنے کا دعویٰ کیا بائع نے بعض مثن کے قبل ادا کرنے مثن کے
 اور بائع نے بیع اقالہ کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا باوجود دعویٰ فساد کے م اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے
 قبل ادائے مثن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اس واسطے کہ ادعا اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ
 یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا و لو بعکس تجالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استہلک فی ید البائع
 غیر مشتری اور اگر اس کے بالعکس ہوئے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے بیع کو مشتری سے باقل مثن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں قسم

لازم آوے گی بشرطیکہ قائم ہو مگر جب کہ بیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں قسم نہیں مگر جبکہ مشتری نے بیع کو ہلاک کیا تو قیمت بیع قائم مقام ہے بیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں بیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائے گا اور اقالہ مفتح ہو گا کذا فی المطاوی و صایت معزیا للخطاۃ باع کراد سلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنتہ ثم تقایلم یصح اور منسوب بخادمی نے یہ مسئلہ دیکھا کہ انگوٹھا بیع کیا اور تسلیم کیا مشتری نے اس کا پھل کھایا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں مگر نزل بضم نون فذائے مجملہ اگرچہ بمعنی روزی و مہمانی کے ہے لیکن یہاں پھل انگوٹھا کا مراد ہے ۔

باب المراجعة والتولية | فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا مگر یعنی اب تک ان بیوع کا بیان تھا جن میں جانب بیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مراجعہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اس واسطے ہوئی کہ بیع میں بیع اصل ہے نہ ثمن نہ اتفاق میں ہے کہ تولیہ اور مراجعہ کی طرف اس واسطے حاجت ہے کہ ناواقف محتاج ہے تاجر و واقف کار کے فعل کی طرف تو اس کے مانند ثمن سے یا قدر سے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور روایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدق نے دواؤں خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ تم کو دے صدق نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر السارۃ والوضعیۃ لظہور ہما اور مصنف نے مساومہ وضعیہ کا ذکر نہ کیا بسبب ان کے ظاہر ہونے کے م مساومہ بیع ہے جس کے ثمن میں متعاقبین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو اس میں ثمن اول کی طرف انتفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضعیہ بیع ہے کثر ثمن اول سے اور اس کا رواج سودا گروں میں کثر ہے کیونکہ تجارت سے غرض ہر راجع المراجعہ مصدر مانع اور لکھ مصدر ہے مانع کا م عرب بولتے ہیں باع المتاع اور مشتری مراجعہ یعنی رجعت متاع کو یا خرید کیا بطور مراجعہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا و شرعی بیع مطلقہ من العروض و لو بہتہ اولیٰ و ثانی و غصب فانہ اذا تم بمقام علیہ و لفصل مؤنۃ وان لم یکن من کابر قصار و نحوہ ثم باعہ مراجعہ علی تلک القیمۃ جاز بسوط اور اصطلاح شرع میں مراجعہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہو گیا ہے مجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ اس کا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کرے گا جتنے کو کہ مملوک اس کو مل گیا ہو اور ساتھ زیادہ کرنے موت کے اگرچہ موت مضموم بیع کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مزدوری و صوبی کی اور مانند اس کے پھر بائع اس کو بیع کے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی البسوط م خلاصہ یہ ہے کہ مراجعہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ بیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لے کر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اس پر دلالت ہے بلکہ ہر مملوک چیز میں مراجعہ جاری ہے سوا اگر بیع خرید ہے بائع کی تو اس میں مراجعہ یوں ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑا کیجے اور اگر بائع کو بیع بطریق میر یا ارث یا وصیت مل گیا ہے تو اس میں مراجعہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے مطاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مراجعہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنیا میں سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مراجعہ جائز نہیں چنانچہ بقرار التی میں ہے صاۃ کاثرہ نہیں میں بائع سے اس کا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مضموم غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اس کی قیمت کا تاوان دیا پھر مضموم مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اس کو بیچنا بطور بیع المراجعہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر علی نے کہا کہ شایع نے مصنف کی تعریف میں تعریف کر کے کہ کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مراجعہ عبارت ہے مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت تحیک متی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ولی وغیرہ جملہ دالیا اور تولیہ مصدر ہے ولی وغیرہ کا یعنی غیر کا یعنی غیر کو

والی اور کار ساز مقرر کیا و شرعاً بیعہ ہشتمہ الاول و لو حکما یعنی بقیمتہ و غیر عنہا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اس کے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اس واسطے کہ تولیہ ثمن میں اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید کرنا اتنے کو بیچنا اس کا نام تولیہ ہے لیکن ظاہر ایہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جب کہ وہ مغبوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام بٹھرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اس کو بھی شامل ہو جاوے طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اس واسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہونہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے و شرط صحتہا کون العوض مثلیا او قیما مملوکا للمشتري اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلی چنانچہ درایم اور دانیز اور کیل اور موزون اور عددی تقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اس واسطے شرط صحت ہو کہ اگر ثمن مثلی ہو چنانچہ کپڑا عوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت معمول ہے ہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی ہے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اس کی یہ ہے کہ گھر خرید کیا جو من کپڑے کے اور اس کو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ عوض اسی کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اس کے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر تبصرہ و کون المزیج شیئاً معلوماً و لو قیماً مشاراً الیہ لہذا التوب لا انتفاء البہالۃ حتی لو باعہ بزیج وہ یازدہ ای العشر باعہ عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر مخرج البیع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہ ہو بلکہ قیمت والی چیز مشاراً الیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفع ہونے جہالت کے تو اگر بیع کرے گا وہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو عوض کیا رہ کے بیچے گا تو جائز ہوگا مگر یہ مشتری کو ثمن اس کا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اس کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح البیوع للعینی ہم ہذا زیدہ کے نفع سے کل ثمن اس کا معلوم نہ ہوا لہذا بیع جائز نہ ہوئی و یقیم البائع الی راس المال اجر القصار والصیغ بای لون کان والظہار بالکسر علم التوب والقتل لو حمل الطعام وسوق الغنم واجرة الغسل والحیا طہ وکسوتہ و طعام البیوع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وکسما وکری المسناة والا نہار و غرس الاشجار وخصیص الدار اور ملانے بائع راس المال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیونہ ہو اور مزدوری کپڑے کے نقش کاری کی اور رد مال وغیرہ کے دورے بننے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے اور بھیر بکڑیوں کے ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام بیع کا بدوں اسراف کے اور نہجائی قیمت بعد انگور کی اور اس کی جاروب کشی اور برہوں اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چوڑی کاری اور اسی طرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور موتی میں سوراخ کھنڈنے کی مزدوری اس کے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر واجرة السمسار ہو اللال علی مکان السلعة و صاحبها المشروطہ فی العقد علی ما جزم بہ فی اللہ و ربح فی البحر لا طلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تھی اسی قید پر یقین کیا ہے و در میں اور بحر الرقی میں طلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتاوے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہاء میں دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جس کے ساتھ متاع ہو غالباً نہر الفائق میں ہے کہ مہتمم بہرت دلال بالاجماع ثابت ہے و ضابطہ کل ما یزید فی البیع اوفی قیمتہ یعنی در دو عقد العینی وغیرہ عادیۃ المتجار بالضم اور قاعدہ کلیہ شہادہ مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز بیع میں آیا ہو جائے بیعے رنگ وغیرہ اس کی قیمت میں زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملانے کا وہی کذا فی النہر یعنی وغیرہ نے سودا گروں کے ملانے کی عامت پر اتفاق کیا ہے جس کو تیار

اپنے عرف میں اس المال کے ساتھ ملاتے ہوں اس کو ملانا چاہیے و یقول قائم ملی بکذا اولا یقول اشتريت کا نہ کذب اور بائع کے کہ یہ چیز اتنے کو پڑی .
اولوں نہ کے کہ میں نے اتنے کو خریدی اس واسطے کہ یہ جھوٹ ہے مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خرید کیا اور ایک روپیہ اس کی سبائی میں صرف ہوا تو مالک
اس کے بیچنے کے وقت یوں کہے یہ نہیں باہر قبائلم کو پانچ روپیہ کی پڑی اور یوں نہ کے کہ میں نے پانچ کو خریدی کہ صاف جھوٹ ہے یہ اس صورت میں ہے
جب کہ بیع بطریق مزابمہ یا تولیہ کے منظور ہوا اور اگر بطریق مزابمہ یا تولیہ کے منظور ہو تو بلا بیان نہیں اور سلائی وغیرہ کے جس قدر کو چاہے بیچے و کذا اذا قوم
الورد ث و نحوہ ابواب رقم ب و صلا قانی رقم فتح اور اسی طرح مزابمہ جائز ہے جب کہ شی موروث وغیرہ کی قیمت بھڑا دے یا بیع کو ان کی رقم پر بیچے بطریق
بیان رقم میں چاہا ہو کذا فی الفتح م رقم عبارت ہے اس علامت سے جو کہے سے رکھی ہو اور میں پر دلات کہ صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم
نہیں پہناتا اور کپڑے پر دس روپے کی رقم لکھی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے میں اس پر اتنا نفع لے کہ بچوں کا خواہ وہ رقم اہل ثمن سے ملتی
ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ بنا دے گا تو بیع صحیح نہ ہوگی لایعظم اجر الطیب والمعلم و ردہ ولو للمعلم والشعوبہ ما فیہ فلتا حلال فی البسوط
بعلم العرف نہ ملا دے طیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدہ اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم فہم تعلیم کی علت میں جو کچھ نہ ہو ہے اسی واسطے مبسوط میں عام
فہم تعلیم کی اجرت میں عدم عرف کو علت قرار دیا ہے م بعضہ علما نے عدم فہم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک میں زیادہ نہیں ہو جاتی حالانکہ
یہ غلط ہے بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر بیع ہو جائے گا تو ملا دے نہ ملا دے کذا فی الفتح ملخصا والدلالات
والراعی اور نہ ملا دے ناس للہ کے ساتھ اجرت دلال اور خریدنے والے کی ولا تفقہ نفسہ اور نہ ملا دے اپنی ذات کا خرچ م یعنی سوداگر کا خرچ ہوا رہی
ذات کے طعام اور کسوت میں سفر تجارت کے اندر اس کو بھی اس بیع میں حساب نہ کرے ولا اجر عمل ہل نفسہ او تلوعہ بر متلوع اور نہ ملا دے اجرت اس عمل کی
جو بیانات ملو دیا یعنی مثلاً اپنا رنگ اور سینا حساب نہ کرے یا کسی نے کوئی عمل محنت کر دیا اس کی اجرت بھی نہ ملا دے و جعل المایق و کراء بیت المحفظ
بمخلاف اجرة الخزن فانما تفہم کہ مراد یہ وہاں کہ نہ بلعوف ولا غلا فرق یظہر فتدبر اور غلام اگر نیت کے پر لانے کی اجرت ادبیت المحفظ کا کرایہ نہ ملا دے بخلاف
اجرت خزن کے کہ اس کو اس المال کے ساتھ ملا دے چنانچہ فقہانہ اس کی تصریح کی ہے اور گویا کہ فہم اجرت خزن اور عدم فہم کرایہ بیت المحفظ بسبب رواج
کے ہے اور اگر یہ علت نہیں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا بیت المحفظ اور خزن میں سوتا مل کرے و مایوخذ فی الطريق منی المتعلم الا اذا اجرت العادۃ بعمر
ہذا ہوا الاصل کیا علت فلیکن العول علیہ کیا بیفیدہ کلام الکمال اور اس المال کے ساتھ نہ ملا دے اس خرچ کو جو لیا جاتا ہے ماہ میں ظلم سے مگر اس
وقت ملنا چاہیے جب کہ رواج میں اس کے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج بھی اہل ہے فہم اور عدم فہم میں چنانچہ معلوم کر چکا تو ملنی وغیرہ کے
کلام سے تو یہی قول ممتد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلات کرتا ہے م طحاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اس کو
مقتضی ہے کہ در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی اس المال کے ساتھ ملا دے فانی ظہر خیانت فی مزابمہ باقرارہ او برلمان علی ذلک او بکول
عن ابیہن اخذہ للشری لکل منہ اور وہ لغوات الرضی پھر اگر بائع کا خیانت ظاہر ہو مزابمہ میں اس کے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے سے
تو مشتری اس کو پھیرے اس کے پورے ثمن سے یا اس کو پھیرے بسبب فوت ہو جانے رضامندی کے یعنی در صورت خیانت مشتری اس بیع سے
کیونکہ ماضی ہو گا لہذا اس کے لینے نہ لینے میں اختیار ہو گا نہ لائق میں ہے خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اس کو ملا دے جس کا ملانا جائز نہیں یا جو نودم
کو طحاوی کی ہو اس کو دس درم بنا دے ولا المحط قد بالخیانت فی التولیۃ لتحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کر دانا
تولیہ میں تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے م یعنی اگر قدر خیانت کو کم نہ کرے تو تولیہ ثابت نہ ہو اس واسطے کہ تولیہ ثمن اہل سے
زیادہ نہیں ہوتا بخلاف مزابمہ کے ولو بک البیع او اسلمک فی المزابمہ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنع منہ من الرد منہ بحسب المعن لیسی و مستط

تیارہ اور اگر بیع ہلاک ہو جاوے یا اس کو مشتری ہلاک کرے مراجمہ میں اس کے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے روکی چنانچہ عیب یا زیادت مانع تو بیع اس کو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اس کے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا و قد منانہ لو و بعد المولیٰ یا المبیع عیسا ثم حدث آخر لم یرجع بالنقصان اور ہم اول ذکر کر چکے ہیں کہ اگر صاحب تولیہ بیع میں عیب پاوے پھر دوسرا عیب اس میں پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیرے ہم مولیٰ اسم مفہول ہے تولیہ ہے رجوع بالنقصان ہو اس واسطے جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تسادی حقیرین کا مقتضی ہے کذا فی الطحاوی و شراہ ثانیاً بحسب الثمن الاول بعد بیعہ بربح فان راجح طرح مابرجح قبل ذلک خرید کیا اس کو دوبارہ ثمن اول کے ہم جنس سے بعد اس کے بیچنے کے نفع لے کر پھر اس کا مراجمہ کیا چاہے تو کم کر ڈالے اس قدر کہ جو نفع لے چکا ہے قبل اس کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اس کے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خرید کیا تو اب اگر دوسری بار فائدہ لے کر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو پانچ کو پڑا پھر اس پر جتنا چاہے نفع لے اور قید ہم جنس ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول متناع یا دایہ ہو اور ثمن ثانی دس درم ہوں تو اس کو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اس واسطے کہ خرید ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اس کا طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مراجمہ میں دخل نہیں کذا فی النہر وان استغرق الرجح ثمنہ لم یراجح خلافاً لہما و ہوا فرق و قولہ ادنی بجر اور اگر فائدہ اس کے ثمن کو مستغرق ہو اس طرح پر کہ دس درم سے خرید کر کے بیس درم کو بیچے بطور مراجمہ کے پھر اس کو مشتری سے خرید کرے جو دس درم کے تو اب دوسری بار امام کے نزدیک بطور مراجمہ اس کو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہ قول خلق پر سبکتر ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر و لو بین ذلک و باع بغیر الجنس او تحلل ثالث جاز اتفاقاً فتح اور اگر اس کو بیان کر دے اس طرح پر کہ میں نے اس کو بیچا تھا اتنا نفع لے کر پھرتے کو خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہوں یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح راجح اے جازان بیع مراجمہ لغیر سید مشتری من مکاتبہ او ماذونہ ولو المستغرق وینہ لرقبتہ فاعتبارہذا التقدیر تحقیق الشراء بغیر المدیون بالاولیٰ علی ما بشری الماذون لکسہ نفیاً للتمتہ مراجمہ کرے یعنی بطور مراجمہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اس مولیٰ کو جس نے اپنے مکاتب یا موزون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اس کی گردن کو مستغرق ہو مراجمہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس اس کے یعنی ماذون اگر اپنے مولیٰ سے خرید کرے تو مراجمہ مولیٰ کی خرید پر کرے تہمت دور کرنے کے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اس واسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہ ہوگا تو مولیٰ کا اس سے خرید کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ مولیٰ کا مال ہے تو غیر مدیون میں بطریق اولیٰ ہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اس کے مولیٰ نے اس سے پندرہ درم کو مولیٰ لیا تو مولیٰ دس درم پر نفع لے کر بیچے اور اسی طرح اگر مولیٰ نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اس کے غلام مذکور نے اس سے پندرہ کو مولیٰ لیا تو غلام دس درم پر بطور مراجمہ بیع کرے باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک بغیر میں تصرف کو مفید ہے مگر اس میں عدم عقد کا شبہ ہے اس واسطے کہ غلام کامل حق مولیٰ سے خالی نہیں تو گویا مولیٰ نے اپنے ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید و فروخت کی لہذا حکم مراجمہ میں اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر و کذا کل من لا یقبل شہادۃ لہ کاصلہ و فرعہ و لو بین ذلک راجح علی شراہ نفسہ ابن الکمال اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک شخص کا جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اس کی اصل اور فرع اور اگر مولیٰ یا غلام یا اصل یا فرع بیان کرے کہ میں

میں نے اس کو اپنے غلام یا ممل سے یا اپنی اصل فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لے کر بیچے کذا صرح ابن اہل م اس حکم میں ہوا جو جن
 اوصاف التفاضل میں اصل اور فرع کے ساتھ برابر ہیں اور یہ مذہب ہے امام کا خلافاً للعاصمین کذا فی الطحاوی ولو کان مضارباً بمئة عشرة
 بالنصف اشتری بہاؤ باو باع من باب المال بمئة عشرة باع الثوب مرا بحت رب المال ہاشمی عشر ونصف لان نصف الزرع ملک و کذا
 حکمہ کی سیٹی فی بابہ و تحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جس کے پاس دس دس ہیں بالنصف نفع پر انہیں دسوں سے اس نے کپڑا خرید
 کیا اور صاحب مال سے ہندو دس کو بچا تو کپڑے کو بطور مرا بحت صاحب مال گناڑھے بارہ دس کو بیچے اس واسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی دس ملک ہے
 صاحب مال کی اور اسی طرح اس کے بالعکس میں حکم ہے یعنی جب کہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری چنانچہ اس کا ذکر کتاب المضاربہ میں آئے گا
 اور تحقیق اس کی نہر الفائق میں ہے یرانج مرید بلا بیان اسے من غیر بیان انہ اشترای سنیما اما بیان نفس العیب فواجب فتعیب عند
 بالتعیب باذنی سماء و لیسع و و طی الثیب ولم یقصھا الوطی کفر من فار و حرق نار للثوب مشتری وقال ابو یوسف و ذفر و الثلث
 لاد من بیان قال ابو الیث و یہ ماخذ و رجح الکمال و اقرہ للمصنف مرید مرا بحت نفع لے کر بیچے بلا بیان یعنی بیع جائز ہے بدوں اس طرح بیان
 کرنے کے کہ اس نے بیع کو باسلامت خرید کیا تھا سو اس میں عیب لگ گیا اس کے پاس حقوق عیب ناک سے بسبب آفت آسمانی کے یا بیع کے
 فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اس میں کچھ نقصان نہ ہو گیا ہو چنانچہ جو ہے کا کاٹا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو
 طارح نے کیا کیسی بیان نفس عیب و واجب ہے قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر
 اور آئمہ ملہ نے کہا کہ عیب ناک کا بیان کر دینا مرا بحت میں ضرور ہے اور فقیر ابو الیث نے کہا کہ اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہیں اور کمال
 الدین نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور مصنف نے بھی اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ہم بیان نفس عیب اس واسطے واجب ہے تا فریب دینا
 لازم نہ آوے خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جاننا ہے تو اس پر بیان کر دینا واجب ہے یعنی مشائخ نے کہا کہ
 در صورت عدم بیان فاسق مرد و الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحاوی و مرجع بیان التعیب ولو
 بفعل غیرہ بغیر امرہ و ان لم یأخذ الارش و قید اخذ فی الہدایۃ و غیرہ اتفاقاً فتح اور نفع لے کر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے
 فضل سے عیب لاحق ہو تو بیان اس کا مرا بحت میں واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فضل سے بدوں اس کے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے
 غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہادیہ وغیرہ میں اتفاق ہے نہ احترازی کذا فی الفتح و و طی البکر کتکسرہ
 بنشر و طیہ لیسیر و رة الاوصاف مقصودۃ بالاتلاف و اذا قال ولم یقصھا الوطی اور نفع لے کر بیچے جماع باکہ کو بیان کر کے جیسے بیان شکستگی کپڑے
 یا کاغذ کا اس کے کھونٹے یا پیٹنے سے لازم ہے بسبب ہوجانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ میں یہ
 قید لگائی کہ عدم بیان اس وقت ہے جب کہ جماع سے اس میں نقصان نہ ہو گیا ہو ہم ہر چند اوصاف کے مقابل میں نہیں پڑتا لیکن در صورت اتلاف
 اوصاف مقصود ہوتا ہے میں تو ان کے مقابل میں واقع ہوگا چونکہ جماع باکہ ازالہ بکارت کا موجب ہے لہذا اس کے مقابل میں واقع ہوا بخلاف
 جماع ثیبہ کے ہاں اگر ثیبہ میں جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اس واسطے کہ واطی جو قصد اتلاف اکثر موجب
 نقصان نہیں ہوتا اشترای بالعت لیسیتہ و باع بزرخ مائتہ بلا بیان خیر مشتری اور خرید کیا ہزار دس سے اور بیچا سو دس کے نفع پر یعنی گیارہ
 سو کو بیچا بدوں بیان کرنے عدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کمال میں نقد سے خریدے چاہے ترک کرے فان تلف البیع بتعیب
 لے یعنی جو شخصوں میں شرکہ مفاد منہ ہو کہ برابر مال ہو یکے نے لگا کر حرکت کی ہو ۔ ۷۷ یعنی جو شخص بیع مرا بحت چاہے

او تعییب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالاً پھر اگر بیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اس کو معلوم ہوا کہ بائع نے اس کو ادھار خرید کیا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولية فی جمیع مامر اور اسی طرح مراجعہ کے مانند تولیہ کا حکم سب سے جمیع مسائل مذکورہ میں ہم یعنی در صورت میصوب کر دینے اور واپسی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہے اور در صورت عیب دار ہو جانے کے آفت آسمانی سے اور واپسی ثبہ میں بیان کرنا ضرور نہیں اور تولیہ مراجعہ کے مانند ہے ادھار خریدنے میں بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل ما بین الحال والموکل بموکل اور ابو جعفر نے کہا کہ محتاج فتوی کے واسطے پھر لینا ہے زیادتی کا جو ما بین ثمن خیال اور ثمن موکل کے ہے کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال پندرہ ہوں اور ثمن موکل تیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ دم بائع سے پھیر لے ولی رجلاً شیئاً اے بائع تولیہ بمقام علیہ او بما اشتراه بہ ولم یعلم للمشتري بکم قام علیہ فسد البیع لجملة الثمن وکذا حکم المراجعة و غیر مشتری بین اخذہ وترکہ لوعلم فی مجلسه الا بطل تولیہ کیا اگر سے کسی چیز کا یعنی اس کو بطرز تولیہ پچا لیوں اس قدر کے جتنا اس پر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اس ثمن کے جس سے اس کو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ کتنا اس پر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہے بسبب معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہے مراجعہ کا اور مشتری مختار ہوگا اس کے لینے اور چھوڑنے میں بشرطیکہ مجلس عقد میں ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس میں نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہے ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہے کیونکہ یہ بیع باطل نہیں فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن البحر والعمدة ان لا رد لغبن فاحش هو مالا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ و بہ ائمتی بعضهم مطلقاً کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ولفیتی بالرد وفقاً للناس وعلیه اکثر روایات المضاربة و بلفیتی ثم رقم قال ان غره لے غره مشتری البائع او بالعکس او غره الدلال فله الرد والا لا و بہ ائمتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال و تصرفه فی بعض البیع قبل علمه بالغبن غیر مانع منه فی رد مثل ما تقدم ویرجع بكل الثمن علی الصواب انتهى ملخصاً جان اس بات کو کہ رد بیع نہیں ظاہر روایہ میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت بھڑانے والوں کی قیمت مقرر کرنے داخل نہ ہو اور اسی عدم رد کا بعضوں نے فتوی دیا ہے مطلقاً خواہ اس کو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیۃ پھر صاحب قنیۃ نے رد لکھے اور کہا اور غبن فاحش میں یہ پھر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربة کے اکثر روایات ہیں اور اسی کا فتوی ہے پھر صاحب قنیۃ نے رد لکھے اور کہا کہ اگر اس کو دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اس کو دلال نے دھوکا دیا تو اس کو رد بیع کا اختیار ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اس کو کسی نے دھوکا نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیۃ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض بیع قبل درست ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اس کا مثل پھیر دے جس کو اس نے تلف کیا اور سب ثمن پھیرے بنا بر صواب قول کے انتہی قول القنیۃ ملخصاً ہم بطلان تصرف کیا اس کے رد مثل کے ساتھ باقی بیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیۃ میں مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اس کا قول مردود ہو جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہے اس کے حصے کے موافق ثمن نے کہ کذا فی الحلبي بقی لوکان قیماً لمره باقی رہی یہ بات کہ اگر بیع قیمت والی چیز ہو اور اس میں غبن فاحش ہو ہو میں نے اس مسئلہ کو مصرح نہیں دیکھا قلت وبالایہ خیر حزب الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصحہ الزیلعی وغیرہ میں کہتا ہوں قول اخیر پر یعنی اگر غبن فاحش فریب دینے سے ہے تو رد بیع جائز ہے والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں اور اسی کی تصریح کی ہے زلیعی وغیرہ نے ہم صاحب تحفۃ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مضون رد نہ کرے لیکن حکم ان مضون میں جسے کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اس کو فریب دینے سے غبن ہو تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے انتہی صاحب تحفۃ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحاوی فی قناتہ الاشباہ من بیوع النجا نہیں فصل الغرور والغرور لا یوجب الرجوع

لانی ثلث منہا نہ احد شہادہ کی کتاب الکفالات میں غایہ کی کتاب الیسوع فصل غرود سے منقول ہے کہ غرود یعنی دھوکا پڑنا موجب رجوع نہیں مگر
یہی صورت میں الا نجلہ ایک یہ صورت ہے جو حق میں مذکور ہو چکی یعنی فاسد ہے نہ ہے اگر اس کا دھوکا دیا ہو وضا بطہا ہی یكون فی عقد رجوع
نفسہ لالہ لہ فی کولیتہ وامارۃ لہ لہ لکام استحقاق علی الدافع باضمنہ اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ غرود اس عقد میں ہو جس کا نفع دافع کی طرف راجع ہو
یعنی ودیعت ادا جہانہ پھر اگر غرود نہ ہو تو باقی سے بھرے بھی خدا اس نے تاوان دیا م دافع شامل ہے بائع اور مشتری اور
مورع اور مورک اس واسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے مسئلہ مال سے اور مورج جرت سے فتنع ہو تب یہ ودیعت کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالی
کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کیے کہ میں اس کا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالہ کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی مستحق مکمل تو مالک کو جائز ہے کہ خالہ سے
تاوان لے اور خالہ کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان بھرے کیونکہ اس نے اس کو دھوکا دیا اس بات میں کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت
امارہ یہ ہے کہ مثلاً جانور امارہ دیا یہ ظاہر کیے کہ یہ میرا مملوک ہے پھر وہ متاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اس سے ضمان لیا
تو متاجر کو وجہ سے بقدر ضمان پھیر لینا ہمارے ہے کذا فی الطحاوی ولار جوع فی عاریۃ و ہبۃ لکون القیض لنفسہ اور رجوع نہیں فریب دینے سے
عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات کے واسطے ہے یعنی جب مستعار اور مور ہو ہو مستعیر اور مور ہو ہو لے کے پاس تلف ہو
پھر وہ مستحق غیر نکلا اور مستعیر اور مور ہو ہو لے مالک تاوان لے تو دونوں شخص معیر اور واپس ہے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ مستعار اور مور ہو ہو کا نفع مستعیر
اور مور ہو ہو کی طرف راجع تھا مستعیر اور واپس کی طرف الاثنیۃ ان یكون فی ضمن عقد معاوضۃ کبا یعوا عبدی ادا بنی فقد اذنت رقم ظہر حلالہ ابن
الغیر رجوع علیہ للغرور ان کان الاب حراً والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غرما و ضحکے ضمن میں چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے
غلام یا میرے بیٹے سے خرید و فروخت کرو مقرر میں نے اس کو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے زید کا تو
اہل بازار زید سے بھر لیں یہ سب غرور کے بشرطیکہ باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہوا اگر وہ غلام ہو تو اس کے آزاد ہونے کے بعد بھر لیں و
بذا ان اضافہ ایہ امر مباہلۃ اور یعنی دھوکا دینے والے سے بھر لینا اس وقت ہے کہ جب اس نے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی
یوں کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اس کے ساتھ خرید و فروخت کا امر کیا ہو و منہ لونی مشتری او استولہ تم استحقاق رجوع علی البائع
بقیمۃ البناء والولد اور منجلہ غرور عقد معاوضۃ کی صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر میں عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی
غیر کی مستحق مکمل تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت بھرے م بائع سے قیمت لینا عمارت کا اس وقت ہے جب کہ عمارت بائع کو تسلیم کر دے
لیکن تسلیم ولد کو فقہانے ذکر نہیں کیا مگر ان کا ظاہر کلام اس پر طالت کرتا ہے کہ ولد مشتری کو دلایا جائے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد
کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اس کی قیمت بھرے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ومنہ ما یاتی فی باب الاستحقاق اشترتی فانا بعد بخلاف ارہنی
اور اذا نجلہ وہ مسئلہ ہے جو باب استحقاق میں آوے گا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو خرید کر لے کہ میں غلام ہوں بخلاف یوں کہنے کے کہ مجھ کو رہن رکھ
لے م یعنی اس کے کہنے سے اسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب بغیبت معروف ہو تو فریب دینے والے پر کچھ نہیں والا مشتری
اس سے بھرے اور وہ بائع سے کذا فی الطحاوی معلوم کہ در المختار کے نسخ یہاں مختلف ہیں اکثر نسخوں میں یوں ہے کہ اشترتی فانا بعد ارہنی اور
بعض نسخوں میں یوں ہے بخلاف ارہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ
کتاب فقہ میں صریح ہے کہ خرید کرنے میں رجوع ضمان ہے نہ رہن رکھنے میں واللہ اعلم الاثنیۃ لہذا کان الغرور بالشروط کا زوجہ امراۃ علی ما ناسرۃ
یعنی اس کا مقام معلوم ہو۔ ۵

ثم استحقَّت ربح على المخر بقیمة الولد المستحق وبعی آخر الدعوی تیسری صورت یہ ہے جب کہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے پھر وہ لونڈی مستحقِ غیر کی نکلی تو ناکح و نہ مستحق کی قیمت مخیر سے بھر لے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر میں آوے گا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا بل ینقل الرد بالتعزیر الی الوارث استظهر للمصنف لا تصریح بم بان الحقوق المجردة لا تورث قلت وفي حاشیة الاشباہ لابن المصنف ویرافتی شیخنا العلامة علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمنا فی خيار الشرط معزیا للردر کیا انتقال کرتا ہے ردیع فریب دینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اس کا وارث اس کو پھیر سکتا ہے یا نہیں مصنف نے اپنی شرح میں عدم انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہاء کے کہ حقوق مجردہ مورث نہیں ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادة او فرشیة سے میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یوں ہے کہ اسی عدم انتقال کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے میں کہتا ہوں اور ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں خيار الشرط میں درر سے نقل کر کے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومة الفقہیۃ ما یخالف و مال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عن ابنہ فی کتابہ معونة المفتی فی کتاب الفرائض وایده بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسعة ان الوارث یرد بالعیب لیصر مغروراً بخلاف الوصی فتأمل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح میں جس کا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہے وہ جو اس کے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا اس کی طرف کہ ردیع غرور سے مورث ہوتا ہے خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اس کے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونة المفتی میں کتاب الفرائض کے اندر مورث ہونے کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے اشباہ کے اس قول کی بحث سے جو قادمہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث ردیع کرتا ہے بسبب عیب بیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہے بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہیں ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اس کو تامل کر ہم وجہ تائید یہ ہے کہ وارث کا مغرور ہونا اس کو مفید ہے کہ خیار الغرور مورث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹھہر امور شہ کے دھوکا دینے سے وقد منعنا عن الخانیة ان متی عاین مایعرف بالعیان نفی الغرور فتدبر اور ہم نے مقدم ذکر کیا ہے باب خيار الشرط میں خانیہ سے کہ جب اس نے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہے غرور کے لئے **فصل فی التصرف فی المبیع والتمس قبل القبض والزيادة والخط فیہما وتاجیل الدیون یہ فصل ہے بیع اور ثمن کے تصرف کرنے میں قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے دونوں میں اور دیون کی مدت مقرر کرنے میں صحیح بیع عقار لائخشی ہلا کہ قبل قبضہ من بالعدم الغرور لندۃ ہلاک العقار حتی لو کان علواً علی شرط نہر و نحوہ کان منقولاً فلا یصح اتفاقاً بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جس کے تلف ہونے کا خوف نہیں قبل اس بات کے کہ اس کے بائع سے لے کر اس پر قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم خطرۃ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کے کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالا خانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اس کے چنانچہ خوف ہوزمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اس وقت میں غیر منقول مانند منقول کے ہو گا عدم صحت بیع میں تو اس کی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہیں مام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے جائز نہیں کیونکہ حدیث شریف میں غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے شیخین کہتے ہیں کہ نہی کی صلت یہ ہے کہ بر تقدیر ہلاکی بیع کے انفساخ بیع محتمل ہے اور ہلاکی عقار میں نادر ہے اور نادر کا کچھ اعتبار نہیں منح العقار میں ہے کہ مصنف نے تعمیر بیع بصحت کی نہ بنفا ذ اور لزوم اس واسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضائے بائع پر موقوف ہیں تو بائع کو قبل اس کے ابطال بیع جائز ہے طحاوی نے کہا کہ قولہ من بالعدم قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے لگتا ہے و اجارۃ و بیع منقول قبل قبضہ ولو من بالعدم کا سببی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اس کے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اس کے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب تن میں آوے گا کذا فی الطحاوی بخلاف عمقہ و تدبیر**

وبیعتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ وامارتہ من غیر بائع فانہ صحیح علی قول محمد وبوالاصح بخلاف آؤ لو کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے اور اس کے مدبر کرنے اور اس کے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شعبوں کو اس کے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمد کے قول پر اور یہی صحیح ہے یعنی اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں کیا تو اس کا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن ادا عامہ محمد کے قول پر صحیح ہے خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبضہ کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبضہ میں تو قبضہ مامور بجائے قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصات اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبضہ کے اور تملیک بیع قبل قبضہ کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اس واسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی الطحاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد یفسخ بہ لاکہ قبل قبضہ فانتقض فیہ غیر جائز ومالا فجائز یعنی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہے ہلاکی سے قبل اس کے مقبوض ہونے کے جیسے بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہونے نقد تو اس میں تصرف قبل قبضہ جائز نہیں اور جو عقد کہ فسخ نہ ہو ہلاکی عوض سے جیسے مہر اور عتق لجوز مال تو اس میں تصرف کرنا قبل قبضہ کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وہب من البائع قبل قبضہ فقیلہ البائع انتقض البیع ولو باء قبل منہ لم یصح هذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف بیع قبلہ فانہ باطل مطلقاً جو ہر ذی قلت وفی الواجب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الہبۃ یحتلہا فند براء بیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اس کے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اس کو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر منقول کی بیع کی تو یہ بیع بائع سے ہی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹے گی اس واسطے کہ یہ محال ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل قبضہ کے کہ وہ باطل ہے مطلقاً خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوزہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل قبضہ کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو مستعمل ہے غور کرے ہم یعنی بیع منقول کی قبل قبضہ کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اس کو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اس میں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اس واسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی بیع اور ثمن ثبات ہیں تو فساد آتا دوسری جہت سے یعنی خطر الفساد عقد در صورت ہلاکی بیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر کثرت ہے مشتری کیسلا بشرط الکلیل حرم لے کہ تحریر یا بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد مر جو الفسادہ بانہ لا یقال لاکلہ انہ اکل حراماً لعدم التلازم کا بسطہ الکمال لکونہ اکل حرامہ نزدیک کیل کی بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اس کا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اس کو تاپنے لے اور البتہ طہانے اس کے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور اس کی کہ اس کے کھانے والے کو حرام خوردہ کہیں گے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اس کو شرح بیان کیا ہے حرام خوردہ اس واسطے نہ کہیں گے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے کھل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتاویٰ ابن ماجہ نے بابائے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم من بیع الطعام حتی یمری فیہ الصامان صلح البائع وصالح المشتري یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا وقتیکہ اس میں دو صلح جاری نہ ہوں ایک صلح بائع کا اور دوسرا صلح مشتری کا اور اس معنوں کو اسحق اور بزار اور عبد اللہ بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں صغف ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع آثار لریعہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدر اور عدم جواز کی علت قطعی کو شارع بعد اس کے بیان کرے گا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لا احتمال للزيادة وہی

للبائع اور کیل کے مانند ہے موزون اور محدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی بائع کا حق ہے یعنی جی کیل اور محدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اس میں تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بدون اپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہیں کہ شاید زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہے تو اگر واقع میں وہ بارہ سیر ہوئی تو دس سیر بائع کا مال بھٹا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہوا لکن غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر بیع کم ہو بشرط سے تو مشتری اتنا ثمن کم کر ڈالے فتح القدر میں کہا کہ محدود سے عددی مقارب مراد ہے چنانچہ اند اور اخروٹ بخلاف مجازۃ لان اکل للمشتري بخلاف بیع کیل اور موزون اور محدود کے بطور تخمین اور اکل کے بلا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے جیسے ایک ڈھیر گیہوں کا خرید کیا تو اس کا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اس واسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اس میں احتمال زیادتی کا نہیں وقید بقبور غیر الدراہم والدنانیر لجواز التصرف فیہما بعد القبض قبل الوزن کیسب التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن مشتری ثانیاً لانہ صار بیعاً بالقبض بعد الوزن قینہ و علیہ الفتوی خلاصہ در مصنف نے موزون میں غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر میں بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اس واسطے کہ موزونات میں دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القینہ اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخلاصہ خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات میں دو صورت ہیں مشتری کو دوسری بار وزن کر لینا بشرط نہیں ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف میں اس واسطے کہ ان کی مقدار مقرری میں غالباً تفاوت نہیں ہوتا اور دوسرے بیع التعاطی میں تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع معتقد ہو گیا بطریق تعاطی کے کذا فی الطحاوی و کفی کیل من البائع بحضرتہ اے مشتری بعد البیع لا قبلہ اصلاً و بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرة رجل فشرآه فباعه قبل کیل لم یجز وان اکتلہ الا فی عدم کیل الاول فلم یکن قابضاً فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی پہلے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد العقد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اس کے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اس نے کیل کو خرید کیا پھر اس کو بشرط کیل بیچا قبل اس کے کیل کرنے کے تو جائز نہیں اگرچہ اگرچہ مشتری ثانی اس کو کیل کر لیا ہو بواسطہ عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض ہی بھٹا کذا فی الفتیہ تو اس کی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی م مھنور مشتری میں کیل بائع اس واسطے کافی ہوا کہ بیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اس واسطے کافی نہ ہوا کہ اس وقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونوں پر صحیح نہیں ولو کان المکیل والموزون ثمناً جازاً التصرف فیہ قبل کیل و وزنه بجوازہ قبل القبض فقبل المکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اس میں تصرف قبل اس کے کیل اور وزن کے بسبب بوجہ تصرف ثمن کے قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متمات قبض سے ہیں پھر جب ثمن میں تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متمات بطریق اولی جائز ہو گا لایحرم المذروع قبل ذرعه وان اشتراه بشرطه الا اذا فرد لکل ذراع ثمناً فهو فی حرمتہ ما ذکر کموزون والاصل ما مراراً ان الذرع وصف لا قدر لیکون کلمہ مشتری الا اذا کان مقصوداً واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یفرضه التبعض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہیں بیع مذروع قبل از پیمائش گز اگرچہ اس کو بشرط پیمائش خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت میں موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اس کا وہ ہے جو چند بار مذکور ہو گیا کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنیٰ کیا ہے جس کو تبعض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اس واسطے کہ اب موزون میں وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا م مھنور تبعض موزون چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہیں رہتا تو اس وقت میں موزون میں تصرف کرنا قبل اس کے وزن کے جائز ہے اگرچہ

بشرط ان شرطیہ کہ یہ تھا کہ اس کو وزن کی بحث میں شارع ذکر کرتا کذا فی الطحاوی و جاز التصرف فی الثمن بہتہ اویع او غیر ہما لو
 عینا سے مشارالہ ولو دینا نا تصرف فیہ تلیک کہ من علیہ الدین ولو لوجو ولا یجوز من غیرہ ابن ملک قیل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف
 کرنا جائز ہے بطریق ربہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن میں ہو یعنی اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو اس میں تصرف
 اس کی تلیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تلیک جوض ہو اس طرح کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے جوض ثمن کے جو دین ہے اور تلیک دین جائز نہیں غیر ملکی
 سے کذا صرح ابن ملک سوا تعین بالتعین لکلیل اولاً کفقود فلو باع ابلاً بدرہم او بکبر بربازہ بربازہ شینا انہ قیل قبضہ تصرف ثمن میں جائز ہے
 خواہ ثمن معین ہو جائے یا ہو معین نہ کرے جیسے کیل تاکہ تعین نہ ہوتا ہو تعین سے جیسے فقود تو اگر اونٹ دہم یا گیسوں سے بیجا تو دہم اور گیسوں کے
 جوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ممد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بیع میں بیچتے تھے تو درم کی جگہ دینار اور کھائے دینار درم بیچتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم اس کو جائز رکھتے تھے کذا فی المنع و کذا فی المحکم فی کل دین قبل قبضہ کسر و حرة و ضمان متلف و بدل خلع و حق بمال و مروت و موصی و مصل
 جواز التصرف فی الاثمان و الدیون کما قبل قبضہا یعنی سومی صرف و سلم فلا یجوز اخذ خلاف جنس لغوات شرط اور جو حکم ہے ہر دین میں قبل اس کے
 مقبوض ہونے کے جیسے مہر و اجرت اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدلا خلع اور مال کا اور وارث اور وصیت کی چیز خلاصہ یہ ہے کہ تمام اثمان و الدیون
 میں قبل ان کے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہے کذا فی المعنی سوائے صرف و سلم کے کہ ان میں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے
 اس کی شرط کے ہم یعنی شرط صحت صرف و سلم قبضہ ثمن ہے تو قبل اس کے تصرف اس میں جائز نہیں و مع الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنس فی المجلس او بعدہ
 من المشتري او وارتد خلاصہ و لفظ ابن ملک اومن اجنبی اور صحیح ہے زیادہ کر دینا ثمن میں اگرچہ زیادتی اس کے خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد
 میں ہو بعد اس کے مشتری کی طرف سے زیادتی ہو یا اس کے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے کہا زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو مگر اگر اجنبی کی
 زیادتی بامشتری ہے تو مشتری پر واجب ہے نہ اجنبی پر اگر اس کے بلا امر ہے تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اس پر لازم ہے و لا باطل ہے اور اگر اجنبی نے
 زیاد کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ذکر کیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگر بامشتری تھا تو اجنبی مشتری سے بھرے اور نہیں تو نہیں کذا فی
 الطحاوی عن البحران فی غیر صرف و قبل لہائے فی المجلس ولو بعدہ بطلت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بالغ اس کو زیادتی کی
 مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کرے گا تو زیادتی باطل ہو جائے گی کذا فی الخلاصہ صرف میں زیادتی اور کی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود
 ہے و فیہا لو نہ بعد ما زاد بھر اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پختا دے تو اس پر حبر کیا جاوے یعنی حاکم بزورہ لازمہ و کان
 البیوع تمام خلاصہ بعد ہلاک و لو حکما علی الظاہر بان باعتم شراہ تم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ بیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد
 ہلاک ہونے بیع کے اگرچہ ہلاک حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے اس طرح پرکہ مشتری نے اس کو بیجا پھر اس کو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں
 ہم بیع کو ہلاک حکمی اس واسطے کہ اگر اختلاف آیدی اختلاف سلمہ کے برابر ہے اور اگر بیع کے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کرے گا تو بطریق
 اطل جائز ہے کذا فی الطحاوی و زاد فی الخلاصہ و کونہ محلاً للمقابلۃ فی حق مشتری حقیقۃ فلو باع بعد القبض او دبرا و کاتب اولت اشارة
 فزاد لم یجز لغوات محل البیوع بخلاف ما لو آجر او ہین او جعل الحدید سیفا و ذبح الشاة لقیام الاکم و الصرۃ و بعض النافع اور خلاصہ میں زیادت
 ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنی ہونا بیع کا محل مقابلہ زیادتی در انہائیکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق میں اس طرح پرکہ بیع مشتری کے
 ماتہ سے خارج نہ ہو گئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اس کو بیجا پھر ثمن کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کی یا بکری گٹی پھر مشتری نے زیادہ ثمن کر دیا
 لے یعنی مکاتب کا مختلف ہوتا ایسا ہے جیسے ہین بدل گئی ۔

تو جائز نہیں لیکن فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اس کے کہ اگر بیع کو باجہ دیا یا اس کو رہن رکھا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں میں زیادہ کرنا جائز ہے بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع بیع کے ہم بعد از ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت موت ہلاک حکمی داخل ہیں کذا فی الحلی و صحیح المحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع و قبض الثمن اور صحیح ہے کہ مہینہ ثمن کا یعنی بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک بیع اور قبض ثمن کے ہو و الزیادۃ والمحط بلیتھقان باصل العقد بالاستناد فبطل خط الكل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہے بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتدائے عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کر دینا ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ اس میں اصل عقد کی تبدیلی ہے کیونکہ بعد عقد کے ثمن کا اگر دینا یا ہرہہ ہے یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلعی و اثر الالحاق فی تولیۃ و مراجعہ و شفیعۃ و استحقاق و ہلاک و حبس و بیع و فساد صرف لکن انما یظہر فی الشفعۃ المحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیۃ و مراجعہ و شفیعۃ اور ہلاک اور حبس بیع اور فساد صرف میں لیکن شفیعہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا ہم یعنی اگر اول دس کی خرید تھی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن میں زیادہ کر دیے تو تولیۃ و مراجعہ پندہ درم پر اور در صورت کم کر دینے باقی پر تولیۃ و مراجعہ کرے اور اگر بیع مستحق غیر تکے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھر لے اور بائع کو حبس بیع میں تا قبض زیادتی اختیار ہے اور صرف میں زیادتی اور کمی مفید عقد ہے اور شفیعہ میں شفیعہ کو زیادتی اس واسطے لازم نہ ہوئی کہ اس کا حق ثابت ہو چکا تھا بیع اول سے تو لزوم زیادت میں اس کے حق کا ابطال ہے اور حالانکہ بائع اور مشتری اس کے ابطال کے مالک نہیں و صحیح الزیادۃ فی المبیع و لازم البائع دفعها ان فی غیر مسلم زلیعی و قبل مشتری اور بیع میں زیادہ کر دینا صحیح ہے بائع کی جانب سے اور بائع کو اس کا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہ ہو کذا فی الزیلعی اور مشتری اس کو قبول کرے ہم زلیعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے اس کو تو موجود فرض کیا ہے مسلم ایہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اس کی حاجت کا واقع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں و یلتحق ایضا بالعقد فلو ہلک الزیادۃ قبل قبض سقط حصتها من الثمن اور بیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہے تو اگر بیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل قبض کے تو اس کا حصہ ثمن سے ساقط ہو گا ہم مثلاً تین درم کو چھ سیر حبس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبض کے تو مشتری کو دو درم کا دینا لازم ہو گا ایک درم ساقط ہو جائے گا و کذا الزاد فی الثمن عرفاً فہلک قبل تسلیم الشفعۃ العقد بقدرہ قنیہ اور اسی طرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہو گیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہو گا بقدر اسباب کے کذا فی القنیۃ ہم مثلاً ایک چیز سودم کو خریدی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی جس کی قیمت پچاس درم تھی پھر کتاب ضائع ہو گئی قبل تسلیم کے تو بیع ایک تہائی میں منفسخ ہو گی کذا فی المنع یعنی اس واسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے ططاوی نے کہا چونکہ بیع قائم ہے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا اٹھائے واللہ تعالیٰ اعلم ولا یشرط للزیادۃ ہنا قیام المبیع قصص بعد ہلاک بخلاف فی الثمن کی مراد شرط نہیں یہاں کی زیادتی میں یعنی زیادت بیع میں قائم رہنا بیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اس کے ہلاک کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اس میں قیام بیع شرط ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا و یصح المحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانه اسقاط و اسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بما دفع فی برادۃ الاسقاط لانی برادۃ الاستيفاء اتفاقاً اور صحیح ہے کم کر دینا بیع سے اگر بیع دین ہو اور اگر بیع عین مشارالیه ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اس کا اسقاط صحیح ہے تو پھر لے جو اس نے دیا تھا برأت اسقاط میں نہ برأت استيفاء میں بالاتفاق ہم محیط میں ہے کہ متعین گیسوں پیمائے پھر خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیسوں ساقط کر دیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ گیسوں عین ہیں یعنی متعین مشارالیه ہیں اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں اگر گیسوں کے و پھر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہے اس واسطے کہ

گیہوں یہاں دین ہیں اور اسقاط دین صحیح ہے اتنی برأت استعلا کی مثال یہ ہے کہ مشتری کے ہائع سے کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ بطریق برأت اسقاط کے کیا اور برأت استیغلا کی مثال یہ کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا بطریق برأت استیغلا اور قبض کے کذا فی الطحاوی ولو اطلقنا فقولا ان اور اگر برأت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیغلا کے تو اس میں دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع میں اختلاف ہے واما الابراء المضاف الی ائمن فصیح ولو بہرہ اوسط فی رجوع مشتری بادرع علی ما ذکرہ الخسی فی تعامل عند الفتویٰ بحجہ اودہ ابراء جو من کی طرف مضاف ہے وہ تو صحیح ہے اگر سوا برأت بطریق بہرہ یا کم کہنے میں کہ ہو تو مشتری پھیر لے جو اس نے نہیں دیا تھا بموجب شرعی کے قول کے تو مفتی کو تا مل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت کذا فی ابوجرم یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک ابراہین تفصیل ہے کہ برأت اسقاط میں رجوع ہے نہ برأت استیغلا میں اور شمس الدین غری کے نزدیک ابراہین بعد استیغلا اور قبض کے صحیح ہے تو بائع پر رد نہیں بعد قبض واجب ہے اور جب برأت استیغلا میں رجوع جائز ہو تو برأت اسقاط میں بطریق اطلاق جائز ہو گا اور جب اس میں اختلاف ہو تو مفتی بہرہ تا مل کے فتویٰ دینا لازم ہو اشارہ نے جو مسئلہ سابقہ میں رجوع کرنا برأت اسقاط میں اور عدم رجوع برأت استیغلا میں باتفاق علما بغل کی ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق میں کہا اودہ یعنی غری کا قول اطلاق کے مناسب ہے ولی البرزانیہ باوہ علی ان یہ من ائمن کذا لا یصح ولو علی ان یخط من ثمنہ کذا جاز لعلی المحط باصل العقد و ان الہبتہ اور برزانیہ میں ہے بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اس قدر میرہ کرے تو صحیح نہیں اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اتنا کم کر ڈالے تو صحیح ہے بسبب لایحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوائے میرہ کے یعنی میرہ اصل عقد سے لایحق نہیں ہوتا والا استحقاق لہائع اور شفعہ و شفعہ متعلق ہوا وقع علیہ العقد و متعلق بالزیادۃ ایضا فلورہ بنو عیب رجوع مشتری بالکل اور استحقاق ہائع اور مشتری اور شفعہ کا اس سے متعلق ہوتا ہے جس پر عقد واقع ہو اور زیادتی سے بھی متعلق ہے تو اگر عیب وغیرہ سے بیع پھر جاوے تو مشتری سب پھیر لے یعنی ثمن اور زیادتی م جب استحقاق کل سے متعلق ہو تو بائع کو جس بیع کا اختیار ہے تا قبض زیادتی اور اگر بیع مستحق غیر نکاح تو مشتری ہائع سے ثمن مع زیادتی پھیر لے اور شفعہ بیع کو مستحق شفعہ لے تو اس زیادتی کے ساتھ جس کو بائع نے بیع پر زیادہ کر دیا بعد عقد کے کذا فی الطحاوی وزم تا جیل کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہے تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے م دین وہ ہے جو گردن پر واجب ہو بسبب عقد یا استعلا کے کذا فی الطحاوی عن اہر قندی نہر الفائق میں ہے تا جیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن بیع ہو یا سوائے اس کے اس واسطے کہ صاحب دین کو معاف کر دینا جائز ہے تو تاخیر مطالبہ بطریق اولیٰ جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین سال یعنی بلا مدت باقی رہے گا اور غایر میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ میں نے مدت کو باطل کیا اس کو پھوڑا تو دین حال ہو جائے گا اور اگر مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اجل نہ ہو گا اتنی مانی النہر الا فی بیع علی مانی مدائنات الاشباہ بدلی صرف وسلم و ثمن عند اقالہ من بعد ما اخذ بہ الشفعہ و دین المیت و السابغ القرمن لمسات صورتوں میں تا جیل دین لازم نہیں چنانچہ اشباہ کی مدائنات میں ہے صرف کے دونوں صورتوں میں اور سلم میں یعنی راس المال میں اور ثمن میں اقالہ کے وقت اور اس کے بعد اور اس دین میں جس کے حوق شفعہ نے شفعہ کیا اور دین میت میں اور ساتویں قرض میں م بحر الائق میں ہے کہ اگر مشتری شفعہ سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون مر گیا اور دین حال ہو گیا اور دائی نے اس کے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ میں تا جیل صحیح نہیں نیز کہ صحیح غیر لازم ہے چنانچہ ظاہر بحر الائق اس پر ناظر ہے کیونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہے فلا یلزم تا جیل تو تا جیل قرض کی لازم نہیں م وجہ اس کی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتداء کے اعادہ اور وسط ہے ولہذا یلغظ اعادہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں چنانچہ دبی اور مبیعی اور مدلی اور مکاتب اور عہد ماذون پھر جب عاریت عہد تو اس میں تا جیل لازم نہ ہوتی کیونکہ معیر کو اگر اس نے عاریت کی مدت عہد رانی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہاء کے قرض معاوضہ ہے کیونکہ اس میں مدخل واجب ہے تو اس اعتبار سے تا جیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ درہم کی بیع

در اہم سے ادھار ہوا اور یہ مقتضی فساد قرض ہے حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے لہذا علمائے حنفیہ قائل ہوئے کہ تا جیل قرض غیر صحیح لازم ہے کذا فی الزیلعی و فی
النہر یعنی اگر قرض مہینہ بھر کے وعدے پر دیا ہو تو مقرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجزواً تا جیل قرض لازم نہیں مگر چار
صورتوں میں لازم ہے جبکہ قرض مجزؤ ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو در صورت عدم شہادت ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے
قرض کا اقرار نہ کروں گا تا وقتیکہ تو اس کی کچھ مدت نہ مقرر کر دے یا اصل مال سے کچھ کم کر ڈالے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو اب مدت لازم
ہوگی کہ اس کا فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس نے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ گواہوں کے رد پر یہ کہا تو مقرض فی الحال مانع ہوگا
کذا فی الطحاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت الالین عنہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثبات ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک ادا حال
علی آخر فاجل المقرض و اسالہ علی مدیون مؤجل فیہ لان الحوالہ مبررۃ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کے واسطے کچھ مدت
مقرر کر دی یا مستقرض نے اپنے اس مدیون پر حوالہ کیا جس کا دین مؤجل ہے اس واسطے کہ حوالہ بری الذمہ کر دینے والا ہے محیل کام حوالہ کی دونوں صورتیں
کر ایک مسئلہ ہیں جیسے مسئلہ رابوہ یعنی وصیت میں دو صورتیں ہیں والربع الوبیۃ وصی بان یقرض من مالہ الف و رہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسار
فیہا نظر الموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لا علی زید سنۃ فیصح ویلزم چوتھی صورت لزوم تا جیل قرض کی وصیت ہے یعنی ایک شخص نے وصیت کی
کہ اس کے مال سے ہزار درہم فلا نے شخص کو قرض دیے جائیں سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اس کے ثلث مال سے اور آسانی کی جائے گی
سال کی مدت میں بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت بھرائی تو وصیت صحیح ہے اور مدت لازم ہے و الحال
ان تا جیل الدین علی ثلثہ او جہ باطل فی بدلی صرف و سلم و صحیح غیر لازم فی قرض و اقالہ و شفیع و بن میت و لازم فیما عدل لک اقرہ المصنف او لعقبت فی النہر
بان المحقق بالقرض تا جیلہ باطل اور خلاصہ یہ ہے کہ تا جیل دین کی تین طرح پر ہے بدل صرف اور سلم میں تو تا جیل باطل ہے اور تا جیل صحیح غیر لازم ہے
قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت میں اور تا جیل لازم ہے سوائے دیون مذکورہ کے اور صاحب بھر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے
لیکن نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ طحاوی قرض یعنی اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تا جیل باطل ہے ہم قول صاحب نہر کا سابق میں مفصلاً مذکور ہو
چکا قلت حیۃ تا جیل القرض کفاۃ مؤجل فیتاخر عن الاصل لان الدین واحد بحر و نہر فی خامستہ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور مجملہ تدابیر تا جیل قرض کی ضمانت ہے
قرض کی مدت بھرا کر تو مطالبہ قرض کا اصل سے ضمانت متاخر ہو جائے گا اس واسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر نویہ پانچویں صورت عدم ہوا تا جیل
قرض سے مستثنی ہوئی اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر زید نے مثلاً سودم خالد سے قرض لیا اور چاہا کہ ادا کرے قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جائے تو اس کا
طرفیہ یہ ہے کہ زید محمود کو ضمان دے اور محمود ایک سال یا ایک مہینے کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمانت زید سے مطالبہ ہٹ جائے گا لیکن نہر الفائق میں
سراج سے منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک در صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہ ہوگا مگر مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہے
تو شاید کہ جیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم و فی جیل الاشباہ جیلۃ تا جیل دین میت ان یقر الوارث بانہ ضمنی ما علی لیت فی حیاتہ
مؤجل الی کذا ویصدق الطالب ان کان مؤجلاً علیہما ولیقر الطالب بان المیت لم یرک ثبناً واللامر الوارث بالبیع للدين و ہذا علی ظاہر الروایۃ من
ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یجل علی کفیلہ اشباہ کے باب الجیل میں تا جیل دین میت کا یہ جیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضمان
ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کر کے اور طالب دین اس کی تصدیق کرے کہ میت اور اس کفیل پر دین مؤجل تھا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت
کے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اس کے بیچ ڈالنے کا ادائے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ جیلہ ظاہر الروایہ پر مبنی ہے کہ جب دین
مؤجل فی الحال واجب الاما ہو جاتا ہے مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا مگر عنقریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین مؤجل

کہا جاتا ہے اگرچہ اصل پر دین مال ہو تو اس کے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہے علاوہ اس کے اگر طالب کی مروت یا طیر ہے تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خلاف واقع ظاہر کر کے کذا فی الطحاوی و قلت سیبی فی اثر الکتاب انہ لو عمل بموتہ واداء قبل حلولہ لیس له من المراجعة الا بقدر ما مضی من الايام و ہو جواب التاخرین میں کہتا ہوں انوکھا کتاب میں آوے گا اگر دین مدیون کی موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اس کی مدت کے آنے کے ادا کر دیا تو اس کے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے متاخرین فقہاء کا یعنی جو مراجمہ کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیع میں اس میں سے مدیون کچھ نہ پاسے گا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحاوی عن القیظہ فصل فی القرض یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ہولغۃ مالتغیرہ لتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ پیر ہے جس کو تو دے تاکہ اس کا تو تقاضا کرے ہم پیر عام ہے قیمتی اور مثل سے اور تقاضا بھی عام ہے بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے و شرعاً مالتغیرہ میں مثل لتقاضاہ و ہواخصر میں قولہ اور شرع میں قرض وہ ہے جس کو تو دے بمثلہ مثلیات کے تاکہ اس کا تو تقاضا کرے سادہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آئندہ سے ہم طحاوی نے کہا لیکن یہ تعریف اس پر بھی صادق آتی ہے جس میں عین شئی کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض و نحوہ یرد علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لا یزید مثله خرج نحو ودیعت و ہبتہ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر و دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اس کے چنانچہ یوں کہنا کہ مجھ کو اتنے دم دے تا میں تجھ کو مثل اس کے پھیر دوں دفع مال بمنزلہ جنس کے ہے اور مثل کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور در مثل کی قید سے مانند ودیعت اور ہبتہ نکل گئی ہم ودیعت کے مانند عاریت ہے کیونکہ ودیعت اور عاریت میں رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبتہ کے مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں رد عین ہے نہ رد مثل و صح القرض فی مثل ہو کل ما یضیی بالمثل عند الاستهلاك اور صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جس کے تلف کر ڈالنے سے اسی کی مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیل اور وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ اندا اور اخروث تو حیوانات اور ثیاب اور عدویات متفاوۃ تربی قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیریہ ظاہراً اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قاب یکساں ہوں یا فی غیرہ من القیمیات کیوں کہ و حطب و معقار و کل متفاوۃ لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں مثل مال کے سوا قیمت والی چیزوں میں چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوۃ چیز بسبب تعذر ہوجانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمتات میں رد مثل نہیں ہو سکتا لہذا قرض ان میں صحیح نہ ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے متفاوۃ چیزیں قرض صحیح نہیں چنانچہ ریاضین رطبہ اور بقول میں لیکھی حنا اور دسمہ اور ریاضین یا بوسہ کا استقرار بطریق کیل کے کچھ مفائدتہ نہیں و اعلم ان المقبوض بقرض فاسد مقبوض بیع فاسد سواء فیہم الا نفعاً برب لا یجوز لثبوت الملك جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہے وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اس کا بیع ڈالنا حرام نہیں بسبب ثبات ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے گھر کا قرض لینا بکرا یا بیان کا قرض فاسد ہے ارتفاع اس واسطے حرام ہوا کہ شائع کی اس میں اہانت نہیں اگرچہ متعاقبہ رضی ہو یا وہی کذا فی الطحاوی فیصح استقرار من الدیامہم والدنا یر و کذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقارباً فیصح استقرار من جوز و بیض و کاغذ و لحم و زنا و بنز و نا و عدد اکسیمی تو صحیح ہے قرض لینا دماہم اور دنا یر کا اور اسی طرح ہر ایک اس چیز کا جس میں ہیا د کرنا اور تولنا جائز ہے یا اس کا شمار ہوتا ہے بشرط تقارب مقدار پس صحیح ہے قرض لینا اخروث اور اندے کا اور کاغذ کا شمار کر کے اگر گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربو میں آوے گا طحاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقرار من سے فقہانے عمدگی اور کی اور زیادتی کو معتبر نہیں رکھا استقرار من من العکس و الرابۃ و العدلی فکسدت فعلیہ مثلاً کا سدة و لا یغیر قیمتہا و کذا کل ما یکال و یوزن لا یسراہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ لبعائہ و رخصہ و کذا البسوط من غیر خلاف و جعل فی البرازیۃ و غیرہ قول الامام عند الثانی علیہ قیمتہا یوم القبض

وعند الثالث قیمتہ فی آخر یوم رواجہا و علیہ الفتویٰ ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدلی قرض لیے پھر ان کا رواج جاتا رہا تو اس پر مانند اس کے مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص ان کی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسی طرح پر کیلی اور روزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں اس کی گرائی یا ارزانی کا بسو ط میں اس کو بلا ذکر خلاف مذکور کیس ہے اور بزائریہ وغیرہ میں قرض بالمثل کو امام اعظم کا قول بھڑکایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس پر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اس پر لازم ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم گرائی اور ارزانی کا اس وقت اعتبار نہیں جب کہ قرض لینا اور ادائے قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ اگے مذکور ہو گا غنایہ میں ہے کہ ظاہر اعدائی جمع ہے عدلی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف میں بنایہ سے منقول ہے کہ عدلی بفتح عین مہملہ و تخفیف دال مہملہ و لام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو عدل کی طرف منسوب ہیں شاید عدل بادشاہ کا نام ہے جس کی طرف دراہم معشوشہ کی نسبت ہے کذا فی المطحطاوی قال و کذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض بمکہ فعلیہ قیمتہ بالعراق یوم استقرضہ عند الثانی وعند الثالث یوم اختصا و لیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ صاحب بزائریہ نے کہا اور اسی طرح مسئلہ فلوس کے مانند آئمہ ثلاثہ میں خلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیموں یا مطلق اناج قرض لیا عراق میں سو مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مگر ثریف میں تو اس پر قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اس کے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور صاحب قرض پر واجب نہیں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جائے عراق کی طرف اور وہاں اپنا طعام لے مگر اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ مضطرب کمال بیان نہیں کیا سو اگر دونوں شہروں کی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو حکم مسئلہ لاسحق کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فیہ رخص فلیقہ المقرض فی بلد الطعام فیہ غال فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب و یوم المطلوب بان یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد الذی اخذ منہ اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جس میں اناج ارزاں ہے پھر قرض دینے والے نے اس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جس میں اناج گراں ہے اور طالب نے اپنے حق کا اس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہو گا کہ اعتماد کر اے ضامن دے کرتا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اس شہر میں جس میں اس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکہ کیلا او وزنا فلم یقبضہ حتی انقطع فانه یجبر صاحب القرض علی تأخیرہ الی مجئ الحدیث الا ان یتراضیا علی القيمة لعدم وجودہ بخلاف الفلوس اذا کسدت وتمامہ فی صرف الخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر بیمانے سے یا تول کر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا کیا یہاں تک کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی اس کی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائے گا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اس کی قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب نہ موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے جب کہ ان کا رواج جاتا رہے تو ان کی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ غیر مروجہ ناپیدا نہیں اور پورا بیان اس کا خانیہ کے باب الصرف میں ہے و یملک المستقرض القرض بنفس القبض عندہما اے الامام و محمد خلافا لثانی فلو قانما خلافا لہ بناء علی انعقادہ بلفظ القرض و فیہ تفسیحان و یشغی اعتماد الانعقاد لا فادۃ الملک لبحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا مجرد قبضہ کرنے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے تو طریق کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک تا قیام قرض اس کا رد مثل جائز نہیں طریق کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنی بدوں اس کے استہلاک کے اور اس میں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اس کے سفید ہونے کے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی مجرد لفظ قرض اور قبضہ کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فجاء ثناء المستقرض القرض و لو قانما من المقرض بدرہم مقبوضہ و لو تفرقا قبل قبضہا بطل لانه افتراق عن ین بزائریہ فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے بعض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہوئے قبل قبضہ

در اہم ملک کے کوٹید مائل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہے بل قبض کذا فی البزازیہ مخریہ مستقرض افادہ ملک پر متفرع ہے یعنی جب کہ مستقرض قرض کا مالک ہو اس کے ذمہ رمضان مثل ثابت ہو گیا تو اب اس کو اس کا خرید کرنا نہیں نقد ہائز ہو یا بحر الرائق میں ہے کہ بیع الدین بالدرن جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض لین افتراق ہو صوف میں یا بعد قبض اصالہ لین افتراق ہو غیر صرف میں کذا فی الطحاوی اقراض صہبیا مجوراً فاستلک العصبی لا یضمن خلافاً للثانی وکذا الخلاف لو باء اوادھ وشلہ المستوف قرض دیا صغیر ممنوع التفرغ کوادھ صغیر لے اس کو تلف کیا تو اس پر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے اور اسی طرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اس کے پاس امانت رکھی اور اس نے تلف کر ڈالی اور صغیر کے مانند بیہوش ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاویٰ عالمگیری میں بسوطے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی ولو کان المستقرض عبداً مجوراً لا یؤاخذ بہ قبل العتق خلافاً للثانی وہو کالودلیقۃ سواہ خانیہ اھا اگر قرض لینے والا حید ممنوع التفرغ ہو تو اس سے قرض کا مواخذہ نہیں اس کے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودلیقۃ حکم میں برابر ہیں کذا فی الخانیہ و فیہا استقرض من آخر در اہم فاتاہ المقرض بہا قال المستقرض القہانی الماء فالقہا قال محمد لاشئ علی المستقرض وکذا الدین واسلم بخلاف الشراء والودلیقۃ فانہ بالانقضاء بعد قابضاً والفرق بین لہ اعطاء غیرہ فی الاول والثانی وعزاه الغریب الروایۃ اور خانیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے در اہم قرض ملگے سو قرض اس کے پاس در اہم لایا مستقرض نے کہا کہ ان کو پانی میں ڈال دے اور اس نے در اہم پانی میں ڈال دیئے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور یہی حکم دین اور سلم کے رئیس المال کا ہے بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودلیقۃ پانی میں ڈال دینے سے قابض گناہائے گا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ ماسر کے چیز کے دینے کا اختیار ہے پہلی صورت میں یعنی قرض اور دین اور اس للہ میں نہ دوسری صورت میں یعنی خرید اور ودلیقۃ میں اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خدا نے اس قول کو رعایت غریبہ ناہی کی طرف نسبت کیا ہے ہم خرید سے مراد یہ ہے کہ بائع بیع کو مشتری کے کہنے سے پانی میں ڈال دے اور من منقود کا پانی میں ڈالنا مرا نہیں کذا فی الطحاوی و فیہا المقرض لا یتعلق بالجارح من الشروط فالفساد منہا لا یبطلہ و لکنہ یلغو شرط رد شیء آخر فلو استقرض الدہام المکسورۃ علی ان یؤدی صیحا کلان باطلا وکذا لو اقرضہ طعما لبشورہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض اور خانیہ میں ہے کہ قرض متعلق نہیں ہوتا جائز شرط سے یعنی تعلیق با شرط کو قرض قبول نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی دوسری چیز کے پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہے تو اگر ٹوٹے پھوٹے در اہم قرض لے اس شرط پر کہ مستقرض صبح اور ثابت دہام ادا کرے گا تو یہ شرط باطل ہے اور اسی طرح اگر مقرض نے مستقرض کو ناج قرض دیا اس شرط پر کہ اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے اور واجب ہو گا مستقرض پر مانند قبض کے یعنی ٹوٹے پھوٹے در اہم دینا اور اسی طرح اس شہر میں اناج کا دینا جہاں قرض لیا جامع الفصولین میں ہے کہ قرض میں محل ایضا شرط نہیں اور قرض کا محل متعلق ہے کذا فی الطحاوی فان قضاء الجود بلا شرط جائز و یجبر الدائن علی قبول الجود و یلغی الجبر اگر مستقرض نے نہایت کھری جنس ادا کی بدوں مشروط ہونے عہدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کی ہائے گی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر زبردستی نہیں کی جانے گی کذا فی البہم قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہے جیسے ناقص کے قبول میں جبر نہیں کذا فی العالمگیریۃ اھا اگر دین موجب تھا اھا اس نے قبل مدت کے ادا کیا تو اس کے قبول میں جبر ہو گا شائع نے اس کا حکم بیان نہ کیا جب کہ مستقرض قرض سے زیادہ مے تو فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنوں میں جاری او مروج ہو چنانچہ ایک دانگ یعنی نقد چھ جو کے سودم میں تو جائز ہے نہ ایک دم اور دوسرے کی زیادتی اور نصف دم کے ہوا اھا عدم جواز میں دو قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دونوں میں جاری اھا مروج نہیں اور مدیون اس کو جانتا نہ ہو تو اس کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کو تبیع یعنی اس کا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہ ہو تو جائز نہیں اھا اگر در اہم کا تو نہ مضر ہو تو اگر تیز زیادت بدوں توڑنے کے ممکن ہو اس طرح ہر گاہ میں کوئی ضعیف الوزن دم نقد زیادت موجود ہو تو جائز نہیں اھا اگر تیز بدوں توڑنے کے ممکن نہ ہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی مخلص اور تبیین المحام

میں ہے کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کر دی مقرض کو تو صحیح نہیں کیونکہ ہبہ متناع محتمل القسمة میں جائز نہیں اور غیر محتمل القسمة میں جائز ہے کذا فی الطحاوی
 وفي الخلاصة القرض بالشروط الحرام والشروط الغویبان یقرض علی ان یکتب به الی بلد کذا الیونی دینہ اور خلاصہ میں ہے کہ شرط کر کے قرض دینا حرام ہے اور شرط الغویب
 اس طرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اس کو فلاں شہر کی طرف لکھ دے تا اس کا دین و ماں دیا جاوے اور اگر استقراض مطلقاً بلا شرط ہو اور بعد اس کے
 این دین دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریہ اس صورت کو ہندوستان میں ہندوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہندوی کا کتاب الحوالہ میں آوے گا و فی
 الاشباہ کل قرض جبر نفعا حرام فکرہ للمقرض سکنہ المرہونہ باذن الراجح اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع پھینچ لائے وہ حرام ہے تو مرتب کو گوی مکان میں
 راجح کے اذن سے رہنا مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہو اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب
 الرہن میں بیان کرے گا کہ نفع قرض کا اس وقت حرام ہے جب کہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہ ہو اور مستقرض عمدہ تراد کرے تو کچھ
 مضائقہ نہیں اور اگر مقرض نے دم اس واسطے قرض دیے تا مستقرض اس سے متاع ثمن خالی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک
 مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اس کو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی الاستقراض پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ
 مستقرض کا قبول نہ کرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز
 نہ کرے اور اگر معلوم نہ ہو کہ دوستی کے سبب تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسی طرح حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہ
 جو محمدؐ نے کہا ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو اس پر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہ ہو یا بہ نسبت سابق
 کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام الطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال اور اگر دائن مدیون کے درمیان پادے بشرطیکہ دین موصول نہ ہو اور در اہم عمدہ
 تر نہ ہوں تو اس کو لینا جائز ہے والا جائز نہیں چنانچہ اگر دم قرض ہوں اور اس کے دینار پادے تو لینا درست نہیں کذا فی الطحاوی ملخصاً فروع مسائل
 ملحقہ شارح کے استقرض عشرة دراهم وارسل عمدہ لاخذ ما فقال المقرض دفعته الیہ و اقر العبد بر وقال دفعتها الی مولای وانکر المولی قبض العبد العشرة قال قول
 ولاشی علیہ ولا یجوز المقرض علی العبد لانه اقرانه قبضها بحق انتھی بحر قرض ملنگے دس درم اور اپنے غلام کو ان کے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ
 میں نے غلام کو قرض دیا اور اس کے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے دم اپنے مولیٰ کو دیے اور مولیٰ نے قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے
 قبض میں نہیں آئے تو مولیٰ ہی کا قول معتبر ہو گا اور اس پر کچھ لازم نہ آوے گا اور مقرض غلام سے نہ پھرے گا اس واسطے کہ غلام مقرض ہے کہ اس نے در اہم پر
 بواجبی قبض کیا انتھی کذا فی البحر و اجبی قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطہ استقراض مولیٰ کے در اہم پر قبض کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولیٰ قبض غلام کا اقرار کرے گا
 تو ادائے قرض اس پر لازم ہو گا کذا فی الطحاوی عن النخایۃ مشروں رجلا جاؤ او استقرضوا من رجل وامرؤہ بالدفع لادمہم فذفع لیس لہ ان یطلبہ الاھتہ
 قلت ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض فقیہ لیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اس کو امر کیا اپنے گروہ میں سے ایک مرد کے دینے کا
 سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہیں کر سکتا اس شخص سے مگر بقدر اس کے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے استفاد ہوا کہ قبض قرض کی
 توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیۃ فتاویٰ عالمگیری میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہیں
 اور استقراض کی پیام رسانی امر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اس طرح کہ فلاں شخص مرسل کو قرض دیے تو
 قرض امر کے واسطے ہو گا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اس طرح کہ مجھ کو قرض دے فلاں شخص مرسل کے
 واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہو گا اور جو در اہم کہ قرض لیے وہ اسی کے ملوک ہوں گے اس کو اختیار ہے چاہے موکل کو نہ دے کذا فی الطحاوی
 وفيها استقراض العبدین وزنہ سجوز وینفی جو اذہ فی الحجیر بلا وزن مثل علیہ الصلوۃ والسلام عن خیرۃ یعطا بالبحر ان یكون ربوا فقال ما راہ المسلمون حنا فوعز للند

فصل ولو حکما فدخل ربوا النسبة البيوع الفاسدة فكلها من الربوا فيجب رد عين الربوا الوقائما لارضاء لانه يملك بالقبض قبضة وبجراود شرع میں ربوا عبارت سے زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی اس تقیم سے ربوا نسبیہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں داخل ہو گئیں اس واسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ مجملہ ربوا ہیں تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اس کا رد ضمان اس واسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے کذا فی القینہ والیوم نسبیہ کی یہ صورت ہے کہ درم کو درم سے نیچے سو ایک درم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہاں حقیقی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسبیہ سے اور اسی طرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں چنانچہ بیع بالشرط میں خالی عن عوض محض مسئلہ شرط جنس بخلاف جنس ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اس کے مخالف جنس سے نکل گیا ہم باب الصرف میں مذکور ہوگا کہ اگر چنانہ بھر گئیوں اور چنانہ بھر جو اس کے دو چند گئیوں اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گئیوں بمقابلہ جو اور جو بمقابلہ گئیوں واقع ہو گئے تو یہ زیادتی خالی عن عوض سے نہ ٹھہری کہ بیع ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بر ربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہیں ہم یعنی کیل اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں مثلاً اس گز ٹوب ہری کو پانچ گز ٹوب ہری سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسی طرح ایک اندے کو دو اندوں سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں مشروط ذلک لفضل لاحد المتعاقدين اے بائع او مشتری فلو مشروط غیر ہما فلیس بر ربوا بل بیع فاسد اور یہ زیادتی احد المتعاقدين کے واسطے مشروط ہے یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کے واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہے ہم ربوا نہیں یعنی معطل ربوا نہیں والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے قسمتانے نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے اس واسطے کہ یہ شعر ہے اس کا کہ ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدين کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور راہن اور مرہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں اس میں تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمر یہ سب حرام ربوا ہے چنانچہ جو اہل و انتفاع میں مصرع ہے انتہی کذا فی الطحاوی فی المعاوضة فلیس الفضل فی البیت بر ربوا فلو شری عشرة دراهم فضة بعشرة دراهم وزاده وانقاصا وہی منہ انعم الربوا اول یفسد الشر او بذان منہ لاکسرا نہا بہتہ مشاع لا یقسم کذا فی المنع عن الذخیرۃ عن محمد ربوا وہ ہے جس میں فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل وہی میں ربوا نہیں اگر خرید کیے دس درم چاندی کے عوض دس درم اور ایکہ دانگ یعنی چھ جو کی برابر چاندی ثمن میں زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہیکہ بی مشتری نے تو ربوا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہ ہوئی یعنی اس واسطے کہ فی فضل فی البیت ہے نہ فضل فی المعاوضة اور فضل فی البیت ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحاوی عن الدر المنثور اور یہ یعنی صحت ہبہ اس وقت ہے جب کہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو مضر ہو اس واسطے کہ یہ ہبہ اس مشاع کا ہے جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنع عن الذخیرۃ عن محمد فی صرف الجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محلا ہما الزحط وجعلہ ہبۃ بتدۃ کحط کل الثمن والیطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینہما خفی عندی اور جمع کے باب الصرف میں ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا بائز رکھا ہے اور اس کو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ کرنے کو باطل کہتا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مستقل ہے موضوع اس کا یہ ہے کہ متعاقدين نے عوض متساویین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درموں کے مسئلے کے مانند ہے جس میں ایک درم کا وزن زیادہ ہے قال فی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحد ہما اکثر وزنا فحللہ زیادۃ جاز لان ہبۃ مشاع لا یقسم ولو باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فہبہ الفضل لم یجز لان ہبۃ مشاع لیسیم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اس نے حلال کر دیا یعنی

بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہ ہمیشہ غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا یا بچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جس کا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اس نے ہبہ کر دیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہمیشہ قسمت پذیر کا قتل و اقد مناصی الذخیرۃ صی محمد صریح فی عدم الفرق بینہما و علیہما لکل من الزیادۃ والخطو العقد صحیح عند محمد کذا عند الامام سوا العقد فیفسد لعدم التساوی فیلحفظ فان لم ار من ہبہ علی ہذا میں کتابوں کہ ہم نے جو ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا ہے وہ صریح ہے عدم فرق میں زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور بموجب اس کے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسی طرح امام اعظم کے نزدیک سوائے عقد کے کہ وہ فاسد ہے بواسطہ عدم تساوی عوضین کے اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے اس پر آگاہ کر دیا ہو مطلقاً وی نے کہا کہ شارع نے یہاں ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اس واسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جب کہ زیادت ظاہر ہو گئی ہو اعدا عوضین میں یعنی بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جب کہ عقد متساویں پر ہوئی ہو پھر اعدا عوضین نے اپنے عوض میں زیادہ کر دیا ہو تو اول میں ہبہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی میں زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے و علیہ ای علتہ تحریم الزیادۃ القدر المعهود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اس کی یعنی تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہاء کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ میں وہ علت ہے جس کی طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذرا ع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معهود فقہا مراد ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہ رہی کذا فی المطاوی جنس عبارت ہے مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اہم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اسباب میں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوائے بخاری کے عبادہ بن الدہب سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والماعز بالماعز مثلاً مثلاً سواہد بید فاذا اختلف بندہ الاجناس فیہو کیف شتم اذا کان یداً بید زاد مسلم من نادوا ستراد فقدا لی کذا فی النہر والفتح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور پانڈی پانڈی اور گہیوں گہیوں سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے یہ جو مثل کو بعض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جب کہ یہ اجناس مختلف ہوں تو ہجوم ہا جو جس طرح بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ جس نے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاب کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور میں مماثل کو شرط بیع قرار دیا لاکہ اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہیں اور اشیاء ستر کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ فرمایا اس واسطے کہ سونا پانڈی موزون ہیں اور گہیوں اور جو اور کھجور اور نمک کیل میں تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیل اور وزنی چیز میں مماثلت واجب ہے اور پوری مماثلت دو چیز میں واقع ہوتی ہے باعتبار ہوت کے اور باعتبار معنی کے تو کیل اور وزنی سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور منجملہ تمیم مماثل مساوات ہے قضا یعنی ابد لین میں کیونکہ سال کو موخر پر برزیت ہے مثل مشہور ہے التقدر من العینۃ لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ قاضی و جد احرم الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمدا التاخیر فلم یجریع فیزیر لفقیر منہ متساویا احد ہما نساء سو اگر مقدار اور جنس دونوں ساتھ ہی پائے جائیں تو فضل یعنی زیادت اور تاخیر دونوں حرام ہیں اور جائز نہیں فقیر بھر گہیوں کی بیع فقیر بھر گہیوں سے برابر اور مالاکہ ایک غن میں تاخیر ہو م نساء بالمدا فتح نون عبارت ہے تاخیر سے اسی طرح اگر دونوں عوضی نہ ہوں تو بھی حرمت ثابت ہے شارع نے فضل پر تصریح نہ کی بسبب اس کے ظاہر ہونے کے لاکہ فضل اور تاخیر دونوں مجتمع ہوں تو حرمت فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی المطاوی وان عدما یکسر لہذا من باب علم ابن ملک ہلاکہ فی بحرین لعدم الحلیۃ فبقی علی اصل اللباسۃ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونوں متحد ہوں تو بولی اور تاخیر دونوں محال ہیں جیسے ثوب ہروی کی بیع دو ثوب بڑی سے لے ہندی کا مثل ای کے قریب ہے نو نقد ذخیرہ ادھار ۱۲ کے منسوب ہوا لاکہ اس شرک کی طرف منسوب کرتے ہیں تو مردوزی زیادت زائے مجموعہ کہتے ہیں ۱۲

بسبب نہ ہونے علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے ابن ملک سے نقل کیا کہ عبد البکر وال علم العیلم کے باب سے ہے ہم کپڑے میں نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذریعہ ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے یہ پھر جب علت تحریم کے دونوں جز نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصبہ زبانی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی اسی طرح نسخہ گلستان کو دو یا تین نسخوں میزان الطیب سے بچنا یا گارہے کے ایک تھان کو اور دھو تر کے دو چار تھانوں سے بدلنا حلال ہے اگرچہ احد التقد نقد ہو اور دوسرا نسیوان و جد احمد ہما ای القدر و جدہ او الجنس حل بفضل و حرم النساء و لومح التساوی حتی لو باع عبد البکر والی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تساوی بدلیں کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام کو دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کر کے تو بیع جائز نہ ہوگی بسبب پائے جانے جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقی علت تھا تو ایک امر کے ہونے سے شہمہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شہمہ علت سے شہمہ فضل کا یعنی تاخیر اس واسطے کہ تاخیر مشایہ فضل کے ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ بھر گہیوں دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے اس واسطے کہ دونوں کیلی ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البیدین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہیوں اور گہیوں کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونے کی یہ مثال ہے کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہر وی کی ثوب ہر وی سے یا تخت کی تخت سے اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بحدت خرید کرے اور مؤطایل ہے کہ علی رضی نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بحدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سن نے سمرقہ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے بطریق نسیکے یعنی مدت مقرر کر کے منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربا کا ایک جز یعنی اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس حدیث سے اگلی دونوں حدیثیں متعارض نہیں ہو سکتیں کیونکہ بیع میں او یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے بیع پر اور جمع بین الاحادیث یوں ہو سکتا ہے کہ اجازت مدت قبل تحریم ربا کے ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم استثنیٰ فی الجمع والدر اسلام منقود فی موزون کیلا میں اکثر ابواب السہم اور استثنایا ہے جمع اور در میں منقود کی سلم کا جائز ہونا موزون میں تاکہ اکثر ابواب سلم کے بند نہ ہو جاویں یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر رسول یہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہے کہ در صورت اختلاف جنس فضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقد یعنی درہم اور دینار کو اس المال قرار دینا موزونات میں چیلنے زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز نہ ہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقد کا موزونات میں بالاجماع مستثنیٰ ہے والاسلم کے اکثر ابواب بند ہو جاویں اور ہر ایہ میں اس کے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقد کا وزن تولوں اور ماشوں سے ہوتا ہے اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیروں سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہو تو باعتبار صورت کے دونوں مختلف ہو گئے علاوہ اس کے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہاں ثابت ہے اختلاف معنوی یہ ہے کہ نقد و ثمن غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی غیر متعین اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقد میں تعرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف ثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہ ہوئی ونقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام المحظور فی ارب قلت و مفادہ ان القدر بالافراد لا یحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرم و قد مر فی السہم حرمة النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فنبہ اور ابن کمال نے غایۃ التفتیح سے نقل کیا ہے گہیوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کتاہوں اور ابن کمال کے کلام سے استفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اس کی تفتیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال کی یہ ہے قد نص علی جواز اسلام المحظور فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گہیوں کا سلم زیتون میں منصوص ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں مختلف القدر ہیں کیونکہ

گیوں کیل میں اور دیتوں وزنی تو اب کمال کے کلام سے کہاں نہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اس نے اسام کیل کا موزون میں فرس کیا ہے اور مالا کہ وہ دونوں مختلف القدر ہیں تو جواز اسام موزون کا موزون میں ماکیل کا کیل میں کیونکہ نکلا تو اب مقام خوب منفع ہو ہو گیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی حاجت نہ رہی اور جب سلم میں یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اس کے سوا کچھ متفق باقی نہ رہی کذا فی الطحاوی ثم فرغ علی لائل الاول بقولہ ثم یبع کیل ووزنی بمقصد متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کبھی کیل و حدید ووزنی شائع کتاب ہے پھر اسل اول یعنی در صورت وجود اور جنس پر مصنف نے تصریح کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیل کی بیع ہی ہم جنس کیل سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیل اور وزنی کھانے کی چیز نہ ہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیل اور لوہا وزنی ہم جیسے کیل کا کیل سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیم بھی حرام ہے لیکن مصنف نے اس واسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیم لازم ہے بلا عکس اور علت تاخیر کو علت تفاضل لازم ہے بلا عکس کذا فی الصلی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الامم الخاص والاختلاف المقصود کما بسطہ الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے ام خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ مشروع کیا ہے اس کو صاحب فتح القدیر نے ہم فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف جنس اختلاف ام خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیسوں اور جوہر جنس ہیں اور ثوب ہرقا اور مردی دو جنس ہیں بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور قرع یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس میں اور بوا اور مانگا اور پتیل اجناس مختلفہ ہیں اور اسی طرت صوف اور بابوں کا سوت اور گلے بھیر اور بکری کا گوشت اور دبے کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور مدغنی بخشہ اور خیری دو جنس ہیں اور وزن جن کے ہول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی لخصا اور محوم اہل جنس واحد میں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کر کے درست ہے اگرچہ طیر نوع واحد ہو اس واسطے کہ چڑیوں کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا عادت میں کذا فی النہر صلیح ثوب متماثلا لا متفاضلا اور بیع اس کا یعنی متحد القدر و الجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھا کر بلا معیار شرعی فان الشارع لم یقدر المعیار بالذرة وبادی نصف صاع کھفتین کھفتین و ثلث خمس مالم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے بیع مع التفاضل بدو معیار شرعی کے اس واسطے کہ شرع نے بقدر جو نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی جیسے بیع ایک پ بھر کی دولپ سے اور بی بیچا پنچ سے جب تک نصف صاع کو نہ پہنچے ہم معیار عبارت ہے پانگ سے یعنی وہ آگ جس سے مساوات کیل یا وزنی معلوم ہو جائے نہ خلاف میں ہے کہ پ دولپ کی بیع اس واسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اس واسطے کہ شارع نے واجبات مایہ میں چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر میں نصف صاع سے کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو جیسے بیع اور ثمن قدر معین مانگا ہے تو اس کا تفاضل معتبر نہیں یہ اس صورت میں ہے کہ جب احد البیض نصف صاع کو نہ پہنچے اور اگر نصف صاع ہو گا تو بیع جائز نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح ہے کہ پ دولپ میں بھی ربو اثبات ہے انتہی و تفاضلتہ بتفاوت حین ولس غلبین او اکثر باعیا نہما لو اخره لکان اولی لما فی النہر از قید فی النکل غلو کا تاخیر معینین اور احد ہا لم یجد تفاضلا اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں ہل متعین ہوں شائع نے کہا کہ اگر مصنف تعین بدلیں کی شرط سب مثالوں کے بعد لانا تو خوب تر ہو تا اس واسطے کہ نہ خلاف میں ہے کہ تعین سب میں قید ہے تو اگر دونوں محض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع ہائز نہیں باتفاق مشنیں اور متحد کے وقرۃ بقرتین و بیضہ بیضتین و جوزۃ بجوزتین و سیف بیضتین و دواة بدواتین و اناء بانائین انفل منہ مالم یکن احد النقدی فیتمتع التفاضل فتح اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہ ہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہو گا تو تفاضل معتبر ہے کذا فی الطح واریۃ باریتین و ذبہ فی ففتہ مالا یدخل تحت الامون بمثلہا ففی الفضل

لفقد القدر دھرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کفنتی برحمتی شعیر فیل مطلقاً عدم العلة دھرم الكل محمد و صحیح کما نقل الکمال اور حلال بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مماثل ہم جنس سے یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرے سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ میں بسبب نہ ہونے مقدار کے یعنی اشیائے مذکورہ کیلی اور ذرہ کی اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے جانے جنس کے یعنی چونکہ بدین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لب بھر گیہوں کی بیع جو کے دو لب سے تو تاخیر حلال ہے مطلقاً خواہ فضل ہو یا نہ ہو بسبب معدوم ہو جانے علت ربو کے اور حرام کہے محمد نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اس کو کمال الدین نے فتح القدر میں نقل کیا ہے ہم فتح القدر میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربو اصیانت اموال ناس بھری تو واجب ہے تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک لب کی دو لب سے اور اگر مکا کی نصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اس کی مستلزم نہیں کہ تفاوت تیسقن کو باطل کر دیجیے اور مجھ کو فقہاء کے اس کلام سے تعجب آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک مکروہ ہے مکر کی بیع دو مکر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شئی کثیر میں حرام ہے وہ اس کے قلیل میں بھی حرام ہے انتہی ملخصاً و مانض الشارح علی کونہ کیلیا کبر و شجر و تمر و ملح او وزنیا کذبہ ففنتہ فمؤکذ لک لا تتغیر ابدافلم یصح بیع بجنطہ وزنیا لوباع ذہباً بذہب او فضتہ بفضتہ کیلا و لومع التادی لان النض اقوی من العرف فلا یرک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جس کے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سودہ اسی طرح ہے تا قیامت گاہے متغیر نہ ہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تسادی بدین کے ساتھ بیع ہو اس واسطے کہ نص شارع قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہ ہوگا ادنی سے ہم نص اس واسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج گاہے باطل ہو جاتا ہے جیسے ہمارے میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لے جاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع لحد از ثبوت باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی فتح القدر و مالہ بنیص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع سے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنی اگر رواج ہے اس کے کیل کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقاً و برحمۃ الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترمذی و دی ہے کمال الدین نے ہم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقاً اس واسطے معتبر ہوا کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہے تو اس وجہ سے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تھیں پھر جب رواج بدل جائے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا و خرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عدد او بیع الدقیق وزنانی زمانا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہے دراہم کا قرین لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اس کے مانند تول کر ہم یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے کی بیع اس کی مثل سے تول کر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی تو جہ جواز استقراض پر ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا فتاوی عالمگیری میں تاخریہ سے منع استقراض دراہم گن کر وارد ہے اور غیاثیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض دقیق تول کر جائز ہے اگر لوگوں میں رواج ہو اور اسی پر فتویٰ ہے نواب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحاوی و فی الکافی الفتوی علی عادات الناس بحرقہ المصنف اور کافی میں وارد ہے کہ لوگوں کی عادت پر فتویٰ ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی تخریج میں اس کو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتویٰ کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہاں رائج نہیں وزن ہی مروج ہے واللہ تعالیٰ اعلم

اگر دونوں میں وزن برابر ہوں کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی نے مسلوخ سے اس جانور کا ارادہ کیا جو ادھڑی اور انٹرلیوں وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر
م طحاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں ضمیر اراد طحاوی کی طرف راجع ہے شارح کو مناسب تھا کہ اس کا کلام ذکر کرتا اس کا ربط اس سے ہو جاتا منع الغفار
میں ہے کہ سقط بفتح تین وہ ہے جس پر گوشت کا نام منطبق نہیں ہوتا چنانچہ کھال اور ادھڑی اور انٹرلیاں اور تلی و کما جائز بیع کر یاں بقطن و غزل
مطلقاً کیف ما کان لا اختلافاً جنسا اور بیع جائز ہے بیع روٹی کے کپڑے کی روٹی اور سوت سے مطلقاً جس طرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے
دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی اس واسطے کہ کپڑا بعد نقص کے سوت اور روٹی نہیں ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن لغزل القطن فی قول محمد بن صالح
حدادی جیسے روٹی کی بیع روٹی کے سوت سے جائز ہے مطلقاً محمد کے قول میں اور یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی و فی القنیہ لاباس بغزل قطن ثياب
قطن یدابید لانہا لیسا بموزونین ولا جنسین و کذا لک غزل کل جنس ثياب اذالم توزن اور قنیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روٹی کی سوت کی بیع میں روٹی کے
کپڑوں سے دست بدست اس واسطے کہ دونوں موزون نہیں ہو زیادتی جائز نہ ہو اور دونوں مختلف الجنس نہیں کہ دست بدست شرط نہ ہو اور اسی طرح
مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس کے سوت کی اس کے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہ ہوتا ہو م مسئلہ سابقہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور
کپڑا مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق لیبہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہے کہ تفاضل جائز ہے
ذاتاً کذا فی الطحاوی عن البحر و کبیع رطب برطب او بتمر متماثل کبیر لا وزن لا خلافاً للعینی فی الحال لا المال خلافاً لما فلو باع مجازفة لوموازنة
لم یجز اتفاقاً ابن ملک اور جیسے جائز ہے بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تامل
وزن کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہیں
پھر جب تماثل کیل شرط ہوا تو اگر بیع لہو تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صرح ابن ملک م صاحبین اور باقی آئمہ
ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اس واسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد
کے وقت معتبر ہے اور ثانیاً حال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بشرطیکہ موجب اس کا امر خلقی ہو مساوات کیل اس واسطے بالاتفاق
شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی اس واسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو میں اور پیمانے میں ہلکی ہوتی ہے
کذا فی الطحاوی امام اعظم جب لہو میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ دو حال سے خالی
نہیں کہ رطب تمر سے یا نہیں اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان
فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن الدیلمی میں زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر لوگوں نے کہا ہاں تو اس سے ہم کو منع فرمایا
انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بعضوں نے یوں جواب
دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہیں بیع کی بطریق لیبہ مراد ہے اس واسطے کہ ابو داؤد اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار
میں یحییٰ بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جس کا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمایا
الرطب بالتمر لیتہ یعنی منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تائخر کے و تمامہ فی فتح القدیر و عنب لعنب او بزبیب متماثل کذا لک
چنانچہ جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر اسی طرح یعنی فی الحال نہ فی المال و کذا لک لمرقة تجف کتین و زمان یباع رطب
لغزل بعض نسخوں میں نہیں ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ شارع اس کا حکم اگے لکھتا ہے شاید مترجم اول نے جس نسخے سے ترجمہ کیا ہے اس میں یہ

یہ کہ با و یا بسا اور اس طرح جو پھل کہ خشک ہوتا ہو چنانچہ انہی بعد اس کا ترہیا جائے نہ سے اور خشک سے کہ بیع بر طبا او مبلولا بشد و بالیا بس
 بیعے ہائے بیع تر یا ہلکے گیسوں کی اپنی مثل سے اور خشک سے و کذا بیع تمر اور بیب منقوع بشد او بالیا بس منھا خلافا لحد زبانی اور ای طرح جائے
 ہے بیع جگہ کی خشک کھجور یا انگور کا اس کے مانند سے یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزبانی کہ ان کے نزدیک خط یا بسہ کی بیع مبلونہ سے
 جائز نہیں بشرط انتفاع و ہائے کذا فی المطاوی من الخلاصہ و فی العنایۃ کل تفاوت خلقی کا مطلب التمر و الحمید و الردی فهو ساقط الاعتبار و کل
 تفاوت بضع العباد کا محظہ بالیقین و المحظہ الثقلیۃ بغیر ما یضد کما سببی اور منایہ میں ہے کہ جو تفاوت پیدا ہوا ہے چنانچہ زکھجور اور خشک کھجور اور عمدہ
 اور ناقص میں وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی ان میں تفاضل جائز نہیں اور جو تفاوت کہ آدمیوں کے فعل سے ہے چنانچہ گیسوں کی بیع آٹے سے اور بھنے
 گیسوں کی بیع بن بھنے سے وہ مفید ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا و بیع محوم مختلفہ بعضہا بعض متفاضلا یا بیدا و بیعے جائز ہے بیع محوم مختلفہ
 کی بعض کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست م محوم مختلفہ میں تفاضل جائز ہو البسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوتی بسبب
 اتحاد قدر کے ولین بقرو ختم اور جائز ہے گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ
 کے کہ ان میں تفاضل جائز نہیں کہ دونوں ایک ہی جنس میں کذا فی المطاوی و خل و خل للفتقین ردی التمر و خضہ باعتبار العادۃ بخل عنیب اور
 اور جائز ہے ناقص کھجور کے رکے کی بیع انگوری سر کے سے بڑھا کر و قل بفتح دال و قاف عبارت ہے ناقص کھجور سے اس کو مخصوص بن کر کیا باعتبار
 عادت کے یعنی ہر کھجور کے سر کے کا یہی حکم ہے یکہ عادت خلق یہ ہے کہ ناقص کا سر کہ بناتے ہیں لہذا فقط اس کو مذکور کیا و شحم لطن بالیت بالفتح ہائے
 الحوام لیتہ او لحم اور جائز ہے بیع پیٹ کی پرہ کی دہنے کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دہنے کا گوشت ہو کذا فی المطاوی و الیہ بفتح الف وہ ہے جس کو
 حمام عرب یہ کہتے ہیں و خیر لومس بیہ و دقیق و لومسہ اور جائز ہے روٹی کی بیع گیسوں اور آٹے سے اگر گیسوں کی روٹی اور گیسوں کا آٹا ہو تو بھی زیادتی
 جائز ہے اس واسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہو گئی کیل نہ رہی بخلاف گیسوں اور آٹے کے کہ وہ دونوں کیل ہیں تو قدر اور جنس دونوں
 مفقود ہیں یہاں تک کہ بیع بطریق نسبیہ بھی جائز ہے کذا فی المطاوی و حمی البحر و زیت مطبوع و غیر مطبوع و دہن مرئی بالجنس و غیر المرئی من متفاضلا
 او وزن کیف کان لا اختلاف اجناسا فلو اتحد لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لان یوزن عادة حتی لو وزن لم یجز زبانی اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ کی
 غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تول کر جس طرح سے ہو بسبب مختلف ہونے ان کی اجناس کے یعنی محوم مختلفہ سے لے کر روغن
 بنفشہ تک کی بیع میں تفاضل اس واسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہوں تو تفاضل جائز نہیں مگر جڑیوں کے گوشت میں باوجود اتحاد
 جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ ان کا گوشت موزن نہیں رواج میں اگر اس کا بھی تول رائج ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی الزبانی و فی الفتح لحم الدجاج والادز
 وزنی فی عادیۃ مصر و فی التمر لعلہ فی زمنہ انانی زمانا فلو اصاب من الاختلاف باختلاف الاسل والمقصود او قبل الصفۃ فلیحفظ اور فتح القدر میں ہے
 کہ روغن اور لکڑی کا گوشت وزنی ہے معرک عادت میں اور خمر الفائق میں ہے کہ شاید وزنی ہونا اس کے زلمنے میں ہو گا ہائے زلمنے میں تو معرک وزنی نہیں اور خلاصہ
 یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اس کو یاد رکھنا چاہیے م اختلاف اصل چنانچہ گائے کا گوشت
 بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ مرئی اور دہنے کی چکتی میں اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوع و غیر مطبوع کے ساتھ و بازا لا یشرو لو التجز
 نسبیۃ بفتحی و در ای ملاقاتی بشرا لاسلم لہا ہجۃ اناس و لا حوط للفتح الاقل ما یقبض من جنس ماسی اور جائز ہے اخیر صورت یعنی روٹی کی بیع گیسوں اور آٹے
 سے اگرچہ روٹی کی تسلیم میں تا طیر ہو ای کا فتویٰ ہے کذا فی المسئلہ یعنی تا طیر اس وقت جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری مل جاوے فتویٰ ہوا ہے بسبب حاجت آدمیوں
 کے اور زیادہ احتیاط منع سلم میں ہے اس واسطے کہ کمر قبض واقع ہوتا ہے کسی کی جنس سے م یعنی اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہو تاکہ گیسوں کی روٹی میں اور مقصود ہو کی

روٹی ہوتی ہے تو اس میں استبدالِ مسلم فیہ ہے اس کے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں و فی القسستانی معزیا للخرائہ الاحسن ان بیع خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز و یجعل الخبز الموصوف لصفة معلومة ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز و یسلم الخاتم ثم یشتری الخاتم بالبر اور قسستانی میں خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیسوں کے سلم کرنے کا روٹی میں یہ ہے کہ مثلاً انگوٹھی بیچے نان بائی سے بقدر ارادہ روٹی کے کہ جو موصوف بصفة معلومہ ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نان بائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اس کو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیسوں سے خرید کر لے یعنی اس طریق سے شرائط سلم مشروطہ ہوں گی و فیہ معزیا للمصنعات یجوز السلم فی الخبز و زنا و کذا عدد او علیہ الفتوی و سببی جواز استقرارہ ایضا اور قسستانی میں مصنفات سے منقول ہے کہ سلم جائز ہے روٹی میں تول کر اور اسی طرح گئی کر اور اسی پر فتویٰ ہے اور روٹی کا جواز استقرار من مذکور ہو گا سلم کا جواز روٹی میں گئی کر قسستانی میں مذکور نہیں علاوہ اس کے روٹی معدود منضبط نہیں تو سلم کیونکہ صحیح ہوگی اور حاشیہ میں ابو سعود میں نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی میں سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے ان کے نزدیک تو سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار ہو گا کذا فی الطحاوی و جاز بیع اللبن بالبحین لا اختلاف المقاصد والا سم ماوی اور جائز ہے دودھ کا بیچنا پیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحادی لایجوز بیع البر بدقیق او سولق ہو الجروش و لایمیع د قیق بسولق مطلقا و لو متساویا لعدم السوی فیہم بشبہ الربو اخلافا لہما جائز نہیں گیسوں کی بیع گیسوں کے آٹے یا اس کے ستو سے اور بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح اگرچہ دونوں برابر ہوں اس واسطے کہ دونوں کا برابر کر دینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہے دست بدست ہم گیسوں کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہیں تھاقل اس واسطے جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہیں کیونکہ آٹا اور ستو گیسوں کے اجزائیں اور تساوی اس واسطے جائز نہیں کہ معیار دونوں میں کیل ہے اور کیل سے تسویہ نہیں ہو سکتا کیونکہ گیسوں پیسنے سے زیادہ ہو جاتا ہے و اما بیع الدقیق متساویا کیلا اذا کان مکبوسین فجا ئز اتفاقا ابن ملک سولق بسولق و حنظہ مقلیۃ بمقلیۃ و اما المقلیۃ بغیر فافاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ دونوں کو پیمانے میں داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بیچنے گیسوں کی بیع بیچنے گیسوں سے جائز ہے اور بیچنے گیسوں کی بیع غیر بیچنے سے تو فاسد ہے چنانچہ گذر گیا ہم بھوننے سے گیسوں ہلکا ہو جاتا ہے لہذا اس کی بیع غیر بیچنے سے فاسد ہے طحاوی نے زلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے بیچے تول کر تو اس میں دو روایتیں ہیں وللا الزیتون بزیت و لسمسم کل بہمتہ الشیرج حتی یکون الزیت و الحل اکثر مما فی الزیتون و لسمسم لیکون قدرہ بمثلہ و الزائد بالتفعل و کذا کل ما لثقلہ قیۃ کجوز بدہنہ و لبن لبمنہ و عننب بعصیرہ فان لا قیۃ لہ کیسے ترا بیہ ب بدہن فسد بالزیادۃ لربو الفصل اور جائز نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع سیٹے تیل سے یہاں تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو اس روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل میں ہو اور روغن نائل کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جس کی کھلی اور کھو جبر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اس کے تیل سے اور دودھ کی اس کے گھی سے اور انگور کی اس کے شرے سے سو اگر کھو جبر کی قیمت نہ ہو جیسے زرد گرد مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی بیاج کے و لیستقر من الخبز و زنا و عدد او علیہ الفتوی ابن ملک استحسن الکمال و اختار المصنف تیسرا اور روٹی قرض لی جاوے تول کر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اکو کمال الدین نے ادرہند کیسے مصنف نے اپنی شرح میں آسانی کے واسطے و فی الجبئی باع رغیفان قدر رغیفین نسیمۃ جاز و لکسہ لا و جاز بیع کسیراتہ کیف کان اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک نقد روٹی پیچی اودھا دو روٹیوں سے تو جائز ہے اور بالعکس اس کے یعنی نقد دو روٹیوں کی بیع ایک روٹی اودھا سے جائز نہیں اور روٹی کے لے لغت میں مجروش اور جرش دلیہ کو کہتے ہیں شاید ستو کو بھی بولتے ہوں گے ۱۳

رہوا نہیں سو غلط ہے ٹھیک یہ ہے کہ اس صورت میں بالاتفاق رہو جائز نہیں جیسا کہ منہ الغفار میں ہے کذا فی الطحاوی اور اسی طرح نہر الفائق میں ایضاً کرانی سے منقول ہے کہ جب اس نے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا ان کی طرف تو اس کے ساتھ بیاج جائز نہیں والحاصل ان الرہو حرام الا فی ہذہ است مسائل اور خلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں م صواب یہ تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کر کے امیان کو اپنے غلام کے ساتھ ۲۲ و شریک مفاد ص ۳۲ و شریک عنان م مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں ۵ مسلم کو اس کے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اس نے ہجرت نہ کی اور اگر دوسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادہ قرار دیکھیے تو صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی۔

باب الحقوق فی البیع | آخر التبعیتہا و لتبعیتہ ترتیب الجامع الصغیر باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف نے اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے م حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو بیع کا تابع ہو اور بیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہ ہو مگر بیع کے سبب سے چنانچہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا احترام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیوع کے لایا والا قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیار کے اس کو ذکر کرتا شری بتیاقوہ آخر لا یدخل فیہ العلو مثلث العین ولو قال بکل حق ہولہ او بکل قلیل و کثیر مالم ینص علیہ لان الشئ لا یتبع مثلاً خرید کی کو ٹھری جس پر دوسری کو ٹھری ہے تو اس خرید میں بالا خانہ داخل نہ ہوگا اگر بیع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لیا بکل قلیل و کثیر کہا ہوتا وقتیکہ تصریح نہ کر دی بالا خانہ کی بیع کی اس واسطے کہ چیز اپنی برابر الی چیز کی تابع نہیں ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور لام بہر حال ساکن ہے م دریافت کہ تا چاہیے کہ یہاں تین چیز معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار ۶ بیت وہ ہے جس کی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضوں کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور حکم اس کا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالا خانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بکل حق ہو یا بکل قلیل و کثیر اس نے کہا ہو اس واسطے کہ بالا خانہ بیت کے مانند ہے مسقف ہونے اور شب باشی میں اور شبی اعلیٰ کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جس میں مات دن آدمی رہیں اور اس میں باورچی خانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اس کا صحن غیر مسقف نہیں اور اس میں اصطلح نہیں اور دار نام ہے اس سیاست کا جس کے گرد حدود ہوں اور وہ مکان بیوت اور اصطلح اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح و کذا لا یدخل العلو بشرط منزل ہو مالا اصطلح فیہ الا بکل حق ہولہ او بموافقہ ای حقوقہ کطریق ونحوہ عند الشانی المرافق المنافع اشباہ اور اسی طرح بالا خانہ داخل نہیں منزل کی خرید میں منزل وہ ہے جس میں اصطلح نہیں مگر بکل حق نہ یا بذکر مرافق البتہ بالا خانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہیں چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہیں کذا فی الاشباہ مرافق جمع ہے مرفق کی بکسریمم وقع فامرافق عبارت ہے توابع سے چنانچہ شرب اور میل احد حق وہ ہے جو بیع کا تابع ہو اور کل قلیل اور کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے تاکالیع کا حق بیع سے ساقط ہو جاوے اس کی متصل چیزوں سے اور جامع الفصولین میں ہے کہ حقوق عبارت ہیں میل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع دائیں اور ظاہر الروایہ میں مرافق حقوق ہیں کذا فی النہر او بکل قلیل و کثیر ہو فیہ او منہ یا بالا خانہ منزل کی خرید میں داخل ہوتا ہے بکل قلیل و کثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل میں داخل ہے یا اس سے متعلق ہے وہ بیع ہے م چونکہ منزل دار اور بیت دونوں سے مشابہ ہے لہذا بالا خانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہیں تو داخل نہ ہوگا بیت کی مشابہت سے و یدخل العلو بشرط دار وان لم ینذکر شیئاً ولو الا بیتہ برابر او بخیم او قباب اور داخل ہوگا بالا خانہ دار کی خرید میں اگرچہ کچھ مذکور نہ ہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل و کثیر بالا خانہ دار کی بیع میں داخل ہے اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہوں یا خیمے یا ترگاہ و ہذا التفصیل عرف الکوفہ و فی عرفہ یدخل العلو بلا ذکر لے اور ہلکے عرف میں بالا خانہ داخل ہے بدوں ذکر کے سب صورتوں میں خود بیع بیت ہو جس پر بالا خانہ ہو خواہ منزل کی طرح کی ہو کیونکہ علم میں ہر کسی کو چاہئے کہ بالا خانہ بیوہ کو مل چھوٹا ہو

فی الصور کما فتح وکانی سواد کان البیض متافوقه بلوا وغیره الامار الملک فسی سرا کا نہر اور تفصیل بیت اور منزل دار کی بموجب رواج کو فز کے ہے اور جہاں عرف میں
 بالخانہ داخل بیع ہو جاتا ہے وہاں اس کے ذکر کے سبب صورتوں میں کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اور بالخانہ ہو یا سوائے اس کے مگر در السطاح کی
 بسای ہے کذا فی النہر استثنایا کہ دار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہیں اور یہ غلط پیدا ہوا نہ لغاتی کی عبارت کے حذف سے عبارت اس کی یہ ہے وہی عرفیہ داخل
 میں غیر ذکر فی الصور کما سواد کان البیض متافوقه بلوا منزل کہ ملک لان کل مسکن یسبغ فی الخزانہ فی البیوم ولو طوا سواد کان صغیرا کالبیت او غیرہ الامار الملک
 فسی سرے اتنی اور چونکہ احکام کی طرف پہنچے تو ہر قیوم اور پہنچنے میں وہاں کے لوگوں کا عرف معتبر ہو گا کذا فی الطحاوی کما یدخل فی شرا دارا لکنیف و غیرہ
 والا شہار التی فی مضمنا و کذا البستان الداخل وان لم یصح بک جیسے داخل ہوتا ہے دانی خرید میں یا خانہ او پانی لاکنواں اور وہ درخت جو گھر کے من
 واقع ہیں اور اس طرح داخل بیع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہے اگرچہ اس کے بیع کی تصریح نہ کی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منها
 فیدخل تبعاً ولو مثلاً او اکبر فلا الا بالشرط فی بیع یعنی داخل بیع نہیں ہے باغ گھر کے باہر کا مگر اس وقت داخل بیع ہے بطریق بیعت کے جبکہ باغ گھر
 سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر ہو یا بڑا تو داخل نہیں مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظاہر لا تدخل فی بیع الدار لبنائھا علی الطريق فانخذت حلاً لابل
 حتی ونحوہ مامر وقالا ان مفضھا فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہیں ہوتا گھر کی بیع میں اس واسطے کہ اس کی بنیاد پر ہوتی ہے تو اس نے ماہ کا حکم
 لیا مگر بذکر کل حق یا مانع اس کے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہو گا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہے تو گھر کی بیع میں داخل ہے چھتے
 کے مانند ویدخل الباب الا عظم فی بیع بیت او دار مع ذکر للرافق لا من مرافقہا خانیۃ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیع میں ذکر
 مرافق کے ساتھ اس واسطے کہ وہ داناہ گھر کے مرافق میں داخل ہے کذا فی النانیۃ لایدخل الطريق والمسیل والشرب الا نحو کل حق ونحوہ مامر داخل بیع نہیں
 راہ اور پانی کی جگہ اسی پانی لینے کی باری مگر مذکور کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذکر مرافق یا کل قلیل وکثیر ممد دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان
 کی ملک میں ہے لیکن وہ راہ جو کوہ غیر نافذ کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ بحر الرائق میں حجاج سے منقول ہے اور گھر کی ماہ کا عرض اس گھر کے دروازے کے
 عرض اس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اس کا شارع عام تک ہے چنانچہ قستانی میں ہے اور سیل وہ مکان ہے جس پر بارش وغیرہ کبابی
 بہتا ہے اور شرب بکسر اول کو کون ثانی عبارت ہے پانی کے جس سے کذا فی الطحاوی بخلاف الاجارۃ لدار وارض فدخل بلما ذکرلنا نقصد لا انتقال وغیرہ
 بخلاف گھر اور زمین کے اہارے کے تو طریق اور سیل اور شرب اجارہ میں داخل ہوں گے بلما ذکر حقوق اور مرافق کے اس واسطے کہ عقد اجارہ انتقال کے واسطے
 ہے نہ سوائے اس کے یعنی اس میں بلا طریق وغیرہ کے انتقال حاصل نہیں بخلاف بیع کے کہ اس میں قطع نظر انتقال کے ملک رقبہ بھی مقصود ہے والزمین
 والوقف خلاصہ اور خلاصہ زمین اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی ماہی اور وقف میں طریق اور سیل اور شرب بلما ذکر حقوق داخل ہیں ولو اقر بدار او صلح
 علیہا او اویسہا ولم یذکر حقوقہا ورافقہا لایدخل الطريق کا بیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلا نے کا ہے یا اس پر صلح کی یا اس گھر کی بیعت
 کی کسی شخص کے واسطے اور اس نے گھر کے حقوق اور مرافق ذکر نہ کیے تو ماہ داخل نہ ہوگی بیع کے مانند وایدخل فی القسۃ وان ذکر الحقوق والمرافق لا یجوز
 مرع نہر علی الفتح اور تمت میں ماہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہوں مگر مرع رضامندی سے کذا فی النہر علی الفتح وہی الحوائی البیعویۃ یعنی
 ای بکون المرعی کا بیع لا یقصد بہ لا انتقال قلت ہو جید ولا مخالفۃ للمنقول کامر ولفظ الخلاصہ مرید دخل الطريق فی المرعی والحدۃ الموقوۃ کلہا راقۃ
 والحدۃ المصنف تبعاً لمراد حوائی یتقوہ میں شرائط ہیں کہ مرعی بیع کے مانند ہو اس واسطے کہ مرعیوں سے انتقال مقصود نہیں ہوتا میں کہتا ہوں
 کہ بلا مرعی ہے اس کی مخالفت منقول سے نہ ہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ کہ ہے اور داخل ہے طریق میں اور صدقہ موقوفہ
 کے میں جو کہ مستعمل ہائی کے واسطے بنی ہے ہاں تہذیب عرض طول طریق دار۔

اجارے کے مانند اور اس قول پر مسنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا تابع ہو کر نعم یعنی ان یكون العتق والنكاح والمخلع والعق على مال كالبيع والوجه فيه لا يخفى انتهى ان لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور مخلع اور عتق یوں مال بیع کے مانند ہو عدم دخول طریق میں اور وجہ اس کی محقق نہیں انتہی مافی النہرم ہبہ وغیرہ میں استحداث ہے اس ملک جو سابق میں نہ تھی تو اشیاء مذکورہ مانند بیع ہوئیں تو مناسب ہے کہ ان میں بیع کا حکم جاری ہو کہ ان فی الطحاوی ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لعنت میں عبارت ہے طلب حق سے م اور استحقاق اصطلاح میں عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شے کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہونا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جب کہ استحقاق حقوق سے مناسب ہو الفظا ومعنی لہذا اس کے بعد مذکور ہوا کہ ان فی الطحاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملك بالکلیۃ والحق والحرۃ الاصلیۃ ونحوہ کتدبیر و کتابۃ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اس کے جیسے مدبر اور مکاتب ہونا م یعنی جب یہ ثابت ہو کہ بیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک بالکلیۃ مبطل ہے وثانیہما ناقل رہ من شخص ائی آخر کالاستحقاق یہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان مافی یدہ من العبد ملک نہ و برہن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اس طرح پر کہ زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ جو اس کے قبضے میں غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اس پر گواہی گذرائی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لان لا یوجب بطلان الملك تو استحقاق ناقل ہے فسخ عقد کا موجب نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے اس واسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں م یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری فسخ عقد نہ ہوگا والحق حکم بحکم علی ذی الید و علی من تعلق ذوالید الملك منہ ولو مورث فیتعدی الی البقیۃ الورثۃ اشباہ فلا تشیع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قالین پر اور اس شخص پر جس سے قالین نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قالین کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہوگا کہ ان فی الاشباہ تو مسموع نہ ہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ ان پر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہو تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہیں کر سکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اس طرح پر کہ بالعیین میں سے کوئی بائع کہے کہ میں ٹمن نہیں پھیرتا کیونکہ مستحق کاذب ہے اس واسطے کہ بیع میرے ملک میں جی ہے یا میرے بائع کی ملک میں ہو اس واسطے کہ بلا واسطہ کذا فی الحلی مخصا ولا یرجع احد من المشتري علی بالعمہ مالم یرجع علیہ ولا علی الکفیل مالم یقض علی المكفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ٹمن نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اس سے ٹمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری او اس واسطے رجوع ٹمن نہ کرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اس سے نہ رجوع کرے اور نہ سامن سے ٹمن پھیرے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہ ہو کہ دو ٹمن ایک ملک میں مجتمع نہ ہو جاوے یا سبب کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہے م اجتماع ٹمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہوتی ہے یعنی بالعیین متوسطین میں اس واسطے کہ متوسطین میں سے ہر واحد کے پاس ایک ٹمن ہے تو اگر یہ شخص متوسط ٹمن پھیرے قبل پھیر دینے کے تو اس کی ملک میں دو ٹمن مجتمع ہو جاوے اور حالانکہ یہ جائز نہیں ولو صالح بشی ثقیل او ابرا عن ثمنہ بعد الحکم نہ رجوع علیہ فلما ثمنہ ان یرجع علی بالعمہ ایضا لئلا یرجع عن ملکہ اور اگر مشتری نے صلح کر لی بائع سے کتر چیز پر یا ٹمن سے بائع کو بری اللذہ کر دیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ٹمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ٹمن پھیر لینا جائز ہے بسبب نائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے حکم رجوع کے ابرا کلا یا ٹمن سے تو گویا اس نے بائع سے لیا کہ ان فی الطحاوی ولو حکم للمستحق فصالح المشتري لم یرجع لان بالصالح البطل حق الرجوع وتما منی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا کہ مشتری سے مستحق نے صلح کر لی کچھ ٹمن دے کہ تو اب مشتری بائع سے ٹمن نہ پھیرے اس واسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کر دیا ایضاً ان اس کا جامع الفصولین میں ہے

میں مستحق مشتری سے کہا کہ کچھ عقود انہیں مجھ سے لے لے اور بیع مجھ کو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کر سکتا و المبطل یوجب ای یوجب
 فسخ العقود اتفاقاً اور استحقاق مبطل موجب ہے فسخ عقود کا اتفاق یعنی جو عقود کہ بائعین میں ہماری ہوئے ان کے فسخ ہونے میں قاضی کے
 حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا فی البدو و کل واحد من الباعة الرجوع علی بائعہ وان لم يرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو حق پھر لینا اپنے بائع سے جائز ہے
 لکھ اس مشتری سے جس نے پھر بیگ ہو و يرجع ہو ایضا کذا علی الکفیل و لو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع التمتین بذیل المحر لا یملک اور مشتری
 اسی طرح اپنے بائع کے مناس سے بھی پھر لے کر پھر قاضی کا حکم مناس پر پھر دینے کا نہ ہوا ہو بسبب عدم اجتماع تمین کے اس واسطے کہ آزاد کا بدلہ ملک
 نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقص کے چنانچہ مذکور ہو چکا و العلم بالحرۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من المناس سواء کان بینه او بقول انما المراد المبیع من اقرار
 بالحق اشباہ اصل آزادی کا حکم سبب آدمیوں پر حکم ہے خود ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اس کے قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے
 پہلے اس سے غلامی کا اقرار نہ ہو گیا ہو کذا فی الاشباہ و صورۃ اس کی یہ ہے کہ لید نے خالد پر دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں حرامی ہوں اور سابق میں
 اس نے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور دعویٰ گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اس کی حریت اصل کا حکم کر دیا تو یہ حکم حریت کا سبب لوگوں پر ہو گا کذا فی الجلی فلا تسمع
 دعویٰ الملک میں اس لیے کہ حریت اصل کا حکم سبب لوگوں پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعویٰ اس پر سموع نہ ہو گا و کذا فی العتق و فرد عمر بنہ حرۃ الاصل اور
 اسی طرح عتق اور فروغ عتق مانند حریت اصل کے ہیں م فروع عتق کتابت اور تہیراہ استیلا ہے اور عتق سے مراد ہے جو ملک مطلق میں ثابت ہو و اما احکم
 بالعق فی الملک للورث فعل الکافۃ من وقت التایخ ولا یكون قضاء قبلہ کما یسطہ لا خسر و یعقوب ہا شافا حفظہ فان اکثر الکتب عن خابۃ
 اور عتق کا حکم مورخ میں سبب خلق پر ہوتا ہے تائید کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تایخ کے چنانچہ اس کو لا خسر و اور یعقوب پاشا نے مشہر
 بیان کیا ہے اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں م خلاصہ یہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں بمنزلہ اصل کے ہے کہ سبب خلق
 پر ہے تائید کے وقت سے یعنی قبل تایخ سبب پر حکم نہیں تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا ملک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں محمود کا غلام
 تھا پھر برس سے سو اس نے مجھ کو آزاد کر دیا اور اس نے دعویٰ پر گواہ گزرنے تو زید کا دعویٰ منفع ہو گا پھر اگر حامد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا ملک ہوں سات
 برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہے اور اس دعویٰ کو اس نے گواہی ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہو گا اور بکر حامد کا مملوک عتہ جائے گا کذا فی المطحطا و عن الدہ
 و اختلافوا فی القضاء بالوقف قبل کا حرۃ و قبل لا یتسمی فیہ دعویٰ ملک آخر و وقف آخر ہو المختار و محمد العاد و فقہانہ اختلاف کیا ہے وقف
 کے حکم میں جنہوں نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہیں تو وقف میں دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعویٰ سموع
 ہو گا اور بھی قول مختار ہے و وہادی نے اس کو صحیح کہا ہے و فی الاشباہ القضاء یتعدی فی بیع حرۃ و نسب و نکاح و ولاد و فی الوقف یقتصر علی المصح
 اور اشباہ میں ہے کہ قضاء متعدی ہوتی ہے چار صورت میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولاد میں اور وقف میں تعدی نہیں مقصور ہے بنا بر قول اصح کے م یعنی
 جب قاضی حریت کے نکاح کا ولی آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولاد کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعویٰ سموع نہیں و یثبت رجوع مشتری علی بائعہ
 بالشی اذا کان الاستحقاق بالبیئۃ لیس فی انہا جت متعذرۃ اثبات ہے حق پھر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جب کہ استحقاق گواہی سے ہو اس واسطے
 کہ آوے گا کہ شہادت محبت متعذر ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار مشتری او بکولہ او باقرار وکیل مشتری بالخصومتہ او بکولہ
 زائد ہے و جت قاصرہ اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اس کے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل اقرار سے یا اس کے انکار قسم سے
 تو حق پھر لینا ثابت نہیں اس واسطے کہ اقرار جت قاصرہ ہے و لا اصل لہ البیئۃ جت متعذرۃ ظہر فی حق کافۃ الناس لکن لانی کل شیء لک ہذا ظہر
 نہ غلام کا آزاد کر کسی کو دے

کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کا مرقوم المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جس کا ظہور سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں جیسا کہ ظاہر کلام زیلعی اور عینی کلیہ بلکہ عتق اور اس کے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلا اور نکاح اور نسب اور دلاء عتاقہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں لا الاقرار بل ہو حجة قاصرة علی المقر لعدم ولایت علی غیرہ مذاقرا یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرة ہے مقر بہ بسبب نہ ہونے ولایت مقر کے اپنے غیر ہم چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں لہذا اس کا اقرار اس پر حجت ہے نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اس واسطے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کا فہ تاس کے حق میں نافذ ہے کذا فی المنع بقی لواجتماعان ثبت الحق بہما قضی بالاقرار الا عند الحاجة فالبیئۃ اولی فتح و نہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائے گا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہے کذا فی الفتح والنہم اجتماع کی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعویٰ شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اس کی ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہو گا اس واسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی المطحطاوی فلو استحققت بیعۃ ولدت عند المشتري لا باستیلا وہ بیئۃ قیہما ولد لا بشرط القضاء وہ ای بالولد فی الاصح زیلعی و کلام البزازی یفید تقييدہ بما اذا سکت الشهود فلو بینا ان لذي الیداد قالوا لا ندري لا یقضي بہنہر پھر اگر وہ بیع جو جنبی مشتری کے پاس بلا استیلا مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اس کا بچہ اس کے تابع ہو گا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولید پر ہو گیا ہو قول اصح میں کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہے اس تقييد کا جب کہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یوں کہ ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم نہ کرے کذا فی النہر ثم استیلا وہ لا ینع استحقاق الولد بالبیئۃ فیکون ولدا لغير حر بالقیۃ المستحقہ کما فی باب دعویٰ النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلا ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص معرور کا ولد آزاد ہو گا اس کے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعویٰ نسب کے باب میں مذکور ہو چکا وان اقر ذوالید بہما رحل لا یتبعہا فیانذا وسدہ والفرق مامری الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اس کا بچہ لونڈی کا تابع نہ ہو گا تو وہ مرد فقط اس لونڈی کو لے گا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے اقرار حجت قاصرہ و ہذا ذم ید عن المقر فلو اذاعہ متبعہا و کذا سائر الزوائد ثم لا ضمان بسلامہا کذا ذمہ الغصب اور یعنی نہ تابع ہونا ولد کا بیعہ کے اس وقت ہے جب کہ مقر نے ولد کا دعویٰ دیکھا ہو اور اگر دعویٰ کیا ہو گا تو ولد تابع ہو گا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے قلع نہیں اگر مستحق کے واسطے قابض کے درخت کا اقرار کیا مگر در صورت دعویٰ مقر لہاں یہ البتہ ہے کہ ہلاک زائد سے ضمان میں ماند زوائد مغصوب کے ولم یرکب لکول لان فی حکم الاقرار قستانی معریا للعادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نہ کیا اس واسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قستانی نے اس کو ذکر کیا ہے عمادیہ کی طرف متسوب کر کے ومنع التناقض ای التداخل فی الکلام دعویٰ للملك لعین او منفعة لما فی الصغری طلب نکاح الامہ ینع دعویٰ تملکها اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعویٰ ملک کی مانع ہے اس واسطے کہ صغریٰ میں ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اس کے مالک ہونے کا دعویٰ کا مانع ہے ہم تناقض اس واسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اس واسطے کہ ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈ کے مالک ہونے کا دعویٰ کرنا پھر اس سے نکاح کی درخواست کرنا صریحا متناقض ہے کیونکہ مملوک منکوحہ نہیں ہوتی یہ مثال ملک میں کے دعویٰ کے اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کرنا پھر اس کے نکاح کا پیغام دینا کیونکہ انفسہا بمنعہا لغيرہ الا اذا دنی اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعویٰ کا مانع ہے اسی طرح اپنے غیر کے دعویٰ کا مانع ہے مگر جب کہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے ہم بزازی میں ہے کہ اول دعویٰ کیا کرے چنانچہ مرقوم نے لہو شخص جس کو کسی عورت کی ہو کہیں لکھ ہوں اور اس نے اسے قول پر اعتماد کر کے اس نکاح کر لیا پھر دوسرے شخص نے اس پر دعویٰ کیا کہ یہی لونڈی ہے لہذا ثابت کر دیا اول شخص مدعت اولاد قیمت لکھ کر دینا

مکمل کی ہے یہ دعویٰ کیا کہ دوسرے مول کی ہے تو یہ دعویٰ مقبول نہیں مگر در صورت توفیق اس طرح پر کہ یہ چیز میرے فائدے مول کی تھی جس نے مجھ کو خصوصیت میں
 وکیل بنا لیا پھر اس نے میرے دوسرے مول کے ساتھ اس کو بیچا اور اس نے مجھ کو خصوصیت سے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحاوی بل کفای مکان التوفیق غلہ
 و تحقیق فی متفرقات القضاہ اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اس میں اختلاف ہے علما کا اور اس کی ہم تحقیق کرنا
 کتاب القضا فی متفرقات میں و فرغ ہذا لائل کثیرۃ یعنی فی کتاب الدعوی و منہ لدی علی آخرہ و ادعی علیہ النفقۃ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات
 المدعی عن ترکۃ فہما المدعی علیہ لطلب میراثہ ان قال ہو اخی لم یقبل للتناقض و ان قال ابی او ابنی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فرہ میں
 جو کتاب الدعوی میں آویں گی اور از انجملہ یہ ہے کہ دعویٰ کیا دوسرے بر کریر میراثی ہے اور اس پر نفقہ کا دعویٰ کیا سودعا علیہ نے کہا کہ وہ میراثی نہیں
 پھر مکی پھر متروکہ چھوڑ کر گیا تو مدعا علیہ آیا اس کی میراث طلب کرتا اگر اس نے کہا کہ وہ میراثی تھا تو مقبول نہ ہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اس نے کہا
 میراثی یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا مگر شائع کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعویٰ کیا اس کے بعد مدعا علیہ نے ابوة یا بنوة کا دعویٰ کیا چاہے کہ
 ایسا نہیں ہے اور شائع کو یہ دھوکہ صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑ گیا بلکہ مطلب وہاں کا یہ ہے کہ اگر بجائے دعویٰ اخوة مدعی بنوة یا ابوة کا دعویٰ کرے گا تو
 دعویٰ مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول ہذا فرہ کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوة کے کذا فی الطحاوی لخصالا لآخرۃ کلام تناقض دعویٰ حریت کا مانع نہیں
 و الاصل ان التناقض لا ینع دعویٰ ما یخفی سببہ کالنسب و الطلاق و کذلک لحرۃ و اوقاعہ کلیہ ہے کہ تناقض اس کے دعویٰ کا مانع نہیں ہے جس کا سبب
 مخفی ہے چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ہم تناقض نسب کی صحت سے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اس نے اس کو بیچا اور مشتری نے دوسرے
 کے ساتھ بیچا پھر زید نے دعویٰ کیا کہ غلام اس کا بیٹا ہے تو دعویٰ اس کا سموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اس واسطے کہ نسب کی بنا طوق پر ہے اور یہ نطفہ
 رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض میں ملوث ہے اور اسی طرح اگر بولا کہ میں اس کا وارث نہیں پھر بولا کہ میں اس کا وارث ہوں تو سموع ہے اگر سبب تناقض مذکور کرے
 اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زید نے اپنے زوج سے طلع کیا پھر زید بگواہ لائی کہ زید نے اس کو قبل طلع کے طلاق دی تھی تو دعویٰ مقبول ہے اور طلع کلام
 وہ بھی لے گی اگرچہ کلام تناقض ہے اس واسطے کہ زوجہ ایقاع طلاق میں مستقل ہے اور اس کی اطلاع زید کو ضرور نہیں کذا فی الطحاوی عن یمنی فلو قال
 عبد مشتری اشترنی فانما عبد لزید فاشتراہ معتد اعلیٰ مقاتلہ فاذا ہو حر ای ظہر حر افان کان البائع حاضر او غائب فیبتہ معروفۃ یعرف مکانہ
 فلا شیء علی العبد لوجود القابض کو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجھ کو خرید کر میں زید کا غلام ہوں سو اس نے خرید کیا اس کے کلام پر اعتماد کرے اور وہ آزاد نکلا
 یعنی اس کا آزاد ہونا ظاہر ہو گیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اس کا معلوم ہو تو غلام کہہ کر کہ نہیں بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی
 قابض سے نہیں پھیر لینا متصور ہے والا رجوع مشتری علی العبد یا ثمن خلاف لائینی اور اگر بائع حاضر نہ ہو یا مکان غیبت اس کا معلوم نہ ہو تو مشتری غلام
 سے نہیں پھیرے بخلاف ابو یوسف کے ہم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہیں بلکہ ایک روایت ہے ان سے کذا فی الطحاوی عن ابو یوسف قال اشترنی فقلو انما عبد
 فقط لا رجوع علیہ بخلاف قاضی اور اگر اس نے کہا کہ مجھ کو خرید کر فقط یا یوں کہ میں غلام ہوں فقط تو اس پر رجوع نہیں بالاتفاق کذا فی اللہم عدم رجوع کی وجہ
 پہلی صورت یہ ہے کہ کسی آزاد کی خرید اس کی غلامی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی دوسری صورت میں یہ ہے کہ ایک
 شخص گلابے غلام ہو تا ہے کسی کا اور اس کا خرید کرنا صحیح نہیں چنانچہ مکاتب کی خرید و رجوع العبد علی البائع اذا ظہر اور غلام فتن پھیرے بائع جب
 اس کو پاس سے بخلاف الرجن بان قال ابن حنی فانی عبد لم یفنی اسلام ولا اصل ان اشتریر لوجوب الضمان من عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رجوع ہر طرح
 پر ایک شخص نے کہا تمہاری سے کہ تمہارے کو رہی رکھے میں غلام ہوں پھر ظاہر ہو کہ وہ آزاد ہے تو ضمان میں نہ ہوگا اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکہ موجب ضمان
 ہے عقد معاوضہ کے ضمن میں نہ عقد وثیقہ کے ضمن میں یعنی بیع میں ضمان اس واسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور درمیں میں اس واسطے ضمان نہیں کہ وہ عقد وثیقہ

ہے نہ عقد معاوضہ باع مختار اثم برمن انہ وقف محکوم بلزوم قبل الا لان مجرد الوقف لا یزیل ملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمده المصنف تبعاً للبع علی خلاف ماصوبہ الزیلعی ولقد تم فی الوقف وسیعی فی آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہے جس کے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہے تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہیں تو نہیں یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہیں اس واسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی زیل ملک نہیں بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کر کے برخلاف تصویب زیلعی کے اور اس کا ذکر کتاب الوقف میں ہو چکا اور آخر کتاب میں اوسے گام اشتراط حکم قاضی لزوم وقف میں آیا کا قول ہے لوفتوی زوال ملک ہے مطلقاً اشتری شیئاً ولم یقبضہ حتی ادعاه اخر انہ لا لا تمتع دعواه بدون حضور البائع والمشتري للفقہاء علیہما خرید کی ایک چیز اور اس پر قبضہ نہیں کیا تا ایک دوسرے شخص نے اس کا دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعویٰ اس کا سموع نہیں بدوں حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تاکہ قاضی ان پر جاری ہو تو قاضی کہ جبر تھا تم برمن احد ہما علی ان المستحق باع من البائع ثم یوباع من المشتري قبل ولزم البیع وقامہ فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جائے پھر بائع یا مشتری اس پر گواہ لائے کہ مستحق نے اس کو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع نے اس کو مشتری کے ہاتھ بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا فتح القدیر میں ہے لا عبرة بتایخ الغیبة بل العبرة بتایخ الملك فلو قال المستحق عند الدعوی غابت عنی ہذہ الدار منذ سنتہ فقبل القضاہ بالمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن القصة فقال البائع لی بیئہ انہا کانت ملکائی منذ سنتین مثلاً برمن علی ذلک لا ینفع الخصم بل یقتضی رہا للمستحق ببقاء دعواه فی ملک مطلق خال عن التایخ من الطرفين نہیں کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعویٰ کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس سے تو قبل اس کے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کے بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اس کے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا ملوک تھا دو برس سے مثلاً اور اس پر گواہ لایا تو خصومت منفع نہ ہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اس کے دعویٰ کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف سے یعنی دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کے کر بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہے اس کا جواب یہ ہے کہ منہ الغفار میں محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعویٰ باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحاوی العلم بكونه ملک الا یفر لا ینفع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو استولہ مشتری لعلیم غضب البائع ایما کان الولد رقیباً لا ینعدم الغرور ویرجع بائعین والی اقر بملکیتہ البیع للمستحق درر اس کا معلوم ہونا کہ بیع غیر کی ملوک ہے بائع سے من پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اس خریدی کو لٹی کو جس کو جانتا ہے کہ بائع نے اس کو غضب کیا ہے تو وہ غلام ہوگا مالک کا بسبب ہونے فریکے اور مشتری من پھیر بائع سے اگرچہ ملکیت بیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ وہ آزاد ہوتا وہی القینہ لو اقر بالملک لبائع ثم استحق من یدہ ورجع لم یطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب امر تسلیم الیہ بخلاف ما اذا لم یقر لان محتمل بخلاف النص لہ قینہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر بیع مستحق غیر نکلی مشتری کے قبض میں اور مشتری بائع سے من پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہ ہوگا اگر بیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے خرید یا ہیر یا وصیت سے پہنچی تو اس کو حکم ہوگا کہ بیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اس صورت کے جب کہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار نہ کیا ہو کیونکہ محتمل ہے بخلاف بیع اقرار کے یعنی اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لایحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشهادة انہ کتاب قاض کذا لان الخط الشبه الخط فلم یجز الاعتقاد علی نفس السجل بل لابد من الشهادة علی منہونہ یقفہ للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی سبیل پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلا نے قاضی کا اس واسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے ثابت رہتا ہے تو فقط سبیل پر اعتقاد جائز نہیں بلکہ سبیل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تاکہ مستحق علیہ کے واسطے من پھیر لینے کا حکم دیا جائے ہم ذخیرہ میں ہے کہ بخدا میں ایک شخص کے پاس ایک گدھا مستحق غیر کا تھا اٹھ مستحق علیہ نے اس کی سبیل پائی پھر بائع کو اس نے سمرقند میں پایا سو اس کو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور من پھیر لینے کا لالہ کیا اور قاضی بخدا کی سبیل ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سبیل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ لائے کہ سبیل قاضی بخدا کی سبیل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس پر حکم دیا اور من

لے یعنی غائب رہتا نہ لازم اوسے کی

پھر یہ کہ حکم دینا ہمارے نہیں تاکہ قیقہ گوہ اس کی گواہی نہیں بخدا کے قاضی نے مستحق علیہ کے لئے ہے کہ بالکل کہ مستحق کو دیا اور مستحق علیہ کے واسطے فن پھر لجنہ کا اس
 بلکہ ہے حکم دینا کہ انی الطحاوی کذا الحکم فی ماسوی نقل بالشہادۃ والوکالۃ من محاضرہ سموات و ملک لان المقصود بکل منها الزام الختم بخلاف نقل کا نہ شہادۃ
 لانہما تسبیل العلم بقاضی و لانا لزم اسلام و لولہ الختم کافرا علی طرہ عدم اعتماد کا حکم ہے سوائے نقل شہادت اور وکالت کے بخلاف محاضرہ اور سجلات اور ملک کے اس واسطے
 کہ ان میں ہر ایک سے الزام ختم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اس واسطے کہ دونوں قاضی کے علم حاصل کر لینے کے واسطے اور اسی واسطے اسلام شہود لازم
 ہے اگر ختم کا فرج ہو مگر یعنی شہادت اور وکالت میں تو البتہ کا نوشتہ کافی ہے اور محضرہ سبیل اور ملک بلا شہادت اس کے مضمون کے معتبر نہیں نقل شہادت کی یہ صورت ہے
 کہ گواہوں نے ختم غائب پر گواہی دی تو قاضی اس پر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھ لے تا قاضی مکتوب ایسے اس پر حکم کرے اور مکتوب شہود طریق کو پیرد کرے اور نقل وکالت
 کی یہ صورت ہے کہ شہادتی نے قاضی کے سامنے کسی کو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعویٰ کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی وکالت نامہ لکھ کر قاضی
 کو وکالت سے مطلع کرے محضرہ ہے جس میں قاضی حضور نصیبی و اعتمادی اور شہادت لکھے اور سبیل وہ ہے جس میں اسی کے مانند لکھے اور وہ اس کے پاس ہو اور ملک
 وہ ہے جو شہری اور شیعیہ فرما کہ لکھ لے کہ انی الطحاوی ولار جوع فی دعویٰ حق مجہول من دار مصلح علی شیئی معین و استحق بعضنا لجمہ از دعواہ فیما بقی و
 لولہ استحق کلہا و کل العوض لدخول الدعی فی المستحق اور بدل صلح کا پھر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعویٰ میں جس کا معاہدہ ہو گیا شی معین پر اور بعض گھر
 مستحق غیر نکلا اس واسطے کہ جانے ہے کہ مدعی کا دعویٰ باقی میں ہو نہ مستحق میں اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھر اجائے گا بسبب داخل ہونے مدعا کے
 مستحق میں و استغیثہ منہ ای ہو جوابا للسلۃ امر ان احدہما صحتہ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جملاہ الساقط لا تقضی الی المنازعة والثانی عدم اشتراط
 صحتہ الدعوی لصحتہ لجمانہ للدمی حتی لو برہن لم یقبل بالم یصلح اقراہ بہ اہل اس سے یعنی جوابا مسئلہ مذکور سے وہ ہر حال ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعویٰ مجہول سے
 شی معین پر اس واسطے کہ نادانی نے ساقط کی منازعت کو نہیں پہنچاتی دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعویٰ کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے ہر چیز کے
 جس کا دعویٰ کیا تا ایک اگر دعویٰ مجہول پر گواہ لاوے گا تو مقبول نہ ہوں گے جب تک یہ دعویٰ نہ کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنی اگر اس اقرار گواہ لاوے گا
 تو گواہی مقبول ہوگی اور قریب سے قریب سے بیان کر لیا جائے گا کہ انی الطحاوی و ریح الدعی علیہ بحصہ فی دعویٰ کلہا ان استحق شیئی منها لغوات سلۃ البدل
 اور سب گھر کے دعویٰ میں اگر کچھ اس میں سے مستحق غیر لکھے تو مدعا علیہ بقدر اس کے حصے کے پھر لے بسبب فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعویٰ
 کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دے کر اس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھر لے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت
 نہ قید بالمجہول لانا نوادی قدما معلوم مگر بعضا مریح مدام فی یہ ذلک المقدار و ان بقی اقل جمع بحساب ما استحق منہ مصنف نے دعویٰ مجہول کی قید لگائی اس
 واسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعویٰ کرے گا پھر چھوٹا چھوٹا گھر کا دعویٰ تو بدل صلح کو نہ پھر لے جب تک اس کے ماتھے میں اس قدر یعنی چھوٹا باقی ہے اور اگر اس مقدار سے
 کمتر باقی ہے تو استحقاق کے حساب سے موافق مدعی سے پھر لے یعنی مشکوکی نے ربع کا دعویٰ کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس میں باقی رہا تو بقدر حصہ میں کے مدعی سے
 پھر لے کہ انی الطحاوی فرع مسئلہ طرہ شایع کا لولہ صلح من الذانیہ حل در اہم و قہنما فاستحققت بعد التفرق ریح بالذانیہ لانی ہذا الصلح فی منی للفرق فلذا استحق
 البدل بطل الصلح فوجب الرجوع مدو فیما فرغ و غر فلتنظر اگر ذانیہ سے صلح کی وہ ہر پر اور اس پر قبضہ کیا سودا ہم مستحق غیر لکھے بعد تفرق ہونے کے تو ذانیہ کو پھر لے اس
 کہ صلح غیر لغو کے ہے پھر جب بدل صلح میں استحقاق ثابت ہو تو صلح باطل ہوگئی تو اصل یعنی ذانیہ کا پھر لینا واجب ہو گیا کہ انی الطحاوی کتاب میں اسی طرح کی چند فروع
 اور میں اسی کو دیکھنا چاہیے و فی المسئلۃ الحبیۃ صحتہ منها وہ متطور حصیہ میں چند مسائل محمد زور میں انا بخیر چند مسائل کو شایع ذکر کرتے ہیں ۵ لولہ ملاحظہ فرمائیے
 نے محضرہ سبیل لغت کے اعتبار سے ایک میں مری دست و پا کو کہتے ہیں اور عرف حال مد سے محضرہ معروف ہے اور سبیل باقی نہیں رہا نہ فرج معلوم کو مزید بدل نے مستحق کیا
 کی حاصل یہ کہ محضرہ اس کو کہتے ہیں جس کو عرف حال کے طور پر صلح کہتے ہیں اور بدل کا نام حال کے عرف میں مدعا ہے اور ملک کو قبار بولتے ہیں ۱۲

لہ علی البائع الرجوع بالثمن لہ قد دفع الی البائع ہمناء وعی بان کان قد یا اشتري: ذلک من ذال مشتری بلامرأہ اگر بیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اس کے بائع سے اس ثمن کا پھیر لینا جو اس کو دیا ہے جائز ہے مگر جب کہ بائع نے یہاں یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس بیع کو زمان قدیم میں ہی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعویٰ کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہیں بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہے تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی الطحاوی ۵۔ لہ مشتری خیرۃ ولفقہ شینا علی تعیرا وطفقا ذاک لیسوی لبعدا کا مہایثم استحق رجل تمامہ: فال مشتری ذاک لیس راجعاً علی الذی عد لتک بالعیۃ ولا علی ذال مستحق مطلقاً بذال الذی کان علیہا لفقاً اگر ویران زمین خرید کی اور کچھ اس کی مرمت میں خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اس کے اس کے ٹیلوں کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اس میں پھیر نہیں سکتا اس کے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقاً پھیر سکتا ہے اس مال کو جو اس کی درستی میں صرف کیا م مستحق سے مطلقاً رجوع جائز نہیں د ثمن کا نہ صرف تعیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعیر جائز نہیں لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی الطحاوی ۵۔ وان بیع مستحقاً ظہر ایثم قضی القاضی علی من اشتري: ہ فصالح الذی ادعاه: صلحاً علی شئ لہ اداه: یرجع فی ذاک کل ثمن: علی الذی قد ادعاه فاستبہ: اور ایک بیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اس کے مدعی سے کچھ اس کے مال مودی پر صلح کر لی تو مشتری اس امر میں تمام ثمن اس کے بائع سے پھیر لے یعنی اس واسطے کہ گو یا مشتری نے بیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی الطحاوی و فی المینۃ شری دارا و بنی فیہا فاستحق رجوع بالثمن و قیمتۃ البناء مبنیاً علی البائع اذا سلم النقص الیہ یوم تسلیمہ وان للہیم فبا ثمن لا غیر اور مینہ میں ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اس میں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق ہو کر نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اس کے تسلیم کے دن ٹھہرے پھیر لے بشرطیکہ منقرض یعنی کڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے میں کر دے اور اگر قبضہ نہ کر دیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے: کچھ اور کیا تو استحققت جمیع بنا ہما لہا تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک مشتری لایوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا و لو حفر بئر او لقی البالوعۃ اور من الدار شیئاً ثم استحققت لم یرجع بشئ علی البائع لان الحكم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنقصۃ: کی فی مسئلۃ الخیرۃ حتی لو کتب فی الصک فما انفق مشتری فیہا من نفقۃ اور من فیہا من مرۃ فعلی البائع لفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھودا یا نجاسات کا چہ بچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اس کے بائع سے کچھ نہ لے اس واسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ میں مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر بائع نے بیع نامے میں لکھایا کہ جو مشتری گھر میں صرف کرے گا اور اس میں کچھ مرمت کرے گا تو وہ بائع کے ذمہ ہے در صورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی م فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اس کو مقتضی نہیں و لو حفر بئر او طوا یا رجع بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فلو شرطہا فسد اور اگر کنواں کھودا اور اس کی من بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع لو مشتری دونوں قیمت کی شرط کریں گے تو بیع فاسد ہوگی و کذا لو حفر ساقیۃ ان قنطر علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرة لا بنفقۃ حفر الساقیۃ و بالجملة فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس بقیمۃ ما یملک نقضہ و تسلیم الی البائع فلا یرجع بقیمۃ حصص و طین و تمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہیں کھودی تو اگر اس پر بل بنایا تو بنانے پر بل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کے خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا تو اس وقت ہے جب کہ اس میں کچھ عمارت بناوے یا درخت بو دے تو اس چیز کی قیمت پھیرے جس کو توڑنا اور بائع کا اس پر قبضہ کر دینا ممکن ہو تو چونکہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیرے اور پورا بیان اس کا فصولین کی پندرہویں فصل میں ہے و فیہ شری کرنا فاستحق نصفہ لہ و الباقی ان لم یغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فصولین میں ہے کہ انکو رکاب باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اس کے پاس متغیر نہ ہوا اور اس نے اس کا پھل نہ کھایا ہو و لو شری ارینین فاستحق احدہما ان قبل القبین خیر مشتری وان لبعده لزم غیر مستحق بجملة من الثمن بلاخیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری حقاً

اور حکم مسلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں مسلم ایہ کی ملک ثابت ہے اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لغو و شرب ہے ہم رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار
 وزن فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہیں کذا فی النہر و یصح فیما امكن ضبط صفتہ کجودہ و ردائہ اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جس کی صفت کا
 ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا صفت اور معرفت مقدار اس واسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اس کی صفت
 اور مقدار ممکن البضطہ ہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز نہیں و معرفت قدرہ مکمل و موزون و خرج بقولہ مضمن الدرام والذیر
 لانہما اثنان فلم یجز فیہما السلم خلا لالک اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جس کی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ مکمل اور وہ موزون جو ثمن ہے ثمن کی قید سے
 و راہم اور ذنیر نکل گئے اس واسطے کہ درہم اور ذنیر اگرچہ موزون ہیں لیکن یثن ہیں ثمن تو ان میں سلم جائز نہیں یعنی درہم اور ذنیر مسلم فیہ نہیں ہوتے
 بخلاف امام مالک کے و عددی متقارب کجوز و بعض و فلس و کثری و شمش و تین و لہن کبر الیاء و اجر بلین معین بین صفتہ و مکان صریح خلاصہ اور چنانچہ
 عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور اندے اور پیسے اور امرد اور زرذآلو اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جس کی صفت اور پختہ کا
 مکان مصرح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ عددی متقارب مراد وہ ہے جس کی افراد قیمت میں متفاوت نہ ہوں اور اس کا ضمان بالمثل ہوتا ہو بخر الراقی میں کہا کہ جوز سے
 جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی و ذریعی کثوب بین قدرہ طولا و عرضا و صفتہ لفظی و کتان و مرکب نہما و صنعتہ کعمل لثام
 او مسرا و زید او عمر و رقتہ او غلطہ و وزنہ ان بیع بہ فان الذی باج کما نقل وزنہ ذات قیمتہ والحریر کما خف وزنہ ذات قیمتہ فلا بد من بیان مع الذرع اور چنانچہ
 ذریعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے وہ کپڑا جس کی مقدار مصرح ہو گئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اس کی مصرح ہو گئی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا لکان
 مشہور کیا دونوں سے مرکب اور اس کی صفت کا بیان ہو گیا چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمر کا اور یہ تصریح ہو گئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اس کی شہر ہو گئی
 ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکت ہو اس واسطے کہ دیبا جتنا گراں وزن ہوتا ہے اس کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے اور حریر جتنا ہلکا ہوتا ہے قیمت اس کی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے میں
 وزن کا ہونا بھی ضرور ہے گز کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان اس واسطے صحت سلم کے لیے شرط ہوتا تا آخر کار نزاع و نزاع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی ہے
 لایصح فی عددی متفاوت ہو یا متفاوت مالیتہ کبطیخ و قرع و در و رمان قلم بجز عدد بلا میز صیح نہیں سلم عددی متفاوت میں عددی متفاوت وہ ہے جس کی مالیت میں
 تفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اس کے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خر بوزہ اور کدہ اور مولیٰ اور نار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گن کر بلا میز یعنی بلا ذکر ضابطہ
 چنانچہ طول یا غلط یا غیر ذلک فقط ذکر سے عدد سلم جائز نہیں کذا فی المنع و ما ہما ز عدد ابا ز کیلا و وزنا نہرا و جس میں سلم جائز ہے گن کر اس میں کیل اور وزن سے
 بھی سلم درست ہے کذا فی النہر اور جس میں کیل جائز ہے اس میں وزن بھی جائز ہے اور جس میں وزن جائز ہے بقول معتدا و کچی اینٹ میں کیل یا وزن جائز ہے
 کذا فی الخطاوی عن البحر و یصح فی سمک ملیح و مالغ لغتہ و ریتہ اور صحیح ہے سلم خشک مچھلی نمک سود میں شارج نے کہا کہ سمک ملیح لغت فصیح ہے اور سمک مالغ کہنا
 لغت ردی ہے و فی طری حین یوجد و زنا و ضربا ای نو عاقید لہما اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی میں اس وقت جب کہ وہ پانی جاتی ہے وزن سے اور اس کی قسم بیان
 کر کے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ دونوں کی قید ہے ہم طحاوی نے کہا جو از سلم بوقت وجود ظاہر اتر مچھلی کی قید ہے اس واسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت
 ملتی ہے ہاں اگر بعضے وقت بازار میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں اقسام مچھلی کے بکثرت ہیں چنانچہ رد ہو اور چال اور پڑھن وزن اور بیان قسم اس واسطے مشروط ہوا
 تا یقین حاصل ہو جائے و لا عدد و التفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنی مچھلی یکساں نہیں جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع
 نہ ہو ولو صغارا یا بزاز و زنا کیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو ان میں وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنی بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع ہو و فی البکیر و ایتان مچھلی
 مچھلیوں میں دونوں ہیں کذا فی المجتبیٰ ہم جو از سلم جو از امام سے وزن میں مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہیں اور متون میں تو جواز ثابت ہے کذا فی الخطاوی
 لہ یعنی اس کے انہی چیز مسلم ایہ کے ذمے پر ہو گئی ۱۲

فالمانع والمقتضی العرف فتح اور جائز نہیں سلم مخصوص گاؤں کے گھوٹوں اور معین کھجور کے درخت کے پھل میں مگر جب کہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گاؤں کے بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے سے خارج کے جیسے غزاری یا شہری گھوٹوں کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی سلم کا عرف یہی ہے ہم یعنی اگر اس کا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گھوٹوں یا درخت معین کے پھل میں سلم اس واسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گھوٹوں اس گاؤں میں یا پھل اس درخت میں نہ پیدا ہوں تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہی اس میں احتمال فتح عقد کا ہے لہذا صحیح نہیں علاوہ بریں وہ چیز فی الحال معلوم بھی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم میں بھی گھوٹوں نہ پیدا ہوں احتمال ضعیف ہے ولاتی حنطہ حدیثہ قبل حدوثہا لانہا منقطعہ فی الحال وكونها موجودة وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہیں سلم نئے گھوٹوں میں قبل اس کے پیدا ہونے کے اس واسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا ان کا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدر میں ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس اس کے یادوں وقتوں کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہیں اور یہی قول ہے اور اشافعی اور مالک اور احمد اور اسحاق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہے وفی الجوبہ سلم فی حنطہ جدیدۃ ادنی ذرۃ حدیثہ لم یخبر لانہ لا یدری یكون فی تلك السنۃ شیء ام لا قلت وعلیہ ما یتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عام مفسد لہ ای قبل وجود المجدید یا مابعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ میں ہے عقد سلم کیلئے گھوٹوں یا نئے چنبے میں تو جائز نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس سال میں وہ پیدا ہو گا یا نہیں میں کہتا ہوں اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقہ سلم میں یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گھوٹوں مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہے قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہیں و شرطہ اسے شرط صحتہ التی تذکر فی العقد سبقتہ بیان جنس بکر اور و بیان نوع کسقی او بعلی و صفتہ کجید اور دی و قدر لکھا کیلا لا ینقبض ولا ینیط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شرط جو عقد میں مذکور ہوتی ہیں سات ہیں ابیان ہے سلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گھوٹوں یا کھجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ آدمیوں کے سیچے یا بارش آسمانی کے سیچے ۳ بیان اس کی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گھوٹوں یا گجنی ۴ بیان مقدار سلم فیہ کا کہ اتنے کیل ہوگی اس کیل سے جو سکرے اور پھیلے نہیں واجل و اقل فی السلم شہرہ یعنی ۵ بیان مدت کا اور کثرت سلم میں ایک مہینہ ہے اسی کا فتویٰ ہے ہم مقدار مدت میں اختلاف ہے اور اصح وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہے کیونکہ ادنی عاجل اور اقصی اجل اور ماخوذ ہے مسئلہ ان میں سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو جلد ادا کرے گا اور اس نے قبل تمام ہونے مہینے کے ادا کر دیا تو عانت نہ ہوگا تو معلوم ہو کہ ماذون شہر حکم عاجل میں ہے اور شہر و ما فوق اس کے اجل ہے علمائے کما اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الفتح القدر وفی الحاوی لا باس فی السلم فی نوع واحد علی ان یكون حلول بعضہ فی وقت بعضہ فی وقت آخر اور مادی میں ہے کہ سلم کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت میں و یبطل الاجل بموت السلم الیہ لا بموت رب السلم فیونخذ المسلم فیہ من ترکۃ حالاً لابطال ان الاجل بموت المذون لا بالذات و لذا شرط دوم وجودہ لتدوم القدرة علی تسلیم مہوتہ اور باطل ہو باقی ہے مدت سلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لے گا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مزیل کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسی واسطے یعنی ترکے سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہے صحت سلم میں تا اس کی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے سلم الیہ کی موت سے یعنی تا سلم الیہ کا وارث بعد اس کی موت کے تسلیم پر قادر ہو و بیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کمافی مکمل و موزون و عددی غیر متفاوت و اکتفیا بالاشارة کافی مذروع و حیوان ۶ مقدار رأس المال کا بیان اگر عقد متعلق رأس المال کی مقدار سے چنانچہ مکمل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب رأس المال کی طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اس کی مقدار کا کچھ موزون نہیں چنانچہ اگر اس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی ہے اس واسطے کہ مذروع میں گزروں کا معلوم ہونا مشروط نہیں کیونکہ عقد اس کی مقدار سے متعلق ہے بالضم و تخفیف ارزن یعنی چنا

واسطے صحیح ہے تو اگر مسلم الیہ نے اس المال کو محتال علیہ یا ناسم رب المسلم سے قبض کیا تو عقد مسلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے نہ محتال علیہ اور ناسم کی مجلس کا اور در صورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل میں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال علیہ کی طرف متوجہ ہو گا کذا فی الطحاوی و ہو شرط بقائه علی الصیۃ لا بشرط انعقادہ بوصفہا فی عقد صحیحاً تم سبیل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو در صورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہو گا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائے گا ولو ابی المسلم الیہ قبض راس المال اجبر علیہ خلاصۃ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کرے گا تو اس پر مذہب سستی کی جائے گی کذا فی الخلاصۃ و یقی من الشروط کون راس المال منقود او علم الخیار وان لا یشمل البدین احدی علی الربوا و ہوا القدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء تتحقق بہ اور باقی رہا شرط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہ ہونا اور نہ شامل ہونا بدین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اس واسطے کہ حرمت تاثر ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کے ہونے سے قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیموں میں اور ای طرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اس واسطے کہ اگرچہ بدین میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے بارے علیہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے بدل چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اس کا ذکر ہو چکا وعدا العینی تبعاً للغایۃ سبقتہ عشر اور مینی نے باتباع غایۃ التحقيق کے سلم کی شرطیں سترہ شمار کی ہیں ہم ازاں جملہ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اس کا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطیں سلم فیہ میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو تعیین سے اور مضبوط ہونا وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکمل اور موزون اور مذرع اور محدود و متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جس میں خیار شرط نہ ہو اور ایک شرط بنظر بدین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہ ہونا کذا فی الطحاوی عن النسخ و زاد المصنف وغیرہ القدر علی تحصیل المسلم فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنی قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود اشتراط عدم انقطاع کے نہ الفائق میں کما قدرت علی تحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہ ہو ثم فرع علی شرط الثامن بقولہ فان سلم ماتی درہم فی کبیر فشدیدۃ یستون قفیزہ او القفیز ثمانیۃ مکالیک والکوک صاع ونصف عینی بر حال کون المائتین مقسومۃ مائتہ دینا علیہ ای علی المسلم الیہ ومائتہ نقد نقد رب المسلم وافتراق علی ذلک فالسلم فی حصۃ الدین طل لاندین بدین و صح فی حصۃ النقد ولم یشیع الفساد لاندین طار حتی لو نقد الدین فی مجلس صح فی النکل مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کر گیموں میں حالانکہ دو سو بایں طریق مقسوم ہیں کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین ہیں اور ایک سو نقد جن کو رب المسلم نے فی الحال دیا اور دونوں عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے میں سلم باطل ہے کیونکہ مبادلہ ہے دین کا دین سے اور یہ جائز نہیں اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے میں اور یہ فساد تمام عقد میں شائع نہ ہو کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل میں صحیح واقع ہوا بعد اس کے بعد دین باطل ہو گیا تا ایک اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کرے گا تو کل دو سو درم میں سلم صحیح ہو گا شائع نے کہا اگر ہم کاف و تشدید رائے محل عبارت ہے ساٹھ قفیز سے اور قفیز آٹھ کوک کا ہوتا ہے اور ہر کوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ہم اور صاع آٹھ طل بغدادی ہے اور ہر طل ایک سو تیس درم کا دو احد ہما دنا یعنی علی غیر العاقدین فسد فی النکل اور اگر دو سو میں ایک سو دینا ہوں اور ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہوں تو سب دونوں سو میں سلم فاسد ہے ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا الرب المسلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ و مرابحۃ و تولیۃ و لومن علیہ حتی لو وہب منہ کان اقالہ اذا قبل اور جائز نہیں سلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال میں اور نہ رب المسلم کو مسلم فیہ میں اس کے قبضہ کرنے سے پہلے مانع بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اشخاص سے کیے ہوں جس پر اس المال یا سلم فیہ ہے یہاں تک کہ اگر رب المسلم سلم فیہ مسلم الیہ کو ہب کرے تو یہ اقالہ ہو گا سلم کا اگر مسلم الیہ ہب قبول کرے ہم راس المال میں اس واسطے تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور تصرف کرنا اس میں قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہے اور سلم فیہ میں اس واسطے تصرف درست نہیں کہ وہ بیع ہے اور بیع منقول میں قبل قبض کے تصرف جائز نہیں شرکت کی صورت ہے کہ رب المسلم دو سو شخص سے کہے کہ توجہ کو نصف راس المال دے نصف سلم فیہ تیرا ہو

اور اگرچہ اولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ اس مال پر کچھ مجھ کو فائدہ زیادہ ہے یا اس کے برابر ہے تا مسلم فیہ بالمخصوص تیرا ہو و فی الصغری اقاؤ بعض
 المسلم جائزۃ اہ فتویٰ صغریٰ میں ہے کہ بعض مسلم کا اقا کرنا جائز ہے یعنی بعض مسلم میں اقا کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو چنانچہ نصف وغیرہ متولہ
 بعد حلول اجل ہو یا قبل اس کے کذا فی الطحاوی و لا یجوز رب مسلم شرأشی من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالات فی عقد المسلم الیہ صلح فلو کان فاسدا جاز
 الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب مسلم کو خرید کر یا مسلم الیہ سے بعض ماس المال کے بعد اقالہ کے صحیح مسلم عقد میں لکھا اگر مسلم فاسد ہے تو استبدال اس مال سے
 جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالات لقولہ علیہ السلام لا تاخذ الا سلک اور اس مالک ای الا سلک حالۃ قیام العقد اور اس مالک
 حال انفساخ فامتنع الاستبدال خرید کر جائز نہیں قبل قبضہ کرنے ماس المال کے بحکم اقاہ مسلم بدیل قوی بنی علیہ و آلہ وسلم کے لئے تو مگر اپنا مسلم یا اپنا
 راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ سے در صورت قیام عقد مسلم یا اپنا ماس المال لے در حالت انفساخ عقد تو بدلتا ممتنع ہو گیا ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت
 کی ہے اصحاب حدیث کو اس میں گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابو داؤد اور ابی ماجہ اور ترمذی میں بالمتنی باقی لفظ ابو سعید خدری سے مروی ہے رقال قال رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم من سلم فی شئ فلا یصرف فیہ و لینی جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اس کو اس کے غیر میں نہ پھیرے اور یہ معنی ہے اس کو نہ لے مگر اسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل
 الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالات لجواز تصرف فیہ بخلاف المسلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اس سے استبدال جائز ہے
 لیکن بشرط مقبوض نہ ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں بسبب جائز ہونے اس کے تصرف کے بدل صرف میں بخلاف سلم کے راس المال میں تصرف جائز نہیں ہم یعنی
 اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس میں اس واسطے کہ صرف میں تحویل حاصل نہیں ہوتی بدل نہیں
 کے کیونکہ اس کا استبدال جائز ہے تو اس میں قبضہ فی مجلس نہیں کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اس کے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اس میں تحویل حاصل نہیں
 کی حاجت نہیں لہذا اس میں نفس قبضہ واجب تھا بلار عایت مجلس اقاہ کذا فی الطحاوی ولو شری المسلم الیہ فی کررا و امر المشتري رب المسلم بقبضہ قضاء عا
 یلمہ لم یصح للزوم التکلیل مرتین ولم یوجد وجہ جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کریں اگر اس نے ایک گریہوں مثلاً خرید کیے اور خریدار نہ دے دے کہ سلم کو امر کیا اس کے قبضہ
 کر لینے کا اپنے اور سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبارہ مالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ہم یہاں ناپنا دوبارہ اس واسطے واجب ہوا
 کہ وہ عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اس کے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب المسلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل میں سو یہاں حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور
 اصل اس میں وہ حدیث ہے جس میں بیع طحا سے نئی وارد ہے تا وقتیکہ اس میں دو صاع جاری نہ ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہے
 جب کہ وہ عقد مجتمع ہوں اور ایک عقد میں تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے موزولی اور معدود کا کذا فی الطحاوی و صح
 لو کان الکمر قرضا و امر مقرض بہ لانه اعادة الاستبدال ادا اگر ایک کر قرض ہو اور اپنے مقرض کو وہ قبضہ کا امر کرے تو صحیح ہے اس واسطے کہ قرض عاریت
 دیتا ہے نہ بدن نام صورت قرض یہ ہے کہ زید نے خالد ایک گریہوں قرض لیے پھر زید نے ایک گریہوں خرید کیے اور خالد کو اس پر قبضہ کرنے کا امر کیا ادا نے
 قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر جب حدیث اس کی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک گریہوں قرض لیے اور
 رب المسلم کو امر کیا اس پر قبضہ کرنے کا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی ابوہریرہ صح لو امر المسلم الیہ رب المسلم بقبضہ منہ ثم لنفسہ ففعل فکلام مرتین
 لنزول المانع چنانچہ قبضہ صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب المسلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبضہ کا اس کے بائع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اس کے کہ رب المسلم
 کے واسطے قبضہ کرنے کا اور رب المسلم نے ایسا ہی کیا اس کو دوبارہ پیمانہ کیا یعنی ایک بار سلم الیہ کے قبضہ کے واسطے اور دوسری بار رب المسلم کے واسطے تو قبضہ
 یکا ہے بسبب دور جو بدلنے مانع کے یعنی مانع قبضہ عدم کیل مرتین تھا سو یہاں دوبارہ پیمانہ کرنے سے زائل ہو گیا امرہ ای المسلم الیہ رب المسلم کیل المسلم فیہ
 فی عرفہ فکالہ فی طرفہ ای فی دعار رب المسلم بنیہ سلم کی قبضہ لہذا بصرہ غیر مضابطہ و امر المشتري للبائع بکذا فی طرفہ طرف البائع لم یمن قبضا لحدہ

بخلاف کیلہ فی ظرف المشتري بامرہ فانہ قبض لان سقہ فی العین والاول فی الذمہ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو ناپ دے میرے ظرف میں سو اس نے ناپ دیا اس کے ظرف میں یعنی رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض ہو جائے گا بسبب نچلے کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسی طرح کے ناپنے کو سو اس نے ناپ دیا بائع کے ظرف میں تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہ ہوگا بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کے ظرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے اس واسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہے اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے م خلاصہ یہ ہے کہ یہاں سلم اور خرید میں فرق ہے کہ در صورت مذکورہ مشتری قابض ٹھہرے گا اس واسطے کہ مشتری کا حق شئی موجود میں ہے تو مالک ہو گیا بجز عقد کے تو بائع اس کا وکیل ہو گیا اس کا ظرف میں بخلاف سلم کے اس واسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اس کا مالک نہیں ہو سکتا بدو قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرے تو مسلم الیہ مستقیم ظرف ہو گیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین المشتراة ثم کیل الدین السلم فیہ وجعلہا فی ظرف المشتري قبض بامرہ لتبعية الدین للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونوں کا بجز دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے یا مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہوں کے ایک کریں پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے متعین گیہوں بقدر ایک کر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیہوں یعنی دین اور عین اس میں بھر دے تو اگر اس نے پہلے عین گیہوں کا پیمانہ کیا طرف میں تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اس میں امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا بابتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کی قابض نہ ہوگا دین کا تو اس واسطے قابض نہ ہوا کہ اس میں امر کرنا صحیح نہیں ہے اور عین کا اس واسطے قابض نہ ٹھہرے کہ ملک غلط ہو گیا قبل تسلیم کے اور خلط اہم کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الطحاوی طحطاوی و عکسہ دہو کیل الدین اولاً لا یكون قبضا وخیراہ بین نقض البیع والشركة اور اس کے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا نہ ہوگا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں ہم چونکہ خلط دین کی کے نزدیک استہلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے بیع کو توڑنے والا چاہے اتنے مال میں بائع کا شریک ہو جائے سلم امرہ فی کرہ و قبضت فتقایلہ سلم فمات قبل قبضہا بحکم الاقالہ لبقی عقد الاقالہ اومات فتقایلہ صح لبقا المعقود علیہ و هو المسلم فیہ و علی قیمتہما یوم القبض فیہما فی المسلمین لان سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کریہوں میں اور لونڈی پر قبضہ ہو گیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مر گئی قبل اس کے بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مر گئی اس کے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود علیہ یعنی مسلم فیہ کے لہذا سلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اس واسطے کہ قبض ہی تو سبب ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ میں اقالہ اس واسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقا عقد پر معتبر ہے اور بقا عقد بیع کی بقا پر ہے تاہم کہ وہ مقبوض ہو اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بیع یعنی مسلم فیہ سلم الیہ کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا سلم فیہ کو معدوم نہیں کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہے لہذا اس کی قیمت واجب ہوئی کذا فی النہر کذا حکم فی المقابضۃ اور اسی طرح سلم کے مانند حکم ہے مقابض میں ہم یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہو گیا ہو اس واسطے کہ بیع المقابض میں ہر عوض بیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی بیع قرار دیا جائے گا اور مالک ثمن ٹھہرے گا بخلاف الشراء بالثمن فیہما لان الامتہ اصل فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونوں صورتوں میں اس واسطے کہ لونڈی اہل ہے بیع میں ہم یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزارہ سے خرید کیا پھر لونڈی مر گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اس کی موت کے بعد تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں لونڈی اصل ہے بیع میں کیونکہ وہ بیع ہے اور ہلاک بیع قبل القبض مبطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی اس المال تھی نہ مسلم فیہ والیہ حاصل جو از الاقالہ فی السلم قبل ہلاک الحارۃ و بعدہ بخلاف البیع اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے اس میں اقالہ جائز نہیں دونوں طرح کے ہلاک میں تقابلاً البیع فی غیر فایق بعد الاقالہ من ید المشتري فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالہ والبیع بحال قبضہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام میں پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہ ہو اس کی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال

الاستعمال مذکور ہونے بطریق استعمال کے اس واسطے کہ بطریق استعمال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع مسلم نہیں ہو جاتا پھر جب استصناع موجب مسلم ہو گا تو شرائط مسلم کی معتبر نہ ہوں گی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ہم اگر استصناع میں مسلم کی مانند مدت ہے چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو امام کے نزدیک مسلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت مسلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر اس میں تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستعمال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعمال مذکور ہو اس طرح ہر کہ اس نے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کہے یا پرسوں تو یہ استصناع صحیح ہو گا کیونکہ مدت فراغ کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زیلعی وغیرہ میں ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس مدت میں موضوع ہے جو مسلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہیں کذا فی الطحاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اس واسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استیبار اس عمل پر جو اجیر کی ملک میں ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اٹھا لے چل اس مکان سے وہاں تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا لے لے کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہیں اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں لیکن علمائے حنفیہ نے اس کو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو راجح ہے اجماع عملی کی طرف زمانہ رسالت سے اب تک بلا انکار اور اس طرح کا تعامل اس حدیث میں مندرج ہے کہ لا تجتمع امتی علی الصلوات یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہو گی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور جس میں تعامل نہیں اس میں عدم جواز ہے بنظر قیاس مذکور کے چنانچہ بولا ہے بنو اناس کے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے اس کے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جبری فیہ تعامل کم لا ینفک الا بالاول استصناع استصناع موجب بال معلوم مسلم ہے خواہ اس میں تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جس میں تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ مسلم و بدو نہ ای الا بل فیما فیہ تعامل الناس کخف و مقیمہ و طست بھملہ و ذکر فی الغرب بالثین المجمعہ و قد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدو مدت کے جس میں معمول لوگوں کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس میں استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہے اور غرب میں اس کو ثین مجعہ ذکر کیا ہے اور گاہے اس کو طسوت بھی بولتے ہیں ہم طست لغت طے میں طس بسین مشدود تھا ایک سین کو تائے ثناء فوقانہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یوں کہتا ویقال فی جمہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحاوی بیع الا عدۃ علی الصیغ فرغ علیہ بقول استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اس کے بیع ہونے پر تصریح کی اپنے آئند قول سے فیجبر الصلح علی عملہ ولا یزجج الامر عتہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریکہ پر زبردستی کی جائے گی اس کے بنانے پر اور بنوانے والا اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر حبر اور آمر پر عدم رجوع نہ ہوتا والمبیع ہو العین لا عملہ خلافا للبردعی اور استصناع میں بیع خود وہ شئی مصنوعہ ہے نہ عمل اس کا برکت ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوع قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عمدا صح تو اگر کاریکہ اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوعہ لایا جس کو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اس کو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریکہ کا عمل بیع ہوتا تو اس کا لینا صحیح نہ ہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای لا آمر بل لا رضاه فصیح بیع الصانع لمصنوع قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ المصحح بیعہ اور بیع متعین نہیں ہو باقی آمر کے واسطے بدو اس کی رضامندی کے تو صحیح ہے بیچ لانا کاریکہ کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اس کے آمر کے اور اگر بیع اس کے واسطے متعین ہوتی تو اس کا بیچنا درست نہ ہوتا ولہ ای لا آمر اخذہ و ترکہ بخیار الرؤیۃ و مفادہ ان لا خیار للصانع بعد رؤیۃ المصنوع لہ وہو الاصح نہر اور اس کی یعنی آمر کو اس کے لینے نہ لینے میں اختیار ہے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور مفادہ اس کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اس شخص کے جس کے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی النہر ولم یصح فیما لا یتعامل فیہ کالتوب الا باجل کما مر او استصناع صحیح نہیں اس میں جس کے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں چنانچہ کپڑے میں گمردت ٹھہر کر چنانچہ باب المسلم میں مذکور ہو چکا یعنی جس میں تعامل لے مترجم اول نے فقہ کا ترجمہ آفتاب کیا ہے مگر مراج میں معنی کا لکھا ہے یعنی کارہ جو ہیں اور غایبا صحیح ہے ، یعنی اس کی جمع میں طسوت بولتے ہیں ۔

نہیں اس میں فرمائش صحیح نہیں بلا ذکر مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم بھری قیاب مراعات جمیع شرط سلم کی لازم ہوگی کذا فی المطاویٰ ہم بعض ہندوستان میں طبع کتب بکثرت مانجھے ہیں اہل کٹر سوداگر اہل مقدمہ کتابیں پھیلاتے ہیں تو ظاہر ہے استفسار صحیح ہے خواہ کل قیمت پیشگی دی جاوے یا بعض یا کچھ نہ دی جاوے مگر فرمائش میں یہ ذکر ضرور ہے کہ ایسا کا فائدہ ہو اور لائق کا عرض و طول اتنا اور خطایا اور تعین اعدا نسخ اور تعین مقدار منتول و غیر ذلک اور حسب فرمائش کو بعد مدت کے اخذ ترک میں اور چھاپنے والے کو قبل مدت صاحب فرمائش کے بیع کتب میں اختیار ہے اور اگر شرائط سلم اس میں مری ہوں تو اس صورت میں عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم فان لم یصلح فسد ان ذکر الابل مل وجہ الاستعمال وان لا استعمال کعلی ابی نضر غنہ خدا کا ان صحیحاً اور اگر مدت سلم کی ملاق نہ ہو یعنی بیع سے کم مدت ہو تو استفسار فاسد ہوگا اگر مدت مل وجہ استعمال و تاخیر للظاہر مذکور ہو اور اگر استعمال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ اگر مصلح سے یوں شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہو تا تو یہ استفسار صحیح ہوگا طحاوی نے کہا یہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ ال انما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ سال کے ہے

فرع مسئلہ شایع کا اسلم فی الدبس لا یجوز لما فی اجارۃ جواہر الفتاویٰ لو جعل الدبس اجرة لا یجوز لا دلیس بثلل لانی النار عملت فیہ ولذا لا یجوز اسلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان مینا ہماز عقد سلم دو شاب رطب میں ہماز نہیں اس واسطے کہ جواہر الفتاویٰ کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دو شاب مذکور کو اجرت قرار دے تو ہماز نہیں اس واسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اس میں اپنا عمل کیا اور اس واسطے سلم اس میں ہماز نہیں تو واجب فی الذمہ نہ ہوگا تا اینکه اگر عین ہو یعنی بیع حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد عائنہ اس میں دھوکہ نہیں م دلس ہا لکسر و بکسر تین عبارت ہے مسل قر سے سلم اس میں اس واسطے جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے گاہے جلنے سے بہت گارھا ہو جاتا ہے اور گاہے پتلا تو اس کی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہیں بخلات بھی کہ اس میں تاثیر آگ کی بعد معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گھس مگر ہماز کے کذا فی المطاویٰ قلت و سجد فی الغضب ان الدرب والقطر والحم والعم والاجر والعاون والعمفر والمقرن والجلود والہرم و ہر مخلوط بشیء قہمی فلیحفظ میں کتابوں اور آگے آوے گا کتاب مفسر میں کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوٹا اور پکی اینٹ اور صابون اور کم اور گوبر اور چمڑے اور کھال اور گیسوں جو طے قیمت والی چیزیں ہیں مثلی نہیں اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم شایع کا مطلب یہ ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قہمی ہو گئیں تو ان میں عقد سلم جائز نہیں طحاوی نے کہا باب اسلم میں کہ رب وہ چیز ہے جو خر و شب سے نکلا اور قطر ایک قسم ہے محل قصب سے اور محشی ذکر کرنے کتاب الغضب میں کہ رب عبارت ہے محل کے پھوڑے پانی کا بعد جو ش کے اور قطر معر میں ہے جو شک سے نکلے بجا ہوا بر میں کہ اصطلاح اطباء میں رب عبارت ہے اس پانی سے جو نباتات اور فمرات سے پھوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دے کر یا آفتاب میں رکھ کر۔

باب المتفرقات | مابو ایما و جبر فی اکثر مسائل مشورۃ فی اللہ بمسائل شتی والسنی عاصد باب ہے ان مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کثرت میں اس باب کو مسائل مشورہ اور در غر میں سائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہے ہم عادت فقہاء یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب قدر میں چھوٹ گئے اور اپنے مواضع میں مذکور نہ ہوئے تو ان سب کو یک جا مذکور کرتے ہیں اھان کو اسماء ثلثہ سے کسی ایک نام کر سکتے ہیں اشتری ثمود اور فرسان خنزف لاجل استیناس العصبی لایصح و اقیمہ زجلا یعنی متلفہ و قیل بخلاف یصح و یعنی قینہ طریقہ کیل یا لھورہ اپنہ مٹی کا روکے کاچی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اس کی کچھ قیمت نہیں اور اس کے تکف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضیعف اس کے برخلاف ہے یعنی بیع یکے سے اختلاف برضائی ہے کذا فی القنیہم جب کہ قبول بیع اس کی بیع صحیح نہیں تو اس کا خرید کرنا حرام ہوا اور متلفہ پر ضمان اس واسطے نہیں کہ مغلہ آلات لہو ہے و فی کثر الجعش من البالیوسف بجزیع العبرۃ وان یوجب ہما العصبان اور محشی کی کتاب المنظر کے آخر میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لکڑی کا اس سے کھینا جائز ہے طحاوی نے کہا کثر زیان اس پر طالت کرتا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے و صحیح الکلب و عقور و العمد لے بالضم ہر روز اسد ب رک مکی کا نام ہے ۱۲ سے جس کو ہنگامیں ست کہتے ہیں ۱۲

والفیل والقرد والسیاح بسائر انواعها حتی المهره وکذا الطیور علمت اولاً سوی الخنزیر و هو المختار للانتفاع بها و بجلد لما قدمناه فی البیوع الفاسد و صحیح ہے
 بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہ ہو اور چیتے اور مٹھی اور بندر اور درندوں کی بیع ان کی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسی طرح درندوں
 پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور ری قول تحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے اور ان کی کھالوں سے چنانچہ ہم اسکو
 بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمائی ثمن
 کلب اور زانیہ کی خرچی اور کامین کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں مہثم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فی ثمن کلب السید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور ہند اس حدیث کی جید ہے اس واسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ مہثم ثقات
 تابعین سے ہے و تمامہ فی فتح القدیر و التمسح بالقرد و ان کان حراماً لا ینع بیعہ بل یکرمہ بیع العصیر نثر و ہبانیہ اور مسخر اپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے
 مانع اس کی بیع کا نہیں بلکہ اس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انکو رکاوٹ پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی نثر و ہبانیہ فرع مسئلہ ملحقہ شائع کا
 لا یشغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیرہ فلا باس و مثلاً سائر السباع عینی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور
 کتے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلباً الا کلب صیدا
 و ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھے گا سوائے شکار اور مویشی کے کتے کے تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے
 جاویں گے و جازا اقتناءہ لصید و حراستہ ماشیۃ و زرع اجماعاً اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق
 کما صحیح بیع خرو حرام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جس کی قیمت ایک پیسہ ہو اس واسطے کہ
 یہ اقل قیمت بیع ہے و صحیح بہتہ قنیتہ اور صحیح ہے اس کا ہر کرنا کذا فی القنیتہ و ادنی القیمۃ التي تشتتر لجواز البیوع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز
 ہونے کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو كانت کثرۃ خبز لا یجوز قنیتہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیتہ ہم یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے
 کے مساوی نہ ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحاوی کما لا یجوز بیع ہوام الارض کا لخناس و القنافذ و العقارب و الوزغ و الصب چنانچہ جائز نہیں
 زمین کے کیڑوں کو بیچنا مانند خنافس اور سہی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم خنافس جمع ہے خنفساء کی بضم خائے معجم و سکون لون و فتح فاکیہ سیاہ کیرا
 ہے گندہ بوسوٹے جھیل کے فارسی میں اس کو خبز دگ کہتے ہیں طحاوی نے کہا کہ محیط میں ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اس
 واسطے کہ لوگ اس کو مال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے معاملے میں اس کی طرف حاجت ہے و لا ہوام البحر کا لسن سلطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں
 کی بیع مانند کیڑے وغیرہ کے ہم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا ان کی بیع جائز نہ ہوئی کذا فی الطحاوی
 عن القستانی و کل ما فیہ سوی سمک و جوز فی القنیتہ بیع مالہ ثمن کسقفور و جلود خز و جل الماء و لویا و اطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے جھیل کے
 کہ ان کی بیع جائز نہیں اور قنیتہ میں جائز کہا ہے اس کا بیچنا جو ثمن والی چیز ہو چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اس کے
 جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سقنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں بے مثل ہے اور خز بفتح خائے معجمہ اور نائے
 معجمہ مشدودہ دریائی جانور ہے اس کے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے جس کا خضیم چند مید ستر ہے صاحب مغرب
 نے کہا کہ خز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کیڑے کا ہو گیا جو اس کے صوف سے بنا جاتا ہے و جوز البوالیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا و ردہ فی البدائع
 بانہ یخیر سدید لان المحرم شرعاً لا یجوز الانتفاع بالمتداوی کا لخنر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیوع اور فقہیہ البوالیث نے مسابغوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر ان سے فائدہ حاصل
 نہ ہو نوع از جانورال سیاہ آبی ۱۱ خز دگ بفتح خائے معجمہ و موصدہ و سکون زائے معجمہ بروزن پر سنو کہ معنی سرگین گردانگ مہندی گریلا ۱۲

والفیل والقرد والسیاح بسائر انواعها حتی الہرة وکذا الطیور علمت اولاً سوی الخنزیر وھو المختار لانفعایہا بہا وبجلدہا کما قدمنا فی البیوع الفاسدہ ویرجح
 بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہ ہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندوں کی بیع ان کی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسی طرح درندوں
 پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور اسی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے اور ان کی کھالوں سے چنانچہ ہم کو
 بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کریمؐ کی کلب
 کلب اور زانیہ کی خرچی اور کامین کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں ہشیم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فی ثمن کلب السید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جدید ہے اس واسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہشیم ثقات
 تابعین سے ہے وتمامہ فی فتح القدیر والتمحیز بالقرد وان کان حراماً لا ینع بیعہ بل یکیرہ کبیع العصیر شرح وہبانیۃ اور مسخر این کرنا بندہ سے اگرچہ حرام ہے
 مانع اس کی بیع کا نہیں بلکہ اس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انکور کا پوٹا پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیۃ فرع مسئلہ لمحۃ شاح کا
 لا ینبغی اتخاذ کلب الالخوف لص او غیرہ فلا باس ومنہ سائر السباع علیہ لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور
 کتے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلباً الا کلب صیدا
 و ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتہ رکھے گا سوائے شکار اور مویشی کے کتے کے تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے
 جاویں گے و جازا اقتناء ہ لصد و حراستہ ماشیۃ و زرع اجماعاً اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق
 کما صح بیع خرء حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جس کی قیمت ایک پیسہ ہو اس واسطے کہ
 یہ اقل قیمت بیع ہے و صح ہیبتہ قبیۃ اور صحیح ہے اس کا ہر کرنا کذا فی القینۃ و ادنی القیمۃ التي تشتتر لجواز البیوع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز
 ہونے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو كانت کثرۃ خبز لا یجوز قبیۃ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القینۃ ہم یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے
 کے مساوی نہ ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحاوی کما لا یجوز بیع ہوام الارض کا خنافس والقنفس والعقارب والوزغ والصب چنانچہ جائز نہیں
 زمین کے کیڑوں کو بیچنا مانند خنافس اور سبھی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم خنافس جمع ہے خنفساء کی بغم خائے معجم و سکون لون و فتح فاکیہ سیاہ کیڑا
 ہے گندہ بوسوٹے جمل کے فارسی میں اس کو خنزردک کہتے ہیں طحاوی نے کہا کہ محیط میں ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اس
 واسطے کہ لوگ اس کو مال جانتے ہیں اور خون نکلنے کے معاملے میں اس کی طرف حاجت ہے ولا ہوام البحر کا سرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں
 کی بیع مانند کیڑے وغیرہ کے ہم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا ان کی بیع جائز نہ ہوئی کذا فی الطحاوی
 عن القمستانی وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القینۃ بیع مالہ ثمن کسقفور و جلود خز و جمل الماء لوجیاد اطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے چھپکلی کے
 کہ ان کی بیع جائز نہیں اور قینہ میں جائز کہا ہے اس کا بیچنا جو ثمن والی چیز ہو چنانچہ سفنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اس کے
 جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سفنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں ہے مثل ہے اور خز بفتح خائے معجمہ اور زائے
 معجمہ مشدودہ دریائی جانور ہے اس کے صوف سے کپڑا بناتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے جس کا حقیقہ چند مید ستر ہے صاحب مغرب
 نے کہا کہ خز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کیڑے کا ہو گیا جو اس کے صوف سے بناتا ہے وجوز الوالیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا و ردہ فی البدائع
 بانہ غیر سدید لان المحرم شرعاً لا یجوز الانتفاع بالثمن الا بالشرع البیوع اور فقیہہ البوالیث نے سانپوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر ان سے فائدہ حال
 نہ نوع از جانور ان سیاہ آبی « ۷۷ خز دوک بفتح خائے معجمہ و موحده و سکون زائے معجمہ بروزن پر سنو کہ معنی سرگین گردانگ مہندی گریلا ۱۱

دواؤں میں چنانچہ تریاق خاروق وغیرہ میں ادا اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں رد کیا ہے اس طرح کہ یہ کلام ماست اور درست نہیں اس کا جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے فائدہ لینا بطریق مدائک کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اس کی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوتی مگر کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا کہ حرام چیز سے اس وقت علاج کرنا جائز ہے جب کہ اسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اس کے قائم مقام نہ ہو سکے تو توفیق من القویں یہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیر مدد اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا سائب کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ویجوز بیع ذمی نجس ای نجس کا قد منہ فی البیوع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس قیل کی نجس سے مراد نجس ہے کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پرٹنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اس کو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں ہم نجس کی قید سے مراد اور سو کے قیل سے احتراز ہو گیا ویتفق بہ للاستعصاح فی غیر مسجد کا مراد فائدہ لیا جاوے روغن نجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذی کا مسلم فی بیع کھرف و سلم و ربوا وغیرہ اور کا زدی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم اور بیاع وغیرہ میں ذمی مسلم کے مانند اس واسطے ہو کہ مکلف عاجز ہے تو جو بیع عات مسلم کو جائز ہیں وہ اس کو بھی جائز ہے اور جو مسلم کو جائز نہیں وہ اسی کو بھی جائز نہیں سوائے مستثنات اُندہ کے غیر الخمر والخنزیر و ملتہ لم تمت حنفتا نفھما بل نجو خلق او ذبح مجوسی فانھا کخنزیر و قد امرنا بترکھما و ما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مراد وہ سور کے مانند ہے اور ہم مامون ہیں ان کے عدم تعرض پر اور ان کے معتقات کے ترک ہم شایع نے اس قول سے اشارہ کیا کہ بل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں اسلئے نہیں کہ یہ چیزیں ان کے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعض سمجھتے ہیں بلکہ حرمت ان کے حق میں ہی ثابت ہے کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ ان کے معتقد نہیں اور ہم مامون ہیں ان کے اعتقادات کے عدم تعرض پر و صحیح شراہ ای الکافر کا قد منہ فی البیوع الفاسد عبد اسلم او معصفا او مشقفا منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و معصف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ حصہ مول لینا یعنی بیع یا نصف غلام یا معصف چنانچہ ہم اس کو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں ویجوز علی البیوع اور کافر پر مذمت کی جائے گی بیچ ڈالنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا معصف مجید کو خرید کرے گا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زہری اس سے بکواڈالے کیونکہ مذمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور معصف کی بے ادبی کا خون ہے ولو اشترى غیر ابر علیہ لیس لہ من اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اس پر بیع میں زبردستی کی جائے وکذا لو اکل عبدا ویتبعو طفلا ورا سی طرح جبر کیا جائے گا بیع میں اگر کافر غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا (مغلام کا تابع ہوگا اسلام میں ولو اعتقه او کاتبہ جائز فان عجز ابر الیف او اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادائے بدل اتاہے سے عاجز ہو گیا تو اس کے مالک پر بھی جبر کیا جائے گا بیع ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولوا سیمانی قیسمہا اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا موم بنایا تو دونوں منت ضروری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں ولو بیع منہ بالبیعۃ لکن حرام اور ذمی مستولہ ردنا کی جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ ولی حرام ہے فرع مسئلہ طعۃ شارع کا من عادتہ شرادہ امر دان بجبر علی بیعہ وفعالفساد نہرو غیرہ وکذا الحرم اخذ صید الیوم بار سالہ لونڈوں کا خرید کرنا جس کی عادت ہے تو اس پر امر و کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے شکار لیا تو اس کے پھوڑے کا حکم کیا جائے ولو اکل مقرض الخ سقطت ولو المستقرض فروا تان ادا اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہوگی یعنی اس واسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو مستعذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دودروایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول ہے محمد کا کذا فی الطحاوی و علی زوج اللامۃ المشتراۃ اتی انکھا مشترکہا قبل قبضہا قبض المشتراۃ تسلیطہ فصار فعلہ جماع کنا لونڈی کے

شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اس کے مشتری نے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اس کے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسئلہ کرنے سے تو اس کے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا لا محذور انکاحا استحسانا نہ فقط اس کا نکاح کر دینا بلاوطی زوج قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی و ہوا مختار اور اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو قبل القبض ولم یطل النکاح وان بطل البیع فیلزم المهر للمشری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جب کہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہ ہو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا اس کی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہ ہو گا اگرچہ بیع باطل ہو گئی تو اس کے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہو گا م مشتری کے واسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدر میں مذکور نہیں اور شیخ شامین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہو گا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہا یہ ہے کہ نفع بدلے نقصان کے کذا فی الطحاوی مشتری شینا منقولاً اذا العقار لا یبیع القاضی و غاب المشتري قبل القبض ولقد الثمن علیہ معروفہ فاقام بالعمیۃ انہ باعہ منہ لم یصح فی دینہ لامکان ذابہ الیہ وان جمل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظر الغائب وادی الثمن ما فضل میکہ للغائب ان نقص تبع البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادائے ثمن کے غائب ہو بغیبت معروفہ یعنی اس کا مکان معلوم ہے اور اس کے بائع نے گواہ قائم کیے اس پر کہ اس نے اس کو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اس کے دین میں نہ بھیجی جائے گی اس واسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے تو بیع بھی جائز ہے کی یعنی قاضی اس کو بیچے یا غائب کا مامور بھی برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اس کو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اس کا پیچھا کرے جب کہ اس کو پاوے شایع نے کہا چیز منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کرے گا م اگر مشتری غائب ہو البعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش نہ سنے کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نہ رہا اور بیع کے مانند مہون ہے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا اور مہون نے اپنے دین کے واسطے بیع مہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اس کی جائز ہے کذا فی الطحاوی عن جامع الفصولین وان مشتری اثنان شینا وغاب واحد منہما فظلی اخر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول اکل ودفع اکل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہو یعنی اس طرح پر کہ اس کا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اس کا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کی جائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل بیع کے دینے پر ولہ قبضہ و حبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقذ شریکہ لثمن بخلاف احد المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے بیع پر قبضہ کرنا اور اس کا روک رکھنا اپنے شریک سے جب کہ وہ سفر سے آوے یہاں تک کہ اس کا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنی اگر مستاجر غائب ہو قبل نقد اجرت کے سود و سرے مستاجر حاضر نے اجرت دی تو اس کو نہیں کرنا لادائے اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف المویر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا بیع کا ولو ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر مٹھرا بخلاف مویر کے م یعنی جب کہ بائع کو حبس بیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدوں ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر مٹھرا اور مضطر کو رجوع ثمن اور حبس بیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہو گا نہ مضطر اس واسطے کہ مویر کو حبس دار کا استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللهم الا اذا شرط تعیل الاجرة فکانا مگر حبس کی تعیل اجرت مشروط ہو یعنی در صورت تعیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہو گا یہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب یا ع شینا یا الف متقال مذہب و فہمہ نصفانہ ای بالمتقال فیجب خمسائہ متقال من کل منہما لعدم الاولیۃ کوئی چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار متقال سے تو سونا اور چاندی نصفانہ نصف ہوں گے متقال سے تو پانسو متقال ہر ایک سے واجب ہوں گے بسبب عدم اولویت کے م متقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب متقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوتی تو پانسو متقال سونا اور پانسو متقال چاندی واجب ہوتے مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق میں کہا لیکن لہ یعنی جس نے غائب کو امر کیا ہو

اس صورت میں بیان نصف بھوت و غیرہ شرط ہے اور اگر یوں کہا کہ ہزارہا ہمارے ہمارے بیچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہاں جمیدی مراد ہوں گے ورنہ
بیمہ ثینا ہا لث من الذہب والفضة تنصفا و النصف للوزن المصنوع فالنصف من الذہب مثاقیل النصف من الفضة و راہم اھ کی چیز
کی بیج میں جو وزن ہزارہ کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصف ہوں گے اور ہر ایک کا وزن مقرر مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہوں گے
ہم یعنی پانسو دینار مثقال اور پانسو دم چاندی کے مراد ہوں گے یہی متعارف ہے کذا فی السنہ و مثلاً علی کہ خطہ و شعیر و سمس رزم من کل ثلث کردہ بقدر
فی المعاملات کلھا کمر و صیۃ و وریۃ و نصب اہماۃ و بیل خلع و غیرہ فی موزن و کیل و معدود و مذروع یعنی اور مانند بیج کے اقرار ہے چنانچہ یوں کہنا کہ اس کا
میرے اوپر ایک گیسوں اور حوا و تل میں تو ہر ایک اشیاء مثلاً سے کر کی نہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات میں مانند ہر اور
وصیت اور امانت اور نصب اور بیل خلع و غیرہ کے موزن اور کیل اور معدود اور مذروع میں کذا فی المعنی م مہر کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال
ذہب اور فضہ سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہوں گے اور اگر ہزار معین لیے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معهود مراد
ہوگا یعنی پانسو دینار مثقال اور پانسو دم فضہ کے و علی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہ موزن کی مثال یہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا
اقرار کیا تو ہر ایک میں سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور کیل کی صورت خود شائع بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہ ہے کہ سونڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا
اور مذروع کی مثال یہ ہے کہ سو کرکٹان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحاوی و ذکر وزن سبعة تقدم فی الزکوة اور مصنف کا یہ قول وزن سبعة کتب
الزکوة میں مذکور ہو چکا م وزن سبعة سے مراد یہ ہے کہ دس دم سات مثقال کے وزنی کے برابر ہیں اور ہر مثقال میں قیراط اور ہر دم چودہ قیراط اور ہر قیراط
پانچ جو و افادہ کمال ان اسم الدرہم تصرف المستعار فی بلد العقد ففی مصرف للفلوس او کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے کہ دم کا نام پھرتا ہے
اس کی طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر میں تو ہر کے شہر میں دم سے فلوس مراد ہوں گے و افادہ فی السنہ ان قیمت مختلف باختلاف الامان فافقی اللقانی بانی
یساوی نصفاً و ثلثہ فلوس فلوا طلق الواقع الدرہم اعتبارہ ان عرف والا صرف للفضة لان الاصل کما لو قیدہ بالنقرة کواقف الشیخونۃ فافہم
و نحوہا قیمتہ در ہما نصفان اور نہر الفاقی میں تصریح کی ہے کہ دم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف امان کے سولقانی نے فتویٰ دیا کہ دم برابر
سارے میں فلوس کے تو اگر وقت کے لئے دلا دم کو مطلق کے چاندی تانبے کی قید نہ لگائیے تو اس کے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اس کے زمانے کا عرف معلوم ہو
اور نہیں تو دم چاندی کے دم کی طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر دم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یوں کہا کہ نقرہ کا دم چاندی کا دم مراد ہوگا
چنانچہ شیخونیر اور مفتوشیدہ اہل کے مانند دم نقرہ کی قید نہ لگائیے تو اس کے دم کی قیمت دو نصف ہے ہم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین تفتازانی
ہے کذا فی السنہ طحاوی نے عموی سے نقل کیا کہ دم کی قیمت دو نصف ہوا یہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ اس وقت مسلم ہے جب کہ درہم مذکورہ صاحب نہر
کے نزدیک متغیر نہ ہو گئے ہوں علاوہ اس کے صاحب نہر خود اہل ذکر کر چکا ہے کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہے تو اس سے عدول کرنا نہ چاہیے و لعلہ نصف
ان النقرة تطلق علی الفضة والذہب و علی الفلوس الخاص بعرف مصر لان فلاد من مریج فان لم یوجد فالعمل علی الاستیارات القدیۃ للوقت کما لو اطمینا
فی نظائرہ کعرفہ خراج و نحوہ قال و بان فی الملا ابو السعد افندی اور مصنف نے اپنی شرح میں تصریح کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور
فلوس میں ہر صر کے بافضل کے عرف میں تو دم نقرہ کی قید میں بھی مریج ضرور ہو اسواگر مریج نہ پایا جاوے تو وقت کی خطایاے قدیرہ عمل ہوگا چنانچہ فقہا
نے نظائر وقت میں اس پر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اہل اس کے مانند میں مصنف نے کہا اور اسی کا فتویٰ دیا ہے علامہ ابو سعید افندی نے م مریج
لہوای ترجمہ جہد ل کا ظاہر الفاظ کے مطابق نہیں ہے میری دانست میں یہ دونوں لفظ اقسام صاہم کے ہیں اور قید نقرہ لگانے کی مثال ہیں ترجمہ یوں چاہیے کہ
بجائے دم کو نقرہ سے مقید کرنا اہل مذہب کے صاہم کو وقت کیا تو چاندی کے دم کی قیمت دو نصف ہے و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اعل وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف استیمار قدیم معتبر ہوگا استیمار قدیم سے مراد اس کا قدیم ہے کذا فی الطحاوی ولو قبض زلیفا بدل جید کان لہ علی آخر جاہل بہ فلو علم والفقہ کان قضاء اتفاقا ونفق او الفقه فلو قاضا یردہ اتفاقا فوقضاء لحقہ اور اگر ایک شخص نے کھوٹے درم ناواقفی سے قبض کیے عوض کھرے درموں کے جو دو سر شخص پر اس کے تھے اور درم خرچ ہو گئے یا اس نے خرچ کر ڈالے تو یہ اس کے حق سے ادا ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سوا اگر کھوٹا ہونا اس کو معلوم ہو اور اس نے خرچ کر ڈالا تو ادا اسے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہے اور اگر ناواقفی سے کھوٹے درم لیے اور وہ ہنوز موجود ہیں تو ان کو بالاتفاق پھیر دے م بحر الرائق میں کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زلیف عبارت ہے درم خوش سے نہر الفائق میں ہے کہ درم زلیف وہ ہے جو بیت المال میں نہ داخل ہو وقال ابو یوسف اذا لم لعلم یرد مثل زلیفہ یرجع بحجیدہ استحسانا لکما لو کانت ستوقہ او نہر تہ واختارہ للفتویٰ ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر والشرعیۃ لای فنیہ لفتی ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہ ہو تو بعد خرچ ہو جانے کے اس کے مانند کھوٹے درم پھیر دے اور کھرے درم اس سے پھیر لے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نہر جہ درم ہوں تو رد مثل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتویٰ صینیہ کے واسطے میں کہتا ہوں اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنیلا لیب میں تو اسی کا فتویٰ دیا ہے م ستوقہ درم جس پر چاندی کا پتر ہو اور نہر جہ وہ درم جو دار الضرب سلطانی میں نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسر فیہ ما ظلی ای انکسر رجلہ بنفسہ فلو کسر رجل کان للکاسر لا لآخذ فلو لآخذ سبق یدہ لمباح اور اگر چڑھانے بجہ یا انڈا یا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا پاؤں اس میں خود خود ٹوٹ گیا تو وہ اس کا ملوک ہے جس نے اس کو پایا اور لیا کیونکہ اس کا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہو گیا تو اگر کوئی مرد اس کے پاؤں کو توڑے گا تو ہرن پاؤں توڑنے والے کا ہو گا نہ پکڑنے والے کا الا اذا جمیاً ارضہ لذلک فلو لکرجب کہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسی کے واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اس کا مالک ہو گا نہ آخذ او کان صاحب الارض قریباً من الصید بحیث یقدر علی اخذہ لومد یدہ فلو لصاحب الارض لکن متہ فلو اخذہ غیرہ لم یملک نہر زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اس طرح پر کہ قادر ہو اس کے پکڑ لینے پر اگر ہاتھ پھیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہے بسبب اس کے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑے گا تو اس کا مالک نہ ہو گا کذا فی النہر وکذا مثل ما مر صید تعلق بشبکہ نصت للبحاف او دخل دار رجل ودرہم او سکر نشر فوق علی ثوب لم یعدہ سابقاً ولم یکف لا احتقا فلو اعدہ لو کفہ ملکہ ہذا الفعل اور اسی طرح مسئلہ مذکورہ کے مانند ہے وہ شکار جو چھنس گیا اس بال میں جو پھیلا یا گی تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہو گیا ایک مرد کے گھر میں اور درم یا شکر جو اچھالے گئے لینے والوں کے واسطے سو اس پکڑے پر پڑے جو سابق سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ پکڑا سمیٹا گیا بعد اس کے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے پکڑا مہیا کیا ہو یا پکڑا سمیٹ لیا ہو بعد پڑنے درم اور شکر کے تو پکڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہو گا اس فعل سے فروع مسائل ملحقہ شارح کے عمل انھل فی ارضہ ملک مطلقاً لان صار من انزالہا شہد کھی کا ہے اس کی زمین میں تو وہ اس کا مالک ہو گا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ شہد زمین کی زیادات پیدا نشی سے ہو گیا م انزال بالفتح جمع ہے نزل یعنی زمین کی بروج و زیادات مزروع کذا فی الطحاوی وشری دارالطلب المشتري ان یکتب البائع سکا لا یجبر علیہ ولا علی الاشهاد والخروج البیہ الا اذا جازا بعد ول وکف فلیس لہ الا تناع من الاقرار اور گھر خرید کی مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھنا چاہا تو اس پر زبردستی نہ کی جائے گی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں مگر وہ وثیقہ ہے جس میں اقرار بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اس پر جائز نہ کہ یہ مقتضائے عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بظن مشتری کے ہے اس واسطے کہ مشتری عدول ہی شاہدوں کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہوں کو لاوے گا تو بائع پر اشہاد ضرور ہے کذا فی الطحاوی وشری قطننا فخرنا امراتہ فکلہ لہ روئی خرید کی

سو اس کی زوجہ نے اس کا سوت کا تا سب سوت مرد کا ہے ہم پہلے کہ زوجہ نے اجرت کا تنے کی شرط نہیں کی تو طہار زوج پر اجرت لازم نہ ہوگی لہذا
 اذ اکتفت بلا اذن الزنیۃ کفنی مثل رجعت فی التزکۃ تہجہ نجیب کہ جلالہ وندہ کے زہج کو کفنی ریا تو متروکہ زوج سے رجوع کرے ولو اکثر لا رجع لشی
 قال عمرہ اللہ ولو قبل رجوع یقیمہ کفن المثل لا یجعد او لا کفن نائذ ہو مثل سے توندہ جو رجوع متروکہ سے جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر یوں کہا
 جائے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے بھر لے تو بعد نہیں طحاوی نے کہا کہ مرجع منقرض ہے اس میں مطلع نہیں ہوا ہم ظاہر امر مع ضمیر ملقط کا مصنف ہے جہاں
 شایع نے بیرون نقل کی ہیں اور بعد نہیں کہ خود شایع مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما واشتری بہ او بالداہم للغصوبۃ شیئا قال انکرخی وان نقد
 قبل البیع تصدق بالزوج والا لا وہذا قیاس وقال ابو بکر کلا ہما سواء ولا یطیب نہ کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یا داہم منصوبہ سے کوئی چیز خرید کی
 کر لی نے کہا کہ اگر تم دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع میں نہیں دیا تو خیرات نہ کرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابو بکر نے کہا کہ قبل
 بیع اور بعد بیع کے دینا دونوں برابر ہیں اور اس کو فائدہ لینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منفعوت کا داہم منصوبہ کے ضمان کے بعد مراد ہے اور ظاہر قول ابو بکر کا
 استحسان ہے تو وہی متحد ہو گا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اس کو بیع میں دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بیع میں
 بیع کے بیچا پھر بیع کو داہم سے بیچا تو اہم کے نزدیک قیمت بعد منصوبہ کی ضمان سے جس قدر زیادہ منفعوت حاصل ہو اس کو تصدق کرے کہ انی الطحاوی عن عالمگیری کہ
 لو اشتری لم نقل ہذہ الداہم واعطی من الداہم اور اسی طرح اگر کوئی چیز خرید کی اور نہ کہا کہ بیع میں ای داہم کے خرید کی اور اس کو داہم سے یعنی داہم منصوبہ سے قیاسی
 عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت میں مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو اہم کے قول میں زائد مال کو تصدق
 کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد اس کو حلال ہے اگر کوئی چیز بغیر غصب خرید کی اور غصب مال میں دیا یا بیع میں غصب خرید کی اور غیر غصب سے شین دیا تو وہ بھی اسی
 طرح ہے ابو یوسف کے قول میں اور اہم نے کہا کہ اس میں تصدق نہ کرے کہ انی الطحاوی دفع مال مضاربت لرجل جاہل جاز اخذ رجوعہ لم یعلم انہ اکتسب الحرام
 اپنا مال رہا بطریق مضاربت کے اس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اس کی منفعوت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ اس نے کسب حرام سے حاصل
 کیا ہم طحاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہے جو خانہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اس پر یوں سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہے
 یا نہیں تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اس شہر اور اس زمانے میں ہو جس کے بازاروں اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں اور بنا حکم ظاہر پر رکھی اور اگر
 غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونوں بیعتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے مگر ثوبہ لایکھو زلا حد اخذہ مال لقیل صی رمی لیا خذہ من ہاد جس نے اپنا
 کچھ بیع کیا تو کسی کو اس کا لینا جائز نہیں جب تک کہ اس نے اپنا کچھ بیع کیا تو اس کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ اس کو نے جس کا بیچا ہے یہ قول ظاہر الباحت ہے نہ
 ہر کچھ کو بیع و متعلق نہیں اور مباح کہ کو استملک مباح کا بیع کی ملک پر جائز ہے اور جب کہ اباحت یا عدم اباحت کا قول معلوم نہ ہو تو ظاہر لینا جائز نہیں
 کیونکہ بقا ملک اصل ہے کہ انی الطحاوی بلع الاب ضیعۃ طفلہ والاب فسد فاسق لم یجز بیعہ استحسانا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ
 فسد فاسق ہے تو اس کی بیع جائز نہیں بطریق استحسان کے ثمرت لطفلا علی ان لا ترجع علیہ بالظن جاز وہو کالبیۃ استحسانا ماں نے اپنے طفل کے واسطے کوئی
 چیز خریدی اس شرط پر کہ صغیر پر رجوع حق نہ کرے گی تو جائز ہے اور بخیرید ہیہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے قال لا سیرا شترنی او کفی فشرہ رجوع بلاوی کلذا قرئہ
 تمہی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو خرید کرنا یا مجھ کو غلام کر سوا اس نے اس کو خرید کیا تو جو اس نے دیا ہے پھر لے قیدی سے گویا اس نے اس کو فرقی دیا یا پھر لینا
 احد القولین ہے اور فقہ برہم رجوع ہے اور اسیر کے مانند وہ شخص ہے جس کو سلطان نے مصالحت کے واسطے پکڑا کہ انی الطحاوی عن جامع الفصولین
 قال بالف شرہ اکثر لم یزیر الفضل لا تخلیص لا شرہ اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھ کو مشو ہزار دم سے خرید کر سوا اس نے اس کو زیادہ ہزار دم سے خرید کیا تو
 ہزار دم سے زیادہ ہو گا اس سے کہ شخص کرنا ہم جامع الفصولین میں لازم رجوع فضل مذکور ہے اور تعلیل تکلیف مفید لازم ہے نہ عدم لزوم کہ انی

الطحاوی ملخصاً شری دارا وبلغ وناذی جیرانہ ان علی الدوام منع وعلی النذرة یتحمل منہ اور ایک گھر خرید کیا اور اس میں دباغت یعنی چمڑا پکایا اور اس کے پڑوسی اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جائے اور اگر گاہے بگاہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس یہ ہے کہ جو اپنے ملک خاص میں تصرف کرے وہ روکا نہ جائے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہے وہاں جہاں غیروں کو ضرر ہو بضرر صریح بعضوں نے کہا اسی کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ فی الطحاوی شری لھا علی انہ غم فوجہ لحم معزلہ ارد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور اس کو بکری کا گوشت پایا تو اس کو پھیر دینا جائز ہے غم بکری کو بھی شامل ہے سو پھیر دینے کی وجہ ہے مگر یہ کہ عرف میں غم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال زن لی من ہذا اللحم ثلثۃ ارطال فوزنہ راجعہ من ہذا الخبز فوزنہ لم یجبر مشتری نے کہا کہ مجھ کو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اس نے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائے گا اس کے لینے پر اور اگر کہا کہ اس روٹی میں سے تول دے اور اس نے تول دی تو اس پر لینے کے واسطے جبر نہ ہو گا شری بذرا خلیفیا فاذا ہو ربیعہ اوشری بذرا بطیخ فاذا ہو بذرا القشاء ان قائما ردہ وان مستنکھا فخلیہ مثله خرید کیا خلیف کا بیج اور وہ بیج کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزے کا بیج اور وہ مکڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اس کو پھیر دے اور اگر مستنکھ ہو تو اس پر اس کے مانند پھیر دینا جائز ہے ہم پھیر دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر بیع ہے ساوم صاحب الزجاج دفع لہ قد جائز فہو وقع منہ علی اقدارح فانکسرت ضمن الاقدارح لا القدرح الواقع ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اس نے پیالہ دیا اس کو دیکھے سو اس کے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے پیالوں کا نہ اسی پیالے کا جو گر پڑا پیالوں کا ضمان اس واسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے اموال میں خطا معاف نہیں اور اس پیالے کا ضمان اس واسطے نہیں کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہے بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقاً مضمون نہیں شری شجرۃ باصلہا و فی قلعہا من الاصل ضرر بالباع یقطع ثمنہ و جلا فیہ یجوز لا یقتر بضرہ البائع ولو انہم من سقوطہ سائل ضمن القایع ما تولد فی قلعہ ایک درخت خرید کیا بڑ سمیت اور جڑ سے اس کے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اس کو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہو اور اگر اس کے ساق پر ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اکھاڑنے والا اس کا تاوان دے جو اس کے اکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دیا ہم زینوفا لکسر ہا مشتری لاشی علیہ وغم ماضی حیث غشہ و خاتہ و کذا لودفع الیہ لیتظر الیہ فکسرہ کھوٹے درم دیئے سو مشتری نے لہ کو توڑ ڈالا اس پر کچھ تاوان نہیں اور اس نے بہت اچھا کیا کیونکہ اس نے اس کو دغاوی اور خیانت کی اور اسی طرح اگر اس نے اس کو دیا تا وہ اس کو دیکھے اور اس نے اس کو توڑ ڈالا تو اس پر کچھ نہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شایع بجائے مشتری بائع کتایا یہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا باس بیع المغشوش اذا بین غشہ او کان ظاہر اربابہ و کذا قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ فی خطبۃ خلط فیہا الشیر والشیریری لا باس ببیعہ وان طعنہ لا بیع کچھ مضائقہ نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جب بائع اس کی طوفی بیان کر دے یا علی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اس کو دیکھتا ہو اور اسی طرح امام ابو حنیفہ نے کہا اس گیسوں میں جس میں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں اس کی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آنا پس اتونہ بیع ہم اس واسطے کہ پینے سے امتیاز نہیں رہتا ہاں اگر بیان کر دے تو بیع جائز ہے وقال الثانی فی رجل مہ فہنہ نحاس لا بیعہا حتی یمین اور ابو یوسف نے کہا کہ اس مرد کے باب میں جس پاس تابنا علی چاندی ہے کہ اس کو بیع کرے یہاں تک کہ بیان کر دے وکل شیئ لا یجوز فانه ینبغی ان یقطع ویعاقب صاحبہ اذا انفقہ وہو یعرفہ اور جو چیز کہ ظاہر نہیں سوائے یہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اس کا مالک مارا جاوے جب کہ مغشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجہ شری فلو سادہ ہم دفعہا الیہ وقال ہی بدرہمک لا ینفقہا حتی یجدہا پیسے خرید کیے درم سے سو بائع نے اس کو پیسے دیے اور کہا یہ تیرے درم کے عوض میں تو ان کو خرچ نہ کرے جب تک کہ شمار نہ کرے ہم ظاہر شمار کرنا اس صورت پر محمول ہے جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ شاید درم باعوب ہوں تو قلوں کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم نہ ہو کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرہم النریف و منی باقل مما یشتری بالجدہ صل کہ کوئی چیز خرید کی کھوٹ درم سے اور جس قدر کھرے درم سے مول لیتے ہیں اس کے

کتر ہے راضی ہوگی تو اس کو حلال ہے یعنی ایک چیز کو دے دے مثلاً میر میری ہے اور اس نے کھوٹے دم سے آدھ سیرل راضی ہو کر تو اس کے واسطے حلال ہے شریکیا یا بخلاف اس کی ہونی لکن بشرطیکہ بجز لہذا نہ اہل کپڑے طریقہ کے بغداد میں اس شرط پر کہ اس کا ثمن ہر قند میں ادا کرے گا تو بڑ نہیں اسباب مجہول ہونے مدت کے باع نصف دارفہ بشرط طراح کلہا علی مشتری منوفا سد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بھی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہے تو بیع فاسد ہے یعنی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد معتق نہیں اور اس میں بائع کا فائدہ ہے اخذ الخراج من الاکاملان بیع علی الدہقان اسخانا طراح لہا گیا کاشت کا سے تو اس کو زمیندار سے بھر لینا بطریق استحقاق جائز ہے شریکوں مع الغلہ و قبضہ الی رضی الاکار جاز البیع و ارجحہ من الثمن والی لم یرض لم یجز بوجہ انگو کے وخت لہذا کہ پھلوں کے ساتھ ادا اس پر قبضہ کیا اگر کھٹکا سا مانی ہو تو بیع جائز ہے اھا کر کشکار کو بقصد اس کے حصے کے ٹھٹھے کا اور اگر وہ راضی نہیں تو اس کی بیع جائز نہیں مگر اوہ کشکار ہے جس کا پھلوں میں حصہ ہے قضاہ در ہما وقال الفقه والافرنہ علی فقبلہ ولم یفقدہ درہ اسخانا بخلاف جاریتہ و جہا صبا فقال اعرضا او بھا فان لفقت والارہ باضرضا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیے اور کہا اس کو خرچ کر اور اگر خرچ نہ ہو تو مجھ کو پھیرے سو بائع نے اس کو قبول کیا اور خرچ نہ کیا تو اس کو پھیر لینے کا اختیار ہے بطریق استحقاق کے بخلاف اس کو نہدی کے جس میں مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا بیع ڈال سو اگر یک بجائے تو بہتر ہے والا مجھ کو پھیرے سو مشتری نے اس کو بیع کے واسطے پیش کیا تو بیوینا سا قسط ہو گیا مگر دونوں سود توں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض میں حق قابض نہیں ملا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اس میں اختیار ہل ہے کذا فی المطاویٰ لخصا قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ اذا ولی رجل امته ثم زوجہا مکانه فله زوج و طہا بلا استبرار ذقال ابو یوسف استنجح لا یقربا حتی تحین حیضہ کا و اشترایا لکس فی الخطوا کل من المخطوۃ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے دہلی کی پھر اس کا نکاح کر دیا میں تو زوج کو اس کی دہلی بلا استبرار جائز ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ میں اس کو قبیح جانتا ہوں اہل زوج اس کا قربت نہ کرے جب تک اس کو حیض نہ آوے جبکہ اس کو خرید کرے تو استبرار لازم ہے چنانچہ آدیگا کتاب الخط میں اور یہ سب فروع منقطعہ میں امام کے نزدیک زوج پر ہر چند استبرار لازم نہیں مگر مالک و شبرا صاحب نے چنانچہ شایع ہے کہ کتاب نکاح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الخط کا حوالہ ہے سو شاید منقطع کی عبارت میں ہو گا والا در مختار میں مذکور نہیں کذا فی المطاویٰ مایطیل بالشرط الفاسد لا یصح تعلیقہ بہ جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہے کذا فی المطاویٰ شرط فاسد سے اور اس کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں و بیع اور قیمت اور اجارہ اور اجازت اور حجت اور بیع من الملل ادا بلادین سے اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحلیم ہے ہرنا اصلان احمد جان کل ما کان مہولہ مال بھال یفسد بالشرط الفاسد کا بیع و ما فلا کالقرض ہل دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مال ہے مل سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہوتا ہے چنانچہ بیع و فہرہ اور جو مہولہ مال کا مل سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا چنانچہ قرض و فہرہ جو مہولہ مال سے نہیں اس کی رد و صورتیں ہیں ایک یہ کہ مہولہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہیں ہوتا اس واسطے کہ شرط فاسد بیع سے متعلق ہیں اور بیع معاوضات علیہ سے ملتا ہے فاس کے غیر سے تو وہاں فقط شرط ہی باطل ہو جائے گی ثانیہا ان کل ما کان من تعلیقات او تقييدات کر حجتہ علی تعلیقہ بالشرطی الاصح و در قاعدہ یہ ہے کہ جو تصرفات تعلیقات یا تقييدات میں سے ہے چنانچہ رجعت تو اس کا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تعلیقات یا تقييدات سے نہیں بلکہ استقالات یا اطلاقا ت یا اطلاقا ت یا تحریضات سے ہے تو اس کی تعلیق شرط سے صحیح ہے مگر رجعت تعلیق کی مثال ہے نہ عینک کی لکن فی استقالات و التزلزلات یحلف بہا ک و طلاق صحیح مطلقا لیکن فی استقالات اہل التزامات میں جس سے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ بیع و طلاق تو ان کی تعلیق شرط سے مطلق صحیح ہے یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب مگر اہل طلاق میں لعن و نشر غیر مرتب ہے یعنی التزام کی مثال ہے اور طلاق استعلاء کی وہی اطلاقا ت و اطلاقا ت و تحریضات باللائم بنازیہ اور اطلاقا ت اور و لیات اور تحریضات یعنی ترغیبات میں شروط صحیحہ تعلیق صحیح ہے مطلقا ت چنانچہ لونی یا تجارت

میں اور ولایات جیسے قضا اور امارات اور زعمیات چنانچہ امام کا یوں کہنا کہ جو غازی کا فر کو مائے وہ اتنا انعام پائے کذا فی الطحاوی فالاول الرجوع عشر علی مافی الدرر
والکنز واجارة الوقایة سوا اول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں چودہ ہیں بموجب درر اور کنز اور وقایہ کے کتاب الابارہ کے ہم طحاوی نے
کہا کہ شایع کا یہ بیان ماقن کے مخالف ہے اس واسطے کہ مصنف نے دونوں اہل کی تمثیل ساتھ ہی دی ہے نہ فقط اہل لول کی مثال ہے وہ اصل ثانی کی بھی مثال ہو
سکتی ہے بلا عکس اور شایع نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہیں وہ امثلہ مذکورہ فی المتن میں منحصر نہیں کیونکہ مجرما ذون
اور اہل اور قتل خطا اور جراحت موجبہ لہما سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے انتہی البیع ان علقہ بکلمۃ ان لا یعلی علی ما بینا فی البیع الفاسد چودہ لہو کہ
اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کیے نہ بلفظ علی چنانچہ ہم نے اس کو بیع فاسد میں بیان کیا ہے مگر ایک صورت میں تعلیق بلفظ ان شرطیہ بطل بیع
نہیں چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی اگر فلا نا شخص تین دن تک راضی ہو جائے اس واسطے کہ اجنبی کے واسطے اختیار شرط کرنا صحیح ہے
اور عاقد کا یوں کہنا کہ بشرط کذا بمنزلہ علی ہے اور ضرور ہے شرط واد کے ساتھ متصل نہ ہو والا بیع جائز ہے اور یہ ضرور ہے کہ صلب عقد میں شرط ہو تو الحاق
شرط سے الحاق نہ ہو گا اصح روایت میں اور ذخیرہ میں ہے کہ لکڑیاں خریدیں گاؤں میں بشرط صحیح اور خرید کی متصل بلا شرط یوں کہنا کہ لکڑیاں میرے مکان تک
پہنچاؤں تو بیع فاسد نہیں کیونکہ یہ جہا کلام ہے کذا فی الطحاوی والقیمۃ للشمس اور تمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے مگر ادنیٰ واحد ہے اس واسطے
کہ اجناس مختلفہ کی قیمت قیمتی مال کی قیمت کے مانند ہے تعلیق کی صورت ہے کہ شریک اقسام کریں اگر فلا نا شخص راضی ہے اقسامہ قیمتی فصیح بخاری شرط
ورویۃ اور قیمت والے مال کی قیمت تو صحیح ہے بخیار شرط اور بخیار الرویۃ سے والاجارۃ اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہے کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ متاجر
اس کو قرض دے یا تحفہ دے یا مستاجر دوکان یا گھر کی مرمت کرے اور جتنا مرمت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجر کر لے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی
قولہ اذا جازء اس الشہر فقد اجزء تک داری بکذا فیصح یہ لفظی عمادیہ تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں جب کہ مینے کا سراؤ ہے تو میں نے تجھ کو اپنا گھر اتنے کرایہ
پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہے اس شرط سے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ وقولہ لغاصب دار فرغنا والا فاجزء تہا کل شہر بکذا اجازۃ کسبی فی متفرقات الاجارۃ مع ان تعلیق
بعدم التفریع اور مالک کے اس قول میں غاصب دار سے کہ گھر کو فارغ کرے اور نہیں تو کرایہ اس کا ہر مینے میں اتنا جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ میں آوے گا باوجودیکہ
یہ تعلیق ہے عدم تفریع پر والا اجازۃ بالزائے فقول ابکر اجزء النکاح ان رضیت امی مبطل الا اجازۃ بزائۃ اور اجازت بزائے معہ تو باکرہ کا یوں کہنا کہ میں نے
نکاح کو جائز رکھا اگر میری ماں راضی ہو مبطل ہے اجازت کا کذا فی البرزازیۃ وکذا اکل مالا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوف الا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحسب
فقصراً علی البیع قصور کا وقع فی المنع اور اسی طرح جس کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں یعنی جس میں تملیک یا تقید ہے جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اس کی تعلیق صحیح
نہیں شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان ہے چنانچہ منع الغفاریں واقع ہوا ہے ہم طحاوی نے کہا منع الغفاریں بیع کی تمثیل واقع ہے
اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کلیہ صاحب بھر کہ مصنف نے خود ذکر کیا ہے یعنی تو اب کچھ قصور نہ رہا والرحمۃ قال المصنف انما ذکر تہا تبعاً للکنز وغیرہ قال
نشیخنا فی بحرہ وہو خطا والصواب انہا لا تبطل بالشرط اعتباراً بالما باصلہا وہو النکاح واطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر و فرقی بانہا لا تنقصر لشہود ومہر ولہ رجعت امہ
علی حرۃ نکحہا بعد طلاقہا وتبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے تو رجعت کو اتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے
استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا کہ رجعت کا ذکر کرنا خطا ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل
نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بحر نے یہاں بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن
نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح میں اس طرح کہ رجعت میں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا اس حوالہ
پر جس سے نکاح کیا بعد اس کے طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اس میں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا

ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے کذا فی الطحاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا گھر وقف کیا اگر فلانا شخص سفر سے آوے والرابع عشر التحکیم بقول المحکمین اذا اهل الشہر فاحکم بینہما لا صلح معنی فلا یصح تعلیقہ و اضافتہ عند الثانی و علیہ الفتوی کافی فی القضاۃ الخ اور چودہویں حکم مقرر کرنا چنانچہ حکمیں کا یوں کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو نیچا پت کر دے ہمارے درمیان اس واسطے کہ حکم صلح ہے فی الحقیقت تو اس کی تعلیق اور زمان مستقل کی طرف اضافت کرنا صحیح نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ خانہ کی کتاب القضاۃ میں ہے ہم تو صلح اس کی یہ ہے کہ حکم صورت تولیت اور معنی صلح ہے تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہیں اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو شک اور احتمال کے ساتھ صحیح نہیں اور محمد کے قول غیر مفتی یہ ہیں اس کی تعلیق اور اضافت صحیح ہے و لقی البطل الاہل ففی البرازیل انہ یطل بالشرط الفاسد و کذا الجہ علی ما فی الاشباہ اور ان مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں البطل مدت باقی رہا سو برازیہ میں ہے کہ البطل مدت شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح عید مازون کے تصرف کو روکنا بموجب اس روایت کے جو اشباہ میں ہے ہم البطل اہل کی صورت یہ ہے کہ مدیون نے کہا کہ میں نے وہ مدت جو میرے ادائے دین کی مقرر ہے باطل کر دی اس شرط پر کہ دائن مجھ کو فلانی چیز مہرب کرے اور دائن راضی ہو گیا تو یہ البطل باطل ہے اور مدت باقی ہے و ما یصح و لا یطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضۃ المالیۃ سبعۃ و عشرون علی ماعدہ المصنف تبعاً للعینی و زدت ثانیۃ اور جو مسائل کی صحیح رہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہو جاتے بسبب عدم معاوضۃ مالیہ کے وہ ستائیس ہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں شمار کیا ہے عینی کا تابع ہو کر اور میں نے آٹھ مسائل اور زیادہ کیے ہیں ہم تو مجموع مسائل مان اور شراح کے سنیتیں چنانچہ رقم اعداد سے معلوم ہو گا القرض والہبۃ والصدقۃ والنکاح والطلاق والخلع والعق و الہین از النجمل اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عقد ۸ رہن ہے ہم مقرض نے کہا کہ میں نے تجھ کو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا و اہب نے کہا کہ میں نے یہ لونڈی تجھ کو ہبہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اس کے پیٹ کا بچہ میرا مخلوک ہے زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہے اور شرط فاسد ہے اور مہر مثل واجب ہے زوج نے کہا کہ تو مطلق ہے اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کیجو میں نے تجھ سے خلع کیا بشرطیکہ تجھ کو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال بھی واجب ہوگا مولیٰ نے کہا غلام سے کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجھ کو اختیار ہے راہن نے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے پاس رہن رکھا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر میں اس کو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہے تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہے کذا فی الطحاوی والا یصا کجعتک وصیا علی ان تخرج بیتی و کسی کو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے والوصیتۃ ۱۰ وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے والد کا نکاح میری بیٹی سے کرے تو ایضا اور وصیت صحیح ہے اور شرط لغو ہے والشرکۃ ۱۱ چنانچہ یوں کہنا تجھ کو میں نے اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجھ کو اتنا تحفہ دے والمضاربتۃ ۱۲ مضاربت اس طرح کہ اس کو ہزار درہم دے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایک سال زراعت کے واسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے کذا فی النہر و کذا القضاۃ والا مارة کو لیتک بد کہ امویہ و بطل الشرط فلہ عزلہ بلا حنیۃ اور اسی طرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴ حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو فلان شہر کا ولی مقرر کیا دلی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اس کے معزول کرنے کا بلا قصور اختیار ہے ہم ولایت سے مویدہ مراد ہے کہ گاہے اس کو معزول نہ کرے و بل بشرط الصحتۃ عزلہ کہدس ابدہ السلطان ان ليقول رجعت عن التابید افتی بعضہم بذلک واختار فی النہر اطلاق الصحتۃ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنے کی صحت میں مانند اس مدرس کے جس کو ہمیشہ کے واسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا کیا شرط ہے کہ میں نے تابد یعنی ہمیشہ منصوب رکھنے سے رجوع کیا بعضے علمائے اہل کافتویٰ دیا ہے اور نہر الفائق میں اطلاق صحت کو پسند کیا ہے یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نہ کرے ہر وقت معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہے و فی البرازیل تو شرط علیہ لایرث

ولایشریک فیہ تفضل قول احمد لایس خصوصۃ زید مع التقلید و الشرط اور بنابر میں ہے کہ اگر بابت شرط قاضی سے شرط کرے کہ وہ رشوت سے اور تہمت سے
اور کسی کا کثرت نہ مانے و نیز کی شرط خصوصیت نہ سے تو تقلید فقہاء و شرط و لفظ سے جس میں لگان میں سے کوئی فعل کرے کہ تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ
اس کا حکم باطل نہ ہوگا اور اس کا حکم خصوصیت زید میں نافذ نہ ہوگا اور سلطان پر واجب ہے کہ اگر اس کا تفسیر پیش ہو تو آپ فیصل کرے کہ ذانی الطحاوی
عن ابن الزبیر و الکفالة ۱۵۸ ما منی اس طرح کہ میں تیرے غریم کا ضامن ہوں اگر تو مجھ کو قرض دے و الحوالۃ ۱۶۰ و الہ اس طرح کہ میں نے تیرے بطن مثلاً زید و حوا کی دس
شرط سے کہ در صورت انکار یا موت لید کے تو مجھ سے مطالبہ کرے الا اذا شرط فی الحوالۃ لعلہ یثمن و الہامیل ففسد اعدم قدرۃ علی الوفاء بالملزم کما عزاہ
الصفی بن زبیر و اجاب فی النہایان ہذا من المتقال و عدلیس الکلام فیہ فلیمرر مگر جب حوالہ میں شرط ہو مال بہ کا دینا جہیل کے گھر کے ٹن سے تو حوالہ
فاسد ہے کیونکہ محتال قادر اس کے لئے نہیں جس کا اس نے الزام کیا چنانچہ اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں بنزایہ کی طرف نسبت کیا ہے اور نہ الغافل
میں جواب دیا کہ یہ قول محتال کی جانب سے وعدہ ہے اور وعدے میں کلام نہیں تو اس کی تنقیح کرنا چاہا یہی م شارح نے اشار کیا کہ کلام صاحب نہر غیر متحب ہے
کیونکہ یہ شرط ہے نہ وعدہ اور یہ شرط محتال علیہ کی جانب سے ہے نہ محال کی طرف سے کہ ذانی الطحاوی و الوکالة ۱۷۰ و کات اس طرح پر کہ میں نے تجھ کو دیکل کی
بشرطیکہ تو اپنے دین سے مجھ کو برکات نہ کر دے و الا قالۃ ۱۸۱ اتا اس طرح پر کہ عاقبتین اتا کرے اس شرط پر کہ ٹن نامہ ہو اول سے یا کمتر و اقل صصح ہے
اور شرط لغو کہ ذانی الطحاوی و الکتابۃ ۱۸۲ کات بت اس طرح کہ مول کے لئے غلام سے کہ میں نے تجھ کو مکات کیا ہزار دم پر بشرطیکہ تو شہر سے باہر نہ نکلیں یا غلام
سے معاوضہ کرے یا تو غلامی قسم کی سوداگری کرے تو کات بت صصح اور شرط باطل ہے کہ ذانی النسخ الا اذا کان الفسادی صلب العقد ای نفس البدل لکتابۃ علی
نہر ففسد بہ و علیہ کمال اطلاق کا حرمہ طہر و مگر جب کہ فساد صلب عقد میں یعنی نفس بدل کات بت میں ہو چنانچہ اس کا مکات کرنا شراب پر تو اس سے کات بت
فاسد ہو جاتی ہے اور اسی پر مطلق فقہاء محمول ہے چنانچہ اس کو لا ضرر و نہ مد میں تحریر کیا ہے عماری کا و ما ستروشی و غیر حملنے لکھ کات بت کی تعلیق شرط
سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کات بت باطل ہو جاتی ہے لا ضرر و نہ لکھ کات بت اس فساد کے بطلان پر محمول ہے جو صلب عقد میں ہو لیکن بنزایہ کے مطابق
اس عمل کے مخالف ہے کہ سادہ نوڈی کو مکات کیا اس شرط پر کہ اس کا عمل داخل کات بت نہیں تو کات بت فاسد ہے اس واسطے کہ کات بت شرط فاسد سے باطل ہو جاتی
ہے اتنی تو اکثر روایت پر عمل کیا جاوے تو اشکال نازل ہو کہ ذانی الطحاوی و اذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت میں چنانچہ یوں کہ
کہ میں نے تجھ کو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینے تک تجارت کرے غلام نے اس میں تو یہ ان جمیع تجارات و اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل و دعویۃ الولد
کہ غلام منی ان رضیت امرأتی ۲۱ ولد کے نسب کا دعویٰ کرنا چنانچہ یہ لکھ میرا ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہے اور شرط باطل و الصلح عن دم العمد
۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عدا مقبول ہو اس کا قاتل سے کھٹے پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اس کو قرض سے یا تحفہ تو صلح صصح ہے اور شرط فاسد
اور قصاص ساقط کیونکہ مقتلات سے ہے اور شرط کا متعلق نہیں کہ ذانی النسخ و کذا الا براۃ و طہر نہ کر وہ کتبنا بالصلح در ۲۳ اور اسی طرح قتل عمد سے لہذا اگر شرط
فاسد سے باطل نہیں ہوتا اور فقہانے ابراہام کو ذکر نہیں کیا صلح پر کفایت کہ کے کہ ذانی الدرر و وجہ کفایت یہ ہے کہ صلح اور ابراہام میں چند فرق نہیں اس واسطے کہ
کہ جب بدل نے قاتل عمد سے کھٹے پر صلح کر لیا اس شرط پر کہ تو اس شہر میں نہ رہے یا اس سے صلح کرے تو وہ اور صلح صصح ہے کہ ذانی الطحاوی عن الدرر
و عن الجراحۃ اتی فیما لا یؤد لہ کالمن ہی القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اس زخم سے جس میں قصاص لازم ہے اور اگر ایسا زخم جس میں دیت لازم ہے تو وہ قسم اول
سے ہوگا یعنی دیت میں اس حال کا طریقہ جاری ہے تو گویا وہ معاوضات مال میں ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا و دعویٰ جنایۃ نسب و ذبیحہ و ماریۃ نہ انہما جملہ شرط
فیما لا یؤد لہ در ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مخصوصہ ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عداوت سے جب کہ کوئی مرد جنایات
عمدہ کی صلح کا ضامن ہو یا عداوت میں ہو یا ماریضات شرط کرے کہ ذانی القسم یعنی غاصب مخصوص میں اور امانت میں اور مستعیر عداوت میں جنایت کرے اور کچھ صلح
کے جس شخص کے لئے حوالہ یعنی ذانی قرض و ہر نہ

پہرے ادا کرے بدل صلح میں کوئی شخص جانے کا ضامن ہو اور ضامن ہوا لیا ضمانت ان میں شرط کرے اس طرح کہ مفسوب یا امانت یا عاریت کی خیانت کی بدل صلح کا میں ضامن ہو بشرطیکہ فلاں شخص کفیل ہو یا فلاں شخص پہرہ والا ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحاوی عن اللہ بن جابر الفسولیین والنسب والجر علی الماذون نہر ۲۸ نسب ۲۹ عبد ماذون پر تصرف کا رد کذا فی النہر من نسب دعوت ولد میں مذکور ہو چکا لیکن وہ طہ میں خاص ہے اور یہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل نہ ہوگا والغصب و امان النفس اشباہ ۳۰ غصب ۳۱ امان النفس کذا فی الاشباہ میں یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہے اور شرط باطل بعض نسخوں میں بجائے امان النفس امان القن مذکور ہے طحاوی نے کہا کہ غصب شاید ضمان ذات مفسوب بشرط مراد ہے والا نفس غصب میں بشرط شرط بلا وجہ ہے وعقد الذمۃ ۳۲ عقد ذمہ اس طرح پر ہے کہ بادشاہ کہے اس کافر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں نے تجھ پر خرید مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھ کو تحفہ دے کذا فی الطحاوی وعن المحوی وتعلیق الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع میں کچھ عیب پاؤں گا تو تجھ کو پھیر دوں بشرطیکہ تو مجھ کو بعض شے سے بری الذمہ کر دے طحاوی نے کہا یہ مثال مناسب مقام ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بنیاء الشرط ۳۴ رد بخلاف شرط کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع کو تین دن میں جاری نہ کروں تو تجھ کو پھیر دوں بشرطیکہ میں تجھ کو تحفہ دوں تو مجھ کو تحفہ دے طحاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہے وعزل القاضی کو ترک ان شاء فلاں فینزل سطل الشرط لما ذکرنا انہا کما لیست بمعادۃ مالیتہ فلا تؤثر فیہا الشرط الفاسدۃ ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہتا قاضی سے کہ میں نے تجھ کو معزول کیا اگر فلاں شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی اس واسطے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معادۃ مالیتہ نہیں تو ان میں شرط فاسدہ اثر نہیں کرتی مگر تین مگر تریجے میں مذکور ہو چکا کہ شرط فاسدہ بیاج کی طرف راجع ہیں اور بیاج متحقق نہیں ہوتا مگر معاوضات مالیتہ میں لقی مایجوز تعلیقہ بالشرط وہو متحقق بالاسقاطات المحضۃ التی یجلف بہا کطلاق وعقاق وبالالتزامات التی یجلف بہا کج وصلوۃ والتولیات کقضاء وامارۃ عینی وزیلعی اور باقی ہے وہ تصرفات جن کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے ان اسقاطات خالصہ سے جن سے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور عتاق اور ان التزامات مختص ہے جن سے قسم کھاتے ہیں چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہے تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلی م اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے کما مرزا د فی النہر الاذن فی التجارۃ وتسليم الشفعۃ والاسلام نہر الفائق میں مایجوز تعلیقہ میں اذن فی التجارۃ اور تسليم الشفعۃ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے وحرر المصنف دخول الاسلام فی القسم الاول لانه من الاقرار ودخول الکفر مہلک ترک اور مصنف نے اپنی شرح میں منع کیا ہے دخول اسلام کا قسم اول میں یعنی جس کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منع کیا ہے دخول کفر کا یہاں یعنی جواز تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنی ترک اسلام سے م اسلام عبارت ہونا اقرار سے علما میں مشہور نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق قلبیہ اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ معلوم ہے کہ جو کافر اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ غالباً اس فعل سے نفرت رکھتا ہے تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہیں رکھتا تو اس کی تکمیل مسلمان قرار دیکھتے باوجود اس تنفر کے جو تعلیق سے اس نے ظاہر کیا ہے اور خود مصنف نے بھی اس کو اس کلام میں بیان کیا ہے کذا فی الطحاوی ویصح تعلیق مہلک وجوالات وکفالات وایراد مہلک بلالم اور صحیح ہے معلق کرنا مہلک اور جواز اور کفالات کی ایسا کہ شرط مناسب پر ہم بزاز کی کتاب البیوع میں کہ تعلیق مہلک بلفظ ان شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علی جائز ہے اگر شرط ملائم ہو چنانچہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور مہلک صحیح ہے اور تعلیق کفالات اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا اتنا صحیح ہے اور اگر شرط محض ہے چنانچہ دخول دار اور مہلک ربح تو کفالات جائز ہے اور شرط باطل کذا فی الطحاوی وما نصح اضافۃ الی الزمان المستقبل الا ہارۃ وفتحنا والمزارعۃ والمعاملۃ والمصاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایلاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعقاق والوقف فی الاربعۃ

اور جس کا اضافہ کرنا یا مستقبل کی صحیح ہے اور نسخہ اجارہ اور حراجت اور معاہدہ یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسی کو وصی مقرر کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضاء و امارت اور طلاق اور حقائق اور وقف تو یہ چودہ تصرف ہیں م یعنی تصرفات مذکورہ کو آئندہ زمانہ کی طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے کہ مستاجر تقاضائے عین کر سکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنے کے وقت اور موقوف کو جائز نہیں کہ اس کے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی یہ مثال ہے کہ موقوف کے لئے تجھ کو اپنا یہ گھر اجارہ دیا ہوا ایک مہینے کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ میں نے اپنا گھر با باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور حجاز اضافت نسخہ اجارہ یہ ایک قول ہے شریعہ میں ہے کہ اختیار عدم صحت اضافت مسمیہ ہے کفانی الطحاوی ولحق العادیہ ولا ذی فی القہارۃ فیما بین مضامین ایضاً جاریہ اور باقی رہا ذکر عاریت اور اذن فی التجارۃ کہ یہ دونوں بھی مضاف بزبان آئندہ صحیح ہیں کذا فی العادیۃ وما لا تنفع اضافتہ لئلی المستقبل عشرۃ البیع و اجارۃ و نسخہ و القسۃ و الشریکۃ و الہبۃ و النکاح و الرجوع و الصلح عن مال و اللابراہ عن الدین لانہا تمسکات للحال فلا تنفع للاستقبال کما لا تعلق بالشروط فیہ مسمی القمار اور جن کی اضافت زکوٰۃ مستقبل کی طرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجارۃ بیع کی اور نسخہ کرنا اس کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراہین سے کہہ نہ کہ تصرفات فی الحال کی تمسکات ہیں تو مضاف نہ ہوں گے زمانہ استقبال کی طرف بھیجے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے کیونکہ اس میں معنی قیاس ہے یعنی معاملہ ہے کہ شرط تحقق ہو یا نہ ہو ظاہر رجعت اور ابراہین پر تمسک صادق نہیں کیونکہ رجعت تعلید ہے اور ابراہین اسقاط ہے مگر یہیں کہیے کہ رجعت میں تمسک زوج ہے بیع سے اور ابراہین تمسک دین ہے مدیون کو ولحق الوکالت علی قول الثانی لفتی بہ اور جن کی اضافت صحیح نہیں ان میں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا ابو یوسف کے منفی بہ قول میں ہم جب عدم صحت اضافت وکالت پر فتویٰ ہوا تو اس کا شمار کرنا ان تصرفات میں جن کی اضافت صحیح ہے قبول طریق ہے۔

باب الصرف | یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان میں عنوان بالباب لا بالکتاب لازم من انواع البیع مصنف نے اس کا عنوان باب کیا نہ کتاب سے یعنی اس کو بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اس واسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے م شایع نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر ہے کنز کی تعبیر سے کہ اس میں کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اس طرح ہے کہ بیع کی چار قسمیں ہیں چنانچہ کتاب البیوع کے شروع میں مذکور ہو چکا یعنی بیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد احاطہ التقدر ہے مولفۃ الزیادۃ صرف اخفت میں معنی زیادت کے ہے م ولہذا صریح شریع میں فعل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ چھلنے ہاپک سوا غیر سے لہذا نسب لکھنے کو حق تعالیٰ اس کا صرف اور اصل قبول نہ کرے گا صرف سے مراد فعل ہے کیونکہ فرض سے زائد ہے اور بدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنی شری میں موجود ہے اس واسطے کہ صرف میں تقابض بلین شرط ہے تو نہ ادنیٰ ہے ہر طرف پر کیونکہ بیوع میں تقابض بلین شرط نہیں و شرعی بیع الثمن بالثمن ای داخل تخفیۃ و نہ المصورۃ جنس بجنس او بغیر جنس کذب بجنس اور شرع میں ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ پانڈی کی پانڈی سے اور سونے کی سونے سے یا برجنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع پانڈی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا یعنی پانڈی یا سونا اور پانڈی سونے کا زیور اور برتنی بھی اس میں داخل ہے لیکن اس کی بیع بھی صرف میں داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن مرعہ باقی درہا ولہذا عقد میں متعین ہو جاتا ہے کذا فی النہر فتح القدر میں ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقدمہ کے وقت اور نقد مستحق بالعقد نہیں ہوتے مگر بطریق دین کے و بشرط عہدائیل و التیار و التماثل ای القسادی و زنا اور شرط ہے عدم تاجیل و عدم خیار مکہ ہے کہ خود ماتن بیان کرے گا و التقابض بالبر اجماعاً علیہ قبل الا فتراق اور فطوسہ باہم جنس کرنا جو جنس کا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل فتراق ماقدر کے نہ تقابض یا تخلیہ یعنی تقابض یا تخلیہ کافی نہیں

جب تک ہاتھ سے قبض نہ ہو اور ظاہر استیسی سے قبض تقابض بالبراجم میں داخل ہے کذا فی الخطاوی و ہو شرط تقابض صحیح علی الصصح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے تو اگر احد البیوعین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنے والے عاقد نے مدت ہل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد یا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جائز ہے تو عقد منقلب صحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحاد جنسا وان وصلیۃ مختلفا جودۃ و معاۃ لما مر فی الربو تامل یا و تقابض شرط ہے اگر دونوں عوض ایک ہی جنس ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت و زرگری میں مختلف ہوں اس واسطے کہ باب الربوا میں مذکور ہو چکا کہ مال ربوا میں جید اور ردی برابر ہے ہم جبکہ عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنا ہی وغیرہ زیادہ روپے دیکر خرید کرتے ہیں یا پھلایا ارسی بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لیتے ہیں عین ربوا اور ہرام قطعاً ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز واجب ہے اور تدریس اس طرح کی خرید کی ہے کہ جس بدل کے لیے یعنی چاندی کو خریدیوں یا پیسوں سے خرید کرے والا بان لم یجانف شرط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونوں عوض ہم جنس ہوں چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب ہرام ہونے تاخیر کے ہم معنی دوسرے اختلاف جنس کے تقابض البیوعین شرط ہے تامل شرط نہیں طحاوی نے کہا کہ صرف نقد میں جب تقابض البیوعین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اس میں قبض احد البیوعین قبل افتراق شرط ہے نہ دونوں عوض کا قبض فلویا بایع النقدین احدہما یا بالآخر بخلاف او الفضل و تقابض فیہ ای الجس صحت تو اگر نقدین یعنی چاندی سونے میں سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے م یہ تفریع ہے تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس میں فقط تقابض شرط ہوا بلا تامل تو بیع تخمینی اور فضلی دونوں درست ہیں اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپے خرید کرے یا ایک روپے سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر اسی مجلس میں تساوی عوضین معلوم ہو گئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائے گی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فاذا قبل افتراقهما ادا مسکما اشار الیہ فی العقد و ادا مثلهما جازا و دونوں عوضین متعین نہیں ہوتے بیع الصرف میں یہاں تک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا ہوا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اس نقد کو جس کی طرف عقد میں اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہے م اسی طرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اس کا ہم جنس سختی ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنع و لیس الصرف بخیار الشرط والا جمل لا خلا لهما یا القبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف بخیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے اس واسطے کہ بخیار الشرط اور مدت قبض کے خلل انداز میں یعنی اس واسطے کہ جب تک اختیار باقی ہے گا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور اختیار اس کا مانع ہے ای طرح مدت مانع قبض ہے و صحیح مع اسقاط لهما فی المجلس لزوال اللانۃ اور صحت صحیح ہے دونوں کے اسقاط کذا فی المنع کے ساتھ بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی اگر ادا بخیار الشرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اسی مجلس میں دونوں کو ساقط الا اعتبار دیا تو بیع صحیح ہوگی یعنی بشرط تقابض البیوعین فی المجلس و صحیح بخیار ردیہ و عیب فی مصنوع لا نقد اور بخیار ردیہ اور بخیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہے نہ نقد میں م خیار ردیہ نقد میں صحیح نہیں کیونکہ انعقاد نقدین کے مثل پر ہوتا ہے نہ عین نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شایع دلالت کرتا ہے کہ نقد میں بخیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بخیار العیب نقد میں داخل ہوتا ہے تو اگر بسبب عیب کے مجلس میں پھیر دے گا تو صرف باقی ہے اگر اس کا بدل داخل کرے گا اسی مجلس میں اور اگر بعد افتراق دے گا تو بیع الصرف ہل ہوگی کذا فی الخطاوی قریع مسئلہ ملحقہ شایع کا الشوط الفاسد یلحق باصل العقد عندہ خلافا لهما نہ شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی امام کے نزدیک صاحبین کے خلا کذا فی النہم مراد شرط فاسد ہے جو عقد کے مذکور ہو ظہر بعض الثمن زلیو فافردہ نتیقن فیہ فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا سو اس نے اس کو پھیر دیا تو اسی قدر میں بیع ٹوٹے گی یعنی اس واسطے کہ اس میں قبض نہ رہا اور دوسرے عوض میں دونوں شریک ہو جائیں گے بشرطیکہ اس میں کوئی دینار نہ ہو جو ثمن مردود کی مقدار پر ہو کذا فی الخطاوی ولا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضہ لوجود ہتھانہ تعالی تصرف کرنا نہ چاہیے صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے بسبب واجب ہو قبض کے حق اللہ تعالیٰ کی جہت سے فلویا بایع دینار بدرہم و اشتری بہما قبل قبضہا ثوبا مثلاً فسد بیع الثوب والصرف بجا نہ تو اگر بیچا دینار کو جو عرض دم کے اور دم سے مثلاً کپڑا خرید کیا قبل قبض دم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بجا خود باقی ہے بایع امۃ تعدل الف درہم مع طوق ففۃ فی عنقہا قیمۃ الف انما ین قیمۃما یغید انقسام الثمن علی اثمن ما

فیر منس الطوق والا فاعبره لوق لا قیمته فقده مقابل باللباق بالجمایة بجا لونڈی کو جس کی قیمت ہزار درہم کے برابر ہے اس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اس کی گندمی ہے جس طوق کی قیمت ہزار درہم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف اس واسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا ثمن پر معلوم ہو یا یہ معلوم ہو نہ وہ بھی غیر نقد جس طوق کی منار ہے مادہ نہیں تو لونڈی طوق کا اعتبار ہے اس کی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہو گا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلے میں واقع ہو گا م لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا شرط نہیں بلکہ آل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر یہ بیعوں نقد مجالس کے تو یہ ضرور ہے نقد منقسم ایسے ثمن زیادہ ہو بالفین متعلق ببارع ونقد من الثمن الفا او باعها بالفین الف لنقد والف تسیمہ او باع سیفا حلیۃ خمسون وخیلص بلاضرر فباہ بمانہ ولقد خسلین فمالقد ثمن الفضة سواد سکت او قال خذ ما من ثمنها تمرا لواء بار یہ سطور اور طوق مذکورہ کو بجا بیعوں دو ہزار درہم کے اور ثمن سے ہزار درہم دیا جاوے کو بجا بیعوں دو ہزار درہم کے اس میں ہر ایک ہزار نقد اعلیٰ ہزار کا و مدہ یا طولیہ جی جس کا زیدہ پاس درہم کلے کہ بلاضرر جدا ہو سکتا ہے سو اس کو بیعوں سو درہم کے بجا اور پاس درہم ثمن میں دیے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری ساکت رہا ہو یا یوں بولا ہو کہ یہ لے دو لوں کے ثمن میں سے شائع نے کہا ثمن مودی کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہو جانے کے واسطے م چونکہ عاقدین مسلمان ہیں تو باعتبار حسن ظن کے ان کا فعل حتی الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن محمل اس کا حصہ لیا جس میں شرط ہے اگر یہ اس نے یہ بھی کہا ہو کہ یہ دونوں کا ثمن ہے اس واسطے کہ ثنیہ سے گاہے واحد بھی رہا ہو تاکہ چنانچہ قرآن مجید میں ہے نسیا تو تمہا او غری منہا اللؤلؤ والمرجان حتی یوسعدنہ کما کہ تخلص بلاضرر کا ذکر وہاں ہے کہ یہ شرط ہے لہذا ثمن میں عاقدانہ ایسا نہیں ہے یعنی ضرر اور عدم حکم میں یکساں ہے کذا فی الطحاوی لخصا تصرف وکذا لوق قال ہذا المجل حصۃ السیف لانما علیہ ایضاً لخواہ فی یعہ تبعاً ولوناد خاصۃ فسد البیع لازالۃ الاحتمال او اسی طرح مثل سابق چاندی کا ثمن ٹھہرایا جائے گا اگر مشتری نے یوں کہا کہ یہ ثمن محمل فقط تلوار کا حصہ ہے اس واسطے کہ تلوار زیدہ کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیدہ کے تلوار کی بیع میں تابع ہو کر ثمن تلوار زیدہ کو یا ایک چیز میں ادا کر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہ ثمن محمل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد ہو گا اس واسطے کہ اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنی اب کسی طرح گنہائش درہم کا زیدہ کو تلوار میں داخل کیجیے فان افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیۃ فقط وصدق فی السیف ان تخلص بلاضرر کہ طوق الباریۃ والی لم تخلص لا بضرر لطل اصلاً سو اگر بیع مذکور میں عاقدین کا افتراق ہو ابدوں قبض ثمن تو بیع فقط زیدہ میں باطل ہے مادہ تلوار میں صحیح ہے اگر زیدہ بلاضرر جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق ہمارے اور اگر جہانہ ہو سکتا ہو بدوں ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہے م یعنی زیدہ میں بیع صحیح ہے نہ تلوار میں اس واسطے کہ زیدہ کا حصہ قبل الافتراق واجب القبض ہے پھر جب قبض واقع نہ ہوا تا افتراق تو زیدہ کی بیع باطل ہوئی بواسطہ نقد ہی شرط ادا کی طرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اس کی جائز متعذر ہے بخلاف طوق زیدہ کے جس کے جہاں کہے میں ضرر نہیں کیونکہ وہاں فقط ہمارے یا تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت محال ہے بلاضرر والا اصل از تریع نقد مع غیرہ کمضض و مرکزش بقدر من جنسہ شرط نایۃ الثمن فلو مثلاً او اقل جمل بطل ولو بغير جنسہ شرط المتابع فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب عقد غیر نقد سے مل کر ہوا پھر مفضض اور مرکزش بجا ہائے بیعوں اس نقد کے جو اس کے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد بیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہ ہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع ہو اس نقد سے جو اس کا غیر جنس ہے تو فقط نقابض شرط ہے م مفضض وہ ہے جس پر چاندی کا پتر چھو چنانچہ لکڑی کا پتر یا کرسی یا بلنگ کے ہائے چاندی کے پتر سے مندرجے اور مرکزش چنانچہ کم خواب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن میں بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اس کے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اس لکڑی کے مقابل ہو جس پر چاندی کا پتر ہے اور صورت تساوی ثمن اس واسطے بیع فاسد ہے کہ مثلاً لکڑی کے ثمن میں کمی بیشی نہ ہوتا اور صورت عدم علم کمی بیشی کے اس واسطے بیع فاسد ہے کہ اس میں بیشی ہے فضل کا اور بیشیہ ربا اطمی بحقیقت ربا ہے اور اگر مفضض کی بیع مثلاً اشرفیوں سے کی تو یہاں زیادت اور قلت اور مساوات نہ شرط ثمن نہیں اختلاف جلس کے سبب لہذا نقابض البیعی البتہ شرط ہے ومن باع انا ففضۃ لفضۃ او بدین لایمن بطل ہونے کے نہ چھو چھو کر ہر دو میں سے ایک کا مال کا صرف ہونے کے نکلنے سے صحیح مرکزش سے بنایا ہے ۱۱

ولقد لعبت ثمنه فی المجلس ثم افرقا صح فمما قبض واشترک فی الاناء لانه صرف اور جس نے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اس کا کچھ ثمن ہو کیا مجلس عقد میں بشرط قبض طرف پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صح ہے اس قدر میں جس میں قدر ہوا اور دونوں شخص برتن میں شریک ہو گئے کیونکہ یہ صرف ہے ولا خيار للمشتري لتعبد من قبل لعدم نقده اور اس میں اختیار نہیں مشتری کا بسبب عیب دار ہو جانے برتن کے مشتری کی جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے م یعنی بوجہ عیب شرکت مشتری رد بیع نہیں کر سکتا یہ عیب اسی کی طرف سے ہونا بائع کی طرف سے بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض فیخیر لعدم منعه بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اس میں مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں وان استحق بعضه ای الاناء اخذ المشتري مالم یبق بقسطه اور وہ لتعبد بغير منعه قلت ومفاده تخصیص استحقاقا بالبدن لا بالاقرار فلیخر اور اگر بعض طرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری مالم یبق بقسطه اس کے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہو جانے بیع کے بلا فعل مشتری میں کتابوں اور مفاد تعلیل مذکورہ استحقاق کے مخصوص ہونے کا ہے شہادت سے تو اس کی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے جب علت خیال مشتری عدم صنعت مشتری ٹھہرے اور ثبوت استحقاق اس وقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے گواہوں سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اس وقت ثبوت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو نہیں پھیرے سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متى یفسخ البیع اذا ظهر الاستحقاق وظاهر الروایة انه لا ینفسخ مالم یفسخ وهو لا یصح فسخ پھر اگر مستحق بیع کا اجازت سے قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے فقہاء میں اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے جبکہ استحقاق ظاہر ہو اور ظاہر الروایة ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی جب تک فسخ نہ کی جائے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفسخ کان الثمن له یا خذه البائع من مشتری ویسلمه له اذا لم یفرقه فالبعد الاجازة ویعیر العاقد ویسئل للمخیر فتعلق احکام العقد به دون المخیر حتی یطبل العقد بمفارقة العاقد دون المستحق جو ہرہ اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن سے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اس وقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری متفرق نہ ہو گئے ہوں بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت میں عاقد یعنی بائع وکیل ہو جائے گا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہوں گے نہ مخیر سے تا اینکه عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذا فی الجویزہ ولو باع قطعة لقرة فاستحق بعضهما اخذ المشتري مالم یبق بقسطه ولا خيار لان البیعین لا یفرقا اور اگر چاندی کا ڈالا بیچا اور اس میں سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری مالم یبق بقسطه اس کے حصے کے لیے بلا اختیار رد بیع اس واسطے کہ کاٹنے والے کو ضرر نہیں کرتا م مشتری کو اس واسطے اختیار نہ ہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف طرف کے کہ اس میں قطع کرنا مضرب ہے لہذا استحقاق طرف میں مشتری مختار ہے و ہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضها وان قبل قبضها له الخيار لتفرق الصفقة وكذا الدینار والدراہم جو ہرہ اور یہ یعنی عدم خیال مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈالی کے اور اگر قبل قبض ہو تو مشتری کو اختیار ہے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجویزہ م یعنی اگر دینار یا درہم خرید کرے اور بعض دینار یا درہم مستحق غیر نکلا تو مشتری مالم یبق بقسطه اس کے حصے کے موافق لے بلا اختیار اس واسطے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب میں داخل نہیں کیونکہ استیفاً کل حق عوض لے کر ممکن ہے کذا فی الطحاوی وصحیح درمیان و دینار درہم و دینارین بعرف الجنس بخلاف جنسہ اور صحیح ہے بیع دو درہم اور ایک دینار کی ایک درہم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی درہم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درہم واقع ہو کر صحیح ہو گئی کیونکہ در صورت اختلاف جنس تساوی بدین شرط نہیں و مشکلیہ بیع کرے دو کمرہ شعیر مکی بر و کمری شعیر اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے ایک کمرہوں اور ایک کمرہ جو کی بیع گیسوں کے دو کمرہ اور جو کے دو کمرہ سے یعنی گیسوں کا ایک کمرہ جو کے دو کمرہ کے مقابل پر ہو کر اور جو کا ایک کمرہ گیسوں کے دو کمرہ کے مقابل ہو کر صحیح ہو گئی برابری شرط نہ رہی و کذا بیع احد عشر درہم بالعشرة دراهم و دینار اور اسی طرح صحیح ہے بیع گیارہ درہم کی دس درہم اور ایک دینار سے م اگرچہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اس واسطے اس کو ذکر کیا تا معلوم ہو کہ دو جنس مختلف دونوں عوضوں میں سے ہر ایک جنس میں پائی جاویں یا فقط ایک عوض میں دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں کذا فی النہر و صحیح بیع درہم صحیح و درہمین خلعة بفتح فتشید یا درہ بیت المال ولیقبضہ التجار یدرہمین صحیحین و درہم غلہ للساواة وزنا وعدم اعتبار الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایک درہم صحیح اور دو درہم غلہ کی دو درہم صحیح اور ایک درہم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ متبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ بفتح غلیں معمرہ تشدید لام وہ درہم ہے جس کو بیت المال یعنی سرکار سلطانی پھیرے اور سوداگر اس کو لیتے ہوں م عدم قبول بیت المال اس وجہ سے نہیں کہ وہ درہم کھوٹا ہے بلکہ درہم

ہوتا معین کرنے سے اگر اس کا چلن ہو گیا ہو بسبب اس کے ٹمن ہو جانے کے اس وقت میں غائب الغش رواج سے اس واسطے ٹمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو جب تک اس کا چلن باقی رہے گا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غائب الغش ہلاک ہو جائے گا قبل قبض تو عقد باطل نہ ہو گا چنانچہ خالص روپے یا شرفی کی ہلاکی سے بطلان عقد نہیں بلکہ اس کا مثل دیا جائے گا والا بیع تعلین کیسے اور اگر غائب الغش مروج نہیں تو متعین کرنے سے متعین ہو جائے گا مانند قماش اور جنس کے ہم متعین اس واسطے ہو گا کہ وہ اصل میں منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ٹمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اس نے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اس کے ہلاک قبل قبض سے عقد باطل ہو گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ متعاقبین اس کا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اس کو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے ضرر دار نہ ہوں یا خبر دار ہوں مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو درہم یا ٹمن سے بیع متعلق ہو گا مگر جب کہ درہم غیر مردوبہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحاوی عن النہدانی قبلہ البعض فکزیوف فی تعلق العقد بجنسہ زلیفان علم البائع بحالہ والا فجنسہ حید اور اگر غائب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعض نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص درہم کے برابر ہے تو اس کے ہم جنس ناقص درہم سے عقد متعلق ہو گا اگر البائع اس کا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اس کے ہم جنس عمدہ درہم سے تعلق ہو گا و صحیح المبیاعۃ والاستقراض بما یروج منہ عملاً بالعرف فیما لایض فیہ اور صحیح ہے باہم خرید و فروخت کرنا اور قرض لینا اس غائب الغش سے جس کا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اس میں جس میں تصریح نہیں فان راج فیہ زنا او عدد فیس او بہما فیکل منہما سو اگر اس میں دزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو دزن اور عدد ہر ایک صحیح اور استقراض صحیح ہے والمقاسوی غشہ وفضتہ ذہبہ کغالب الفضتہ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخلاصۃ اور جس میں غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غائب الغش یا غائب الذہب کے مانند ہے خرید و فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اس میں جائز نہیں مگر قول کر لیکن جبکہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں درہم یا ٹمن یا نذر خالصہ استثناء فقط تبایع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بہر صورت بلا وزن صحیح نہیں اور مردودہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہے اس واسطے کہ صرف کا حکم بعد اس کے مذکور ہو گا و اما فی الصرف فکغالب غش فیصح باعتبار المار و بیع الصرف میں تو غائب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہو گی باعتبار گذشتہ سے یعنی اگر جنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اس سے اکثر ہو والا جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہے تو تفاضل جائز ہے اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود جنس کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحاوی اشتری شیئاً بـغائب الغش وهو نافع او بفلوس نافق فکسد ذلک قبل التسليم للبائع بطل البیع کما لو انقطعت عن ابیدی الناس فله کالکساد خرید کی کوئی چیز غائب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اس کا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہو گئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوئی ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے و کذا حکم الدرہم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے درہم کا اگر ان کا رواج جاتا رہا ہے یا وہ منقطع ہو جائیں تو بیع باطل ہے و صحاح بقیمۃ البیع و بلفظی رفقا بالناس بحر و حقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسی کا فتویٰ ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ہم بجائے قیمت بیع کے کساد کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا در صورت بقا عمدہ قیمت کا سدا واجب ہے ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور علینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور صاحب محیط اور ترمذی اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے اتنی تو جو اجمال کہ شارح کے کلام میں ہے تو اس تقریر سے معلوم ہو گیا کذا فی الطحاوی وحد الکساد ان ترک المعاملۃ بہما فی جمیع البلاد فلو راجت فی بعضہا لم یطل بل یتخیر البائع لتعینہا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ ان سے معاملہ کرنا جمیع بلاد میں متروک ہو جاوے تو اگر بعض بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب ان کے عیب دار ہو جانے کے ہم یعنی اگر بائع کے شہر میں رائج نہ ہوں تو اس کو اختیار ہے چاہے ان کو لے چاہے ان کی قیمت لے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد فی ابیدی الصیارتہ فی البیوت و کذا ذکرہ العینی وابن الملک بالعطف خلافاً لما فی نسخ المصنف وقد غراه للمدائتہ ولم ارہ فیہا والله اعلم اور انقطاع کی حد نہ موجود

لہ ایک نسخہ میں الخلاصہ ہے بجائے الخلاصہ کے یعنی چنانچہ خلاصہ میں مذکور ہے ۱۱

مجهول ہوگا جواب اس کا یہ ہے کہ ثمن مجهول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف فلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہو گیا کہ قول مذکور سے اتنے فلوس کا اس نے ارادہ کیا ہے جو نصف درم سے بیچے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی النہر و کذا لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی و ہوا الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے (ام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیر فیہا درہما کثیر فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفت نصف ونصفا من الفضة صیغۃ الاجتہاد صحیح و یكون النصف الاجتہاد بشک و ما بقی بالفلوس اور جس نے نمران کو درم کی یعنی درم کامل دیا پھر بولا کہ دے مجھے کو بعض اس کے نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حسیب یعنی وہ درم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو ایک حکم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم مگر حسیب مقابل اپنے مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا کہ لفظ فلوس منصوب صفت ہے نصف کی ولو کہ لفظ نصف بطل فی النکل للزم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دوبارہ کہا اس طرح کہ اعطنی نصف فلوسا و نصف نصفا الاجتہاد یعنی دے مجھے کو بعض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعض نصف درم کے درم صغیر جس کا وزن بقدر نصف درم کبیر ہے مگر یہ تو فلوس اور درم صغیر سب میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیان اس واسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حسیب زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر حسیب خالی عن العوض رہا نہر الفائق میں ہے کہ عقد مذکور لازم کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اس میں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کیا یعنی اس طرح کہ اعطنی نصف فلوسا و اعطنی نصف نصفا الاجتہاد تو فلوس میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل الہی و کذا فی الطحاوی و بما تقرظہ ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال و ہوا التقدر بحسب الباء اولاً و ثانیاً بجنسہ اولاً اور جو ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب المبیع سے یہاں تک کہ اس سے ظاہر ہو کہ سب مال میں قسم پر مبنی اول وہ مال ہے جو ثمن ہے ہر حال میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اس باجہارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہ ہو ہم سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعین والثانی بیع بکل حال کالتیاب والدواب اور قسم ثانی وہ مال ہے جو بیع ہے ہر حال میں چنانچہ کپڑے اور جانور بیع ہے ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے باجہارہ ان پر آوے یا نہ آوے والثالث ثمن من ویر بیع من ویر کالتیاب اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہے دوسری وجہ سے بیع چنانچہ مثلی چیزیں کیلات اور موزونات سوائے نقدین کے فان اتصل بہا الباء ثمن والا فبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ باجہارہ متصل ہو اس طرح کلا شتریت الثوب بالخطۃ تو اس راہ سے وہ ثمن ہے اور اگر متصل نہ ہو تو اس راہ سے وہ بیع ہے ہم بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ بیع ہے اور اگر معین نہ ہو اور اس پر باجہارہ آوے اور اس کے مقابل بیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان رائجۃ فکل من والا فبیع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو جنس اور فحاش کے مانند ہیں والتمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد عند العقد وعدم لطلانہ ای العقد بفساد مالہ ای ثمن ویصح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم لافیهما اور مجمل احکام ثمن نہ مشروط ہونا اس کے وجود کا وجود کا ہے عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہے ثمن کے ہلاک ہوجانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی اس کو خرچ کر ڈالنا اور اس کے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم میں نہ ان دونوں میں یعنی بیع عرف اور سلم میں ثمن اور اس المال کا استبدال صحیح نہیں و حکم المبیع خلافہ ای الثمن فی النکل فی شرط وجود المبیع فی ملک و کذا اور حکم بیع کا برخلاف ثمن کے ہے جمیع امور مذکورہ میں مشروط ہے بیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک میں عقد کے وقت اور اسی طرح باقی امور میں بیع باطل ہوجاتی ہے بیع کے ہلاک ہوجانے سے اور بیع کا استبدال جائز نہیں و من حکمہا وجوب التساوی عند المقابله بالجنس فی المقدرات کما تقرظہ اور ثمن اور بیع کی برابری کا واجب ہونا مجمل احکام کے ہے بمقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی کیلات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب الربوا میں یعنی کیل یا موزون میں در صورت اتحاد جنس ثمن اور بیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے تزیین فی بیع العینۃ و یا قی متانی الکفالة و بیع التبیعۃ و یا قی متانی الا قرار یہ کتاب المبیع کا دنبال ہے بیع العینۃ کے ذکر میں اور اس کا بیان کتاب الکفالة کے متن میں آوے گا اور بیع التبیعۃ کے بیان

۱۔ اس کی مثال مال کے دال کے موافق یوں سمجھو کہ ایک روپیہ یا دو روپیہ آٹھ آنے پیسے دو اور ایک اٹھنی روپیہ کی رقم کو لکھ دو ۱۲

یہ اس کا ذکر کتاب الاقراء کے متن میں آئے گا تم تذنیب عبارت ہے اس سے جس کو آخر کلام میں لاؤں اور اس کو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدق ہے یعنی منقول
اس تذنیب میں بیع العین کے ذکر کا کچھ فائدہ محال نہیں تو بہتر یہ تھا کہ شایع کتا کا قسم بیع سے بیع العین باقی رہی سو اس کا ذکر کتاب بخلاف میں آئے گا کثافی طحاوی
وہو انظر العقد للدریانیہ علیہ خوف عدد و بیع بیع فی الحقیقۃ بل کا نزل کا بسط فی التوضیح علی النار اور وہ بیع النبیۃ یہ ہے کہ عقد کو دو شخص عا ہر کریں ہوں اس کا
دل میں قصد نہ رکھیں ایسے عقد کا طرف اتفاق واقع ہوتی ہے جس کے طرف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور یہودگی کے مانند ہے چنانچہ اس کو میں نے شرع
ہوایا کیسے ہے لہذا شرع مناسک کے آخر میں مغرب میں ہے کہ تبصرہ عبارت ہے اس امر کے کہنے سے جس کا باطن مخالف ہے اس کے ظاہر کے فتاویٰ مالگیری میں ہے کہ تبصرہ وہ عقد
ہے جس کو انسان بصورت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ مدفع الیہ کے مانند ہوتا ہے اور علیٰ تین قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع میں تبصرہ ہو اس طرح پر کہ کسی مرد سے
کہے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھر بیع کیا ہے یا تبصرہ بیع اور یہ فی الحقیقت بیع نہیں اور اس پر گواہ کہے پھر ظاہر میں بیع کرے تو یہ باطل بیع ہے دوسری قسم یہ ہے
کہ تبصرہ بدل میں ہو چنانچہ ماقدر باطن میں اس پر متفق ہوں کہ میں ہزار دم میں اور ظاہر میں دو ہزار کو بیع کریں تو میں وہی ہے جو باطن میں مذکور ہوا اور دنیاوت میں گویا انہوں
ہلکیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یوں ہے کہ میں وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ ماقدر باطن میں اس پر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں کہ میں ہزار دم
ہے اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں محمد نے کیا قیاس یہ ہے کہ عقد باطل تھا اور استحسان میں سو دینار سے بیع صحیح ہے اور اگر دونوں اس پر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں
جو نہیں واقع ہوئی پھر اس کا اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور ان دونوں کی ہجرت سے بھی جائز نہیں طحاوی نے کہا کہ شارع کی عبارت میں غموض ہے جس کا ایضاً یہ ہے
وَقُلْتُ مِمَّنْ التَّوْبَةُ انْ تَلَا قَام ثَانِيَةً وَسَبْعُونَ اَمَامِي فِي نَقْلِ كَيْ شَرَحَ مَذْهَبِي فِي تَكْرِيمِي كَيْ بِيْعِ التَّبِيْعَةِ كَيْ اَمَامِي فِي دَعْوَةِ قَاضِي خَانَ فَصَلَا آخِرَ الْاَكْرَاهِ مَخْصَرَانِ
بیع منعقد طیر لازم کا بیع بالظاہر اور قاضی خاں نے آخر کار میں بیع التبیع کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ تبصرہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع النہار
کے مانند و جملہ الباقی فاسد اور باقی نے تبصرہ کو بیع فاسد قرار دیا ہے ولوا دلی احمد ہما ح التبیع وانکرہ الآخر فالقول لدعی الجہیمینہ اور اگر ایک شخص نے بیع التبیع کا
دعویٰ کیا اور دوسرے نے اس کا انکار کیا تو دعویٰ جہد کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہے م طحاوی نے کہا کہ شاید یہ اس واسطے ہے کہ جہد اصل ہے یعنی ہزل خلاف اصل ہے
لہذا اس کا قول معتبر نہ ہوا اور لوہی احمد ہما قبل ولوا رہنا فالتبیع اور دونوں میں سے اگر کوئی گواہ دے اپنے دعوے پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں گواہ لاویں
تو دعویٰ تبصرہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اس واسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولوا تبایع ان العلانیۃ ان اعترفا بمنزلة علی التبیع فابیع باطل
الاتفاق انما بنی بالہ والافلازم ولوا لم تعترف بمانیۃ فباطل علی الظاہر غریبہ اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں اقرار کریں کہ بنا بیع تبصرہ پر بھی تو بیع باطل ہے بسبب
متفق ہونے دونوں کے اس پر کہ ظاہر بیع کا ہزل کے طور تھا اور نہیں تو بیع لازم ہے یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہوئے یا بنا اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع
لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہ ہوئی نہ بنا کی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کثافی النیت ہم ہمار میں مصرع ہے کہ در صورت عدم
حضور نیت عقد صحیح ہے اور غریبہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہاں دو قول ہیں کثافی الطحاوی بالیقین اس مسئلے میں دو قول ہیں بنا پر قول فیہ یعنی علی الظاہر
اس پر دلالت کرتا ہے فالتہ تعالیٰ علم قلت مفادہ انہما لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خایا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرۃ للمواضعة میں کہتا ہوں
کہ فیہ کے قول سے استفادہ ہوا کہ اگر عاقدین وفاء میں ٹھہریں قبل عقد کے پھر بیع منعقد کریں خالی شرط وفاء سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہیں مواضعت یعنی ٹھہرا
رکھنے کا م وہ مفادہ یہ ہے کہ بیع التبیع اس وقت باطل ہے جب دونوں اس کا اعراض کریں کہ بنا علانیہ تبصرہ پر بھی والا بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا اگر صدور
وہ وہ وفاء پر تو بیع باطل نہیں جائز ہے بیع الوفاء ذکر کرتے ہوتا بحال اللہ العزیز بیع الوفاء کو میں نے یہاں ذکر کیا در کتاب بیع جو کہ صورتہ ان بیعہ العین بالغ علی انہ
اذا اذ علیہ ان لا علیہ العین سواہ الشافعیۃ مال من العاقد کسی بجز بیع الامانہ و بالشام بیع لاطاعۃ اور بیع الوفاء کی صورت یہ ہے کہ کوئی جنس بیع کرے ہزار دم
یعنی ہر دو گواہ کا بیع میں بیع ہو

سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو من پھیرے تو مشتری اس کو جنس بیع پھیر دے اور شافعی مذہب اس کو رہن معاد کہتے ہیں اور مصر میں بیع الامانہ بولتے ہیں اور شام میں بیع الاطاعت کہتے ہیں م رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عود راہن کی طرف ہوتا ہے ایفا مقبوض کے وقت اور بیع الامانہ کی وجہ یہ ہے کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو این جان کر درم دیے اور بائع نے صاحب درم کو این سمجھ کر بیع دی کہ جب میں اس کو درم دوں گا تو وہ بالکلار بیع کو پھیر دے گا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعت کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا مستعد ہے بعد جو شرط کے قیل ہو رہن فیتضمن زوائدہ اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء فی الحقیقت رہن ہے تو زوائد اس کے مضمون ہیں یعنی مشتری کو منافع بیع حلال نہیں مانند رہنوں کے و قیل بیع یفید الانتفاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء درحقیقت بیع ہے کہ بیع سے فائدہ لینے کے مفید ہے و فی اقالہ شرح الجمع علی النہایۃ و علیہ الفتویٰ اور شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایت سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یعنی بیع ہونے پر قیل ان بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء بلفظ بیع ہے تو رہن نہ ہوگی م اس واسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعاً اور ہر ایک کے احکام مستقل ہیں کذا فی الذریم اذ ذکر الفسخ فیہ او قبلہ او زعماء غیر لازم کان بیعا فاسداً پھر جب کہ عاقد نے بیع الوفاء کے اندر یا قبل اس کے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اس کو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگئی و لو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز و لزوم الوفاء بہ لان المواعیید قد تكون لازمة لمجاۃ الناس و ہوا الصحیح کما کان فی الکافی طحانیۃ و اقرہ خسرو مہنا و المصنف فی باب الاکراہ و ابن الملک فی باب الاقالہ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفاء کے بطریق مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدے کا وفا کرنا لازم ہے اس واسطے کہ مواعیید کا ہے لازم الایفا ہو جاتے ہیں لوگوں کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی و الخانیۃ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے یہاں اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ و فی الظہیریۃ لوزکر الشرط بعد العقد یتحقق بالعقد عند ابی حنیفۃ و لم ینذکر ان فی مجلس العقد و بعدہ اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط العقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے ذکر نہیں کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہوا یا بعد اس کے م جب شرط فسخ امام کے نزدیک طعن عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحاوی و فی البرزانیۃ و لو بایۃ لآخر باتا توقف علی اجازۃ مشتری فاء و لو باعہ للمشتري فلیباۃ او ورثۃ حتی لا یتراد اور برزانیہ میں ہے اور اگر بیع الوفاء کے بائع نے بیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو یہ بیع اس کے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جس نے بطریق بیع الوفاء کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفاء نے اس کو بیچا تو اس کے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہے م مشتری کی اجازت پر اس واسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اس کے وارثوں کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن و افاد فی الشرع بنالیۃ ان ورثۃ کل من البائع و المشتري تقوم مقام مورثہ نظر الجانب الرهن فلیحفظ اور شر بنالیۃ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں بنظر جانب رہن تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں جو اہر غلامی سے منقول ہے و لو استاجرہ بالثمن لایزیمہ الاجر لانہ ہن حکما حتی لا یجزل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفاء کے بائع نے بیع کو اجارہ دیا تو اس کو اجرت لازم نہیں اس واسطے کہ وہ حکم رہن ہے یہاں تک کہ اس سے فائدہ لینا حلال نہیں م یہ قول بیع الوفاء کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت و فی فتاویٰ ابن الحلبي ان صدرت الاجارة بعد قبض المشتري المبیع وفاء و لو للبنا و عدہ فی صحیحۃ و الاجرة لازمة للبائع طول مدة التواجد انتہی فتنبہ اور میں کہتا ہوں اور ابن الحلبي کے فتاویٰ میں ہے کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے بیع بالوفاء کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بقدر طول مدت تواجد انتہی تو آگاہ ہو جا م یہ قول بیع الوفاء کے بیع ہونے پر مبنی ہے شر بنالیۃ میں مذکور ہے کہ بیع الوفاء میں نو قول ہیں اذا تجل بعضہ علی بعضہ محققان کا یہ قول جامع ہے کہ بیع الوفاء بعضے احکام میں تو فاسد ہے یہاں تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع بیع کے حلال ہونے میں اور بعضے احکام میں

کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے لیکن بہت فقہانے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتویٰ دیا ہے تو میں کہتا ہوں بموجب اعتبار عرف خاص کے یوں فتویٰ دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازاروں میں واقع ہوتا ہے دوکانوں کا خلو وہ لازم ہے اور دوکانوں کا خلو اس کا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اس کے نکالنے کا دوکان سے مالک نہیں اور نہ اس کے کرایہ دینے کا اس کے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو م تحقیق خلو اول کتاب البیوع میں مذکور ہو چکی و کذا قول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بما لم یعطى لصاحبها فیئینعی الجواز و انزل لہ وقبض منہ البیع ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا بالبدلہ اور اسی طرح میں کہتا ہوں عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا میں متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی بازار ہنا وظائف معینہ سے رجوع اس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے وظیفہ کو چھوڑے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفہ کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اس کا مالک نہیں ولا حول ولا قوۃ الا بالبدلہ قلت وایہ فی زواہر الجواہر بمافی واقعات الضریری رحلی فی یدہ دوکان فغاب فرفع المتولی امرہ الی القاضی فامرہ القاضی بفتحہ و اجارۃ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلوفہو اولی بخلوہ ایضا ولا الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء امازا اور جرح بخلوہ علی المستاجر ویومر المستاجر باداء ذلک ان رضی لہ ولا یومر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شایع کہتا ہے میں کہتا ہوں زواہر الجواہر میں قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات ضریری میں ہے کہ ایک مرد ہے کہ اس کے ہاتھ میں دوکان ہے منجد دکانین وقف کے سودہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اس کا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اس کے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوارتر ہے یعنی اس واسطے کہ اس کی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان میں تو وہ اپنے خلو کے لینے میں بھی اولیٰ ہے اور اس کو اس میں اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان میں اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہو گا اگر صاحب دوکان راضی ہو اس کے باقی رکھنے سے اور اس کو دوکان سے خارج ہو جانے کا حکم نہ ہو گا یعنی بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ المدنی ۔



۱۱ یعنی دوکان منہدم کو اپنے روپے سے بنوایا تاکہ اس کا نفع اس کو ملا کرے اور اس کا بیان کامل اس جلد کے صفحات ابتداء میں گذرا ۔ ۱۲

۱۲ یعنی تینوں حرکتوں سے ۔ ۱۲

کتاب الکفالة

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت میں مناسبتاً بیع کو نہایت غالباً و کثرتاً بالامر معارضۃً انتقاداً مناسبتاً کذاً کی بیع سے بسبب ہونے کا منہ، کہ بیع میں اثر اور بسبب ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار میں ہم چونکہ الزامات میں کی ہوتی ہے یا بیع کی لازمی بیع میں ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت بری بیع سے عموماً اور بیع الحف سے کثرتاً یہ ہے کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہے اس سے جو ذمہ من پر ثابت ہے کذا فی البحر۔ یعنی لغت انعم کفالت لغت میں، یعنی ضم ہے یعنی، ایک چیز کو دوسری چیز کو دوسری چیز سے ملانا کہ کفالت لغت میں، یعنی الزام معاوضہ و جہالت ہے کہ ملانہ ضم سے بھی کذا فی المطاویٰ و مکی ابی القطار کفالت و کفالت ہر دو معنی تثلث الفا و اور ابن قلع لغوی نے کفالت اور کفالت با و کفالت معن اور تثلث فا کو نقل کیا ہے ہم میں کفالت متعدی بنفس اور متعدی بحروف جار و دون مستل جہا و میں کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہیں و ضم ذمہ الکفیل الی ذمہ الاصل فی المطالبۃ مطلقاً بنفس لو بین او بین کمنصوب و نحوہ کما یسمی لان المطالبۃ تعم ذلک اور ضم میں کفالت جہالت سے لانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصل کی طرف مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا جن کا چنانچہ منصوب و غیرہ جیسے اس کا ذکر او سے گا اس واسطے کہ مطالبہ مثال سے اس مذکور کو یعنی نفس اور دین اور دین کو بدایہ و غیرہ میں مصروح سے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے جہالت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے۔ اور دین ثابت نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بل سقطان ذمہ اصل اور یہ قول غیر اصح ہے مطاویٰ نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ جہالت ہے لغت میں جہا و امان اور ضمان سے ہر الفاظ میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شریک ہے جس سے وجوب مالہ اور مالہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہے اور غیر الاسلام نے ذمہ کو بنفس و قبض صاحب جہا و تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے جہا و حیثیات ہے دیکھنا ہا ضم فی الدین انما اور او تعریف نوع منہا و جو الکفالة بالمال لان محل الملکات اور میں نے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اس نے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا اضافہ کیا ہے یعنی مال ضامن کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الملکی و بیہ تثنی فا و کہ ملا خرمادہ مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جس کو ملا خرمادہ نے ذکر کیا ہے ہم ملا خرمادہ نے ذمہ کفالت کی یوں تعریف کی ہے (یعنی ذمہ الی الذمۃ فی مطالبۃ بنفس او المال او التسليم) شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو مثال راقبیل کی کہ حاجت بدائی نہ رہی۔ و کہنا ایجاب و قبول بالالفکالہ الا یہ و لم یعمل الاثنی الاثنی رکن اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہے الفاظ آئندہ سے ابو یوسف نے قبول کو دیکھ نہیں ٹھہرا۔ یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کرے ذکر ہے و شرط ہا کون الکفول بہ نفس او لا مقدور التسليم من الکفیل ظلم بصرہ و قد اود شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسليم ہو ضامن سے یعنی ضامن اس کی تسلیم پر قادر ہو تو خود اور قصاص کی ضامنی درست نہیں۔ یعنی اس واسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر امانت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر و فی الدین کونہ میجا کا ثمالا سا قاطلاً بموتہ مغلساً ولا ضعیفاً کبیل کتابۃ و نفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت یہ ہر تادی کا صحیح قائم شرط ہے۔ نہ کہ دین کا سا قاط ہونا دین کے مغلس مرجع سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ قبل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم میں سے پہلے دین صحیح ہے جو بعد از او یا ابراہیم اسقاط ہو صحیح کی قید سے وہی ضعیف نکل گیا چنانچہ قبل کتابت کیونکہ وہ و صورت ہر کتاب سا قاط ہونا

ہے اور دین قائم کی قید سے سب مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلاً دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ زوجہ بحث ہے صاحب ہر کی نہ روایت مذہب فمالیس دینا بالاولی نہر تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم اور رضا اس کی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہ ہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں **وحکمہ لزوم المطالبۃ علی الکفیل** ہما ہو علی الاصل نفسا و مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصل پر واجب ہے باعتبار نفس یا مال کے م یعنی اگر حاضر ضامن ہے تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامن ہے تو اس کا مطالبہ ہوگا **واہلہما من ہواہل للتبرع** فلا تنفذ من مجنون ولا مہی الا اذا استلن لدولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فتصح وکیون اذا فی اللدائ محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنی ہر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر اس وقت جب اس کے واسطے اس کے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادائے قرض میں کذا فی محیط م مال ضامن کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامن کرنا درست نہیں اس واسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہ ہوگی سوائے تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرے بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے دین اور یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی یطالب بہذا المال بموجب الکفالتہ ولولا ہا لطلب الولی نہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہ ہوئی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مر فی الامن التلث اور ضمانت نافذ نہیں مرضی سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مرضی کا تبرع صحیح نہیں مگر اس کے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں وارثوں کا حق متعلق ہو گیا وامن عبد ولوما ذونا فی التجارۃ ویطالب بعد التمسک الا اذا اذن له المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو مجاز کرنے میں اور غلام بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ اس کو اس کے مولی نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو در حالت ملکیت بیع لیا جائے گا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہ ہو کذا فی المحرم اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے نہ النفاذ ضمانت کی وامن مکاتب لوباذن المولی اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولی نے اس کو اذن دیا ہو م اصل اور مکفول کی شرط باقی رہ گئی سوا اصل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اس کا آزاد عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول نہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہ النفاذ ضمانت کی شرط ہے اور اس کا عاقل ہونا شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحاوی عن البحر والمدعی وموالدین مکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جس کے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی والمدعی علیہ وہ المدیون مکفول عنہ ویسی الاصل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ سے یعنی جس کی طرف سے ضمانت ہوئی اور اس کو اصل بھی بولتے ہیں والنفس والمال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمۃ المطالبۃ کفیل اور جس پر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہے۔ م کفیل کو زعم اور ضامن اور ذیل اور ذیل بھی کہتے ہیں ودلیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعم غام اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت سے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعم غام یعنی ضامن صاحب تادان ہے۔ م یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے و ترکھا احوط مکتوب فی التورۃ الزعمۃ اولہا ملامتہ واوسطہا مذمتہ واخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامن نہ کرنے میں زیادہ تر احتیاط ہے تو دیت میں لکھا ہے کہ ضامن کی اول میں ملامت ہے اور درمیان میں مذمت اور اس کے آخر میں ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی م ضمانت کے اول میں ملامت ہے یعنی خلق اس کو ملامت کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجہ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں مذمت ہے یعنی بعد ضامن کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا احضار نفس مجھ پر لازم ہو گیا۔ اور شاید مجھ سے نہ ہو سکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تادان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے اور یہ ہر ضامن کو مثال ہے۔ شارح نے ضمانت

کی برائیاں ذکر کریں اور اس کی غور میں سے سکوت کیا۔ حالانکہ اس میں مدہ خوبیاں بھی ہیں۔ لہذا جلد یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب ضمانت کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر ضمانت ہے اس کی تشویش دور ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں واقعہ ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالیٰ اس کی معاف کر دے دنیا سے اس کے مدد کرے گا۔ **وکفالاته النفس تنقذ بکفالت بنفسه نحو ما یجبر من بدنه لا ینقذ** انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ اطلاق کفالتی الکفالات فح اور کفالات نفس یعنی حاضر ضامن منعقد ہوتی ہے۔ یوں کہنے سے کہ میں نے ضمانت کی اس کی ذات کی اور مانند اس کے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تفسیر کیا جاتا ہے انشطار کے اوسم پہلے ذکر کی گئی وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک کوم میں بولنا ماتہ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو اسی طرح کفالت میں کفالتی الفح یعنی اگر یہ جائے عمل بدن بولتے ہوں تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اس کے ماتہ کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے و بجز شائع کفالت متصفہ اور لیسہ اور انسان کے جزا شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے میں نے کفالت کی اس کے نصف یا بطن کی م نصف یا ملت یا ربع مکفول کا مادہ ہے تو اگر کفیل اپنے جزو شائع کی طرف اضافت کرے اس طرح کہ ترے واسطے میرا نصف یا ملت ضامن ہو تو جواز نہیں کفالتی الطمطاوی من السراج و تنقذ بعنقہ او علی اوالی او عندی او انا بہ زعمی ای کفیل او قفیل یہ اسی بطلان اذیم یعنی معمول بدائع اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامن ان الفاظ سے کہ میں اس کا ضامن ہوں یا علی یا الی یا عندی سے یا میں اس کا زعمی یعنی ضامن ہوں۔ یا اس کا قبول ہوں یعنی غلانیہ شمس کا ضامن ہوں یا اس کا زعمی یا عیمل ہوں یعنی معمول کذا فی البدائع ہم قول علی یعنی مجھ پر اس کی ضمانت لازم اور واجب ہے اس واسطے کہ علی کلمہ سے وجوب کا تو یہ صیغہ التزام ہو قول الی یعنی چھوڑا اس کو میری طرف کذا فی التاخر خانیۃ قول عندی یعنی یہ شخص میرے پاس ہے میں اس کو ترے پاس حاضر کروں گا اور قفیل یعنی کفیل یعنی قابل ضمان ہے طمطاوی نے کہا اظہر یہ ہے کہ عیمل یعنی قابل ہو کیونکہ وہ حامل سے کفالت کا منعقد قول انا ضامن حتی یجتمعا او حتی یطیحا و کیونکہ کفیل الی التاخر خانیۃ اور منعقد ہوتی ہے کفالت اس قول سے کہ میں ضامن ہوں یہاں تک کہ طالب اور مطلوب جمع ہوں یا یہاں تک کہ دونوں ملیں اور ہوگا قائل اس کا ضامن غائب تک کفالتی انا تار خانیۃ ہم یعنی یہ ضمانت دانی نہیں بلکہ ضمانت موقت ہے باجماع والتاخر طرین وقیل لا تنقذ لعدم بیان المضمون بہو نفس او مال کا تنقذ فی التاخر من اثانی اور قول ضعیف یہ ہے کہ (انا ضامن حتی یجتمعا) سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی بسبب نہ بیاں ہونے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوتی اس کا بیان نہیں کہ وہ کیل ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہ قول خانیۃ میں ابو یوسف سے مروی ہے قال المصنف والظاهر ہوا نہ لیس المذہب لکنہ استنبط منہ فی فتاواہ انا لو قال الطالب ضمانت بالمال وقال الضامن انا ضمانت بنفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور ظاہر عدم انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہیں لیکن صاحب خانیۃ نے قول مذکور سے اپنے اپنے فتاویٰ میں استنباط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہے اور ضامن کہے کہ میں نے حاضر ضامن کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں م علی نے کہا اس واسطے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق ایک امر نہیں ہوا۔ طمطاوی نے کہا کہ یہ استنباط ضافی ضعیف نہیں تو بقول معتد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قل و یضیی انہ اذا احرزت انہ بنفسہ ان یؤخذ باقرانہ فرجعہ پر مصنف نے کہا کہ لائق یوں ہے کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اس کی ذات کا کہ وہ مانع ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتد میں کیا لا تنقذ فی قول انا ضامن او کفیل لمعرفۃ علی المذہب ظاہر لسانی لانہ لم یکن المطلب علی المعرفۃ جیسے منعقد نہیں ہوتی ضامن اس قوم میں کہ میں ضامن یا کفیل ہوں اس کی معرفت اور شناخت کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اس واسطے منعقد نہیں ہوتی کہ قائل نے مطلب کا التزام نہیں کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن لتعریفہ علی تعریفہ و لوجہ التزام فح انا اختلف ہے۔ اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اس کی تعریف کا یا اس کی تعریف پر یعنی اس کے سچو امینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہے کفالتی الفح ہم اس واسطے کہ تعریف معتد ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلائل کرے بخلاف معرفت کے کہ اس سے ثابت لکے مزعم اول نے علی مزعم دوم کو معرفت علی وجہ جار کہا حالانکہ ضامن کا سہ میں جس انا تو جواب یہ ہے کہ ترجیح یوں ہو کہ مجھ پر ہے اس کی تعریف ۱۲

نہیں ہوتا۔ مگر پچھلے کفیل کا مطلوب کو کذافی الحموی کا نا ضامن لوجہ لائے بعبرہ عن الجملۃ مراح پچھلے اس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اس کے چہرے کا ضامن ہوں۔ اس واسطے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے۔ کذافی السراج دئی معرفۃ فلان علی یزیدہ ان یدل علیہ عنانیتہ ولا یلزم ان یکون کفیلًا نہر اواس قول میں کہ فلان نے شخص کی معرفت مجھ پر ہے اس پر تبادیل لازم ہے۔ اور تبادیل کو ضامن ہونا لازم نہیں کذافی النہر واذ کفل الی ثلثۃ ایام مثلاً کان کفیلًا بعد الثلثۃ ایضا ابداحتی یسلمہ لانی الملتقط وشرح الجمع لوسلہ للحال برئ واما المدة لنا خیر المطالبۃ اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلاً تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اس کی تسلیم کرے اس واسطے کہ مطلق اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامن سے بری ہوگا۔ اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہے۔ ہم یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تسلیم مطلوب بہ دائی ضمانت ہے طحاوی نے کہا کہ ابتداء ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یوں کہے کہ میں حاضر ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائے گا اور جب دس دن گزر جائیں گے تو وہ ضامن باقی نہ رہے گا۔ کذافی التشریح لالیہ ولوزاد وانا برئ بعد ذلک لم یصر کفیلًا اصلاً فی ظاہر الروایۃ وہی الجملۃ فی کفالات لا یلزم در رواۃ شاہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں بعد اس کے یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن ہوں اور بعد اس کے بری ہوں تو اصلاً ضامن نہ ہوگا ظاہر الروایۃ میں اور یہ جملہ سے اس کفالت میں جو لازم نہ ہو مطلقاً ضامن نہ ہوگا یعنی مطلقاً ضامن نہ ہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اس کے اس واسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور پھر اس نے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہے تو کسی وقت اس پر مطالبہ نہ ہوا تو ضمانت بھی نہ ہوتی کذافی الطحاوی قلت ونقلہ فی لسان المحکم عن ابی الیث وان علیہ الفتویٰ ثم نقل عن الوقایح ان الفتویٰ انہ یصیر کفیلًا اہیٰ لکن نقوی الاول بانہ ظاہر الذمہ فتنہ میں کہتا ہوں کہ صاحب شاہ نے لسان المحکم میں ابولیسٹ سے نقل کیا کہ اسی پر فتویٰ ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اس کا فتویٰ ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہی کلام لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتویٰ قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر مذمب ہے سو آگاہ رہتا ہے یعنی در صورت تعارض افتا ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع لازم ہے ولا یطالب بالکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ و بہ یقتی و صحیح فی السراجیۃ اور جب مثلاً تین دن کی مدت سے ضمانت ہوتی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہ ہوگا۔ بدو گزر جانے تین دن کے ظاہر الروایۃ میں اور اسی کا فتویٰ ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں دئی النزازیۃ کفل علی انہ متی او کما طلب فله اجل شہر صحت ولہ اجل شہر مذمبہ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسليم ولا اجل لہ ثانیاً اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے ضامن کی اس شرط پر کہ جس وقت اور ہر بار کہ اس سے مطالبہ ہو تو اس کے واسطے ایک مہینے کی مدت ہوگی جیسے کہ طالب ضامن سے طلب کرے گا یعنی طلب اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اس سے مطالبہ کرے گا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کو لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہ ہوگی ہم یعنی مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی۔ کیونکہ اگر ابطال نہ ہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقاً ثم قال وکفل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر من بخلاف البیع لان بنا علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامن کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اس کو اختیار ہے یعنی چاہے مدت میں ضامن کرے یا نہ کرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اس میں تین دن سے زیادہ اختیار شرط صحیح نہیں اس واسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے وان شرط تسلیم فی وقت بعینہ احضرہ فیہ ان طلبہ کہین موبل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت میں تو ضامن اس کو اس وقت میں حاضر کر دے اگر مکفول بہ طلب کرے جیسے دین موبل کا او اگرنا لازم ہے جس کا مدت لازم ہو چکی۔ م طحاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تاکفیل اور مکفول لہ دونوں کی شرط کو شامل کرے فان احضرہ فیہ والا حبسہ المحکم حتی ینظر مطلقہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت شرط میں تو خوب ہے اور نہیں ہے تو محکم اس کو قید کرے جب کہ اس کو ٹالنا ظاہر ہو م شام کو یوں کہتا بہتر تھا کہ اذا ظہر مطلقہ اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ ضامن کو محکم قید نہ کرے تا وقتیکہ اس کا ٹالنا ظاہر نہ ہو۔ کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہے اور وہ ٹالنے

سے پہلے ظالم نہیں آتی اور بعضے نسخوں میں عین نظر مطلب ہے اور یہ ظاہر سے خائفہ اور بڑا میں ہے کہ جس اس وقت ہے کہ ضامن مقرر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور
 لگاہوں سے اس کی ضمانت ثابت ہو تو اس وقت اس کے جس میں جلدی کرے۔ کذا فی المطحطاوی وادخلہ عمرہ ابتداء لا یجسہ حتی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے میں
 ضرور سے ظاہر ہو تو اس کو قید کرے۔ کذا فی البیہ فان غاب اہملہ مدة ذاہب وایاہ ولو بدار ووبین وایہ ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اس
 بجہاں جانے اور آلے کی مدت تک ملت سے۔ اگرچہ مکفول بہ دار الحرب میں ہو کذا فی البیہ وایہ ملک۔ ولو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ الا ان عاجزان
 ثبت ذلک بتصدیق الطالب زلی زانی ابیہ وبنیہ اقامہ الکفیل مست لا یبانی التینہ اور اگر اس کی مکفول بہ کا مکان نہ جانتا ہو کہ کون شہر
 میں وہ گھر ہے تو اس سے مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ وہ علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہو ہو کذا فی الزلیلی بمرالہ البیہ میں آنا زیادہ
 کیا ہے یا ضامن کے لگاہوں سے ثابت ہو جو قید کی جارت سے استلال کر کے ہم مطحاوی نے کہا اس میں یہ ظاہر ہے کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی ہے جس پر علم شاید
 یہاں نہیں قاب المکفول بہ ظہان ملازمہ الکفیل حتی یحضر مکفول بہ غائب ہو گیا تو صاحب دین کو ملازمہ کی مکفول جائز ہے تا وقتیکہ اس کو حاضر کر دے وچیدہ
 وفتح ان علی الکفیل علیہ ان یحضر غائب غیبہ لا یمکن لی من موضع فان برسی علی ذلک تدفع منہ المصومۃ اور دفع ملازمہ کا یہ جلد سے کہ دعویٰ کرے ضامن
 طلب پر کہ تراخیم بغیبت غیر معلوم غائب ہے سو اس کا مکان مجھ سے بیان کر دے پھر اگر ضامن اپنے اس دعویٰ پر گواہی گزرائے تو طالب کی خصومت اس سے
 منقطع ہو جائے گا۔ ولو اختلفا فادخلہ فربہ المتجارة معروفة امرا الکفیل بالذکر بالیہ والا ملت ان لا یمکن موضعہ اور اگر طالب اور ضامن میں اختلاف ہو اسی دن
 کہتا ہو کہ میں کنول بہ کا مکان نہیں جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو ہانتا ہے تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اس تک
 جانے کا حکم ہو گا۔ اور نہیں تو اس سے قسم لی جائے کہ وہ اس کا مکان نہیں جانتا۔ اور اگر ضامن نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ مکان ہے تو طالب کو اس کی تصدیق
 الا قرین مکان میں ہم نے ضامن کے جانے کو کہا تو طالب کو ہانتا ہے یہ کہ ضامن سے مضبوطی کرے ضامن نے کہ تاکہ وہ دوسرا غائب نہ ہو جاوے ویرا الکفیل
 بالتقین بموت المکفول بہ ولو عیلا اور بولے تو ہم ان العبدہ فاذا ائخذت نسیمہ لزمہ قیدہ وحبی بالوکل برقبۃ اور بری الذمہ ہو جائے گا نہ ضامن
 مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنے سے اس وجہ کو دفع کیا کہ غلام تھا ہے پھر جب اس کی تسلیم متعذر ہوئی تو اس کی قیمت
 ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آوے گا کہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ و بموت الکفیل و قبل یطالب وارثہ او یمیرا حضارہ من کفولہ براسۃ حامل ہوئی ہے۔
 ضامن کی موت سے اور قول ضیعت یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے یا اس کے وصی سے مکفول بہ کے حاضر کرنے کا طالب ہو گا کذا فی السراج لابن تیمیہ الطالب
 بل وارثہ او یمیرا و قبل یطالب الکفیل و قبل یطالب وارثہ و یمیرا و الذمہ بہ الاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اس کا وصی ضامن
 سے مطالبہ کرے گا۔ اور کل ضیعت یہ ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جائے گا کذا فی الوہابیۃ اور قوی ذمہ بہ پہلا ہے ویرا بدفعہ الی من کفول
 لہ حیث ائی کی موضع یکمن محاصرتہ سوا قبل الطالب اظہر و لکن لم یقل وقت الکفیل اذا دفعۃ الیک فانابری ویرا نسیمہ قتل ستر
 لیکن بحدۃ الکفیل اوہ اوہ اجزہ یقول ذلک اور بری الذمہ ہو جائے گا ضامن مکفول بہ کو سپرد کر دینے سے اس مکان میں جہاں اس کو محاصرتہ علی ہو خواہ طالب
 اس کو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یوں نہ کہا کہ جب میں مکفول بہ کو ترسہ سپرد کروں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہو جائے گا
 ایک بار کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں اس کو سپرد کیا ہوں طرقت کفالت کی بہت سے یا نہ کہا ہو یہ اس شرط پر ہے جب کہ طالب نے اس
 سے مکفول بہ کو طلب کیا ہو اور اگر طالب نے کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے اس کو بھت کفالت سپرد کیا ہم مکان ممکن المحاصرتہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر
 جنگ یا دیرات میں نسیمہ ہوگی تو ضامن بری الذمہ نہ ہو گا کیونکہ طالب وہاں خصوصیت پر قادر نہیں۔ ولو شرط تسلیم فی مجلس القاضی سلم فیہ ولم
 یجز تسلیم فی قیو برقی فی زمانہ استبداد القاضی فی امانۃ الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن دین اس کو حاضر کرے اور اس

کی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں، اسی کا فتویٰ ہے ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے امحق کی مددگاری میں ہم یہ زفر کا قول مفتی بہ ہے ولو سلم عند الامیر اور شرط تسلیم عند القاضی قسماً عند قاض آخر جاز بحر اور اگر در صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اس کو امیر کے پاس حاضر کیا یا اس کی تسلیم اس قاضی کے پاس مشروط تھی سو اس نے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلم فی السجن لوسجوز ہذا القاضی او سجن امیر البلد فی ہذا المصر حاز ابن ملک اور اگر اس کو قید خانہ میں سپرد کیا تو اگر اس قاضی کا قید خانہ ہے یا حاکم شہر کا قید خانہ ہے اس شہر میں تو جائز ہے کذا صرح ابن ملک، فی شرح الجمع وکذا برآء الکفیل بتسلیم المطلوب لنفسه لمحصل المقصود وبتسلیم وکیل الکفیل لقيامه مقامه ولو سوله اليه لان رسوله الى غيره كالا اجنبی اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکتول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اس کے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اس واسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کے مانند ہے ہم تسلیم مطلوب ہے اس وقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت با مر مطلوب ہو اور اگر اس کے بغیر امر تو بری نہیں ہوتا اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ اس کو اور فلا نے شخص کو سپرد کرتا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اس کو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب اس کو قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہو گیا۔ اور اگر چپ ہے تو ضامن بری نہیں رہتا کذا فی الطحاوی قبول الطلاق بشرط ان يقول كل واحد من هؤلاء سلمت اليك عن الکفیل ودر من کفالتہ ای بحکم الکفالتہ یعنی والا لایبرأ ابن کمال فلیحفظ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ ہم نے تجھ کو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدر اس کی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا۔ کذا فی یعنی اور اگر اس طرح نہ کہے گا تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کذا صرح ابن کمال تو اس کو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف ای آت بہ غذا فهو ضامن لما عليه من المال فلم يواف بمع قدرته عليه فلو عجز بحسب او مرض لم يلزمه المال الا اذا عجز بموت المطلوب او جنونه كما افاده بقوله پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لے آؤں تو میں ضامن ہوں اس مال کا جو اس پر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا یا جو دیکھ لائے پر قادر تھا تو اگر ضامن لائے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اس پر مال لازم نہیں مگر اس وقت جب کہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کر سکے چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا ہم اور ضامن اگر عاجز ہو طالب کے غائب ہو جانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ میں سے کہ طالب جب غائب ہو تو قاضی اس کی طرف سے وکیل قائم کرے۔ کذا فی الطحاوی لمضا اومات المطلوب فی الصورة المذكورة ضمن المال فی الصورةين لانه علق الكفالتة بالمال بشرط متعارف فنعی المطلوب مرگیا موت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے میں اس واسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت وحق تسلیم باطل ہو گئی نہ وحق مال ولا لایبرأ من کفالتہ لنفس لعدم التناهی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہ ہوگا۔ بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں مخالفت نہیں جو جمع نہ ہو سکیں۔ فلو ابرأه عتبا فلم يواف به لم يجب المال لفقد شرطه سو اگر در صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کر دیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کر دیا تو اس پر مال واجب نہ ہوگا۔ بسبب نہ یا شے جانے اس کی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی ودر صورت بقائے حاضر ضامنی سو ابرأه طالب سے وہ باقی نہ رہی قید بموت المطلوب لانه لو مات الطالب طلب وارثه ولو مات الکفیل طوب وارثه ودر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر طالب مرے گا تو اس کا وارث طلب کرے گا۔ اور اگر ضامن مرے گا تو اس کے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدر فان دفعه الوارث الى الطالب برئ وان لم يدفعه حتى مضى الوقت كان المال على الوارث یعنی من تركه المیت یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا

تو دولت بری الذمہ ہو گیا۔ اور اگر اس کو نہ دیا گیا ہو تو مال لازم ہو گا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے متروکہ سے مال دینا لازم ہو گا کذا فی البیضاء ولو اختلفا فی الموافقة و مدہا فالقول للطالب لانه منكر او جئنا فللمال للذم علی الكفيل خاتمة اور اگر دونوں نے مطلوب کی موافقات اور عدم موافقات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہو گا کیونکہ وہ منکر ہے اور اس وقت میں تو مال لازم ہو گا ضامن پر کذا فی الخاتمة و فیما لو اتفق الطالب فلم يجده الكفيل نصب عنه القاضي و کیلا اور ضامن میں ہے کہ اگر چاہے رہا طالب سو ضامن نے اس کو نہ پایا تو قاضی اس کی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی تا مطلوب اس کو سپرد کیا جاوے۔ ولا یصدق الكفيل علی الموافقة الا بحیث۔ اور ضامن کی تصدیق نہ کی جائے گی موافقات پر یعنی مطلوب کے حاضر نہ ہونے پر بدون گواہی کے ادعی علی الآخر قاضی اودامہ وینار و لم یجئنا اجماع ام رویہ ام اشرافیہ تصحیح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی البیضاء یا سودینار کا دعوی کیا۔ اور اس کی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرافی ہے تاکہ دعوی صحیح ہو تا فقال رجل المدعی فانا کفیل بنفسه و ان لم یراک فلیذی فعلی الماتہ فلم لو اف الرجل به عدا فلیعلم الماتہ ان الی بیننا المدعی اما بالبیتہ لو اقرار المدعی علیه سودی مذکور صحابہ ایک مرنے کہا کہ معا علیہ کو چھوڑ دے میں اس کا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کرے گا تو مجھ پر سودینار ہیں سو اس نے کھل ادا نہ کیا تو ضامن پر سود واجب ہوں گے یعنی وہ سودینار جو کو مدعی نے بیان کیا یعنی ثابت کیا ہے یا گواہی ہے یا معا علیہ کے اقرار سے و تصحیح الکفالتان لانه اذا بین التمس البیان باصل الدعوی فبین صحو الکفالة بالنفس فترتب علیہا الثانية اور صحیح ہوں گی دونوں ضامنین یعنی حاضر ضامن اور مال ضامن اس واسطے کہ جب دعوی کا بیان ہو گیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہو گیا۔ تو حاضر ضامن کی صحت ظاہر ہو گئی تو اس پر دوسری ضامن یعنی مال ضامن مترتب ہو گئی یعنی بر چند اول دعوی مجہول غیر معین تھا لیکن جب آخر کار اس کا بیان ہو گیا تو برابرت مرتفع ہو گئی۔ اور حاضر ضامن صحیح ہو گئی پھر جب حاضر ضامن صحیح ہوئی تو اس پر مال ضامن کی بھی صحت مترتب ہو گئی والقول له ای الكفيل فی البیان لانه یدعی صحو الکفالة اور بیان میں ماسی کا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے ہم شارح ارجاع ضمیر یہ صاحب درمنا تابع ہو گیا۔ اور حلالہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکحول لہ ہونا پنج نسخہ الفقہاریں ہے اس واسطے کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور وال ہے یعنی باندہ مدعی الصحو کیونکہ ضمیر مدعی کی مکحول لہ کی طرف رجوع ہے کذا فی الطحاوی و کلام السراج یفید اشرط اقرار المدعی علیه بالمال فلو اقرار مدعی کلام مال کے معا علیہ کے اقرار شرط ہونے کا مفید ہے تو اس کی نتیجہ کذا چاہیے ہم لفظ طحاوی نے کہا اعمام کے لائق وہ ہے جو ہدیہ اور کنز اور اصلا ح اور مجمع اور درر وغیرہ میں ہے کہ معا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لہذا بحکم المدعی علیه علی اعطاء الكفيل بالنفس فی دعوی صحو و قود مطلقا معا علیہ پر جو نہیں حاضر ضامن دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقا و قال لا یجوز فی قود حد و قذف و سرقة کعنصر لانه حق آدمی و المروء بالجر الملائمة لا الجبس اور صاحبین نے کہا کہ معا علیہ پر حاضر ضامن دینے کے واسطے جبر ہے قصاص اور حد و قذف اور سرقت میں تفریر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمة ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولوا عطی برضاء کفیلانی قود و قذف و سرقة و سب و اثم و کمال فلما برکلا جم انہما فی حقہ تعالی لا یجوز نہر قطف و یجوز انہما لا تصح بنفس حد و قود فلیکن التوفیق لو اکر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقت کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما مرع ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالی کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر میں کہتا ہوں آگے آوے گا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہو جا چاہیے ہم نفس حد اور قصاص میں اس واسطے ضمانت صحیح نہیں کہ استیفاء حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حدود و خالصہ میں ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ ضمانت تو وہ بطریق تبرع کے قائل ہے بخلاف اس کے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اس حدوں کلام میں متفق نہ رہا ولا جیس فیما حتی یشہد شاہدان مستووان او واحد عدل یقرہ القاضی بالعدالة لان الجبس قہرہ مشروع و کذا العزم علیہم بحکم حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں

جب تک دو شاہد مستور العدالت والفسق گواہی نہ دیں یا ایک شاہد عادل جس کی عدالت کو قاضی جانتا ہے اس واسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور اسی طرح تعزیر تہمت کی مشروع سے کذا فی البحر فواءد یہ چند فائدے ہیں جن کو شارح نے زیادہ کیا لایزم احد احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجہ لسماع دعوی علیہا الا فی اربع کیفیل نفس و سببان قاضی والاب فی صورتین فی الاشباہ لازم نہیں کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج ہر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کے واسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن پر اور قاضی کے واروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذا فی الاشباہ م قنیه میں ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور واروغہ محبس نے پر اس کو چھوڑ دیا تو صاحب دین کو واروغہ سے اس کے حاضر کروینے کا مطالبہ جائز ہے انتہی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میری بیٹی کا ضامن ہو سو ضامن نے اس کو طلب کیا تو باپ پر اس کا حاضر کر دینا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا ہر اس کے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قربت کر چکا ہے یعنی مہر دے چکا ہے اور اس نے زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اس کو حاضر کرے اور نہیں تو امین اس کے پاس بھیجے و فی حاشیتہا لابن المصنف معنی الاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفله اذا غیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے احکامات عادیہ سے نقل کر کے باپ سے اس کے صغیر کے حاضر کروینے کا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید اس صورت میں ہے جب باپ لے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرض دار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الطحاوی و فیہا القاضی یاخذ کیفیلاً باحضار المدعی علیہ الا فی اربع مکاتبہ و ما فونہ و مدعی و وکیل اذا لم یتب المدعی و الوکالۃ اور اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کروینے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التآثر خانیۃ اور اسی طرح مدعا علیہ کے حاضر کروینے کے واسطے ضامن لے مگر چار صورتوں میں ضامن نہ لے اس کے مکاتب اور ماذون میں اور مدعی اور وکیل میں جب کہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو م جب کہ مولی نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن نہ لیا جاوے گا اور عید ماذون غیر مدیون نے اپنے مولی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولی سے حاضر ضامن لیا جائے گا اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضمانتی طلب کرے تا اپنے گواہوں حاضر کرے تو قاضی اس وقت مدعی اور وکیل سے ضامن لے گا کذا فی الطحاوی فی شرح الجمع محمد اذا کان المدعی علیہ معروفاً لا یجبر علی الکفیل ولو کان غیر بالذبح اتفاقاً قابل حقہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع میں محمد ایک روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اس پر جر نہیں ضامن دینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جر نہیں بلکہ اس کا حق فقط قسم میں ہے۔ ہم یہ روایت ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے براء الاصل برآء الکفیل الا کفیل النفس الا اذا قال لا حق لی قبلہ و لا لمولی و لا لیتیم نادیہ و لا لوقف انا متولیہ فینذیر الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کروینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں جب کہ طالب لیل کہے کہ اس کی جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے مولی کا حق اور نہ اس قسم کا جس کا میں مدعی ہوں اور نہ اس وقت کا جس کا میں متولی ہوں۔ تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ و اما کفالة المال فتصح بہ ولو الل بالجمول اذا کان ذلک المال وینا صحیحاً الا اذا کان الدین مشترکاً لکما یسمی لان قسمة الدین قبل قبضہ لایجوز طبریۃ اور مال ضامن تو صحیح ہے اگرچہ مال جمول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامن صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا اس واسطے کہ دین کا قسمت کرنا اس کے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی الظہیرۃ ہم دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اس کے حصے کا ضامن ہوا تو یہ ضامن صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہے۔ کیونکہ اس میں قسمت دین قبل قبضہ لازم آتی ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ والا فی مسئلۃ النفقة المتقوۃ بجمع انہا تسقط بموت و طلاق اشباہ و کما ہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجة لا بالقیاس سوائے دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے میں تو ضامن صحیح ہے باوجودیکہ نفقہ موت او طلاق سے ساقط ہو جاتا ہے۔ کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہانے مسئلہ نفقہ میں استحسان پر عمل کیا ہے حاجت کے سبب سے نہ قیاس

کہا کہ جو تو محمود سے خرید کرے گا یا تجھ سے محمود غصب کرے گا اس کا میں ضامن ہوں پھر فی الفور بیع یا غصب واقع ہو تو ضامنی صحیح ہے اگرچہ قبول ضمانت صریح نہیں
 ولو باع ثانیاً لم يلزم الكفيل الا في كل ما قيل يلزم الا في اذا و عليه القهستاني و الشر بنبلا في فلي حفظ اور اگر دوسری بار بیع کرے گا تو ضامن پر ضمانت لازم نہ ہوگی مگر کلام کے لفظ
 میں لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ میں لازم نہیں اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے مجھ سے نقل
 کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا ففعلی پھر اس نے چند بار بیع کی تو اس پر ضمانت لازم نہیں مگر اول بار کی انتہا اور قول ضعیف میں لفظ ما کلام
 کا مفید ہے عموماً کذا فی لفظ طحاوی ولو جمع عنه الکفیل قبل لمبا یعت صح بخلاف الکفالة بالذوب اور اگر ضامن ضامن سے رجوع کرے گا قبل خرید و فروخت کے تو
 رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ہم یعنی اگر ضامن اس طرح کی کہ ما بایعت فلانا ففعلی پھر قبل بیع اس نے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یوں کہا کہ ما ذاب
 لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اس پر واجب اور ثابت ہو وہ مجھ پر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیوں کہ یہ ضمانت ہے دین متاخر الظہور کی بخلاف ما غصبک الناس
 او من غصبک من الناس او یا یبک او قتلک او من غصبک او قتلک فانا کفیلہ فانہ باطل اور بخلاف اس قول کے کہ جو تجھ سے غصب کریں لوگ یا جو شخص لوگوں میں سے تیرا
 مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ سے یا جو شخص تجھ کو قتل کرے یا جس کا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو میں اس کا ضامن ہوں تو یہ ضامنی باطل ہے ہم اس
 واسطے باطل ہے کہ امثلہ مذکورہ میں یا مکفول عنہ کی جہالت سے یا مکفول لہ کی کقولہ ما غصبک اہل ذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتیٰ لیس انسانا بعینہ چنانچہ یوں کہتا کہ جو
 تجھ سے غصب کریں اس گھر کے تو میں ضامن ہوں یہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک معین انسان کا نام نہ لے ہم بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے
 کہا کہ جو تم لوگ اس شخص سے بیع کر دو گے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اس سے بیع کرے گا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر ۱ و
 علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للکفالة باحد او ثلثتہ یا ضامن کی تعلیق بشرط صریح ملائم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامن کے واسطے امور
 ثلثتہ سے ہم او علقت عطف ہے کان یر یعنی کفالة المال تصح اذا کان المال دیناً صحیحاً او علقت بشرط بكونه شرطاً للزوم الحق نحو قوله ان استحق المبيع او وجد
 المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صدیک فعلی الدیۃ ورضی بہ المكفول جاز بخلاف ان الکک سبع ہونا شرط کا مناسب ضمانت اس طرح پر کہ وہ لازم
 ہونے حق کی امیل پر شرط ہو یعنی وہ شرط جو بحتی کا سبب ہو چنانچہ یوں کہنا ضامن کا کہ اگر بیع مستحق غیر نکلیے یا امانت و اتیری امانت کا انکار کرے یا کوئی
 چیز تجھ سے غصب کرے یا تجھ کو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھ پر دیت ہے اور مکفول یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس
 شرط کے کہ اگر تجھ کو دوندہ کھا جاوے تو میں ضامن ہوں ہم بعینہ نسخہ نیک صدق ہے اور دیت سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہے اور قتل
 مخاطب قتل خطا مراد ہے اس واسطے کہ قتل عدیں حنفیہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اس واسطے صحیح نہیں کہ دوندہ مکفول عنہ ہونے
 کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس واسطے کہ اس کا فعل بد ہے او شرطاً لا مکان الاستيفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من الدین و بمعنی قوله هو ای والحال
 ان زید مکفول عنہ او معار بہ او مودعہ اور غاصبہ جازت الکفالة المتعلقة بقدمہ لتوسلہ للاداء یا شرطاً لوکان استيفاء کی یعنی ضامن کو امیل کی حاصل ممکن ہو
 چنانچہ اگر زید آوے تو مجھ پر ہے وہ دین جو اس پر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف کے اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہے یا ضامن کا مضارب یا امانت دار
 یا اس کا غاصب ہے تو وہ ضامن جو اس کے آنے سے متعلق ہے جائز ہے بسبب قادر ہونے ضامن کے ابراء دین پر او شرطاً المتعذرہ ای الاستيفاء نحو ان قاتا
 زید عن المصرف فعلی و امثلہ کثیرۃ فہذہ جملۃ الشرط التي يجوز تعلیق الکفالة بہا یا شرطاً ہو اس کے تعذر کی یعنی استيفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر
 زید شہر سے غائب ہو تو اس کا دین مجھ پر ہے اور تعذر کی مثالیں بہت سی ہیں سو یہ بالکل وہ شرطیں جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے ہم من جملہ امثلہ کثیر و مذکور
 کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلا نے پر ہے تلف ہو یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ نہ دے یا تیرا دین چھ مہینے تک نہ دے تو میں ضامن ہوں ولا
 تصح ان علقت بغير ملائم نحو ان مہیت الریح او جاء المطر لانه تعلیق بالظن تبطل ولا يلزم المال و ما فی الہدایۃ سہو کا حذرہ ابن الکمال اور ضامنی

صحیح نہیں اگر اس کی تعلیق ہو شرط غیر موافق ہے چنانچہ اگر جو اچلے یا مینہ آوے تو مجھ پر سے کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اس کا بالیقین معلوم نہیں تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہ ہوگا خاص پر اور جو بدایہ میں ہے وہ سہو ہے چنانچہ اس کو ابن کمال نے تحریر کیا ہے ہم خلاصہ بدایہ یوں ہے کہ تعلیق بسبب وجہ و
بجائی مضر اگرچہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوتی تو شرط فاسدہ سے باطل نہ ہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدر میں کہا
خلاصہ یہ ہے کہ شرط غیر ملایم کے ساتھ کفالت اصلاح صحیح نہیں ہوتی اور اجل غیر ملایم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام
میں بہت گفتگو ہے اس کا کچھ ثبوت نہیں سوائے اس خلاصہ کے کہ ان فی الطحاوی نعم لو جعله اجلا صحت ولزم المال للمال لم یحفظ بل ان شرط غیر ملایم کو ضامن مدت
ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اصل فی المال لازم ہوگا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم مدت قرار دینا اس طرح کہ ضامن کہے کہ میں ضامن ہوں تاہو بوبہ رج
وکی مضر وہ تصریح الیہا لہم المکفول عنہ فی تعلیق و اضافہ لا یجوز لکلمۃ مالک علی فلان او فلان فصیح و التبعین مکفول لہ لاند صاحب الحق او صحیح نہیں ضامن
مکفول عنہ کی جہالت سے بھی تعلیق اور اضافت میں نہ تخیر میں چنانچہ میں ضامن ہوں تیرے اس مال کا جو غلٹانے پر ہے یا غلٹانے پر تو تخیر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور
ایک کامعین کر لیتا مکفول لہ کے اختیار میں ہے کیوں کہ وہ صاحب حق ہے ہم تعلیق کی مثل یہ ہے کہ مگر تجھ سے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ضامن
ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگوں پر تیرا دین ثابت ہو اس کامیں ضامن ہوں کہ ان فی الحل ہی طحاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بالما
وجہ ہے اور جو حل ہی نے تعلیق کی مثال دی اس کو ملکہ میں اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی
اضافت مراد ہے۔ واثہ تمانی، علم ولا جہالت المکفول لہ و بطلان اور صحیح نہیں ضامن مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت
ہم مکفول بہ سے یہاں مراد نفس ہے نہ مال اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہیں بلعم لو قال کفلت رجلا اخر فہو جہل لہا سہ جاد
وکی رجل اتی بہ و حلت انہ جو بری بزازیتہاں اگر ضامن کہے کہ میں ضامن ہوں اس مرکا جس کا منہ یہاں ہوں نہ نام اس کا تو ضامن جائز ہے اور جس مرکا کو لاوے
گا اور قسم کھاوے گا کہ کسی شخص مکفول بہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کہ ان فی البزازی فی السراجیۃ قال لخصیفہ و بویخاف علی واثہ من الذنب ان اکل الذنب
حارک فانما ضامن فاکل الذنب لم یضمن اور ملکہ میں ہے کہ صاحب غلٹانے اپنے معان سے کہا ان حلالہ کہ معان اپنے جانور پر بھیڑے سے ڈرتے کہ اگر بھیڑ یا
تیرا گدھا کھا جاوے۔ تو میں ضامن ہوں سو اس کو بھیڑ یا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں ہم علت عدم ضمان اکل ذنب اکل سبع میں مذکور ہو چکی تھو ما ذاب ای ثابت
لک علی الناس ادلی احدہم فعلی مثال طافل و نحوہ بابایت بر اصدان الناس معین المفتی چنانچہ جو ثبات جو تیرا دی لوگوں پر یا کسی شخص پر سو یہ ہے یہ
مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی مانند اس کے یہ ہے کہ جو تو بیع کر کے کسی سے لوگوں میں وہ مجھ پر ہے کہ ان فی معین المفتی او ما ذاب علیک للناس
اولا احدہم علیک فعلی مثال ثانی یا جو ثبات جو لوگوں کا تجھ پر یا کسی کا لوگوں میں سے تجھ پر سو مجھ پر ہے یہ ثانی کی مثال ہے یعنی مکفول د کی جہالت کی
ولایصح بخش احد و قصاص لان الیابہ لا تجزئی العقوبات اور صحیح نہیں ضمانت نفس حد اور قصاص کی اس واسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی عقوبات میں
ولایکل واثہ معینہ مستاجر لہ و نحوہ متعین مستاجر لہا ای لہ ذمہ لاند یلزم تغیر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہے معین جانور کی بار بوزاری
کی جس کو کرایہ یا بابر دہی کے واسطے اور نہ ضمانت خدمت گزار کی فہم معین کی جس کو کرایہ یا خدمت کے واسطے کہ ضمانت میں معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہے
م تغیر معقود علیہ اس واسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہو تو ضامن اس کی تسلیم سے عاجز ہے کیونکہ اس کو نہ رت نہیں غیر کے جانور پر اور اگر غلط
اینا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ جانور لایا جس پر عتدا ہمارہ منعقد نہیں ہوا کہ ان فی الطحاوی عن البکر بخلاف فی طیس لوجب مطلق
بفضلہ تسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اس میں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم یعنی غیر معین جانور میں مطلق
بابر دہی واجب ہے اور ضامن اس پر قلابہ ہے اس طرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا دے اور تسلیم اس پر واجب جس بخلاف طیس جانور کے کہ وہ مل تسلیم

واجب ہے نہ بار برداری شارح نے عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا جس کو ابو نصر اقطع نے مذکور کیا ہے اس طرح ہر کہ ضمانت حل واجبہ معینہ اس واسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہوا تو موجد پر تسلیم جانور واجب ہے نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کرے گا تو اس کا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہاں ایسا نہیں کیونکہ وہاں موجد پر بار برداری واجب ہے سو اس کا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اس کی ضمانت صحیح ہے کذا فی الخطاوی ولا یمسح قبل قبضہ و مرمون و امانۃ باعیا نہا اور صحیح نہیں ضمانت میں بیع کی قبل اس کے قبض کے اور نہ معین مرمون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہوا مصل پر اس طرح عین مکفول و عین اس کے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ بیع مضمون بالثمن اور مرمون مضمون بالبدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر فلو تسلیم ہوا صح فی الكل در درجہ الکمال تو اگر ضمانت ہوا امور ثلثہ مذکورہ کے تسلیم کی تو سب میں ضمانت صحیح ہے کذا فی الدر اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصيل پر واجب ہے تو اس کا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی النہر فلو بلک المستاجر مثلاً لا شیء علیہ لکفیل لنفس تو اگر تسلیم ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں حاضر ضامن کے مانند مستاجر یہاں بفتح جیم ہے وجہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصيل مطالب بالتسلیم نہ رہا اور واجب تو یہاں اجرت پھر دینا ہے اور ضامن اس کا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہلاک بیع اور مرمون کا کذا فی الفتح و صح ایضاً لو مکفول بہ ثمن لکونہ دینا صحیحاً علی المشتري الا ان یكون مبیاً مجوراً علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا لاصیل خانیۃ اور بھی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اس وقت دین صحیح نہیں جب کہ مشتری صغیر مجبور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہ ہوگا اصيل کی تبعیت سے کذا فی الخانیۃ یعنی جب صغیر مجبور علیہ پر ثمن مضمون نہ ہو تو اس کے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا و کذا فی مقصود یا و مقبوض علی سوم الشراء ان سبی الثمن والا فهو امانۃ کما مر اور اسی طرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مقصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اس کی صحیح نہیں کیونکہ امانت میں ضمانت نہیں و مبیعاً فاسداً او بدل صلح من دم و خلع و غیر خانیۃ اور اسی طرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد ہو یا بدل ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا ہر کو کذا فی الخانیۃ وجہ صحت اشیا مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں باطل نہیں ہو جائیں ہلاک ہونے میں سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیا مذکورہ ان کے قائم مقام ہو جاتی ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا طحاوی نے کہا اولیٰ یہ ہے کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تا بدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اس کا بے معنی ہے والا صلح انہا تقع بالا ایمان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہ ولا بالا امانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے ایمان مضمونۃ بنفسہا کی نہ ایمان مضمونۃ بغیرہ کی اور نہ امانت کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ ایمان اصيل پر مضمون میں یا غیر مضمون تو ایمان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بفتح جیم مستاجر کے پاس اور ایمان مضمونہ یا مضمون بغیرہ میں یعنی در صورت ہلاک ان کی قیمت واجب نہیں چنانچہ بیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے چنانچہ رسن کہ وہ مضمون بالبدین ہے سو کفالت ایمان مضمون بغیرہ کی صحیح نہیں یا ایمان مضمون بنفسہا میں یعنی ان کی قیمت واجب ہے در صورت ہلاک چنانچہ مقصوب اور بیع فاسد کا بیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اس کی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اس کی یا مثل اس کا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصاً ولا تصح الکفالات بنوعیہا بلا قبول لطلب ادانۃ ولو فصولیاً فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضامنیں اخیال غامضی اور حاضر ضامن صحیح نہیں بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اس کے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہ ہو فصولی ہو مگر تو اگر اصيل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کمال اصيل سے ضامن بھر لے اور اگر وہ راضی نہ ہو بعد اس کے قبول کرنے کے تو نہیں لے سکتا اور اگر فصولی عقد ضمانت

کی مجلس میں ضامن قبول کو یہ تودہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامنی سے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحاوی و جوزا
 لثانی بلا قبول و بطریق و رد و بناد و قریہ لکھو و بہ قالت الا تکرہ الثلثہ لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولہا و اختیارہ شیخ قاسم
 بناسکم الانشاء و رد ابو یوسف نے جائز رکھا ہے ضامنی کو یہ قبول کرنے طالب کے اور ماسی کا فتویٰ ہے کذا فی اللہ و البرازیہ او ثبات رکھا ہے اس
 کو بحر الرائق میں اور یہی قول ہے مینوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ امام اور محمد کے قول پر ہے اور
 شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشاء ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنہما ان قال اما کفیل بالمال فان علی
 فان حال فھیبة الطالب او کفیل وارث المریض الملی حتمہ بامرہ بان یحول المریض لارثہ نقل منی بما علی من الدین تکفل ببع عیبت انفراد صح فی المریض
 بلا قبول اتفاقا استسمانا لانا و صیتہ لکھو قال لا یجوز لیس فی صحیح شرح الجمع او اگر ضامن غرمے ضمانت سے اس طرح پر نہ کہے کہ میں طائفے کے مال کا ضامن
 ہوں جو طائفے پر ہے یہ جہودی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مال دار کے وارث نے مریض کی طرف سے اس کے امر سے اس طرح
 پر کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اس مال کا جو مجھ پر دین ہے سودہ ضامن ہو باوجود غائب ہونے ار باب دیوں کے تو ضمانت
 صحیح ہے و دونوں صورتوں میں بلا قبول طالب کے بالتمام طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو
 اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہ تو ضمانت صحیح ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح الجمع کفالت وارث اس واسطے جائز ہوتی کہ مریض
 قائم مقام سے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ ہو جائے اور ماسی میں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شامی نے تعلیل مسئلہ
 اولیٰ مذکورہ کی بسبب اس کے ظاہر ہونے کے اس واسطے کہ اخباری العقیدہ اخبار ہے اس کے دونوں دیکھنے سے یعنی ایجاب اور قبول سے دنیٰ المنفع العوض
 او بدو و حق انہا کفالات لکن یہ علیہ توقفا علی المال او دفع القدر میں ہے کہ ضمانت اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجود ہے اور ثبات کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت
 وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقاً جائز ہوتی مال پر موقوف نہ
 ہوتی۔ ولو مال علی غائب بل یؤثر الغریب بانظارہ او یطالب الکفیل لہ ما یرغب فی ان وصیتہ او یتطرق لعلی انہا کفالات او اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب
 دین کو اس کے انظار کا امر کیا جائے یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے اس کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اس کے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کا انظار
 کیا جائے نہ اس کی کفالت ہو نہ یہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت بہر طرح ضمانت نہیں ہے اس واسطے
 کہ وہ صحیح نہیں بدول مال مریض کے تو اگر مطلقاً کفالت ہوتی تو مطلقاً صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اس واسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقاً تو شخص
 صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں و قیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بغیرہ فی غیبتہم لا یصح و ردی الحسن العسکری و قید لکافی ہم نے ضمانت مریض میں اس کے
 امر کی اس واسطے کہ تبرع وارث کا اس کی ضمانت میں اصحاب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتد ہے کذا فی الطحاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی
 ہے دونوں امر کے بھی ولو غنہ بعد موت صحیح سراج و لعلہ قول الثانی لما مرہ اور اگر وارث ضامن ہو وصیت کا اس کی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج او شاید
 کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ کذا فی النہرم مذکور ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قول کرنا شرط نہیں و فی البرازیہ اختلافی الاخبار والانشاء خالقہ قول
 طبر اور بناد یہ ہے کہ دونوں نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشاء میں ہے تو خبر کا قول معتد ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب سے اس واسطے
 کہ اصل صحت ہے اور صحت معتد ہے یہاں کام کو اخبار قرار دیا کہ کذا فی الطحاوی ولا یصح بدین ساقط و لو وارث عن صیت مفلس الا اذا کان کفیل او
 دین سراج او خبر لہ مال صحیح بقدرہ ابن حکم او صحیح نہیں ضمانت اس دین کی جو ساقط ہے صیت مفلس سے اگر یہ ضمانت صیت کے وارث کی ہو مگر اس وقت
 دین ساقط نہیں جب کہ دین صیت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اس کی زندگی میں دین جو کذا فی المعراج یا اس کا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقصد مال مذکور

کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم سقوط دین میت مغفل دنیا کے احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اس کی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اس کی حیثیت میں ہوئی یا اس نے کچھ دین رکھ دیا تو اب دین اس کا سا قطن ہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنین میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مغفل کی پر میت کا مال ظاہر ہوا تو اس قدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی والحقہ دین بعد موتہ فتوح الکفالت بہ بان حفر ہیر علی الطريق قلف بہ شیء بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ و ضمان النفس علی عاقلة لثبوت الدین مستند الی وقت السبب و هو الحفر الثابت حال قیام الذمۃ بحکم میت کو دین لاحق ہو اس کی موت کے بعد تو اس کی کفالت صحیح ہے اس طرح پر کہ میت نے کنواں کھودا اتھاراہ میں یعنی غیر ملک میں پھر اس سے کوئی چیز تلف ہو گئی بعد اس کی موت کے تو لازم آوے گا ضمان مال کا اس کے مال میں اور ضمان نفس اس کے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور سبب کنواں کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی الجہر و ہذا عندہ و صحابہ مطلقاً و بہ قالت الثلثۃ وریہ یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مغفل امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقاً خواہ اس کا مال ظاہر ہو یا نہ ہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا ولو تبرع بہ احد صحابہ او راکر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالا جماع اس واسطے کہ تبرع کا اقتضا قیام دین پر نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح کفالتہ الوکیل یا الثمن للموکل فیما وکل بمبیعہ لان حق القبض لربا لا صالۃ فیصیر ضماننا لنفسہ اور صحیح نہیں ضمانتی وکیل کی ثمن میں واسطے موکل کے اس چیز میں جس کے بیچنے کے واسطے اس کو وکیل کیا اس واسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالا صالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہرے گا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہم وکیل کی قید اس واسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور بالبرع کی قید اس واسطے لگائی تاکہ صورت نکل جاوے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اس واسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو ہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر و مفادہ ان الوعی والناظر لا یصح ضمانہا الثمن من المشتري فیما باعہ لان القبض لہما ولذا لو ابردا عن الثمن صح وضمانا و تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وہی اور ناظر کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اس چیز میں جس کو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں اس واسطے کہ قبض ثمن کا حق انہیں دونوں کے واسطے ہے ولذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کر دیں ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہوگا یہ استنباط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہاء کے کلام سے ولا تصح کفالتہ المضارب لرب المال یہ ای بالثمن لا مروان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر حکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور ہو چکی اور اس واسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا ان کا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ این برضمان نہیں ہم طحاوی نے کہا کہ این ہونا دونوں کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشریک بدین مشترک مطلقاً ولو با برت لانہ لو صح الضمان مع الشریک لیس ضماننا لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ و ذالاجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا وین مشترک میں کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اس واسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اس واسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کرے گا تو شریک کا اس میں حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں ضمانت صحیح ہے تو قسمت دین قبل اس کے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جازگما لو کان منفقین ہاں اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو مبدائی عقد امام کے نزدیک اس طرح ہے کہ لفظ بعث مکرر ہوا اور صاحبین کے نزدیک اس طرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نہ رہی ولا تصح الکفالتہ بالعہدۃ لاشتباہ المراد بہا اور عہدہ ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے ہم ضمانت اس طرح پر کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن

اس پر مکتوب کریں یا ان نہ کریں کہ جہد سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں اس واسطے کہ جہد کا لفظ اس وثیقہ میں مستعمل ہے جو ملک ہائے کاشا بڑا وند ہائے کاشا ملک ہے تو اگر اس کی تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اس کا ضامن ہوا جس پر قادر نہیں اور مشترک ہے ہتھ میں اور اس کے حقوق اور درک اور نیا شرط میں اور جو کہ عمل اس پر قبل بیان متعدد ہے بسبب جہالت کے لہذا اس کی ضمانت صحیح نہیں ہے باطل ہے کذا فی الطحاوی ولا یأخذ بالحلل اسی تخلص میں یہ سبق مجوزہ حذو اور ضمانت خلاص کی معنی اس مبیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہیں جو مستحق غیر جو بسبب حاجت ہونے ضامن کے اس سے نعم لو ضمن تخلص ولو بشرط ان قد صدق الافر والشن کان کالدک صینی ہاں اگر تخلص مبیع کا ضامن ہو اگر تخلص اس کے خرید کرنے کے سبب سے جو اگر قدرت ہو خرید پر اور نہیں تو ضمن مشتری کو پھر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہ غاذہ ہے جس کو شارح نے زیادہ کیا متی اوی بکفالات

فاسدہ میں کیسے جامع الفصولی میں ثمال و نظیرہ کو نقل بدل الکتابۃ لم یصح فی رجوع باوای اذا حسب انہ مجر علی ذلک لفناء السابق و اقرو المصنف فلیعطف جب کہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بھرے کفالت صحیح کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اس کی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے بھرے اس دین جو اس نے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اس کے دین پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کو تو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کرے گا بلا ظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت ضمانت دے گا تو رجوع جائز نہیں والکفل یا صرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی اعلیٰ انہ علی وجہ فیجسی و عبد مجورین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجھ پر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب صغیر مجبور اور غلام مجبور نہیں ہے کذا صریح ابن ملک ہم تو معلوم ہوا کہ صغیر یا ذون اور عبد یا ذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع رجوع علیہ یا ادا دین ان اوی باضمن والا فیا ضمن وان اوی ارد الملک الدین بالاداء فلان کا الطالب وکما لو ملک بہتہ اوارث عینی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہو یا جو تو مطلوب سے بھرے جو اس نے ادا کیا اگر اس نے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اس نے ضمانت کے مخالف ادا کیا اس طرح پر کہ مکفول بہ جید تھا سو اس نے روی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق بھرے اگر چاس نے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جائے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی ہم ضامن کے مالک ہونے کی یہ مت ہے کہ طالب مر جائے اور ضامن اس کا وارث ہو یا طالب نے اس کو اپنی حیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے اگرچہ غیر یوں کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ یہاں دین منقول ہوا کفیل کی طرف بمقتضائے ہبہ نسبت ضرورت کے کذا فی الطحاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرہ الا اذا اجاز فی المجلس فیوجع عادیۃ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اس کو مطلوب سے نہ بھرے بسبب اس کے تبرع کے مگر جب کہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور بھرے کذا فی العادیۃ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یمہ الطالب الدین دیو کہ بقبضہ ولوا الجیۃ اور حیلہ بھر لینے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اس کو قبضہ دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الولو الجیۃ ہم ولوا الجیۃ میں یہ حیلہ یعنی کفالت نفس مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ کفالت مال میں بھی ابتدا جاری ہے بعضوں نے کہا یہ حیلہ اس وقت جاری ہے جب کہ ضامن نے بقدر دین دیا اور ذکر نہ کیا کہ یا میل یا دین ہے اور اگر اس کو امیل کا دین کہ کر دے گا تو امیل دین سے بری ہو جائے گا پھر یہ حیلہ صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی ولا یطالب کفیل امیلا بال قبل ان یؤدی الکفیل عن لان تک بالاداء نعم کفیل اخذ دین من لا امیل بل امانۃ و خانیۃ ان مطالبہ ذکرے ضامن امیل سے قبل اس کے کہ ادا کرے ضامن امیل کی جانب سے اس واسطے کہ ضامن اس کا مالک ہوتا ہے اور لکھنے سے ان ضامن کو کوئی چیز گم نہ ہو لینا امیل سے قبل ادا مال جائز ہے کذا فی التانیۃ فالن لزوم الکفیل لازمہ ای لازم ہوا امیل

اینا حتی یخلصہ پھر اگر کپڑا جائے ضامن تو وہ بھی پکڑے اخیل کوتا اس کو وہ چھوڑا جائے واذا جسدہ لہ جسدہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل
لامطلوب دین مثله والا فلا ملازمہ ولا حبس سراج اور جب کہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے جب
کہ اس نے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہ ہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اس پر دین ہو تو نہ ملاز
مہ ہے نہ حبس کذا فی السراج وفي الاشباہ اداء الکفیل یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اخیل کی براءۃ کا
موجب ہے ہم للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا حال الکفیل علی مدیونہ بشرط براءۃ نفسه فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ
کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اخیل بری الذمہ نہ ہو گا ہم مدیون قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محال
علیہ یہی حکم رکھتا ہے وبری الکفیل یا داء الاخیل اجماعا الا اذا برہن علی اداۃ قبل الکفالات فیہ انقطاع لوجہ براءۃ المدیون الذمہ ہو گا ضامن اخیل کے
ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اخیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اخیل بری ہو گا چنانچہ اخیل اگر قسم کھائے گا کہ میں نے
قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط ہی بری الذمہ ہو گا کذا فی البحر مسئلہ قسم کا منہ الغفار میں قینہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کی طرف نسبت کیا ہے
سو بے محل ہے ظاہر یہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعی ہے تو اس پر کیونکر قسم آئے تو تصویر پر اس کی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعویٰ کیا سو کوئی آدمی
اس کا کفیل ہو اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں بھر مدعی علیہ نے قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہو گا نہ کفیل کذا فی الطحاوی ولو ابرأ
الطالب الاخیل واخر عنہ ای اجل بری الکفیل تبعاً للاخیل النفس کا امر اور اگر بری الذمہ کر دے طالب اخیل کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی
ادائے دین کی کچھ مدت مقرر کر دے تو ضامن بری الذمہ ہو گا اخیل کا تابع ہو کر مگر کفیل نفس بری نہ ہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا حاضر ضامن کی بحث میں واما ثمر الدین
عنہ تبعاً للاخیل الا اذا صار المکاتب عن قتل العمد بآل ثم کفله انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصارح الی عتق الاخیل ولا مطالبۃ الکفیل الا ان اشباہ
اور متاخر ہو گا مطالبہ دین کا ضامن سے اخیل کا تابع ہو کر مگر جب کہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز
ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنے والے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہو جائے گا تا عتق اخیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک
اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ہم خانیہ میں مذکور ہے علت تاخیر مطالبۃ ننگ دستی اور افلاس اخیل بحر الرائق
میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اخیل مفلس ننگ دست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگر وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحاوی
ولا ینعکس لعدم تبعیۃ الاخیل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہیں یعنی براءت کفیل براءت اخیل کی موجب نہیں اور تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاخیل کی موجب
ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم لو تکفل بالمال مؤجلاً تا جمل عنہا لان تا جیل علی الکفیل تا جیل علیہا لان اگر فی الحال مال کی ضامن
ضمانت کرے مدت مقرر کر کے تو اخیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہو جائے گا اس واسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اخیل اور ضامن
دونوں پر مہلت دینا ہے۔ وفيه لیشترط قبول الاخیل الابرأ والتا جیل لا الکفیل اور کتاب مذکور میں ہے کہ قبول کرنا اخیل کا ابراء اور تا جیل کو شرط ہے
نہ قبول کرنا کفیل کا ہم ظاہر ضمیمہ بحر الرائق کی طرف راجع ہے جو قبل اس کے مذکور ہے اور حالانکہ یہ عبارت اس میں نہیں بلکہ تہا یہ سے یوں مذکور
ہے کہ ابراء اخیل اور تا جیل اس کے رو کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رو کرنے سے پھر جاتی ہے اور تا جیل اس کی نہیں پھر جاتی انتہی غلام اس
کا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہیں لیکن کرنے سے پھر جاتی ہے کذا فی الطحاوی الا اذا وہبها وصدق علیہ در قبول کفیل شرط نہیں مگر جب کہ طالب
نے اس کو وہبہ کر دیا اس پر تصدیق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرہم بہہ در صورت غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقر ہونے کے قبول اس
صلح فی الحال کے لفظ میں تسامح ہے فرض اس دین سے ہے جس کی میعاد ہو گئی ۱۲۔

واسطے شرط ہو اگر مبادیہ دین میں تسلیط علی المذنبین شرط ہے قلت ولی خدا کی بنیاد علی الکفیل یا جمل علیہا و عہدہ للہادی القدسی فیہ مفضل میں کہتا ہوں اور ابنِ تیمیہ کے فتاویٰ میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور امیل دونوں پر مہلت ہو جاتی ہے اور اس قول کو ابنِ تیمیہ نے مادی قدسی کی طرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے مطلقاً وہی نے کہا یہ قول مستثنیٰ صورت پر محمول ہے یعنی لو تکفل بالمال یا بخ تواب متن سے کچھ منافات نہ رہی ولی القیت طالب الدان الکفیل فقال لا مہلت علی الاصل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلق علیک بلیرا اجاب نعم قبل لا و ہوا لہذا اور قیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اس نے کہا مہلت نہ کہ اصل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اس پر میرا کچھ تعلق نہیں میرا تو تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصل بری الذمہ ہو جائے گا جواب دیا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری الذمہ نہ ہوگا اور یہی قول مختار ہے ہم وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منع الغفار میں قیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ نفی تعلق صبی کا ارادہ کرتے ہیں انہی اور ظاہر مراد اس سے نفی ضامن ہے نہ برأت اصل و اذا حل الدین المحل علی الکفیل لم یؤثر علی الاصل فلو اداہ و ادرہ لم یرجع لو تکفالة بامرہ لالی اجلہ خلافاً لزمہ اور جب کہ دین محل سال ہو جائے ضامن پر اس کی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصل پر تو اگر ضامن وادث اس کو ادا کرے تو اصل سے بھر نئے اگر کفالت اس کے امر سے ہو مگر اس کی مدت تک اصل سے دے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کمال محل المحل علی الکفیل اتفاقاً اذا حل علی الاصل یہ اسی موت و طرہ تاخیر الطالب در چنانچہ حال نہیں ہوتا دین محل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہو اصل پر اس کی موت سے اور اگر ضامن و اصل دونوں مر گئے تو طالب مختار ہے کذا فی اللہ یعنی اس کو اختیار ہے چاہے ضامن کے متروکہ سے لے چاہے اصل کے صارح احد ہمارب المال عن الف الدین علی نصفہ مثلاً یوما الا ان المسئدہ مرلیہ اصل یا کفیل نے صلح کر لی صاحب سال سے ہزار دہویں کی صلح کی اس کے نصف پر مثلاً یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہو گئے مگر مسئلہ صلح کا پچا و صدقوں کو متحمل ہے ہم ایک صورت یہ ہے کہ دونوں کی برات صلح میں شرط کی ۲ فقط اصل کی برات شرط کی ۳ سکوت واقع ہو برات سے ہم فقط کفیل کی برات شرط کی مطلقاً وہی نے کہا بلکہ ثنہ ہے یعنی آٹھ صورت کو متحمل ہے چار صورتیں باعتبار صلح اصل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا شرط براتہما اور بامدۃ الاصل او سکوت براتہما تو جب کہ دونوں کی برات شرط کی صلح میں یا برات اصل یا برات سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہو گئے واذا شرط براتہما الکفیل و صدہ کانت فتم الکفالة لا اسقاطاً اصل الدین اور جب کہ صلح میں فقط کفیل کی برات شرط کی تو یہ صلح ہے ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین ہم فتح کفالت اس قدر دین میں ہے جس میں صلح واقع ہوئی مثلاً نصف میں نہ کل دین میں فیما ہوا و صدہ من خمس مائۃ و لون الاصل فبتقی علیہ الالف فیرجع علیہ الطالب بخمس مائۃ و الکفیل خمس مائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی برات میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانچ سو سے نہ اصل تو اصل ہزار ہائی رہینگے تو طالب اصل سے پانچ سو بھر لے اور کفیل سے پانچ سو بھر لے اگر ضمانت اصل کے امر سے ہوئی ہو و لو صارح علی جنس آخر رجع بالالف کما مر اور کفیل نے صلح کر لی لیس سے کسی دوسری جنس پر مثلاً بعض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصل سے ہزار درم بھر لے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہزاروں اس واسطے لے گا کہ وہ مبادلہ سے دین کا مالک ہو گیا۔ صارح الکفیل الطالب علی تثنی لیسیرہ من الکفالة لم یطرح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ و ہوا طلاق یعم الکفالة بالمال و النفس بخر صرح کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر طالب اس کو ضمانت سے بری الذمہ کر دے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مال ضامن اور حاضر ضامن دونوں کو شامل ہے کذا فی البحر کفالت نفس میں عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب درم درم مثلاً دے تا اس کو حاضر ضامن سے بری الذمہ کر دے تو اس کو محض لینا باتفاق روایات مسلم نہیں اور اس کی برات میں کفالت سے دو روایتیں ہیں کذا فی البحر و قال الطالب الکفیل برئت الی من المال الذی کفالت بہ رجوع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالة بامرہ لا قرأہ بالتقیض کہا طالب نے ضامن سے کہ برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اس مال سے جس کا تو

ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن سے اقرار قبض نکلتا ہے برت الی کی ترکیب سے اس واسطے کہ فقط الی موضوع ہے انتہائے غایت کے واسطے اور مکمل صاحب دین ہستی ہے اس ترکیب میں تو ضرور ہے کہ ہستی کے واسطے مبتدا بھی ہو سو یہاں ابتدا نہیں مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جس کی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے یوں کہا کہ تو نے مجھ کو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہیں لے سکتا تو ضامن اب اصیل سے مال نہ کورے گا والد اعلم ومفادہ براءۃ المطلوب للطالب

لاقرارہ کا کفیل اور مفاد تعلیل براءت مطلوب سے طالب کی طرف سے بسبب اس کے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہو سکتا۔ بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین و بار مقبوض نہیں ہوتا وہی قولہ للکفیل برت بلا الی او ایرائیک لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ایراء لا اقرار بالقبض اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ براءت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہو گیا یا میں نے تجھ کو بری کر دیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لے سکتا چنانچہ اس قول میں رجوع نہیں۔ کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی میں ہے کیونکہ یہ بری کر دینا ہے طالب کی طرف سے نہ اقرار قبض مال کا برت محتمل ہے برائے طالب اور ادائے کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ایراء تک میں تو صاف ابتدا اسقاط ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ مکمل نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا۔ اور کفیل مالک دین نہیں ہوتا مگر ایسا ہے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لے گا کیونکہ اس نے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہے باجماع ایماہ اربعہ کیونکہ لفظ حل براءت بالایراء میں مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض میں کذا فی الطحاوی خلافاً لابن یوسف فی الاول ای برت فانه جعلہ کالاول ای الی قبل وهو قول الامام و اختارہ فی البدایہ و هو اقرب الاحتمالین فکان اولی نہر معنی بالغناۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنی برت میں اس واسطے کہ ابو یوسف نے برت کو لفظ اول یعنی برت الی کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسی کو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہو کذا فی النہر عن الغناۃ ہم دو احتمال یعنی براءت استیفا اور براءت اسقاط واجمعوا علیٰ لو کتبہ فی الصک کان اقراراً بالقبض عملاً بالعرف اور اجماع علماء ہے کہ اگر طالب لفظ براءت کو کاغذ میں لکھے گا یہ قبض مال کا اقرار ہو گا بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہ رابع ہے مسئلہ خلافی کی طرف یعنی اگر لفظ برت طالب لکھ دے گا تو ضامن و راہم ضمانت سے بری ہو جائے گا بالاتفاق اس واسطے کہ عرف میں کتابت نہیں مگر ایسا مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہر گئی کذا فی الطحاوی و ہذا کلام مع نجیۃ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان لمراہۃ اتفاقا لانا الجمل اور یہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلاثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اس کے حاضر ہونے کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہوگی اس کے مراد کے بیان میں بالاتفاق کیونکہ اس کا کلام مجمل ہے یعنی طالب سے پوچھا جائے گا کہ تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہیں اور یہ لفظ بحر الرائق میں نہایہ سے اور فتح القدیر میں بلفظ قبل مذکور ہے کذا فی الطحاوی و مثل الکفالات الحوالہ اور مانند کفالت کے حوالہ ہے یعنی اگر محال نے محال علیہ سے کہا کہ برت الی تو محال علیہ مجمل سے مال بھر لے گا اور اگر ایرائیک کے گا تو رجوع نہیں اور اگر برت کے گا فقط اس میں اختلاف ہے و لعل تعلیق البرۃ من الکفالات بالشروط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج و اقرو المصنف ہنا و فی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر للزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہاں ثابت رکھا ہے۔ اور متفرقات میں لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح الاطلاق نکلتی ہے یعنی بہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جس میں طالب کو فائدہ نہیں چنانچہ دخول دار اور مجی غدا اور شرط ملائم چنانچہ استیفا بعض مال یا تعمیل بعض قید بکفالات المال لان فی کفالات النفس تفصیلاً مذکور فی الحانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت میں کفالت مال کی قید لگائی اس واسطے

کہ کفالت نفس میں وہ تفصیل ہے جو غایہ میں مذکور ہے ہم مصنف نے قید کفالت مال میں مذکور نہیں کی تو یہ مطلب ہے کہ اثناء مسائل کفالت میں اس کا ذکر کرنا بجائے تفسیر ہے والہ اعلم غایہ میں تفصیل مذکور یوں ہے کہ جب حاضر ضامن کی برات معلق بشرط ہو تو اس کی چند وجوہ میں ایک وجہ یہ ہے کہ برات جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دس درہم وجہ کی شرط پر اور دوسری وجہ یہ کہ برات اور شرط دونوں جائز ہیں چنانچہ ایک شخص مال ضامن اور حاضر ضامن ہے سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامن سے بری ہو جائے اور میری وجہ یہ ہے کہ برات اور شرط دونوں جائز نہیں چنانچہ فقط حاضر ضامن سے طالب نے یہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب اس کو بھرنے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحاوی عن المنع

مخصا لا یسترد اصل ما ادى الی الکفیل بامو لیدفع الی الطالب وان لم یعطه طالبہ نہ پھیرے اصل اس مال کو جو دیا اس کفیل کو جو ضامن ہو اصل کے امر سے اس واسطے کفیل کو دیا تا کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اس کے طالب نہ دے ہم باوجود کہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصل اس کو نہیں پھیر سکتا اس واسطے کہ ضمانت بامر اصل سے دو دین ثابت ہو ستم میں ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصل پر لیکن دین طالب کا سال اور دین کفیل کا ثوبل تا وقت ادائے ہے تو جب بعد ہجرت سبب ادائے دین میں اصل مہلت کرے گا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اس کا مالک ہو جائے گا لہذا اصل اس کو پھیر نہیں لے سکتا کذا فی شرح الوقایہ ولا یمل ہیمن الاداء لو کفیل بامرہ والامل لانه یمنہذ بیک الامتداد بمر وادقہ لمصنف

لکنہ قد قبلہ بایضا لفظ فلیمر وادقہ کچھ مل نہ کرے گا روکنا اصل کا اداسے دین سے اور اگر وہ ضامن ہو اصل کے امر سے اور الرضات بامر اصل نہیں تو اس کا روکنا مل کرے گا اس واسطے کہ اصل اس وقت میں استرداد کا مالک ہے کذا فی البحر اور ثابت دیکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں لیکن شرح مذکور میں قبل اس کے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اس کے مخالف ہے تو اس کی تحریر کرنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو ابجائے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہ رہی فان ربح الکفیل طالب

لہ لانہ نما ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضا وطلو علی وجہ الرسالۃ فلا تتحد امانۃ خلافا لثانی اور اگر مال مذکور میں کفیل کچھ نفع حاصل کرے گا تو اس کو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اس کے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بردہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بردہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اس کو حلال نہیں کیونکہ وہ مال خالص لانت ہے برخلاف ابو یوسف کے م قبض بطریق اقتضا کی یہ صحت ہے کہ اصل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر اصل نے بیان اقتضایا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضایا واقع ہوگا یہ جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا ذیہ ادا کرے خواہ اصل کذا فی الطحاوی وندب ردہ علی الملاصل اذا قضی الدین بنفسہ ودر فیما یتعین بالتعین کمنطہ لا یمال یتعین کمنقود غلایندب اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصل کو جب کہ اصل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الد اس دین میں پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جائے متعین کرنے سے چنانچہ گہروں نے اس دین میں جو تعین سے متعین نہ ہوتا ہو چنانچہ نقود تو وہاں روکنا مستحب نہیں ہم جامع صغیر میں استجاب رد کے واسطے ادائے اصل کی قید مذکور نہیں لیکن درر کی جہارت موہم ہے خلاص مقصود کے کذا فی الطحاوی وجہ استجاب کی یہ ہے کہ اس میں خست آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اس کے پھر وادینے پر جبر نہیں کر سکتا کذا فی النہر ووردہ ہل یطیب الملاصل الا شہد نعم طوفینا فتاہ اور اگر نقد مال کی منفعت کفیل اصل کو پھیر دے تو کیا اصل کو وہ حلال طیب ہے یا نہیں قول اشہد باحق یہ ہے کہ ان حلال طیب ہے اگرچہ اصل فنی ہو کذا فی الفتاویٰ امر الملاصل کفیلہ و بیع العینۃ ای بیع العین بالربح

لے بیع العین المستقر فی باطل لیقضى دینہ اخرہ کلمۃ الربوا جو مذکورہ مذموم شرعاً لایذی من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کی اصل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی چنانچہ اصل کا او حاد قائمہ لے کر تاجر چلنے والا اس کو ٹھن اول سے کم تر بیچ لے تا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خواروں نے

ایجاد کیا ہے اور بیع شرعی میں مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کے احسان میں روگردانی ہے م عینہ بکسر عین مہلہ عبارت ہے سلف سے اس کو بیع العینہ اس واسطے کہا کہ اس میں میلان ہے دین سے بیع العین کی طرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالمرح کی صورت یہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپے کو ادھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور پانچ روپے کا نقصان اٹھا دے اور بعضوں نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ عین خرید کرے زیادہ تر اس کی قیمت سے تا اس ثمن سے کم تر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعض اتنے ثمن کے لئے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کم تر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیوں کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس روپے کو خرید کیا اور دس روپے اس کو دیے محمود نے وہی دس روپے خالد کو دیے توسط شخص غیر اس واسطے فرض ہوتا خرید کرنا بائع کا کم تر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسی طرح بیع العینہ کی چند صورتیں اور بھی ہیں محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کے برابر ہے اس کو سود خواروں نے اختراع کیا ہے اور شارح اسلام نے اس کی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا ابتاعتم بالعینہ وابتعتم اذتاب البقر للتم وظهر علیکم حدوکم یعنی جب تم خرید و فروخت بطریق بیع العینہ کے کرو گے اور بیوں کے دموں کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہوں گے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جس کو دافع اخراج کرتا ہے اگر اس نے ایسی صورت کی بیع کی جس میں وہ چیز سب یا بعض دافع کی طرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت میں اور چنانچہ یہ صورت کہ پندرہ روپے قرض دیے تھے پھر لیے اس کے ہاتھ دس روپے کا کپڑا پندرہ روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض میرے تھے پھر لیے تو دافع سے خارج نہ ہوئے مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اس میں سے بعض پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیع اس کی طرف راجع نہ ہوئی تو اس بیع میں کراہت نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے شیخ الاسلام مفتی ابوسعود نے کہا کہ جو فتح القدیر میں مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہے اس طرح پر کہ قول محمد کراہت بیع العینہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کی طرف کل یا بعض عین پھر آوے اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کی طرف کچھ عود نہ کرے اسی طرح حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہے جس پر محمد کا قول محمول ہوا تو اب وہ شبہ ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیوں کرتا قائل ہوئے باوجود اس حدیث کے جو کہ مفتی سے مذمت کی والداعلم کذا فی الطحاوی م فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جب دافع کی طرف وہ عین جو اس کے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کرے گی تو وہ بیع مسمیٰ بیع العینہ نہ ہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مسترحمہ سے نہ مطلق عین سے والا بر بیع بیع العینہ ہو جائے ففعل الکفیل ذلک فالبیع للکفیل و زیادة الرزح علیہ لانه العاقد ولا شیء علی الامر لانه اما ضمان الخسران او تکیل بمجہول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسائی کیا یعنی بموجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو مبیع مذکور کفیل کے واسطے ہے اور زیادتی منفعت جو تاجر کو حاصل ہوئی اس کی مضرت کفیل ہی کو ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اس بیع کا اور اور کچھ لازم نہیں اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہے نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہے م خلاصہ یہ ہے کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہے ضمان خسران اس واسطے باطل ہے کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہیں تو اگر بائع بازار میں کسے مشتری سے کہ جو نقصان تجھ کو لاحق ہوا ۱۵ یعنی دس روپیہ کو بیچ کر اپنی ضرورت رفع کرے اور بعدہ پندرہ روپیہ اصیل مالک کو بیچا دے ۱۲ من جلد ان کے ایک یہ کہ جس قدر لینے والا روپیہ طلب کرے اس قدر کو ایک رومال میں رکھ کر دینے والا کہے کہ میں تیرے ہاتھ اس کو بیچتا ہوں اور دام اس کے مطلوب روپوں سے دو چار زیادہ بتا دے اور لینے والا اس روٹی کو خرید کرے اور پھر دینے والے کو قول کے بموجب بعد چندے دام دام ادا کرے ۱۲

وہ مجھ پر ہے یا غلام کے خریدار کے کہہ کر اگر تیرا غلام بھاگ گیا تو وہ مجھ پر ہے تو جہانز نہیں دکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہے کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہیں کفیل من بجل بما قاب لها و ما قضی له علیہ او بما الزم له عیادة الدین لم یضیر ولا البذایہ و بذامان ارید بہ المستقبل کقولہ اطلال اللہ قبلک ضامن ہوا ایک مرد کی طرف سے اس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہو اس مرد پر یعنی امیل پر یا اس مال کا ضامن ہوا جس کا قاضی اس پر حکم کرے یا جو مال کماں کو لازم ہو مرد کی عبادت میں لفظ لازم بدون ضمیر کے ہے اور دایہ میں ہے کہ یہ یعنی لفظ ذاب اور قضی ماضی سے اور مرد اس سے مستقبل ہے چنانچہ اطلال اللہ بقاء کی میں فغاب الاصل فبرہن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصل کذا لم یقبل برأۃ حتی یخضر الغائب فیقضی علیہ فلیزمہ تبعاً لا اصل یہ ضمانات مذکور کے بعد امیل غائب ہو اسو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا امیل پرانا مال ہے تو گواہی اس کی مقبول نہ ہوگی جب تک کہ امیل غائب حاضر نہ ہو پھر جب وہ آوے گا تو اس پر مال مذکورہ کا حکم دیا جائے گا پھر ضامن پر مال دینا لازم آوے گا یا بتلاع اصل م و جاس کی ہے کہ کفیل نے اس مال کا التزام کیا جو اس پر قاضی ضمان مستقبل میں حکم کرے یا جو امیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آئندہ میں تو یہ ضمانت ہے اس مال کی جو امیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ اس نے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہیں تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہیں کذا فی الخطاوی عن الاتقانی وان برہن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال و ہوا ی الحاکم کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے گواہی ثابت کیا کہ اس کا زید غائب پرانا مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن سے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائے گا و لو زاد بامروہ قضی علیہا فلکفیل الرجوع لان مکفول بہ بنام مال مطلق فاکن اثبات بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہے غائب کا اس کے اسرے تو ضامن اور زید غائب دونوں پر مال کا حکم کیا جائے گا تو اب ضامن کو مال کا بھرنی امیل غائب سے جائز ہے اس واسطے گواہی مسموع ہوتی کہ مکفول بہ یہاں یعنی مسئلہ ثانیہ میں مال مطلق ہے تو اس کا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے م گواہی یہاں مقبول ہوتی نہ مسئلہ مقدمہ میں اس واسطے کہ وہاں مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہ ہوتی اور یہاں مکفول بہ مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوتی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہے دعوی نے کہا کہ اگر میرے قضا علی ملک ہے مگر یہ کہ یہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شئی ضمانت ثابت ہوتی ہے اور قصداً ثابت نہیں ہوتی کذا فی الخطاوی و ذہ جلد اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ثانیہ جلد سے اثبات دین کا غائب پر یعنی بعض کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہے و لو خاف الطالب موت الشہد توافع مع حل ویدی علیہ مثل ذہ الکفالة فیقر الرجل بالکفالة ویکر للدين فیبرہن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصل ثم برأ الکفیل فیبقى المال علی الغائب و کذا الخوالہ و تمامہ فی الفتح والحوار اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجع سے ڈرے تو موافقت کر کے کسی مرد کے ساتھ اور اس پر اسی طرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کئے تو دارالقضاء میں ضامن اور امیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائے گا پھر مدعی ضامن کو ہر ہی الذمہ کر دے تو غائب پر مال باقی رہے گا اور اسی طرح کفالت کے مانند حوالہ ہے اور پورا مال اس کا فسخ القدر اور نحر الرائق میں ہے کفالت بالذمہ کہ تسلیم منہ لمبیع کفالت بالذمہ کہ تسلیم ہے واسطے مبیع کے جانب کفیل سے م یعنی جس نے ثمن کی ضمانت کی وہ مبیع استحقاق مبیع اس نے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اس سکریہ دعوی کرے گا کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اس کا سبوتا نہ ہو گا کیونکہ اقدام علی الکفالة ملک بائع کا اقرار ہے اس کے مبیع کے وقت

تو بعد اس کے اپنے ملک کا دعویٰ صحیح نہیں کذا فی الطحاوی کشفۃ فلا دعویٰ لہ مانند شفعہ کے پھر اس کا دعویٰ نہیں یعنی کفالت بالدراک تسلیم سے شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفعہ ہو ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اس کو بیچے اور شفعہ در صورت استحقاق بیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعویٰ کرنا بعد ضمانت مذکور صحیح نہیں لکھتے شہادتہ فی ملک کتب فیہ بارع ملکہ او بارع بیعانا فذبا باقانا تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اس کا عذر جس میں یہ لکھا ہے کہ بائع نے اپنے ملک سچا یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی کما لو شہد بالبیع عند الحاکم قضی بہا اولاً چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو ہم دعویٰ نے نقل کیا کہ گواہی دنیا لفاذ بیع کا اقرار ہے باتفاق روایات لایکون تسلیم کتب شہادتہ فی ملک بیع مطلق عماد کمر تسلیم نہ ہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ میں جو مطلق ہے قیود مذکورہ سے قیود مذکورہ سے وہ مراد ہے جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیع نامے میں نہ ہوں تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہ ہوگی بلکہ دعویٰ ملکیت شاید بعد اس کے مسموع ہوگا کیونکہ اس میں وہ بات نہیں جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے اس واسطے کہ بیع کا ہے غیر ملک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اس واسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے بعد اس کے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اس میں مصلحت معلوم ہو تو اس کو جائز رکھے کذا فی الطحاوی او کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانه مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہیں کیونکہ یہ مجرد اخبار ہے تو کچھ تناقض نہیں یعنی دعویٰ ملک شاید مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع میں مشروط نہیں اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اس واسطے کہ بیع کا ہے ملک سے صادر ہوتی ہے گاہے غیر ملک سے کذا فی النہر ولم یدکر الختم لانه وقع اتفاقا باعتبار عادتهم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ میں مذکور ہے اس واسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادات قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زبان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کر دیتے تھے تالیف اور تزیین سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہ ہو قال الکفیل ضمنہ لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانه ینکر المطالبة ضامن نے کہا کہ میں اس کا بچہ سے ضامن ہوا ہوں ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے و عکسہ اسی الحکم المذكور فی قولہ لک علی ماتہ الی شہر مثلاً اذا قال الآخر ہو المقر حالہ لان المقر ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول میں کہ تیرے مجھ پر سو میں ایک مہینے کی مدت تک مثلاً جب کہ دوسرے شخص یعنی مقر نے کہا کہ سو حال میں نہ مؤجل اس واسطے کہ مقر مدت کا منکر ہے والجلہ لمن علیہ دین مؤجل و خاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول ابو حال او مؤجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جس پر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اس کا جیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھ پر حال ہے یا مؤجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہے تو دیون اس کا انکار کرے اور اس انکار میں اس پر کچھ حرج نہیں کذا فی الزیلعی م خوف کذب در صورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے سے انکار حلول میں اس واسطے حرج نہیں کہ وہ اس میں صادق ہے ولا یؤخذ ضامن الدراک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ مجرد الاستحقاق لا یتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ما غوذ نہیں ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر لکھے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اس واسطے ضامن ما غوذ نہیں ہوتا کہ مجرد استحقاق کے مستحق نہیں ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع میں مذکور ہو چکا و صحیح ضامن الخراج ای الموظف فی کل سنۃ و ہوا یجب علیہ فی الذمۃ بقیر قولہ والرمین یہ اذ الرین بخرائج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلق فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایک ہا ہوتا

سے خراج موقوف وہ ہے جو لشکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موقوف کی مصنف کے اس قول کے قرینے سے لگائی اور صحیح سے بواسطہ خراج کے رہن لینا اس واسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر برخلات اطلاق بحر الرائق کے مخرجات موقوف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہے کہ موقوف وہ ہے جس کا مطالبہن جہہ العباد ہو تو موقوف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہونے میں بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہاں تک کہ اگر کھیتی تلت ہو جائے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہیں اور کفالت ایسا غیر مضمون کی جائز نہیں اور صاحب بحر لے اطلاق اور تفسیر دونوں نقل کیے ہیں تو اس پر کچھ اعتراض وارد نہیں کذا فی الطحاوی مخصراً و تجویز الزیلعی الرمن فی کل ما تجوز بہ الکفالة بجامع التوقیف منقوض بالدک لہذا الکفالة بہ دون الرمن اور جواز رہن کہنا زلیلعی کا ہر ایک اس چیز میں جس کی کفالت جائز ہے بواسطہ جامع توقیف کے منقوض ہے دیکھ سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدک کے نہ رہن بالدک کے مخرج جامع توقیف یعنی حصول وثوق کفالت رہن میں یکساں ہے طحاوی نے کہا نقص مذکور صاحب بحر سے اور متاخرین مصنفین اس کے تابع ہیں حموی نے کہا جواب دیا ہے کہ فقہاء کے قضایا اعلیہ میں نہ کلیہ اودان کو کلیہ جو کہتے ہیں تو باغیضی کہ داخل تحت شئی نہیں ہیں نہ بای معنی کہ ہر فرد پر منطبق ہیں و کذا النواثب اور اسی طرح نواثب کی ضمانت صحیح ہے م نواثب جمع ہے ناثب کی بمعنی مصیبت و حادثہ یہاں مراد وہ مال ہے جس کو حاکم لوگوں پر مقرر کرے نہہر الفائق میں ہے کہ نواثب دو قسم ہیں واجبی اور غیر واجبی نواثب واجبی جیسے نہہر مشترک کا صاف کرانا جس سے سب خلق کو فائدہ ہے اور جو کیدار حملہ کی اجرت اور جوال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیوں کے چھوڑانے کے واسطے معین کرے و در صورت کہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نواثب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مال دار پر واجب ہیں اس واسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اس امر میں جس میں مصلحت ہے مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال میں کچھ مال نہ ہو دوسری قسم نواثب غیر واجبی چنانچہ جلیات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں پر نا حق مقرر ہو گئے ہیں ان کی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن ایضاً الامصار میں صحت کفالت پر فتویٰ ہے انتہی ملخصاً ولولہ غیر حق کجایات رہا نا فانما فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حق لو اخذت من الاکارفہ الرجوع علی مالک الارض و علیہ الفتویٰ صمد الشریعہ و اقربہ المصنف و ابن الکمال کفالت نواثب کی صحیح ہے اگر نواثب غیر واجبی اور نا حق بول چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہن دیون کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر مزادع سے بابت زمین کے نافع مال حاکم لے تو مزادع کو مالک زمین سے اس کا بھر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاً الامصار میں اس کو مسلم رکھا ہے م و ہذا و متفق ہیں سے کہ اس کو معلوم کرنا چاہیے اس پر فتویٰ دینا نہ چاہیے فتح القدیر میں ہے کہ جلیات موقوفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاؤں و فساد کے اندر و زنی اور رنگ ریز و فیرہ ہم پر بطور مانا نہ یا یومیہ یا سہا ہی سلطان کے واسطے مقرر ہو انہا میں سے کہ مصیبت کہہ لئے کس سے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اس کی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحاوی و قیدہ خمس الاثمہ بما اذا امر بہ طاعناً فلو کمرانی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکل اور خمس الاثمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب اس کو اس کا امر کرے بخوشی سو اگر اس پر زبردستی ہوگی امر کرے نہیں تو اس کا امر بالرجوع معتبر ہوگا ذکر کیا ہے اس کو اکل نے علیہ میں م یہ کلام مرتبط سے محذوف ہے جس کے حذف کرنے سے مطلب میں صلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منہ الغفار میں ہے کہ جو غیر کے نائب کو اس کے امر سے ادا کرے تو اس سے بھر لے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ علیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دی اس کے امر سے ادا کیا اور غایہ میں ہے کہ خمس الاثمہ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے

ان میں سے ان کے غرض کی طرف رجوع ہونا باطل ہے ۱۱

جب کہ اس کا یعنی اولیٰ دین کا امر اگر اس سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اس کا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحاوی وقالوا من قام
بمذنبہا بالعدل اجر علیہ فلا یفسق حیث عدل و ہونا اور علماء نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جہایات میں قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین
از روئے انصاف کے ہو وہ ما جور ہے یعنی ثواب پاوے گا اور اس قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہرے گا جب کہ وہ عدل کرے اور
ایسا شخص نا دور الوجود ہے کذا فی النہر فی وکالة البرازیة قال لرحل خلعنی من مصادرة الولی او قال الاسیر ذک فخلعه رجوع بلا شرط علی الصیح قلن
ونہ تقع فی دیارنا کثیرا و ہوان الصولبا شی میسک رجلا ویسحبہ فمیقول للآخر خلعنی فیخلعه بمبلغ فینفذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بحرق الامر قد بر
کذا یخط المصنف علی حاشیہا فلیحفظ اور برازیہ کی کتاب الوکالة میں ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھ کو چھوڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسی طرح
کہا سو اس نے چھوڑا یا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے بھر لے بلا شرط رجوع بنا بر صیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ
ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صولبا شی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اس کو قید کرتا ہے تو وہ مجبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھ کو
چھوڑا لے سو وہ اس کو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیگر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور بھر لے مجبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ مجبور اس کے امر کرنے کے
سوتال کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ برازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای التصدیب من النابۃ وقیل ہی النابۃ
الموظفة وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالكفالة بہا صحیحۃ صدر الشرعیۃ اور ضمانت قسمت یعنی نابۃ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت
عبارت ہے نابۃ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوائے اس کے تفسیر کی ہے اور جو کچھ قسمت سے مراد ہو سو اس کی ضمانت صحیح ہے کذا
فی شرح الوقایہ م قسمت تبفسیر مصدر سے بمعنی مقسوم نابۃ موظفہ سے نابۃ مرتبہ مراد ہے جو براہ یا سہ ماہی میں مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت
یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کر لیں پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اس کا کوئی ضامن ہو اور بعضوں نے یوں تفسیر
کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نہ مانے پھر اس کا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اس پر قسمت واجب ہے کذا
فی الطحاوی قال رجل لا تحراسلک بذال طریق فانه امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اس وا
کہ اس راہ میں خوف نہیں یا امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اس کا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہیں ولو قال ان کان محوقا واخذ
مالک فانا ضامن والمسئلة بحالہا صحت اور اگر یوں بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو میں ضامن ہوں اور یہ مسئلہ بدستور
مسئلہ سابقہ سے یعنی بموجب اس کے کہنے کے وہ شخص اس راہ میں گیا اور اس کا مال چھین گیا تو وہ شخص ضامن دے گا رندا اور علی مقدمہ بقولہ و
لا تصح بحالہ الکفول عنه کافی الشر بنالۃ یہ اعتراض وارد ہے مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہیں مکفول عنه کی بہالت سے کذا فی الشر
بنالۃ م میاں صحت زبان صحت کفالت کی جہت سے نہیں تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اس وجہ سے ہے کہ قائل نے دھوکا دیا اور فریب رجوع کا
موجب ہے اگر بشرط ہو چنانچہ اشباہ کی آئینہ عبارت میں سے کذا فی الطحاوی عن ابی المسعود والاصل ان الغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل
الغرور فی ضمن المعاوضة او ضمن الغارضة السلامة للمغور و لہذا در تمامہ فی الاشباہ و مر فی المراجعة اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کھانے والا
فریب دینے والے سے اسی صورت میں رجوع کرتا ہے جب کہ فریب در ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب
کھانے والے سے بھراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے اور باب المراجعة میں مذکور ہو چکا م عقد معاوضہ و احتراز
سے عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن میں مذکور ہے اس واسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہے کہ وہ اس کے
مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا فروع مسائل لمحہ شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالة فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان

کفالت کا ہے یعنی کفالت کہنا مذہب سے نہ ضامن آفاق کے مانند تکفیل منع الاصل میں سفر کو کفالت حالہ لیمقلہ منہا با واد او ابرار مال ضامن کو روکنا اصل کا سفر سے جائز ہے اگر اس کی کفالت فی الحال کی ہو نہ موجب تا اصل ضامن کو ضمانت سے خلاص کسیے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے م تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجب میں روکنا اس کو جائز نہیں اگر ضامن چاہے اس کے ساتھ بار سے تا حصول مدت و فی تکفیل بالنفس یہ وہ الیہ کافی الصغریٰ کا لو بامرہ اور تکفیل بالنفس میں تو یہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصل کو پھر لاوے اس کے پاس کافی الصغریٰ یعنی اگر حاضر ضامن اصل کے امر سے موافق ہو تو غیرہ بواجب بامرہ جمع بادفع وان لم یشرطہ کالامر بالانفاق نحو بقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بموہب من مہبتہ و باطعام من کفارتہ و باو اد زکوٰۃ مالہ و بان یہب فلا منی الفاجو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اس کے کئے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اس کو اس غیر سے بھرے اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اس کے اولیٰ دین کے امر میں مگر چار مسئلوں میں رجوع مال نہیں ۱۔ بیلا مسئلہ یہ کہ غیر شخص امر کیا اپنے مہ کے عوض دینے کا ۲۔ امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳۔ امر کیا اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا ۴۔ امر کیا کہ قتلنے شخص کو میری طرف ہزار مہ کرے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال مہ کیا پھر مہوب نے دوسرے شخص سے کہا کہ واجب کو اپنے مال سے اس کے مہ کا عوض دے سو اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ شخص امر سے رجوع مال نہ کرے مگر بشرط رجوع اتہی اور استثناء بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا مہوب پر واجب نہیں فی کل موضع یکک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلہ ملک مال فان الامور یرجع بلا شرط والافلا و تمامہ فی وکالۃ السراج واکل فی اشیاء جہاں کہیں کہ وہ شخص جس کو مال دیا گیا وہ اس مال کا ملک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور امر سے اپنا مال بھرے گا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہیں تو رجوع نہیں اور پورا بیان اس کا سراج کی کتاب الوکالہ میں ہے اور یہ سب فروع مذکور اشیاء سے منقول ہیں م مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بالغ ثمن کا مالک سے بمقابلہ مملوک جو نے بیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور اگر مامور اپنا مال بھرے گا مشتری اور اسی طرح اگر قاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلہ لاکسی سے دلاوے تو صحیح ہے کیونکہ مفسوب منہ مالک ہو تا ہے بدل کا بمقابلہ مفسوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہیں چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہاں مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہیں تو مامور کو یہاں اپنا مال بھر لینا امر سے جائز نہیں الا بشرط رجوع کذا فی الطحاوی و فی الملتقط الکفیل للتملک بالباصل الزوہد من الدین لا لبرائتہ النکاح بینہا اور مقتضی میں ہے کہ جو ضامن سے متعلقہ کے اس مال کا جو اس کے زوجہ پر دین ہے وہ بری الذمہ نہیں ہوتا ضمانت سے دونوں میں نیا نکاح ہو جانے سے م ضرورت اس کی ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوجہ پر اس کا دین ہے جو اس نکاح کے تعلقات سے نہیں سو اس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوج کی طرف سے پھر عورت اور مومن عقیدہ ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ نجد نکاح متعالین مستقط کفالت مذکور نہیں ثوب غاب عن حلال الا ضمان علیہ کیرا غائب ہو گیا دلال سے تو اس پر تاوان نہیں م اس واسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہے تو وہ مابین ظہر اور امین پر ضمان نہیں مگر قصدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد سام و التقت علی اثنی خلیہ قیترہ الثوب اور اگر کیرا غائب ہو گیا دوکان دار سے اور حالانکہ اس نے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور عکاس دار ثمن پر متفق ہو گئے تھے تو دوکان دار پر قیمت کیرے کی واجب ہوگی۔ ولو طاف بہ الدلال ثم وضع فی حانوت فہک منہم بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانہ موصی الموصی اور اگر دلال کیرے کو لے پھر پھر اس کو دوکان میں رکھ دیا سو کیرا مائع ہو گیا تو وہاں ضمان دے گا بالاتفاق اور دوکان دار پر تاوان نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ ضمانت دار کا امانت دار ہے م دلال پر اس واسطے ضمان ہوا کہ اس

نے بلا اذن مالک کیوں دوکان پر کھڑا رکھ دیا تو تعدی اس کی ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال ردوت علی الذی اخذت منہ بری مشہور دلال ہے جس کے ہاتھ میں کپڑا ہے جس کا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا میں نے کپڑا پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ سے ولو قال طالب غری فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرة منه یجب اجر المثل لایزاد علی عشرة الملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دیون فلا نے شہر میں ہے جس وقت کہ تو میرا مال اس سے لے گا تو تیرے واسطے دین درم یا دینا ہیں اس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہ ہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار التمثیل بالباع باطل لانه وکیل بالاجرو ذکر وان الوکیل لا یصح ضمانه لانه یصیر عاملا لنفسه فلیجر شارح کہتا ہے اور میں نے اس کا فتویٰ دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضمان ہونا من کا بائع ہے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل سے اور فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جائے تو اس کی تحریر کرنا چاہیے م عامل لنفسه اس واسطے ٹھہرتا ہے کہ قبضہ من کی دلالت اسی کے واسطے ہے اور ضمان غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جس کے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اس کے مالک کو تباہی چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکا فائدہ ذکر الطرسوسی فی مولف لہ ان مصادرة السلطان لارباب الاموال لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلابان عمر رضی اللہ عنہ صادر باہریرۃ انتہی وذلک حین استعمل علی البحرین ثم عزله واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہے جس کو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مال داروں سے جائز نہیں مگر بیت المال کے عاملوں سے بایں استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اس وقت ہوا تھا جب کہ فاروق اعظم نے ان کو بحرین کا عامل کیا تھا پھر ان کو معزول کیا اور بارہ ہزار ان سے لیے پھر ان کو عاملی کے واسطے بلایا سو انھوں نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہے م سیوطی نے تفسیر و منشور میں سورہ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر میں پسند حاکم و ابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بحرین کا عامل کیا پھر مجھ کو معزول کیا اور دس ہزار روپے مجھ سے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجھ کو بلایا میں نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیوں انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تم سے تو میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اوپر پوتے نبی کے اوپر پوتے نبی کے اوپر تو امیہ کا بیٹا ہوں ڈرتا ہوں کہ بے علی سے کچھ کلام کروں اور بے علی سے کچھ فتویٰ دوں اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاو کذا فی الطحاوی واداء لعمال بیت المال خدمتہ الذین یحبون اموالہ من ذلک کتبہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم و یحق بہم کتبہ الا وفاق و نظارہ اذا توسعوا و تعاطوا انواع اللہ و بنوا الاماکن فلیحکم اخذ اموالہم منہم و عزلہم فان عرف خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ والا و صنعہ فی بیت المال نہرو بجر اور طوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے میں جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہیں اور من جملہ ان کے منشی اور متصدی ہیں بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشائش اور بہتایت مال میں ظاہر کریں اس واسطے کہ توسع ان کی خیانت کی کی دلیل ہے اور انھیں کے ساتھ متصدیان اوقات کے ناظر ملحق ہیں جب کہ وہ کشائش اور فضول خرچی کریں اور انواع لہو لعب میں مشغول ہوں اور عمارت و دیار بنا دیں تو حاکم کو ان کے مال ان سے چھین لینا اور ان کا معزول کرنا جائز ہے سو اگر ان کی خیانت کسی وقف مخصوص میں معلوم ہو جائے تو اس مال کو اسی وقف میں داخل کرے اور نہیں تو بیت المال میں رکھے کذا فی النہر والبحر سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس قسم کا ہے جس کو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اس کا فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ یہ فتویٰ ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اس واسطے کہ اگر مترجم اول نے طالب کو فاعل قال قرار سے کر لیا ہے اگر اس کو یہ صیغہ امر مطالبہ سے قرار دیا جائے اور قال کا فاعل ضمیر مترجم ہے تو زیادہ چسپاں ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ میرے مدیون سے فلا نے شہر میں مطالبہ کر لیا

ہمارے لائے کے حاکم کو اس کا فتویٰ دیا جائے تو وہ مال مذکور کے امول کو چھین لیں نہ اوقات میں ان اموال کو داخل کریں نہ بیت المال میں بلکہ ان کو ٹالائی اس میں صرف کریں یعنی اپنی خواہش نفسانی میں تو اس کو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحاوی فی التکفیل کو کفل الحال موجد تاخر من الاصل ولوقر ضلالت الدین واحد قلت وقد مننا انما جلد تاویل القرض او تخفیف میں ہے کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کر کے تو مقابلہ ہو کر جو جائے گا اصل سے اگرچہ دین قرض ہو اس واسطے کہ دین تو ایک ہی ہے میں کتابوں اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ کفالت موجد تاویل قرض کا یہ ہے۔ دیکھی ان للدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للذاتی منعد لکن یسافر معہ فاذا اجل منه لیوفیہ اور اوسے گا کہ دیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اس کا روکنا درست نہیں لیکن صاحب دین اس کے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہو چکے تو اس کو سفر سے روکے تا وہ ادا کرے دین کو اس سے ہم منتفی ہیں کہ وہ صورت ارادۃ سفر دیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین موجد ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر دیون ادا کرے دین میں مال بال کرتا ہو تو ضامن نے اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحاوی واسمہ ابو یوسفؒ اخذ کیفیل شہر الامراة طلبت کیفیلاً بالنفقة لسفر الزوج وعلیہ الفتویٰ اور ابو یوسف نے بطور استحسان جائز رکھا ہے ایک مینے کا ضامن دینا اس صورت کے واسطے جس نے اپنے نان و نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس اس کی کفالت صحیح نہیں کیونکہ نفقہ دین صحیح نہیں۔ وقاس علیہ فی المیط بقیۃ الدیون لکن مع الفارق کافی شرح الوہابیۃ للشرنبلالی اور محیط میں کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہابیہ میں ہے ہم یعنی صاحب محیط نے بقیہ دین موجد کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اس کے لئے جائز ہے بسبب سفر کرنے دیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دیون قوی تر ہیں نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گزر جانے اور موت دیون سے ساقط نہیں ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ ہر منتفی ہیں تجویز تکفیل دیون مسافر معہ ہے اگرچہ دین موجد ہو اور بلا شک صاحب محیط کی ترجیح میں لوگوں کو آسانی ہے کذا فی الطحاوی لکن فی المنظومۃ المجتبیۃ سے لوقال یثنی مرادہ السفر و داخل الدین علیہ ما استقر و طلب التکفیل قالوا لیرم و علیہ اعطاء کیفیل بعلم و لیکن منظومۃ مجتبیہ میں ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے دیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اس پر منوز مستقر نہیں اور اس نے تکفیل کی طلب کی تو فقہاء نے کہا کہ اس کو ضامن کا دینا لازم ہے وہ تکفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اس واسطے کہ تکفیل مجہول لائق اعتنا نہیں ہے۔ لویس التکفیل قالوا اجازلہ و اذا انا د جس من قد کفله و لا یعد کان لاجلہ و جس علیہما زہ بفعله و اگر ضامن مجبوس ہو تو عطا کرنے کہا کہ جب وہ جس اصل کا ارادہ کرے تو اس کو جائز ہے کیونکہ ضامن کی مجبوسی اسی کے واسطے ہوئی ہے تو چاہے کہ وہ اس کو بلا دے اپنے فعل سے ہے۔ تم تکفیل ان بیت قبل الابل و فک ان الدین فی الحال حل و علیہ قالوا رث ان اداہ لم یرجع بہ من قبل ما لای جیل تم و پھر اگر ضامن مر جائے قبل مدت کے تو بے شک اس حالت میں دین فی الحال اس پر واجب الا و ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اس کو ادا کرے تو اصل سے نہ بھرے قبل تمام ہونے مدت کے ہم اصل میں یوں تھا کہ لم یرجع من قبل ما تم الابل ما مصدر یہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضوں کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحاوی

باب کفالت الرجلین ایہا ہے وہ مردوں کے ضامن ہونے کا ہونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مغوا اس کو شروع کیا دین علیہما لا یخرایا بشرط انہما ہما و کفیل کل عن صاحبہ لہم جاز فلم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ ناذا علی النصف

لرجحان جہۃ الاصلۃ علی النیابۃ دین ہے دو شخصوں پر دوسرے آدمی کا اس طرح پرکہ دونوں نے اس سے ایک غلام سو روپے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر دین اپنے ساتھی کا اس کے امر سے تو جائز ہے اور نہ بھرے اپنے شریک سے مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین سے دوسرے مطالبہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ دونوں دین صفت اور سبب میں برابر ہوں اگر صفت مختلف ہو اس طرح پرکہ ایک شخص پر دین موکل اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کرے گا تو اس کی تعیین اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اور اس سے بھرنے اور اس کے بالعکس میں رجوع نہیں اور سبب مختلف ہو اس طرح پرکہ ایک پر قرض ہوا اور دوسرے پر مٹن مبیع تو تعیین مودی اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اس واسطے کہ دو شخص مختلف ہیں نیت معتبر ہے نہ شخص واحد میں اور دونوں کی کفالت اس واسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہو گا نہ دوسرا اور ضامن ادا کرے گا اور اپنے شریک کی جانب سے اس کو ٹھہرا دے گا تو اس کی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اس کے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی الطحاوی ولا نہ لورجع بنصفہ لادی الی الدور در اور اس واسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کرے گا تو دور کا موجب ہو گا کذا فی الدرر اس واسطے دور ہو گا کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اس کو شریک سے بھرنی جائز ہو گا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہو گا اس واسطے کہ اولے نائب یعنی اولے کفیل بامرا صیل مانند ادا کرنے اکیل کے ہے اور اگر اکیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسی طرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کرے گا دیرا کرنا چاہیے کہ یہاں حقیقت دور مراد نہیں کیونکہ وہ عبارت سے توقف الثمن علی نفسه سے ادا فی الحقیقت یہاں تسلسل فی الرجوعات لازم ہے و ان کفلا عن رجل لشیء بالتعاقب بان کان علی رجل دین فکفل عنه رجلا ن کلوا حد منہما بجمیع منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع و ہذہ القیود خالفت الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اس طرح پرکہ ایک مرد پر دین تھا سو اس کے دوسرے ضامن ہوئے ان میں سے ہر شخص جمیع دین کا علیہ علیحدہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلوں میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اس کے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلے سے جدا ہو گیا تعاقب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اکیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائے گا کیونکہ دونوں پر دین نصف نصف منقسم ہو گا تو اکیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اور جمیع دین کی کفالت اس واسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہو گا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائے گا فاداہ احد ہما رجع بنصفہ علی شریک لکون الکل کفالت ہنا سو دونوں شخصوں میں سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کرے گا اس کے نصف کو اپنے شریک سے بھرنے کا کیونکہ یہاں بالکل کفالت سے مگر جب بالکل کفالت ہونی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہاں ثابت نہ ہوا بخلاف مسئلہ اولی کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر اور رجحان ان شاء بالکل علی الاصل لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اکیل سے سب مال مودے بھرنے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اکیل کے امر سے وان ابرا الطالب احد ہما اخذ الطالب الکفیل الاثر لکلہ حکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کرے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اس کی کفالت کم چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اکیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اس سے صحیح ہے ولو افرق المفاوضان و علیہما دین اخذ الغرم ایضا منہما بالکل الدین لضمینہما الکفالتہ لکسر اور اگر دو شریک مفاوض میں افرق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین ان میں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنی ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ

کتاب الشریعہ میں مذکور ہو چکا کہ دستور مذکور ہے کہ فہم وہ ہے جس کا دین ہو اور جس پر دین ہو اگر کذا فی الطحاوی یعنی دین اور دیون دونوں کو غلام کہتے ہیں ولا رجوع فی صاحبہ حتی یؤدی اکثر من النصف لآخر رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نہ کرے چنانچہ مسئلہ اولیٰ کی طیل میں مذکور ہو چکا کہ وہ اصل ہے نصف میں اور کفیل ہے نصف باقی میں تو جو لوہا کرے گا وہ اس کے دین میں شمار ہوگا بہت اہمیت اصلت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو اسی قدر رجوع ہے کتاب عبدیہ کتابہ واحدة و کفل کل من العبدین عن صاحبہ صح استھانہ مولیٰ نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایک بار کی کتابت سے یعنی یوں کہا مثلاً کہ میں نے تم کو مکاتب کیا ایک ہزار درہم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے م بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہیں کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیہ علیہ صحیح نہیں تو در صورت اجتماع بطریق اولیٰ صحیح نہ ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تعین انسان کا حتی الامکان ذرا اچھا ہے اور شاریع کی رضامندی حق میں ثابت ہے کذا فی الطحاوی لمخصا و جینذہ فی ادی احدہما رجوع علی صاحبہ بنصفہ لاستواءہما اور اس وقت میں جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کرے گا اپنے ساتھی سے اس کا نصف مال بھرے گا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنی اصالت اور کفالت میں و لو اعتق المولیٰ احدہما والمسئلة کمالہا صح و اخذ ایا شاء منہما بحصۃ من لم لیقینہ المعتقد بالکفالة والاخر بالاصالة اور اگر مولیٰ نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور یہ مسئلہ بدستور سابق ہے تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولیٰ دونوں میں سے جس سے چاہے اس غلام کا حصہ جس کو اس نے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے باعث اصالت کے فلان اخذ المعتقد رجوع علی صاحبہ کفلا و ان خذ الاخر لا اصالة پھر اگر مولیٰ مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھرے بسبب اس کی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہیں کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے و اذا کفل شخص عن عبد مالاً موصوفاً بكونه لم یظہر فی حق مولیٰ بل فی حق بعد مقعہ کمال لزوم باقرار او استقراض او استہلاک و دلیعہ فہو ای المال المذكور حال وان لم یسیر ای المحلول لحملہ علی العبد و عدم مطالبہ لعسرۃ و الکفیل فی مفسر و یرجع بعد مقعہ لوبامہ ولو کفل موصلاً تا جمل کامر اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی طرف سے اس مال کا جس کا دین ہونا حق مولیٰ میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہے بعد اس کے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقرض یا استہلاک و دیعت سے تو وہ یعنی مال مذکور حال سے نہ موبل اگر یہ اس نے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حلال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال ظلم سے بسبب اس کی فقری اور تنگ دستی کے سے اور کفیل اس کا فقیر اور تنگ دست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور بھرے گا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت موبل کی ہو تو اس صورت میں مال موبل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا او علی شخص قبیۃ عبد فکفل بہ رجل فقات العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لہ بالایمان المضمونہ کامر دعوٰی کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سوا اس کا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اس کی تسلیم کے سو مدعی نے شہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اس کا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے اس کی قیمت بہ سبب جانتے ہوئے اچان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا کامر ایمان مضمونہ سے ایمان مضمونہ بنضہا مراد ہیں اور انھیں قابض پر عین واجب ہے اور بعد ہا کی عین نہ قیمت واجب ہے اسی طرح ضامن پر شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التخلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحاوی و لو ادی علی عبد مالاً فکفل بنفسہ ای نفس العبد بطل فقات العبد مدعی الکفیل کامر فی الحار اور اگر غلام پر مال کا دعوٰی کیا ہو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامن میں مذکور ہو چکا یعنی اس واسطے کہ

مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تخذ و تسلیم کے و لو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جائز لان الحق له اور اگر وہ وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدين نہیں ضامن ہوا اپنے مولیٰ کی طرف سے اس کے امر سے تو جائز ہے اس واسطے کہ حق ملکیت غلام مولیٰ کے واسطے ثابت ہے م ظاہر ا غلام میں لیاقت کفالت نہیں کیونکہ اہل بترع نہیں مانند صیغر کے مگر مولیٰ کے امر سے اس کی عدیم التصرفی زائل ہو گئی پھر حیب کہ غلام پر دین نہ ہو تو اس کی مالیت میں مولیٰ کا حق ہے لہذا مولیٰ کا اذن اس کے ضامن ہونے میں کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدين ہو گا تو اس کی کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحاوی فاذا اعتق فاداه او کفل سیدہ عنہ بامرہ فاداه و لو بعد عتقہ لم یرجع واحد منهما علی الآخر للعقاد غیر موجبہ للرجوع لان کلا منهما لا یتوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبتہ لبعده ذلک پھر حیب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اس نے مولیٰ کا دین ادا کیا یا مولیٰ غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اس کے امر سے پھر اس کا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولیٰ میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اس واسطے کہ ہر واحد غلام اور مولیٰ سے مستوجب دین نہیں دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بايجاب دین نہ ہوگی بعد اس کے یعنی بعد العقد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغه فاجاز الکفالت لم تکن الکفالت موجبتہ للرجوع لما قلناه چنانچہ اگر ضامن ہو ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہنچی سو اس نے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالت رجوع دین کے موجب نہ ہوگی اس دلیل سے جس کو ہم کہہ چکے یعنی العقد غیر موجب منقلب بايجاب رجوع نہیں ہوتا و قالوا فائدة کفالة المولی عن عبده وجوب مطالبته بالفاء الدین من سائر امواله اور علمائے کما کہ مولیٰ کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولیٰ ہے ادا دین کفالت کے واسطے اس کے پائی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولیٰ کا مملوک مال ہے اس سے ادا دین غلام کرے نہ غلام کو بیچ کر و فائدة کفالة العبد عن مولاه لعلقه ای الدین پر قبضہ و بذالم یثبت المصنف تنافی شرمہ اور غلام کے ضامن ہونے کے فائدہ اپنے مولیٰ کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اس کی گردن سے اور یہ یعنی فائدہ کفالت مولیٰ د کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شریعت میں بطور تنہا کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور شریعت اس کو داخل کیا ہے بطور تنہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم



کتاب الحوالہ

یہ کتاب ہے والد کے احکام میں ممانعت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں مقتدیاں التزام ہے اس دین کا جو میل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر کہ حال میں امیل کی بلعد کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لفظ حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح ہی لفظ متقل حوالہ لفت میں یعنی نقل اور زوال ہے وثرنا نقل الدین من ذمۃ ایل الی ذمۃ المتال علیہ اور اصطلاح شرع میں حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے میل کے ذمہ سے متال علیہ کے ذمہ کطرف دہل تو سب البراۃ من الدین الفتح نم فتح اور کیا حال عبارت دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہاں یعنی میل بری الذمہ ہو جاتا ہے دین سے کذا فی الفتح م ہی ذیل محبت اور تار خانہ میں کہ کسی قول پر فتویٰ ہے اس دلیل سے کہ اگر متال میل کو دین برہ کرے یا اس کو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں اور اگر دین اس کے ذمہ پر ہاں رہتا تو سب اور ابدی ہو تا کذا فی التہرالد یون میل والد ابن متال و متال لہ و محال و محال لہ ویزاد ناس و ہو حوالہ خ مد یون میل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دائن یعنی جس کا دین ہے وہ متال اور متال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچواں وہ لفظ حوالہ ہے کذا فی الفتح و من یقبلہا متال علیہ و محال علیہ فالفرق باصلہ و قد حذف من الاول والال محال ہے اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ متال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرنے والے میں فرق بواسطہ صمد کے ہے یعنی دائن میں نہ کا لفظ صمد ہے چنانچہ متال علیہ اور محال علیہ اور گاہے اول یعنی دائن سے صمد حذف ہوتا ہے اور مال محال ہے م تقدیر متال بصیغہ اسم فاعل مقول بکسر واو ہے اور متال بصیغہ اسم مفعول مقول بفتح واو ہے اور لفظ کے صمد کی متال اسم فاعل کے ساتھ کچھ ممانعت نہیں بلکہ محال علیہ کے ساتھ صمد ہے تو وہ متال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونوں میں فرق بصمد و عدم صمد ہے کذا فی الفتح تصویر لفظ مذکورہ بطریق تخیل یوں ہے کہ مشائیر کے برزورم خالد پر فرض میں سو خالد نے اپنے فرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی اپنا فرض اس پر اتارا اور اس سے دایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد میل ہے اور زاید متال اور متال لہ اور محال اور محال لہ اور محمود علیہ ہے اور محمود متال علیہ اور محال علیہ اور برزورم محال ہے فائدہ جلیلہ رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب میل سے اور قبول متال علیہ اور متال سے ایجاب اس طرح کہ میل کے کہ میں نے میرا حوالہ نہیں شخص پر کیا اتنے دم کا اور متال علیہ اور متال سے قبول اس طرح کہ ہر واحد کے میں نے قبول کیا یا میں رخصی ہوا یا مانند اس کے جو کہ قبول اور رد فایز دلالت کرے صاحب بدائع نے کسی طرح ہما سے اعلیٰ سے مریک ہے اور میل میں اصل اور طبع شرط ہے اور یہ شرط نفاذ ہے تو صیر مال کا حوالہ منقذ ہے اور اس کے وال کی ممانعت پر موقوف ہے اور عین میل کی شرط نہیں تو حوالہ بعد از دن اور بعد کلمہ ہے اور ضلے میل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکروہ ہو گا تو صحیح ہو گا اور صحت میل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور متال میں بھی عقل بعد طبع شرط نفاذ ہے تو صیر مال کا احتیال دلیلی اجازت پر موقوف ہو گا اور اگر متال علیہ میل سے زیادہ تر مال دار ہو اور بعد شرط نفاذ ہے تو احتیال مکروہ نیز صحیح ہے اور ہونا اس کا مجلس حوالہ میں شرط ہے تو اگر متال غائب ہو

سے مل گیا اس کے لیے " سے جس پر حوالہ کیا گیا "

مجلس سے اور سن کر جائز رکھنے کے حوالہ منعقد نہیں اور محال علیہ میں عقل اور بموجب شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ بامرحیل ہو اور اگر اس کا ولی اس کو جائز رکھے اس واسطے کہ بامر رضا ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ میں اور یہ شرط انعقاد ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جس کی کفالت صحیح نہیں اس کا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحاوی عن ابیہ والحوالۃ شرط لصحتہا رضی النکل بلا خلاف الا فی الاول وہاں محیل فلا یشترط علی المختار شریبنا لایمن الموہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سب کی بلا خلاف بشرط ہے مگر اول یعنی محیل میں سوا اس کی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہیں کذا فی الشریبنا لایمن الموہب ہم زیادات میں رضائے محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی مختال کی اس واسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ مختال کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی مثال مثول میں متفاوت ہوتے ہیں تو اس کی رضامندی ضروری ہے کہ اس کا ضرر لازم نہ آوے مختال علیہ کی نادر ہندگی سے اور رضامندی مختال علیہ کی اس واسطے شرط ہوئی کہ اس پر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور زوم دین نہیں ہوتا مگر اس کے التزام سے اگرچہ محال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضائے محیل اس واسطے شرط نہ ہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تعریف ہے مختال علیہ کا اپنی ذات کے حق میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اس میں اس کا فائدہ ہے کیونکہ مختال علیہ اس پر رجوع نہیں کر سکتا جب کہ حوالہ بامرحیل نہ ہو کذا فی المنہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مطل النبی ظلم اذا حیل احمد کم علی غنی فلیتھیل) یعنی مال دار کا مالانہ اور ادائے دین نہ کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو حوالہ کیا جائے مال دار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر واجب ہے اور حق ظاہر ہے کہ یہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرما کذا فی الفتح لمصنابل قال ابن الکمال انما شرطه القدوری لم یوجع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضائے محیل اسی واسطے شرط کی ہے کہ اس پر رجوع ہو تو کچھ اختلاف نہیں روایت میں ہم یہ توفیق بین القولین ہے یعنی شرائط رضا کا قول اس پر محمول ہے کہ مختال علیہ محیل پر رجوع نہیں کر سکتا مگر جب کہ حوالہ اس کی رضا سے ہو اور عدم شرائط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن استظهر الاکسل ان ابتداء الحاکم علی محیل شرط ضروریۃ دلالا اور اکسل نے عنایہ میں قول ظاہر اس کو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہے تو رضائے محیل ضروری شرط ہے اور نہیں تو شرط نہیں م یعنی اگر محیل کی جانب سے ہے تو اعمال ہے اور یہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہیں اور یہ روایت قدوری کا محل ہے اور اگر ابتدا اس کی محال علیہ کی جانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضائے محال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضائے محیل اور یہ روایت زیادات کا محل ہے اتنی خلاصۃ العناۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام میں معنی احالہ ہے اور زیادات کے کلام میں معنی احتیال ہے کذا فی الطحاوی عن الحموی واداد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط لا انعقاد بجر من البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہیں اس واسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر من البدائع ہم اور بعض نسخے میں قبولہا ہے یعنی قبول مختال اور مختال علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر مختال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اس کو خبر پہنچے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہ ہو گا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر من البدائع وینزل الشرط قبول المختال او ناظرہ ورضی الباقین لا حضور بہا و اقراء المصنف لیکن در رد و نیز ہما میں مختال یا اس کے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی تفصیلات کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور مختال علیہ کا اور ثابت رکھا اس کو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بزاز یہ اور خانہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو مناسبات باقی نہیں رہتی لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحاوی و نفع فی الدین

المعلوم لانی العین زادنی المہرۃ دانی الحقوق اتھی اوردوالہ مع ہے دین معلوم غیر مجبول میں زمین میں جو برہ میں زیادہ کیلئے اور نہ حوالہ مع ہے
 حقوق میں اتھی م میں میں اس واسطے حوالہ مع نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اس کا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف نہیں جو سکتا اور
 یہ دم صحت حوالہ مطلقہ میں ہے اور حوالہ مقیدہ میں تو حوالہ میں کا مع ہے کافی میں ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محال علیہ
 پر دلیل کا دین ہو یا اس کے پاس میں مجمل کا بطریق فصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ دلیل حوالہ کو مقیدہ برین یا مین نہ کہے چنانچہ
 اس شخص پر حوالہ کرے کہ جس پر تاس کا دین ہے اس کے پاس میں کا مین ہے کذالی المطاوی دہرف ان حوالہ الغازی بکفہ من غیمۃ موزۃ و الصبح اور
 جو برہ کی رعایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا قیمت موزہ سے مع نہیں م تو قیمت فیہ موزہ سے بطریق اولی حوالہ جائز نہ ہو گا کذوالہ المستحق
 بمعلومہ فی الوقف علی انظر انظر اور اس طرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف مع نہیں کذالی المنہر ثم قل بعد در تین و ہذا الحوالۃ المطلقہ ظاہر
 واما المقیدۃ لفظی بالمران لانی فیہ ناظر غیبی ان یصح کا حالہ علی الموضع و لا لانا مطابۃ اتھی و مقتضاء صحت بق العینۃ و عندی فیہ تردد پیر صاحب نے
 دو ورق کے بعد کہا اور یہ معنی دم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ میں ظاہر ہے یعنی اس واسطے کہ حوالہ مقصود پر یون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو بجز الراتی میں ہے
 کہ اگر مال ناظر کے پاس ہے تو لائق یوں ہے کہ حوالہ مع ہو چنانچہ حوالہ کرنا و دلیت رکھنے واسطے پر مع ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہیں تو حوالہ مع نہیں کیونکہ
 وہ مطالبہ ہے اور مطالبہ ناظر پر نہیں بدون مال کے اور مقتضائے بحث صاحب بر صحت حوالہ ہے بحق قیمت اور میرے نزدیک اس میں تردد ہے موطاوی
 نے کہا کہ مؤید صحت ثبوت ارث ہے یعنی قیمت موزہ میں فوری کے ورثہ اس کا حصہ بطور وارث ہاتے ہیں تو حکم اس کی قیمت میں منکد ہو گئی تو اب
 قیمت ودیعت کے مانند ہوئی صحت حوالہ میں و بری المیل من الدین و المطابۃ معینا بالقبول من المتال للموتۃ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے میل دین
 اور مطالبہ سہب سے بسبب قبول کرنے متال کے حوالہ کو م قبول مقید برأت موقف عدم ہاک ہے اور غامدہ برأت یہ ہے کہ اگر میل رجائے تو متال یا
 دین اس کے ترک سے نہیں لے سکتا لیکن میل کے ورثہ اور اس کے باب و دین سے فنا من سے اس خوف سے کہ مبادا اس کا حق ضائع ہو کذالی شرط
 الجمع اوسے قبول متال شرط برأت ہے اسی طرح قبول متال علیہ بھی شرط ہے کذالی لایمیر علیہ رجوع المتال علی المیل الا بالتوی باقتصر وید ہاک المال لان
 برأتہ مقیدۃ بسلامۃ مقہ تو قتال رجوع نہ کرے گا میل پر گر مال کی ہاک سے اس واسطے کہ میل کی برأت بسلامتی حق متال مقیدہ تو کی باف مقصودہ
 حدت ہے ہاک ہونے ال سے اور بعضوں نے اس کو مدودہ بھی کہا م بر وزن مصلی لغت میں معنی ہاک مال ہے اور اس کے اصطلاحی معنی کو مصنف
 اگے ذکر کرے گا صاحب برأت مقید بسلامت حق متال ہوئی تو معلوم ہوا کہ برأت استیفا ہے نہ برأت استیفاء پر جب استیفاء حق مقیدہ ہوا تو رجوع
 اصل مریون پر واجب ہوا و قیدہ فی المہربان لایکون المیل و بر المتال علیہ ثانیاً رجوع در صورت ہاک کو بجز الراتی میں اس طرح مقید کیا ہے نہیں وہی
 قتال علیہ نہ ہوا ہو دوسری بار م صاحب برونے کا کہ یہ قید اس واسطے لگاؤ کہ ذخیرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے دان کا نذر کیا دوسرے مرد پر پھر
 قتال علیہ نے اس کا حوالہ اس پر میں پر اصل دین ہے کیا تو قتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہاک کی ماں ہو گئی تو قتال علیہ اول پر محدود کرے گا اتنی فیما
 اس کا یوں ہے کہ ماد محدود کا دین ہے سو عامر نے دین محدود کا حوالہ کیا نہ پھر زید نے ملکہ پر حوالہ کیا تو وہ صحت ہاک مایہ مریون کا اما دویہ
 پر ہاک کی دہن پیر بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے دہر احد اور ان تکد الال میر الحوالۃ وکیلک ولا بیئہ لہ ای التال و دلیل او میوت التال علیہ مفسداً
 لیمیر مین و مین و کفیل و تالا بہا و بن افسداً لکم اور م یعنی ہاک احد الامریں سے ہوتی ہے کہ مال علیہ مقدم حوالہ کا انکار کرے اور قسم عاتے اور قتال
 احد میں کہ اسطے شہادت نہ ہو یا مال علیہ مفسد مہلے بدون مین اور دین اور کفیل احد مابین نے کہا ہاک ثابت ہوتی ہے دونوں امر مذکور
 سے اور اس طرح سے کہ مال علیہ کو ماک مفسد مٹا دے و لو اختلف فیہ ای فی مرتہ مفسداً و کذالی مرتہ قبل واد و بعدہ فالقول المتال مع یئینہ

علی العلم لیسک بالاصل وہو العسرة زعمی وقیل القول للمیل بمینیہ فتح اور اگر اختلاف کیا میل اور محال نے اس میں یعنی محال علیہ کے مفلس ہو کر مر جانے میں اور اسی طرح اس کی موت کے اختلاف میں قبل ادا اے دین اور بعد اس کے تو محال کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگ دستی ہے کذا فی الزعمی اور بعضوں کے نزدیک میل کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ ہم صورت اس کی یہ ہے کہ محال نے کہا کہ محال علیہ مفلس ہلا متروکہ مر گیا اور میل نے کہا کہ متروکہ چھوڑ کر مرا تو محال کا قول معتبر ہے اس طرح قسم کھا کر کے واللہ مجھ کو اس کا مال دار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر باتصال یمن علی العلم صحیح نہیں کیونکہ اس میں قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول میل کی یہ وجہ ہے کہ وہ خود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیہ للمیل بما ای بشل ما حال یہ مدعی قضاء دینہ بامرہ فقال المیل انما احدث بدین ثابت لی علیک لم یقبل قوله بل ضمن المیل مثل الدین للمحال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محال علیہ نے میل سے اس دین کے حوالہ کا جس کا میل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یوں مدعی ہو کر کہ اس کا دین ادا کیا اس کے امر سے ہو میل نے کہا کہ میں نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا میرے ادھر تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا بلکہ میل حوالہ دے گا محال علیہ کو بسبب منکر ہونے محال علیہ کے ہم یعنی میل مدعی دین ہے اور محال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول متبرہ ہوا اگر کوئی شبہ کرے کہ جب محال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ میل کا دین تھا اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا قبول الحوالہ لیس اقرار بالدين لصحابة و ذہ اور حوالہ قبول کہ نادین کا اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی دان قال المیل للمحال احدثک علی فلان بمعنى دلتک لتقبضه لی فقال المحتال بل احدثنی بدین لی علیک فالقول للمیل لانه منکر ولفظ الحوالہ یتضمن فی الکالہ اور اگر میل نے محال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلا نے یعنی تجھ کو دیکل کیا تاکہ دین میرے واسطے قبض کرے سو محال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھ پر ثابت ہے تو میل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محال مدعی دین ہے اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ حوالہ دکالت میں مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز ہم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ بمعنی دکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اس کا جواب یہ ہے کہ دکالت محلات لفظ سے ہے اس واسطے کہ حوالہ دکالت میں مستعمل ہوتا ہے مجاز کیونکہ دکالت میں نقل تعریف ہے مکمل سے طرف دیکل کے تو اس کا ارادہ کرنا جائز ہو تو میل کی تصدیق ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اس میں کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحاوی احوال ہما لہ عند زید حال کوزہ و ولیعہ بان اودع رجلا الفائم احوال ہما غریہ حوالہ کیا میل نے اپنے احوال کا جو زید کے پاس ہے درانما لیک وہ دولیت ہے اس طرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پیران کا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ہم دولیت سے امانت مراد ہے تو عاریت اس میں داخل ہوئی اور وہ عین متاجر ہے جس کی مدت اجارہ منتفی ہو گئی فان ہلکت الودیۃ ہری الموصع و ما دین علی المیل لان الحوالہ مقیدہ بما بخلاف المقیدۃ المنصوب فانہ لا یرا لان مثله فلفظ پھر اگر دولیت ہلاک ہو تو دولیت وار بری الذمہ ہوا گا حوالہ سے اور دین خود کرے گا میل پر اس واسطے کہ حوالہ مقید تھا دولیت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید منصوب ہے اس واسطے کہ ہلاک منصوب سے محال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل منصوب اس کے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر منصوب ہلاک ہو اس طرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو منصوب دولیت کے مانند ہو گا برأت میں کذا فی الطحاوی عن شرح العینی و نعم ایضا بدین خاص فصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہو گیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بدولیت اور دوسرا مقیدہ بمنصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تفصیل بدین خاص اس طرح پر کہ حوالہ کو قرض یا مانا اس کے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے دیکھا ان لا یمکن المیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعا للمیل مع ان المحتال اسوۃ لغراء المیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ میل محال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محال علیہ میل کو اس کے دینے کا مالک ہے باوجود کہ محال میل کے دین والوں کے ساتھ برابر ہے اس

کی صورت کے بعد ہم اپنی اگر میل سے ماقبل قبض کرنے مثال کے تو میں یا دین مال پر میل کے سبب ارباب دیون میں حصول کے موافق منقسم ہو گا کیونکہ وہ
میل کا مال ہے کہ اس پر کسی کا قبض ثابت نہیں کیونکہ مثال کا بھی وہ ملوک نہیں ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحاوی بخلاف الحوالۃ المطلقة کا بعد ضرر و غیرہ
بخلاف الحوالۃ المطلقة کے چنانچہ ظاہر و غیرہ نے اس کو مخرج بیان کیا ہے ہم یعنی حوالۃ مطلقہ کالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی میل مثال میں سے میں
یا دین کا مطالعہ کر سکتا ہے اور مثال میں میل کو دے سکتا ہے اور مثال میں میل سے مجموعہ کر سکتا ہے بعد ازاں کے اگر حوالہ اس کی صفائے ہو کذا فی الطحاوی
فتح القدیر میں ہے کہ حوالہ مطلقہ کہ میل طلب سے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس رو پر بعد یہ کہ اس کا مال میں اس سال سے ادا کرے جو میرا اس پر ہے تو اگر اس
طرح حوالہ کرے اور میل کا مال میں کے پاس منسوب یا معتبر یا دین میں ہو تو میل اس کو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس میں اس میں سے مثال کا حق تصفیہ
اس واسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہو ہے بلکہ حق مثال میں کے ذمہ پر ہے اور ذمہ میں کہ غائش اور کفایت ہے یعنی وہ اپنے مال سے لو کرے تو میل مثال میں
سے پناہ دین یا میں نے گا اور حوالہ باطل ہو گا اور نمبر حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ اس پر حوالہ کرے جس پر میل کا دین ہے نہ اس کے پاس اس کا میں ہے
اتنی بد بشرطان کیسے بل المشتري بالثمن مخریالہ ای بایع لعل ولو بلع بشرطان یقال بالثمن صح لہ شرط و کم شرط لہ و دقہ بخلاف الاول بالثمن نے
بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کرے گا بائع اپنے ذمہ کو قبیح باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کرے گا تو بیع صحیح
ہے اس واسطے کہ احتیال شرط عام مقبہہ اند شرط کرنے جو دت ثمن کے بخلاف اول کے کم و جو بطلان بیع یہ ہند اس شرط کو تقدیر معنی نہیں اور اس میں
بائع کا فائدہ ہے پھر یہ بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہو گیا بخلاف سند تائید کی شرط کے کہ وہ مناسب مقبہہ کیونکہ وہ تاکید محکم موجب ہے اس واسطے کہ
حوالہ ماعت میں اکثر اس شخص پر ہوتا ہے جو مال طر او خدش معاملہ ہو تو یہ جو دت ثمن کی شرط کے اند موثر کذا فی النہر راوی لہال فی الحوائیہ والفساد
فہو بانہی ان شاء جمع علی المثال اتقا بحدوث ان شاء جمع علی المیل و کذا فی کل موضع و ہذا استحقاق بزاز یہ مثال میں نے مال ادا کیا حوالہ فاسد
میں تو اس کو اعتبار ہے چاہے اپنا مال مثال قابض سے بھرے اور چاہے میل سے بھرے اور ہی طرح حکم ہے ہر ایک مکان میں جہاں استحقاق دار و دہر کذا
فی البزاز یہم استحقاق دار و دہر یعنی مال میں حوالہ کا استحقاق صحیح ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر بیع مستحق چیز ثابت ہوئی بعد
وہ کسے کے تو مال میں کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض سے پناہ مال بھرے دینا من ضرر فساد الحوائیہ مالو شرط فیہا الا طاء من ثمن و لا یس مثلنا
بجزوہ من الوفاء بالکرم ثم لو اجاز ہانکا لوقبلھا المثال میں بشرط الا طاء من ثمن و لکن طایعہ علی البیع ولو باع بکبر علی الاداء اور بزاز یہ میں ہے کہ فساد حوالہ کی
صورتوں میں سے وہ صورت ہے جس میں مثلاً مال پر کا دین ثمن و میل سے شرط نہ بسبب بزاز نے مثال میں کے اس کے دینے سے جس کا احترام کیا
ہاں اگر میل بچے مگر بینا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہو گا چنانچہ اس طرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو مثال میں قبول کرے بشرطیکہ میل اپنے حصے کے ثمن سے ملے کہ
لیکن مال میں پر زبردستی ملے چاہے پر اور اگر بیع کرے گا تو ادائے مال پر زبردستی ہوگی مگر میں نے اپنے مگر کہ یہ کار کیا مال میں کو توب حوالہ
جائز ہو گا کیونکہ اب اس کو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اس کے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہ ہوگی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل بیع کے لہذا اگر بیع
کرے گا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحاوی لمفسد و لا یصح تاویل حقد لفظ قال ضمنت بالک علی فلان علی من یک
ہل فلان علی شہر انصرف تاویل اللہ من لہ و لا یصح تاویل حقد لفظ لہ من لہ لک تاویل صحیح نہیں تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے
اس مال کا ضامن ہوں جو فلاں شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلاں شخص پر حوالہ کروں گا بعد بیع کے تو یہ تاویل دین کی طرف
میں ہے مگر یعنی ضامن پر اور اسے دین بعد ایک دین کے لازم ہوگا اس واسطے کہ مقدم حوالہ کی تاویل نہیں کذا فی البزاز و کمر بہت السبقۃ بنیم میں
میں صحیح احتیاط اور کمر ہے سبب بنیم میں و سکون فادخ تا اور میں کا ختم بھی جائز ہے ہم سبب مریہ سے سنت کا جو یعنی ہے حکم ہے جو اس شخص میں

ستور خط طریق سے محکم اور مضبوطی حاصل ہوگی لہذا کسی بسفجہ ہوا وہی اقراض سقوط خط طریق اور سفجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا بے خطر راہ ساقط ہو جانے کے واسطے صحت اس کی یہ ہے کہ اپنا مال دے کسی شہر میں ایک تاجر یا ماہر کو بطریق قرض تاکہ وہ اس کے دوست یا وکیل کو مثلاً دوسرے شہر میں دے تا اس طریق سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہو یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو عارض بن اسامہ کی سند میں علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل قرض جو ہر لفظاً ضرر لہو یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیلج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اس کی سند میں سواد بن مصعب ہے جس کو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن عمرو سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (السفجۃ حرام) یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسیٰ ضعیف ہے کہ اس کی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تصحیف کی ہے اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثنی عشر جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں عن خالد الامرن جاج عطا سے منقول ہے (کا نو ایچ ہون کل قرض جو منفعت یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے ہیں ہر ایک اس قرض کو جو منفعت پہنچے اسے کذا فی الفتح ملخصاً علی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تخلیک درہم ہے بعض درہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر میں دے تو یہ مکمل تاہیل ہے اور تاہیل ایسا نہیں صحیح نہیں نکاتہ احوال الخطر المتوقع علی المستقرض وکان فی معنی الحوالۃ گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو بمعنی حوالہ ہو گیا م شارج نے یہ وجہ مناسبت سفجہ کی کتاب الحوالۃ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کر دی فتح القدیر اور نہر الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ سفجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت اور حوالہ کے خطادی نے علامہ دانی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہے اس جہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اس مال کا جو مستقرض پر اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے وقالوا اذا لم یکن المنفعۃ مشروطۃ دلائل متعارفۃ فلا باس بہ اور فقہانے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت مذکورہ شرط اور متعارف نہ ہو تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں م ظاہر عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلقاً ہے چنانچہ اس تین میں اور کتر کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارج زیلعی نے کہا کہ مناسبت کراہت جو نفع ہے خواہ مشروط ایسا نہ ہو اور دوسرا قول ہے کہ جب منفعت مشروط نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتویٰ مقریین اور واقعات حسامیہ اور کفالت شہید میں اور بزازیہ کے باب العرف میں بھی اسی کو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح عمدی میں واقعات سے شرط کی صورت اس طرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اس کو لکھ دے فلاں شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھ دیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ فقہانے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اس وقت حلال ہے جب کہ اس کا یعنی دوسرے شہر پر لکھ دینے کا رواج اور عرف ظاہر نہ ہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اس واسطے ہوتا ہے یعنی یہ اقراض سقوط خط طریق نہیں انتہی خطادی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر حجت ہونے کا محل وہ ہے جب کہ اس کا رواج نہ ہو اس واسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے فرع مسئلہ لمحۃ شارج کافی النہر والجر من عرف البزازیہ ولوان المستقرض وہب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع فتمثل القسمۃ نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب العرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض اس میں سے زائد کو میہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے فتمثل القسمۃ شارج نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یوں ہے کہ دیون کے ہر قبول کرنے اور اس کی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط کچھ مضائقہ نہیں اور اسی طرح کہ عمدہ تراوا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا دزن میں مانع تراوا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازن میں داخل نہ ہو اور بین الکیلیں جاری نہ ہو تو وہ اس کو یعنی دائن کو مسلم نہیں بلکہ اس کو پھر دے اور ایک درم کو سو درم میں بالاتفاق پھر دے اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض اس میں سے زائد میہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع فتمثل القسمۃ ہے اتنی اور اس کو تا مل کر کہ اگر نصف دینا قرض لے اور پورا دینا راوا کرے اور زائد کو میہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے

قتل القترہ نہیں پھوسنے مارنے سنان افندی کی تمہیں المارم میں دیکھا کہ اول تو انھوں نے قاضی خاں سے بزاز کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جس میں اہل حق
قسمت نہ ہو قبا زہے یعنی میرے مثل کذا فی المطاوی و لولو نقل الہیل عن المتال لقصص دین الحوالہ لم یصح اور اگر دیکھیں جو میل قتال کی طرف سے دین نور کے
قبض کرنے کا تو جمع نہیں ہوں واسطے جمع کہ میل اپنے واسطے مل کر تھے سمجھا کہ حاصل کسے کذا فی المطاوی نے کہا بعضے نے میں ہاں من المتال علی ہذا ہے
تو ہاں علی من ہے و لولو قتال الضمان علی الہیل مع و یطلب ایاشاء من الحوالہ بشرط عدم براءۃ الہیل خلاف غایہ اور اگر قتال میل پر تاوان شہ کرے تو بھیجے ہے اور
مطلب کسے جس سے چاہے لواء میل سے غناہ مل جائے اس واسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت میل کفالت ہے کذا فی النایزہ چنانچہ کفالت بشرط براءت میل حوالہ ہے کذا فی حاکم
و دیا من اثنی لو غاب المال علیہ ثم جاء المال و لاء علی محمودہ الدال لم یصدق و ان برہن من المشہود علیہ غائب فلو عاقر و قد الحوالہ و اذنیہ کان نقول لہ و میل محمودہ منی و
غایہ میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر میل علیہ غائب ہو پھر قتال اودے اور اس کے انکار مل کا دعویٰ کرے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ اس دعویٰ کو بشارت ثبت
کے اس واسطے کہ مشہود علیہ یعنی میل علیہ غائب ہے سو اگر میل علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ سے انکار کرے اور گواہ نہ ہوں مقدم حوالہ کے تو قتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اس کا
انکار فتح حوالہ قرار دیا جائے گا تو اس صورت میں میل پر دین ہو کر کسے لکھو مگر براءت میل شرط سلامت حق قتال ہے اور یہ مسئلہ ہکات دین کا ہے جو سبقت میں
دکھ کر ہو چکا ہے مسئلہ طرہ شارع کا لایہ اولوی اذ اخطال ہل الیتیم ذلکان غیر یقیم بن کان المثل اصل مع سراجیۃ واللہ کما فی مضاربۃ الجہرۃ قلت و مفاد تمام
الہواز و تمام ماہ نقلہ ابو حمزہ مہدی النایزہ و لولو لا یمتیذ اختلال بالانفید و معلقہ و انما شرحت لفائدۃ انتہی باب یاد می جب کہ مال یتیم کا حوالہ لہذاں کسے تو یہ
یتیم کے حق میں بہتر ہے اس طرح کہ مدرسہ شخص یعنی میل علیہ ذلحال دار ہو میل سے تو جمع ہے کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مال دار نہ ہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں
چنانچہ جو بروہ کی کتاب المضاربۃ میں ہے جس کتابوں کے مفاد و شرائط غیرت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونوں شخص میل اور میل علیہ تساوی ہوں مال داری اور اس میں
یادوں متعلق ہوں اور اس کی یقین کیا ہے غایہ میں اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہے اس واسطے کہ در صورت تساوی یہ غایہ حوالہ قبول کرنا اس بیخ کا نقصان
ہے جو مفید نہیں اور مشروطیت مفقود نہیں مگر فائدہ کے واسطے والد لہذاں اعلم ہم دیون نے دامن حوالہ کی سو قتال علیہ شر سے اس طرح غائب ہو گیا کہ سرکار
معدم نہیں بہت اس کی صورت اور عاجزی کے سو قتال نے چاہا کہ اپنا حق میل سے بھرے تو اس کو جو باطلین میل پر جائز نہیں جب تک قتل میر کی موت
ماہت و کسے کذا فی المطاوی من الہا لکیرۃ والد سبہ از اعلم و استغفر اللہ العظیم



کتاب القضاء

یہ کتاب ہے مسائل قضائیں جھگڑا فیصل کرنے میں لماکان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیعات اعقبها بالقطع ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیعات میں واقع ہوتے ہیں تو مصنف دیون اور بیعات کے متنازع اس کو لایا جو ان کی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دین اور بیعات ہے دیون سے مراد دیون ہیں جن میں کفالت اور حوالہ واقع ہوتا ہے جو بالمد ولیقہ لغتہ الحکم قضا بالف مدودہ ہے اور بالف مقہورہ بھی آیا ہے لغت میں یعنی حکم ہے ہر چند قضا لغت میں معنی حکم و فراغ دہلاک و اداء مالہا دھنی و منع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن مشارع نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر محاصی و شرعا فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہے فیصل کرنے خصوصیات اور قطع کرنے منازعات سے معنی فیصلہ جو خصوصیات میں واقع ہو اس طرح کہ حق دار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فیصل رافع یعنی قطع ہے تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ خصوصیت کی قید زیادہ کرنا تا امیر اور حکم فصل خصوصیات قضا سے نکل جائی کذا فی الطحاوی و قیل غیر ذلک کالبطلانی المطولات اور بعضوں نے تعریف قضا کی اس کے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ میں مصرع ہے ہم از الجملہ بدائع میں تعریف یوں مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات میں ثابت ہے خواہ حکم قطعی ہو اس طرح پر کہ اس پر دلیل قطعی ہو یعنی نفس مفسر کتاب اور سنت متواترہ یا مشہورہ یا اطلاق سے خواہ ظاہر ہو اس طرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہے کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس ان مسائل اجتہاد میں ہے جس میں اختلاف فقہاء ہے یا جن میں سلف سے روایت نہیں تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہے تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ بالیقین باطل ہے اور اسی طرح موضع اختلاف میں وہ حکم کرے جو اقادیل فقہاء سے خارج ہے تو جائز نہیں کیونکہ حق ان سے متجاوز نہیں اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی اور شافعی پر تو یہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتقد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے میں معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کرے گا جان کنز اس کا حکم جاری نہ ہوگا اور اگر اوائستہ حکم کرے تو اس کا ابطال حکم مناسب اور معنی روایات میں اس کی قضا اہم اظہر کے نزدیک جائز ہے برخلاف صاحبین کذا فی الطحاوی عن البحر دار کاہستہ علی ما ظہر ابن الغریس بقولہ ۱ اطراف کل قضیہ بحکیتہ ۲ است یلوع بعد ما تحقیق ۳ حکم و محکوم بہ ۴ ملکہ و محکوم علیہ و حاکم و طریق ۵ اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الغریس نے اپنے اس قول میں نظم کی ہے یعنی اطراف ہر قضیہ بحکیتہ کے چھ ہیں جن کے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے حکم ہے ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم و طریق ۶ ابن الغریس بنین معجمہ فدا کہ بدیعہ کا مصنف ہے اور اطراف سے مراد ارکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے حادثہ سے جس کو طرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم دو قسم ہے قوی اور ضعیف حکم قوی یہ کہ قاضی کہے کہ میں نے تجھ پر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ پر قضا میں نے باری کی یا میرے نزدیک ظاہر بدیعہ ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اس طرح پر کہ قاضی نے مثلاً تم کو مال آپ خرید کیا یا اپنا مال تم کو کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اس کا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہیں ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اس کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اس کی شرط یہ ہے کہ دعوی اس کا صحیح ہو اور مدعیان میں جو جن کی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں یہ شرط ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطیں ہیں اول مقدمہ ۲ بطور ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ لطف ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کے واسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کے واسطے اور مرد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں اور

ظہیرۃ دستغیر اور فتویٰ دے قاضی اس کو جو اس کے پاس فیصلہ کروانے نہیں آیا کذا فی الظہیرۃ اور اگے یہ مسئلہ واضح ہو گا فتویٰ دینا قاضی کا بائیں ہے اگر پرانی مجلس
قضا میں ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی المنع و یاخذ القاضی بالقول ابی حلیفۃ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے
مانند امام ابو حلیفہ کا قول ہے مطلقاً یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہو یا نہ ہوں ہم جامع الفصولین میں ہے اور اگر ایک مسئلہ میں ہمارے اصحاب مختلف ہو تو اگر
ابو حلیفہ کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے اس میں اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابو حلیفہ سے تو اگر اختلاف ان کا
بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہاں صاحبین کا قول ہے بواسطہ تغیر احوال مردم اور عزارت اور معاملات میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اس پر
متاخرین کا اجماع ہے اور اس کے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد مجتہد ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں ابی حلیفہ کے قول کو لے لیں کذا فی الظہیرۃ
ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد ثم بالاصح منیۃ وراجیۃ وعبارة الترمذی ثم بقول الحسن فتنہ پھر ابو حلیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول ہے پھر ان کے
بعد محمد کا قول ہے پھر ان کے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول ہے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المینۃ والراجیۃ اور عبارت نہر الفائق اس طرح ہے پھر زفر کے بعد حسن بن
زیاد کا قول ہے سو خبر طرہ یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور منیۃ اور راجیۃ میں زفر اور حسن بن زیاد ہم مرتبہ ہیں معوی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی
تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جس کا پاس ہے فتویٰ دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں قولوں کا فتویٰ دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیوں سے
ایسا ہی واقع ہو رہا ہے فی الحادی اعتبار قوۃ الدرک والاولیٰ اضبط نہر اور حادی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدسک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی المنہم تصحیح حادی
اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدسک لفتح را مصدر ہے یعنی ادراک یعنی حد مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف
یا مدسک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول یعنی منیۃ اور راجیۃ کے قول کلمہ واسطۃ اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدسک
کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اس کے گاہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اس کے برخلاف ہوتا ہے یا بحسب دلیل قوت معلوم ہوتی
ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر یہ شخص مطلع نہیں بجز الرائی میں کہ لکھ تصحیح حادی قدسی اس صورت میں ہے جب کہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین
دوسری جانب میں صاحب بجز الرائی نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا بخیر قول امام کیونکہ جائز ہو یا بد ہو دیکھ وہ مقلد ہیں امام کے میں کتابوں کہ یہ شبہ مجھ پر دست
دراز تک مشکل رہا اور اس کا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں ان کے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے صاحب سے نقل کیا کہ کسی کو فتویٰ دینا ہمارے
قول کا حلال نہیں جب تک یہ نہ جانے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے اور راجیۃ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اس کا یہی سبب تھا اور وہ بخلاف
قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل ان کو نہ معلوم ہوتی تھی اور ان پر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اس کے موافق فتویٰ دیتے تھے سو میں کتابوں کہ
یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اس واسطے کہ ان کو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قیہ وغیرہ میں
ہے تو اب فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی حادی نے تصحیح کی اور اسی
شرط مذکور پر منیۃ ہے اور فقہان نے صحیح کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہم پر یعنی مقلدیں پر اخلا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف
اس کے فتویٰ دیا ہو کیونکہ انھوں نے برخلاف قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے ان کے حق میں یعنی ملقب ہونا امام کی دلیل پر اور ہم پر تو اخلا بقول امام
لازم ہے اگرچہ ان کی دلیل نہ جائیں انتہی مضمون البر کذا فی المطاوی و لا یخیر اذالم یکن مجتہدا بل المقلد حق خالف معتد مذہبہ لا یغفر حکمہ و یقین ہو انما للفتویٰ
کالسطح المصنف فی فتاواہ وغیرہ و قدر متاہ فی اول الکتاب دسی اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جب کہ وہ مجتہد نہ ہو بلکہ قاضی مقلد جب کہ اپنے مذہب کے
معتق قول کا خلاف کرے گا تو اس کا حکم جاری نہ ہو گا بلکہ توڑ دیا جائے گا یہی قول مختار ہے فتویٰ کے واسطے چنانچہ مصنف نے اس کو مشروع بیان کیا
ہے اپنے فتاویٰ میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں اور اگے بھی مذکور ہو گا

لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہیں ہوتا یہ ایک قول ہے ازال ثلثہ سے جن کو ہر الرائی میں فضول مادی نقل کیا اس طرح کہ قول یہ ہے کہ جس مقدمے میں رشوت ہے اس میں حکم نافذ نہیں اور اس کے سوا اور مقدمات میں نافذ ہے اور یہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول ہے کہ دونوں میں حکم نافذ نہیں تو میرا قول یہ ہے کہ دونوں میں نافذ ہے اور یہ بزودی کا قول ہے اور فتح القدیر میں اس کو ترجیح دی ہے اس دلیل کے ساتھ کہ رشوت یہ ہے کہ موجب فتنہ ہے اور حالانکہ فتنہ موجب ہزل نہیں تو ولایت اس کی قائم ہے والد تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی تتمہ رشوت بضم دفتح و کسر اول مراد فتنہ ہے بعضوں نے کہا کہ رشوت وہ ہے جس کو شرط امانت و کفر ہدیہ وہ ہے جس میں امانت شرط نہ ہو رشوت چاقم ہے ایک قسم وہ ہے جو خدا و مصلحت یعنی دینے والے اور لینے والے دونوں پر حرام ہے مثلاً تفسیر فقہاء اور امانت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دیکھ کے واسطے بھی اخذ اور مصلحتی دونوں پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اس واسطے کہ اس کا امور درست کرے یعنی اس کا کام بنا و سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت یہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قبیحہ میں ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اس واسطے کہ اس کا کام سلطان کے پاس بنا تو معاف نہ ہو گا کہ یہ رشوت ہے بلکہ قسم ثالث کے حلال ہو گا جیلہ لینے والے کے واسطے ہے کہ اخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھے کہ یہ اجارہ جمع ہے تو اس کے منافع ملوک ہو جائیں گے پھر اس کو سلطان کے پاس فلا نے کام کے واسطے بھیجے اور حوادث فتویٰ سے بچے کہ اویس باٹا نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعضے امر اس واسطے کہ فلا نے شہر میں اس پر دفع ظلم کیا کریں پھر اویس باٹا مر گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو میں نے استفتا کا جواب یوں دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ اجارہ تھا اس طاعت پر جو اس پر واجب متعین تھی یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر حفاظت رعایا اور دفع ظلم واجب اور دلیل اس جواب کی یہ جو خلاصہ دینہ میں مذکور ہے کہ بدینہ میں قسم ہے ایک وہ جو دونوں جانب حلال ہے صرف محبت کے واسطے دوسری قسم وہ جاہلین کو حرام ہے یعنی بدینہ میں ظلم کی مدد گاری کے واسطے تیسری قسم یہ کہ لینے والے کی طرف سے رام ہے نہ دینے والے کی طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا اور جیلہ اس کا یہ کہ اس کے اجارہ کرنے میں دن کا کام کرنے کے واسطے پھر اس کے کام کے بشرطیکہ وہ کام کرنا اس پر جائز ہو اتھی اور بلا شک اس فعل کا اس کو یعنی اویس باٹا کو اجارہ کرنا جائز نہیں چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہے نہ جائز کہ اس کا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کے واسطے دے یعنی ظالم مدفع الید کا خوف خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور دوسری میں اسی قسم رابع سے اس کو ٹھہرایا ہے جس کو شاعر لیتا ہے کذا فی النہر فتاویٰ مالگیری میں ہے اور رشوت کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تا اس کا مطلب سلطان سے درست کر دے اس کی حاجت کا معین ہو اور یہ دودھ چڑھ دے اور اول یہ کہ حاجت اس کی حرام ہو تو اس وجہ سے دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہیں وجہ ثانی یہ کہ حاجت اس کی مباح ہو اس کی بھی دوسری صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ ہاں اس واسطے دیتا ہے تا اس کی امانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت میں کسی کو لینا حلال نہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ حلال ہے اور علت اس کا یہ حیلہ ہے سب کے نزدیک کہ اہل مقدمہ اس ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرتے تا وہ اس کا کام کرے بعض اس مال کے جو اس کو دیا چاہتا تھا تو یہ اجارہ جمع ہے اور ابھیر متحق ابھیر ہو گا پھر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اس کو ہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہانے کہا کہ یہ حیلہ اس وقت صحیح ہے جب کہ وہ کام جس کے واسطے اس کو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جس پر استیبار جمع ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اس کے اور اگر مدت اجارہ بیان نہ ہوگی تو اجارہ صحیح نہیں اور مصلحتی کو اوطا بدون اس حیلے کے حلال ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک حلال نہیں اور بعضوں کے نزدیک حلال ہے اور یہی علت اس کا قول اصح ہے یہ اس وقت ہے جب کہ اس نے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے حیلہ میں کہا کہ یہی قول اصح ہے دوسری صورت یہ کہ درستی مقدمہ کو صرف شرط نہ کرے لیکن مطلب اس کا ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اس کی امانت کرے اس صورت میں اختلاف شائع ہے اکثر شائع کا یہ قول ہے کہ یہ کر دہ نہیں یہ اس وقت جب کہ قبل اس مقدمہ کے دونوں میں مہادات نہ ہو یعنی باہم دینے لینے کی عادت نہ ہو اور اگر دونوں میں مہادات کی عادت ہو قبل اس کے بسبب درستی

قرابت کے پھر یہ سے چنانچہ قبل اس کے وقت تھا پھر وہ اس کا مقدمہ درست کر دے تو یہ غریب بابت ہے کیونکہ یہ فرض ہے اصحاب کا اصحاب سے اور کرم کا کرم سے اتنی فتح تقدیریں ہے کہ اگر یہ یہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین معلوم ہے کہ اس واسطے یہ یہاں ہے کہ اس کی امانت کرے سلطان نزدیک تو مشائخ ہمارے اس پر میں کہ اس کا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اس کا کام ہر شرط اور بلا شرط اور بلا طبع کرے پھر یہ اس کے وہ یہ وہ سے تروہ ملے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

عبداللہ ہی مسعود جو اس میں کراہت منقول ہے سودہ و روح اور تقویٰ ہے اتنی دمنہ اور جعل لہر یہ مبلغانی کل شہر یا خذہ منہ و یغضض الیہ قضاء نابت فتاویٰ العصف و کمن فی الخ من قلد بواسطہ الشفاء کمن قلد باقتساب و مثلاً فی ہذا زیادۃ دن لم یل الطلب بالشفاء اور اسی دم نفاذ حکم میں سے ہے یہ صورت کہ آدمی سودہ و فضل کے دینے دے کے لیے کہ وہ یہ یہ نظر کرے کہ برہمنے میں تم جو سے لے لیا کرواد کسی پرگز کی قضایہ کے حوالہ کر و کثانی فتاویٰ العصف لیکن فتح تقدیر میں ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیوں کے واسطے مل نہیں م بہ استدلال جامع مخصوص کا جو قبل اس قول کے مذکور ہو چکا و لو کان عدلاً فحق باخذہ ما ادینہ فخصا کذا العلم استحق العزل و جہا و قبل یغزل و طیر الفتویٰ ابی الکیال مالک اور اگر قاضی مادل جو پھر ناسق ہو جائے رشوت لینے یا بیز رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو ہن معزول کے ہو گا بنا بر وجوب کے یعنی سلطان پر اس کا معزول کرنا واجب کذا فی البرازہ اور وہ سزا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے یہی بد دن معزول کرنے کے اور یہی پر فتویٰ ہے کذا صرح ابی الکیال اور ابن ملک اور شافعی نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اس واسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ قاضی کا ناسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے م مادل وہ ہے جو احکام شرع بجا دے اور اس کے نواہی سے بے ادناسق یہ کہ حکم الہی سے باہر ہو جائے کبیرہ گناہ کر کے چنانچہ استماع خاوند قص و اخذ رشوت و غیرہ ذلک فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت سے یا اس کا بیٹا یا اور کوئی قرابت دار جس کی گواہی اس کے حق میں درست نہیں بشریکہ قاضی اس کی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحاوی و فی المسند من النوادر و فسق اور استدلالی تم صلح او باہر منوط قضاء و قاضی فی فسق و کفر باطل و التمدہ فی البر اور خلاصہ میں نوادر ہے منقول ہے کہ اگر قاضی ناسق یا ترد یا اندھا ہو جائے پھر صلح اور فتویٰ ہو جائے تو باوجود اسلام سے یا اس کو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اس نے اپنے فسق و غیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بکرا الرائق میں استناد کیا م یہ قول بھی ہے اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا و سوسی نے کہا کہ جو فسق سم مستحق عزل کا قائل ہے وہ اس کے احکام کی محنت کا قائل ہے اور جو اس کی معزولی کا قائل ہے وہ بطمان احکام کا قائل ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی و فی الفتیہ اتفقوا فی الامانۃ و السلطۃ علی عدم الاغترل بالفسق لانہا جزیۃ علی القدر و الخلفۃ اور فتح تقدیر میں ہے کہ امانت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے م مفضل پر سبب فسق کے کیونکہ بنائے امانت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لکن فی اول و لوی الثانیۃ الاولی کا قاضی غیر فاسق لیکن غائب اول کتاب الدعویٰ میں ہے کہ دل قاضی کے مانع ہے کہ اس کو یاد رکھنا چاہیے م جو دینی میں غائب سے شقوق ہے کہ مالک جب فاسق ہو جائے تو وہ ہمزہ قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہو جاتا تو یہ استدلال کہ م مزل دلی کے اتفاق پر وہ یعنی ان کیوں ہو تو نامہ فی معافہ و عقل و صلاح و فہم و علمہ بالسنتہ والاخبار و وہو بالفہم و ہر جا یہ ہے کہ قاضی موقوف ہوا و متقدم علیہ جو اپنے معاف اور عقل اور صلاح اور علم اور سنت اور اہل اور وجود فقہ کے علم میں م غائب یعنی پاک و امنی عبارت ہے

قرابت اور غلام موسیٰ کے ہارنے سے اور عقل بقول کمر بابت ہے اس وقت سے جو درک کلیات ہے یعنی قاضی کا ل عقل چاہیے تو ائمہ قاضی العقل والحق قضا نہیں لکھانے کے کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہے یعنی پردہ دار نہ صاحب تحت مستقیم طریق سلیم انانیہ کا من لہذا فی السودہ و شلب نبیذ نہ سبب بحال نہ تناف محنت و معروف بالکذب اور فہم بعضوں کے نزدیک وہ وقت ہے جس سے نفس فانی اکتساب تہذیب و مطالعہ کے واسطے مستعد ہو جائے اور سنت محنت ہے حدیث قولی اور فعل اور تقریری سے اور ائمہ سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مخصوص ہیں اور وجہ فقہ سے وہ طریق لہذا وجہ کا سبب عارف کا دست بلالہا لہذا ہر کم کرنے والا لہذا دینے والا ہو گا کذا بیای ورتوں کو نہ کی تمت لکھانے والا

مراد ہیں جن سے مستنبط ہوتی ہیں اور وہ اصول جن پر بناء فقہ طحاوی نے کیا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اس پر دلالت کرتا ہے اوصاف مذکورہ استنباب کی شرط ہیں والا اجتہاد بشرط الاولیۃ تعذرہ اور اجتہاد الاولیت کی شرط ہے بسبب تعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں متعذر ہے اور فقہا کی طرف ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد لغت میں عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح میں کہا بذل طاقت مراد یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جائے اور شرط اجتہاد اسلام اور نقل اور بلوغ اور فقہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور نسخ اور نسخہ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور بشرط التوہید مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتویٰ دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو نہ دوسرے حکم میں تو اس پر معرفت اسی قدر کی لازم ہے جو اس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر موقوف نہیں اور یہاں اجتہاد بمعنی اول مراد ہے کذا فی الطحاوی عن الحموی علی نزدیک زحلوا الزمن عنہ عند اکثر منہ فی صیح تولیۃ العامی ابن کمال و حکم بفتویٰ غیرہ علاوہ برائے خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی المنہر تو اس صورت میں جاہل مامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا فی ابن کمال اور حکم کے قاضی جاہل غیر شخص کے فتویٰ سے ہم اس واسطے کہ مقصود قضا یعنی حق دار کو حق کا پہنچانا حاصل ہو سکتا ہے نیز کے فتویٰ سے کذا فی البرہان عرس صاحب فواکہ بدری نے کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل شخص نہیں بلکہ تامل علم اور فہم ہر درجہ اور کمر مرتبہ یہ ہے کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تفصیل احکامات قریبہ کا کتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور دماوی اور نفع میں کیفیت ایراد اور اصدار سے واقف ہو فتویٰ کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی ایمان البرزانیۃ المفتی لفتی بالدیانۃ والقاضی لفتی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یکنہ القضاء بالفتویٰ ایضاً فلا بد من کون الحاکم فی الدماء والفروج مالا دینا کا لکبریت الامم وین ملکوت الامم وین العلم لیکن بزازیری کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتویٰ پر حکم دینا ممکن نہیں تو دماء اور فروج میں قاضی حاکم کو عالم اور دین دار ہونا ضروری ہے اور عالم دین دار ہونا کبریت الامم کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت الامم کہاں علم انتہی کلام البرزانی ہم یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ بناء فتویٰ دیانت پر ہے یعنی فیما بینہ دین اللہ اور بناء قضا ظاہر لفظ پر ہے اور جس پر قرآن دلالت کریں تو اب قاضی کو مفتی کے فتویٰ پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی ہر مقدمے میں مقصور نہیں اس واسطے کہ جائز ہے کہ فتویٰ بالدیانت دہود دماء اور فروج کو اس واسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ دونوں میں فوری زری اور اختلاف المسابح منہر زائد ہے طحاوی نے کہا بعضوں نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ افتاء سے وہ مراد ہے جس پر قاضی عمل کرے اس طرح ہر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اس میں کیا حکم کرے علاوہ اس کے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے ہر مسئلے میں و مشککہ دیا ذکر المفتی اور قاضی کے مانند اوصاف مذکورہ ہیں مفتی کا بھی موثوق ہونا منہر زائد ہے مفت اور نقل اور مصلح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں دہود منہر الاولیین المجتہد و اما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفتی و فتواہ لیس بفتویٰ بل ہو نقل کلام کا بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کر لے وہ مفتی نہیں اور اس کا فتویٰ بھی فتویٰ نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اس کو فتح القدیر میں شرح بیان کیا ہے ہم فتح القدیر میں ارشاد اصولیین اس پر مستقر ہو گئی ہے کہ مفتی وہ ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد کا قول یاد کرے وہ مفتی نہیں اور جب اس کوئی سوال کرے تو اس پر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلاً امام حنفیہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علماء موجودین کا فتویٰ درحقیقت فتویٰ نہیں بلکہ وہ کلام کی نقل ہے اور اس کے نقل کرنے کے دو طریقے ہیں یا یہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند میں ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روایت معتمدین اس کو پہنچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بردست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند ان کی تصانیف مشہورہ و معتمدہ مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہے

راز دہانتی کلام الفتح ولا یطلب القضاء قبلہ ولا یسلک جسانہ اور نہ خواہش کہے قضا کی اپنے دل سے اور نہ اس کا سوال کہ سہانی زبان سے م
 نزل یعنی جو ہے امداد اور ترمذی اور ماہی اور میں جس مردی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کرے گا وہ اپنی امانت پر سپرد کیا جائے گا
 گالین خدائے تعالیٰ کی طرف سے توفیق خیر اس کو نہ ہوگی اور جس پر میر کیا جائے گا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائے گا تو اس کی طرف فرشتہ نازل کیا جائے گا وہ اس
 کو طریق مستقیم بہ قائم رکھے گا اور جس کی جگہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے عبداللہ بن عمرو امانت کا سوال نہ کیجیاس واسطے کہ اگر امانت
 سوال سے تجھ کو دی جائے گی تو اس کی طرف تو سپرد کیا جائے گا اور اگر بدون سوال تجھ کو امانت دی جائے گی تو تیری امانت کی جائے گی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ
 طلب اور سوال قضا کا سوال نہیں مرام ہے اس واسطے کہ جب سوال سے امانت ربانی نہ ہوئی تو سوائے خدا ان داریں اس کا کیا ثمرہ ہے اور اس واسطے کہ طلب
 قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو معلوم ہے کہ گا اور جس پر زبردستی ہوگی اور اپنے رب پر توکل کرے گا اور وہ علم بالیز ہوگا فی الخلاصہ طالب الایمان لایرئ الا اذ انیس
 علیہ القضاء او کانت التولية مشروطة لا اولیٰ ابن معزل من القاضی الاول بغیر جزئہ نمراد ظاہر میں ہے کہ جو دایت طلب کرے اس کو حکومت نہ دی جائے کہ جب
 طالب پر قضا تعین ہو جائے یا تولیت وقف اس کے واسطے شروط بھی استیلا یا قاضی حد بد سے یہ دہائی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کی جانب سے لا نفور
 ہے کذا فی النہر نمرالغلق میں ہے کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز نہیں اور اس میں کچھ فرق نہیں مابین قضا اور تولیت وقف اور
 وصایت اور صورت شرعی تولیت اگر طلب کرے گا تو یہ تنفیذ شرط کی طلب ہے اور در صورت دعویٰ بقیہ ضروری اگر قاضی بد سے یہ دہائی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کی جانب سے لا نفور
 طلب کرے تو قاضی اس سے کہے کہ تو اپنی اجابت ثابت کر پھر اس کو متولی کرے اتنی بھولائی میں ہے کہ اگر قاضی تعین ہو اس طرح اس کے کہ بھولی یا قضا
 نہ لکھا ہو تو اب اس پر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور قلم ظالمین دفع ہو قاضی استحب ان فیہ والاکیرہ طلب القضاء کمال الذکر قرأ
 علم اور صاحب غلامی نے کہا اور شافعیہ دیکھ لے مستحب کیا ہے طلب قضا کو شخص کم نام کے واسطے تاکہ اس کا علم ظاہر ہو و بختار القضاہ اقدار اولیٰ بہ
 اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اس شخص کو اختیار کرے جو قضا تراد اس حد کے واسطے بہتر ہو اپنے فیہ یعنی تنفیذ قضا میں قضا تراد اس حد کے فیہ
 بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور علم میں افضل ہو اس کو یہ حد جلیلہ عطا کرے ہم ایرانی میں ہیں باس مردی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی
 امر مسلمین ہو کسی شے میں پھر وہ حاکم اور مال کے طور ملا کر وہاں تاج کھن میں یعنی مسلمین میں کوئی شخص اولیٰ بایں ملے ہے اور اس سے زیادہ نرا مال کتاب
 الشفاء سنت رسول کا ترا جبراس اللہ کی اور اس کے رسول کی اور حماوت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اس کے مستدرک عالم اور مستدرک علی موصول میں مردی ہے
 اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور مقدر وال ہو اور اگر کپڑے اور
 کتہ عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل اس میں قول ہے اللہ تعالیٰ کمال یم میں جس کو وہی اس کی کا زندگی کرے وہ من کان خیا فیستعفف ومن کان فیہا
 علیا کل بالعرف یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق سلیمان بن ربیع ماضی کو بعدہ قضا پانچ سو رویم کا
 مشاہیرہ دیتے تھے تقدیر کفایت ان کی خیال کے اور شریع قاضی کو سو رویم مشاہیرہ دیتے تھے اور علی مرتضیٰ شریع کو پانچ سو رویم دیتے تھے اس سے شریع
 کی خیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور ظاہر زن تھا اور عفت مرتضیٰ میں ان کے خیال بکثرت تھی اور غلام گرس تھا تو قاضی کی روزی میں کہ تقدیر
 اور حد میں بقصد کفایت چلیے کیونکہ اگر امت نہیں اس واسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح وہ یکھنہ فیہ حد فیہ لا فیہ فیہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم اس قاضی جو خلق سخت دل و مکر غضب اکو و ناتی پسند مصلحتی نہ ہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے شریعہ کے جاری
 کرے میں خلیفہ ہے مینی نے کہا مقصود قضا سے دفع فساد ہے اور ملاقا مذکورہ تو آپ ہی فساد میں ولی طلاق نام خلیفہ اللہ غلام آثار غایت اور خلیفہ
 اللہ کے نام لہے میں خلاف چکائی آثار غایت م بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفہ اللہ کا اس واسطے کہ خلیفہ اللہ رسول ہے مینی پر موصول ہے

اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں شاید اس واسطے کہ یہ لفظ مخصوص بانبیاء علیہم السلام مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے ذکر ہے تو یہاں التقلید ای انقلدای لمن خاف الحیف ای الظلم والعجز یعنی احد ہمانی الکراہتہ ابن کمال اور مکروہ تحریمی قضا کا قبول کرنا اس شخص کو جو ظلم یا مہجری سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخ در مختار میں کہہ رہے ہیں کہ یہ تقلید اور مصنف کی شرح میں کہہ رہے ہیں کہ یہ تقلید اور اسی طرح اگلے قول میں والتقلید رخصت ہے اور بہتر التقلید رخصت ہے کذا فی الطحاوی وان لعین لہ ادا منہ لایکرہ فتح تم ان انحر فرض عینا والا کفایت بحر اور اگر باوجود ظلم عہدہ قضا اس کے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر ریافت قضا اسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ کذا فی البحر فتح القدر میں محل کراہت اس وقت ہے جب کہ قضا اس پر متعین نہ ہو اور اگر اسی پر منحصر ہو تو قبول قضا فرض عین اور اس پر واجب ہے کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے بچنا ہے مگر یہ کہ سلطان سے فصل مصوات ممکن ہو اتنی والتقلید رخصتہ ای مباح والترک عزیمتہ عند العاۃ بزازیتہ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہاء کے نزدیک کذا فی البزازیتہ لعدم قبول قضا بہتر ہے ہم در صورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اس واسطے کہ کبد صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور یہ کہ بعض فقہاء کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر زبردستی سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت اتنی تو بموجب اس کے اولی عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضاء عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازیتہ نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہیں اور فتح القدر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہے اس شخص کے گمان میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر اسی خلاف اس کے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہد وحکم علی غیر الاہل لدخول فیہ قطعاً من غیر تعدی الحرۃ ففیہ الاحکام الخمستہ اور حرام ہے نااہل پر داخل ہونا قضا میں یقیناً بلا تردد فی الحرۃ تو اس میں احکام خمسہ میں ہم غلام یہ ہے کہ قبول قضا گاہے فرض میں ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جب کہ اس کے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہیں اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت بے خوفی ظلم و نیت انصاف کذا فی النہد اب چنانچہ علوین در باب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء نقد ذبح بغیر سبکین) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے حدیث مرفوعہ نقل کی (من استقضی نقد ذبح بغیر سبکین) یعنی جس نے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا ولذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا قبول کی اور یہاں تک صبر کیا کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن اسی واسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا عینق سمندر ہے کیونکہ اس کے پار ہو سکوں تیر کر تو ابو یوسف نے کہا کہ بکر عینق اور سفینہ ذیق ہے اور طالع عالم واقف کہے تو امام نے فرمایا کہ (کافی بک قاضیا) یعنی شاید کہ تو قاضی ہو گا صحیح مسلم میں ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر میں تیرے واسطے جو چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کے واسطے رکھتا ہوں ہرگز نہ حکم کیجو دو شخصوں پر احد مال یتیم کا متولی نہ ہو جو اور ابو داؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو مٹخ میں ہیں اور ایک بہشت میں اور ایک مردود ہے جس نے حق کو دریافت کیا پھر اسی کے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مردود ہے جس نے حق کو دریافت کیا اور اس پر حکم نہ دیا اور حکم میں جو رکھا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مردود ہے جس نے حق کو نہ دریافت کیا اور دیگر لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی ماحل بلا باجائے گاتیات کے دن تو شدت حساب میں اتنا گرفتار ہو گا کہ اگر نہ ذکر سے گا کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نہائی میں روایت ہے کہ کھولنے کے کہاکہ اگرچہ کو اختیار دیا جائے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کھٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوعہ

ادب قاضی کی علامت ہو اور نیچے اس کے شاہدوں کا خط ہو اور ختم کو دیا جادے کذا فی الطحاوی من البر و نظری حال المحبوسین فی سجن قاضی اور قاضی نظر کرے
ان قیدیوں کے حال میں جو قاضی کے قید خانہ میں ہیں ہم یعنی قاضی ایک معتد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیوں کے نام اور ان کی اخبار اور ان کے مقید ہونے کا سبب
لکھے اور دریافت کرے کہ کس نے ان کو مقید کیا داما المحبوسون فی سجن الوالی فعلی الامام الظرفی او الہم اور جو شخص حاکم کے قید خانے میں محبوس ہیں تو امام یعنی بادشاہ
پر ان کے حال کا نظر کرنا لازم ہے نہ کہ ادب اور بلا اطلاق سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اس کو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہیں تو اس کو چھوڑ دے ہم لوگوں کو کتنا
مناسب تھا جیسا کہ بزرگ اللہ میں شرح ادب ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قصیدہ نہ ہو تو چھوڑ دے اس واسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تاویب نہ ہو مگر اس کے قصیدہ متعلق ہو تو اسے
اصدا فی قید لا رجلا مطلقا بایدم اور کسی کو شب باش نہ ہونے دے قید میں مگر اس مرد کو جو خونریزی میں مافوق ہو و فحقہ من لیس لال فی بیت المال ہو اور اس قیدی کا
خرچ جس کے پاس مال نہیں بیت المال میں ہے کذا فی البر یعنی مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے مشرکین کے محبوسوں کا اور سزاوار ہے
کہ اس کام پر ایک مرد صلہ کو مقرر کرے جس کے پاس ان کے نام لکھے ہوں اور ہر شخص کا خرچ ماہ بہ ماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحاوی من
اقرضتم حق او اقامت علیہ بدینہ الزمہ البس ذکرہ مسکین ذیل الحق سو محبوسین میں جو حق کا اقرار کرے یا اس پر گواہی قائم ہو تو اس کو جس کو جس لازم رکھے اس کو مسکین
نے شرح میں ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس پر حق لازم کر دے یہ قول یعنی اور ابن ہمام کا ہے والا نادوی علیہ بقدر ما یری ثم یطلق بکفیل بنفسہ فلن ابی
نادی علیہ شہر ثم اطلق اور اگر اقرار یا گواہی نہ ہو تو اس پر منادی کر دے جس قدر کہ مدت قاضی کی رائے میں اُسے پھر محبوس کو چھوڑ دے اس سے حاضر
مناس لے کر سو اگر وہ حاضر منامنی دینے سے انکار کرے تو اس پر مہینہ بھر منادی کرے پھر اس کو چھوڑ دے ہم طریقہ بدیون ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے
میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ میں کو فلاں بن فلاں محبوس پر کچھ دعویٰ ہو وہ حاضر ہوتا اس کی رو بکاری ہو و کل فی الودائع بیئہ اذ اقرار ذی البیہ
اور قاضی محل کرے اموال و دلیات اور محاصل وقف میں گواہی یا قابض کے اقرار سے ہم دعویٰ نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور
وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے میں تو اموال وقت ناظر و کس تحت میں ہیں اور ودائع یتامی کے ادمیا کے قبضے میں ہیں اور اگر یہ فرض
کیجیے کہ قاضی معزول کے عند وقف یا دلیات میں کسی امین کے پاس رکھو یا تو اسی کے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے ولم یعمل المولی بقول المعزول
لالتحاقہ بالریا و شہادۃ الفرد لا قبل خصوصاً لفعل نفسه و رد و مفادہ رد و دایم مع آخر ہر اور قاضی منصوب نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب یمن ہو جانے
معزول رعایا کے ساتھ اور اگر اس کو شاہ قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصاً اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصاً کا مفاد
رد شہادت معزول ہے اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی المنہجی جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہ ہوئی تو باقی رہ گیا ایک گواہ تو نصاب شہادت
پوری نہ رہی اس کی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افقی قاری البدایہ بقولہما و تبعہ ابن نجیم فتنبہ میں کتنا ہوں لیکن قاری بدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتویٰ
دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاویٰ اس کا تابع ہوا ہے تو خبردار رہ ہم طحاوی نے کہا بزرگ اللہ میں تو نہر الخلق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید
ابن نجیم کے فتاویٰ میں قبول شہادت کا فتویٰ مذکور ہو الا ان یقر ذوالیدانہ ای المعزول سلمہای الودائع والنفات الیہ فیقبل قولہ فیہا نہا زید الا اذا
بدأ ذوالید بالاقرار للغير ثم اقر بتسلیم القاضی ای اقر القاضی بانہ لا یقر فیسلم للمقر الاول و یمن المقریمۃ او مثلاً لقاضی باقرارہ الثانی یسلم لمن اقر القاضی قول معزول پر
عمل نہیں مگر جب کہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اس کو ودائع اور محاصل اذنان سپرد کیے ہیں تو اب ودائع اور محاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہو
گا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے پہلے میر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اس کو سپرد کیا سو قاضی معزول خود سر شخص کے واسطے اقرار کیا
تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقر کو تسلیم کیے جائیں گے اور تاوان دے مقر قیمت کا یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اس کے اقرار ثانی کے سبب
سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقرر کو تسلیم کرے و لقی فی فی المسی و یختار مسی فی درط البیہ تیسیر الناس ویستدبر القبلہ کتیبہ و یختار

اور قاضی مسجد میں بیٹھ کر حکم کہے اور وہ مسجد اختیار کرے جو مسجد کے درمیان ہو لوگوں کی کاسنی کے واسطے اور پشت بقبل ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے
 مگر جو قضا محاکمات سے لے کر مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کا گناہ سے منع نہ کہ اس کو جو جس مکان ہے تو باقتدار نہایت اہمیت والی کے مودی نے کہا قضا
 فی المسکن نظر نہ سابق صحیح تھا بلکہ زمانے میں قضا کے لیے مسجد کی کوئی ایک مسجد کا اعتبار تھا واقعی نہیں کرتے اور کمال جنابت ماننے سے محراز نہیں کرتے
 حد مسجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہر گواہی نہیں واجتہاد علی المدی ہو لا مح کر من ہذا زیتہ ولی التائید علی التزود ہوا صحیح اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدی پر ہے
 یہی قول صحیح ہے کثرتی البر من البرازہ اور غایہ میں کہ اجرت حضور کرش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلے قول معتد بہ کیونکہ اس میں مقدم ہے صحیح پر خطاوی نے کہا اور
 بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے ہر گواہی میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر میں نصف دم سے بے دم تک اور خارج
 شہر میں بمسببتی فرنگ میں تین دم سے ہر دم تک اور ہزارہ میں کہ حاکم کے احوال سے افسار کی درخواست کرتے و کذا السلطان والفقہ اور
 اسی طرح سلطان اور مفتی اور فقیر یعنی مسکن مذکور مسجد میں جلوس جائز ہے اور وہ یا ذلک امر یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت
 دے علی العموم یہ ہے کہ قاضی مسجد مکان کے انسان میں جلوس کہے اور جان اور مقرر کہے یہی افضل ہے لیکن شیعہ لوگ میں کہ اگر دفعہ مذکور
 معلوم کے واسطے وہاں مقرر کہے تو جائز ہے اور حکم دیکر شغل قلب کی حالت میں یعنی نرسیت یا غضب یا تشویش یا حاجت جملہ یا نہایت سردی یا گرمی یا بول بڑے
 کی حاجت میں اور جس سے جلوس کا ارادہ کہے نفل مذکور رکھے اور پہلے اس میں ثواب اور مال احوال میں کثرتی الخطاوی دیر و بدیہ حکم تقییل بن
 کمال اور قاضی بدیہ استقامت دے پیر کے ابن کمال کے کہ لفظ بدیہ کا معنی تھوڑی خیر ہے کا بھی بدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پیر دینے کے
 لفظ سے معلوم ہوا کہ بدیہ کو بیت المال میں رکھنا اور یہی قول ہے اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھنا بدیہ پیر دینے کا حکم اس واسطے ہوا کہ وہ رشوت
 کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صاحب کرام کا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرتی الخطاوی وہی مایطی جملہ طامانہ بخلاف الرشوة ابن ملک اور بدیہ وہ ہے جو دیا جائے بلا شرط ومانت
 بخلاف رشوت کذا کہ ابن ملک یعنی بدیہ اور رشوت میں یہ فرق ہے کہ بدیہ میں امانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت میں مدد گامی اور کار بر آری مشروط ہوتی
 ہے و لکن تاذی المسد بالرد لیل علیہ کل قیمتا خلاصہ اور اگر بدیہ لانے والے کو پیر دینے سے منع ہو تو قاضی اس کو بقدر اس کی قیمت کے عطا کرے کثرتی الامت
 و لو تعذر الرد لعدم موقوفہ او لعدم مکانہ و ضعیفی بیت المال اور اگر بدیہ کا پیر دینا اس کی عدم معرفت یا اس کے مکان کی عدمی سے تعذر ہو تو اس کو
 بیت المال میں رکھے ومن خصوصیات علیہ السلام ان بدایاہ لہ تا تار غانیۃ اور خصوصیات رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپ کے بدایا آپ کے ملکوں تھے
 کثرتی الامت غازیہ میں دفع دخل ہے یعنی اگر کوئی کے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو بدیہ قبول فرماتے تھے پیر کیا وہ
 قاضی قبول نہ کرے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خصوصیات نبویہ ہے اور نفل مخصوص میں اتباع جائز نہیں اور وہ خصوصیت شاید وقتہ اعلم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 معصوم تھے نہایت خاطر بعدی خلاف شیعہ حضرات سے قصور نہ تھا کثرتی قاضی کو معصوم نہیں دیکھا اور اہلس لایم قبول الہدیہ والامکن خصوصیت ویرا
 بکثرتی الام والحق والواحد قبول الہدیہ لانه انما یصلی الی العالم علو خلاف القاضی اور تا تار غازیہ کا منقول یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو بدیہ قبول کرنا جائز نہیں
 والا خصوصیت نہیں رہتا اور تا تار غازیہ میں ہے کہ امام اور مفتی اور دامط کو بدیہ قبول کرنا جائز ہے اس واسطے کہ امام کو تو بدیہ دیا جاتا ہے اس کے علم کے
 سبب بخلاف قاضی کے کہ اس کے بدیہ دینے میں خود نیا کی کار بیکری کا احتمال ہے ہم شارع نے اس تقریر سے تا تار غازیہ کے دونوں قولوں میں منافات
 ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول بدیہ خصوصیات نبویہ سے ہے جو سلطان کا بدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا بدیہ قبول کرنا
 ثابت ہوتا ہے لہذا دیکھنے اس کا جواب یہ ہے کہ اقتضا میں نبوی سے یہ لازم نہیں کہ امام سلطان بدیہ قبول نہ کریں اس واسطے کہ اگر وہ بدیہ قبول کریں
 بصیرت المال میں رکھ دیں تو جائز ہے چنانچہ فصل خمس میں مذکور ہے کہ اگر امام کو جائز ہے اور اس کو صالح مسلمین میں صرف کرے

اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق پاتی نہیں رہتی الا من ارجع السلطان والباشا لشاہ وکبر وقریبہ الحرم اومن بھرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصوصۃ لہما اور اگر چار شخصوں کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبرہان اور اپنے قریبی محرم کا یا اس شخص کا جس کو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصوصیت نہ ہو دونوں کی کذا فی الدرر یعنی بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضاء میں رجوع نہ ہو ہم تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار اور معتاد دونوں کا ہدیہ قبول نہ کرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اس کے نائب کے ہدیہ قبول کرنے میں بھی عدم خصوصیت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ ان کا ہدیہ بیت المال میں سے ہے اور قاضی بیت المال کے معارف میں سے ہے اور ظاہر قبول ہدیہ اس صورت میں ہے جب کہ حلت غالب ہو اور اگر عزت غالب ہو یا حلت اور عزت دونوں برابر ہوں تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نہ کرے فتاویٰ مالگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصوصیت و عدم تہمت امانت اور اسی طرح عدلیت لینا کذا فی الطحاوی ویرد اجابۃ دعوة خاصۃ وہی التي لا یتخذ صاحبہا ولا یستوفی القاضی ولومن محرم و معتاد و قیل ہی کالمدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کے مان لینے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جس کو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ اے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے م بعضوں نے کہا دعوت نکاح اور غنہ خاصہ اور ان کے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضوں نے کہا دسٹ شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر صحیح ہے چنانچہ سراج میں ہے اور یہی معتد ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم یہ شخص کا قول ہے اور محمد نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اس میں صلہ رحم ہے اور خصات نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کانی نے اختیار کیا صاحب بحر نے کہا تو یوں کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحاوی و فی السراج و شروع الجمع لا یجیب دعوة خصم و غیر معتاد و لو عادت للتمتہ اور سراج اور شرح مجمع میں ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے م اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مینے میں ایک بار پھر وہ ہر ہفتہ میں بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر طعام اکثر ہو عادت قدیمی سے تو نہ قبول کرے مگر اس صورت میں جب کہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی الطحاوی من التاثر غایۃ و الشہد الجنازۃ و لعیو و المرئین ان لم یکن لہما ولا علیہما دعویٰ شرعاً لیکون البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مرئین کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مرئین مدعی اور مدعی علیہ نہ ہوں کذا فی الشرح لایۃ من البرہان م مگر مرئین کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر و لیسوی و جو بایں الخصمین جلوسا و اقبالا و اشارۃ و نظرا و ممتنع مسارۃ احدہما و الاشارة الیہ و رفع صوته علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکساں رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے دیکھنے کے اور باز ہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان میں بات نہ کرے اور باز ہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے م اور امور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اس واسطے واجب ہے تاکہ دوسرے کی دل شکنی نہ ہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اس واسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بقضا بین المسلمین ہو اور ان میں مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظریں اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے و دہرے سے زیادہ اور ابن عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تاثر لیں قریبے ظلم میں طبع نہ کرے اور ضعیف سے یعنی جس کا مقدمہ عدالت میں دائر ہوا اسے منہم اول نے ابن عمر سے لکھ دیا بلکہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو کہ آپ کی طرف سے مال ہے یہ خط لکھا تھا ان القضاء فریۃ حکمہ دستہ عادتہ الخ و فیہ اس بین الناس فی دہمک و مدلک و لبسک الخ کا رد و الدرر ظنی ۱۱

تیسرے محل سے تاحیدہ ہوا اور احد النصفین یعنی ہاتھ دکراوردودہ جوہرے یعنی ہاتھ کرے اور اس کو تحقیق حجت ذکر بسبب نہایت کے فوائد اور فتادی کہری میں ہے۔
 کہ بادشاہ نے ملامت کی ایک طرف کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اس کی نشست گاہ میں اگر بیٹا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا مقام
 دہاں بیٹھے اور قاضی زمین میں بیٹھ کر دونوں میں فیصلہ کرے اور اس پر دلیل قاضی شریعہ کا ہے کہ انھوں نے ایل الو منین علی مرتضیٰ کو اور حق کے حامی کو اسی طرح خطا
 اور بتفاق اہل علم یہ مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے ساتھ بیٹھ کر ایک کو اپنے دابے اور دوسرے کو بائیں نہ بیٹھا دے کیونکہ دہنی طرف افضل ہے اور ہمیں کو
 لائق ہے کہ قاضی کے سامنے عدالت میں بیٹھیں دودھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھا ہے استاد کے روبرو اور چارز آلوں یا اٹریوں پر نہ بیٹھیں اور اگر اس طرح بیٹھیں
 تو تسلیم قضا کے سبب قاضی ان کو منح کرے اور ان کو قاضی کا اس کے سامنے کھڑے میں حجت قاضی کے واسطے پھر جب نصیبین حاضر ہو تو قاضی مختار ہے
 چاہے ان سے ابتدا بہ حکم کرے کہ تہد ایک مطلب اور چاہے سکوت کرے یاں تک کہ وہی کلام آواز کریں پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جائے
 تاوقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کرے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں ثور و تشعب ہے کہ حجت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کروایا جائے اگر پھر
 مدعی جواب اس کے طلب نہ کرے یہی قول راجح ہے کہ علم بالخصوص حاصل ہوا اور محمد کے نزدیک انفصال و مادی میں ترتیب مختار ہے یعنی دعوئی اول کا فیصلہ
 کرے پھر دوسرے کا پھر پھر کا مدعی بالقیاس اور اس پر ایک امین غیر مرتبی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی نے مدعا علیہ پر
 علی الصراح حاضر ہوا اور سابق میں تردد و وقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نہ کرے بلکہ ملت سے کیونکہ شتابی میں حجت مستطیع ہو جاتی ہے اکثر امور کو
 ادنیٰ بھول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی کے روبرو کھڑا ہونا معروف نہ تھا یعنی صلح میں اس کا رواج نہ تھا تو یہ بھی ان محدثات ہے جس کی طرف حاجت
 ہوئی کیونکہ لوگ مختلف احوال و اصناف میں تو قاضی مل کرے بقضا کے مال حاصل سنیر کا مادہ کرے نہ حجت نفس جو تکبر کی طرف پہنچاتی ہے و ماحول و لا قوۃ
 الا بالکرامہ مستحب ہے کہ قاضی میں جہدست یعنی خفک حزامی ہو یا غضب اور تواضع کھار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کتاب امین صلح و قضا
 کا مقرر کرے جو حاضرانہ سمجھت کو لکھے تا سہل فاسد نہ ہو جائے یعنی شروط کے ترک کرنے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والماضی میں مذکور ہیں کذا فی التبع
 التدریج فی انزال الفائق میں ہے کہ اطلاق تسویہ میں انھیں فی الجلبوس مام ہے کیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور ذیل اور شریف اور باپ اسی طرح اور مسلم
 اور ذمی کو کرے اگر بادشاہ مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اس کے مدعی کو دہاں بیٹھا دے واپ زمین پر بیٹھ کر فیصلہ
 کرے تا قضا الخفک فی وجہہ و کذا لایقام بہا و مدعا علیہ قاضی بازر ہے احد النصفین کے سامنے بیٹھنے سے اور اسی طرح ایک شخص کے واسطے اٹھنے سے
 بازر ہے لبرقی اعلام اس واسطے کہ قاضی کے منکس دہ شخص یا غصہ پر دلاورد جائے گا کذا فی النہر و حقیقتہ اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے
 ضیافت نہ کرے مطلق بن رہو یہ اپنی سند میں امام مسکن روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضیٰ کے گھر میں اگر انکسپ نے اس کی ضیافت کی پھر جب اس نے یہ کہا
 کہ میں یہ پہلا ہوں کہ غلے شخص خصوصیت کرو تو علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو یہ کہ اٹھ جا اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک
 غصہ کی ضیافت کریں مگر کہ اس کے ساتھ اس کا غصہ ہوا اسی طرح عبدالرزاق اور دلقطنی نے روایت کی ہوا اس واسطے کہ اس میں تہمت میلان ہے کذا
 فی الصبح ثم فصل ذلک معاصیہ از نراں مگر اس کو دونوں کے ساتھ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر ثم نہر الفائق میں ہے کہ ضیافت میں احمد ہا کی قید اس واسطے لگائی
 کہ اگر دونوں کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہے عادی قیاس اس کا یہ ہے کہ اگر دونوں سے مرگوشی کرے یا دونوں کی طرف ساتھ ہی اشارہ کرے تو جائز
 ہے اتنی و لا یخرج فی مجلس الکلم مطلقا و لو بغیرہا لادبہ بجا ہے اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس میں مطلقا اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے کرے
 اس واسطے کہ خوش طبعی سے محبت اور رحمت نہیں رہتا و لا یلقنہ مجتہد و من مثانیہ بائس بدینی اور قاضی کسی مدعی یا معاہدہ کو حجت نہ سکھا دے اور جو یہ
 سے مدعی ایک یہ بھی ہے کہ تحقیق حجت میں کہ مضائقہ نہیں کذا فی النہر ثم تحقیق حجت اس واسطے جائز نہیں کہ اس میں تہمت ہے اور دوسرے کی دشمنی

ہے ولا یلقن الشاہد شہادۃ استحسنہ البویوسف فیما یتفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو البویوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین میں شاہد کو زیادہ دالت حاصل ہو البویوسف اور قاضی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مفالہ نہیں کہ قاضی اس کی اس طرح امانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو اس طرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ پانچ سو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانچ سو معاف کر دیے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعویٰ مدعی کے موافق کرے جس طرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہیں اور مبسوط میں ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول البویوسف رخصت ہے اس واسطے کہ جب البویوسف مبتلا بقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادائے شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اس کو تلقین نہ کریں تو حق ضائع ہو جائے کذا فی الفتح والفتویٰ علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربۃ بنازیہ اور فتویٰ البویوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا میں البویوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب ہے م اور قنیہ میں بھی بنازیہ کے موافق فتویٰ بقول البویوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحاوی نے کہا کہ فتویٰ بقول البویوسف قضا میں اعلیٰ ہے یعنی اکثری ہے نہ کل ولی الوالیۃ محلی ان ابیوسف وقت مودتہ قال اللهم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصوصۃ نصرانی مع الرشید لم استوینہما و قضیت علی الرشید ثم بی اتی قلت و مفادہ ان القاضی یقضی علی من دلاہ و فی الملتقى ویصح لمن دلاہ و علیہ سبکی اور دلوالجیہ میں حکایت ہے کہ البویوسف نے اپنی موت کے وقت کہا اکی تو جانتا ہے کہ میں نے میلان نہیں کیا یعنی میں نے جھکا کا احد الخصمین کی طرف یہاں تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصوصیت میں اردو رشید کے ساتھ میں نے دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید یعنی اس کو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر البویوسف روئے انتہی میں کتاہوں اس حکایت کے مسئلے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اس بادشاہ پر جس نے اس کو قاضی مقرر کیا اور طقی الاکبر میں ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اس سلطان کے نفع اور مضرت میں جس نے اس کو قاضی کیا اور اس کا ذکر آگے آوے گا فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی البدلہ من جلد ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الا غیرہ بل یلج فیہ کہ قاضی ادب قاضی یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے اس بولی میں جس کو دوسرا خصم نہیں جانتا یعنی اس واسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے و فی التاتارخانیۃ والا حوط ان یقول لخصمین حکم بینکما حتی اذا کان فی التقليد خلل یصیر حکما یجکما اور تاتارخانیہ میں ہے اور زیادہ تراخیا ط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین میں حکم کروں تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھ خلل ہو گا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائے گا دونوں کی تجکیم سے م یعنی قاضی حکم کرنے کی دونوں سے اجازت چاہے جب وہ کہیں کہ حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اس کا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دے کر عمدہ قضا لیا ہو تو بطور نجات کے فیصلہ صحیح ہو گا کذا فی الطحاوی قضی بحق ثم امرہ السلطان لاستینا بحضر من العلماء لم یزیمہ بنازیۃ قاضی نے فیصلہ واجب کیا پھر بادشاہ نے اس کو حکم کیا کہ پھر سر نو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعویٰ اور گواہی سن کر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذا فی البزازیہ موطاوی نے کہا بحر الرائق میں بنازیہ سے یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طلب التقضی علیہ لیسوہ السجل من التقضی لیسوہ علی العلم لم یصحح ام لا فانما یتبع الزم القاضی بذلک جوہر الفتاویٰ جوہر اس نے نسخہ سبیل کا مانگا اس سے جو جتنا سبیل کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں سو اس نے نسخہ دیا تو قاضی اس پر اس کا دینا لازم کر دے یعنی دلا دے کذا فی جوہر الفتاویٰ و فی الفتح متی امکن تاد الحق بلا ایغار صدور کان اولی اور فتح القدیر میں ہے کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو بہتر ہے م طلقہ اس کا مبسوط میں یوں مذکور ہے کہ جو شخص ہمارا ہے اس سے قاضی مذر کرے اور وجہ حکم اس سے بیان کرے اور کہے کہ ہم نے تیری محبت کی اور دریافت کی لیکن حکم شرع اس طرح تھا اس کے عہد یعنی نقل حکم کی ۱۲

مواہیں ہو سکتا تھا یا اعتبار اس واسطے ہے کہ وہ لوگوں سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اس کی شکایت سن کر بگمنا نہ ہوں کذا
 فی الطحاوی عن اہل اہل قبل قصص الخصوم ان جلس القضاہ ولا اخذوا ولا یأخذ بانہا الا اذا اقر بلفظ صریحاً اور قاضی اہل مقدمت کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے
 جواب اس کا یہ ہے کہ اگر قاضی فیصلہ کے واسطے بیٹھ کر یا تو قبول نہ کرے اور اگر سہو نہ کرے یا تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ کہے مگر اس بات کو اہل
 پچھے میں کہ اس نے فقط صریح اقرار کیا حکایات سے وہ حکایات مراد ہیں جو دعویٰ سے متعلق ہیں چنانچہ مضارب کا یوں کہنا کہ میں مال مضارب کو مسخوف میں
 گیا اور فلاں شہر میں اس کو بچا اور اس سے ہم اس کو خرید کیا اور مانند اس کے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعویٰ سے نہیں مجلس حکم میں سماع
 حکایات اس واسطے نہیں کہ مجلس سماع دعویٰ اور عینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے اس طرح کہ مدعی کے کہ اس کے پاس میرا مال مضارب تھا سو یہ سفر
 میں گیا پھر اس نے وہاں نگہبانی نہ کی سوال خاتم ہو گیا اب میں اس سے تاہن جانتا ہوں تو مدعی علیہ جواب میں کہہ کہ اس یا اس کا انکار کرے اور اقرار
 فقط صریح اس طرح کہ مضارب کے کہ میں نے مال مضارب سمندر کے کنارے پر بلا حافظ چھوڑا اور میں شہر میں مال دھننے کے واسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا
 تو مال نہ پایا کذا فی الطحاوی فصل فی الجس فی فصل ہے جس کے حکام میں ہم چونکہ جس خمد احکام قضا تھا اور نقصان حکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اس کو طویل
 فصل کر کے ذکر کیا جس مقصد سے یہی منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موقع جس پر اس کا اطلاق ہوا کذا فی الحموی اہل بند جس کو قید خانہ اور بندی خانہ
 اور اہل خانہ کہتے ہیں وہ شریعاً بقول تاملی اور یغوا من الارض جس شریعاً ہے حق تعالیٰ کے اس قول سے یا نفی کے جائیں زمین سے یعنی فظن الطريق
 نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہیں کہ مقصود نہیں تو نفی سے جس مراد ہے وہ جس علیہ المصلوۃ و السلام رجلاً با تہمت فی المسجد اور رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
 مرد حم کو مسجد میں مجوس کیا ہم رسول علیہ المصلوۃ و السلام کے زمانے میں اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جس مسجد میں تھا یا ڈیوڑھی
 میں یا باندھ کر ایک قول یہ ہے کہ فاروق نے ایک گھر کو مسئلہ میں چار ہزار دم کو خرید کیا اور اس کو جس ٹھکانا یا احدث بسن علی رضی اللہ عنہ و بناہ من نصب
 و ماہ ناخا فقہاء خصوص فی ہر من مدد و ماہ فیسا بفتح کیا و ذکر موقع انجیس و ہر التذلیل اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اس کو بانس
 سے بنایا اور اس کا نام نافع رکھا اس میں نقب نکلا چروں نے یعنی اند قید یوں کو نکال لے گئے پھر حضرت مغنی نے اس کے سوا اور جس بنایا مٹی کے
 ڈھیلوں سے اور اس کا نام عیس بفتح یا رکھا اور کمرہ یا بھی جائز ہے نفیس موقع نفیس یعنی دلیل کرنے کا مکان ہم نفیس بضم فیم فتح فاوتع یا مع التشدید اسم
 ہے یعنی محل تذلیل اور بکسر یا اسم فاعل ہے یعنی دلیل کرنے والا و فی قول علی رضی اللہ عنہ لا ترائی کبسا کیسا بہ نیست بعد نافع فیسا بہ صنفینا و اینا کیسا
 اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھ کو نہیں جانتا مائل مائل میرا مائل بنانے میں نے بعد نافع کے نفیس بنایا مکان مضبوط اور اس پر دار و در
 لانت طبعاً مائل ٹھکانا یا مخلصہ ہے کہ جس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہے اور اس کے جواز پر اجماع امت قائم ہے کذا فی الزیلعی
 صفحہ ان یکون بمجرع نفیس بہ فرش ولا وطاء بطریق نفی صفت قید خانہ ہے کہ کیا مکان ہو جہاں فرش اور سوہنے کا کچھوٹا نہ ہو تا مجوس کو تکلیف
 ہو تو دین ادا کرے ہم بتویہ تھا کہ مصنف ان کیون موقع کتاب مصنف با جہادہ اور دطاء لہذا نکتہ و صاحب خلاف مطالبہ چنانچہ قاضی میں ہے تو معلوم ہوا کہ
 فرش اور دطاء ایک ہی چیز ہے اور بعضوں نے کہا کہ دطاء و فرش ہے جو سوہنے کے واسطے مہیا ہو تو اب حلف فاعل کا کام پر ہو گا کذا فی الطحاوی و مفادہ انہ
 لو جلا نہ منع من اور مفادہ تفسیر یہ ہے کہ اگر مجوس کے واسطے کچھوٹا یا ہلکا تو منع کیا جائے ولا لیکن امدان یہ دخل علیہ لا شینا اس اللہ لا قار بہ
 و غیر انہ لا قیامہ لا شادہ اور کئی قارہ کیا جائے اس کے پاس جانے ہوئی لگانے کے واسطے مگر اس کے قیوت و امداد پڑو کی جانے پلوں شور سے
 کی احتیاج کے سبب سے ہم نے اس واسطے کہ ان کے مقصود سے مقصود مقصود ہے یعنی لگانے وین ولا یکثون عند طویط و مفادہ ان نہ جہ
 لا جس مراد یہی الفاظ مراد ہوا قارب بعد جہانے اس کے نزدیک زیادہ نہ ٹھہری اور مفادہ م لعل کثا قارب ہے کہ مجوس کی خدمت اس کے

ساتھ قید نہ کی جائے اگر قید کروانے والی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہے ہم زوجه اقارب اور میران میں داخل نہیں تو افادہ مذکور کہاں حاصل ہوا اور یہ غلط ہے یا ہوا
نہر الفائق کی صمد رعبات کے خلاف کرنے سے نہر الفائق میں یوں مذکور ہے کہ جب مجبوس جماع کا محتاج ہو تو اس کی زوجه یا لونڈی اس کے پاس جائے اگر وہاں
اڑ کا مکان ہو اور اس میں دلیل یہ ہے کہ زوجه اس کی قید نہ کی جائے اس کے ساتھ اگر وہ حاملہ ہو اس کی اور یہ ظاہر ہے انتہی لیکن اس میں بھی یہ غلط ہے کہ حاملہ
ہونے کی تقید ما تقدم سے مستفاد نہیں بلکہ عدم محبس زوجه مطلقاً ثابت ہوتا ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوجه پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کے
ساتھ قید کی جائے کذا فی الطحاوی دنی الملتقی لیکن من دلی جاریہ لوفیہ خلوة اور مطلق میں ہے کہ مجبوس کو قدرت دی جائے اس کی لونڈی کی قوت پر اگر محبس
میں خلوت ہو ولا یخرج لجمعة ولا لجماعة ولا لجمع فرض فیہ ادلی اور مجبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض جمع کے واسطے تو غیر فرض یعنی
جمع واجب اور جمع نفل کے واسطے بطریق ادلی نہ نکلے ولا یخرج جنازة ولو کان بکفیل زلیعی دنی الخلافۃ یخرج بکفیل لجماعة اھولہ دفردہ لا ینزہم وعلیہ الفتویٰ
اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کے واسطے اگرچہ خروج ضامن دے کہ ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ میں ہے کہ ضامن دے کر نکلے اپنے اھول اور فردہ کے
جنازے کے واسطے نہ سوائے ان کے اور اسی پر فتویٰ ہے ولو مرض مرضاً اقنناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا یفتی اور اگر بیماری نے اس
کو ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہیں پاتا کسی کو جو اس کی خدمت کرے تو ضامن دے کر نکلے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی سخت بیمار نہ ہو یا وہاں کوئی خدمت
کرنے والا ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتویٰ ہے ولا یخرج لمعالجۃ وکسب قبل ولا یکتب فیہ دلولہ دیون خرج لئلا یم تم محبس خانہ اور نہ نکلے علاج اور
کائی کے واسطے بلکہ محبس میں بھی کسب نہ کرے اور اگر مجبوس کے لوگوں پر دیون ہوں تو خصومت کے واسطے قاضی کے پاس جائے پھر قید کیا جائے کذا فی الخانیۃ
ولا یضرب المجبوس الا فی ثلاث اذا امتنع عن کفارة الظہار والالفاظ علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط بالیفتوت بالتاخیل الی خلف اشباہ اور نہ مجبوس
پر مار پڑے مگر تین صورت میں ایک یہ کہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابت دار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی
ندجات کے درمیان باری ترک کرے نصیحت کرنے اور بچانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اس کے قائم مقام
نہ ہو سکے اس کے ترک میں ضرب ہے کذا فی الاشباہ ہم ضرب اس واسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ میں زوجه کا ضرب ہے اور زیادتی محبس میں قرابت دار کا ضرب ہے
کیونکہ اس کا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسی طرح مزید محبس میں زوجات کا فوت حق ہے قلت دینا دمانی الوہبانیۃ ۵ وان فی ضرب دون قید
تا دباہ وکلمین باب المحبس فی العنت یند کہہ میں کتابوں اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جائے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اور اگر مجبوس بھاگے تو
ادب دینے کے واسطے مارا جائے بدن بڑی ڈانٹنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا سرکشی میں مذکور ہے ہم یعنی اگر مجبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا
کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جائے اور ایک سوراخ اس میں رکھا جائے جس سے روٹی پانی اس کو دیا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں قاضی کی رائے
کو دخل ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی الطحاوی ولا یغفل الا اذا غاف فزارہ فی قید او یحول الی سجن الخصوص وعلی لکھن باب الرای فیہ للقاضی بزارہ
اور مجبوس کے گلے میں طوق نہ ڈالا جائے مگر جب کہ اس کے بھاگ جانے کا خوف ہو تو پٹیاں ڈالی جاویں یا اس محبس میں بدل دیا جائے تو چوروں کے واسطے
مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی چن دیا جائے اس میں قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البرزازیہ ولایکبر واور نہ مجبوس برہنہ کیا جائے
کپڑے اتار کر ولا یؤاھر وعلی الثانی یوجز لقضاء دینہ اور نہ مجبوس سے محنت مروی کرانی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کوئی جائے
اس کے دادے دین کے واسطے ولا یقام بین یدی صاحب الحق امانۃ لاور نہ مجبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جائے اس کی غفلت کے واسطے
دلوکان ببلدۃ لا قاضی فیہ لازم لیسلا وھما حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاویٰ اور اگر صاحب حق اس شہر میں ہو جہاں قاضی نہیں تو مدیون کے ساتھ دگا رہے
رات اور دن یہاں تک کہ اپنا حق پا جائے کذا فی الجواہر الفتاویٰ ہم صاحب حق کو ملازمت میں اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ مدیون کو کسب نہ کرنے دے

والمرء لمجمل وبالزمرہ کفالتہ مدو بالدرك اوكفيل الكفيل وان كثر و بزازية باز التزمه بقصد كالمرد و هذا هو المتمدن خلافا لفتاوى قاضى خان لتقديم المتنون
والشرع على الفتاوى بحرف لفظ اور جس کیا جائے مدیون ہر ایک اس دین میں جو قرض ہے مال کا یا لازم کر لیا ہے دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والمقتی
ماند ثمن بیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر مجمل کے اور جو کہ اس کو لازم ہے
کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرك ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہوں کذا فی البزازیہ اس واسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب
عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہ یعنی ثمن اور قرض اور مہر مجمل اور دین کفالت میں مجوس ہونا بلا تصدیق دعویٰ محتاجی قول معتد ہے برخلاف فتاویٰ قاضی
خان کے بسبب مقدم ہونے متنوں اور شرع کے فتاویٰ پر کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م قاضی خان نے کہا کہ در صورت دعویٰ افلاس جس نہیں مگر
ثمن اور قرض میں اور مہر مجمل اور دین کفالت میں جس نہیں الظہار مفلسی میں لیکن یہ فتویٰ متنوں اور شرع مذہب کے مخالف ہے لہذا معتد نہیں اشیاء
مذکورہ میں جس کرنے کی وجہ باوجود دعویٰ افلاس یہ ہے کہ جب مال اس کے ہاتھ میں آیا یعنی بیع اور قرض تو ادائے دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کے بعد
الزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اس میں قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول ہر اور کفالت پر پیش قدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو مجوس ہوگا اور اس کا
یہ قول کہ میں محتاج ہوں مسوع نہ ہوگا کیونکہ یہ قول منقض کے مانند ہے بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکھا
والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نہ نادر پر کذا فی الطحاوی نعم مدہ فی الاختیار لبدل الخلع بنا خطا معتبر ہاں
اختیار شرع میں مختار بدل خلع کو یہاں شمار کرنا غلط ہے سوا گاہ رہنا م بدل خلع کو یہاں شمار کرنا یعنی جہاں جس لازم باوجود دعویٰ محتاجی و نداد القلاسی
انہ جس ایضاً فی کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین المغصوبہ اور قلاسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ جس کیا جائے ہر ایک اس میں
میں جس کی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہے چنانچہ غصب کی ہر نئی چیز لایجس فی غیرہ ای غیر ما ذکر دوہ تسع صور بدل خلع و مغصوب و متلف و دم و مہر و حق
حفظ شریک و ارش جنایہ و نفقہ قریب و زوجہ و مہر و مجمل جس نہ کیا جاوے اس کے غیر میں یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر میں اور اس کی فہموت میں ہیں
۱۔ بدل خلع ۲۔ بدل مغصوب ۳۔ متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اس کا بدل ۴۔ دم مہر کا بدل ۵۔ شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶۔ جنابت کی دیت ۷۔ نفقہ
تزات دارہ ۸۔ نفقہ زوجہ ۹۔ مہر و مجمل قلت ظاہرہ و لو بعد طلاق میں کتا ہوں اور ظاہر اطلاق مہر و مجمل کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں جس نہیں طلاق
بعد بھی یعنی اگرچہ مہر و مجمل طلاق سے مجمل ہو گیا تو بھی جس نہیں و فی نفقات البزازیہ ثبت ایسا بالاختیار بنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات
میں ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہاں یعنی نفقات میں بخلاف باقی دیون کے کہ وہاں فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افنی ابن نجیم
بان القول لہ یمنیہ مالم یثبت عنہ فراجع لیکن ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے کہ تنگ دستی میں متفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تا وقتیکہ اس کی تو نگری ثابت نہ
ہو تو اس کی طرف مراجعت کر م مدار سند اک اس پر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جو بولہوں
ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اس کے غیر میں انشہاد سے کیونکہ اس کی عبارت میں تعیین نہیں کذا فی الطحاوی ولو اختلفا
فقال المدیون لیس بدل مال قال الدائن ان من متاع قال قول للمدیون مالم یبرن رب الدین طر سوسی بخا و اقروہ فی النہر اور اگر دونوں میں اختلاف
ہو اور مدیون کتا ہو کہ مجھ پر دین بدل کا مال نہیں ہے اور دائن کتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول معتبر ہے تا وقتیکہ صاحب دین گوہی
سے ثابت نہ کرے چنانچہ اس کو طر سوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہ الفائق میں اس کو ثابت رکھا ہے م مدیون مجوس نہ ہوگا اگر مدعی فقیر ہو
قرع مسئلہ ملحقہ لایجس فی دین موجل و کذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد و لا السفر موع فاذا حل منع منه حتی یوفیہ بدل الخ و قد مناه فی الکفالت
لہ ایک نسخہ میں خطا کے بعد ظاہر بھی ہے ۱۱

مدیون مجبوس نہ ہو گا دین موجب میں ہوا اسی طرح سفر یا نے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل اُنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اس کے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین پہنچے تو اس کو سفر سے روکے ایسا دین کذا فی البدیہہ اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الکفایات میں ان ادوی المدیون الفقیر فلاصل العسرۃ اشیاء اور جو کے فیہیں مجبوس ہو گا اگر مکی اپنے افلاس اور فقری کا دعویٰ کرے اس لیے کہ اصل تنگ دستی ہے م یعنی بر نفس کے حق میں عسرت اصل ہے اس واسطے کہ بر آدمی مدیم المال پیدا ہو گا کذا فی البدیہہ اور مدعی امر مدفن کا دعویٰ کرتا ہے یعنی مال داری کا تو بدون ثبوت اس کا دعویٰ مقبول نہ ہو گا کذا فی البدیہہ الا ان میر بھی طریقہ علی طناہ ای قدر ذلک لوفاء و لو بقرض ماد بقضای فریہ مگر یہ کہ اس کا صاحب دین اس کی مال داری بعد انگری گوئی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہو نا ادا دے دین پر ثبوت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے حاصل ہرم شارع نے غنا کو بقدرت علی افلاس واسطے تعبیر کیا مہم معلوم ہو کہ غنا سے غنا سے زکوٰۃ مرو نہیں تو اگر مدیون کو قرض دینے والا ہے اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہے مجبوس ہو گا کیونکہ جس جزا ظالم ہے اور اس کا ظلم ثابت ہو چکا ہو و قرض سے ادا نہ کرنا قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اس کا مال دوسرے پر ہے تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دہی سے مجبوس ہو تو مدیون مجبوس نہ ہو گا اور اگر مدیون اپنے مدین سے تقاضا کرے تو مجبوس ہو گا کذا فی البدیہہ الا ان من المدوی فی حبسہ حبسہ ہما را کی دلو یو ما ہو اجمع تو قاضی جس کرے اس وقت میں جس قدرت کہ اس کی رائے میں ادا کر چاہے ہی دن جس کرے ہی قول مجھے ہے م یعنی جب گوئی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت جس قاضی کی رائے پر موقوف ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اس کا مال ہوتا تو اپنی مدت کی جس میں آپ کو غلام کر دیتا تو مجبوس ہے سوال کر کے چھوڑ دے ممکن روایت میں مدت جس دیا تین لینے میں ادا کر دے روایت میں چار لینے سے چھ لینے تک ہزار میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رائے پر موقوف ہے کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں کذا فی البدیہہ الا ان من المدوی فی حبسہ حبسہ ہما را کان المعسر معروفًا بالعسرۃ لم احبہ علی الاذیہ یو لوفقرہ ظاہر اسل من مابلا و قبل ینتہ علی فاسرہ و علی سیر نہ بلکہ موقوف کی شدت میں ہے کہ بوند نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو میں اس کو مجبوس نہ کروں یعنی اس کے جس کا حکم نہ کروں اور غایت میں ہے کہ اگر اس کی موت جی کا ہو تو اس کا مال جلد لوگوں سے حد یافت کرے اور اس کے افلاس پر گوئی قبول کرے اور اس کو چھوڑ دے و فی البرزویہ قال المدیون حلفہ انہ یسلم الی معسرہا ہا بقاضی فان حلف جبر علیہ یطہر عن نکل غلاہ و اقرضہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مٹی کو قسم دیتیے کہ وہ مجھ کو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اس کو قبول کرے پھر اگر مٹی قسم کھائی تو اس کو جس کرے مٹی کی حد خواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اس کو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے نفقہ قد منان ملک لی لمن لا حکہ الاجتہاد فتنہ میں کتابوں ہم پہلے ذکر کیے کہ اس قاضی کی رائے کا اقتدار ہے جس کو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کے رائے کا اقتدار نہیں م علی نے کہا کہ شارع اس میں قسطنی کا تابع ہوا ہے میں کتابوں کو دیا امر یعنی تقدیر مدت جس قاضی کے بہتد ہونے پر موقوف نہیں اتنی تم بعد جبرہ ہا راہ لوجلاہ مطلقا عند القاضی و لا کل با ظہر و اعتمادہ المصنف پھر مدیون کے جس کرنے کے بعد بقدر اس مدت کے ہا اس کی رائے میں ادا کرے مگر اس کا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگ دستی اس کو معلوم ہو سکتی ہو تو لوگوں سے اس کا حال دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو مجبوس ظاہر کے عمل کرے کذا فی البدیہہ اور مصنف نے اپنی شرح میں اس پر احتیاط کیا ہے سائل عنہ اقیلا ما لا یجوز با من حیرانہ و کیلی مدلی بنیۃ المدین پھر بعد جس اس کا حال اس کے پڑوسیوں سے پوچھ بنابر احتیاط کے و بنابر وجوب کے اور کفایت کتاب ہے ایک مرد مولد سے پوچھنا صاحب دین کی بنیبت میں یعنی اس کا حضور ضرر نہیں م ہا بنابر کذا فی امر ہے اس میں ایک شخص مادل کا قول کالی ہے چنانچہ وکیل اور عزل کی ہر میں دو شخصوں سے دریافت کرنا محوط ہے اور کفایت اخبار یہ ہے کہ خبر کے کہ مدیون مجبوس کا حال کتابوں کا حال ہے خبر ایک عور باس میں اور حال اس کا تنگ ہے اور ہر نے اس کا حال ظاہر اور غنی حیثیت کیا ہے کذا فی البدیہہ الا ان المستور کان و حق قولہ ملک القاضی مل ہ و لا لا نفع المسائل بجا اور اگر مدالت

یافق خبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اس کا قول قاضی کی رائے کے موافق ہو تو اس پر عمل کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی النفع المسائل پشام بحر الرائق میں ہے کہ قاضی کی خبر مقبول نہیں ولا یشترط حضرۃ الخفم ولا لفظ الشہادہ الا اذا تنازعانی الیسار والاعسار فتستانی اور شرط نہیں اخبار میں ماضی کو نامدی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جب کہ مدعی اور مدعی علیہ تنگ دستی اور کشادہ دستی میں تنازع کریں کذا فی الفتاویٰ ہم یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگ دست ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور اسی طرح خبر واحدہ و صورت تنازع مقبول نہیں بلکہ بیزہ ضرور ہے قلت لکنہا بالاعسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السؤال النفع الوسائل فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن تنگ دستی کی گواہی نفی منافی کی گواہی محبت نہیں ولذا اس کے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی النفع الوسائل سو خبر دار ہو جاؤ بحر الرائق میں سقانی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ ودانی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ صبیح الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذا فی المطاویٰ قال لم یظہر لہ مال خلاہ بالکفیل الا فی ثلث مال یتیم ودقہ اذا کان الدائن غائباً پھر اگر محبوس کا مال ظاہر نہ ہو تو قاضی اس کو چھوڑ دے بلا ضمان مگر تین صورتوں میں ضمان لے کر چھوڑے یتیم کے مال میں اور دقہ کے مال میں اور جب کہ صاحب دین غائب ہو مفسس کے چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اس کی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرانی کے تو بعد اس کے اس کو قید کرنا ظلم ہے اور مال دقہ کو صاحب بحر نے قیاس کیا ہے مال یتیم پر اور علمائے متاخرین اس کے تابع ہو گئے ہیں اس قیاس میں کذا فی المطاویٰ ثم یجسہ ثانیاً لاول ولا غیرہ حتی یشیت غریہ عنہ بزاز یہ پھر جب مدیون افلاس کے سبب سے جس سے چھوڑا تو قاضی اس کو دوبارہ قید نہ کرے اول مدعی کے واسطے اور نہ اس کے غیر کے واسطے تا دھیکہ اس کا صاحب دین اس کی مال داری ثابت نہ کرے کذا فی البرازیۃ فی القینہ برہن المحبوس علی انلا سہ فاما الدائن اطلاقہ قبل تقبیل لقیسہ فعلی القاضی القضاء بہ حق لا یجیدہ الدین ثانیاً اور قینہ میں ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس پر گواہی گزارے سو صاحب دین نے اس کا چھوڑا دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اس کی مفسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اس کی مفسی پر حکم دینا تا صاحب دین اس کو دوسری بار قید نہ کرادے ہم شارح نے یہاں ایک جملہ قیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنی صاحب دین قبل تقبیل اس کا اطلاق چاہے اور محبوس نہ نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی المطاویٰ عن البحر و غیرہ فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس لدین وغلب رہ برید تطویل جسہ ان علمہ وقدرہ اخذہ او کھیلاد و خلاہ خانیۃ محبوس نے دین ماضی کیا اور صاحب دین غالب ہو گیا تطویل جسہ کا ارادہ کر کے اگر قاضی دین کو اور دین کے مقدار کو جانتا ہو تو اس کو سبے یا مدیونوں سے ضمان لے اور اس کو چھوڑ دے کذا فی الخانیۃ ہم ضمان یعنی مال ضمان اور حاضر ضمان لے کذا فی البحر من النایۃ فی الاستنباہ لایکوز اطلاق المحبوس للابری فی خیمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین للقاضی فی خبرۃ خیمہ اور استنباہ میں ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہیں مگر اس کے مدعی کی رضامندی سے مگر جب کہ اس کا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اس کا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت میں جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل جس کا قصد نہ ہو اور اس مہلت کے ذکر کرنے کا فائدہ تعیم ہے چنانچہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا کذا فی المطاویٰ ولو قال من یراد جسہ اربع مہنی وقضی دینی اجلہ القاضی لویہن او ثلثۃ ایام ولا یجسہ لان الثلثۃ مہت حرت لابلاد الاعذار اور اگر کہا اس نے جس کے محبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ میں اپنا اسباب بیچتا ہوں اور دین ادا کرتا ہوں تو قاضی اس کے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرا دے اور اس کو قید نہ کرے اس واسطے کہ میں دن آزمائش مہذرات کے واسطے مدت مقرر ہو گئے ہیں یعنی اتنے عرصے میں اس باب مہذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولولہ عقارہ یجسہ ای لیبیعہ تقضی الدین الذی علیہ ولو یمن قلیل بزازۃ دسچی تمامہ فی البحر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اس کو جس کرے یعنی اس واسطے کہ تا اس کو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اس پر ہے اگرچہ بیع برثن قلیل ہو کذا فی البرازیۃ اور پورا بیان اس کا آگے آدے گا کتاب البحر میں ولم یمنع غرامہ عنہ علی الظاہر اور درو کے جائیں

میں سے اس کے دین والے بنابر ظاہر رعایت ہم یہ جہد میں کے اس قول سے معلوم نظر لیں غلام مرتبہ ہے یعنی اگر مجبوس کا مال غلام ہو تو قاضی اس کو چھوڑ
 دے اور اگر اس کا مال اس کے ساتھ ہے لاقصد کریں تو قاضی اس کو زبرد کے یہی ظاہر ہو ایت ہے امام سے غلامانہ صابین امام کی دلیل یہ ہے کہ مجبوس
 مفلس کو زبرد ہے تا حصول قنوت یا فادہ حصول قنوت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اس کے ساتھ رہیں تاکہ وہ مفلس نہ کر دے کذا فی المطحانی نیو زمرہ
 نہ لا لہ الا ان یکتسب فیہ تو دین والے مدیوں مفلس کے ساتھ گئے رہیں دن کو زبرد کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہیں مگر صحت
 میں بہر قول وہ ہے جو ٹھنڈے سردی سے بچاؤ اور خود میں ملازمت کرے اور اس کو جو دوڑ کوں کے پاس جانے سے زبرد کے اور نہ اس کو دو دنوں قنوت
 کے کھانے سے روکے اور دو دنوں سے اور رہائے قنوت کے جانے سے خواہ اُن آپ اس کے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہ جائز
 نہیں کہ اس کو دھوپ میں رکھے یا برف پر یا جس مکان میں کہ اس کو اذیت ہو کذا فی المطحانی ویستاجر لمرأة امرأة ملازمہ قنوت مدیونہ کے واسطے
 دوسری صورت تو کہ یہ اس کے ساتھ رہے کہ کذا فی القنیۃ فریغ مسئلہ طوقہ شارع کا لواحقہ المطلب البس والطالب الملازمۃ یعنی اگر المملیۃ یخیر الطالب
 الاخر را و اگر المطلب جس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الجور میں ہے کہ طالب کو اختیار کیا جائے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو
 اس طرح کہ طالب المطلب کو اس کے گھر میں دھالے سے تو ب دفع ضرر کے واسطے جس دافع ہے کذا فی المنہر و کذا فی المزانیہ بکفیل النفس اور بزازیہ میں ماہر خاص
 دینے سے اس کو مکلف کیا ہے مگر بزازیہ میں ہے کہ اگر اس کی ملازمت میں اس کی روزی جاتی رہے تو عاقر دامن نے کہ اس کو چھوڑ دے کذا فی المطحانی
 طالب ملازمت بلا امر قاضی تو مقرر ہوا اس طالب کو اس کی ملازمت کا اختیار ہے بدون قاضی کے حکم کے اگر المطلب اس کے حق کا مقرر ہو وہ قبل ہر مارہ
 علی اختلاف قبیل مجتہد لقیام ماملی انہی دو محرمی زادہ اور مقبول نہیں مدیون کے گواہانا اپنے افلاس پر مجبوس ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے کو ہی کے
 نفی پر نفی خنایہ محرمی زادہ نے اس قول کو بھی کہا ہے ہم جانتے ہیں کہ اس پر مقبول نہیں اس واسطے کہ جب چند مدت وہ مجبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر
 اس کے پاس مال ہو تا تو جس کی ہمتی داتا اور اس قول کی صاحب نہاد اور کثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی المطحانی عن المملیۃ دفع وغیرہ قبول اور
 حیر مزنی زادہ اور ملائے قبول شہادت افلاس قبل البس کی تصحیح ہے یہ ہوا ماسی کا فتویٰ دیا ہے محمد بن فضل اسمیل بن حاد بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحییٰ نے
 اسی قول سے شافعی اور امام کا کذا فی المطحانی والمحل علیہ بایہ کامر قان علم اسارہ قبلہا و ملازمہ لیل حفظ اور اس میں مستند علیہ قاضی کی رائے ہے سو مگر قاضی اس
 کا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور جیس تو نہیں کذا فی المنہر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و بیہ لیسارہ الحق من بیۃ لیسارہ بالقبول لان لیسارہ ملخص
 و بیہات لاشہات اور گواہی مال داری مدیون کی احق بالقبول ہے اس کے افلاس کی گواہی سے اس واسطے کہ مال دار ہونا امر مرض ہے اور گواہی تو شہادت
 کے واسطے نہیں رہتی کے واسطے ہم نے اگر مطلب گواہی سے مطلب ہکا مال داری پر اور مطلب گواہی سے اپنے افلاس پر تو اس صورت میں مال داری کی گواہی
 احق بالقبول ہے دلیل گذشتہ نمبر دومین سبب اسلہ و شہدواہ تقدم اثباتا املا مافضائح کذا و اختتامی التہاں مگر مدیون اپنے مفلس ہو جانے کا سبب بیان
 کرے اور گواہ اس کی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثبوت کے شہادت مذکورہ کے لمر مرض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوئی رہتی کہ کذا فی المنہر
 و شہادہ ہی پر نہ مخالفان نے اتفاق کیا ولی القنیۃ ان لم یبینوا مصلحتہ مالک قبلت و لکن قبولہا لانا قامت للمجبوس و جو منکر و البیہوتی قامت للمکر و تقبل
 اور قنوت میں ہے کہ اگر شہود مال داری کے قاضی کے وقت نہ بیان کریں اس مقدمہ کو جس کا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگئی اور اگر مقدار بیان کرے
 اس کا قبول کرنا ممکن نہیں اس واسطے کہ مجبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی بسبب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہیں و اید
 بس المصنف و جزاء اعظم قلت و یحییٰ بن الجبر انہ یباع مالہ لعیۃ عند جہاد یعنی و یمنہ فلا یتا بعبہ فتنہ اور مجبوس مال داری کی گواہی کیا جائے اس واسطے کہ
 جس مالک عالم کا میں کتا کتا بعد کتب مگر میں اگے کہے گا کہ مدیون کا مال اس کے دین کے واسطے نہ کیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور ہی کا حق ہے

اور اس وقت میں تو اس کا جس دائی نہیں رہتا تو خبردار ہو جاہ یعنی بموجب قول مفتی بہ مال بیچ کر دیں اور اگر کے وہ چھوڑ دیا جائے گا پھر دوام جس کا بانی رہا
والیکس لمن نفقة زوجہ وولدہ اذا ادعی الفقر وان نفی بہا لانہا لیت بدل مال ولا لزوم لبعقہ علی ما تفتی لو برہنت علی یسارہ جس بطلبہا اور قید نہ
کیا جائے گا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کے واسطے جب کہ وہ اپنی محتاجی کا دعویٰ کرے اگر قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اس واسطے مجوس ہو گا کہ
نفقہ بدل مال نہیں اور نہ اس کو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر زوجہ زوج کی مال داری شہادت سے ثابت کرے گی تو اس کی
درخواست سے جس کا مخلصہ یہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتہد میں جس نہیں در صورت ادماے فقر مگر اس صورت میں جب کہ زوجہ اس کی مال داری ثابت کرے کذا فی
المنع بل یکس اذا برہنت علی یسارہ بطلبہا کذا فی ان منفق علیہا ادعی اصولہ وفروہ فیجس ایما لم یبرہن بکزوجہ بموجب کس کی مال داری گواہی سے
ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فروغ پر خرچ کرنے سے تو جس کی جائے
ان لوگوں کے جملانے کے واسطے قلت دہل جس لمرئہ لوابی لم ارہ وظاہر تفتیہم لاکن ما من الاشباہ لا یضرب المجوس الا فی ثلث لقیفتال عند الفتویٰ میں
کتا ہوں اور کیا آدمی مجوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب سے اگر نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اس کو مصرع نہیں دیکھا اور ظاہر تفتیہ فقہا یہ ہے کہ مجوس
نہ ہو یعنی تفتیہ زوجہ اور اصول اور فروغ اس کی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے مجوس نہ ہو لیکن یہ روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جائے
مجوس مگر تین صورتوں میں مفید جس ہے تو تامل کیجیو فتویٰ دینے کے وقت ہم منجملہ صورت ثلاثہ ایک صورت یہ ہے جب کہ نفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور بلاد
قریب سے نیز اصول اور فروغ میں کیونکہ اصول اور فروغ اقارب میں داخل نہیں اور اقارب میں کسی کا نفقہ واجب نہیں مگر قرابت دار محرم کا طوطا دی
کما میں کتا ہوں کہ عدول جائز نہیں قول صریح سے اس تفتیہ کی طرف جو ذکر مدد سے ماخوذ ہے سبھی جس الولی بدین الضمیر اور اگے آدے گا مجوس ہونا
دلی کا ضمیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذکر ضمیر پر مرتب ہے اس کے ادا کرنے سے دلی اس کا سرتابی کرے تو دلی مجوس ہو گا کذا فی المنع عن السراج لایکس
اصل وان علانی دین فرعہ بل یفتی القاضی دین من عین مالہ او قیمۃ وسیع عندہما بیع عقارہ کمنقولہ بحر فلیحفظ نہ بموجب ہوا صل اگرچہ ادنیٰ ہو یعنی دادا پر
دادا سر دادا اپنے فروغ کے دین میں بلکہ قاضی فروغ کا دین اصل کے عین مال سے یا اس کی قیمت سے ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مجمع بیع اس کی
ارضی کی ہے مانند اس کے مال منقول کے کذا فی المنع تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم جس اصول اس واسطے جائز نہیں کہ جس عقوبت سے اور والد اپنے ولد
کے سبب سے مستثنیٰ عقوبت نہیں ہوتا اس واسطے کہ جب اصل کو ف کنا محرم ہوا بموجب نص قرآنی کے تو جس اس سے فوق ہے اور اصل سے ملادہ
ہے جو نانا کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اس واسطے لگائی کہ ولد بموجب اپنے اصل کے دین میں اور ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین میں
مجوس ہو گا عین مال اصل سے اس وقت قضا دین کرے جب کہ موجود حق دائی کی جس سے ہوا اور قیمت سے اس وقت جب کہ مال موجود اس کے حق کی
جس سے نہ ہو کذا فی الطحاوی ولا یتخلف قاض نایب الا اذا فوض الیہ مباحول من شئت ادلالہ کجستک قاضی القضاۃ والدلالۃ ہنا فتویٰ لان
فی الصریح الذکور یک لا یتخلف لا العزل و فی الدلالۃ یتکلمہا کقولہ ول من شئت استبدل اذا یتخلف من شئت فان قاضی القضاۃ ہوالذی یتصرف فیہ مطلقا
تقلید اور لا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نایب کو مگر اس وقت جب کہ بادشاہ کی طرف سے اس کو نایب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یوں
کنا قاضی سے کہ دلی کر جس کو تو چاہے یا تفویض باعتبار ولایت کے ہو چنانچہ یوں کنا سلطان کا کہ میں نے تجھ کو قاضی القضاۃ کیا اور ولایت یہاں قوی تر ہے
صراحت سے اس واسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نایب کرنے کا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور ولایت میں نایب کرنے اور معزول کرنے
دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں کہ دلی کر جس کو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جس کو تو چاہے اس واسطے کہ قاضی القضاۃ وہ شخص ہے
جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوب اور معزول کرنے میں مہر مفوض کو استخلاف میں اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعد ہو مصنف نے استخلاف کی

یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اس کو جائز رکھے تو جائز ہے اس واسطے کہ مطلب تو اس کی رائے حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا بفضل کا داخل ہونا قضا میں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کافی الاشباہ والمنظومات المجبۃ لوفض بعد فوض غیرہ صحیح دلو حکم بنفسہ لم یصح ولو متفق قضی صحیح بخلاف صبی بلغ اشباہ اور منظومہ مجیبہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مقرر کیا اور اس نے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اس نے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا صاحب اشباہ نے احکام صبیان میں بزازیر سے نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر نابالغ پھر صبی کہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اس نے قاضی کا ذکر نہیں کیا اگر عموم والی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحاوی و اذ ارفع الیہ حکم قاضی خرج الحکم و دخل المیت و المعزول و المخیال لرایہ لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم فانہم اکثر قید التفاتی اذ حکم نفسه قبل ذلک کذلک ابن کمال لفظہ ای لازم الحکم و العمل بمقتضاه اور جب کہ مرافعہ ہو قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اس کو نافذ کر دے یعنی اس کے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنی اپنے حکم سے اس کے حکم کو نافذ اور لازم کر دے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جس نے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہو گیا اس واسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہو گا جمیع انواع مذکورہ کو سو اس کو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید التفاتی ہے اس واسطے کہ خود اس قاضی کا حکم قبل اس کے یعنی قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم محکم کو اس واسطے نکالا کہ اگر اس کے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہ ہو تو باطل کرے اس واسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التحکیم میں آدے گا اور عموم قاضی میں اہل یعنی کا قاضی بھی داخل ہے اس واسطے کہ قاضی اہل عدل اس کے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قسستانی میں معنی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اس کو رو نہیں کر سکتا اور اگر رو کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحاوی لو مجتہد فیہ عالم باختلاف الفقہاء فیہ فلو لم یعلم لم یجز قضاء وہ لا یغنیہا ثانی فی الظاہر المذہب زیلعی دینی و ابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند دلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اس میں فقہائے مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اس کی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اس کو جاری کرے کذا ذکرہ الزیلعی و العینی و ابن کمال ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ میں اس کو مختلف فیہ جان کر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اس کی تنفیذ واجب ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر انبیاء مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اس کو جاری کرے اور اگر عہدہ حکم کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسایاں اور عمدہ دونوں صورتوں میں اس کا حکم نافذ نہ کرے اس واسطے کہ اس نے اس کا حکم کیا جو خود اس کے نزدیک خطا ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق میں معمول ہے فقہ میں ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ نہ ہو گا اور فتح القدیر میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اس واسطے کہ مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے مخالف سہوایا عمدہ قضا نافذ نہیں اس واسطے کہ جو اپنا مذہب عمدہ چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اس واسطے نافذ نہیں کہ مقلد نے اس کی تقلید نہیں کی مگر اس کے مذہب کی جہت سے نہ اس کے غیر کے مذہب سے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسے واسطے قاضی کیا ہے تاکہ ابو حنیفہ کے مذہب پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہیں کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہو گا انتہی اور بحر الرائق میں دیکھی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اس کی قوی تردید وہ ہے جو بزازیر میں ہے

کامثل نہ الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہ نے ابن عرس سے مزید توضیح کے واسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن عرس نے نوآگہ بدریہ میں کہا تھا بالوجوب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثالیوں کہتے تھے کہ فلا نے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے یا تسلیم میں بیع کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا دیگر ذلک ادا اس طرح حکم صریح ہونا اصل ہے اس باب میں پھر قضا بالوجوب متعارف ہو گئی توسع اور آسانی کے واسطے پھر توبہ و دگی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے حکم بالوجوب کیا انتہی ملخصاً موجب لغت میں اس کو کہتے ہیں جس کو کوئی شے واجب کر دے اور اس کو مقتضی ہو اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحاوی و ہر مبارکہ عن المعنی المتعلق بما اضيف الیہ فی ظن القاضی شرعاً من حیث انہ یقضی بہ اور موجب عبارت ہے معنی متعلق بالعقد ہے جو کہ عقد کہ شرعاً مضاف اور منصوب ہے موجب کی طرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اس کا حکم کرتا ہے م مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضائے بیع ہے یعنی خارج ہونا بیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اس کا مشتری کی ملک میں اور تسلیم اور تسلیم ثمن اور ثمن میں انی غیر ذلک من مقتضیات بیع و لوازمہ تو یہ معنی محکوم بہ جو مضاف اور منصوب ہے بیع کی طرف اور متعلق با بیع ہے قاضی کے ظن میں شرعاً وہی موجب ہے یہاں اور اسی کو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اس کے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہ ہو گا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اس واسطے کہ دعویٰ شفعہ حکم کے وقت موجود نہیں اور قاضی کو اس کا دھیان بھی نہیں تو یہ موجب متعلق بالحکم نہ ہوا اس راہ سے کہ قاضی نے اس کا بھی حکم کر دیا مثال کذا فی الطحاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المذہب کان معناه الحکم بطلان البیع سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اس کا حکم ہے بطلان بیع کا حکم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع میں تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہو گا اور مطلب اس کا یہ ہو گا کہ یہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت میں وہ معنی ہے جو اس بیع محکم پر کی طرف مضاف ہے شرعاً قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحاوی لو قال الموثق و حکم بمقتضاه لایصح لان الشی لا یقتضی بطلان نفسه اور اگر موثق یا قاضی نے کہا اور بیع مدبر کی مقتضی کا حکم کیا تو حکم صحیح نہ ہو گا اس واسطے کہ شے اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں ہوتی م یعنی اگر قاضی یا موثق یوں کہے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضی کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہ ہو گا اس واسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضی نہیں حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل ہے معنی ہوا تو قاضی شافعی اس کی صحت کا حکم دے سکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ مدبر کی بیع معنی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضائے بیع مدبر حکم متوجہ نہ ہوا اس واسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضی ہی نہیں اس واسطے بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحاوی عن الفواکہ و بہ ظہران الحکم بالموجب ائم نہر اور تقریر گزشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالموجب عام نہ ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت محقرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن عرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن عرس نے نوآگہ میں کہا کہ لازم یہ آتا ہے کہ بیان حکم میں موجب ائم ہے مقتضائے موجب صادق آتا ہے بدون مقتضی قضا کی بعضی صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی صورت میں اتنی اور موجب اور مقتضی مجتمع ہو جاتے ہیں بیع صحیح کے قضا بالموجب میں چنانچہ اول مذکور ہو چکا نوآگہ بدریہ میں کہا حاصل یہ ہے کہ موجب یہاں مقتضی کے ساتھ صادق آتا ہے اور بدون مقتضی بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہے فلہذا اقبال ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضی میں تساوی کی نسبت ہے الی آخرہ ما قال کذا فی الطحاوی لا ما عری عن دلیل مجمع در صورت مراضہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معرا ہو دلیل سے اس کو جاری نہ کرے کذا فی الجمع ہم صاحب مجمع نے اس کو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا معرا عن الدلیل کی ایک صورت یہ ہے کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جب کہ چند سال صاحب دین مطالبہ کرے کذا فی الطحاوی او خالف کتابہم یخلف فی تاویل السلف کما ذکر التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جس کی تاویل میں سلف نے اختلاف نہیں کیا

ہنا جو ترک التسمیہ یعنی قضا بزدوم فہم ترک التسمیہ امام سلف سے ملو وہ ملاہرہ و امام شافعی سے سابق تھے در یافت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک
 مذہب ترک التسمیہ حلال ہے اس کا حکم اور بیع اس کی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک ترک التسمیہ مذہب حلال نہیں اور اس کی بیع صحیح ہے بدین بات
 قرانی دلائل و اہل علم نے اس کا حکم طہر اور نکاح اس جگہ کو جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا کذا فی المطاویٰ چونکہ مذہب شافعی ترک التسمیہ میں ظاہر آیت
 مذکورہ کے موافق نہیں لہذا اگر شافعی قاضی اس کی صحت بیع کا حکم کرے گا تو قاضی حنفی اس کو باطل کرے گا جہاں ذکر ہے گا اور سنہ مشہورہ کا تخیل
 باطلی لفظ حدیث امیر المؤمنین یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ کذا فی تخیل بدین دلی کر کے زوج ثانی کے بسبب مخالف ہونے اس قضا
 کے حدیث مشہورہ سے جو مشہور ہے مسمیہ بن مسیب کا یہ مذہب ہے کہ مطلقہ و تہنیم نکاح حلال ہو جاتی ہے بدین اس کی دلی کے تو اگر کوئی اس مذہب
 پر حکم دے تو قاضی ثانی اس کو نافذ کرے کہ حدیث مشہورہ کے مخالف ہے اور صحیح حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا زمین ہے کہ مشہور کی قید سے حدیث ترک
 سے حرا نہ ملے ہوا و اجماعاً کمال متحدہ و اجماع الصماہ علی فسادہ کبیع اہل دلی کا ذکر تخیل یفقد علی الاصح یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ ملت سے حکم دینا بسبب
 اجماع ہونے صماہ کلام کے اس کے خلاف اور جیسے ام ولد کی بیع بنا بر قول ائمہ اور بعضوں نے کہ کام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہے بر قول اصح م و انذاری کا
 یہ مذہب ہے کہ کام ولد کی بیع صحیح ہے تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول ائمہ نافذ ہو گا اور اس کی پر فتویٰ ہے اور یہی قول ہے محمد کا اس واسطے کہ اجماع
 متاخر خلاف مقدم کا رافع ہے اور یہی مذہب ہے کہ قضا مذکورہ نافذ ہے کیونکہ اجماع متاخر خلاف مقدم کا رافع نہیں تا بعض صماہ کی تفصیل لازم آوے
 اوسخ القدر میں ہے کہ قضا مذکورہ دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر متوقف ہے بدین میں ہے کہ اگر قاضی ثانی اس کو مجتہد فیہ جانتا ہو
 تو اس کو جاری کرے اور اگر اس کا مقتد ہو کر اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق مدبر ہو گیا تو جاری کرے بلکہ رو کرے کذا فی المطاویٰ و من دلیک ما لوقفی
 بشا ہدیین الدلی لفظ الحدیث المشہور البیت علی من ادوی والیہین علی من انکر اور خلا احکام حیر نافذہ کی یہ صورت ہے کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے
 فیصلہ کرے بسبب خلاف ہونے اس قضا کا اس حدیث مشہورہ سے کہ گواہ اس پر ہیں جو دعویٰ کرے اور قسم اس پہ ہے جو منکر ہو اولیٰ قضا ہن تعینیں
 الولیٰ و احد من اہل المحلۃ یا نصہاں کا حکم و یا بسبب تعین کر دینے دلی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے م بھنے ملائے کہ کہ یہ مالک اور شافعی کا قول قدیم
 ہے کہ جب دلی میں اور مقتول میں صلوات ظاہر ہو اور اس کی صلوات غیر دلی طہر سے معلوم نہ ہو بشرطیکہ دلی طہر میں موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو
 تو قاضی قسم دے دلی مقتول سے اس کے دلی پر پھر وہ قسم کھائے تو اس پر قضا کا حکم دے اور ہمارے نزدیک اس میں دیت اور قسم کھانے سے وجہ
 قاضی قضا کا حکم دے اور اس کا رافع ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اس کو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہے کذا فی المطاویٰ من العالمیۃ
 الکبارہ الکبار المتعہ او الوقت یا قاضی صحت بیع کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ کرے او بصورت بیع عبد معتق یا بعض یا
 کام معتق یا بعض کی صحت بیع کا حکم دے م خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اس کو جاری کرے شمس المارہ علوان نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا
 اس میں ہمارے اصحاب سے کہ مقتول نہیں اور انکھ صحت کا لولہ جو تاویم کہے کہ قاضی ثانی اس کو جاری کرے کیونکہ یہ قضا ہے فصل مجتہد فیہ میں کذا فی المطاویٰ
 او یقولہ الدین بعضی نہیں یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گزر جانے سے او بصورت طلاق الدور و بقاء النکاح کا مرزا باریا قاضی
 صحت طلاق دے اور بقاء نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب میں و قضا و عید و صبی مطلقاً اور قضا و
 اور منیر کی مطلقاً نافذ نہیں بیع کو اگر حکم کریں یا غلام یا غنیہ یا غنیہ مسلم یا کافر کذا فی الجلی و قضا کافر علی مسلم ابد و کذا فی التفریق بین الذمیین بشراۃ
 غرضہ و یفقد فی النکل اصناف کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اس کے چنانچہ تفریق بین الذمیین کا حکم دینا طائی کی گوہی سے نافذ نہیں ہوتا قضا کے
 ساتھ بیع ہوا کہ حکم انکھ کفر و دلی ہو کہ مال کرنا و دلی ہو کہ اس کا بیان کتاب النکاح جلد دوم میں گزرا ہے چھ پاس میں یعنی

جميع مسائل مذکورہ میں وعدہ منافی الاشباہ و نفاط و بعین اور منجملہ احکام غیر ناقدہ کے اشباہ میں چالیس اور چند مسائل شمار کیے ہیں ہم شارع نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ میں بطریق صحر کے مذکور نہیں عمومی نے کہا اور جن مسائل میں قضا قاضی منقوض ہوتی ہے ان کا ذکر بحر الرائق اور بنواریہ اور جامع الفقہ اور خانیہ اور میر فیہ اور فتح القدیر میں ہے جس کا جی چاہے اور کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے و ذکر فی الدرر لما یفقد سبع صور منها کما لو قففت المرأة بعد و قد و کئی تنا خلافا لا ذکرہ المصنف ثم ما اور در در میں قضا ناقدہ کی سات صورتیں مذکور کیں ان میں سے ایک یہ صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قضا جس کا حکم کرے اور یہ مسئلہ میں اوسے کا کتاب القاضی الی القاضی میں اس کے برخلاف جس کو مصنف نے شرح میں ذکر کیا ہم اس میں دو قول ہیں خانیہ میں نفاذ مذکور ہے اور بنواریہ نے قضا جامع کے مقدمہ میں عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحاوی والا اصل ان القضا یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان الاول دلیل لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہے موضع اختلاف اور خلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف کے واسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کے واسطے یہ تفرقة عرفیہ ہے والا فقد قال تعالیٰ (وما اختلف فیہ الا الذین اوتوه وما اختلف الذین اوتوا للکتاب) اور حالانکہ اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہیں اور مراد شارع یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں والا اس کے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحاوی دلیل اختلاف الشافعی معتبر الاصح نعم صدر الشریعہ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایہ للصدر الشریعہ ہم شرح وقایہ میں ہے ہدایہ میں کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لا یدخل تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہیں یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے تو اس کی تاریخ معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ میں کذا فی الطحاوی فلو برهن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برهن ان المرأة ان المیت نکح بعد ذلک قضی بالنکاح لو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلا نے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائے گا مگر جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو ہر اور میراث ابن کے ساتھ ثابت ہوگی اس واسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں اور استحقاق میراث سبب سابق علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہو گئی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہوں گے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائے گا کیونکہ دونوں گواہیوں پر عمل ممکن ہے ولو برهن علی قتله فیہ فبرهن ان المقتول نکح بعدہ لا قبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلا نے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہ ہوں گے ہم اس واسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اس کی تاریخ معتبر ہوگی کذا جمیع العقود والذاتیات اور اسی طرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مدائنات ہیں ہم عقود چنانچہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح و غیرہ اور مدائنات چنانچہ قرض اور ودیعت مستحکمہ یعنی بیع تقوٰی اور مدائنات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضا میں کذا فی الطحاوی الا فی مسئلۃ الزوجۃ النفی معہا ولد فانہ یقبل بینہما تاریخ تنافض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلے میں جس کے ساتھ لڑکا ہے اس واسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہوں گے اس تاریخ کے ساتھ جو تنافض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اس کی دلالت میں یوں ہے کہ ایک مرد نے دو مرتبے پر دعوٰی کیا کہ اس نے اس کے باپ کو عداۃ تلوار سے قتل کیا پس برس کی مدت سے اور میں اس کا وارث ہوں کوئی اس کا وارث نہیں سوائے میرے اور اس دعویٰ کو گواہوں سے ثابت کیا پھر ایک عورت اُئی اور اس کے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اس نے گواہی قائم کی اس پر کہ پندرہ برس گزرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھ سے نکاح کیا اور یہ لڑکا اس کا ہے اور اس کا وارث ہے اس مدعی کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں یہ مستحسن جانتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور ولد کو ثابت الینسب کہوں اور قتل کے گواہوں کو باطل کر دوں اور یہ حکم امر بسبب کی احتیاط کے سبب سے ہوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعویٰ کرے اور لڑکا ساتھ لاوے ملے اور نہیں اختلاف کیا اس میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ دیا گیا ہے اور نہیں اختلاف کیا انھوں نے جن کو کتاب دی گئی ہے

نہ ہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بجز الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا مالم ہو تو قضا نافذ نہ ہوگی کذا فی المطاوی فی العقود
 کبیعہ و نکاح و الفسوخ کا قالہ و طلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاید کہ نہ جاک قضا بشہادت زور نافذ ہے عقود میں نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور
 نکاح کے اور فسوخ میں مانند قالہ اور طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا ہم یہ امام کی دلیل ہے مروی ہے کہ ایک
 مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اس نے قائم کیے تو اب نے دونوں میں بیعت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے
 کہا یا امیر المؤمنین اگر مجھ پر اور ناجاری ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجئے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں
 میں نکاح منعقد ہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راضی تھا اور البتہ اس میں
 دونوں کا محفوظ رہنا تھا نہ اسے اور شہود بلاشبہ کاذب تھے بدلیل قعدہ مذکورہ کذا فی الدرر سبع کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے غیر پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس
 کو بیٹی کو اتنے ثمن سے بیچا اور بالغ نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے کو بیٹی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم نافذ ہے باطن میں
 بھی امام کے نزدیک اور اس کو اس کی دلی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلاث کا دعویٰ کیا اور اس پر شہود قائم کیے
 اور قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد مدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اس کی دلی ظاہر اور باطناً
 حلال نہیں اور زوج ثانی کو ظاہر اور باطناً دلی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقتہ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اس کو طلاق نہیں دی اس طرح پر کہ زوج ثانی
 احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو اس طرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیر یا اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اس واسطے کہ حرام محض یعنی شہادت
 کاذبہ کیونکہ سبب ہوگی حلت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو
 انشا کیا ولذا اکثر فقہاء کے نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنی در صورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اس واسطے کہ قاضی کذب شہود
 سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہے شہادت پر اس کے نزدیک شہادت حق ہے بنا برہم ظہور قاضی شہادت تو حلت مرتب ہوئی انشاء اللہ لا ینزیر
 قاضی کی جانب سے کذا فی المطاوی و صدر الشریعہ بصرہ امام کی قوی تر دلیل تحریم بالقضا سے یہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ
 ہو ظاہر اور باطن میں تو تفریق بامر اللہ اولیٰ بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اس کا مامور ہے حق تعالیٰ کی جانب سے کذا فی الفتح و قال لا زفر و الشیخہ ظاہر فقط و علیہ الفتویٰ
 شریعہ لایعین البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلاثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشریعہ لایعین
 البرہان ہم یعنی قضا بشہادت زور ظاہر میں نافذ ہے نہ باطن میں اس واسطے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت ہے نہ باطن میں تو قضا بھی اسی طرح فقط ظاہر میں نافذ
 ہوگی نہ باطن میں اس واسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے فہستانی میں مخالفین سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر فتویٰ ہے بجز الرائق میں فتح القدیر
 سے ہے کہ قول ابو حنیفہ ہو الادب یعنی قوی ہے کذا فی المطاوی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقة عن ذکر سبب الملک فقط اجماعاً التزام الاسباب
 بخلاف قضا الاملاک مرسلۃ یعنی وہ الاملاک جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بلحاظ جماع بسبب التزام اسباب کے ہم یعنی الاملاک مرسلۃ عقود اور
 فسوخ کے مخالف ہیں کہ ان میں ظاہری میں فقط قضا نافذ ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مثلاً نکاح میں نکاح منہم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی
 نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا یا تم دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور الاملاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ
 ملک کے واسطے کوئی سبب ضرور ہے اور بعض سبب اولیٰ نہیں بعض سبب التزام اسباب ملک تو یہاں اثبات سبب سابق علی القضاء ممکن نہیں بطریق
 اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ نہ ہوئی تو مقتضی کہ کو دلی اور اکل و غیرہ حلال نہیں اور مقتضی علیہ کو حلال ہے لیکن عدم پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں
 لے اور ایک نسخے میں بعد رضی اللہ عنہ کے تنک المرأة یعنی جیسا ارشاد علی رضی اللہ عنہ کا اس صورت کو واضح ۱۱

کرے گا تو لوگ اس کا سبب بے شک کریں گے یا خریدیں گے کذا فی المطاویٰ من مولوی جی نوذکر سبب مسیئنا ضل الخلاف من کان سببا یکن انشاء اللہ و اگر لوگ
 میں سبب ہیں کہ کذا کہ کذا خلاف سابق پر قبول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جس کا انشاء اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضاء سے چنانچہ یہ معنی کر مانی نے
 دعویٰ کیا کہ کذا فی جہد میری ملک ہے بسبب غریب کے اور شہادت کا وہاں پر قائم کی اور قاضی نے ثبوت تک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضاء نافذ ہوگی ظاہر ہو رہا
 اصحاب میں کے نزدیک فقط ظاہری میں نافذ ہوگی و باطن میں وہ لا ینفذ اتفاقا کالارث اور اگر یہ سبب مدعی نے مذکور نہیں کیا جس کا انشاء قاضی سے ممکن ہو تو
 قضاء باطن میں نافذ نہ ہوگی بالفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہے لیکن ایسا سبب نہیں ہے جس کو قاضی بشکریہ عکا اور مدار
 نفاذ قضا امام کے نزدیک اس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے مطاویٰ نے کہا باطل میں سے ملے اور عکا اور مطلق ملک دعویٰ میں برابر میں اور اسی قول کو
 ہم کہتے ہیں عکا و کات لراۃ مرثیۃ و مدۃ اودۃ و کما لایم القاضی بکذب الشہود و یستلزمہ کذا فی القضاۃ بالیمین الکاذبۃ نہ یطیع و نکاح الطبع اور چنانچہ اگر حضرت عمر
 یعنی مدعی پر عوام ہو بسبب مدعی یا ارتداد و غیرہما کے اور چنانچہ اگر قاضی کو اس کی دروغ گوئی سے واقف ہو جائے کہ وہاں اصلا قضا نافذ نہ ہوگی مجبوریٰ قسم کی قضا
 کے مانند کذا فی الزمعی و نکاح القدریم بہتر ہے چاکر حضرت عمر و اودع قاضی کے مسئلے کو شارع علیہ ذکر کرتا ارث کے ساتھ تمثیل زدیتا کیونکہ دونوں صورتوں
 میں اصلا قضا نافذ نہیں ہوتا ظاہر میں نہ باطن میں خلاف ارث کے کہ اس میں فقط باطن میں نافذ نہیں ہیں کاذب کی یہ صورت ہے کہ اگر مذکور ہونے دعویٰ کیا کہ زوج
 نے اس کو مطلق کیا بطلان طلاق و نہ منع اس کا منکر ہے تو قاضی نے اس کو قسم دی اور اس نے قسم کھائی انکار پر اودعیت جاتی ہو کہ بلاشبہ طلاق واقع ہوا
 تو اس کو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اس کی میراث لینا اس کو درست ہے ظاہر میں سے منع کہ اس کی مدعی حلال نہیں اجماعا کذا فی المطاویٰ
 دلی اس واسطے حلال نہیں کہ امام کے نزدیک شہادت کاذب سے قضا نافذ ہوتی ہے یہیں کاذب سے قضا فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ ای مذہب جمع و بن کمال
 لا ینفذ مطلقا ناسیا اوداماداً عندہ ما لا کواثر لہ و معنی مجمع فتاویٰ دمشق و قیل بانفاذ یعنی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہ میں برخلاف اپنی رائے کے یعنی
 اپنے مذہب کے خلاف کذا فی الجمع ابن کمال تو نافذ ہوگا مطلقا مجبوریٰ کہ مدعی صاحبین اور ائمہ طہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الجمع و التوقیع
 و المتفق اور قول ضیف ہے کہ نفاذ پر فتویٰ ہے چنانچہ مغری میں کافی سے فتویٰ منقول ہے کذا فی المطاویٰ مہ مسئلہ مغریب مشروع ذکر ہو چکا و فی
 شرح الودہانۃ بشرط ہاں یعنی من یس مجتہد کھفۃ زمانہ بخلاف مذہب ہامد لا ینفذ اتفاقا و کذا ناسیا عندہما اور شرعیہ کی شیعہ وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ
 مجتہد نہیں جیسے ہامد نے لے کے قاضی حنفی الذہب اس نے حکم دیا اپنے مذہب کے خلاف جان بوجہ کہ تو حکم مذکور نافذ نہ ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے
 اور اسی طرح اہل مذہب مجبوریٰ کہ حکم نافذ نہ ہوگا صاحبین کے نزدیک ہم حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی بذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بھکس تو نافذ نہ ہوگا اور
 اگر حنفی ہو و لیس یا محمد بن ہمام کے شاگردوں کے قول یہ حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ درمیں سے یہ اس صورت میں ہے جب کہ
 قاضی کا حکم بذہب امام کی تقیید نہ طے ہوئی ہو و وادہ موزول ٹھہرے گا کذا فی المطاویٰ و لو قیدہ السلطان بھی مذہب کنا ناسیا لقیہ بلا خلاف کہ وہ موزول
 عز اتقی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے مذہب کے ساتھ مقید کیا ہما سے زمانے میں تقیید بھی مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہو
 کی بسبب ہونے قاضی کے موزول حکم خلاف مذہب سے اتقی کلام الشریعہ بالقدح و بترت بیت الودہانۃ بطلت و لو حکم القاضی بحکم خلاف مذہب ہامد اصلا
 بطرہ اطلتہ میں نے حیر کر دیا وہبانیہ کی بیت کو سولوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے خلاف تو اصلا ہی نہیں نہ ہامد نہ ساسیا اس کو کہہ کہ
 چاہیے قضا امامی صحت قصہ مجتہد فیہ نقض اس کا قد منہ من سیرتہ غایتہ فیہ باطلیہ فیہ میں کتابوں اعدا میر کا حکم تو جب کہ فصل مجتہد فیہ سے
 کہ تو اس کا نافذ ہوگا چنانچہ ہم نے اس کو مقدمہ ذکر کیا ہے کتاب سیرتہ غایتہ فیہ اسے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے لا یقضی علی غائب و لا لہ ای و یج
 بل لا ینفذ علی العقی بہر حکم دیا جائے شخص غائب جہد یا حضرت اس کے واسطے یعنی نائب کی حضرت اور منعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ

ہی نہیں قول مفتی بہ پر کذا فی البحر امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البیہ علی المدی والیمین علی من اکر و حضور ختم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہے جو ابو داؤد میں مروی ہے کہ جب علی رضی کو میں کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں ختم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اس کو احم اور اسحق اور طیبی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہ ہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے ختم کے غائب ہونے سے یا اس کے نائب کے نائب ہونے سے اور اسی واسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اس پر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اس کا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی الفتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃً کو کیلہ و وصیہ و متولی الوقف نائب یقضا نہیں مگر اس کے نائب کے حضور میں غائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃً چنانچہ نائب کا دلیل اور اس کا وصی اور متولی وقف کام خواہ دلیل خصوصیت اور دعویٰ کا ہو خواہ حکم کے واسطے اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اس نے کسی کو دلیل مقرر کیا اس پر حکم ہو اقیانہ میں ہے اقامت میں کیل پر ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اس کا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مر گیا اور اس کا وارث حاضر ہوا یا اس کے وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا سو مدینہ مذکورہ سے اس پر حکم ہو گا جو حاضر ہے اتنی اور وہی سے وہ وہی مراد ہے جو میت کی طرف سے ہے نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ امیل نہ ہو کذا فی الموطا دی افاد بالاستثنا ان القاضی انما یکمل علی الغائب والیت الای الکیس والوہی فیکتب فی السجل ان حکم علی الیت و علی الغائب بحضرة دکیلہ و بحضرة وصیہ جامع الفصولین معنف نے دلیل اور وہی کے استثناء کرنے سے یہ قائم نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ کیل اور وہی پر تو قاضی سبیل میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا دلیل کے سامنے اور میت کے وہی کے رد پر کذا فی جامع الفصولین و افاد بالکاف عدم المحفلان اور الورثہ مکنالک ینتخب خصما من الباقین و کذا احد شرکی الدین واجنبی بیدہ مال یتیم و بعض الموقوف علیہم ای لو الوقف ثابتا کامر بابہ اور معنف نے کاف تثنیٰ سے فائدہ لیا ہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی دلیل اور وہی اور متولی وقف میں منحصر نہیں اس واسطے کہ ایک شخص وارثوں میں سے اس طرح ختم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور اسی طرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک ختم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کی طرف سے اور اسی طرح وہ اجنبی جس کے ہاتھ میں یتیم کا مال ہے ختم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے ان میں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف میں مذکور ہو چکا اور نائبہ شرعا کو وہی نصیب القاضی فرج المسزک سمی یا قضا جائز ہے نائب پر اس کے شرعاً نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وہی جس کو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وہی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ مقرب اس کا ذکر آدے گام مسخر وہ ہے کہ قاضی ایک دلیل قائم کرے غائب کی طرف سے تا وہ مدعی کا دعویٰ سنے کذا فی الموطا دی عن البحر ادحا بان یکون ما یدعی علی الغائب سبباً لای لہ للوشری امتہ ثم ادعی ان مولاه زوجہا من فلان الغائب و اراد رد العیب الا نود لرج لم یقبل للتمہل انہ طلقا و ذال العیب ابن کال ما یدعی علی الی حضر یا قضا جائز ہے نائب پر اس کے حکمی نائب کے سامنے اس طرح پر کہ جو دعویٰ کیا جائے غائب پر وہ ہی لای مالہ بلا احتمال سبب ہے اس دعویٰ کا جو شخص حاضر پر دعویٰ کیا جائے تو اگر ایک شخص نے نوٹڈی خریدی کی پھر نوٹڈی کے مالک پر دعویٰ کیا کہ اس نے نوٹڈی کا نکاح فلان نے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ نوٹڈی کو پھر دے منکوم ہونے کے عیب سے تو دعویٰ اس کا مقبول نہ ہو گا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اس کو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کال م شارح نے یہ تفریع کی لای مالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادما علی الغائب بالیقین سبب نہ ہوا ادما علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب رد علی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا الفکا کے احتمال سے مثلاً کہ کا اذ ادعی دارانی یدرجن بزمین الدعی علی ذی الیدانہ اشتری الدار من فلان الغائب حکم الی کم علی ذی الید الحاضر کان ذک حکماً علی الغائب ایضا حق لہ حضور و اکرم لعلہ ان الشراء من مالک لہ گواہ دعویٰ کرنے والے پر ہیں اور قسم اس شخص پر ہے جو انکار کرے ۱۳

سبب طلاق کا احوال مثال سبب ہمالی چنانچہ دہوی کیا اس گھر کا ہوا ایک مرد کے قبضے میں ہے اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فلاح
 شخص غائب سے خرید کیا تھا وہ ملک نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائے گا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور نیک کا انکار کرے تو معتبر ہوگا
 اس واسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا احوال قطعاً ہم اس صورت میں احوال غائب یعنی شریعت دار سبب ہے ثبوت احوال حاضر کا یعنی ملکیت
 کا اس واسطے کہ ملک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا احوال قطعاً انفساک سببیت کذلک لا کیلئے ولہ صور کثیرہ ذکر مناسباتی الجہتی تسعد و مشہدین اور غائب کی
 نیابت محلی کی بہت صورتیں ہیں جن میں سے محلی میں تیس صورتیں مذکور ہیں ہم انہیں یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اس پر کہ اس کا نانا نے غائب پر تینادین ہے اور یہ
 شخص حاضر اس کا فاضل ہے اس کے گھر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر مناسبات باہر غائب نہ کہتا تو غائب پر حکم نہ ہوتا اور انہیں یہ ہے کہ مدعی نے
 دہوی کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا یہ گھر فلاح نے غائب سے اور میں اس کا شفع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اس کی خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اس سے
 خرید کرنے کا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور انہیں مسئلہ من ہے اور انہیں اثبات متعلق علی غائب کا مسئلہ ہے جس کو شارع ذکر کرے گا کذا فی الطحاوی من اللہ
 من الجہتی ولو کان ما یبطل علی غائب شریعی لایدعی علی حاضر کا احوال مدعی عبد علی گواہ انہ علق حقہ بتطریق زہد و برہن علی التعلیق بطریقہ زید لا یقبل فی اللہ اذا
 کان ذیہ البطلان حق الغائب فلو لم یکن کا احوال طلاق امراتہ بد قول زید الدال علی عدم ضرر الغائب اور دہوی کیا جائے غائب پر گمردہ شرط ہو اس
 دہوی کی جو حاضر پر احوال ہو چنانچہ اگر غلام نے اپنے میں پر اس کا دہوی کیا کہ اس نے معلق کیا میرے حق کو زوجہ نسیک تطلیق پر اور گواہ لایا نسیک زوجہ کے طلاق
 ہونے پر نسیک بیعت میں تو گواہ مقبول نہ ہوں گے قول اصح میں جب کہ اس میں حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ میں تو اگر
 غائب کا حق باطل نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر زوجہ نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنی یوں کہا کہ اگر زید گھر میں داخل ہوتا تو اس کی زوجہ مطلقہ
 ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہوں گے سبب عدم ضرر غائب کے یعنی زید کا کچھ ضرر نہیں دخول دار کے ثابت ہونے میں مطلقاً اشراط میں اختلاف
 مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہیں سبب اور شرط میں فرق یہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت بہ سبب تو حاضر غائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب
 کلام وکیل کے اور ایسا نہیں جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہیں ہے نسبت بشرط تو حاضر غائب کا غائب نہیں ہو سکتا کذا فی مد الشریعہ ومن میل اثبات
 المتعلق علی غائب ان یدعی الخمد و ملان الشاہد عبد فلان یدعی ان مالک الغائب الحقہ لتقبل اور اثبات متعلق علی غائب کے میلوں میں سے ایک
 جلد یہ ہے کہ شہود و طہرے دہوی کر سکے شہاد مدعی کا فلاح نے شخص کا غلام ہے سو گواہ دادے مدعی کو اس کے مالک غائب نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو
 گواہی حق کی مقبول ہوگی ومن میل الطلاق حیثہ الکفالتہ بہرہ مطلقہ بطلان احوال مدعی طلاق سے جلد ہے صورت کے ہر کی کفالت کا معلق بطلاق صورت ہم
 صورت اس کی یہ ہے کہ صورت ایک مرد پر دہوی کر سکے تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو میں تیرے ہر کا فاضل ہوں جو زوج پر ہے سو اس
 اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اس نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحاوی نے کہا یہاں سے تین تک جتنے مسائل
 ہیں وہ قول ضعیف پر تفرع ہیں چنانچہ منع انفار میں اس کی تفرع ہے اس واسطے کہ من قبیل شرط مضری غائب کے واسطے جامع الفصولین میں ہے
 کہ باوجود اس کے اگر قاضی اس پر حکم کرے گا تو حکم نااہل ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے دہوی کفالتہ بنفقہ الحقة معلقہ بطلاق اور نفقہ مدت کی کفالت
 صحیح بطلاق کا دہوی ہم صورت اس کی یہ ہے کہ صورت نے ایک مرد پر دہوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج کچھ کو طلاق دے تو میں نفقہ مدت کا فاضل
 ہوں سو اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا صورت سے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان
 یجوز فی غیرہ انی دہوی الخمد و ملان الشاہد عبد فلان یدعی ان مالک الغائب الحقہ لتقبل اور اثبات متعلق علی غائب کے میلوں میں سے ایک
 جلد یہ ہے کہ شہود و طہرے دہوی کر سکے شہاد مدعی کا فلاح نے شخص کا غلام ہے سو گواہ دادے مدعی کو اس کے مالک غائب نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو
 گواہی حق کی مقبول ہوگی ومن میل الطلاق حیثہ الکفالتہ بہرہ مطلقہ بطلان احوال مدعی طلاق سے جلد ہے صورت کے ہر کی کفالت کا معلق بطلاق صورت ہم
 صورت اس کی یہ ہے کہ صورت ایک مرد پر دہوی کر سکے تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو میں تیرے ہر کا فاضل ہوں جو زوج پر ہے سو اس
 اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اس نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحاوی نے کہا یہاں سے تین تک جتنے مسائل
 ہیں وہ قول ضعیف پر تفرع ہیں چنانچہ منع انفار میں اس کی تفرع ہے اس واسطے کہ من قبیل شرط مضری غائب کے واسطے جامع الفصولین میں ہے
 کہ باوجود اس کے اگر قاضی اس پر حکم کرے گا تو حکم نااہل ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے دہوی کفالتہ بنفقہ الحقة معلقہ بطلاق اور نفقہ مدت کی کفالت
 صحیح بطلاق کا دہوی ہم صورت اس کی یہ ہے کہ صورت نے ایک مرد پر دہوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج کچھ کو طلاق دے تو میں نفقہ مدت کا فاضل
 ہوں سو اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا صورت سے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان
 یجوز فی غیرہ انی دہوی الخمد و ملان الشاہد عبد فلان یدعی ان مالک الغائب الحقہ لتقبل اور اثبات متعلق علی غائب کے میلوں میں سے ایک

ایک عورت پر کہ اس کے زوج غائب نے اس کو طلاق دی اور اس کی عدت منقضی ہو گئی اور مدعی نے اس کا نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اس کے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر یہ گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہو گا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعداد شہادت کی حاجت نہ ہو گی جب کہ شخص غائب حاضر ہو گا مطلقاً دیئے گا کہ اگر یہ دعویٰ راست ہے تو اس کو حیلہ کننا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور طرز بیان شارح اس کا مہم ہے کہ دعویٰ دروغ میں یہ حیلہ جادہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر میں سے ہے اور ظاہر کلام بزاز یہ اس پر ولایت کرتا ہے کہ برہان اطلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونوں میں تلازم نہیں سوا اگر یہ مراد ہے کہ گواہی طلاق اور نکاح دونوں پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہے انتہی و لو قاضی علی غائب بلا نائب نیز قاضی فی الظہر وائتین عن اصحابنا ذکرہ ملا خسر دنی باب فیل العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدو ن نائب کے تو قضا نافذ ہو گی حنفیہ کی اظہار وائتین میں بیان کیا ہے اس کو ملا خسر دنی نے درر کے خیار العیب کے باب میں مطلقاً دیئے گا کہ یہ معمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفعت کے واسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب میں بجز الرائق میں ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے لفظ پر فتویٰ ہے بہت لوگوں نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عالم سمجھے ہیں کہ خواہ قاضی شافعی ہو جس کے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے خواہ حنفی جس کے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر یہ فتویٰ اس قاضی کے حق میں ہے جس کے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہے اس واسطے کہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید کی شرح آداب القاضی میں ذکر کیا ہے اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا بدم مذہب لازم نہ آدے یا فتویٰ نفاذ کا مفقود کے حق میں معمول ہے نہ مطلق غائب میں وقیل لا ینفذ فی غیر واحد دنی المیتہ والبرایۃ مجمع الفتاویٰ وعلیہ الفتویٰ اور دوسرے قول یہ ہے کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو رائج کہا ہے اکثر علمائے اور نیہ اور بزاز یہ اور مجمع الفتاویٰ میں کہا اور اسی پر فتویٰ ہے ورنہ فی الفتح توقیف علی امضاء قاضی آخر اور فتح القدیر میں قضا علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کر دینے پر یعنی قضا علی الغائب اس وقت نافذ ہو گی جب دوسرا قاضی اس کو جاری کر دے مطلقاً دیئے گا کہ بیان شارح اس کا مقصد یہ ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہے حالانکہ یہ بعینہ دہی قول ہے عدم نفاذ کا دنی البحر والمتمدان القضاء علی المسر لا یجوز الا للضرورة دہی فی نفس مسائل اور بجز الرائق میں ہے اور قول معتد بہ ہے کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلوں میں ہے ہم سفر کی تفسیر مقرب گذری یعنی جس کو قاضی سماع خصوصیت کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کی طرف سے اشتراکی بالخیار فتواری پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی چیز بشرط اختیار خرید کی سوبائع پھپ رہا م یعنی مشتری نے مدت اختیار میں رد بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کی طرف سے وکیل قائم کرے تا اس کو بیع پھیر دے صاحب بحر نے اس میں دو قول نقل کیے ہیں بلا ترجیح اختفی المكفول لہ و دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکفول لہ پھپ رہا م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر فاسن ہوا اس شرط پر کہ اگر اس کو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہو گیا اور کفیل نے اس کو نہ پایا یہاں تک کہ مدت گزری تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے ناش کی سو اس نے مکفول لہ کی طرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اس کو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعض روایت میں سے ہے کذا فی البحر من جامع الفصولین حلف لیو فیہ الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ دیوں نے قسم کھائی کہ البتہ اس کا دین آج ادا کرے گا سو دائن غائب ہو گیا مگر خواہ طلاق کی قسم ہو یا حقائق کی منجز ہو یا معلق اور عارف منٹ سے ڈرا تو قاضی غائب کی طرف سے وکیل قائم کرے اور اس کو دین ادا کرے تو حائث نہ ہو غایہ میں کہا اسی قول پر فتویٰ ہے شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت نہیں مگر قاضی کو دین ادا کرے گا تو حائث نہ ہو گا مگر قول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتدہ میں ہے اور اگر وہاں قاضی نہ ہو تو حائث ہو گا بقول مفتی بہ کذا فی المطلقا وکیل مقرر ہو گا ان لم یصل نفقتھا فتغیب چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اس کا نفقہ نہ پہنچے سو عورت چھپ رہی یعنی بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کے واسطے الخامسہ ادا تواری الخم فالتامرون ان القاضی ینصب وکیلاً فی کل دہو قول الثانی غایہ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ جب

مقام چھپ رہے ہر اقتضائیں حاضر نہ ہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی دکیل قائم کرے سب صورتوں میں اور یہ قول ہے جو یوسف کا کذا فی الناحیہ قلت و نقل
 شرع الوبالہ من شرع اہل القاضی بقول اہل دین القاضی ختم یتبعہ یل ائم نصب الوکیل اور سبب کے شد میں نے شرع ادا ب القاضی سے نقل کیا کہ
 یعنی نصب دکیل امام اور ماہرین سب کا قول ہے اور یہ کہ قاضی جو حاضر کے گھر پر در کرے جس قدر مدت کا اس کو مناسب معلوم ہو پھر دکیل قائم کرے ولایت
 مع الترتیب المستغرق بالذین للقاضی لا للورثۃ لعدم حکم میت کا نالہ میں غیر ہم ولایت مع ترتیب مستغرق الذین کی قاضی کے واسطے سے وارثوں کو
 بسبب نہ ملک ہونے وارثوں کے سبب کہ دین وارثوں کے سو ہو کسی کا ہوم مثلاً مترکہ ہے پانچ سو کا اور میت پر دین اتنا ہے یا زیادہ قاضی اس کو بیع
 کرا دے دین کے گناہ اس کے واسطے مگر سب کا رباب دیون بیع در دے ماضی ہوں اور وارثوں کو استلام مترکہ کا حق ہے تو اگر وارث استلام کا قصد
 کرے اور مال نقد ادا کرے تو رباب دیون سے ذریعہ قبول کسوا یا ہادے گا اور اگر وارث کیس کم دین کما داکریں گے اور مال نقد حاضر کریں تو قاضی کو
 بیع حرکہ کا اختیار ہے کذا فی الطحاوی لقرض القاضی مال الوقف والغائب والفقیر والیتیم من علی حتمن میت لاھی ولا من یقبل مضاربۃ ولا مستوف
 یشری قاضی قرض وبے مال مقف اور مال غائب اور مال لفظ اور مال یتیم مال دار امانت دار کعب کہ یتیم کا کوئی بھی رہا اور نہ وہ شخص جو جو مال کو بطریق عقد
 مضاربۃ قبول کرے اور مستوف جو جس کو قاضی فرید کرے م قاضی بسبب کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کر سکتا لہذا مستحب
 ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض میں تاوان ہے نہ عدلیت میں اور قاضی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والوں کا مال دریافت کرے تاکہ کسی کا مال
 پیشان دیکھے تو اس سے مال کھوے اس واسطے کہ قاضی مگر چاہے استلام پر قادر ہے مگر فی سے نہ محتاج سے ولذا محتاج کو قرض دینا ہائز نہیں اور قاضی کو
 یہ جالو نہیں کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض سے اور اگر یتیم کا کوئی بھی ہو تو قاضی کو قرض دینا منسحب ہے چنانچہ قیزی میں ہے کذا فی الطحاوی مقفل وہ چیز
 ہے جس میں آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کا سبب ولذا غلام مال من اب بندر و دھو من مدل قضا اور قاضی کو جائز ہے فضول لکھ
 باپ سے مال کا چین لینا اور اس کو رکھنا چھوڑنا مرد و ماول کے پاس کذا فی القیزی یعنی اس واسطے کہ تامل منیر کا مال برباد نہ ہو جائے و یکتب الصک
 نہ بالیوتک لہر تک لکھو یا جاوے سوال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحاب کے بل قرض یا دے م موی نے کہا صک عبارت ہے مال
 منیرہ کے اقرار نامہ سے وہ قاضی صوب ہے لا یقرض الاب ولو قاضیا لا یراد لایضی الولد نہ قرض دے باپ اپنے فزند منیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو
 اس واسطے کہ باپ قضا نہیں کر سکتا اپنے فزند کے واسطے م یعنی اگر مستقر قرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی جاست ہوگی اور اس کی سماعت اور حکم دینا قاضی
 سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فزند کے واسطے حکم دینا جائز نہیں تو جواز اقراض کی علت متنی ہوگی کذا فی الطحاوی لا الوھی ولا الملقط فلان اقراض
 اقضو العزیم من تحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دے وہی یتیم کامل اور نہ حلقہ نقطہ کسی کو قرض دے سو کہ باپ در دمی اور عتق قرض دین کے
 قضا دین دینا اس پر لازم ہو گا بسبب ان کے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے م شذرح سے نقدت تحصیل قرض
 سے جواب دیا اس دوری روایت کا کہ باپ کو طفل منیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ روایت اس کی قاضی کی روایت سے مام تر ہے اس واسطے کہ نفس
 اور مال میں عدول کی روایت یکساں ہے مگر مزید شکتے میں باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظہر باپ اس کو قرض دے گا جو بے کر منکر ہو جائے فلاح
 ملکہ ہے کہ جو قرض اس قدر قرض میں قرب قرابت اور زیادہ ولایت کو دخل نہیں بکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے بعد وجود اصل ولایت
 کے اور باپ کو پھر لینے پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اس واسطے کہ اگر قاضی کو ہوں کو زیادہ سبب موت یا نیت کے تو اپنے علم اور دانست پر
 حکم کرے گا یا مال نکالے گا کذا فی الطحاوی من مکمل تیشنی اکر ہم معروضہ کو قرض اور نہ پوز قضا کا کہ ہر وہ ہم جواز قرض سے انکی اس مذکورین کا قرض
 معاشق ہے بسبب معروضہ کے چنانچہ اگل دل یا مذکور کی کا قرض قاضی معروضہ میں بالاتفاق جائز ہے کذا فی الطحاوی ہا شذرح قرض اول

اور جس وقت کہ ملقط کو تصدق لفظ جائز ہے تو اس وقت میں قرض دینا بطریق ادلی جائز ہو گا مگر یہی جب کہ بعد تعریف کے ملقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اس وقت اس کا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے ولو قرض بالجور فالقرم علیہ فی مالہ ان معتدا و اقربہ ای بالعمد و لفظ القرض علی المقضی لہ در را اگر قاضی نے غیر واجب جو رکاحکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اس کے ذاتی مال میں اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تہم جو رکاحکم کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے یعنی جس کے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر حکم قاضی جب کہ خلاف حق واقع ہو تو دوجہ سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ حق اللہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ حق العبد میں ہو تو اگر حق العباد میں نذر رک اور ممکن ہو اس طرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اس طرح کہ غلام یا کفار یا محمدی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور صورت اس کے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا اس میں ہوئی جس کا پھر ناممکن نہیں اس طرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شہدہ قصاص مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال میں خون بہا واجب ہو گا یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی کی خطا بین یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق میں ظاہر ہو گا جب تک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق میں باطل نہ کرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی اس طرح پر کہ حد زنا یا حد سرقت یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفاء ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبیدہ یا کفار یا محمدی القذف ہیں تو تاوان اس کا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عدا حکم کیا حکم میں اور اس کا اقرار کیا تو اس کے مال میں تاوان ہو گا سب وجوہ مذکور ہیں اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جرم عظیمہ اور معزول ہو گا قصاص سے کذا فی الطحاوی عن السنن فی المغنی عن السراج قال محمد بن قاسم محمد بن الجوزی انزل من القضاء و فیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ و رشوتہ ردت قضایا ہ و شہادۃ و درمخ الغفار میں ہے سراج کی طرف نسبت کر کے کہ محمد نے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ میں نے عدا ظلم کیا تو معزول ہو جائے گا قصاص سے اور اس میں ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اس کے فیصلہ اور گواہی مردود ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے القضاء منظر لا ثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی مگر قاضی حکم قاضی منظر ہے غم کے حق کا اس واسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اس کا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہ اس صورت میں ہے جب کہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب ثابت ہو گا چنانچہ حکم بشہادت کا ذبہ کذا فی الطحاوی و تخصیص بزمان و مکان و خصوصیت حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسہ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصوصیت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت و دعوی کا پسند رکال کے بعد تو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہ ہو گا مگر ظہیر یہ کے مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایک دن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور ظاہر میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصوصیت استثنا کرے یعنی یوں کہے کہ فلانا مقدمہ فیصلہ نہ کرنا تو مجھ سے کذا فی الطحاوی قلت فلا سمیع الا ان بعدہ الا بالامالا فی الوقف والارث و دجو و عذر شرعی و ہ افقی المفتی ابو السعود و فلیفظ میں کہتا ہوں تو اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جائے پندرہ برس کے بعد اگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہو نے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسی کا فتویٰ دیا ہے مفتی ابو سعود نے اس کو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم دعوی نے اپنے استاد بھی متعارف سے نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین و مہاب اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ دعوی نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوائے وقف و ارث کے انتہی اور یہ بھی قطع حیل اور دفع تردد کے واسطے ہے اور یہ جو روایت تیس برس یا پچیس برس کی علامہ اور مبسوط اور فتاویٰ عیابی میں ہے در باب عدم سماع سویر روایت قبل صد و بیس سالانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحاوی مختصراً امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا استہادہ من القاضی و الی مسودہ فی الشیخ فلو امر قضاۃ بتخلیف الشہود و حب علی العلماء ان ینصحوہ و لیتوا لہ لا تکلف قضا تک الی امر یوم منہ سخطک و الخطا الخالق تعالیٰ حکم بادشاہ کا اس وقت

نافذ ہوتا ہے جب تک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں پنا پنا شاہ کے پانچویں قاعدے اور فرائض میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیوں کو شاہدوں کی قسم دانے کا حکم کیا تو ممالکوں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے اور امر نہ کر دے جس سے آپ کا غضب لازم آئے یا غفلت برتر کا غضب یعنی گرتی اطاعت کریں تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہے ہم صاحب کبر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ طاعت امام غیر مصیبت میں واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہو گا میری سے جواز تکلیف منقول ہے یعنی شاہدوں سے قسم لینا ہائز ہے مفتی ابو سعید نے کہا کہ یہ مقدمہ ہے اس قیادت کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو دست جائے اس طرح پر کہ وہ صاحب راہ ہو یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب راہ کے ذہن تو تکلیف نہیں جائز ہے کذا فی المطاوی قضاء الملک والی القاضی جائز نہیں لیکن قاضی مولیٰ من السلطان قضا ہاشاک اور کتب اس کا قاضی کی طرف جائز ہے مگر سلطان کی طرف سے قاضی معین نہ ہو مگر ہاشاک امیر کو کہتے ہیں رحم میں ہاشاک قیادت اس واسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مفتی بہ نافذ ہے چنانچہ لوہب انصاف میں ہے کذا فی المطاوی والکلمہ القاضی الکی اربعہ عشر مسئلہ ذکر ناہانی شرع الکنز یعنی البز اور حکم یعنی قاضی کے مانند ہے مگر یہ مسئلوں میں جن کو ہم نے ذکر کیا ہے شرع کنز میں یعنی بکر الراقی میں مگر الراقی میں سترہ مسئلے مذکور ہیں اس طرح کہ حکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ میں پھر اس کا مراد ہو قاضی یا حکم کی طرف تو اگر اس نے مذہب کے موافق ہو تو جلدی کرے نہیں تو باطل کرے اور حکیم پر تراغی صہین عروس ہے اور حکیم کی تعلیق اور امانت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور حکیم مراد مقاصد اور عدیت میں بقول مجمع جائز نہیں اور سنہ بین مضاف میں جواز حکیم کا فتویٰ نہ دیا جائے مگر یہ قول مجمع میں وہ نافذ ہے اور حکم کا حکم غائب کی طرف متعدی نہیں ہوتا اگر ادا مطلق الغائب سبب ہو ادا مطلق الحاضر کا اگر ایک مسئلے میں اور ہائز نہیں کتب حکم قاضی کی طرف جیسے قاضی کا کتب اس کی طرف ہائز نہیں اور حکم حکم ذکر کے قاضی کے کتب پر مگر جب کہ ذیل قاضی ہوں اور اگر حکم مرتد ہو جائے تو معزول ہو گا پناہ سے سوا اگر بعد از تعداد پھر اسلام قبول کرے گا تو حکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر حکم گواہی کو سبب تہمت کے قبول ذکر کے تو قاضی اور دوسرے جج کو اس کا قبول کرنا درست ہے اور بیچ کا حکم ایک وارث سے باقی داروں کی طرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم بنیت بائع کے بائع کی طرف نہیں پہنچتا مگر جب کہ وہ حکیم سے رہی ہو اور اگر حکم نے دلیل پر سبب بیع کا حکم کیا تو اس کا حکم موکل کی طرف نہیں متعدی ہوتا بعد حکم اس کا ضمیمہ کے وہی یہ نافذ نہیں جس میں غیر کا ضرر ہو اور حکم حکم کا حکیم کے ساتھ مفید نہیں بلکہ اس کا حکم جائز ہے بیع بلا میں یعنی بعد ہا تھا صہین اور اگر حکم میں اختلاف ہو گا وہی کے اختلاف کے سبب سے سونیک گواہ کہتا ہے کہ اس کو خصومت میں دلیل کیا ہے فلا نے فقہ کی طرف اور دوا شاہد کہتا ہے کہ دوسرے فقہ کی طرف تو ایک فقہ کو حکم کرنا جائز نہیں اور حکم کا حکم رافع خلاف نہیں بخلاف قاضی کے بیع مسائل مذکورہ میں علی نے کہا محل ان مسائل کا باب الحکم میں ہے انتہی مضاف اور بخلاف مسائل مذکورہ یہ ہے کہ عدالت میں الزوجین میں حکم کا حکم جائز نہیں پنا یہ بر جندی میں ہے کذا فی المطاوی دلی الفصل اول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یا تم ویزل ویعبر اور جامع الفصولین ل فصل اول میں ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گناہ گار ہوتا ہے اور معزول کیا جائے اس کو نافذ قریبی دی جائے دلی الاشباہ لایکوز للقاضی تاخیر الحکم بعد ہر دشر فطالانی بحث لریبہ در ہا صلح اقارب واذا تمحل الدی اور اشباہ میں ہے کہ ہائز نہیں قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے میں شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر میں وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور اشباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جب کہ مدعی صلت چاہے مہ اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود میں مشہد پٹے پنا پنا اس طرح کہ تین گواہوں نے قاضی کے پاس ایک مقدمے میں گواہی دی اور ہنوز ان کی گواہی کے بموجب حکم نہیں ہو گا ایک گواہ ان میں سے ہوا استغفر اللہ میں نے بھولی گواہی دی اور قاضی نے حکم سننا مگر بعد میں کہ تینوں میں سے کسی نے یہ حکم کیا سو قاضی نے اس کو ان سے پوچھا سو سبب ہوئے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو قاضی اس کی گواہی پر حکم دے کہ اسے ادا لسان احکام میں ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچہ بھائی جگواہوں میں تو قاضی کو واجب ہے کہ ان کو تھوڑا ٹٹا لے

اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کر لیں اس واسطے کہ حکم اگر پہنچ ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے بجائیوں میں ملائمت صلح نے کہا کہ تاخیر حکم
 بامید صلح اقارب میں مخصوص نہیں بلکہ اجانب میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کیے کا موثر ہے تو مٹی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالف
 نہیں قضائی الفور کے اس واسطے کہ قضائی الفور اس صورت پر منحول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہ ہو اور اس کا مؤید وہ ہے جو اختیار اور خلاق
 الاصل میں ہے کہ جب قاضی کو بار خائن نے خصمین کی توقع ہو تو ان کے رد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور دونوں میں حکم جاری نہ کرے شاید صلح کر لیں اور ان
 کو دوبار سے زیادہ رو نہ کرے اور اگر توقع صلح نہ ہو تو حکم جاری کر دے اتنی اور جیسے استہمال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استہمال مدعی علیہ سے
 جب کہ وہ دفع دعویٰ کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع نیک کا اور ایک صورت اور باقی رہ گئی جس میں تاخیر قضا جائز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر
 کے فتویٰ پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتویٰ دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہو گا چنانچہ خلاصہ میں ہے کذا فی المطحطاوی
 والصلح وجوبہ عن قضاء الاثنتی لولعلہ او ظہر خطاۃہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اس پر عمل نہ کرنا اور اس کو باطل کر دینا جائز نہیں
 مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا یا اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہو گیا کہ اس کا حکم
 وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونوں دہاں سے غائب ہو گئے پھر دس شخصوں نے دعویٰ
 کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اس کے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز
 ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً مٹھی الذہب نے شارع مثل القسبہ کی صحت سے کاحکم دیا پھر اس کو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب
 کا حکم دینا عموماً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر میں ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جاننا ہو اپنے عہدہ
 قضا کے وقت اس شہر میں بہاں کا وہ قاضی ہے اس حق کا علم جو حد خالص لشد نہیں چنانچہ قرض دیا بیع یا مضب یا تطبیق یا قتل عدا یا حد قذف اور اگر
 قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد میں پھر وہ قاضی ہو اور وہ مقدمہ اس کے سامنے آوے یا حالت اپنی قضا میں جان چکا غیر شہر میں پھر اس شہر
 میں داخل ہوا اور مقدمہ اس کے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر میں قاضی ہے پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصوب
 ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا میں تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہیں اتنی مختصر فضل القاضی
 حکم فلوزون الیتیم من نفسه ادا بنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں م فعل سے ملو
 وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلا تلفظ صیغہ حکم نکاح مذکور اس واسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جب کہ حکم ٹھہرا تو جائز نہ ہو کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کے
 واسطے یا اپنے فرزند کے واسطے حکم نہ کرنا صحیح نہیں الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں م یہ استثناء ہے فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا
 فی المطحطاوی اذا اذن الولی القاضی تزویجاً کان ذکیلاً ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی کیس ہو گا حکم قاضی جب
 کیس ٹھہرا تو فعل تزویج حکم ہو گا تو اگر اس کے عقد کا مراغہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اس کو نفقہ نکاح ہائز ہے کذا فی المطحطاوی من اذبا
 واذا اعلیٰ فقیراً من وقف الفقراء کان له اخطاء وغیرہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقر کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اس کے
 غیر او فقیر کو دینا جائز ہے م اس مسئلہ میں قید یہ ہے کہ قاضی نے فقیر کے واسطے رائتہ نہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر قرابت واسطے حکم نہ کر دیا ہو والا
 قاضی ثانی کو نفقہ اس کا جائز نہ ہو گا کذا فی المطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلۃ الوقف الذکورۃ فامرہ فتویٰ فلو صرف لغیرہ مع امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ
 وقف میں جو مذکور ہو چکا تو امر اس کا فتویٰ ہے تو اگر اس کے سوا اور کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے ہم خطا قاضی کا یوں کہنا مدعی سے حاجت رہے اس کے
 بعد کہ گھر اس کو تسلیم کر دیں اور اگر تو یہ حکم ہے اس شہاد میں عادیہ اور بزازیر سے کہ فقیر اور پھر بعض قرابت دار واقف کے محتاج ہو چکا ہو قاضی نے امر کیا کہ

کچھ وقف میں سے لے کر دیا جاوے تو یہاں جو لائق ہے یہاں تک کہ اگر وقفیہ امدادہ کرے گا اس کو دوسرے فقیر کی طرف حرم کرے تو صحیح ہے یا قاضی کیلئے
 عظیم الحیثیت و القربہ المرحوم قاضی قاسم دے میت کے درجہ ملے کو اگرچہ مریض نے اس کا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم
 دینا چاہیے اور اگرچہ دارم مقام طلب دیکریں کذا فی المطاویٰ القیل قول امین القاضی ارجح الحجة الا بشاہدین قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اس نے صورت
 پر وہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر وہ شاہدوں سے ہم بندوی نے کہا مذکورہ وہ صورت پر وہ نشین ہے جس کو غیر حرام نہ دیکھیں کواری ہو یا بیاباں ہو جو موت
 جلوه گاہ مردکی میں بیٹھی اور اس کو جہاں اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد میں ملوت ہے وہ مقدمہ نہیں کذا فی الاموی من ماحتمل امر القاضی الذی لیس بشری
 لم یخرج من العمدۃ اتھی جس نے اس کو کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدے سے غاصب دہو گا یعنی بری الذمہ نہ ہو گا اتھی کلام الاستبہام مثال اس
 کی ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلا نے شہر کے لغیروں کو تھو دینا غیرات کرے اور وہی دور ہو اس شہر سے اور وہاں تک دہنچے سکے اور وہی
 کلاس شہر میں ایک مریوں ہے جس پر ہزار درم ہیں تو قاضی کے مریوں مذکورہ کلام کیا کہ وہ ایم مذکورہ فقیروں کو دے تو مریوں پر اس کا دین باقی رہے گا
 اور مریوں کا دینا قطعاً ٹھہرے گا اور وصیت میت وصی پر نکال سابق قائم رہے گی کذا فی المطاویٰ وقف من التظومۃ المحبۃ معہا بمسوطان
 لسلطان مملکۃ شرط الواقف لوفاء قری و مراد داہ لعل بامرہ وان غایر الشرط فلیفظ اور سابق ہم ذکر کچھ میں منظومہ حیدرہ نسبت بمسوطا کہ سلطان
 کو مخالفت کرنا شرط واقف کا ہائے ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشتزار ہوں اور یہ کو عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اس کا امر مخالف ہو واقف
 کی شرط کا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم مفتی ابو سعید نے فتویٰ دیا کہ ملوک اور امر کے واقف میں واقفین کی شرط کی رعایت نہیں اس واسطے کہ وہ مطلقان
 یعنی اراضی بیت المال کی ملک یا بیت المال کی طرف راجع ہے اس طرح کہ واقف ان کا رفیق ہے بیت المال کا جس کی آزادی ثابت نہیں اتھی اور یہ ہم مطلق
 نہیں بلکہ ان اراضی میں ہے جن میں واقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر ان کی ملک شرعی ثابت ہے تو شرط کی مخالفت صحیح نہیں کذا فی المطاویٰ فقیر متصرف
 قلت و اجاب منی اقدی ہذا متی کان فی الوقف مسقط ولم یقصر فی الامۃ خدمۃ لا ینع کتبہ میں کتابوں اور صفی انندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں
 گنجائش ہو اور میں کے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے میں قصور نہ کرے تو منع نہیں یعنی
 اس کو وظیفہ لینا حرام نہیں سوا گاہ رہنما یہ بھی اسی صورت پر محمول ہے جب کہ وقف واقف کا ملک رہا ہو یا بولب اس احتمال پر ہے کہ گنجائش وقف
 ظاہر اس دلیل پر ہے کہ اصل اس کی بیت المال سے ہے کذا فی المطاویٰ دلی ابو ہبانیہ یکس بالول بدین الصغیر حق یو دیا و یفرق نظر الصغیر قلت لکن قدم
 شرعاً من قاضی خان الاموال و البالیع فالجسی فی الجس سوا فلیت ان غیر ہذا قال الشرع بالی اور وہ بیانہ میں ہے مجبوس ہو دل طفل صغیر کے درجہ میں ہو دل
 ملک کہ اس کو احکام سے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے میں کتابوں لیکن وہ بیانہ کے شارح یعنی عبد البر نے مقدمہ ذکر کیا ہے قاضی خاں کے کہ آزاد اور غلام اور غلام
 اور صغیر مجبوس ہونے میں برابر ہیں تو غور کرنا چاہیے دل کی نفی جس کو یہاں ہے قول ہے شرعاً بالی کا یعنی جب جس صغیر جائز ہو تو دل اس کا کابی کو مجبوس ہو گا
 م خلاصہ میں ہے کہ صغیر مجبور مجبوس نہیں کیا جاتا دین کے استہلاک سے و لیکن اس کا باپ یا دمی جس کی جائے اتھی اور ظاہر ہے تو نفی میں الغولین
 ہے کہ قاضی خاں کا کلام صغیر بلذون میں اور خلاصہ اور وہ بیانہ کا کلام صغیر مجبور طبع میں ہے چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی المطاویٰ
 قال لیس لقاضی البیس مع دہم و بلذون دہی قائمۃ حسنۃ قلت دہی فی اللغۃ دہی ہا ما لفقاضی لفقیر مصلح کا نظم لک شارح حضرت لکن صغیر بعضہ قلت شرعاً
 نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہیں اور جو باپ یا دمی کے اور یہ محب قائمہ ہے میں کتابوں اور یہ مسئلہ توقیفہ میں ہے اور جبکہ باپ اور دمی نے بیع کی
 توقیفی کو اس کا توڑ دینا جائز ہے اگر نقص مصلح ہو چنانچہ وہ بیانہ کے شارح نے اس کو نظم کیا ہے سو میں نے اس کو تم سے دیا بعض الفاظ کو بدل
 کہوں کہ اس سے نقص بیع میں ہوا ہے مصلح مصلح مصلح اور توڑی جائے بیع بلکہ اس کے دمی کی گنجے باپ یا دمی مصلح ہو

مفسد اور حالانکہ لفظ اصل ہے یہ حکم مستور ہے کتب مذہب میں دیکھیں فی دین علی الطفل والذوہی والتادیب بعض یصور اور جس کیا جائے طفل صغیر کے دین میں باپ اور ذوی اور تادیب کے واسطے بعض علماء جس صغیر کو بھی صورت بتاتے ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک جس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہے تاکہ وہ ڈھیٹ نہ ہو جاوے دنی الدین لم یجس اب ومکاتب ۴ وعبد لولہ لکھس ومعسرہ اور صغیر کے دین میں باپ مجوس نہیں ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ مجوس نہ ہوگا اور نہ مکاتب مولیٰ کے دین کتابت وغیرہ میں اور نہ غلام مولیٰ کے دین میں اور نہ مولیٰ غلام کے دین میں اور نہ دیون مفلس مجوس ہوتا ہے نعم لوالعبد مدیونا یجس المولیٰ لانه للفرعاء لکن اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولیٰ مجوس ہوگا اس کے دین میں اس واسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہے یعنی جس مولیٰ اس واسطے ہے تاکہ ان کو وہ دیون حاصل ہو جاویں جو غلام پر ہیں کذا فی الطحاوی وکذا یجس بدین مکاتبہ الا فیما کل من جنس الکتانۃ اور اسی طرح مولیٰ مجوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین میں مگر اس دین میں مجوس نہیں ہوتا جو دین کہ کتاب کی جنس سے ہے م یعنی اگر دین مکاتب پر مثلاً دس من گیہوں میں اور کتابت ہوئی مثلاً دس درم پر اس صورت میں بدل کتابت مغائرت ہے دین کے تو مولیٰ مجوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہوں پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے مٹتا تو مجوس نہ ہوگا یعنی متاق الوہبانیۃ ۵ دنی غیر جنس الجنی یجس سیدۃ مکاتبہ والعبد فیہا غیرہ سودہبانیۃ کی کتاب التناق میں ہے اور غیر جنس حق میں مجوس کرے مولیٰ کو مکاتب اس کا اور غلام کتابت میں مختار ہے یعنی چاہے تو کتابت کو غلام نسخ کر دے بدون رضامندی مولیٰ کے کذا فی الطحاوی دنی جبراً : دیکھیں ذوالکتاب الصالح المورۃ علی الدین اذ بالکتاب ما ہو معسرہ اور وہبانیۃ کی کتاب الحجر میں ہے اور مجمع کتابوں والا کتاب مجوس ہوگا دین پر اس واسطے کہ بسبب کتابوں کے وہ مفلس نہیں م قنیہ میں ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اس کے پاس کتابیں ہیں تو وہ درحق قضا دین مفدور والا ہے تو وہ مجوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ ووجوب زکوۃ کذا فی الطحاوی

باب التحکیم

یہ باب ہے تحکیم میں یعنی پنج مقرر کرنے میں حکیم بھی قضا کے فروع سے ہے اور حکم یعنی پنج کار تہ کم تر ہے قاضی سے مکرانی میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور حکم کا حکم فقط اسی پر مخصوص ہے جس نے اس کو پنج ٹھہرایا اور پنجایت حدیث سے ثابت ہے اس واسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز میں تو میرے پاس آتے ہیں سو میں ان میں حکم کر دیتا ہوں تو مجھ سے فریقین راضی ہو جاتے ہیں تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا خوب ہے رواہ النسائی کذا فی الفتح بولایت جعل الحکم فی مالک لغيرک اور حکیم لغت میں عبارت ہے اس واسطے کہ تو اپنے مال میں غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے ورفا لولیتہ الخ صہین حاکم یکم بینہما اور حکیم عرف میں عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے صہین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونوں میں حکم کرے ورنہ لفظہ الال علیہ مع قبول الاخر ذلک اور رکن حکیم لفظ حکیم ہے یا محام کہ وہ لفظ جو حکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کرے دوسرے کے یعنی حکم کے اس کو م یعنی متنی صہین ایک مروی ہے کہ ہم نے مجھ کو حکم مقرر کیا تو ہم میں حکم کرے اور وہ اس کو قبول کرے اور مانند اس کے یہ ہے کہ حکم کے کہ میں تم دونوں میں حکم کرتا ہوں اور متنی صہین اس کو قبول کر لیں مجھ میں ہے کہ اگر متنی صہین ایک مرد کو حکم مقرر کریں سو وہ قبول نہ کرے تو اس کا حکم کرنا جائز نہیں مگر تجبید حکیم کذا فی الطحاوی وشرطہ من جہت المحکم بالکسر العقل لا لحریتہ والا سلام فی فتح حکیم ذمی ذمیا اور شرط حکیم کی حکم بالکسر یعنی پنج مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے حکیم ذمی کی ذمی کو ہم پنج ہونا ذمی کا مسلمین میں باطل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا پنج ہونا صحیح ہے کذا فی النہایۃ شرطہ من وجہ المحکم بالفتح صلا حیثیۃ للقضاء کا مراد شرط حکیم کی حکم بالفتح یعنی پنج کی طرف سے لیاقت رکھنا اس کا ہے قضا کے واسطے چنانچہ اس کا ذکر ہو چکا یعنی پنج کی شرط یہ ہے کہ مسلم بالغ مقل عادل ہو نہ اندھانہ مہرانہ گو نگانہ نہ محدود فی القذف فتادی مالگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے نزدیک اتنی م ظاہر فاسق کو پنج مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وشرط الاہلیۃ مذکورہ وقتہ ای التحکیم وقتہ المحکم جمیعاً

لو حکم ابدی فحق او حبیباً فبلغ او و میافاسلم ثم حکم لا یفنگا ہوا کہ فی مقلد بفتح الهم مشدودہ بخلاف الشہادۃ اور اہلیت مذکورہ شرط ہے
 پچھ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت سب ماحول میں تو اگر تمامین پچھ مقرر کریں غلام کو پھر وہ آزاد ہو جائے یا حبیر کو پھر وہ بالوغ ہو جائے یا ولی
 کو پھر وہ مسلمان ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو حکم ناخذ ہو گا چنانچہ ہی حکم ہے کاغذ میں بخلاف شہادت کے معنی شہادت میں نقطہ ادا کے شہادت کے وقت
 اہلیت شرط ہے و تامل شہادت کے وقت و قد منارہا مستغنی العبد ثم حق لخصی صح و فراہ سعدی افندی قبعتی اور پہلے ہم نے اس کو ذکر کیا ہے اگر غلام
 کاغذی مقرر کیا جائے پھر وہ آزاد ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے سعدی افندی نے اس قول کو جتنی کی طرف نسبت کیا ہے ہم طحاوی نے کیا یہ قول
 مخالف متن کے ہے اور ظاہر اضعیف ہے حکم رجلا معلوماً از لو حکم اول من یدخل المسجد لم یزاجا ما یجوز حکم بنیہا بینیۃ او اقرار او نکول و درغنیہا
 بحکمہ صح لونی غیر مذکور و دویہ علی مائل مستقیمین نے پچھ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اس نے دونوں میں حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور
 دونوں اس کے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر مرد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر میں حکم کیا ہو مرد معین کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر تمامین
 پچھ مقرر کریں اس کو جواول مسجد میں داخل ہو تو بالا جماع جائز نہیں بسبب اس کے محمول ہونے کے م شارع نے جو زمانے متناہیین کی قید زیادہ کی
 وہ لگے متن کے مخالف ہے اور خادوی مالگیری میں صاف مذکور ہے کہ رہائے متناہیین وقت تکیم شرط ہے حکم کے وقت تو اگر شارع رضیا حکم
 کتابوض رضیا حکم کے تو لوہ ہو تاکہ تکیم کرہ خارج ہو جائے فتاوی مالگیری میں ہے کہ حکم اس امر میں صحیح ہے جس کے فعل کا متناہیین کو اختیار ہے
 یعنی حقوق عباد میں صحیح ہے و حقوق غنہ میں تو تکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقت میں جائز ہے نہ حد زنا اور سرقت اور قذف میں
 اتھی اور قستانی میں ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تکیم شامل ہے اتھی اور دیت علی العاقلہ میں
 اس واسطے صحیح نہیں کہ اتھی راضی نہیں اس کے حکم سے اس سے اس پر ناقد ہے جو راضی ہو کذا فی المطاوی ملخص الاصل ہی حکم الحکم بمنزلۃ الصلح و ہذا
 ہو جزا بالصلح فلکوز با حکم اور قادمہ کلمہ ہے کہ حکم حکم کا بمنزلۃ صلح کے ہے اور یہ یعنی صداد قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہیں صلح کرنے سے تو تکیم
 سے بھی جائز نہ ہوگی و نیز و احد ہما بنقصہ ای حکیم بعد و قومہ لاینفرد احد العاقلین فی مضاربۃ و شرکتہ و وکالتہ بل التماس طالب اور متناہیین
 میں سے ایک شخص بخار ہے تکیم کے توڑ دینے کا بعد و قد حکم قبل از حکم کے جیسے اہل عاقلین متناہ ہے نقص قصاص مضاربۃ اور شرکت اور وکالت
 میں بل التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہ ہو فان حکم لزما ولا یجیل حکم بعزلسما
 محدودہ من ولایہ شرعیہ پھر حکم نے حکم کیا تو متناہیین کو اس کا ماننا لازم ہو گیا اور اس کا حکم باطل نہیں ہوتا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب
 صادم ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولایت عدلی حکم الی غیر ہما اتھی مستور ہو حکم احد الشریکین و غیر ہما بل حکم جنہما والزم الشریک تعدی للشریک طالب
 وان حکم کا صلح برادر تعدی نہیں ہوتا حکم کا متناہیین کے حیر کی طرف اگر اس مسئلہ میں کہ اگر احد الشریکین اور اس کے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھکرایا ہو
 اس نے دونوں میں حکم کیا اور شریک کو کہ مال شریک سے لازم کر دیا تو دوسرے شریک نائب کو حکم مذکور تعدی ہو گا اس واسطے کہ اس کا حکم بمنزلۃ
 صلح کے ہے کذا فی البیہ یعنی اصل طریقہ ہے جہاں کا تو شریک صلح سے راضی ہو گا کذا فی المطاوی من البر فلو حکماہ فی سبب بیع نقضتی بروہ لیس لک
 ردہ علی بائعہ الا برضی البائع الاول والثانی والشرعی بکیم فتح تو اگر بائع اور مشتری نے اس کو حکم مقرر کیا بیع کے سبب میں سو اس نے
 رد بیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بائع کو اس کا پھر دینا اپنے نائب پر اگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری کے راضی ہو جانے سے اس شخص کی حکیم پر کذا
 فی الصغ ثم استشارت لیس فیہ صو حکم فی کل بہتہات کہ بکون مکنایات و راجع و فیج ایضاً الطلاق علی الملک و غیر تک پھر دریافت کرنا چاہیے
 کہ متناہیین صاص قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استنا کہ نامعید ہے صحت تکیم کا جمیع مسائل مختلفہ متہدین میں چنانچہ کنایات کے صحیح ہونے کا حکم

کرنا اور بین مضاف الی الملک کا نسخ کر دینا نیز ذلک ہم از انجملہ یہ ہے کہ خوش دامن کو شہوت سے مہاس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شرافتی مذہب حکم مقرر کیا تو وہ دونوں میں حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو قبول اصح صحیح ہے کذا فی الطحاوی مخصا لکن ہذا ما یعلم وکتیم وظاہر السدائے انہ کجیب بلا کیل فتا مل لیکن اس کو یعنی صحت تکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی جواب دے حلال نہیں ہے سو تامل کر ہم یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح سوال کرے جس کا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یوں جواب دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبي کتمان اس واسطے واجب ہے تا عوام الناس ہدم مذہب پر دلیر نہ ہو جاویں و صحیح اخبارہ باقرار احمد الخصمین و بعد الہ الشاہد حال ولایتہ ای بقا و حکیمہما اور صحیح ہے خبر دینا حکم کا اجتماع صمیمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی در صورت بقا و حکیم متی صمیمین ہم یعنی اگر مدعی الیہ سرکشی کرے اور حکم حاکم کو اس کے اقرار کی خبر دے اور جحق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کرے اور حکم اس کی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حال بقا و حکیم کیونکہ اس کا اخبار اس حال میں قائم مقام ہے و دو شاہدوں کی شہادت کے کذا فی الطحاوی لایصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء ولایتہ صحیح نہیں اس کا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جانے اس کی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اس کی ولایت باقی نہ رہی تو وہ منجملہ رعایا کے ہو گیا تو اب اس کا اخبار بجائے شہادت شاہدین نہیں ہو سکتا و لایصح حکم لایوبیہ و ولیدہ و زوجتہ حکم القاضی اور صحیح نہیں حکم حکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیوں اور چچوں اور ان کی اولاد اور سرسرا اور داماد کے واسطے اس کا حکم صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہما ای القاضی و المحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور حکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت حضرت کی صحیح ہے حکم راجلین فلا بد من اجتماع علی الملکوم بہ مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصوں کو بیچ مقرر کیا تو دونوں کا اجتماع محکوم پر ضرور ہے یعنی اب ایک رائے پر فیصلہ صحیح نہ ہو گا تا وقتیکہ دونوں متفق رائے نہ ہوں و یہ معنی القاضی حکمہ ان وافق مذہبیہ والا بطلہ لان حکمہ لا یرفع خلافا اور قاضی حکم کے حکم کو جاری کرے در صورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اس واسطے کہ حکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ہم اس واسطے کہ ولایت حکم میں تصور ہے کہ وہ فقط حکمین پر مخصوص ہے بخلاف قاضی قاضی کہ وہ عام ہے تو اس کا رافع خلاف ہو گا و لیس لہ ای للمکمل نفوذ لیس التحکیم الی غیرہ اور جائز نہیں حکم کو حکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اس واسطے کہ متی صمیمین نیز کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اس کو جائز رکھے تو جائز نہیں مگر متی صمیمین کی اجازت سے البتہ جائز ہو گا کذا فی الطحاوی و حکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصیح خانیہ اور لزوم وقف پر حکم کا حکم نہ نارافع خلاف امام نہیں بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو قبول صحیح حکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہ ہو گا قلور رفع الی موافق لہذہ بہ حکم ابتداء بلزوم شرط ولا یجیبہ لانہ لم یقع معبرا پھر اگر حکم کے حکم کا مرافعہ ہو اس قاضی کی طرف جو حکم کے مذہب کے موافق ہے تو وہ سرور سے لزوم وقف کا حکم کرے اس کی شرط کے ساتھ اور حکم کے حکم جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوام لزوم وقف کی شرط ہے کہ صادر ہواہل سے اپنے محل میں کذا فی الطحاوی و الحاصل انہ القاضی الانی مسائل عدنی البحر منها سبب و عشر منها لو ارتد العزل فاذا سلم احتاج تحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہے کہ حکم قاضی کے مانند ہے مگر فی مسائل میں قاضی کے مانند نہیں ان میں سے بجز الانی میں سترہ مسئلہ شمار کیے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ اگر حکم مرتد ہو جائے تو معزول ہو گا پھر جب مسلمان ہو تو حکم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہیں ہوتا و منها لور و الشہادۃ لتتمۃ فلیفرق قبولہا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر حکم رو شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے و معنی ان لایلی الیس ولم ارہ اور لانی یہ ہے کہ حکم مشغولی جس نہ ہو اور میں نے اس کو معصوم نہیں دیکھا ہم یہ بحث صاحب بحر کی ہے طحاوی نے کہا صد الشریعۃ نے تصریح کی ہے کہ حکم کو جس کا اختیار ہے و کذا الم ار حکم قبول لہذہ و معنی ان تجوز ان لہذہ لیس فی تحکیم

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

اور اسی طرح میں نے نہیں دیکھا حکم کے بقیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہ ہے کہ ہدیہ قبول کر لیا جائے ہو اگر چہ ہم نے اس کو ہدیہ یا بے حکم کے وقت ہدیہ
 اور بغیر قولہ والیہ تعضی الخ یہ باب ہے قاضی کے خط بھی بکا دوسرے
 قاضی کی طرف اور باب ہے فیہ خط کا مصنف نے لفظ دیرہ سے اپنے
 اس قول کا ارادہ کیا والیہ تعضی الخ یعنی صورت قاضی ہوتی ہے مدارقہ قصاص کے سوا اور احکام میں ہم کتاب یعنی مکتوب ہے اور فیہ خط کے کتاب پر
 کذا فی الخطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اس باب قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی احکام اس میں ہیں القاضی یکتب الی القاضی لی کل
 حق یعنی استیذان قاضی مکتوب لکھ کر بھیجتا ہے دوسرے قاضی کی طرف ہر ایک حق میں ایسی کافوتی ہے بطریق استیذان کے م یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور
 شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصال اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نصب اور نصب اور امانت اور مضاربیت اور اعیان منقولہ اور
 فیہ منقولہ سب حقوق میں خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سوا اسی پر تاخرین میں اور اسی پر فتویٰ ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر محدود و قد
 قسبتہ قاضی خط لکھے سوائے مدارقہ قصاص کے بسبب مشبہہ کے یعنی مشبہہ بدلیت من الشهادات سے اور اس واسطے کہ مدارقہ قصاص کی بنا اسقاط پر ہے
 تو ان میں خط پر عمل کرنا انکشافات کی کوشش ہے کذا فی الحدید فان شہدوا علی خصم حاضر حکم بالشہادۃ و کتب بکلمہ لیفظ سوا مگر شاید گواہی دین
 خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت کرے اور اپنے حکم کو لکھے تا محفوظ رہے ہم یہ قول مقصود بالذات نہیں بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کا توطیہ ہے کذا فی الحدید
 تحریر حکم کا قائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ قبول نہ جائے والا تحریر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے خصوصاً خصم سے یا اس کے وکیل سے مگر یہ کتاب
 ہو جانے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکھنا چاہیے تا حق دار کا حق سلامت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنائے کذا فی الزیلعی و کتاب الحکم ہوا لیسجل الحکم
 ای الیہ اتی فیما حکم القاضی بذاتی مرضہ و فی عرفنا کتاب گیر تعضی فیہ دقائق الناس اور حکم کتاب وہی سجل حکم ہے یعنی حجت اور سند جس میں قاضی کا حکم مندرج
 ہے یہ اصطلاح تھی سلف میں اور ہمارے عرف میں سجل حکم وہ بڑی کتاب ہے جس میں لوگوں کے دقائق اور مقدمات لکھے جادیں ہم مغرب میں ہے کہ سجل
 قاضی کا نوشتہ ہے جس میں اس نے اپنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجایا نہ بھیجا اور محض وہ ہے جو قاضی کے سامنے ماجر گذر یعنی وصف و حوالی
 اور اسامی شہود اور دراہم اتھی اور کفایہ میں ہے کہ محض وہ ہے جس میں وہی لکھا گیا قبل جواب دوسرے کے پھر جس نے جواب دیا یا اقامت پسند ہوئی
 تو وہ تو قیع ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل سے کذا فی الخطاوی وان لم یکن الخصم حاضر لکھ لکھیم و حکم علی القاضی و کتب الشہادۃ لی قاضی کو
 الخصم فی ولایۃ لیسجل حکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وان کان من الفار رأی الکتاب و ابتداء حکم و یقول الشہادۃ مفیدۃ لیسجل الکتاب
 الحکم و یسجل لیسجل اور اگر خصم حاضر ہو تو قاضی حکم نہ کرے کیونکہ یہ نایب پر حکم ہے اور لکھے گواہی کو اسی قاضی کی طرف جس کی ولایت میں خصم ہوتا کہ قاضی
 مکتوب الیہ گواہی سے اور مذہب کے موافق حکم کرے مگر چہ اس کا مذہب مخالف ہو قاضی کتاب کے مذہب کے کیونکہ یہ ابتداء حکم ہے اور وہ یعنی قاضی
 کتاب کا نوشتہ فصل ہے شہادت کی فی الحقیقہ یعنی اس واسطے کہ قاضی کتاب نے اس میں حکم نہیں لکھا اور قاضی کتاب کا مکتوب کسی یہ کتاب حکم ہے اور
 سجل نہیں ہم سجل اس واسطے نہیں کہ اس میں حکم مندرج نہیں اور اس کو کتاب حکم کہا یا متبار انہام کار کے و قرا کتاب طبعیم او حکم ہو حکم ہم ای منہ
 شہود طریق اور قاضی کتاب مکتوب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا ان کو فقط معنون سے مطلع کر دے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر ان کے سامنے ہم شہود
 طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط لے جائیں دوسرے قاضی کے پاس اور ان کے سامنے خط پڑھے کا قائدہ یہ ہے کیونکہ یاد گاری ضرور ہے وقت شہادت سے
 کا دائرے شہادت طریقین کے نزدیک کذا فی البحر اور فتویٰ اس پر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو شرط ہے کذا فی القستانی و سلم کتاب البیہ بعد کہ یہ
 منوط علی ہا و یکتب فیہ اسم المکتوب الیہ و غیر تھا اور میر ذکر سے خط شہود کو مرزا مہر کے بعد خط کے نامہ اور مرزا مہر کا اس میں اپنا نام

اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھ م یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تا وقتیکہ وہ لفظ اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اس واسطے
کہ نام اور کنیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور دعویٰ نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہ ہوگی تو قبول نہیں انتہی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ
کا نام بروجہ امتیاز لکھے اور حق اس میں ذکر کرے اور چاہے تو مشہور کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قبل ہائی مرتبہ
وفی عرفنا بکون علی الظاہر فیعل بہ سو اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفظ نہ ہوگا بعضوں نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہمارے عرف
میں عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائے گا کتفی للثانی بان یشہد ہم ان کتابہ وعلیہ الفتویٰ کافی الغرینۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولسی الخیر کالعیان اور
ابو یوسف نے کفایت کی ہے اس پر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اس پر گواہ کرے کہ وہ اس کا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا مشہور طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ
طرفین کا مذہب ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ مزید میں ہے کفایہ سے اور متقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں م یعنی ابو یوسف قاضی ہوئے
تھے اور انہوں نے وقائع کو دیکھا اور جس میں مصلحت تھی اس کو معائنہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معائنہ نہیں ہوا تو معائنہ تجربہ کار کا قول لائق فتویٰ
ہے کذا فی الطحاوی فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولاد لا یقبلہ ای للیقراہ الا بکھنور الختم و مشہور وہ میر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو
اس کے ہر کو پہلے دیکھے اور اس کو قبول نہ کرے یعنی اس کو نہ پڑھے مگر ختم اور اس کے مشہور طریق کے سامنے م تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو غلطی کچھ
حاجت نہیں اور اگر منکر ہو اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اس سے غلط کے گواہ طلب کرے ہی مطلب ہے مصنف کا کہ مشہور کے سامنے خط پڑ
یعنی مشہور خط اور مشہور طریق کے سامنے اور مشہور طریق یا دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں جو اس کی گواہی دین کر یہ فلا نے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحاوی
ولا بد من اسلام مشہور وہ ولو کان لندی علی ذی لشہادۃ تم علی فعل المسلم اور ضرور ہے مشہور طریق کے اسلام سے اگر یہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے
ہو ورنہ ذمی پر سبب ان کے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگر یہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہوں تو بھی اسلام مشہور ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے
گواہ ہیں یعنی قاضی نے ان کو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الختم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود مگر جب کہ مدعی علیہ نے دعویٰ کا اقرار کیا کی مشہور کی کچھ حاجت
نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بیغیہ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اس میں مشہور کی کچھ حاجت نہیں
کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے م منع النظائر میں غایہ سے منقول ہے کہ جب خط آدے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کے
واسطے انتہی تو اب اس کی حاجت نہیں کہ مشہور گواہی دیں کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو جبرہ تھا کہ شارح بحالی دار الحرب من دار الحرب
کتا کذا فی الطحاوی وفی الاشباہ لا لعل بالخط الی فی مسئلۃ کتاب الامان و ملحق بہ البرات اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان
کے مسئلے میں اور کتاب الامان سے ملحق ہیں قراہین سلاطین و درباب و طائف ہم برأت سے مراد فرمانات سلطانہ میں کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ مدعیس وغیرہ
وظائف کے مقرر کرنے کے واسطے اور یہ الحاق صاحب اشباہ کی طرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحاوی و دفتر بیاع و صرف و سمہا پر اور
خط پر عمل نہیں بیاع اور صرف اور متوسط بین البائع و المشتري کے دفتر بیع میں ان کے ہی کھاتے پر دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص
اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو سعود نے خزانہ اکل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اس کے قول پر خرید و فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع
سے دلال مراد نہیں کیونکہ اس کے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں تو کتابت میں کیونکہ اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرع منظومہ میں بزاویہ سے
نقل کیا کہ ملائح نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اس پر اگر بیاع کہے کہ میں نے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلا نے کے اتنے درم ہیں
تو اس پر دین لازم ہو گیا سرخی نے کہا اور اسی طرح صرف اور سمار کا خط ہے انتہی تو موضوع مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب کاتب پر دین ہو نہ
کاتب کا دین خزانہ اکل میں ہے کہ صرف نے اپنی ذات پر کچھل معین کھا یعنی مجھ پر فلا نے کا تادین ہے اور خط اس کا اہل شہر اور سودا گروں میں معلوم ہے پڑ

مرگیا اور اس کا صاحب دین گیا اور اس کے مدفن سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ بچاتے ہیں تو اس کے دین کا حکم ہوگا اس کے ترکہ میں منتی مری نے ان مسائل پر عرض کیا کہ قہانے کہ جبکہ خط مشاہدہ بتاتا ہے دوسرے خط کے ادبیاں اس کا اختیار نہیں کیا اس کی وجہ نہیں کھلتی مشاہدہ میں کہا بن و بیاں نے اس کا مطلب دیا کہ وہ اپنے مدفن میں نہیں لکھتا مگر وہ دین ہو اس کا صاحب اس پہ پہا تھی مجیب نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالانکہ مسائل کتاب کے اصل مدنی اس دین میں ہے جو کتب پہ پہا تھی انھوں نے مستند لیا ہے معلوم ہو چکا تو اگر اس نے یہ لکھا کہ میرا دین خا نے پراتا ہے اس پر برگزمل نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کو کسی نے نہیں کہا بلکہ بعضے ناواقفوں نے اس و بہان کی قیسم سے اس کو بجا ہے اور علامہ عسوی نے وہ بیان کا قول اس طرح رد کیا ہے کہ کہاں ہے یہ ہم کو معلوم ہوا کہ سوائے مالہ اور مالیک کے وہ کچھ نہیں لکھتا اس واسطے کہ گاہے طرف دہیز اس کے سوا بھی لکھتا ہے اتنی ہی انھوں میں جب کہ تاجر معتد علیہ مسلم نہ ہو چکا ہے اگر ایسا ہی ہے اس نہ ملنے میں تو کیوں مکرمل کیا جائے گا اس کے خط پر اس کے دین کے ثبوت میں اور جو اس کا فتویٰ دے وہ جالب ہے اصل نص لفظ ادا کل سے اور مشاہدہ لفظ تعلیل ہیں وہ بیان ہے کہ ذاتی اطمینان ہی محض اور جو نہ محمد لاد و قاض و شہادان یقین بہ قیل و بعلی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اس کا یقین ہو بعضوں نے کہا اور اسی کا فتویٰ ہے ہم فرائد اکل میں ہے کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز رکھا ہے جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور عاویہ یا وہ ہونتی میوں میں کہا اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے در صورت یقین خط اگرچہ توسط شاہد کے ہاتھ میں نہ ہو اس واسطے کہ خط نا دور ہے اور تغیر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن ہے اور اگر مشتبہ ہو تا ہے خط ہر وجہ سے موجب یقین ہو جائے تو اس پر اعتماد جائز ہے تا لوگوں پر دست ہو جائے تنگی اس میں باقی نہ رہے کہ ذاتی اطمینان ہی من الموی بتعرف تفرغانیہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس زمین ہے سو ایک مرد آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اس نے مکہ ظاہر کی جس میں خطوط میں مدول اور قطعا قاصیہ کے اور قاضی سے اس نے حکم طلب کیا اس وقتے کا ملانے کہ جبکہ قاضی کو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہے اور حجت شہادت ہے اقرار یا گول اور مکہ یعنی نوشتہ حجت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا اس واسطے کہ خط مشاہدہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور اسی غایہ میں ہے کہ ایک مرد پر مال کا دعویٰ کیا سو معاویہ نے انکار کیا تو معاویہ نے معاویہ کے خط سے اس کا اقرار ظاہر کیا اور معاویہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں سو اس سے کہ لکھو یا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر نکلی تو اس میں مل کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اس پر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہ ہوگا عدیدی قول صحیح ہے اتنی اور یہ جو راوی زامبی میں ہے کہ اگر مکہ یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اس وقت کا باقی نہ ہو اور اس میں حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے افراسد میں لکھا ہو کہ یہ ہم نے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام و دشاہدین کے ہے تو جائز ہے اس کے موافق حکم دینا بشرطیکہ معاویہ تغیر اور تردید کی تہمت اس میں ہو کرے اور اگر تہمت کرے وہ صاحب وثیقہ مد مذکور کی قسم کا قریبی اس کے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہے اور اگر تم نکھائے تو اس کا حجت ہونا باطل ہے حاشیہ سہی قول راوی کا خلاف قاضی خاں کے مایہ کا ہے جو اصل مذہب کے مخالف ہے کہ ذاتی اطمینان ہی ولا بدین مسافۃ شہادۃ بین القاضیین کا شہادۃ علی الشہادۃ علی اظہار جو بجا ہوتا ہے لیکن ایسوی اور دہلیہ مقتوی شہادۃ لایہ و ہر ایہ موجود ہے مسانت مین و نکل و دونوں قاضیوں کے مابین جیسے شہادت کی شہادت میں مسانت مذکور ضرور ہے ظاہر روایتیں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی شہادت کو جائز رکھا ہے اتنی مسانت میں جس میں آدمی ہو مگر اس کے اسی دن اور اسی پر فتویٰ ہے کہ ذاتی اطمینان ہی و ہر ایہ و یہ طبل کتاب بموت الکاتب و عرہ قبل وصول لکتاب الی الثانی اور بعد وصول قبل اقرار کا و اجازہ ثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط قاضی کاتب کی سمت اور اس کی موصول سے قبل پہنچے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول طبل اس کے ہر خط کے اور ابو یوسف نے اس کو جائز رکھا ہے و لایہ و یہ طبل اور بعد وصول کتاب و بعد قرائت کے مگر کاتب مرگیا یا

معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنی اس پر عمل ہو گا و بطل مجنون الکاتب و روتہ و حدہ بقذف و عماہ و فسقہ بعد عدالتہ و خروجہ عن الایمان و اجازتہ
 الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانے سے اور اس کے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہو جانے سے بعد اس کے بدل
 ہونے کے بسبب نکل جائے کاتب کے بھرت اور صف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اس کو جائز رکھا ہے و کذا بموت المکتوب الیہ و خروجہ عن
 الایمان اور اسی طرح خط باطل ہو جاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے لیاقت قضا سے الا اذا علم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ مگر اس وقت
 مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جب کہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعین کر دے یعنی یوں لکھے کہ یہ خط ہے فلان قاضی کی طرف یا جو وہاں
 کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے بخلاف مالو علم ابتداء و جوزه الثانی و علیہ العمل خلاصۃ بخلاف اس کے اگر ابتداء سے تعین کرے تو جائز نہیں اور
 ابو یوسف نے تعین ابتدائی کو جائز رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاف لا یطیل بموت الخصم یا کان لقیام دارۃ او وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا
 متخاضم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا الیہ بسبب قائم ہونے اس کے وارث یا وصی کے اس کے مقام پر قلت کذا لا یطیل بموت شاہ الاصل کا سیاق
 متناہی بابہ خلافاً فی وقع فی الخانیۃ ہنا فانہ مخالف لا ذکرہ بنفسہ ثم فتنہ اور اسی طرح خط باطل نہیں ہوتا شاہ اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادت کے
 باب میں تمن کے اندر اوے کا بخلاف اس کے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادت
 علی الشہادت کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبر دار رہنا اس مخالفت سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی
 الجلی و اعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضا بعلمہ فی الاصح بحر فن جوزه جوزه ماومن لا فلا الا ان المعتمد عدم حکم بعلمہ فی زماننا اشتباہ اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی
 کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے مانند حکم کرنے کے اپنے علم دانست سے ہے قول اصح میں کذا فی البحر سومس نے قضا بعلم قاضی جائز رکھی
 ہے اس نے کتابت بھی اس کی دانست سے جائز رکھی اور جس نے قضا بعلم ناجائز رکھی اس نے کتابت بھی ناجائز رکھی مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے
 زمانے میں قول معتد نہیں کذا فی الاشتباہ ہم پھر جب قضا بعلم معتد نہ ہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتد ہوگی و فیہا الامام لقیضی بعلمہ فی حد قذف و قود و تعزیر و اشتباہ
 میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فعل الامام قید کا قد ساء فی الحد و دلم ارہ لکن فی شرح الوہابیہ لشریفا
 و المختار لان عدم حکم بعلم مطلقا میں کتاہوں سو کیا سلطان قید ہے قضا بعلم کے مسئلے میں چنانچہ ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں حد و دین میں نے اس کو
 مصرع نہیں دیکھا لیکن شربنالی کی شرح و سبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا شارح نے شرح و سبانیہ سے استدراک کا
 کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتد مطلقا خواہ محقق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں
 کذا فی الطحاوی کا لا یقضی بعلمہ فی الحد و الحالی لقنہ لہ تعالیٰ کذا و غیر مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حد و خالصہ لہ تعالیٰ میں چنانچہ زنا
 اور شراب میں مطلقا یعنی خواہ حالت قضا میں اس کو علم حاصل ہوا یا قبل قضا پھر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شرب پینے سے مست ہوا ہو یا نہ ہوا ہو چنانچہ اس پر قول
 آیندہ لالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی غیرانہ یعز من بہ اثر السکر للقیۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جس میں اثر ہے مستی کا بسبب تہمت کے ہم اس
 واسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرع میں و عن الامام ان علم القاضی فی طلاق و عتاق و غضب مثبت الجیلوت علی وجہ الحسنۃ لا القضاء اور امام سے
 روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غضب میں جیلوت کو ثابت کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور
 غضب سے واقف ہوا اور گواہ نہ ہوں تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت ازواج اور مولیٰ کو عدم استیلام قہری اور عدم طلی کا امر کرے
 دفع منصوب کا یا اس کو کسی امین کے پاس رکھوا دے لیکن اگر بطریق احتساب اور امید ثواب کے ہو گا یعنی بطور فتویٰ نہ بطور حکم کذا فی الطحاوی و لا یقیل
 کتاب القاضی من حکم بل من قاض مولیٰ من قبل الامام یکل اقامۃ الحجۃ و قیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی مصر و رستاق و اعتمد

والکمال اور مقبول ہیں کتاب القاضی حکم کثرت سے بلکہ اس قاضی کی طرف سے جو میں سے سلطان کی طرف سے کہ جو قیامت مجھ کا ملک ہے اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شریک کے قاضی یا دیہات کے قاضی کی طرف مقبول ہے اور اس قول پر امتداد کیا ہے معنی نے اپنی مشیعت میں اور کمال الدین نے کتب کتاب الی من یصل الیہ من قضاء المسلمین فصل الی قاض ولی بعد کتابہ ہذا المکتوب الی القبل لعدم دلالتہ وقت الخطاب جو اہل الفتاویٰ قاضی نے خط لکھا اس شخص کی طرف میں کہ پہنچا ہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہ ہوگا بسبب دلالت نہ ہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاویٰ یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اس کا مخاطب ہی نہ تھا یہ تعلیم ابتدائی مذہب ابو یوسف سے جس پر عمل ہے دنیا لو جعل الخطاب للمکتوب الیہ لیس نائبہ من یقبل اور اسی جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کی طرف میں ہو گیا تو اس کے نائب کو اس کا قبول کرنا جائز نہیں م اور اسی طرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو منسوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنع والمرآۃ لفقہ فی غیر حد و قودوان ام المولیٰ لما تجز ابغاری لم یطیع قوم ولوا عموم امراة اور عورت قاضی ہو سکتی ہے سوائے مدارق قصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب نکاح کی اس حدیث کے بجلانہ ہو اس قوم کا جس نے اپنا کاروبار عورت کو دیا م بوالہن میں لن یطیع قوم سے یعنی برگ بجلانہ ہوگا اس قوم کا جنہوں نے عورت کو حکومت دی وہ مرد مغلط ہے کہ انہوں نے اپنا میں ناقص الحقل بنایا تو تہ پر لائق اس سے نہ ہو کے کی و فصل ناظرۃ لوقف دومیتہ تعلیم و شہادتۃ فتح مع تقریر الی النظر والشہادۃ فی الدقائق و لولا شرط الواقف بکر اور عورت یاقوت رکھتی ہے وقف کے ناظر ہونے کی اور تعلیم کے وہی ہونے کا اور شہادت ہونے کی کذا فی الفتح تو جمع ہے مقرر کرنا اس کا نظارت اور واقف کی شہادت میں اگرچہ بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البہر قال وقد اُفتت فیین شرط الشہادۃ فی وقف لفلان ثم لولہ فمات وترك بنتا انما تتحق وظیفۃ الشہادۃ صاحب بکر نے کہا اور میں نے فتویٰ دیا اس شخص کے بارہ میں جس نے شہادت شرط کی اپنے وقف میں فلا نے شخص کے واسطے پھر اس کے ولد کے واسطے سودہ شخص مر گیا اور اس نے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی م یہ فتویٰ فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتویٰ پر اعتراض کیا ہے کہ عرف واقفین واجب علیہ عایدہ عایدہ حال کسی وقت اس کا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شہادت ہوئی ہو تو واجب ہوا ان کے الفاظ کا صرف کرنا ان کے عرف پر تو واقف کی مراد شہادہ کامل ہے تو اس کی غیر مراد کی طرف کیونکہ اس کی لفظا کا صرف ہوگا کذا فی المطاویٰ محقر ادنی الا شہادۃ من احکام الاثنی اختیار فی المسائرۃ جواز کو نہا بنیۃ لا رسولہ بسنا حال من علی الستر اور شہادہ میں بنجد احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسائرہ میں عورت کے بنی ہونے کو اختیار کیا ہے نہ اس کے رسول ہونے کو کیونکہ عورتوں کا مال ستر اور افتقار پر مبنی ہے م اور رسول کو اختلاط رجل کا ضرور ہے تعلیم اور اقامت داخل کے واسطے اور یہ نہیں ہو سکتا مگر مرد سے اور جواز نہایت معقنی وقوع نہیں بداء الامالی میں کہا کہ عورت گاہے نبی نہیں ہوتی مسائرہ رسالہ ہے علم مقاید کا صاحب فتح القیر نے اس میں حقیقہ امام نزہ اللہ شریک ہے کذا فی المطاویٰ ولوقفت فی حد و قود و فرغ لی قاضی آخریری جوازہ فمضاء لیس لجزیرہ البطالہ بخلاف شرح مینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص میں پھر اس کا مراد ہو اور دوسرے قاضی کی طرف جس کے مذہب میں عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے ہی قاضی نے محبت کا حکم جاری اور نافذ کر دیا تو اس کے غیر کو اس کا ابطال جائز نہیں بسبب خلاف شریک کے کذا فی المینی م یعنی نے کیا کہ شریک کے نزدیک عورتوں کی شہادت مرد کے ساتھ حد اور قصاص میں جائز ہے اتنی پھر میں کی شہادت جائز ہوئی تو میں میں قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد یہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع امتحان ہوگا کہ مراد الفتی کا لفظی بکر اور رضی عورت کے مانع ہے کذا فی البہر یعنی تو اس کا حکم نہ حد اور قصاص میں مجب ہوگا و علم ہذا واقع القاضی مرادہ اولولہ فاناب غیر فقہی نائب القاضی لہ اولولہ جائز قضاءہ کا لوقفتی الامام الذی قلہ القضاء اولولہ الامام سراجیہ اور مدنیات کہ جب قاضی یا اس کے ولد کا کوئی حادثہ

ما دشت ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اس کے یا اس کے والد کے واسطے حکم کرے تو اس کی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اس سلطان کے واسطے حکم کرے جس نے اس کو عہدہ قضا سپرد کیا ہو یا امام کے والد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ہم اور اسی طرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی العاقلیری دنی البرازیة کل من تقبل شہادۃ ولہ علیہ یصح قضاء ولہ ولیہ انتہی خلافاً للجواب والملتقط اور برزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اس کے نفع اور نقصان میں اس کی قضا بھی صحیح ہے انتہی برخلاف جواب اور ملتقط کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاف جواب اور ملتقط سلطان اور اس کے والد کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منع الغفار کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحاوی ولفظی ان نائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعلیہ قضا واما عند النائب فیجوز للقاضی ان یقضی بملک الشہادۃ بانبار النائب وعلیہ خلاصۃ اور حکم کرے نائب اس کا جس کی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور بالعکس اس کے یعنی اصل کا حکم کرنا اس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اس کے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے لایقینی القاضی لمن لا تقبل شہادۃ لہ الا اذا ور علیہ کتاب قاض لمن لا تقبل شہادۃ لہ فجز قضا بہ استنباہ حکم نہ کرے قاضی اس شخص کے واسطے جس کے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اس شخص کے واسطے جس کے واسطے اس کی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاستنباہ ہم معین الاحکام میں ہے نہ قضا کے مانند اثبات ہے تو مفتی کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتویٰ دے کذا فی المحموی و فیہ لایقینی لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور استنباہ میں ہے کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے والد کے واسطے مگر وصیت میں مہیوں مناسب تھا کہنا مگر ایسا میں صورت اس کی یہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعض اقارب پر جس کے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مرگیا پھر دوسرے مرد نے دعویٰ کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اس پر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہے کیونکہ اس حالت میں قاضی شاید ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دے گا حکم وصایت کے بعد تو دیتا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر قاضی دین دے گا اس مرد کو جو آپ کو وصی میت گمان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اس کی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اس کی وقایہ کا حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اس کی نافذ نہ ہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہ ہوگا اس واسطے کہ بعد اوائے دین قاضی اس مرد کا شاید نہیں ہو سکتا کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی منفعت ہے یعنی برادرت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسی طرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکورہ مرجائے یا معزول ہو جائے تو قاضی ثانی اس کے حکم کو باطل کرے گا اور مدفوع الیہ کو وصی اقرار نہ کر دے گا اور نہ قاضی اور اس کے قرابت دار کو بری الذمہ ٹھہرا دے گا کذا فی الطحاوی و مررا شربلانی فی شرحہ للوسبانیۃ قضا القاضی لام امرأۃ ولا امرأۃ ایہ ولو فی حیۃ امرأۃ وایہ اور شربلانی نے وہبانیہ کی شرح میں صحت قضا کے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوسیلی ماں کے واسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا اپنے باپ کی زندگی میں دیا ہو وادہ لقی فیما ہو تحت نظرہ من الاوقات و زاد بیتیہ فقال ادیرہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اوقات میں جو اس کے تحت نظر میں اور شربلانی نے بعضون مذکورہ بیتیہ زیادہ کہیں سویوں کہا ہے ولقی لام العرس حال جملوتہاہ و مرس ایہ دہوتی حررہ اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماں کے واسطے زوجہ کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے یہ حکم محررہ و بعد وفاة ان خلاصۃ نعیبہ بہ میراث مقضی بہ قبریہ واد بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جس کا اس نے حکم دیا وہ خالی ہو نعیبہ میراث یعنی اس میں حکم کرے جس میں قاضی کے واسطے میراث نہ ہو چنانچہ اس وقف میں دعویٰ ہو جو خوشدامن اور سوسیلی ماں کے واسطے مخصوص ہو تو لہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کذا فی الطحاوی و لہ

فقطہا ہائے بہت ہے یعنی اجماعت حاصل کر داس حکم کو دریافت کر کے۔ و یقیناً بوقف مستحق لربحہ بوجہ القضا و العلم و کان یظہر بہ اور حکم کرتا ہے
قاضی اس وقف میں جس کی آمدی کا بوجہ قضا و علم مستحق ہے یا وقف قاضی کے تحت نظر ہو مگر یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلاں نے شہر کے قاضی پر یا ملا
پہلے قاضی اس کو جانتا ہے تو اس میں قاضی کا حکم کرنا جائز ہے مگر یہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے بوجہ حکم فی القضاوی ہند مسائل شری
ای متفرقہ یہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہیں مگر شریعت کی ہے یعنی متفرق و مختلف قال تعالیٰ (ان سیکم شیء یعنی مختلف الخبر و ہذا شیء
ای متفرق من رب ہمت میں مدح و شکر یعنی متفرق۔ یمنع صاحب سفلی الیہ علیہ علو ای طبقہ لا تخرج من ان یتدا ی یدق اوتدنی عنہ و ہر
انتہائی منع کیا ہائے کے مکان و ملا جس پر دوسرے شخص کا بالا خانہ ہے اس سے کہ منی ٹھوٹے بیت تھالی میں م ایک مکان و د منزل ہے نیچے کے مکان کا
ایک شخص مالک ہے اور دہر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہے تو نیچے کے مکان والا نیچے یا کھوٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کرے گا قضاوی نے
کہا تصوف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ یہی تعریف جائز ہے غایہ میں ہے کہ اگر صاحب تھالی زمین میں کنویں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے
اگر پہلا خانہ داسے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک بعت ضرر ہاگز نہیں اور یقیناً کو قہ بفتح او قہم اللہ و کذا بالعکس و مری الجمع یا صاحب تھالی روز
کھودے تو منع کیا جائے اور اسی طرح بالعکس کنڈی دوی الجمع یعنی اگر صاحب بالا خانہ ہے کہ اوپر کچھ بنا دے یا کڑیاں رکھے یا پانچ بنا دے تو منع کیا جائے
کنڈی یعنی کہ بفتح و قہم کان و تشدید واد مہارت ہے طاق سے بلارھی الا کثر منہ و ہذا القیاس بحکم صاحب تھالی منع گاڑے اور روز کھودے
سے بدین منامندی دوسرے کے سدکا ہائے گا دوسرے حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کنڈی البتہ لکن فعل لا یضر اور صاحبین نے
کہا دلوں میں سے ہر ایک کو داخل درست ہے جو دوسرے کو ضرر نہ کرے مگر ظاہر قل شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول مقصود ہے کہ
وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر عمومی میں ترجیح سے منقول ہے کہ یہی قول فتویٰ کے واسطے مختار ہے و لا یندم المسفل یا منع
سہ لم یکر علی البنا و لعمدہ اتعدی و ادا گرنیچے کا مکان گر گیا اس نے ملک کے بدین کرتب کے تو اس پر اس کے بنانے میں زبردستی نہ ہوگی بسبب مدد تھالی
کے وافی العلوان مینی ثم یرجع بالافق ان بنی بلونہ او ذلی قاضی و لا یغیر البنا یوم بنی و تامل العینی اور صاحب بالا خانہ کو ہائز ہے کہ بنا دے یعنی
نیچے کے مکان کو دوسرے اہل مدح پھر جو اس کا فرج ہو اور نیچے کے مکان داسے سے بھرے اگر اس کے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور
نہیں تو جو اس کی قیمت ہو بنانے کے دن اس کو بھرے اور پورا بیان اس کا مینی میں ہے مگر غلام میں ہے کہ ایک شخص نے پنا گھر گرایا سو اس کے
پڑوسی کا گھر گر گیا تو اس پر تاوان نہیں کنڈی القضاوی زالفہ مستطیلہ ای سکو طویہ یتشعب عنہا سکتہ مشکا لکن غیر نافذہ ال محل اور یمنع
اہل الاولی عن فتح باب لرد الاستفادۃ و التبع مینی فی القصوی غیر نافذہ علی اجمع الخاق لعم فی لردہ بلاف انافذہ زالفہ مستطیلہ یعنی
بنا دہ کو چھ ہے جس سے دوسرا کو چھ ہوتا ہے مانند پہلے کوپے کے بنا لیکس وہ کو چھ نافذہ نہیں دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے جانب
سے تو رو کے ہادیں گے پہلے کوپے داسے چلنے کے واسطے و دوازہ چھوڑنے سے کو چھ غیر نافذہ میں بقول یحییٰ اس واسطے کہ من کے واسطے چلنے کا حق
ثابت نہیں بلاف کو چھ نافذہ کے کہ اس میں مدد دہ چھوڑنا جائز ہے مینی نے کمار دشنی کے واسطے بعد ہوائے کے واسطے کو چھ غیر نافذہ میں مدد
لگانا پہلے کو چھ والوں کو ہائز ہے مگر اگر اہل کو چھ مستطیلہ کی دیوار ہو کو چھ غیر نافذہ میں اس طرح کہ اس کا گھر کو چھ غیر نافذہ کے کو سنہ ہوا قہ بوقدہ
اپنی دیوار میں مدد دہ نہیں چھوڑ سکتا کہ کو چھ غیر نافذہ میں نکل آیا کرے اس واسطے کہ دروازہ لگاتا دوسرے واسطے ہے اور اس کے واسطے حق
مرد نہیں کو چھ غیر نافذہ میں بلکہ اس کا مدد کو چھ غیر نافذہ کے لوگوں کے واسطے ہے و لہذا اگر کوئی گھر کتا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوپے دلوں کا شفع
اس میں ثابت نہیں بلاف اہل کو چھ ثانی کہیں کو چھ سے مدد دہ لگاتا دوسرے سے کہ کو نکاس میں حق کا حق مرد ثابت ہے بلاف کو چھ ثانی

نے منع کیا کہ کسی دوسرا مال اس کو مقبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا کذلک المنع ولا يمنع الشخص من تعذر في ملكه الا اذا كان الضرر بجملة ذرا
 لينع من ذلك ومنع الفتوى بزيادة والتمار في الامارة والحق به قاري الهداية حتى يمنع المالك من الطاعة وبذلك اجاب الشيخ اثناسا اور منع کیا جائے شخص
 اپنی ملک میں تصرف کرنے سے کہ جب کسی کے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر مرتب نوب اس شخص سے روکا جائے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذلک بزيادة اور اسی کو
 پسند کیا ہے عمار میں اور اسی کا فتویٰ دیا ہے قاری بزيادة نے تو منع کیا جائے گا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہے منع کا بطریق
 استحسان کے مگر میں اپنی حرر مرتب وہ ہے جو سبب ہدم ہے اور جو مہارت کو کمزور رکھت ہے یا منفع سے بالکل خارج کر دے اور جو مہارت
 امیر کا منع ہو چنانچہ مدبھی کا بالکل بند کرنا اور اسی کو ملانے فتویٰ کے واسطے پسند کیا اور اگر لڑکے منع بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لیتے کا باب باطل
 سدود ہوائے رانی نے کتاب الاستحسان میں ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھروں کے ہے اور اس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اس میں نور بنادے
 جس میں ہمیشہ دلیاں پکا کریں وکان کے مانند یا پیسے کی پکی یاد ہو چوں کی گندی کرنے کی پڑی بنا دی تو جائز نہیں کیونکہ اس میں پڑوسیوں کا ضرر حاضر
 ہے پس سے کیا ڈنہیں ہو سکتا اس واسطے کہ نور مذکور سے کثرت و شدت و جہان پھیلے گا اور پکی اور گندی کی پڑی سے دیواریں بودی ہو جائیں گی بحد
 عام کہ وہ ضرر نہیں مگر بسبب طراوت کے اور اس سے پکاؤ ممکن ہے درمیان میں دیوار اٹھا کر اور بخلان نور صغیر کے جو گھروں میں ہوتا ہے موی نے ملامہ
 مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلاسی میں وہ قول پایا بعد وزن بنانے کے واسطے اس حدیث میں جو مشرت ہے کسی کی زمین یا گھر پر لائق حذر
 ہے وہ یہ ہے کہ اگر روزن دھوپ یا شبنم کے واسطے ہو تو منع کیا جائے گا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو رد کا جائے گا یعنی اگر اس فعل حدیث میں روزن
 ہے تو پہلی صورت ہے اور اگر مالی حدیث میں ہے یا اس پر شباک یعنی جالی ہے تو دوسری صورت ہے کہ قارہ روشنی کے واسطے ہے کذا فی الطحاوی و جواب ظاہر
 الردایہ عدم المنع مطلقا و باقی طائفۃ کا لہام للیرالدین وابن التثنی و والدہ درمکی فی الفتح فی تفسیر التہجد و بقیۃ و احتمل الضعف ثم نقل دقۃ اختلاف افتاء و منہی ان
 یحول علی ظاہر الروایۃ اتفق قلت تعارض متن و شرح فاعمل علی المتن کا تقریر مراد افتاء برادر جواب ظاہر الردایہ کا عدم منع ہے ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا حرر
 مرتب ہو یا نہ ہو اور اسی کا فتویٰ دیا ہے چند ملانے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شہر آشوب کے والد نے اور فتح القدیر میں اس کو ترجیح دی ہے اور بقی کی
 کتاب القسۃ میں ہے کہ اسی کا فتویٰ ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں داں یعنی کتاب القسۃ میں اسی پر اعتماد کیا ہے سو یوں کہ اود البتہ فتویٰ دینے میں
 یہاں اختلاف واقع ہوا ہے اور لائق ہے کہ صورت اختلاف فتویٰ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے اتنی میں کتابوں اور جب کہ مصنف کے متن اور شرح
 میں تعارض ہوا تو عمل متن پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بلکہ استمال کرم جواب ظاہر الروایۃ ہی قیاس ہے کہ انسان اپنے ملک کے تصرف
 میں مختار ہے کسی کا ضرر ہو یا نہ ہو اور اگر کو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں یعنی در صورت حرر مرتب ہمسایہ منع تصرف ہے نہ ضرر میں دلالت
 اعلیٰ کذا فی الطحاوی قلت و لقی مالوا کل بل یحرم اودہ و رخصی الاشباہ المنع قیاسا علی مسئلۃ المسفل والعنوان لا یراد الا اذا اضر ذکا اھل علی المنع والفتویٰ
 کانی الخاتیمۃ قل المحض قلنا تعذر فی ملک ان اضر او اشکل یمنع و ان لم یضر لم یمنع قال و لم ار من خبر علیہ یلیقنم فاد من خواص کتابی اتنی میں کتابوں اور باقی
 رہی بات کہ اگر احتمال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو ضرر ہے یا نہیں اور البتہ اس کے جواب میں محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے
 مسئلہ سفل اور طور پر قیاس کے کہ صاحب سفل یا صاحب طویع دیوار میں دھونے جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہے کہ جب تردد واقع
 ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا بر اس قول کے جو فتویٰ کے واسطے مختار ہے چنانچہ غازیہ میں ہے محشی نے کیا تو اسی طرح فسان کا تصرف اپنے ملک میں مگر
 کہ ضرر یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائے گا اور اگر ضرر نہیں تو منع نہ کیا جائے گا محشی نے کیا میں نے نہیں دیکھی اس شخص کو جس نے اس
 تفصیل چاہا کہ کیا ہو تو اس کو غیبت جاننا چاہیے تو تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے اتنی کام المحشی مطلقا دی نے کی کہ محشی اشباہ سے شیعہ

مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ پہلا قول محشی کا ادائے مطلب میں کافی تھا ادوی علی اگرچہ مہینہ مع تقاضی فی وقت فسخ المدعی بیتی فقال قد تجد نہیں ای الہیہ فاشتریتہا منہ اوطم لقل فلک ای مجد نہیں ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا بہرہ مع القبض کا ایک وقت میں مثلاً یہ دعویٰ کیا کہ اس نے فلاں چیز مجھ کو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات بہرہ پر سو اس نے کہا کہ معاملہ بہرہ کے منکر ہو گیا بہرہ سے تو میں نے اس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار بہرہ معاملہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول بہرہ کا دعویٰ کیا پھر اس کے بعد خرید کا وہ مضادہ الاكتفاء بامکان التوفیق و موافقہ شیخ الاسلام من احوال الاربعۃ اور مضادہ عدم قول بانکار بہرہ الاكتفاء ہے بامکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولوں کے ہم میں موضع میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا مشرود سے یا مدعا علیہ سے تو اس کی توفیق یعنی رفع تناقض میں فقہاء کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں میں بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد مثلاً قول ہے مجندی کا مختار ہے جس کو شارح ذکر کرے گا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد و کذا فی الطحاوی عن ابی حنیفہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے بہرہ کا دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ کا انکار یہ بیان کر کے خرید کا دعویٰ کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر بہرہ کا دعویٰ کیا پھر بلا ذکر انکار خرید کا دعویٰ کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے مطابق صحیح الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختارہ المجندی انہ یکنی من المدعی علیہ لامن المدعی لاند مستحق وذلك دافع والظاهر یکنی للدفع لالاستحقاق بزازۃ اور مجندی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی کی جانب سے اس واسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور مظاہر دفع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازۃ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور دفع اس کا ظاہر ہے اور مظاہر دفع میں حجت ہے نہ استحقاق میں کذا فی البحر فاقام نیتہ علی الشراء بعد وقتہا ای وقت الہیہ تقبل فی العودۃ میں پھر مدعی مذکور نے بعد وقت بہرہ کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنی مثلاً شوال کی خرید پر گواہی مقبول ہوگی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے یہ کام مجھ سے انکار کیا دوسری یہ کہ نہ کام بعد وقتہا طرف سے شرا کاہ اقام کا کذا فی الحلوی وقیلہ لا لوضوح التوفیق فی الوجه الاول وظہور التناقض فی الثاني اور قبل وقت بہرہ کے خرید پر مثلاً شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب دافع ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کی وجہ ثانی میں ہم حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے بہرہ رمضان کا مثلاً دعویٰ کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اس نے خرید کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال میں خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین دافع ہے اس واسطے کہ بعد وقت بہرہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اس کی ملک بعد بہرہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اس کو شعبان میں خرید کیا تو اس میں قول مدعی اور شہادت مشرود میں تناقض ہے اس واسطے کہ دعویٰ بہرہ میں اس کا اقرار ہے کہ محبوب واجب کا مملوک ہے قبل وقت بہرہ کے مدعی اس کی انفرادی مناقض لہذا مقبول نہیں ولولم ینذکر لہما تاریخا او ذکر لہما قبل الامکان التوفیق بتاخر الشراء اور اگر مدعی نے بہرہ اور خریداری کی تاریخ ذکر نہ کی یا فقط بتاخر خرید کی تاریخ ذکر نہ کی تو دعویٰ مقبول ہے بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب بہرہ اور خرید کی تاریخ ذکر نہ ہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد بہرہ واقع ہوئی ہو وہاں بشرط کون الکلامین عند القاضی والثنائی فقط خلاف ذیجی ترجیح الثانی بجران بہ التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونوں کلام تناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اس میں خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح منوط ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے ہم علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اس واسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہو واجب تک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائے گا تب تک تناقض متحقق نہ ہوگا لہذا گواہوں یا دونوں مجلس قاضی میں صادر ہوئے کذا فی الطحاوی والتناقض یرفع تصدیق الختم ولقبول التناقض ترک التلاول وادعی بکذا وجوب الی کم وتمام فی البحر وقرہ المصنف اور تناقض رفع ہو جاتا ہے ختم کی تصدیق سے اور تناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو پھوٹا اور دوسرے میں یہ دعویٰ کرنا چاہا

بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب المدعی میں مناسب تھا مگر یہاں ان کا ذکر اس واسطے ہوا
تا حکم قضا میں مذکور ہوا قرع قبض عشرۃ درہم ثم ادعی انہا زیوف او نہرۃ صدق بملیہ لان اسم الدہم لیمجا بخلاف السنۃ لغلیۃ غشبا اقرار کیا دس
درہم کے قبضہ کرنے کا پھر مقرر نے دعویٰ کیا کہ درہم مذکورہ زیوف ہیں یا نہرۃ تو اس کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ درہم کا نام زیوف اور نہرۃ کو شامل ہے بخلاف
سنۃ کے کہ ان کو اسم درہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے ان کے غش کے ہم زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جائے اور سودا گری
میں اس کا لینا دینا رائج ہو اس واسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور سنۃ وہ درہم ہے جس کے اندر تانیا یا سبسہ ہوا اور دونوں طرف چاندی دعویٰ نے
الو سعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نہرۃ کے لفظ میں ب مقدم ہے لون پر چنانچہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی ولذا لو ادعی انہا سنۃ لایدق
ان کا ان البیان موصولاً وصدق لو بین موصولاً نہایتہ بالتفصیل فی الموصول لا الموصول اور چونکہ درہم کا نام سنۃ کو شامل نہیں اگر یہ مقرر مذکور یہ دعویٰ کرے
کہ درہم مقبوضہ سنۃ ہیں تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا قرع قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر یہ بیان کیا اسی اقرار قبض سے مگر کذا فی نہایتہ تو تفصیل مذکور
موصول میں ہے نہ موصول میں م یعنی تفصیل زیوف اور نہرۃ ہیں اور سنۃ میں درصوت انفصال بیان ہے یعنی اگر درہم مقبوضہ کو زیوف یا نہرۃ کہا بطریق انفصال
تو تصدیق ہوگی اور اگر سنۃ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نہرۃ
خواہ سنۃ ولو اقر قبض الجبیا ولم یصدق مطلقاً و موصولاً لالتناقض اور اگر کہے درہم کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعویٰ کہ درہم زیوف
یا نہرۃ یا سنۃ تھے تو تصدیق نہ ہوگی مطلقاً اگر یہ بیان موصول واقع ہوا بسبب تناقض کے یعنی جب جودت کا اقرار کیا تو اب اس کے خلاف دعویٰ کرنا صحیح
تناقض ہے ولو اقر ان قبض حقہ اذ قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافہ لو بین موصولاً والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اس نے اپنے حق پر
قبض کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اس نے اپنا حق پورا بھر لیا تو اس کی تصدیق ہوگی دعویٰ زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ درہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اس
کو موصول بیان کیا ہو اور اگر اس کو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہ ہوگی نہرۃ اور سنۃ ہونے کا دعویٰ ماخوذ ہے دعویٰ زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک
ہی ہے نہایتہ میں ہے کہ اگر اپنے قبضہ کا دعویٰ کیا پھر لولا کہ وہ سنۃ ہیں یا درہم خاص ہیں تو موصولاً تصدیق ہوگی نہ موصولاً کذا فی الطحاوی لان قولہ بیاد مفسر
فلایتمل التادل بخلاف غیر لان ظہر ادفع فیمثل التادل ابن کمال اس واسطے کہ مقرر کا بیاد یعنی کھرے درہم کنا مفسر ہے تو تمثیل تاویل نہیں بخلاف عین بیاد کہنے کے کیونکہ وہ
ظاہر ہے یا نفس تو اس میں تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال مضر میں مشدود وہ ہے جو نفس سے زیادہ تردد دفع ہو اس طرح پر کہ اس کے ساتھ احتمال تاویل
باقی نہ ہے اور ظاہر وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نفس وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید نہ ہو کذا فی الطحاوی تو جب جید لولا تو غیر جید کا احتمال
باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استيفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نفس تو اس میں زیافت ویدہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید
یا البعد ہے اقر بدین ثم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ ربوا ویرکن علیہ بمرکبہ قینہ من ملا الدین دیکھی فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعویٰ کیا کہ بعض دین
قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اس پر گواہ لایا تو گواہی اس کی مقبول ہوگی چنانچہ قینہ میں ہے ملا الدین سے اور آگے کتاب الاقرار میں اذ سے کا قال لا اقر
لک علی الف درہم فروہ المقر ثم صدقہ فی مجلس فلا شئی علیہ للمقر لا یجوز اقرار ثانیاً وکذا الحکم فی کل مانیہ الحق لواحد ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے
مجھ پر ہزار درہم ہیں سو جس کے واسطے اقرار کیا اس نے اس کا اقرار رد کیا یعنی یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درہم تیرے ہیں یا فلا نے شخص کے ہیں کذا فی القح پھر
مقرر نے مقرر کی تصدیق کی اسی مجلس میں تو مقرر کا کچھ ثابت نہ ہوگا مگر شہادت سے یا مقرر کے مدبر سے اقرار سے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اس قرار میں جس میں ایک شخص کا
حق ہے مقرر مذکور کا دین اس واسطے ثابت نہ ہوگا مقرر کا انفرادی دین مردود ہو گیا مقرر کے رد کرنے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعویٰ ہے تو اس کے
ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق فہم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قبض اس واسطے نکالی کہ رقیق اور اور طلاق اور اعتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے

تو چار سو سے تین سو ساقط ہو گئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی التلخیص اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہو تو اس کا ذمہ مشغول نہیں اس کے گمان میں پھر مقام یعنی باہم مجرا ہونا کہاں واقع ہوتا ہے واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا امرک ونحوہ کذا تک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھ کو نہیں پہچانتا ہوں اور مانند اس کے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھ کو نہیں دیکھا تو برہنہ ایفا یا ابرا مقبول ہے بسبب متعذر ہونے توفیق کے م یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا مگر اور میں تجھ کو نہیں پہچانتا یا یوں بولا کہ میں نے تجھ کو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے فی الحالت اور خلط نہیں اور نہ دینا اور نہ لینا یا میں اور تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوئے اور مانند اس کے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابرا دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر شرح دقایہ میں ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اس واسطے کہ وہ شخصوں کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابرا بدون معرفت کے نہیں ہوتا انتہی ذیل یقبل لان المجتبى او المخررة قد تباذی بالشغب علی بابہ فیا مراءضاء انھم ولا یعرفہ ثم لیردہ حتی لو کان من لعل بنفسہ لا یقبل اور بعضوں نے یعنی قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہنہ باوجود عدم معرفت مقبول ہے اس واسطے کہ مرد مجتبى یا محدث پر وہ نشین کو گاہے اذیت ہوتی ہے اپنے دروازے کے غل شد کر کرنے سے تو اپنے دکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہے قاضی کے راضی کر دینے کا اور حالانکہ مخامم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اس کو معلوم کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ دکیل تو اس کی برہنہ ایفاء مع قول عدم معرفت مقبول نہ ہوگی م یہ تفریع ہے قاضی خاں کی مجتبى وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ مجتبى وہ شخص عظیم الشان ہے جس کو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحاوی نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول والا ایصال صح در رنی آخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحت الاقرار ہاں اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے جس پر دفع یا ایفاء کا دعویٰ کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر فی آخر الدعوی اس واسطے کہ تناقض مدیوں صحت اقرار دائن کا مانع نہیں م طحاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہے اس کلام مخدوف سے جو معنوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر مخدوف یہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہ ہو تو تناقض منفع نہ ہو گا چنانچہ اس نے کہا کہ میں نے اس کو کچھ نہیں دیا پھر اس نے دینے کا دعویٰ کیا تو مسموع نہ ہو گا کیونکہ محال ہے کہ شے واحد میں دافع غیر دافع ہو ہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے یعنی جس پر دفع دین اور قضاء دین کا دعویٰ ہو چکا اس کے اقرار کا دعویٰ کرے اس طرح کہ اس نے یہ اقرار کیا کہ دین اس کو پہنچ گیا ہو مدیوں سے یا مدیوں نے اس کو پہنچا دیا ہے اور گواہی سے اس کو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی الطحاوی تبصر اقر ببع عبیدہ من کلان ثم مجر صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزازینہ اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلا نے شخص سے پھر اس کا انکار کیا تو اس کا انکار صحیح ہے اس واسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازینہ کی کتاب الاقرار میں ہے م صحت انکار کا مطلب یہ ہے کہ کلام تناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں ادعی علی آخرتہ باعد امتہ من فقال الآخر لم البعنا منک قط فبرہن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا علیہا دارا رد فبرہن البائع انہ ای المشتري ببری الیہ من کل عیب بہا لم یقبل مینۃ البائع للتناقض دعویٰ کیا دوسرے پر کہ اس نے اپنی لونڈی اس کے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ میں نے اس تیرے ہاتھ نہیں بیچا مگر سو گواہ ۶ لیا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اس کے پھر دینے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اس پر کہ مشتری بائع سے برأت کر چکا ہے اس کے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہ ہوگی بسبب تناقض کے م وجہ تناقض یہ ہے کہ ادل مع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہو اس واسطے کہ برأت عیوب بیع بدون بیع تصور نہیں دمن الثانی قبل لامکان التوفیق مع دکیلہ وبراہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے دکیل کی بیع سے اور ابرا دکیل کے عیب سے م جب اس کے دکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہو گا کہ میں نے بیع نہیں کی یعنی بذات خود مباشرت نہیں ہوا اور برأت عیب کی نسبت اپنی طرف کی کہ فعل دکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنہ واقعة سمرقند اور ازہنس مسئلہ ثمن واقعه ہے سمرقند کا جس میں تناقض واقع ہے م طحاوی نے کہا کہ اگر شائع واقعه سمرقند کو مصرع بیان کرتا تو واضح تر ہوتا دعوت اندکھا بکذا وطلبتہ بالمہر فاکبر فبرہنت فادعی انہ خلعا علی المہر یقبل لا یشال انہ زوجہ ابوہ وہو

میر و علم خلاصہ زوجہ کی کہ اس نے بھڑے نکاح کیا اتنے میر پر اور اس سے میر کا مطالبہ کیا سو اس نے نکاح کا انکار کیا تو عدت گواہ فی نکاح اور میر پر
مرد نے دعویٰ کیا کہ اس نے عدت سے خلع کیا بعد میں ہر کے تو میر کا دعویٰ مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعویٰ پر گواہ طلب ہوں گے مقبولیت دعویٰ اس احتمال سے ہے
کہ مرد کا نکاح اس کے باپ نے کر دیا ہو اور وہ میر ہو اور اس کو معلوم نہ ہو کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اس کا انکار نکاح اس پر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا
اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی مثال نہیں پھر جب ایسا ہو تو بعد اس کے دعویٰ خلع بعد میں ہر میں تناقض نہیں کذا فی المطاوعی سبیل جمیع حکم ای مکتوب
کتب الشاہ الشافعی آخرہ باطل ہو جاتا ہے تمام مضمون اس حکم یعنی کا قدر قوم کا جس کے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہے ہم شرع نے بلفظ جمیع اشارہ کیا اگر نوشتہ
باطل ہو جاتا ہے خواہ اس میں ایک لفظ مرقوم ہو یا چند اشارہ اور صاحبین کا خلاف مثال میں ہے و قال کفرہ فقط و ہواستحسان راجع علی قول فتح اور صاحبین نے کہ
فقط کچھ مضمون کا قدر مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو رائج ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح و ہواستحسان یہ ہے
کہ کل میں اصل مستقل ہے یعنی بعد دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے امتداد و استیفاء کے واسطے تو اگر استثنیٰ کل کی طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوے
اور یہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنیٰ اسی کی طرف راجع ہو گا جو اس سے متصل ہے کذا فی المطاوعی من الزمعی و الفقہاء علی ان المفروضہ کفاحل سکوت اور امام اور
صاحبین متفق ہیں اس پر کہ فرض خط میں فاحل سکوت کے مانند ہم فرض یعنی انشاء تحریر میں کا قدر سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا فرض اللہ تعالیٰ
بالفرضہ کی طرف راجع ہو گا جیسے سکوت میں بالبعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہے دلی انفرادہ السکال فی محل مطفحت بواو و اعمت بشرط اور علی شرط متفق ہیں انشاء
تعلق کے راجع ہونے پر کل کی طرف امدان محل منطوقہ میں جن میں مطفحت برف داد واقع ہوا ہے اور ای کا غیر میں شرط ہے چنانچہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اس کی موت
مطلقہ ہے اعداس کا غلام آزاد ہے اور اس پر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو شرط تینوں جملوں کی طرف راجع ہے یعنی طلاق اور طلاق اور مثنیٰ کہ لازم
نہیں محل منطوقہ کی قید ترجمہ میں اس واسطے لگائی کہ محل مکتوبہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ حکم میں مذکور ہو چکا و اما استثناء بالادوات
فلا غیر الا تقریر ما ہم و ہم و دوسرے دینار الاول استثناء اول استثناء لفظ اور اس کے اشال سے اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر بقریہ اول کی طرف
راجع ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سعدم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثناء اول یعنی درجوں کی طرف راجع ہے نہ اخیر کی طرف بطریق استحسان کے
م تو یہ یہاں اتنا وضاحت مستثنیٰ از اور مثنیٰ ہے و اما الاستثناء بالشاء اللہ بعد جملین ایھا مثنیٰ فالیھا اتفاقا اور استثنیٰ بلفظ انشاء اللہ بعد جملین ایھا مثنیٰ و دونوں
کی طرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ ایقائیر سے جملہ مخرجات مراد ہے جس میں تعلیق واقع نہیں بقریہ مقابلہ چنانچہ یوں کہ انت طالق و یا ہوا انشاء اللہ کذا فی
و بعد طالقین معلقین اور طلاق معلق و مثنیٰ معلق فالیھا عند الثالث ولا غیر عند الاستثنیٰ اور استثنیٰ واقع ہونا بعد و طلاق معلق کے باطلاق معلق اور مثنیٰ معلق کے
تو دونوں کی طرف راجع ہوتا ہے ہر کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے جو یوسف کے نزدیک م و د طلاق معلق کی مثال وہی دخلت الدار فانت
طالق و طلاق انشاء اللہ اور طلاق معلق اور مثنیٰ معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق و بعدی م و اور یہ خلاف نطق میں ہے اور حکم میں تو دونوں
کا اتفاق ہے ولو بلا حلف او بعد سکوت فلا غیر اتفاقا اور اگر شرط واقع ہو بعد محل و غیرہ متعاطفہ کے یا جملوں میں مطفحت ہو لیکن ماہین میں سکوت واقع
ہو یا بعد مطفحت میں یا غیرہ واقع ہو انشاء خط میں تو استثنیٰ اخیر کی طرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد بالبعد سکوت ہے کذا فی المطاوعی و مطفحت بعد سکوت لغو ہوا
فیہ تشدید علی نفسہ و تادمہ فی الجملہ اور مطفحت کا بعد اپنے سکوت کے بعد ہے مگر اس میں لغو نہیں جس میں سخت گیری ہے اس کی ذات پر درپور بیان
اس کا بحر و رافق میں ہم یعنی جس میں حکم کی ذات پر دست ہے تو وہاں مطفحت بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے
ملہ تعلیق جس جملہ کا حکم واقع ہو اگر اس وقت منظر ہو کسی شرط پر خود کہا جائے اور یہ یعنی اس لیے کہ آگے اسیہ ہے اس کے مقابلہ میں اور یہ یہاں غیر معلق ہونا چاہیے مگر تو طلاق
ذال ہے اسیہ ہے مگر خدا چاہے نہ اگر تو گھر میں داخل ہو تو طلاق ذال ہے بعد فلا غیر و طلاق ذال ہے مگر تو گھر میں داخل ہو تو طلاق ہے اور یہ انشاء اللہ ہے

پھر چپ رہا پھر لولا اور اس دوسرے گھوڑے میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہ ہو مگر دونوں گھوڑوں کے داخل ہونے سے اویس میں سخت گیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ پین بولا کہ اگر تو گھوڑے میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر لولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ثانیہ میں داخل ہوگی کذا فی الطحاوی مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدقوا حکم اللہ ذمی مرگیا سو اس کی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اس کی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہوگی باعتبار حکیم حال کے م یعنی بدلیل استصحاب حال اس واسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہے تو زمانہ گذشتہ میں بھی ثابت رہے گا تحریر میں ہے کہ استصحاب عبارت ہے اس امر محقق کے بقا حکم ہے جس کا عدم مظنون نہیں کا حکم الحال فی مسئلہ جبر بیان ماہ الطحاوی تہ صیغہ حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے میں م یعنی پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ میں ارتفاع پر قادر نہ ہوا اس کے پانی جاری نہ ہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اس کے موافق زمانہ گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں تو سابق میں بھی جاری نہ تھا تم الحال انما تصحیح جہ اللغ لا الاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہے حجت ہونے کی فقط دفع دعویٰ کے واسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں نہ استحقاق کے واسطے کافی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیت اسلمت قبل موتہ فارثہ وقالوا بعدہ قال لعل لہم لان الحادث یغنی عن اقرب وقایہ چنانچہ حکم ہے اس مسلمان کے باب میں جو مرگیا سو اس کی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اس کی وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اس کی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کی طرف منسوب ہوتی ہے یعنی بعد موت اقرب ہے ماقبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کی طرف منسوب ہو گا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو حکیم حال موت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی م طحاوی نے کہا ظاہر تمثیل اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے استحقاق ارث کی بسبب حکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہیں وجہ خلل یہ ہے کہ مسئلہ طحاوی اصل متن میں نہ تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونوں میں وجہ شہرہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طحاوی کے درمیان میں کئے سے خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیاد مسئلہ طحاوی باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف فرع مسئلہ طحہ شارح کا دفع الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ قال لعل لہم لان الاسلام بحر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اس کے والدین ذمی ہیں اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کا فر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مر گیا تو میراث بیٹے کو ملے گی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر المیت لا وارث لہ غیرہ دفعہ الیہ ہوا کقولہ ہذا ابن دانی کہا موضع بالفتح نے یعنی جس کے پاس بیڑی دولیت ہے اس نے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر یعنی جس میت نے میرے پاس دولیت رکھوائی ہے اس کا یہ بیٹا ہے کوئی اس کا وارث نہیں سوائے اس کے تو واجب ہے کہ دولیت اس شخص کو تفویض اور تسلیم کرے چنانچہ اس قول میں تسلیم دین واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن قید بالوارث لانہ لو اقرانہ وصیہ او کیل او مشتری منہ لم یدفعا معنی لوارث کی قید لگائی اس واسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا مدعی یا وکیل مشتری ہے میت سے تو اس کو دولیت نہ دے فان اقرنا ثانیاً با بن آخر لم یفد اقرارہ او اکذ بہ الابن الاول لانہ اقرار علی غیرہ اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اس کا اقرار مفید نہ ہو گا جب کہ پہلا بیٹا اس کی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار بے بیڑی حضرت کام اقرار علی غیر حجت نہیں اس واسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ اس کا کوئی کذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہو گا میت کا دین لہم لثانی خطہ ان دفع لاول بلا قضاہ زلی علی اور در صورت تکذیب ولد ثانی کو بقدر اس کے حصے کے امانت دار نادان دے اگر ولد اول کو دولیت دے چکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی التزییہ م قول بالفن ان بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اس کے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحاوی نمکۃ قسمت بین الورثۃ او الغرام بشرطہ ولم یفد لہم لثانی لیس التمن والشرح وعبارة البدر وغیرہ

سہ لم یفد کی جگہ لم یفد ہے یعنی اس کا اقرار نافذ نہ ہو گا

کر سکا ہو اور مدعا علیہ اس کا دفع کر دیا ہو اس طرح پر کہ میں نے اس کو تیرے مورث سے خرید لیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعویٰ ارث کا حاضر اور غائب کے حق میں منفع ہو گا کذا فی الطحاوی ابی السعود و مثله او ثل الغار المنقول فیما ذکر فی الاصحح در ردہ و مانند اس کے یعنی غیر منقول کے مانند منقول بھی امر مذکور میں بقول اصح کذا فی الدرر لم یعنی اگر مال منقول میں دعویٰ ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑے مگر اعمدنی المتقی انہ یؤخذ منہ اتفاقا و مثله فی البحر لیکن متقی الا بحر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جائے ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی کے مانند بحر الرافق میں ہے م اس واسطے کہ منقول میں حفاظت کی حاجت ہے اور اس سے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہے اور زمین تو خود محفوظ ہے قال و اجماعہ انہ لا یؤخذ منہ مقرر صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائے یعنی منقول میں اگر ذی الید مقرر ہو طحاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ در حالت اقرار عمار و منقول کا ایک ہی حکم ہے اوصیٰ لہ ثلث مالہ لقیح ذلک علی کل شیء لانما افت الیث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع ملوک پر اس واسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہم جنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی و لو قال مالی او مالک صدقۃ فهو علی جنس مال الزکوۃ استمنا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز میں ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے م وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب بعد معتبر ہے حق تعالیٰ کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالیٰ نے صدقہ واجب کیا ہے اسی میں ایجاب بعد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ میں سوائے اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہ ہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق ہیں یا نہ ہوں اس واسطے کہ جس چیز میں زکوۃ واجب ہوئی ہے اس کی جنس معتبر ہے قطع نظر اس کی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پائے سوائے مال زکوۃ کے یعنی اس کے پاس سوائے سوائے اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہ ہو تو اس میں سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوائے اس کے جب کہ مالک ہو تو بقدر اس کے تصدق کرے مگر ملکہ متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ وراپنی ذات اور عیال کے واسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جس کو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور راضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اتنا رکھ لے جو اس کو کفایت کرے یہاں تک کہ اس کو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فاما ملک صدقۃ فیصلتہ ان یتبع ملک من رجل ثوب فی مندریل ویقبضہ ولم یرہ ثم لیفعل ذلک ثم یرہ بخیار الرویۃ فلا یزید منہ ثم یجر الراتی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر زید سے کلام کروں تو جس کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اس کا صلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اس کپڑے کے جو وہ مال میں پٹا ہوا ہے اور اسے قبضہ کرے بعد دن اس کے دیکھنے کے پھر وہ صل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اس کپڑے کو بسبب بخیار رویت کے پھیر دے تو اس پر کچھ صدقہ لازم نہ آئے گا م اس واسطے کہ صدقہ لازم نہ ہو گا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اس کی ملک میں نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اس واسطے کہ ملک کا اعتبار حنث کے وقت ہے نہ حلف کے وقت و لو قال الف درهم من مال صدقۃ ان فعلت کذا لفعلمہ ہو ملک اقل لزمہ بقدر ما یمکن ولم یکن لہ شیء لایجب شیء اور اگر بولے کہ ہزار درہم میرے مال سے صدقہ ہیں اگر میں ایسا کروں پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کم تر کا مالک ہے تو اس پر اتنا صدقہ لازم ہو گا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اس کی ملک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں و صحیح الا یصلحہ بلا علم اوصیٰ ففیہ تعزیر اور صحیح ہے وصیت کرنا موصیٰ کا بعد دن علم وصی کے تو صحیح ہے تعزیر وصی کا م یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا ترکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہیں پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اس کی بیچ ڈالی تو صحیح ہے لایصح التوکیل بلا علم وکیل نہیں صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بعد دن علم وکیل کے یعنی اس کا تعزیر بھی بعد دن علم توکیل صحیح نہیں والفرق ان تعزیر الوصی خلافہ و لوکیل نیاتہ ایضا اور توکیل میں فرق یہ ہے کہ تعزیر وصی کا بطور خلافت ہے اور تعزیر وکیل کا بطور نیابت ہے م جب تعزیر وصی کا بطریق خلافت کے ہو تو علم ضرور نہ ہو جیسے تعزیر وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا

تفسیر الشارح صدق والا لا لاہر مگر قاضی مادل جابل ہے اگر اس سے مستفاد کیا جاوے تو بیان ثلث کا خوب کسے تو اس کی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہ ہوگی
مثال اس کی کتاب میں ہے کہ قاضی کے کہ میں نے دنا کے مقررے مستفاد کیا اور زنا کا اور جس محبت سے اس نے زنا کیا اس کا سوال مقررے کی تو اس نے فرمایا چنانچہ
اس میں معروف بعد اس پر میں نے شک کی کا حکم کیا اور عدوت میں کے کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ اس نے بقدر عذاب ممکن محفوظ سے یا جس میں کو
شبہ نہیں استقصا میں کے کہ اس نے عذابا شہ قتل کیا تو اب اس کی تصدیق اور قبول قول واجب ہے کذا فی النسخ و کذا فی التبت قولہ لو کان فاسقا لا کان
واجباً لقتلہ فالقضاء اربعة اور اسی طرح قاضی کا قول مقبول نہیں مگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جابل بسبب تمت کے تو قاضی چار قسم ہیں م قاضی یل علم مادل ہے
جابل مادل یا مادل غیر مادل ہے یا جابل غیر مادل ہے تو قاضی اول کے قول پر قطع یہ ہائے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اس کی
واجب ہے اور قطع جائز ہے اور ثالث اور رابع کا قول مقبول نہیں کذا فی عدوت شرعیۃ الا ان یلعین الحجۃ ای سبباً شرعیاً کجبت یعنی سبب شرعی کا معائنہ کرے
تو اب قاضی جابل اور فاسق کا قول مقبول ہے م اس واسطے کہ بعد معائنہ جبت تمت باقی نہ ہے شائع نے جبت کو مادل بسبب اس واسطے کیا تو قاضی کو بھی شامل
ہو جائے صعب و ہنالا انسان عند الشہود فادعی ما کفرہ و قال لعلہ کانت الذہن نجست وانکرہ الالک فالقول للعصاب انکارہ العصاب و شہد
یشہدون علی العصب لامل عدم النجاست و صلیا کسی یا کسی کا تیل گواہوں کے سامنے سوا اس کے کاف سوا اس کے تاوان کا دعویٰ کیا بعد دھکائے دے نے کیا
کرتیل ناپاک تھا بعد ملک اس کا انکار کرتا ہے تو دھکائے دے کا قول معتبر جالبب مگر ہونے ضمن کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں دھکائے پر زکاتیل کی عدم ثابت
پر م لاہر جواب مدد ضمنی مطلق پر دلائل کرتا ہے حالانکہ تیل مگر ناپاک ہو جائے تو اس کی تیلیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا پراخ جانا اور ست ہے غیر مسجد میں اسرار
اس کو اس پر عمل کیجے کہ اس پر پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی ہا تردد مجمع ہے کذا فی السطحاوی و لو قتل رجلاً و قال قتلہ
لروثہ او لقتلہ ابی لم یسمع قولہ لروثہ الی فتح باب الصدوق فاریض و لقول کان یقتل لذلک و مرادہم عظیم فلا یجیل بکاف الال امر بزازیہ اور اگر ایک شخص نے
قتل کیا ایک مرد کو اور وہ بڑا کہ میں نے اس کو قتل کیا بسبب اس کے استدعا کے یا بسبب کے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول شروع نہ ہوگا تا سرکشی اور
شورش کا وہ مانہ نہ کھل جائے یعنی اگر اس کا قول بلا شہود مقبول ہو تو نسا و عظیم پر پابو جو شخص چاہے دوسرے کو قاتل مار ڈالے اور اس کے از خود و غیرہ کا دعویٰ
کے لہذا وہ قاتل قتل کیا جائے گا اور قاضی کے کہ قتل اس کے واسطے تھا اور خون کا ہر عظیم ہے سودہ مل چھوٹ نہیں سکتا بخلاف مال کے کذا فی البراہین من
کتاب الاقرارم فعل کا ہر عظیم ہے لہذا مال میں ایک قسم کفایت کرتی ہے اور خون میں یہ پاس نہیں صدق قاضی معزول ہا یہیں قال لزید اخذت منك
الفاقیست ہا ی بلان لبکر و وقتہ الیہ قال قہنیت قطع پر کسی حق وادی زید اخذ الالف و قطعہ مید ظلی و اقرب کو نہما ای الاخذ قطع
فی وقت قضاؤ و کذا لوزم خود قبل التعلیل و بعد العزل فی الصحیح لانه اسند ضلالی حالہ معسودۃ منافیۃ للضمان یصدق لہن یریں زیدیل کو نہما فی ہر قضاؤ
قاضی کی کہ میں بطلہ عدوت شرعیہ تصدیق کی جائے گی اس قاضی معزول کی بدوی قسم کے جس نے نیدے کہا کہ میں نے تجھ سے وہ بڑا سودہ یہ جن کا میں نے حکم
کیا تھا بکر کے واسطے اور میں نے اس کو دیے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا تو بے اتمہ کاٹنے کا حق میں اور نیدے اس کے بڑا سودہ میں نے اور اتمہ کاٹنے کا
ماہم کے دعویٰ کیا اور اقرب کیا کہ دونوں معنی اخذ اور قطع اس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوئی اور اسی طرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اس کے فعل مذکور کو
گواہ کی قبل تصدیق قضا یا بعد معزول ہونے کے قول صحیح میں اس واسطے کہ نیدے نے قاضی کے فعل کی اس حالت معینہ یعنی قضا کی طرف نسبت کی جو تادم کے منافی ہے
تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ نیدے کا وہ اس پر کہ اخذ اور قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوئی تو اب قاضی مصل ہوگا اس فعل میں کذا فی عدوت شرعیہ م حالہ
تھا اس واسطے منالی حمان ہے کہ ظاہر اس کا شاہد ہے اس لیے کہ ہا قاضی ظلم کا حکم نہیں کرتا اور قاضی پر قسم اس واسطے نہیں کہ فعل اس کا قضا میں باہر مدی
اس طرح عدوت نے قضا کو قبول کیا اور قضا کا اس قاضی کو باہر اس سے صعب ہو گیا بلکہ یہ قبل قضا کا فعل ہر عدوت شرعیہ کا حکم ہے کہ کھل کے کھل کے کھل کے

ثابت ہوا کہ ذانی الطحاوی فرغ مسئلہ ملحقہ شارع کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذ لم یکن للقاضی شیء فی بیت المال فلما اخذ عشر متولی من اموال التیامی ولاقان
اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی مذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزانہ مقرر نہ ہو تو اس کو دسواں حصہ اموال تیامی اور اوقاف سے جن کا وہ کار پر دانا ہے لینا
درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب النوار سے نقل کیا پھر اس کے انکار میں مبالغہ کیا ذانی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ میں ہے کہ متولی
کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں ہم اس مسئلہ کا یہاں ذکر بے محل ہے علاوہ بریں یہ قول محرر اور منقح بھی نہیں اشباہ میں خانیہ سے یوں مقبول ہے کہ ایک
شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر وقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسواں حصہ متولی کے واسطے مقرر کر دیا اور وقف
میں ایک طاحونہ یعنی ایک پنچ کی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں بطور مقاطعہ جس میں متولی کی کچھ حاجت نہیں اور اس پنچ کی دلے لوگ اس کا غلہ لیا کرتے ہیں تو متولی
کا دسواں حصہ اس میں واجب نہ ہو گا اس واسطے کہ متولی نہیں لیتا مگر بطریق اجرت کے تو مستوجب اجرت نہ ہو گا بدون عمل کے انتہی علامہ میری نے کہا صواب یہ ہے
کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقف میں مقرر ہوا تو مراد اس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو اجرت مثل سے تو زائد کو پھر دے اور تجھیں کرے اور خزانہ اکل
اور دلو الجیہ میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجرت مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی ملحقاً قلت لکن فی البراز یہ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یکل لہما
اخذ الاجر بہ کانکاح صغیرانہ واجب علیہ وجواب المفتی بالقول دام بالکتابۃ فیجز لہما علی قدر کتابتہما لان الکتابۃ لاتزیدہما وتمامہ فی شرح الوبیانۃ میں کتابوں لیکن
براز یہ میں ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونوں کو اس کی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیر کانکاح کر دینا اس واسطے کہ وہ قاضی پر واجب
ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر ان کی کتابت اس واسطے کہ کتابت
قاضی اور مفتی پر لازم نہیں اور پوریان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ قاضی کو سجلات دیوار کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے
یہی قول مختار ہے اور نکاح صغیر پر کچھ لینا نہیں اور اس کے سوائے حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہیں اور اگر اجرت لے گا تو بیع نافذ ہے
ہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور اصرار یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور گاہے ایک سو کے وثیقے کی مشقت جس میں اجناس مختلفہ ہیں زیادہ ہوتی
دس لاکھ نقد کی مشقت پر میں کتابتوں اور عادیہ میں ملحقہ سے ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ ہر ایک ہزار میں پانچ درم اجرت ہے سو متحد نہیں اور ہمارے
اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہیں اور کون سی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر میں اس کو تو اجرت مثل ہے بقدر اس کی محنت کے اور بقدر
اس کی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور شغاب کے مشقت قلیلہ میں اور شرح ترمذی میں نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج
اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشباہ ہے اور کتاب السجلات میں ہے کہ مجمع قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول اور قصر اور اس کی
صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحاوی ونبیہا دلیس لہ اجروان کان قاسماہ وان لم یکن من بیت قال مقررہ اور شرح
وہبانیہ میں ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہیں اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اس کے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہ ہو اور جس بعض لاندہم مقررہ ذنی مختار
فالقول الاول یصرہ اور بعضوں نے بسبب اندام مقررہ کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے میں تو پہلا قول منصور اور مختار ہے + وجوز للمفتی علی کتب خطہ
علی قدرہ اذ لیس فی الکتاب یجوزہ اور مفتی کو اجرت مجوز تھی اس کے لکھنے پر بقدر اس کی کتابت کے اس واسطے کہ مفتی کتابت میں منہر نہیں یعنی اس پر کتابت واجب
اور لازم نہیں م شرح وہبانیہ میں جلال الدین ابوالخامد سے منقول ہے کہ فقہانے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جو اب فتویٰ کی کتابت کی اجرت لینے میں اس واسطے
کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھ دینا اور باوجود اس کے نہ لینا بہتر ہے یعنی تا قیل اور قال سے نیچے اور برابر وابتدال سے محفوظ رہے
کذا فی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم



کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام میں شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف اس کو بعینہ جمع لایا باعتبار اس کے انواع کے آخر من القضاء لانہا کالوسیلة وهو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اس واسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لفظ خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جس میں محکم اور تردد نہیں و شرعاً اخبار صدق لاثبات حق فتح قلت فاطلاقاً علی الزور مہاز کا طلاق ایمن علی النفوس اور شرعاً میں شہادت جہاں ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہے م اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کا ذہبہ حد شہادت سے نکل گئی اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا میں بہ لفظ اشہد تکلم کرے۔ بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہاد ہوم یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت مستعمل ہے تو تعبیر بہ لفظ علم یقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کافی علق الامت اخبار صدق بہ لفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو بھیے لوٹدی کی آزادی میں م مجلس قضا کی قید سے شاید کی وہ خبر خارج ہو گئی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں حق جاری اور طلاق زوجہ میں صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہیں بلکہ جمیع شہادت حسیکا یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی وسبب وجوبہا طلب ذی الحق او خون فوت حقد بان لم یعلم بہا ذوا الحق وحقا فوۃ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جیب کہ صاحب حق شہادت کی درخواست کو ہے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اس طرح پر کہ صاحب حق نہ ماننا ہو شاید کی شہادت کو اور شاید قدرے فوت ہو جانے حق سے تو اس کو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب مدلل کے کذا فی الفتح یعنی آدمی کے حق میں شہادت شاید پر واجب نہیں بلا طلب آدمی مگر در صورت خون فوت حق اور حق اللہ کی اولیٰ شہادت میں تو شاید شرط مطالب ہے شرطہا احدى عشر و شہادت کی شرطیں ایس میں شرائط مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی ایک شرط یہ ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارع یوں کہتا کہ شرط مکانہا واحد و شرائط المتعل ثلاثۃ العقل الکامل وقت المتعل والبصر ومعاينة المشہود بالایما ثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاید ہونے کی شرطیں میں عقل کامل ہونا شاید ہونے کے وقت اور بصارت اور معائنہ کرنا اس چیز کا جس کی گواہی دی جائے مگر اس کا معائنہ شرط نہیں جس میں تسامع سے گواہی ثابت ہے م جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لا یعقل کا گواہ بھی نہیں اور اسی طرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر مائل ہو یا کافر یا فاسق یا مجنون یا عیونہ کی اولیٰ صرف تو ب مقصور ہے دیکھا گیا کہ حق کا اثبات کے حق نہ ثابت کرنا مطلوب ہے " علیٰ معنی ایک دوسرے کے متفق ہو "

بالغ ہو جائے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہوگی۔ کذا فی البحر
وشرائط الاداء سبعة عشر عشرة عامہ و سبعة خاصة اور ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات
شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا الضبط ازاں جملہ ضبط ہے یعنی یہ شرط ہے کہ شاید کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک و تردید تو امام کے
نزدیک شاید کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔ بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافاً للصالحین والولایۃ فی شرط الاسلام والمدعی علیہ مسلما اور
من جملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاید کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اس طرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاید کا دین حق ہو اور شاید حرا بالغ ہو کذا
فی الطحاوی تو اسلام شاید کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو م اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی
التمييز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور ازاں جملہ یہ شرط ہے کہ شاید کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے
کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سن کر اور صورت دیکھ کر دونوں میں فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابة ولادة وزوجية اور
من جملہ شرائط عدم قرابت ہے باعتبار ولادت اور زوجیت کے م تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اس کے بالعکس جائز نہیں اور اسی
طرح زوجین کی گواہی اوعداوة دنیویہ اور من جملہ شرائط عدم عداوت دنیویہ سے تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں اور دفع مغرم او بر منعم کا بیسی
یا من جملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہ ہونا ہے چنانچہ عن قریب اس کا ذکر آئے گا یعنی یہ شرط ہے کہ شاید کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل
ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے م ماق اور شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر نہ کیا اور تفصیل شرائط اس طرح ہے کہ
بعض شرائط شاید کی طرف راجع ہیں ان میں سے یا فسخ وجوب وقبول کی شرطیں ہیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاید
محدود فی القذف نہ ہو اپنی ذات کے واسطے جبر منفعت نہ کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹا دے اور یہ کہ شاید خصم نہ ہو تو شہادت وہی
کی یتیم کے واسطے اور کیل کی موکل کے واسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعض شرائط شہادت کی طرف راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ دونوں
شہادوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شرط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں ان میں سے اسلام ہے اگر مشہود علیہ
مسلم ہو اور ذکوریت یعنی مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی میں اور تقدیم دعویٰ حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعویٰ سے جس میں توافق شرط
ہے اور قیام رات شرب خمر کی شہادت میں مگر بعد مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہاد
علی الشہادت میں تو یہ ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں اور مکان شہادت مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہ دونوں تو محل اور ادانوں میں
شرط ہیں اور معائنہ مشہود بہ فقط محل کی شرط ہے نہ ادا کا تو یہ سبب بیس شرطیں ہوئیں اور امتیاز کرنا سماعت سے یہ شرط سے زائد ہے
جس کو شارح نے اعتبار کیا ہے تو باعتبار سمع اکیس شرطیں ہوتی ہیں کذا فی الطحاوی و کہتا لفظ شہد لا یندر تضمینا معنی مشاہدہ و قسم و
اخبار للحال فکانہ یقول اقسم باللہ لقد طلعت علی ذلک وانا خبر بہ وبہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیما علم البطل للثبوت اور شہادت
کا رکن لفظ اشہد ہے بصیغہ مضارع متکلم نہ کوئی اور لفظ مولیٰ اس کے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی
کو تو شاید نے لفظ اشہد بول کر گویا یوں کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مقرب میں مطلع ہوں اس پر اور میں اس کی خبر دیتا ہوں اور یہ معانی ثلثہ
حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو اسی واسطے لفظ اشہد کا متعین ہو گیا یہاں تک کہ اگر شاید فیما علم زیادہ کرے گا یعنی یوں کہے گا شہد
فیما علم یعنی میں گواہی ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے م لفظ اشہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہے تو شہد
کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اس واسطے کہ میثاق نامی زمان گزشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہد کہے تو اخبار ماضی کی اس

میں قتل ہوگی تو شہادت الحال کا فہرہ ہوگا پھر جب کہ لفظ اشہد متعین ہو گیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہ ہوگا یعنی اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا فلاں چیز میرے نزدیک متعین ہے تو شہادت مقبول نہیں اور اسی طرح یہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحاوی و حکماء وجوب الحکم علی القاضی بموجبہا بعد التزکیۃ بمعنی افتراء نہ فوراً الا فی ثلث قد منانا اور حکم شہادت واجب ہوا حکم کا ہے قاضی پر بمقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم بمعنی افتراض حکم ہے فوراً اگر تین صورتوں میں جن کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یعنی جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جب کہ صلہ اقرار کی توقع ہو یا مدعی ہلکت طلب کرے یا قاضی کو شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں بشرط تزکیہ صاحبین کا قول منعی ہے کذا فی الشریعۃ قلو المتنع بعد وجوب شرط الطہارۃ ترک الفرض واستحق العزل لفسقہ و عزرا لا یرکابہ الا بوجہ شرعی سوا اگر قاضی بمقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہوگا بسبب اس کے قاضی ہو جانے کے اور اس کو تعزیر دی جانے کی بسبب اس کے ترک ہونے اس چیز کے جو شرعاً جائز نہیں کذا فی المزنی و کفرانی لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراء نہ علیہ ابن ملک و اطلق الکافی کفرہ واستظهر المصنف الاول اور قاضی کا کفر ہو جائے گا اگر اس کا وجوب نہ جانے یعنی اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہ ہو تب کافر ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح الجمع اور کافعی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول یعنی در صورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہے م کافعی ایک عالم ہے جس کا رابطہ مسی بسیف القضا علی ابغاة کذا فی المنع و یجب اداؤا بالطلب ولو حکم کا مراد واجب ہے اور اگر ناگواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ حق شہد کا شہادت کو جائز نہ ہو اور دعوت ہو قوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادا ئے شہادت واجب ہے م افتراض اول ئے شہادت مجمع علیہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا (لا یکتوا الشہادۃ من یمتہا فانہ آثم قلبہ) یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اس کو چھپا دے تو اس کا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہد دل پر پھر کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپا دے اس کا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید پر تاکید ہے اس واسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کی طرف جو اثرات الاعضاء ہے اور بدن کا ریس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل مگر اختلاف باقی معامی کے جن کا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن میں حق تعالیٰ کے اس قول میں کہا اولایا اب الشہادۃ ماؤا مدحوم یعنی انکار نہ کری شاہد حیث کہ وہ بلا ئے جائیں کہ یہ بھی حرام ہے تحمل اور اول ئے شہادت میں لیکن تحمل میں متعاقب یہ کو شاہد کرنے کے واسطے شاہدوں کے پاس جانا چاہیے شاہدوں کو ان کے پاس حاضر ہونا لازم نہیں اور اول ئے شہادت میں شاہدوں کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی ان کے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدوں کے سوا تحمل اور اول ئے واسطے کوئی نہ ہوے تو شہادت فرض میں اور گواہ کرنا مبایعات اور مدایعات پر مستحب ہے مگر قدیسیر میں چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ اتھی اور کاکی میں ہے کہ اشہاد مقوم میں مستحب ہے مگر حکام میں ہمارے نزدیک واجب ہے اور اسی طرح رجعت میں شافعی اور احمد کے نزدیک اتھی اور بزازیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور اول ئے شہاد سے باوجود طلب کے جب کہ اور شخص موجود ہوئی تحمل اور اول ئے واسطے اور اگر اور ہوگے نہ ہوں تو امتناع جائز نہیں کذا فی الطحاوی و کفی وجوب بشرط سبعة مہوۃ فی البیہود فیہ منہا عدلۃ قاضی و قرب کمانہ و عدل القبول

صلیٰ علیٰ جو کہیں ہائے اولیٰ میرے گمان میں ۴۴ یعنی تحقیق کر کے دریافت کرنا کہ گواہ عادل اور قابل قبول شہادت ہیں ۴۵

او کیونکہ اس پر قبول و طلب المدعی لونی حق العبدان لم یوجد بدله ای بدل الشاہد لانا فرض کفایہ متعین لولم یکن الشاہدان لتحمل اوداء و لیکن ادائے شہادت کا وجوب سات شرطوں سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ میں شرح ہیں ازاں جملہ عدالت قاضی اور اس کا مکان قریب ہونا تو شاید کو قاضی کا قبول کرنا معلوم ہوتا یا اس کے کتابت قبول ہونے کا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبدی بشرطیکہ اس کا بدل یعنی شاید کا عوض کوئی موجود نہ ہو اس واسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہے فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور اداء کے واسطے سوائے دو شاہدوں کے اور کوئی نہ ہو م شارج نے شروط سبعہ سے پانچ شرطیں ذکر کیں ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہے قبول نہیں کرتا اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا منراواریہ ہے کہ اداء اور شہادت اس پر متعین ہو ۲ اقرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن آنے گھر بیٹھ آنا ممکن نہ ہو تو فقہانے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا کیونکہ اس کو اس میں ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنی اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو ۳ علم قبول تو اگر شاہد جلنے کے قاضی گواہی قبول نہ کرے گا تو اس پر گواہی دینا لازم نہیں یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدوں کے تو اس پر ادائے شہادت واجب ہے اگرچہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہوں چنانچہ فتح القدیر میں ہے علامہ مقدسی نے کہا اس میں تامل ہے وجہ تامل شاید یہ ہے کہ جب وہاں وہ شخص موجود ہے جس سے حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہیں ۴ طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہیں مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت شاید ۵ شاہد پر ادائے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہ ہو اس طرح پر کہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہوں اور انہوں نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا اور اگر مقبول نہ ہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گناہ ہوگا بشرط سادہ یہ ہے کہ شاہد کو دو عادل شخصوں نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اس کو عادلین نے اس طرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہے زوج نے تین بار طلاق دی ہے یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب اس کو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر محض عدول نہ ہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور قاضی سے مجرمین کی خبر بیان کر دیں اور چاہیں گواہی نہ دیں اور اگر مجرمان ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں بشرط سابق یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہ ہو کہ مقرر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اس نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اس کے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحاوی لمخصراً بتصرف و کذا الکاتب اذا تعین لکن لا اخذ الابرة لا للشاہد حتی لو اکره بلا عذر لم یقبل و بہ تقبل لحديث اکرموا الشہود اور اسی طرح کاتب کا حکم ہے یعنی کتابت فرض ہے جب کہ کاتب متعین ہو جائے یعنی جب اس کا کوئی بدل نہ ہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہاں تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کر لے گا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے بدیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود عذر یہ ہے کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہ ہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہ ہو اور یہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے یوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے یوں روایت کی ہے کہ اکرموا الشہود فان اللہ تعالیٰ یستخرج بہم الحقوق ویدفع بہم الظلم یعنی تکریم اور تکریم کر دشاہدوں کی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور ان کی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی الطحاوی تو یہ مرد عاجز کو سواری دینا من جملہ توقیر و تکریم کے ہے و جوز الثانی الا کل مطلقاً و بلفظی بحر و اقره المصنف اور ابو یوسف نے شاہدوں کو کھانا دینا مطلقاً جائز رکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م تجوز اکل مطلقاً سے خواہ طعام میسا ہو چکا ہو شاہدوں کے آنے سے پہلے یا انھیں کے واسطے تیار کیا ہو اور محمدؐ نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے و یجب الاداء بلا طلب لو الشہاد

فی حقوق اللہ تعالیٰ اور اولیٰ شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہجوم واجب سے مراد فرض ہے
خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ میں قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاید
بھی میں جہاں کے ہے مجھ پر یہ واجب ہے تو شاید ہی مجھ پر من جہہ الموجب اور شاید مجھ پر من جہہ محل الشہادت تو اور منیٰ کی کچھ حاجت نہ ہوئی
اور بعضوں نے حق اللہ میں قاضی کو مدعی کہلے وہی کثیرۃ مدنیہ فی الاشباہ اربعۃ عشرۃ اور حقوق اللہ تعالیٰ کے بہت میں ان میں سے اشباہ
میں جو وہ شمار کیے ہیں م حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتیق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سولے حد قذف و ستر نش
خلع ایلا ظہار معاشرت کسرت اصلہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتیق جہد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہے کہ وقف میں جو
علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو قوم پر یا یو یا ہم تو گواہی بدون دعویٰ عند الملک مقبول نہیں اور اگر فقیروں اور مسجدوں پر وقف ہو تو امام کے
نزدیک بدون دعویٰ مقبول نہیں اور صاحبین کے نزدیک بدون دعویٰ مقبول ہے اسی کا قویٰ دیا ابو الغفل کرمانی نے اور یہی مختار عماد
ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول ہے اور عمادیہ میں فتاویٰ رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہے اور
افصحی میں اختلاف ہے بعضوں نے اس کو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے ہلال ظہر پر اور نسب میں خلاف سے صاحب محیط نے قبول
بلا دعویٰ نقل کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول نہیں اور ایلا اور ظہار اور معاشرت میں شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح
بلا دعویٰ ثابت ہوتا ہے اس واسطے کہ حلت اور حرمت شرم گاہ حق اللہ ہے اور عتیق جہد میں صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اس واسطے
کہ حرمت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہیں یعنی وجوب زکوٰۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اس واسطے
کہ حرمت کا نفع جہد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحاوی قال دمی آخر شاید المحبۃ شہادت بلا عذر فسق فرد صاحب بحر نے کہا کہ حیب شاید حجب
اپنی شہادت میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو قاضی ہو جائے گا پس گواہی اس کی مردود ہوگی م بحر الرائق میں قینہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ
نہان گواہوں میں جواب دیا جنہوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی یا فسخ من کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ ان کی گواہی مقبول نہیں گا کی نے کہا ہے
وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحاوی کطلاق امرأۃ ای باننا وعتق امۃ و تدبیر با حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق ہائ
اور لونڈی کی آزادی اور اس کا بد بھونا م عورت عام ہے خواہ بی بی ہو یا لونڈی یا من کی قید اس واسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں زوجین کا پاس رہنا
بطور ازدواج مخالف شرع نہیں اس واسطے کہ اس طرح کا رہنا رجعت میں شمار نہ ہوگا لونڈی کی آزادی اس واسطے حق اللہ ہوتی کہ مولیٰ پر اس کی
شرم گاہ اب حرام ہو گئی اور اسی طرح تدبیر سے اس کی شرم گاہ وارثوں پر حرام ہے مولیٰ کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے و کذا عتیق جہد
میرہ شرح وہبانیۃ اور اسی طرح ہے غلام کی آزادی اور اس کا بد بھونا کذا فی شرح الوہبانیۃ م ای وہبانی نے کہا کہ غلام کے عتیق اور تدبیر میں
خلاف ہے اور لونڈی کا عتیق اور تدبیر بلا اتفاق حق اللہ ہے کذا فی الطحاوی و کذا الرضا لکامری بابہ اور اسی طرح ضد حق اللہ ہے چنانچہ باب
المرضاہ میں مذکور ہو چکا وہل قبل جرح المشاہدۃ للظاہر نعم لکونہ حقا للہ تعالیٰ اشباہ اور کیا طعن کرنا شاید میں بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہیں جو
ظاہر یہ ہے کہ ان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہے کذا فی الاشباہ م حسب حال ہے جہد سے یعنی اگر طاعن شاید ہی بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر
مقبول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حسب شہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضوں نے فکر کیا ہے کذا فی الطحاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق
اللہ اٹھارہ تک پہنچ گئے یعنی جو وہ حقوق وہ بحر الرائق سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتیق جہد اور اس کی تدبیر
اور ضد اور طعن شاید اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتیق امۃ اور اس کی تدبیر کو ذکر کیا سو تو جو وہ میں داخل ہیں بالجلہ حقوق اللہ

حقوق مذکور میں منحصر نہیں چنانچہ شارح نے پہلے یہ لفظ کثرت اس کی طرف اشارہ کر دیا و لیس لنا مدعی حسبہ الا فی الوقف علی المرجوح
 فلیقظ او نہیں ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ موقوف میں برابر قول ضعیف کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مدعی یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقت میں
 دعویٰ کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ دعویٰ مسموع نہیں مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعویٰ مسموع نہ
 ہوا تو اجنبی کا بطریق اولیٰ مسموع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وسترہ فی الحدود ابرار حدیث من ستر سترہ فالاولیٰ الکتمان الامتتک بحر او شہادت
 کا چھپا رکھنا حدود میں نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائے گا وہ چھپایا جاوے گا تو حدود میں کتمان شہادت بہتر ہے مگر بے حیا پردہ
 ورنے واسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر ثم ہر چند قرآن مجید میں بھی من الکتمان عام ہے لیکن اس کی تفسیر حدود کی تنہا
 میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس واسطے کہ اس میں پردہ پوشی ہے ازال جملہ وہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم میں مروی
 ہے (من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ) یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی توحق تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے
 وتمامہ فی فتح القدیر والاولیٰ ان ليقول الشاہد فی السرقة اخذ ایاہ الحق لا سرق رعایۃ السرا و بہتر یہ ہے کہ شاید چوری میں یوں کہے کہ اس
 نے لیا تاکہ صاحب مال کا حق تلف نہ ہو اور یوں نہ کہے کہ اس نے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہے یعنی جب
 حدود میں پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقاً نہ دے کہ وہ مستندم حد ہے اس کا جواب دیا کہ اس طرح کی گواہی
 دے کہ موجب قطع ید نہ ہو اور مالک کی حق تلفی نہ ہو اس واسطے کہ لفظ اخذ عام سے خواہ بطریق غضب کے ہو یا بطریق اذعانے ملک وغیر ذلک
 تو شہادت اخذ مطلق کی مستندم حد نہیں اور باوجود اسکے کہ اس میں مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اس واسطے کہ اگر چوری کی گواہی دے گا
 تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر میں حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا
 جمع تھے ان میں قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس کا مال اس کے گھر سے لے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال
 کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہاء سے سوال کیا انھوں نے قطع ید کا فتویٰ دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہیں اس واسطے کہ اس نے چوری کا اقرار نہیں کیا
 بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس نے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہاء نے قطع کا فتویٰ دیا اور ابو یوسف نے ان
 کے خلاف کہا فقہانے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اس نے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان
 اس پر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب اس کے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہ ہوگا جو مستقط ضمان سے تو فقہاء اس جواب سے متعجب
 ہو گئے و لصابہا للزنا اربعة رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کا نصاب وہ چار مرد ہیں جن میں کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہ ہو
 ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید میں مصرح ہے یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہے اس واسطے کہ چار مردوں کا یہ صفت
 خاص گواہی دینا کم تر واقع ہوتا ہے اور ابن زوجہ کی نفی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوجہ کی ماں زندہ ہو اور اگر ایسا نہ
 ہو تو ابن زوجہ کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہو اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں ان میں سے
 چار بیٹیوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ان کی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب کہ باپ مدعی زنا ہو یا ان کی ماں زندہ ہو
 تو گواہی ان کی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی ولو علق عتق بالزنا وقع برجلین ولا حد و اگر مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی
 یوں بولا کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور وحدہ ہوگی مولیٰ پر یعنی اگر وہ شاید مولیٰ کے زنا کی گواہی
 دیں تو ہر چند مولیٰ پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن علق غلام ثابت ہوگا ولو شہد العتق ثم اربعة بزنا محصنا فاعتق القاضی ثم رجہ رجح المل محصن الاولان

جمع محلی بالف ولام ہے اور مراد اس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اس پر کہ عورتوں کی گواہی اس امر میں جائز ہے جس پر ان کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اس قیل سے سے ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی والا صحیح قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی مقبول سے بقول اصح کذا فی الخلاصۃ م بحوالہ رائق میں سے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ میں عورت کے پاس ناگہاں جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اس پر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے بالمقصد اس کی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی اس واسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا و فی البرجندی عن الملقطان المعلم اذا شهد منفردا فی حوادث الصبیان نقبل شہادۃ انتہی فلیحفظ اور برجندی میں ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال میں تو اس کی گواہی مقبول ہے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں بحکم دیت مقبول ہے تاکہ خون مفت ضائع نہ ہو و نصابہا لغير ما من الحقوق سواء كان الحق مالا او غیر نکاح و طلاق و وکالت و وصیتہ و استہلال صبی و لولارتہ رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت و مرد میں خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے ہو الا فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب میں اس واسطے کہ ان میں تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی میں ہے تجنیس سے م ابو سعود نے کہا ملتقط میں صبیان مکتب کی قید نہیں تو اہل صبیان حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر ایہاں صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے اور رجل و امرأتان یا ایک مرد اور دو عورتیں یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق میں نصاب شہادت دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتیں قال اللہ تعالیٰ (فان لم یكونا رجلین ف رجل و امرأتان) یعنی اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا میں چار مرد اور باقی حدود اور قصاص میں دو مرد اور ان کے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اور ان امور میں جن میں مرد مطلع نہیں ہو سکتے مانند ولادت و عیوب نساء کے ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولایفرق بینہما لقولہ تعالیٰ فتذکر احدہما الا تخری اور بعدانی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتوں میں بدلیل قول تعالیٰ تو یاد دلادے ایک عورت دوسری کو م جب تذکر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہیں ہو سکتا و لم یقبل شہادۃ اربع بل رجل لئلا یکثر خروجهن اور مقبول نہیں چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے تاکہ عورتوں کا نکلنا کثرت سے نہ ہو یعنی اگر تنہا عورتوں کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے ان کو دانا میں آنا پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع میں ثابت نہیں و خصہن الائمة الثلثہ بالاموال و توابعہا و ائمہ ثلثہ نے عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور ان کے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ میں ان کی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں توابع اموال جیسے شرطخیرا اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسی طرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح و لزم فی الكل من المراتب الاربع لفظا شہد بلفظ المضارع بالاجماع یقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ میں لفظ شہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق م یعنی شہادت میں یہ ضرور ہے کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ مدعی کے دس درم مثلا مدعا علیہ پر ہیں تو اگر یوں کہے کہ

میں جانتا ہوں یا یقین رکھتا ہوں اس کا تو مقبول نہیں کیونکہ یہ اخبار سے شہادت نہیں فتح القدر میں ہے کہ لفظ شہادت اس واسطے شرط ہوا کہ
 نصوص اشتراطیہ پر مطلق ہیں قال تعالیٰ (واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذ ابتایکم فاستشہدوا) واشہدوا یعنی من رجاکم فاستشہدوا اعلیٰ
 اربعہ منکم واشہدوا الشہادۃ وقال جلد العلویۃ والسلام اقاویث مثل الشمس فاشہدوا الحاصل کہ ان نصوص میں امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے
 اس واسطے کہ لفظ شہادت اقویٰ ہے اخبار اور یقین سے کیونکہ معنی مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے سے بخلاف تکبیر افتخار کے واسطے کہ التذلل اور
 اعظم تعظیم میں برابر ہے التذکر کے لہذا تعظیم فقط التذکر کے لفظ میں منحصر نہیں اتنی ملخصاً تصرف وکل بالاشترط فیہ بذاللفظ کعبارة مادورویۃ
 بلال ہوا اخبار لا شہادۃ اور جس میں کہ یہ لفظ اشہد کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا رویت بلال رمضان کی تو وہ اخبار سے شہادت نہیں
 والعدالتہ لویو یہ اور مراتب اربع میں عدالت شاید کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہیں بدون عدالت
 شاید عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی (واشہدوا ذوی عدل منکم) یعنی شاید کرد و شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام سے اور
 اس واسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی بہت متعین ہوتی ہے اس واسطے کہ شہادت خبر ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے
 بنظر نفس مفہوم تو اس سے اس کا راست ہونا لازم نہیں آتا کہ اس پر عمل کیا جائے کذا فی الفتح فی الینایع العدل من لم یطمئن علیہ فی بطن ولا فرج
 ومنہ الکذب مخروج من البطن ینایع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعن نہ ہو پیٹ اور شرم گاہ میں اور ازاں جملہ کذب سے بسبب نکلنے
 کذب کے پیٹ سے علامہ عبد البر نے کہا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہ ہے کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبار سے معرہ ہو ضائر پر صلاح لو
 صواب اس کا اگر نہ ہو اس کے فساد اور خطا سے صدق اس کے استعمال میں ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیات اور مردت کی راہ سے اور می یان
 مردی سے ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاید
 یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اس کی شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے
 نزدیک مقبول ہے اور آذر جندی نے اس میں یہ قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اس نے مدعی
 کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی لا لخصۃ خلافاً لشافعی فلو فی بشہادۃ فاسق نفذ
 دائم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط سے نہ صحت قبول کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت کے تو حکم نافذ
 ہوگا اور قاضی گناہ گار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ الامام فاینفذ لامر ان یتاقت ویتقید بزبان ومکان
 وحادثہ وقول معتدحتی لاینفذ قضاءہ باقوال ضعیفہ مگر یہ کہ امام منع کرے اس سے یعنی قضاء بشہادت فاسق سے تو اب قضاء نافذ نہ
 ہوگی اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضاء موقت اور مقید ہو سکتی ہے زبان اور مکان اور حادثہ اور قول معتد سے تو قاضی کی قضاء نافذ
 نہ ہوگی اقوال ضعیفہ میں وما فی القینۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ العادۃ فقول الثانی بحر وضعفہ اکمال بانہ تعلیل فی مقابله النص فلا یقبل
 واقرة المصنف اور جو قینہ اور مجتبیٰ میں ہے صاحب مردت صادق کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور
 اس قول کو ضعیف کہہ کرے کمال الدین نے فتح القدر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے نفس کے مقابلہ میں تو مقبول نہیں اور اس کو مصنف نے ای
 شرح میں مسلم رکھا ہے فتح القدر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں صاحب دجاہت ہو جیسے سلطان کے
 ملا اور شاید کرد و عادل کو اپنے آپ میں سے ۴ اور شاید کرد و واجب تم باہم سودا کرو ۵ اور شاید کرد و گواہ اپنے مردوں سے ۶ پس شاید کرد و گواہ
 پر ہمارا اپنے آپ سے ۷ اور قائم کرد و شہادت کو ۸ جب تو دیکھے مثل آفتاب کے تو گواہی مے ۹۔

مصاحب تو اس کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ بسبب اس کی رواداری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اس کے واسطے اجورہ مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مردت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں انتہی نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی (واشهدوا ذوی عدل منکم) طحاوی نے کہا مردت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہے وہی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارة ای ثلثه مواضع اعنی التخصیص والمشہود بہ لوعیننا لادینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہے تو شاید کو تین موضع کی طرف اشارہ کرنے کی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دینا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین م مثلاً یوں کہے شاید کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولہا من نسبتہ الی جدہ فلا یکنی ذکر اسمہ واسم امیہ وصناعۃ الا اذا کان یعرف بہا ای بالصناعۃ لاحوالہ بان لا یشارکہ فی المصر غرہ اور اگر گواہی غائب ہو چنانچہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اس کے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہے نسبت مشہود علیہ کی اس کے دادا تک تو ذکر کرنا اس کے نام اور اس کے باپ کے نام اور اس کے حرفے اور پیشے کا کافی نہیں مگر جب کہ وہ اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اس طرح پر کہ شہر میں دوسرا شخص اس حرفے میں اس کا شریک نہ ہو قلوب قضی بلا ذکر الجدل فقد فالمعتبر التعرّف لالتیتر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین وملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہو گا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہاں تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین وملتقط ولا یسأل عن شہادہ بلا طعن من الخصم الا فی حدود و قوادری قاضی شاید کی عدالت اور فسق لوگوں سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حدود قصاص میں البتہ سوال کرے وعندہا یسأل فی الكل ان جہل بجاہم بحر سیرا و علنا بلفیتی و ہواختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں شاید کا حال دریافت کرے اگر قاضی ان کا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتویٰ ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اس واسطے کہ صاحبین جو تھے قرن میں تھے مسمیٰ حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گناہ گار ہو گا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہ ہو گا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جس کو مستورہ بھی کہتے ہیں مزی کے پاس بھیجے اور اس رقعہ میں مشہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد میں وہ نماز پڑھتے ہوں مرقوم ہو سو مزی کی شاہد کی عدالت اس میں لکھے اس طرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جس کی عدالت یا فسق اس کو معلوم نہ ہو تو یوں لکھے کہ وہ مستور ہے اور جس کا فسق مزی کو معلوم ہو تو اس کی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تاکہ مسلمان کی پردہ دری نہ ہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جب کہ اس شاید کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزی ڈرے کہ اگر میں تصریح نہیں کرتا تو اس کی شہادت پر حکم ہو جائے گا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ بنایہ میں ہے اور اختلاف سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزی کی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاید حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور مطعون ہے تاکہ مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزی کی سے عداوت اور خلش نہ پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ مزی کی اور شاید کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہیں مگر بعد تزکیہ سرزیلی نے کہا کہ قرن رابع میں لوگوں کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ مشہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث میں تھے جن کے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوعہ میں موجود ہے فرمایا رسول خدا ﷺ یعنی جس صورت میں کہ گواہ مشہود علیہ کے دادا کا ذکر نہ کرے ۱۲ تزکیہ پکی کرنے کو کہتے ہیں یہاں مراد گواہوں کی راستی کے ثبوت ہے۔ مزی کہہ شخص جو گواہوں کی راستی بتلاوے

اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہ درحقیقت اقبال دعویٰ سے تو اب یہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اس کا انکار بسبب
 تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب یحلف الشہود فی زمانہ التعذر التزکیۃ اذا لم یجہول ولا یعرف المجهول واقعہ
 المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی بحر الرائق میں ہے تہذیب قلاسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر
 ہونے تزکیہ کے اس واسطے کہ مجہول نہیں بتا سکتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اس نے صیرفیہ سے نقل
 کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے م تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول
 ادل سے مز کی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاید یعنی مز کی عدالت اس زمانے میں خود مجہول ہے تو وہ شاید مجہول کو کیا بتا دے گا قلت ولا
 تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا م کتاب القضاء میں قبل حکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان
 اپنے قاضیوں سے تحلیف شہود کا امر کرے تو علماء و پراس کا نصیحت کرنا واجب ہے اس طرح کہ کہیں کہ تکلیف نہ دے اپنے قاضیوں کو اس
 امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہی علامہ مقدسی نے بعد
 کہنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتدہ مانند خلاصہ اور بنیازیہ کے مخالفت ہے کہ شاید پر قسم نہیں اور
 یوں نہیں کوئی کہہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اس واسطے کہ شاید مجہول ہے مز کی کے مانند غالباً اور مجہول بتایا نہیں کرتا مجہول کو کیونکہ
 ہم یوں کہتے ہیں کہ فی الواقع حال اسی طرح ہے لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جائے یعنی تفتیش عدالت اور تقویٰ میں نہایت کد و کاوش
 کیا جاوے تو دائرہ تنگ ہو جائے اور کوئی مومن بلا عیب نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہے ومن الذی ترعنا سجاہ کلہا کفی المرئیان تعد
 معاہدہ کذا فی السطحاوی یعنی ایسا کون ہے جس کے سبب سے عصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اس کی برائیاں گئی جہاد
 ولہ ان لیشہد بیا سمع اور امی فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون من المرنی والاقرار ولو بالکتایۃ فیکون مرئیا اور شاید کو جائز ہے کہ گواہی دے
 اس کی جس کی سنے یا دیکھے بیع کے مانند میں اگر بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی من جملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے
 اگر بیع اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار من جملہ مبصرات ہوگا م یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اس کو سن کر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھ
 کر گواہی بخائنہ ہے اور گاہے شئ مسمومہ اور مرئی دونوں ہوتی ہیں دو اعتبار سے بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور
 اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی میں گواہ لینے چنے کی گواہی دیں اور اگر بیع کی گواہی دیں گے تو بھی جائز ہے چنانچہ بنیازیہ میں ہے اور
 خریداری کی شہادت میں بیان میں ضرور ہے اس واسطے کہ من مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار انسانی مسموعات سے ہے اور اقرار
 بالکناہ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدین کی روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار انہیں اور گواہی دینا اس
 طرح کہ اس نے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا گاہے آزمائش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اس طرح کہ شخص قلم
 کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے کہ (اما بعد فلک علی کذا) یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کر لے مخاطب کہ تیرے مجھ پہلے درم ہیں اور اگر لکھے
 اور شہود کے روبرو پڑھے تو ان کو اس کے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کتابت نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار پر اور اگر شاہد
 کے روبرو لکھا اور کہا اس کے گواہ رہنا تو اگر ان کو اس کا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گوئی کی کتابت تو بالضرور مصدر
 اور معنوں چاہیے اگرچہ فائب کے واسطے اقرار نہ ہو کذا فی السطحاوی وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو بمنقیا یرى
 المقر ویغیرہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاید کو اس پر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاید اس وقت چھپا لکھا ہو اس طرح

ہر کہ مقرر کا منہ دیکھتا ہو اور اس کا اقرار سمجھتا ہو علم میں ہے کہ اگر مقرر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تونے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی در
مورد سکوت مقرر بطریق اولیٰ گواہی جانتا ہے اور اگر شاید مقرر کو دیکھتے نہ ہوں اور اس کا کلام سنتے ہوں تو ان کو گواہی اس کے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در
مورد آئندہ قتل کذا فی الطحاوی ولا یشہد علی محب بسامہ منسلاً اذ ابین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ مکن لو فسر لا قبل و در اور جو شخص دیوار وغیرہ کی
آڑ میں ہے اس پر گواہی دے اس سے ہاتھ سن کر مگر جب کہ ظاہر ہو جائے قائل اس طرح کہ نہ ہو کوئی کوٹھری میں سوئے اس کے لیکن اگر شاید آڑ کی عمت
کو بیان کرے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی کذا فی الدم یعنی جب کہ شاید کوٹھری میں داخل ہوا اور وہاں ایک مرد کو دیکھا پھر شاید نکل کر اس کے دروازے پر
بیٹھا اور اس کوٹھری میں کوئی ماہ نہیں سوائے دروازے کے تو اب اس مرد کے اقرار کی گواہی جانتا ہے کذا فی الطحاوی من الخصاص اور بری شخصہا ای
القائد مع شہادۃ النہین بانہا فلا تہ بنت فلان بن فلان دیکھی ہذا لشہادۃ علی الاسم والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاید عورت کلام
کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلائی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی نہر عورت کے اسم اور نسب
پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی جامع الفصولین م رویت شخص کی قید اس واسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اس کا
چہرہ دیکھنا شرط نہیں یعنی مشرخی کے نزدیک چنانچہ شرط الیہ میں ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دومر شاید سے کہیں کہ یہ فلائی عورت ہے تو اس کو گواہی
دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر دو معلول نامہ اور نسب عورت مذکورہ کا بتاویں تو حاملین کو لائق ہے کہ فرار
کو اپنی شہادت پر شاید کریں تاکہ شاید عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصادے کذا فی الطحاوی فرار مسند ملحقہ شارع کافی الجواب عن محمد بن یحییٰ
للشہادۃ کتب الشہادۃ لان عندنا لا داوہ بن غنیم المذی علیہ فیضہ جواب میں ہے محمد بن یحییٰ سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی ذائق پر اس
واسطے کہ اولے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کرے گا ان سے تو بغض اس کو ضرر کرے گا مگر دہر ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اور لوگوں سے
جو شرعاً محبوب میں یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور عقل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یا اس صورت میں ہے جب کہ
اہل علم میں قتل یا اولے شہادت متعین نہ ہو۔ والی کان بین الخطین بان اخرج المذی خطا اقرار المذی علیہ فاکثر کو زحفنا کتب مکتب دین الخطین مشابہتہ
ظاہرہ علی انہما خطا کتب واحد لای حکم علیہ بالمال ہوا یصح خانیۃ والی قاری الہدایۃ بخلاف فلا یقول علیہ والی یقول علی ہذا تصحح لان قاضی خان میں اہل
من یعتد علی تعینہ کذا ذکرہ المصنف ہذا فی کتاب الاقرار واعتدہ فی الاشباہ اور اگر وہ خطوں میں تشابہ ہو اس طرح کہ مدعی اقرار نامہ نکلے مدعی
علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھایا گیا سو اس نے لکھا اور حاکم نے دونوں خطوں
میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم نہ ہوگا۔ یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیۃ اگرچہ ہماری
ہدایہ نے اس کے مخالف فتویٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اس پر اعتماد کیا جائے گا اعتماد تو فقط اس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اس واسطے کہ جن لوگوں
کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے ان میں سے قاضی خان زیادہ ترجیح القدر ہے ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح میں کہاں اور کتاب الاقرار میں ذکر
کیا ہے اور اسی قول پر ایشاویں اعتماد کیا ہے م مشابہت خطوں سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہیں کہ مدعی علیہ
اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اس کو لکھا ہے لیکن ہم پر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطوں سے بھی
واجب نہ ہوگا کذا فی الخ مکن کی شرح الوہبانیۃ لوقال ہذا اصل مکی لیس علی ہذا لال ان کان الخط علی وجہ الرسالة مصدر معنونا لا یصدق ولینم بالمال
وہو علی الخط وفتاویٰ قاری الہدایۃ فرابع ذکر لیکن شرح وہبانیہ میں ہے اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن مجھ پر یہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق
پیکم مصدر اور معنوی ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق دہوگی اور مال اس پر لازم کیا جائے گا اور ماخذ اس کے لفظ اور قاری ہدایہ کے فتاویٰ میں ہے

تو اس کی طرف مراجعت کرم یہ قول ہے قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہے اس واسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائے گا انتہی لیکن جمہور علماء اس کے خلاف پر ہیں اس واسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر لمخصا ولا یشہد علی شہادۃ غیر عالم یشہد علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمع فی غیر مجلس القاضی فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شربنا لیتہ عن الجوبہ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اس کو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہ ہی میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سے تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اس کے گواہ کرنے کے تو اگر محکمہ قضائیں اس کو سنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اس کو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشربنا لیتہ عن الجوبہ م وجہ ہوازیہ ہے کہ شہادت اب ملزم ہے اور تحلیل اس کی مفید ہے کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی المحوی اس واسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں و بخلاف تصویر صدر الشریعہ وغیرہ اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس دائی شہادت کو سنا تو اس کو اس کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اس کو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جائے کذا فی الطحاوی وقولہ لا بد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہاء کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے یعنی گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر ہم قولہم عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ میں تحمیل مصدر ہے باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اس واسطے کہ شاید عند القاضی نے اس کو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اس کو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے سے کذا فی الطحاوی ولعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحہ وان لم یشہد بما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وهو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ مثل حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اس پر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی بلا شہاد اس وقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور اس میں زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ کفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلہ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المجوس بعد المدة کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ مسئلوں میں چنانچہ اشباہ میں سے ازاں جملہ قاضی کا خبر دینا ہے مجوس کے افلاس میں بعد مدت جس کے م عادل کی قیاس واسطے لگائی کہ مستور العدالت کی خبر اور اسی طرح مستورین کی خبر ان چیزوں میں مقبول نہیں خبر قاضی کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو مجوس کیا اس مال میں جو دوسرے مال کا عوض ہے اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعویٰ کیا تو اس کی تصدیق نہ کرے اور مناسب حال مدت تک اس کو مقید رکھے پھر جب اس مسئلہ کے بعد شخص عادل اس کے افلاس کی خبر دے تو اس کی خبر کو قبول کرے اور اس کو چھوڑ دے کذا فی الطحاوی وللتزکیۃ ای تزکیۃ السر والمانزکیۃ العلانۃ فشدادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ میں یعنی تزکیہ مخفی میں اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے بالاجماع م تو تزکیہ علانیہ میں وہ شرط ہے جو شہادت میں شرط ہے سوائے لفظ شہادت کے اور ظاہر تزکیہ علانیہ میں دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتیں مراد ہیں تنبیہ قاضی کو چاہیئے کہ اس کو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگوں کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگوں سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز حرج ہے اور کون نہیں لایحی اور مفلس نہ ہو مال پاک و دھوکا نہ کھاوے اور اگر شاہد کے پڑوسی میں یا اہل بازار میں کوئی شخص لائق اعتماد کے نہ ہو تو اب تو اترا اخبار معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود میں کذا فی الطحاوی و ترجمۃ الشاہد والخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمے میں ایک عادل کافی ہے م مصلح میں ہے ترجم کلام عرب بولتے ہیں جب کہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجم کلام غیرہ بولتے ہیں جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی میں تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تاء و ضم جیم لغت فصیح میں اور ضم تاء بھی جائز ہے اور گاہے جیم اور تاء دونوں کو مفتوح بولتے ہیں انتہی امام اعظم کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہ ہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا

ہو تو ترجمہ کی کج حاجت نہیں اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونوں میں واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابتؓ بحکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لغت بھائی سیکھ کر عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الخطاوی والرسالة من القاضی الی المزکی والاشان اسطوارہ کافی ہے عادل واحد پیام رسانی میں قاضی ہے مزی کی طرف اور دو شخصوں کے ہونے میں زیادہ تر لپیٹا ہے م اسی طرح مزی کی پیام رسانی میں قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہے و جاز تزکیۃ عبید مہی و والدہ اور جاز ہے تزکیۃ غلام کا اپنے مولیٰ کے واسطے اور صغیر کا تزکیۃ اور والد کا تزکیۃ اپنے والد کے واسطے و کذا بالعکس کذا فی الخطاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہ بیان میں بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسائل نظم میں بیان کیے ہیں سو یوں کہا ہے و یقبل عدل واحد فی تقوم، و جرح و تعدیل و اتس یقبل اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے میں جرح اور تعدیل شاید میں اور دیت مقدر میں کہ نبی میری محرم کی قید ٹھہرانے میں اور تلف کر ڈالنے کی قیمت میں اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدی نے دعویٰ کیا کہ اس کی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اس کی نہ تھی تو اس کے اثبات قیمت میں عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن نصاب صرفہ اس کلام سے مستثنیٰ ہے کہ اس میں دو شخصوں کی تقوم ضرور ہے چنانچہ وہاں یہ ہے اور دوسرے کے ذمہ کی دیت ٹھہرانے میں مثلاً ایک عادل کافی ہے۔ و ترجمۃ و السلم بل ہو جیدہ و افلاس و الارسل و العین یظہر اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ میں اور مسلم فیہ میں کہ وہ عمدہ ہے یا ناقص اور افلاس مجبوس میں اور قاضی کی پیام رسانی میں اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے م سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنی جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب المسلم اور مسلم ایہ میں اختلاف ہو اس کے عمدہ یا ناقص ہونے میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری میں اختلاف ہو عیب بیع کے اثبات میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے کذا فی الخطاوی و صوم علی مامر و عند علیہ و موت اذ الشاہدین یخبر اور صوم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یا ملت ہونے کے وقت اور موت میں جب کہ دو شاہدوں کو ایک عادل فوت کی خبر دے م مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان میں عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر ملت نہ ہو مانند ابراہیم و خبار کے یہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر روایہ میں ہے کہ در صورت علت مذکور عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اس کی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الخطاوی و التزکیۃ للذمی حکون بالامانۃ فی دینہ و لسانہ ویدہ و انہ صاحب یقظہ فلان لم یعرف المسلمون سألوا فہ عدول للمشرکین ایسا رد تزکیۃ ذمی کا ہوتا ہے امانت داری سے اس کے دین اور زبان اور ہاتھ میں اور یہ کہ وہ ہوشیار ہے مہبوت نہیں ہے پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہوں تو اس کا حال عدول مشرکین سے دریافت کریں کذا فی الاختیار م دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ کہ سارق نہ ہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ اگر نہ جانتے ہوں تو قاضی عدول کفار سے اس کا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار میں ہے کذا فی الخطاوی و فی المتقط عدل نصرانی ثم اسلم قبلت شہادۃ و لو سکر الذمی لا یقبل اور ملقط میں ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول ہے یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دے چکا ہے اب اگر ذمی نصرانی مست ہو تو گواہی اس کی مقبول نہیں م خطاوی نے کہا اس واسطے کہ نشا اور مستی انہل میں حرام ہے تو وہ فاسق ٹھہرا نصاریٰ کے دین میں واللہ شہید میں راہی خطہ ولم یدکرنا ای الحادۃ و رواہ شخص گواہی نہ دے جس نے اپنا کلمہ دیکھا اور عداوت اس کو یاد نہیں کذا القاضی والراوی لمشاہدۃ الخط للخط اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خطہ دیکھ کر بدوین یا داشت کے سبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے م خلاصہ میں ہے کہ ابو حنیفہ نے جمیع روایت نگ روی اختیار کی لہذا ان سے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اس واسطے کہ امام نے بارہ سو مودوں سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاید کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضروری ہے تو اگر ان میں سے کوئی چیز یاد نہ ہو اور اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری ہر ہے تو اس کو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اس کے گواہی دے گا تو وہ شاید

زور ہے کذا فی المنع اور فقط تذکر مجلس شہادت کافی نہیں و جو زاہ لونی سرزہ و بہ تاخذ بحر عن المبتغی اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر کاغذ مرقوم اس کے قبض اور حفاظت میں ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر عن المبتغی م خلاصہ میں ہے شرط یہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور مدق کے ماتحت میں نہ ہو جب سے کہ اس نے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا نہ ہو تو اس کو گواہی دینا جائز نہیں انتہی بحر الرائق میں ہے کہ ابو یوسف نے یہ قاضی اور مدوی کے واسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل میں جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہ ہو لوگوں پر سنا کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اس میں متفق ہیں اور بحر الرائق میں ہے وہ معلوم ہو چکا اور اسی طرح یعنی اور زیلعی میں ہے ابو سعید نے کہا دفعۃً ثانی یوں ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں کذا فی الطحاوی مخصراً ولا یثبت احدہما لم یجانبہ بالاجماع الا فی عشرة علی مافی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اس چیز کی جس کو اس نے معائنہ نہیں کیا بالاجماع مگر دس مسئلوں میں بلا معائنہ گواہی درست ہے جیسا کہ وہبانیہ کی شرح میں ہے م عدم معائنہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہیں آنکھ کے معائنہ یا سماع سے اس کی گواہی دے اور سماع کی مثال عقود منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاربع برازیۃ من جملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے ۲۴ دلاہ ابو یوسف کے نزدیک ۳ ہر بقول اصح کذا فی البرازیۃ شمس الائمہ نصری نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق میں بالاجماع مقبول ہے اور نصری کے استاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اس میں خلاف ثابت ہے سو ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق میں جیسے دلاہ میں عدم قبول معتمد ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ شہادت عتق میں یعنی بسماعت حلال نہیں ہمارے نزدیک خلافاً للشافعی پھر اس نے حلوانی کا قول مقدم مذکور کیا اور دلاہ میں محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہیں اور مہر میں محمد دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ ہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع میں چنانچہ علامہ البر نے اس کو ذکر کیا ہے اور اسی کے مانند ہے بحر الرائق میں ظہیر اور برازیہ اور خزائن سے اور شرنبلالیہ میں ہے خلاصہ سے کذا فی الطحاوی والنسب مہ نسب م تو جس نے ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک کہ وہ شخص فلان بن فلاں ہے تو اس کو اس کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس نے اس کی ولادت اس کے فراش پر نہیں دیکھی اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الطحاوی والموت ۵ موت م توجب لوگوں سے سنا کہ فلانا شخص مر گیا تو اس کو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ ۱ اس نے موت کا معائنہ نہ کیا ہو برازیہ میں ہے کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا تو اس کو نکاح کر لینا درست ہے اگرچہ مجر عادل ہو انتہی محیط میں ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سو اس کے اپنوں نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جائز نہیں اس کی موت کی خبر دے جب تک شخص معتمد اس کو یہ خبر نہ دے کہ میں نے اس کی موت کا معائنہ کیا اس واسطے کہ مصائب گاہے موت پر مقدم ہو جاتے ہیں خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے لیے کیلئے کذا فی الطحاوی والنکاح ۶ نکاح م تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلوں سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے عادیہ میں ہے کہ شہادت بشتہرت اور تسامع نکاح میں جائز ہے تو اگر ایک مرد ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھ اور لوگوں سے سنے کہ فلانی عورت فلاں نے مرد کی جو رو ہے تو اس کو اس کی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس نے عقد نکاح کا معائنہ نہیں کیا اور دریں ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت میں اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جو دو خاوندیں ہوتی ہیں تو گواہی دے کہ وہ اس کی جو رو ہے کذا فی الطحاوی والنکاح ۷ دخول بزوجة م دخول بزوجة یعنی یہ بھی بالسماع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہیں چنانچہ عقد اور مہر اور نسب و ولایۃ القاضی ۸ ولایت قاضی م یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلاں نے مہر کا تو اس کو اس کی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اس نے تقلید سلطان کا معائنہ نہیں کیا بحر الرائق میں معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا

چاہیے **وَأَمَّا الْوَقْتُ** اصل وقت میں یوں گواہی دی کہ یہ وقت ہے فلاں نے موضع یا فلاں جماعت پر اور کیا ذکر صرف کا شرط ہے یا نہیں کافی میں مر قینائی سے مراد ہے کہ ہاں شرط کا اور جہاں میں ہے کہ شرط نہیں بقول مختار اگر وقت قائم ہے تو فقیروں کی طرف منصرف ہوگا قیل وشرائط علی المختار کامرلی باب اور قول ضعیف میں شرائط وقت کی بھی گواہی بسامع درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقت کے باب میں م طحاوی نے کہا اس کو بعینہً تقریریں ذکر کرنا بلا وجہ ہے کیونکہ دونوں قول کی تصریح ثابت ہے بحر الرائق میں فصول عادیہ سے ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقت پر گواہی دینا ظہر سے مقبول نہیں انتہی اور مجتبیٰ میں سے قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقت پر شہادت بشرت مقبول ہے انتہی اور اس پر امتداد کیا ہے معراج اذنی القدریں واصلہ ہو گل بالعلق یہ صحت و قوت علیہ والا لکن شرائط اور اصل وقت ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقت کی متعلق ہو اور جس پر وقت قوت ہو اور اگر ایسا نہیں تو وہ شرائط وقت سے م تعلق صحت وقت شرط صحت وقت سے ہے چنانچہ وقت کا بھی ہونا معلق اور مسلم ہونا اور انجام کا کو اس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع ہو و غیر ذلک اور جس پر وقت قوت نہیں جیسے جماعت صرف ذکر کرنا چنانچہ امام اور مؤذن کا فہم الشہادۃ ہذا اذا اخرجہ بہا بسندہ الاشیاء من شق الشاہد بہ من بحر جماعۃ لا یشہوروا ظہر علی الکذب بلا شرط عدالت او شہادۃ العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انہی دہو المختار طحاوی فرج تو شاید کہ بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیا مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جس پر شاید اعتماد لکھا ہے اس جماعت کی خبر دینے سے جن کا متفق ہونا کذب پر متصور نہیں بلا شرط عدالت مخیر میں یا وہ عادل کی شہادت سے سولے موت کے کا اس میں ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ خبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتوح م قادی صغریٰ میں مذکور ہے کہ شہرت کی دو صورتیں ہیں ایک شہرت حقیقی چنانچہ تو اتر دوسری شہرت حکمی اس طرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں یہ لفظ شہادت خبر میں مگر موت میں ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی ہوا مذکور میں باوجود عدم معائنہ بجز خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آئے اس واسطے کہ اشیا مذکورہ میں ہر شخص حاضر نہیں ہوتا سولے خواص کے کیونکہ نکاح میں ہر شخص موجود نہیں ہوتا اور دخول زوجہ میں کوئی وقت نہیں ہوتا اور اسی طرح ہر شخص موت کو معائنہ نہیں کرتا اور نسب کا سبب ولادت سے سوداں کوئی موجود نہیں ہوتا سولے ذاتی جنائی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہے سو اس کو کوئی معائنہ نہیں کرتا سولے ذریعہ خواص کے اور اسی طرح وقت سے وہ احکام متعلق ہوتے ہیں جو علی المرتضیٰ باقی رہتے ہیں تو اگر ان امور میں تسامع مقبول نہ ہو تو بجز احرج لازم آدے اور احکام بالکل معطل ہو جائیں کذا فی المحوی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہاد عوں کافی ہے نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دے گا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی پھر دونوں مل کر قاضی کے روبرو گواہی دیں تو قاضی ان کی شہادت پر حکم کرے کذا ذکر ابو السعد و قیدہ شارح الوہبانیۃ بان لا یكون الجز منہا کوارث و موصی لہ اور شارح وہبانیۃ نے خبر موت میں یہ قید لگائی کہ وہ متہم نہ ہو چنانچہ وارث میت کا اور جس کے واسطے میت کی وصیت کی صحت و جہت یہ ہے کہ وارث شائد اس واسطے مورث کی موت بیان کرتا ہو کہ اس کا مال بطریق وصا کے حاصل کرے ومن فی نیدہ شیء سوی قیق طرہ و یعب عن نفسه والا فہو کتہا ملک ان تشہد بہ انہ لہ ان وقع فی تملیک ذلک ای انہ حکم اور جس شخص کے قبض اور موت تصرف میں کوئی چیز ہو سوائے اس رفیق کے جس کی رفیق معلوم ہے اور وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے اور اگر رفیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہے تو چہ کو اس متاع مقبوض کی یوں گواہی دینا درست ہے کہ وہ قابض کی ملک ہے بشرطیکہ ترے دل میں یہ بات واقع ہو کہ مقبول قابض کی ملک ہے م خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز نوٹدی غلام کے سوا نقد

ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبض اور تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی ملکیت سے تو اس کی ملکیت کی گواہی دینا درست ہے اس واسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی پہلے سرے کی دلیل ہے کیونکہ جمیع اسباب میں مزاج دلائل قبض سے تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اس کی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض اور تصرف میں دیکھے پھر دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اس کی ملک کا مدعی ہے تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز مدعی کی ملک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہے کہ اپنی رقیق یا حریت کو بیان کر سکتا ہے تو بھر دماغ قبض اس کی ملکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اس کی ملکیت کی گواہی معائنہ قبض سے درست ہے طحاوی نے کہا یہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علامہ سہبلا وہ ہے اور شارح کو دھوکا پڑا بشرطیہ کی عبارت سے مضمون عبارت مذکورہ کا یہ ہے رقیق معبر کے سوا یعنی جب تک نہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معائنہ قبض سے اس کی رقیق کی گواہی نہ دے اور غیر معبر میں اس کی رقیق کی گواہی دے انتہی یعنی معائنہ قبض سے مراد اس کی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہے تو اس کی ملکیت کی گواہی نہ دے معائنہ قبض سے مگر جب کہ اس کی رقیق معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں نکلتا تو اگر شارح لوں کہتا سوا... رقیق یعبر نفسہ ولم یلم رقبۃ والا فہو متاع تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی بشرطیہ میں ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اس واسطے کہ حلت شہادت میں یقین ہونا اصل ہے تو تعدد یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اس واسطے کہ قبض دلیل ہو تب ہی بسبب حاصل ہونے کا ان ملک کے پھر جب دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہ ہوا تو بھر قبض مفید نہ ہوا لہذا اعماء نے کہا ہے کہ جب انسان گراں قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب جابل کے پاس دیکھے جس کے آباء اور اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہوا تو اس کی ملک کی گواہی قابض کے واسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہیں انتہی اور یہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اس کی خبر نہ دیں کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے تو اگر خبر دیں تو ملک قبض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہیں مگر جب کہ تیرے دل میں یہ جم جائے کہ یہ شخص صادق ہے تو اب تجھ کو ادل قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شبلی کے حاشیہ میں ہے خایہ سے والالا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھ کو اس کی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک جازلہ القضاء بہ بزازیۃ ای اذا ادعاہ المالك والالا اور اگر قاضی اس کو یعنی قبض اور تصرف کو معائنہ کرے تو اس کو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی البرازیۃ یعنی اس وقت حکم جائز ہے کہ جب کہ مالک اس کا دعویٰ کرے اور اگر دعویٰ نہ کرے تو جائز نہیں م دعویٰ ملک کی قید میں شارح صاحب بحر کا تابع ہوا ہے اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تنافی کی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیۃ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبض جائز نہیں خلافاً للخالصہ والبرازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیۃ کا کلام حصول دعویٰ پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعویٰ پر مقتی ابو سعود نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ ان مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور متاخرین کے نزدیک جائز نہیں تو خلاصہ اور بزازیۃ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحاوی وان فسر الشاہد للقاضی ان شہادۃ بالتسماع او بمعائنۃ الیدروت علی الصیحح الا فی الوقف والموت اذا فسر او قال فیہ خبرنا بہ من شیش یہ تقبی علی الارح خلاصہ اور اگر شاہد بالتسماع قاضی سے بیان کرے کہ اس کی گواہی تسماع سے ہے یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف اور موت میں جب کہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہم کو وقف یا موت کی خبر دی ہے اس نے جس پر ہم کو اعتماد ہے تو بقول اصرح گواہی مقبول ہوگی سوائے اس ملک کے کہ اپنا حال بیان کرے اور اس کا ملک معلوم نہ ہو ورنہ وہ متاع ہوگا ۳

لذاتی الخلام مع حوی نے کہا ہمارے فرمایا ہے کہ شاید کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی سے اور اس کی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معانہ قبض کو نہ دیکھے بل کی الغریبہ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقول لا شہدۃ لانا سمعنا من الناس الا لوقالام نعان ذلک و لکنہ اشہر عندنا جازت فی الکل و صحیح شاذ کو بیانہ وغیرہ بلکہ در کے حاشیہ فرمایا زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہدین کہیں کہ ہم نے گواہی دی اس واسطے کہ نکاح وغیرہ کو لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہ ہم نے اس کو معانہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور میں شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح و ہبیانہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے م شہرت اور سماع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو نسب لوگوں میں مشہور ہو یا اگر میں اور سماع من الناس میں یہ بات حاصل نہیں لذاتی الخطا دی واللہ تعالیٰ اعلم

باب القبول و عدمہ | ای سوجب علی القاضی قبول شہادۃ من لم یجب لامن یصح قبولہا اولاً یصح بھو شہادۃ الفاسق مثلاً کا حقیقہ ^{لمعنی} بقالی یعقوب ہا شاذ وغیرہ یہ باب سے قبول شہادۃ اور عدم قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کس کی واجب نہیں دیکھ کہ کس کی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور سے چنانچہ اس کو معصفت نے اپنی شرح میں بابتلع یعقوب ہا شاذ وغیرہ کے ذکر کیدے ثقیل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا مکفر کجہر و در فض و خروج و تشبیہ و تعطیل و کل منہم اثنا عشر فرقہ فصاروا اثین و سبعین مقبول سے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں چنانچہ بیز اور قدر و فض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہیک ان چھ مذہبوں سے بارہ فرقے میں تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہو گئے م ہوی جہاد سے خواہش مذہم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالفت سنت کے بتاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے مغربہ میں سے کہ اہل اہواء وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے کج روی کریں اور اہل قہد ہوں یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہوں ان کی گواہی اس واسطے مقبول ہوتی کہ ان کا فسق اعتقادی ہے اور بدعت میں اس کو نہیں ڈالا مگر اس کی تہذیب نے لفظ اپنے نزدیک حق جان کر اس نے بدعت اختیار کی بخلاف فسق میں حیث المتعالیٰ کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متم بہ کذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متم بہ کذب ہے لہذا اس کی گواہی مقبول نہیں جبرہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عہد کی نفی کرے اور قدرہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کسے کہ عہد اپنے افعال کا خالق ہے اولاً نفی فرقہ مشہور ہے اور غائبی وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؑ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو کافر کہیں معاویہؓ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کے صفات ثابت کریں اور ہستی میں حوض ان کے مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور مسئلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالیٰ کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے ہستی میں نے کہا کہ اہل ہوی میں سے جن کی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجہد اور خوارج اور خلاۃ رافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہیں ان کی شہادت مسلمین پر مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقوں کو اہل ہوی کے بیان میں شہد کید ہے نہ کہ ان سب فرقوں کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام بجز الرافضی اسیر ولالت کرتا ہے کہ اصول ہوی چھ ہیں پھر شارح کے مانند فرقہ ستہ کو ذکر کیا لذاتی الخطا دی جہت الا الخطایۃ صنف من الرافضی یرون الشہادۃ لشیعہ و کل من صلفانہ حق فردیم لا لبدیم بل لہتہ الکذب ولم یبق لہ ہبہم کہ اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کے کہ وہ ایک قسم ہیں رافضی سے جائز جانتے ہیں گواہی اپنے شیعوں کے واسطے اور اس شخص کے واسطے جو قسم کھائے کہ میں حق پر ہوں تو ان کی شہادت کا مردود ہونا ان کی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور ان کے مذہب کا ذکر لاتی نہیں بلکہ لذاتی الخلام یعنی اس مذہب و ملا کوئی باقی نہیں رہا م خطابیہ نسبت ہے ابو الخطاب محمد بن مذہب احمدی یا محمد بن ابی ذہب اسدی احمدی کی طرف ابو الخطاب سے کو فرمیں خروج کیا اور عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادقؑ کی امت

کی طرف دعوت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ علی رضی اللہ عنہ اکیس اور حضرت صادق خدائے اصغر سو کو فی سولی دیا گیا خطابیہ کی رو شہادت فقط بدعت سے اس واسطے نہیں کہ محض بدعت لائق تکفیر کے نہیں بلکہ شریک اپنے رئیس کے مانند اقتقاد نہ رکھتے ہوں کذا فی الطحاوی ومن الذمی لو عدلانی دینم یومرہ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی مافی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اس کے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں کذا فی الجوزیہ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں جیسے اشباہ میں ہے م من جملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہو جانے کی گواہی دیں اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسلام لانے پر زبردستی کی جائے گی ۲ جب کہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا دیون ہوا اور ترکہ ادا میں کفایت نہ کرتا ہو ۳ جب کہ ذمی کچھ خرید پیسے گواہی دیں اور مسلم منکر بیع ہو م جب کہ چار شخص گواہی دیں نصرانی پر کہ اس نے عورت مسلمان سے زانیہ کیا مگر در صورت استکراہ مسلمہ ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعویٰ کیا جو کافر کے پاس ہے اور اور دو کافروں نے گواہی دی کہ وہ اس کا غلام ہے اور فلا نے مسلم قاضی نے اس کا حکم دیا ہے و بطل باسلام قبل القضاء و کذا البعدہ لو یعقوبہ کفود بجر اور باطل ہو جاتی ہے ذمی کی گواہی اس کے مسلمان ہو جانے سے قبل قضا کے اور اسی طرح بعد قضا بھی باطل ہو جاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی دی چنانچہ قصا کذا فی البحر مگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہو جانے تو گواہی باطل ہو جاوے گی کیونکہ اگر اس گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہیں وان اختلاف ملہ کالیہود والنصارى ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شہاد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاریٰ اس واسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اس واسطے کہ دارالاسلام میں رہتا ہے ولا ترد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے مرتد کی بقول اصح و قبل منہ علی مستامن مثلاً مع اتحاد الدار لان اختلاف داریہا یقطع الولاية كما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک میں رہنے کے ساتھ یعنی جب کہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اس واسطے کہ دونوں ملک مختلف ہونا قاطع ولایت سے جیسے توارث کا مانع ہے م مثلاً ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دارالاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اور اسی طرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہ ہوگا اور ملک مختلف ہونے سے باعتبار اختلاف سلطنت و حکومت کذا فی البحر و قبل من عدو بسبب الدین لانہا من التذین بخلاف الذین یقانونہ لایا من من القول علیہ کاشی اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اس واسطے کہ کہ عداوت دینی بسبب دین داری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اس میں اطمینان نہیں و دروغ گوئی سے چنانچہ آگے آوے گا اسی باب میں م یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دین داری اور عدالت کے واسطے کہ عداوت گاہے واجب ہوتی ہے اس طرح پر کہ ایک شخص کو تکب خلاف شرع دیکھے اور اس کے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے لہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا فی الجموی و اما الصدیق لصدیقہ فقبل الا اذا كانت الصداقة متنامیة ببحث تیصرف کل فی مال الاخر فتاوی المصنف معنی المعین المحکم اور دوست کی گواہی تو دوست کے واسطے مقبول ہے مگر جب کہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اس طرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں تو اب مقبول نہیں چنانچہ مصنف کے فتاویٰ میں ہے معین المحکم کی طرف منسوب ومن مرکب صغیرہ بلا اصرار ان اجتنب الکبار کلہا و غلب صواب علی صغارہ در رو غیر ما قال ہو معنی العداۃ اور مقبول ہے گواہی اس کی جو مرکب صغیرہ ہو بلا اصرار بلکہ طبع جمع کیا ہو سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اس کا غالب ہو اس کے صفات پر یعنی خطا پر کذا فی الدر و غیر ما صاحب در نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے م تو اگر گناہ صغیر اصرار کرے یا اس کے کرنے سے خوش ہو یا اس کو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو

ابو یوسف سے تفسیر عادل بن یزید سے کہ کبیرہ گناہ نہ کسے اور صغیرہ پہا صرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر ہو پردہ دری سے اور جواب اس کا اکثر ہو خلاصہ سے اور مرد و عورت اس کی ظاہر مواد مستعمل حدیث اور مجتنب کذب ہو باعتبار روایت اور عروت کے قبستانی لے کہا کہ جو مجتنب ہو کہا لے سے اور سونیکہاں کہیں اور تنازع صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایکہونکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحاوی ولی الخلاء

کلی فعل یرفع المروءۃ والکرم ماقولہ ابن کمال اور خلاصہ میں ہے کہ جو فعل کہ مرد و عورت کو چھوڑ آوے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت بکلی ہے اس قول کو لکن کمال نے مفتح القدر میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ قول منہبط اور صحیح نہیں لہذا مٹھنے نے کہا کہ ترک مرد و عورت کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحاوی قال وثی ادکب کبیرۃ سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جب کہ مسلم ترک کبیرہ کا ہو اس کی عدالت ہو گئی مگر وہی نے کہا مگر زوال عدالت کا اس وقت حکم ہو گا جب کہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں پہنچے لہذا شرب الخمر میں اویان بشرط سے اور قبستانی میں خلاصہ سے کہ مختار یہ ہے کہ کبائرم کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایک بار ترک کبیرہ ہو تو اس کی شہادت مقبول ہے ومن اقلع لومن عندہ والا لا و بہ ناخذہم اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ مذہب سے مواد اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البہرہ

مذہب ہے کہ ختنہ ترک کسے اپنی جان تکلف ہو جانے سے اور جیسے اس کی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اس کی امانت بھی صحیح ہے اور ختنہ کے میں اختلاف ہے خلاصہ میں کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس میں اور آخر وقت بارہ برس میں کذا فی المنع والا ستمزاء لبتی من الشرائع

کفر ابن کمال اور طوطی طبعی اور منہی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال و شخصی و اقلع اور گواہی مقبول ہے خود اور دوسرے بریدہ کی م اس واسطے کہ خود کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسی کا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جس کا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا اس کی گواہی اس وقت مقبول ہے جب کہ وہ عدل ہو کذا فی الطحاوی و ولد الزنا و بوالزنا خلافاً لاک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی سے خلاصہ

امام مالک کے مذہب کے م اس واسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنع و ختنہ کا نئی نو مشکلا والا فلا اشکال اور ختنہ عورت کے مانند ہے اگر ختنہ مشکل ہو تو کچھ اشکال میں م بشرطہ میں ہے کہ ختنہ مشکل جمیع احکام میں عورت کے مانند ہے انتہی تو اس کی گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر ختنہ مشکل نہ ہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہے تو اس کا مرد کا حکم ہے اور نہیں تو عورت کا و عقیقہ لمصقہ و عکسہ الا بتمہ لانی الخلاء شہد البعد عتقا ابن المشن کذا عند اختلاف بائع و مشتری لم یقبل بجل النفع بائعات لفتی

اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کو ملے ملے کے واسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے مگر بسبب ہمت کے مقبول نہیں اس واسطے کہ خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے اختلاف میں کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ تمہارا تھا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب کہنے منفعہ کے اثبات غنق سے مگر منفعہ کی وجہ سے کہ اگر دونوں کی شہادت ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاتے اور بیع منہج ہو جائی تو غنق باطل ہوتا عقیقہ کی گواہی مقبول کے واسطے اس واسطے مقبول ہے کہ شریح نے قبر کی گواہی علی مرتضیٰ کے واسطے قبول کی تھی اور قبر میں کے غلام آزامتہ کذا فی الطحاوی ولا خیر وکرم و من محرم رضا عا و مصاہرۃ الا اذا اشتدت الخسومۃ و عام علی مالی القنیۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجی کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضائی یا سسرانی رشتہ کے محرم سے گواہی مقبول ہے مگر جب کہ نہایت مجرما ہو اور شاہد ہو جائے کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قینہ میں ہے م محرم رضائی جیسے رضائی بیٹا اور سسرانی رشتہ کے محرم جیسے خوش دامن اور دوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی ماں اور بھوفا غنی من مذکر

سلا غنق مشکل اس کو کہتے ہیں جو دونوں صاحبین رکھتا ہو اور کما کو علیہ نہ ہو

کی گواہی اس واسطے درست ہے کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرآن و لاء لیکن جب کہ شاہد مدعی کے ساتھ خصوصیت کرتا پھرے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گویا مخاصم ہو گیا و فی الخزانة تخاصم الشہود و اللہ کی علیہ تقبل کو عدول اور خزانہ میں ہے کہ تخاصم شہود اور مدعی علیہ کی گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں م یہ قول قنینہ کا ظاہر مخالفت ہے صاحب بحر نے توفیق بین القتلین کی واسطے اس کو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالیٰ اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی وکیل حر کافر مولاہ مسلم لایکوز عکسہ لقیامہا علی مسلم قصدا و فی الاول ضمنا اور مقبول سے گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جس کا مولیٰ مسلم ہے یا اس کی کفر کافر پر جس کا مولیٰ مسلمان ہے ہی نہیں جائز ہے اس کے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصدا اور اول میں قیام شہادت ضمنا..... جائز ہے نہ قصدا ہم بالعکس یہ ہے کہ گواہی دے کافر اس مسلمان غلام پر جس کا مولیٰ کافر ہے کذا فی الطحاوی و تقبل علی ذمی میت وصیہ مسلم ان لم یکن علیہ دین مسلم بحر اور مقبول سے گواہی کافر کی اس ذمی میت پر جس کا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہ ہو کذا فی البحر و فی الاشباہ لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الاتبعاکم اذ ضرورة فی مسلمین فی الایضاء شہد کافر ان علی کافر انہ او علی الی کافر و احضر مسلما علیہ حق للمیت و فی النسب شہدان النصرانی ابن المیت قاعدی علی مسلم بحق و ہذا استحسان و وجہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی عبد کافر میں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اس نے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اس مسلم کو حاضر کیا جس پر میت کافر کا حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اس نے مسلم پر حق میت کا دعویٰ کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان در میں مذکور ہے م وجہ استحسان یوں مذکور ہے کہ مسلمین نصاریٰ وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا بسبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاریٰ کی شہاد اثبات مسلم پر اثبات ایضاً میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جس کی بنا نکاح پر ہے مقبول نہ ہو تو وہ حقوق ضائع ہو جائیں جو ایضاً سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شریک لابی نے کہا کہ ظاہر قبول شہادت اس صورت میں ہے جب کہ مسلم دین کا مقرر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیوں کی گواہی اس پر کیونکہ مقبول ہوگی اور صورت نسب کا وہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقرر اور نسب کا منکر ہو کذا فی الطحاوی و العمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے م عمال بضم عین و تشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبیہ مانند خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اس واسطے کہ نفس علی فسق نہیں کہ بعض اصحاب کبار عامل تھے کذا فی الطحاوی الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم فلا تقبل شہادۃ ہم لغلبۃ ظلمہم کرمیس القریۃ و الجابی و الصراف و المعرفین فی المراكب و العرفاء فی جمیع الاصناف و محضر قضاۃ العہد و الوكلاء المفقلة و الصکاک و ضمان الجہات کما طعہ سوق النخاسین حتی حل عن الشاہد لشہادۃ علی باطل فتح و بحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں تو ان کی گواہی مقبول نہیں بسبب ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اس کی ستم گاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور ہزاروں کے معرفت کی یعنی جو تجارت اہل حجاز اور مشریوں سے شناسائی کر دیتے ہیں اور جمع اقا اہل حرفہ کے چودہری اور مہتر و ن کی اور اس کی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی اور قبائہ نویسوں کی اور جہات کے ضمانت داروں کی گواہی مقبول نہیں مانند ان لوگوں کے جو ٹھیکروں کی بازار کو یا نجاس کی بازار کو بطور مقاطعہ

حاکم سے لیتے ہیں یہاں تک کہ شاید برعکس نہ ہو بلکہ اس کی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح و بھرم صراف سے وہ صراف مراد ہے جس کے پاس لوگ اپنا مال رکھا دیں اور وہ خوشی سے رکھے اور مراد ہے مراد پیشہ وروں کے رئیس اور محضر قضاۃ حمد کی گواہی بسبب رشوت خوری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور دکانے مفتعل سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو دھماوی اور مھومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو ان کی گواہی بسبب قلت مبالغات اور رشوت خوری کے مقبول نہیں اور ان کو مفتعل اس واسطے کہا کہ لوگ ان کی جعل سازی اور حید بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور توکیل حقیقی کا قصد نہیں کرتے اور ہماک بھم صراف جمع سے صکا کہ بفتح صاد کی یعنی کاتب وثائق و قبائل نویس ان کی گواہی اس واسطے مقبول نہیں کہ وہ کھتے ہیں کہ فلا نے خرید کیا اور بیچا اور ضامن درک ہوا اور بیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکور واقع نہ ہوں اور کتب ثابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کر کے لکھتا ہو تو مقبول الشہادت ہے اور منافی بھم صراف و تشدید میں جمع سے ضامن کی فتح القدر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں اس کی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اس کے جو سوق خراسانی کو بطور مقاطعہ کے لیتا ہے اس کے وثیقے پر گواہی لکھتا ہے مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دیں تو انہیں لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت سے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا مباشرتین سلطان سے جو ضامن جہات اور اجارات معادہ پر گواہی دیتے ہیں اتنی نہاسین بھلے بھلے ہیں اور بعض کتب میں بھلے مجموعہ نکاح اس یعنی بائع دواب و رقیق کذا فی المططاوی ولی الوہبانیۃ امیر کبیر ادنی شہدۃ دعالہ و گواہی و رعیایہم لا تقبل کتبات المزداع رب الارض اور وہبانیہ میں ہے امیر کبیر نے دعویٰ کیا سو اس کے حال اور توابع نے اور حال کی رعایا نے اس کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں جیسے مزاع کی گواہی زمی دے کے حق میں مقبول نہیں م حال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستم گاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہیں قیل اراد بالعدل المحرف فی ای بحرۃ لایقہ بہ وہی حرفۃ ایاۃ و اجدادہ و الافلام و قہ لہ و دینہ فلا تقبل لہ ما عرف فی صالحد الہ فتح و اقروہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ حال مقبول الشہادت سے پیشہ ور مراد ہیں یعنی وہ پیشہ جو اس کے لائق سے یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادوں کا پیشہ ہے اور اگر اس کا پیشہ نالائق ہے باپ دادا کے مخالف تو اس پیشہ ور میں مروت اور جہالت مروتی نہیں اگر اس کا پیشہ رقیق اور ذلیل ہے تو اس کی گواہی بھی جائز نہیں اس واسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت میں معلوم ہو چکا کہ کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں مفتح القدر میں ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت سے مروت کی تعریف میں بعضوں نے یوں کہا کہ انسان ایسا فعل ذکر جس سے اس کا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹا جائے اور اجنبیوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے رذل نیک اور حفظ لسان اور سب کی عقل کے اجتہاد سے اور برحق ولی کے ارتقا سے اتنی لا تقبل من اہمی اکالا یعنی بہا و لوقفی صرح و قولاً مطلقاً مالوئی بعد الا و اول قبل القضا و ما جازا لہما خلافاً کی مقبول نہیں گواہی اندھے کی مطلقاً یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دے گا تو صحیح ہے اور مصنف کا مطلقاً کتنا عام ہے اس صورت کو کہ شاید اندھا ہو گیا بعد ازلے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جس میں شہادت بالتسامع جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے م عدم سماع شہادت اہمی کی علت یہ ہے کہ ادائے شہادت میں اشارے سے تمیز کی حاجت ہے مشہورہ اور مشہور علیہ کے درمیان... اور اندھا امتیاز نہیں کر سکتا لہذا از سے تو خوف ہے کہ اس کو کچھ ختم تلقین کر دے اس واسطے کہ ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہو جاتی ہے واقلاً عدم قبول الاخرس مطلقاً بالاولیٰ اور مصنف نے عدم اخرس کا مطلقاً افادہ کیا بطریق اولیٰ م گوئی کی گواہی مطلقاً مقبول نہیں خواہ اس میں شہادت ہو جس میں تسامع کافی ہے یا اس کے غیر میں خواہ بے اشارہ ہو خواہ بہ کتابت البیت افادہ کی وجہ سے کہ اخرس کو اصحاب کی طاقت نہیں بخلاف اہمی کے کہ ان فی المططاوی و مرتد و ملوک و لومکاتبا و مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ غلام کتابت یا اس کا نصف یا ثلث آزاد ہو بھی و مغفل و مجنون الا کی حال صحت اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہیں مگر

ولا الولد والوالدة ولا المرأة تزوجها ولا الزوج لامرأته ولا العبد لسيدته ولا السيد لعبده ولا الشريك لشريكه ولا الابن لوالديه استأجره انتهى) كذا في الفقه الا في مسئلتين في الاشباه مگر اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی زوجہ کی مصرت پر جائز نہیں م پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر میں شاید اس کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلا نے شخص کی لوٹری ہوئی اور وہ شخص اس کا گنا ہے کذا فی الطحاوی ولو فی عدة من ثلث لما فی القیئہ طلقها ثلثا ویا فی العدة لم تجز شہادۃ لها ولا شہادۃ تمہا ولا شہادۃ لہا ثم تزوجها بطلت خانیۃ۔ فعلم منع الزوجیۃ عند القضاء لا تحل واداء احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلاقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اس واسطے کہ قیئہ میں ہے کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہے تو جائز نہیں شہادت زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوجہ کے واسطے اور اگر گواہی دی پھر اس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیۃ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحل اور ادائے شہادۃ کے وقت م شائع کو مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیۃ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے اس کی گواہی رد نہ کی یہاں تک کہ اس نے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گزر گئی تو اس کی گواہی نافذ ہے اتنی جب زوجیت عند التحمل منع نہ ہوئی تو اگر زوج گواہ ہو حالت زوجیت میں اور بعد انقضائے عدت اس نے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم زوجیت زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیۃ میں مذکور ہو چکی کذا فی الطحاوی والفرع لاصلہ وان علا اور مقبول نہیں گواہی شائع کی اپنی برط کے واسطے یعنی اولاً کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا پیردادا اور نانا پیرنانا م دلیل اس کی قول شریح اور حدیث عائشہؓ ہے جو مذکور ہو چکی اور اس واسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں تو من وجہ اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا ان کو زکوۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہاں تک کہ حسن مجتبیٰؓ کی گواہی جو انھوں نے قبر کے ساتھ علی مرتضیٰؓ کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نہ کی تو علی مرتضیٰؓ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسنؓ اور حسینؓ دوسرا ہیں جو انان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاید ایسے بعض روایت میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے ان کو قضا سے معزول کیا پھر ان کو بحال کیا اور روزیہ ان کا زیادہ کر دیا تو بعض نے کہا کہ علی مرتضیٰؓ نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الحدابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جب کہ داد اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ م صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت محضہ میں ٹھہرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جتی اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور اس کے دلہنے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دونوں کی گواہی مقبول ہے اور مرخ الغفاریں وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیۃ میں قبول مطلقاً منقول سے بلا تقييد حق اور شاید کہ وقبول ہے کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اس کی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی سے فرع کے واسطے کذا فی الطحاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامرہ ولو بطلاق صر تہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جب کہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اس کی موت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اس کے باپ کے نکاح میں ہے م اصل کی مصرت پر اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنیٰ میں اس واسطے مقبول نہ ہوئی کہ اس میں جبر منفعہ ہے ماں کے واسطے کذا فی النجوى و فیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القتال اذا شہد لبعفود لی المقتول فرجعا اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہیں مگر مسئلہ قاتل میں جب کہ وہ دلی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اس کی

طرف م القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اس کی اشیاء میں یوں مذکور ہے کہ یہی شخصوں نے ایک مرد کو قتل کیا
پھر انہوں نے توہم کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہم کو معاف کر دیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں مگر اس طرح کہ ان میں سے دو شخص کہیں کہ ہم کو معاف کیا
اور اس ایک شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سب کے حق میں مقبول ہے اتنی تلخیص
کہی میں ہے کہ فتویٰ ابو یوسف کے قول پر پہلے یہی ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہ ہونی بلکہ دو کی گواہی ہونی تیسرے
شخص کے حق میں ہاں مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہونی بنظر شاہدین کے کذا فی الخطاوی لمخفا و بالعکس للتمتہ
اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرد کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے م وجہ تہمت اتصال متاخر حصول اور فرد ہے تو گویا اپنے حق میں گواہی
دی و سید لعلہ و مکاتبہ والشہدیک لشہدیک فیما ہون کہہ کر کہا لانا بنفسہ وجہ اور مقبول نہیں میاں کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے
حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اس مال میں جو دونوں میں مشترک ہے اس واسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہے ایک
ماہ سے فی الاشیاء لانہم ان یطعن بشاۃ بوق وحدہ شرکہ اشیاء میں ہے کہ مدعی علیہ کو جائز ہے کہ شاہد میں طعن کرے تین طرح سے رقیبت سے اور صدقہ
سے اور شرکت سے م جب مدعی علیہ کہ شاہد غلام ہیں تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے ان کی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہیں تو طاعن پر
اقامت بینا لازم اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اس پر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہیں غلام
المراد یہ ہے کہ یہ شہادت علی التقری ہے کذا فی الخطاوی و فی فتاویٰ النسفی لوشہد بعض اہل القریۃ علی بعض متہم بزیادۃ الخراج لا تقبل مالم
یکون خراج کل ارض معینا اول الخراج للشاہد اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہیں
جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہ ہو یا شاہد کے واسطے خراج میں منفعت نہ ہو م اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے
کیونکہ اس میں بر منفعت اور دفع ضرر نہیں اور اسی طرح جب کہ شاہد کو خراج میں دخل نہ ہو و کذا اہل قریہ شہد و اعلیٰ ضیغۃ انہا من قریہم لا تقبل و
کذا اہل سکتہ یطہرون بشیئ منی مصالحہ لو غیر نافذہ و فی النافذۃ ان طلب حق النفس لا تقبل وان قالا لا اخذ شیئاً تقبل و کذا فی وقف المدرستہ اتفق
فلیحفظ اور اسی طرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمینی پر کہ وہ ان کے گاؤں میں سے ہے تو مقبول نہیں اور اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین
میں حلیہ مصالح اور منافع کے متعلق قطعہ زمین کو کہیں کہ ہمارے سکے میں سے ہے کذا فی المعالم لکیر یہ تو مقبول نہیں بسبب بر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذ
ہو اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اس طرح پر کہ شاہد اس قطعہ زمین میں دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے
کہ میں نے ان لوں کا تو گواہی مقبول ہے اور اسی طرح وقفہ میں گواہی مقبول ہے اتنی مانی فتاویٰ النسفی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے موقوفہ
کی شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود میں تو وہ متہم ہے کذا فی الخطاوی
میں ابھر مسائل مذکورہ میں عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اس میں غلہ ہے تو محل تہمت ہے والا بھر الخاص المستاجرہ مساننہ
و مشاہیرہ او الخادم و التالی او التکید الخاص الادی بعد من استاذہ من نفسه و نفع نفع نفسه و در و مو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقاتل باہل
الغالب معاشہ منہم من القنوع لاسی القنوع اور مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور
مالانہ ہو یا مال یا بویہ کذا فی الخطاوی اجیر خاص سے غلام یا مالک یا شاگرد خاص مراد ہے جو استاذ کے مزر کو اپنی ذات کا مزر اور اس کے نفع
کا مزر کا نفع سمجھے کذا فی اللہ اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش ان سے یعنی مگر والوں سے
طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالغنم یعنی سوال و تدلل نہ قناعت سے م اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے بقول اکثر علماء اجیر خاص

سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار ہے ابیر مراد ہے اور حدیث مذکور کے مطلب ہے اس حدیث کا جو ابو داؤد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنة وذوی الغمرۃ علی اخیدہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجاز ما لغيرہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگانی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہوں ابیر خاص کی قید اس واسطے لگائی کہ ابیر شتر کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور بنجار اور نائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے مقبول ہے اس واسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارے سے کسی چیز کا مستوجب نہ ہوا تو تہمت باقی نہ رہی بخلاف ابیر خاص کہ اس کے منافع مستاجر کے مستحق ہیں ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا مدت اجارہ میں تو اگر اس کی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اس کی شہادت بھی من جہد اس کے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں اتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی ابیر خاص اور شاگرد کے واسطے قبول ہے یعنی اس واسطے کہ وہ اس کا محتاج نہیں بخلاف ابیر خاص کے م یہ مسئلہ فتح القدیر میں مصرح مذکور ہے ومخنت بالفتح من یفعل الردی ولولی اور مخنت کی گواہی مقبول نہیں مخنت بفتح نون وہ ہے جو نالائق فعل کرے اور لالت کرے یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا سنگار کرے اور قول او فعل میں ان کے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ محل لالت اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضوں کے نزدیک فقط قولی یا فقط فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنت من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنت پر اور عورتوں میں سے ان عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں واما بالکسر فالکسر المتلین فی اعضائہ وکلامہ خلقتہ فیقبل بحر اور مخنت بکسر نون وہ شخص ہے جو بیدالشی جرم رائج بجا ہونے اعضاء اور گفتگو میں تو اس کی گواہی مقبول ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ یہ امر اختیاری نہیں پیدا لشی سے بخلاف مخنت ملعون کے ومنغیۃ ولونفسہا لحرمة رفع صوتہا درر اور گائی عورت کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گائی ہو اور لوگوں کو سناتی نہ ہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر کہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گائی ہو اس واسطے کہ نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحقین المغنیۃ والتائخۃ دیافت کرنا چاہیے کہ تغنی یعنی گانا ہوا در جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسی طرح نوحہ گری خصوصاً جب کہ عورت سے ہو اس واسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بلا خلاف حرام ہے کذا فی الطحاوی عن الثعلبی وینبغی تقيیدہ بدوامتہا علیہ لظہر عند القاضي کافی مدین الشرب علی اللہود کہہ الوافی اور لائق ہے راگ میں مداومت کی قید لگاتا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہوتا کہ قاضی کے نزدیک اس کا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہود میں مداومت شرط ہے کذا ذکرہ الوافی م اسی طرح جمیع ابواب کما فی مداومت کی تعلیل ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر عورت ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہیں ہے وناکحہ فی مصیبتہ غیر ما با بر در دفع زاد العینی فلو منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا حق آوازوں سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے ۱۳ ۱۴ ہمیشہ پیٹنے والا لہو پر لہو کے واسطے ۲

دینے کی عادت کبیرہ گناہ سے کم کثرت حلف اگرچہ راستی میں ہے مگر امور دین کی قلت مبالغہ پر دلالت کرتی ہے اور شدہ کذب کی بھی نوبت پہنچتی ہے اور گالی دینا یا اس کے سامنے ہے یا پیچھے اگر سامنے سے تو شورخ چٹخی اور سوء ادب اور کمینوں کی عادت ہے جن میں مروت اور حیاء نہیں اور اگر پیچھے سے تو غیبت سے اور وہ موجب فسق سے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسی طرح دشنام بہ لفظ لعنت سے چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الخطاوی عن ابن وہبان کہ ترک زکوٰۃ اور حج علی روایت فوریہ جیسے ترک زکوٰۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت و بموجب علی الفور یعنی تاخیر ادا کے زکوٰۃ بلا عذر فسق سے یعنی محتاج ہے فقیہ ابو الولیت کا اور ترک جماعت اور جمعہ ادا اکل فوق طبع بلا عذر یا ترک جماعت بچگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت سے م بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ ادا اکل تینوں کی قید سے یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اس طرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مصر یا تاویل فسق ترک کرے تو فسق نہیں بعضوں کے نزدیک ایک بار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضوں کے نزدیک تین بار چنانچہ شری کا قول ہے اور اگر بعد موانست ہمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالت نہیں کذا فی الخطاوی وغیرہ و خروج لفرجہ قدوم امیر اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ہم ظہر میں فتویٰ اس پر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کے واسطے نہ نکلیں بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالت ہیں کذا فی الخطاوی و رکوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ہم اس واسطے کہ جب بحر ہند میں سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر میں ڈالنا تاکہ مال دار ہو کر اپنے گھر میں پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لے کر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہیں علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر رکوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقرار تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اس وقت تھا جب کہ ہندوستان تمام کفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیوں کہ رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہے مگر جب کہ گمان غالب ہو یا کی کا اور ہمیشہ سلف سمندر میں سوار ہوا کیسے ہیں بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہے جواز کی انتہی کذا فی الخطاوی و لبس حریر و بول فی سوق ادا فی قبلہ او شمس او قمر و طفیلی و مسخرہ و رقاص و شتام للذابة و فی بلادنا لیشتمون بالغ الذابة فتح وغیرہ اور ریشی کپڑا پہننا اور بازار میں پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناخنوں والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانوروں کی بچنے والے کو گالی دینے میں کذا فی الفتح و فی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانه یخلف لیسیتقصی فیما یتقرض من الناس فی اخذ زیادۃ علی حقہ فلا یكون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مقبول نہیں شہادت بخیل کی اس واسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے میں لوگوں سے تولینے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ رہا ہم ایک نسخہ میں نقیض سے بجائے تقرر صحت کے اور اسی طرح خلاصہ میں ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شربلالی میں یقرض سے بے یلئے تحتانیہ و قاف کذا فی الحلی ولا شہادۃ الاشراف من اہل العراق لتعصیہم او مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب ان کے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہے کہ جب کسی کو مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اس کے واسطے گواہی دیتا ہے اور اس کی سفارش کرتا ہے تو عجب نہیں کہ جھوٹی گواہی دے یعنی یاس داری قوم سے کذا فی الخطاوی عن شرح عبد البر و نقل المصنف عن جواہر الفتاوی و لا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اس کی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ہم مصنف نے آخر باب میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب

شافی اختیار کرے بسبب قلت بیانات فی الاعتقاد کے اور اس کو جرات ہو ایک مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب
اپنی خواہش نفسانی کی کوئی فرض حاصل ہونے کے واسطے تو اس کی گواہی مقبول نہیں انتہی ملخصاً تو مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قید نہیں بلکہ ہر مذہب حق
چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی الطحاوی تبصرہ قال وکذا بائع لکافان والمحنوط لقمیہ الموت مصنف نے کہا یعنی اپنی
شرع میں اسی طرح کفن اور میت کی خوشبو دینے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اس شخص کے موت کو م جو فقط کفن فرمائی کرتا ہو اس
کی گواہی مودود ہے نہ کہ کراہی ہے والے کی کذا فی العالگیریہ وکذا الدلال اور اسی طرح دلال کی گواہی مقبول نہیں م طحاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہے
کہ دلال کی گواہی بیع مقبول نہیں اس واسطے کہ قادی عالمگیری میں ہے کہ بیع کی دو دیکل اور دو دلال گواہی دیں اور کہیں کہ ہم نے اس چیز کو بیعے
فلان کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہیں فتح القدیر میں ہے کہ اہل صناعات و غیرہ یعنی ذیل پیشہ والے جیسے حلال خور اور جولاہا اور حجام اصر یہ ہے کہ ان کی گواہی
مقبول ہے اس واسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہے تو جب تک قادی شہادت معلوم نہ ہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت
پر نہیں ہو سکتی اور یہی حکم ہے نحاسین اور دلائل کا انتہی والوکیل لوباشات النکاح اما لوشہد انتہا امراۃ تقبل والجمیۃ انہ لیشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ
بزازیہ و تسہیل اور اسی طرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات نکاح کی گواہی دے اور اگر یوں گواہی دے کہ عورت اس مرد کی زوجہ
ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیدر قبول شہادت کا ہے کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یوں نہ کہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی
البرازہ والتسہیل م اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہے نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اس واسطے مقبول نہیں کہ اپنے
فعل کا گواہی ہے واعتمدہ قدری افندی فی واقعات و ذکرہ المصنف فی اجارۃ معینہ معنیاً الی البرازیہ و ملخصاً انہ لا تقبل شہادۃ الدلائل والکف
والمحضین والوکلاء المفتعلۃ علی ابوابہم ونحوہ فی فتاویٰ مؤند زادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدری افندی نے اپنے واقعات میں اور مصنف نے
اس کو ذکر کیا ہے اپنی کتاب مسی بالمعین کی کتاب الاجارہ میں بزازیہ کی طرف نسبت کر کے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مقبول نہیں گواہی دلاؤں کی
اور قبائلو لیسوں کا اور ان کی جو مدعا اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہیں اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر رہتے
ہیں اور اسی کے مانند مؤند زادہ کے فتاویٰ میں ہے م قادی عالمگیری میں ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبائلو لیس غالب الصلاح
ہوں تو صحیح قول یہ ہے کہ ان کی گواہی مقبول ہے انتہی فی الدین نے کہا کہ اخوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیوں کے دروازوں پر جوتے ہیں ان کی گواہی
مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال میں کوشش کرتے ہیں اور وہ فسق ہے کذا فی الطحاوی و فیہادی اخرج فی الوہای
بعد قبولہا لم تجز شہادۃ للیت ابداء وکذا لکمل بعد اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقاً والا فکذک عند ابی یوسف اور قادی مؤند زادہ میں
ہے کہ ایک دفعہ خارج کیا گیا وصایت سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اس کی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کبھی اور اسی طرح وکیل کی
بعد اخرج کالت اگر خصوصیت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اور اگر خصوصیت نہ کی ہو تو ابویوسف کے نزدیک مقبول نہیں م اس
مسئلہ کا ذکر بعد ایک ورق کے متن میں آئے گا و مدین الشرب بغير الخمر لان بقطرۃ نہایہ تکب الکبیرۃ فتر شہادۃ وما ذکوا من الکمال
غلط کا سرور کی بالبحر قال فی غیر الخمر بشرط الادمان لان شراب صغیرہ اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشانیے والے کی سوائے شراب کے اس سبب
کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے متکبر کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اس کی مودود ہوگی اور جو ان کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق
میں اس کی تحریر کی ہے اور سوائے شراب کے اور مسکرات میں ادمان یعنی دوام شراب شرط ہے اس واسطے کہ غیر خمر کا شراب صغیرہ گناہ ہے م
یہ شارح نے بتایا صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سولانی اعتماد کے نہیں کہ مریخی نقول مذہب

کے مخالف سے کافی میں ہے کہ ادا مان اس واسطے شرط ہوا تاکہ یہ فعل اس کا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اس کا یہ فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اسی وقت ساقط ہوگی جب کہ شرب ظاہر ہو اس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اس سے کھیلیں تو ایسے شخص میں مروت نہ رہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہیں کرتا عادتاً اور قناعتاً قاضی خاں میں سے کہ مدن خمر اور مدن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زلیعی اور عینی میں ہے اور نہایہ میں ہے کہ ادا مان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہ نقول مترشح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادا مان شرط سے بلا فرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ میں اشتہار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہ ہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے کہا کہ یہ غلط ہے اس واسطے کہ مشارح نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبار سبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادا مان اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہے نہ اس واسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادا مان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک ایک قول یہ ہے کہ ادا مان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحاوی و المناقال علی اللہ و یخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالة لشبهة الاختلاف صدر الشریعہ و ابن کمال اور مصنف نے ادا مان شرب میں لہو یعنی کھیل کی قید اس واسطے لگائی تاکہ دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جائے تو عدالت ساقط نہ ہوگی بسبب شبہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعہ ابن کمال م لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے بواسطہ اس قول اور فعل کے جو مقتضائے حکمت نہیں اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہ ہو تو عادت کا پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے ومن یلعوب بالصبیان لعدم مروت و کذب غالباً کافی اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اس کی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالباً کذا فی الکافی م لڑکوں سے مراد نوجوان میں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اس پر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر بڑھا نوجوان سے کشتی کپڑے مجامع میں تو اس کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں کفرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانوں سے مجامع میں کشتی کرے تو گواہی اس کی مقبول نہیں کیونکہ وہ نحیف ہے والطیور الا اذا امسکها لاستیناس فیباح الا ان یجر حمام فیہ فلا لاکہ الحرام عینی و عنایہ اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو پتھریوں سے کھیلے مگر جب کہ طیور کو دفع و حشمت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر جب کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور کپڑے رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اس کی حرام خوردی کے کذا فی العینی و العنایہ م کبوتر باندی و غیرہ سے اس واسطے گواہی مردود ہوگی کہ مورت غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات نساء پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر و الطینور و کل ہو تنبیح بین الناس کا لطنایہ المزامیر دان لم یکن شنیعاً نحو المراء و ضرب القصب قلاً الا اذا فحش بان یرقصوا بہ خانہ لدخولہ فی حد الکبار مگر اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو طنبور اور ایک ایسا یا جاجا وے جو قیچ اور میوب ہے لوگوں میں چنانچہ طنبور اور مزامیر اور اگر میوب نہ ہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنک بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جب کہ اس میں مبالغہ اور زیادتی کرے اس طرح کہ اس پر لوگ رقص کریں تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیۃ بسبب اس کے داخل ہونے کے حد کبار میں کذا فی البحر محیط میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم میں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ میں بدون راگ کے یعنی طرب انگیز یا بے چنانچہ مزار خواہ وہ حشمت کی ہول یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان اللہ یغنی رحمۃ للعالمین و امر فی الحق للعارف المزامیر یعنی حق تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھ کو حکم کیا

معاف اور مزامیر کے ملنے کے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مبارح ہے وہ دت ہے نکاح میں اور نکاح کے مانند ہے ہر مرد و عورت اور اس کے غیر میں دت بھی مکروہ ہے اور اس کو فتح القدر میں بھی نقل کیا ہے بلا حصر من کذا فی الطحاوی عن ابی حمزہ حدیث مذکور مشکوٰۃ میں مسند احمد بن حنبل سے منقول سے معاف آلات سرود اور قاموس میں سے کہ معاف ملاہی میں مانند عود اور طنبوس کے اور حرامیہ جمع زار آفتا اور جس قبیلہ یعنی فی اور بانی میں گاہیں اس کو نہ اور مزمار کہتے ہیں امام نووی نے اس کی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطرب سے حرام ہے اور فقط آواز کے مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت تر کذا فی ترجمہ مشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن لفتی للناس لایہ کجیم علی کبیرہ بدایہ وغیرہ اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو راگ گانا ہو لوگوں کے واسطے اس واسطے کہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ بدایہ وغیرہ میں ہے وکلام سعدی افندی یغید تہییدہ بالابرق فتاویٰ اور سعدی افندی کا کلام منفی میں اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اس منفی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لے کر گانا ہو سو مایل کر اس کو طحاوی نے کیا قید مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہاء کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت واما المنفی لنفسه لدفع الوضوء فلا بأس به عند العامة عنایہ و صوالینی وغیرہ قال دلو فیہ وعظا حکمہ فی نزاع الطحاوی و جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گاوے دفع و حشمت کے لیے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہاء کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اس کو صحیح کہا ہے یعنی دغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظا اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہے م محل اباحت سرود وہ ہے کہ باجائز ہو اس کے ساتھ اس واسطے کہ ہزاروں نے مناتب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جب کہ سرود باجے ہو چنانچہ عود اور بنار اور عنایہ میں ہے کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہے جمیع لوایان میں ومنہم من اہازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من ابارہ مطلقا ومنہم من کرر مطلقا اتہی و فی البحر والذہب حرمتہ مطلقا فالقطع الاختلاف بل ظاہر البدایہ ان کبیرہ و لو لنفسہ واقرة المصنف اور بعض فقہاء نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دت بجانا اس میں جائز ہے اور بعضوں نے اس کو مبارح کہا ہے مطلقا نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے اس کو مکروہ کہا ہے مطلقا باجائز ہو یا نہ ہو نکاح ہو یا غیر نکاح اتہی کلام المعینی اور بحر الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقا حرام ہے تو اختلاف علماء کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر بدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے واسطے ہو اور ثابت ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں بحر الرائق میں سے کہ شارحین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور بنیاد اور عنایہ میں ہے کہ تغنی لہو کے واسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں لہو کا اور زیادات میں کہا کہ اگر اس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور من جہ اس کے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیوں اور منیہات کے واسطے ہوا اتہی تو ثابت ہو گئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہو گیا اتہی مافی البحر اور تو خود جائز ہے کہ جو صاحب بحر نے لہو ذکر کیا وہ اطلاق حرمت کی مؤید نہیں کیونکہ بنیاد اور عنایہ کی عبارت مقتدا ہو ہے اور زیادات کی عبارت تہیید شہر علی مفید ہے اور شہرت اس وقت ہوئی جب لوگوں کے سامنے گاوے و ہر اولہ قید شہرت سے کہ وصیت منعوت ہوتی ہے متعارف کی طرف لہو عرف میں منعوت یا منفی نہیں کہتے مگر اس کو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح تو وہ ہے جو طحاوی مالگیری میں خزائن المغنیوں سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اس کی جو لوگوں کے واسطے گاوے اور ان کو سنا سنا کر اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کے واسطے ہوتا و حشمت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اس کا منافع نہیں اور عدالت اس کی ساقط نہیں ہوتی قول صحیح میں اتہی کذا فی الطحاوی فتح القدر میں ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ لہو و لعب اور جمع حال کے واسطے تغنی حرام ہے بلا اختلاف اگر تو کہے کہ صاحب بدایہ کی تعلیل کہ منفی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اس کی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقا حرام ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اس طرح تغنی کہے کہ آپ سنے اور غیر سنے گناہ اپنی ذات سے و حشمت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے

کہا کہ استفادہ نظم توانی اور فصیح اللسان ہونے کے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں کے سنانے کے واسطے نکاح اور ولیمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کے واسطے تغنی میں فقہاء کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہ ہو بلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زیادہ صحابہ میں تھے اور وہ تغنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ شمس نے لیا ہے اور بعضے مشارح اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور اسی قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور محل حدیث براء بن مالک کا یہ ہے کہ وہ اشعار مبارکہ کو خوش آواز سے پڑھتے تھے جن میں مواعظ اور حکم تھیں اس واسطے کہ لفظ غناء جیسے غناء معروف کو بولتے ہیں ویسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے من لم یتغن بالقرآن فلیس منا اور اشعار مبارکہ کی شعر خوانی جائز ہے پھر جب کہ اختلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہے کہ صاحب ہدایہ تعلیم منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ تغنی محرم وہ ہے جس کے الفاظ ایسے ہوں جو حلال نہیں جیسے مرد معین اور عورت معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اس کی طرف یا جو موسیٰ یا ذمی کی بشرط قصد بھونہ بقصد استنہاد یا تعلم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت کے وصف میں ہوں تو مباح ہیں بدلیل قصیدہ بابت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اس پر الکا نہیں فرمایا بل اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہوں مغنی میں ہے کہ ملاہی دو قسم میں ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غناء جیسے مزنا اور طنبور وغیرہ اور دوسرے مباح وہ دف سے نکاح اور اس کے مانند اور سرود و حادث میں اور اس کے غیر میں مکروہ ہے عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب آواز دہن کی سنتے تو خبر منگولتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اس کے سوا اور کچھ ہوتا تو دورہ لیتے اور اجناس میں ہے کہ محمد بن شجاع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ نرم کرتا ہے جواب دیا کہ یہ اس کی شہادت کا قادر نہیں اور قرآن خوانی الحان سے بعضوں کے نزدیک مباح ہے اور بعضوں کے نزدیک منع ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہیں ہوتے ہوں تو مباح ہے اور نہیں تو غیر مباح ہے ایسا کچھ علماء نے ذکر کیا ہے اور ہم باب الاذان میں مذکور کیسے ہیں کہ تلحین بدون تغیر مقفیات حروف کے نہیں ہوتی تو یہ تفصیل بے معنی ہے انتہی مافی الفتح ملخصاً تبصرت قال ولا قبل شہادۃ من سمع الغناء

اور مجلس مجلس الغناء و زاد العینی اور مجلس الفجر و الشراب وان لم یسکر لان اختلاط بہم وترکہ الامر بالمعروف لیسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہیں گواہی اس شخص کی جو راگ سنتا ہے یا راگ کی مجلس میں بیٹھتا ہے عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شراب کی مجلس میں بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشانہ پیتا ہو اس واسطے کہ اس کا مختلط ہونا ان کے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اس کی عدالت کا مسقط ہے مگر مجلس غناء میں بیٹھنا مسقط عدالت ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الہی میں مشغول ہے اور اسی طرح جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس میں نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحاوی اور ترکیب مایجد بہ بلفسق و مرادہ من یرتکب کبیرۃ قالہ المصنف وغیرہ یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو مرتکب ہو اس چیز کا جس کے سبب سے اس کو حدیاری جاوے بواسطہ فسق کے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اس کی گواہی مقبول نہیں ایسا کچھ کہا ہے مصنف وغیرہ نے م کبیرہ کی حد میں اقوال مختلف ہیں اور قول محقق وہ ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول انجیل میں اختیار کیا ہے یعنی حق یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جس پر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہے قرآن مجید میں یا حدیث صحیحہ میں جو اہل حد کے نزدیک مشہور ہے یا اس کے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوٰۃ معتدا کو یا اس کے مرتکب پر شرع میں حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور

۱۵ جو شخص قرآن کو خوش آواز سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں ۱۲

مرقاہ قطع طریق اور شرب خمر اس مذکورہ کے برابر یا اس سے زیادہ قہر و شدت اور برائی میں ہوگا یا بہت قتل اور صغیر وہ گناہ ہے جو شرع میں منہی عنہ ہو یا کلف مشروع ہو یا دین کے طریقہ یا لہذا کا کافی ہوا ہستی شیخ ابوالعالم کی نے قوت القلوب میں کہا کہ میں نے ان احادیث کو جمع کیا جو میں کہا کر کی تصریح وارد ہے تو سترو کہا ہے چاروں میں شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور زنا امیدی رحمت الہی سے اور بے خوفی کراہی سے اور چار زبان میں شہادت زور اور قذف محض اور میں غموس اور سحر اور دین پیٹ میں شرب خمر اور مال کل مال یتیم اور مال زنا اور دود و شرم گاہ میں زنا اور لو املت اور دود ہاتھ میں قتل ناحق اور جوری اور ایک پاؤں میں یعنی فراصفت کفہ سے اور ایک گناہ سامے بدن سے یعنی حقوق والدین اہمیتی حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو ان سے بچا دے آئین اوید غل یا لہذا حرام یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو حرام میں غسل کے واسطے بلا از اربہ ہنہ جائے اس واسطے کہ کربہ کی حرام ہے اور یلعب بزرگ و طاب مطلقاً قاصر و لایا اس کی گواہی مقبول نہیں نرد یا طاب سے مطلقاً خواہ بازی بدے یا نہ بدے م نفع القدر میں ہے کہ لعب طاب کھیل سے ہمارے بلا یعنی مصروفہ میں نرد کے مانند اس کو بلا حساب اور بلا فکر بھینکتے ہیں جو کھیل ایسا ہو جس کو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اس کو کرتے ہوں وہ مطلقاً حرام ہے اہمیتی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہے جو سر کے پانسوں کی طرح اسکو پھینکتے ہیں اما الشطرنج فلشبیۃ للاختلاف شرط واحد من شرطه لئذا قال اولی الامر لبطرنج اور شطرنج میں تو بسبب شبہ اختلاف کے سقوط عدالت کے واسطے چھ چیزوں سے کوئی ایک چیز مشروط ہے تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جواب دے شطرنج سے تو اس کی گواہی مقبول نہیں م امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نہ کہا اور ترک بہ الصلوۃ حتی لغوت و قمتا یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہاں تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے م ترک صلوۃ سے عدم فعل مطلقاً نہیں بلکہ از قضا کرنا مراد ہے اور کھیل علیہ کثیراً یا شطرنج کھیلنے میں قسم بہت کھاتا ہو م زبانی نے اور القافی نے اس میں حلف کا ادب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون کثرت نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی عن ابی السعد او یلعب بہ علی الطريق او یدکر علیہ فسقا اشباہ یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اس پر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ م یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ قلم اور قذف اور غنا اویدوم علیہ ذکرہ سعدی افندی معزیا للکافی و المعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیل کرنا ہو اس کی گواہی مقبول نہیں اس کو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا م اس واسطے کہ مداومت تلبی کی دلیل ہے اور غالباً بعض مزدبیت میں خلل پڑتا ہے یہاں تک کہ بعض شطرنج بازوں کا لڑکا مری اور اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے انھوں نے بازی موقوف نہ کی لغوہ بالذہن انھاک المعاصی او یا کل الربوا قیدہ بالشہرۃ ولا یغنی ان الفسق یمنعہا شرعاً الا ان القامنی لایبیت ذلک الا بعد ظہورہ لہ فالکل سواہ بکر فلیحفظ یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو بیایع کھائے یا بیع کھانے میں علمائے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہ امر مخفی نہیں کہ فسق مانع ہے شہادت کا شرعاً مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعض ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اس میں برابر ہیں کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م بعضوں نے اکل مال یتیم اور مال زنا میں باس طرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کھائے ایک بار تو گواہی اس کی مقبول نہیں اور بیایع غوری میں شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اس کو رد کیا کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں فسق ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اشتراط شہرت میں دونوں یکساں ہیں شہرت تو اتنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اس کو ثابت کرے تو اس میں سب گناہ برابر ہیں تخصیص بلا دلیل ہے اویدبول او یا کل علی الطريق و کذا فی ما یحل بالمرۃ و منہ کشف عورت لیستی میں جانب البرکۃ والناس حضور و قد کثر فی ذما نا فرج یا اس کی گواہی

۱۰ ایک نسخہ میں فسقا کی جگہ فسقا سے جمع فاسق کی ۱۱ ہم انہما کہتے ہیں کہ ہوں میں مستغرق ہونے سے ۱۲

مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا کھائے راہ میں اور اسی طرح ہر ایک وہ فعل جو محل مروت ہے ازاں جملہ اپنی شرم گاہ کھولنا تا لایب کے کنارے استنجہ کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہیں اور ہمارے زلمے میں یہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح ثم فتح القدر میں ہے اس کی گواہی مقبول نہیں جو افعال مستحقہ نالائقی کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہیں جیسے لوگوں کے روبرو راہ میں کھانا اور نقطہ سراویل یعنی پاجامہ پہن کر چلنا پھرنا اور لوگوں کے روبرو پاؤں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اس کو شمار کریں اس واسطے کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہیں کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لوگوں نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھ کو جائز ہے تو جو تیرے دل میں آوے سو کر انتہی طحاوی من جملہ افعال خلاف مروت لقمہ کے چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استحقاق ہو اور کینوں کی صحبت میں بیٹھنا اور لوگوں کو ذلیل کرنا اور بازار میں غل و شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور اصلاح سے اور بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان سے اور کسی عقل سے کنادہ گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہی اولیٰ ظہر سب السلف لظہور فسقہ بخلاف من یخفیہ لانه فاسق مستور عینی قال المصنف واما قیدنا بالسلف تبعاً لکلامهم والافالاولیٰ ان یقال سب المسلم لاحتیاط العداۃ بسبب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنهاية یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگویی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہو جانے اس کے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکھتا ہے اس واسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول الشہادت ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہاء مصنفین اور یہ تو یوں کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگویی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہیں بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگویی سے اگرچہ وہ سلف میں سے نہ ہو چنانچہ سراج اور نہایہ میں ہے ہم سب دشنام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرویں ایسی گفتگو کرنا جو اس کے حق میں معیوب ہو حدیث میں وارد ہے کہ شباب المسلم فسق وقتالہ کفر و فیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصلح الصدد الاول من التابعین منهم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشزح اور نہایہ میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدد اول ہے ان میں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جن کو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی المحرم صدد الشریعہ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علمائے مجتہدین بائین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین و فیہ من اتقنا عن ابی یوسف لا قبل شہادۃ من سب الصحابة و اقبلہا ممن ترأثمہم لانه یعتقد دینا و انکان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اس کی جو صحابہ کرام کی بدگویی کرے اور اس کی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اس واسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کا لخارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نہ کیا دل میں رکھا بخلاف بدگو کہ اس نے اپنا فسق ظاہر کر دیا م ظاہر یہ مسئلہ متفق علیہا ہے اور ابو یوسف کی طرف اس واسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اس کے شہدان ان اباہما اذی الیہ فان ادعاه صحت شہادتہما استحسانا کشفادۃ دانی المیت وند یونیہ والموصی لہما ووصیہ ثالث علی الایفاء و دو بیٹوں کی گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلا نے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اس کا دعویٰ کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائیوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو دیونوں کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی ان کی گواہی کسی کے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہے کذا فی الطحاوی وان اکرلا لان القاضی لا یمکن اجباراً علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصیت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اس واسطے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق سے اور اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے ۱۲

کتاب میں کسی کو ذمہ داری قبول کرنے کا کذا فی شرح یعنی کیا لا تقبل لو شہد ان ابیہما الغائب وکذا بقبض دیونہ وادعی الوکیل
 ادا کر والفرق ان القاضی لایک نصب الوکیل علی الغائب بخلاف الوعی جیسے مقبول نہیں گواہی اگر وہ بیٹے گواہی دیں کہ ہمارے غائب باپ نے فلا نے
 کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعویٰ کرے یا انکار کرے اور فرق وہی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہے کہ قاضی ملک نہیں
 غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وہی کہ اس میں قاضی کو اختیار ہے شہد الوعی ای دی المیت بحق المیت بعدا عن القاضی عن ما
 ونصب غیرہ او بعدا اورک الورع لا تقبل شہادۃ المیت فی مالہ او غیرہ خاصہم اولا لملول الوعی محال لیس وذلک لایک عزل نفسہ بلا عزل قاضی
 فلان کالمیت لنفسہ فاستوی خصامہ و عدم گواہی دی دی نے یعنی میت کے وکیل نے میت کے حق میں بعد اس کے کہ قاضی نے اس کو معزول کر دیا تو
 سے اور قائم کیا غیر گواہی دی بعد ایلح ہونے در شہدیت کے تو اس کی گواہی میت کے حق میں اس کے مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وہی نے
 خصومت کی ہو یا نہ کی ہو بسبب ہو جانے وکیل کے بجائے میت کے اور اسی واسطے وہی اپنی ذات کے معزول کرنے کا مالک نہیں بدون معزول کرنے
 قاضی کے تو وہی مثل ذات میت کے ہو گیا تو اس کی خصومت اور عدم خصومت برابر ہو گئی م در صورت بقلائے وصایت وہی کا بجائے میت کے ہونا
 ظاہر ہے اور در صورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار ما کان پھر جب بجائے میت کے ہوا تو گویا اس نے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول
 نہیں بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزله للموکل ان خصام فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزله لا تقبل اتفاقا للتمتہ بخلاف وکیل کے کہ اس
 کی خصومت اور عدم خصومت برابر نہیں تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اس نے
 خصومت کی ہے مجلس قاضی میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے م تہمت سے مراد تہمت
 تصدیق سے یعنی وکیل جس میں خصومت کر چکا ہے اس میں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دے کر والا قہدت بعد ما خلا فاللشائی فوجہ کالوعی
 مراجع اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہ ہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف
 کے کہ ان کے نزدیک در صورت عدم خصومت بھی مقبول نہیں تو ابو یوسف نے وکیل کو وہی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج ولی قسارۃ الزلیلی کل
 من صار خصما فی حادۃ لا تقبل شہادۃ فیہا و فی کان بعرضۃ ان یحیر خصما ولم ینصب خصما بعد تقبل وذا فی الامکان متعلق علیہا وتمام فیاد شرح
 زلیلی کی کتاب القسارۃ میں ہے کہ جو شخص کہ جن میں ہو گیا کسی مقدمے میں تو اس مقدمے میں گواہی اس کی مقبول نہیں اور جس کا جی م ہونا پیش ہے اور
 حالانکہ ہنوز وہ تمام نہیں ہوا تو اس کی گواہی مقبول ہے اور یہ دونوں قاعدے بالاتفاق ہیں اور پورا بیان اس کا اسی شرح میں ہے م زلیلی نے اپنی
 شرح میں کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصوص جب کہ اس نے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول نہیں لہ
 شفع نے جب شفع طلب کیا یعنی قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اس کو ترک کیا تو اس کی گواہی بیع میں مقبول نہیں اور اصل ثانی کی جنس
 سے وکیل ہے جب کہ اس نے خصومت نہ کی اور شفع ہے جب کہ اس نے شفع طلب نہ کیا اور گواہی دی تو دونوں کی گواہی مقبول ہے کذا فی المطالب
 قید نا مجلس القاضی لانه لو خصام فی غیرہ ثم عزله قبلت عندہما کما لو شہد فی غیرہ او کل فیاد علیہ جامع الفتاویٰ قید لگائی ہم نے مجلس قاضی کی اس واسطے
 کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی میں حکومت کی ہو پھر موکل نے اس کو وکالت سے معزول کیا ہو تو طر فین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل
 نے گواہی دی اس مقدمے کے سوا میں وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی حضرت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین ولی المزانیۃ
 کذا بالخصوص عند القاضی فخاص المطلوب بالف دریم عند القاضی شہد ان شہدان لموکل علی المطلوب مائہ وینار تقبل بخلاف مالو کلا عند غیر القاضی خاص
 وتمام فیہا لہذا فیہ میں ہے کہ ایک شخص کو خصوصیت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سوا اس نے بھڑکایا مدعا علیہ سے ہزار درہم کا پھر موکل نے

وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اس کے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینا رہیں تو گواہی مقبول ہے یعنی اس واسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق ہوگا بخلاف اس صورت کے کہ اس کو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اس نے خصومت کی تو گواہی مقبول نہیں اور پورا بیان اس کا اسی کتاب میں ہے مابقی بیان بزازیہ اور کافی میں یوں ہے کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہ ہو اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور وکیل اپنی وکالت گواہوں سے ثابت کرے پھر موکل اس کو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اس کی مردود ہے ہر ایک اس حق میں جو وقت توکیل کے قائم ہے مگر جب کہ اس حق کی گواہی دے جو نیا پیدا ہوتا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخطا دی کما قبلت عندہا خلافاً للثانی شہادۃ آئین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لہما للشاہدین بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالبدین فی الذمۃ وہی تقبل حقوقاً شتی فلم تقع الشکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیت بغير عین کافی وصایا الجمع وشرعہ وشیخی ثم جیسے طریقین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصوں کی گواہی دو مردوں کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہے اس واسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہے ذمہ پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اس میں بخلاف اس وصیت کے جو غیر عین میں ہو چنانچہ جمع اور اس کی شرح میں ہے اور اس کا ذکر کتاب الوصایا میں آوے گا مگر دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ میں ثابت نہیں بلکہ شرکت مقبوض میں بعد قبض ثابت ہے اور وہ مانع شہادت نہیں بخلاف وصیت غیر عین یعنی اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اس کے واسطے ثلث میں وصیت کی ہے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ ان کا حق ترکیب ہے یعنی ثلث میں اور وہ دونوں فریق میں مقسوم ہے تو یہ گواہی ہوئی اس میں جو دونوں میں مشرک ہے اور اگر دونوں شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصوں کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اس میں شرکت نہیں۔ وکشاۃ وضمین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولة فی ظاہر الروایۃ کما لو شہد الوصیان علی اقرار المیت بشیء معین لوارث بالغ فقبل بزازیہ اور جیسے گواہی دو وصیوں کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا میں کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ میں چنانچہ اگر دو وصیوں نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہے کذا فی البزازیم وارث بالغ کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہیں بسبب تہمت کے کذا فی الخطا دی ولو شہد فی مالہ امی المیت لاختلاف لہما ولو لصغیر لم یکر۔ اتفاقاً وشیخی فی الوصایا اور اگر دو وصیوں نے میت کے مال میں گواہی دی تو مقبول نہیں بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا میں آوے گا کمالاً لقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح اسی نسخہ مجروح عن اثبات حق اللہ تعالیٰ اول بعد جیسے مقبول نہیں گواہی جرح مجروح یعنی اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہے اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے مگر جرح بالفتح اصطلاح شرع میں عبارت ہے اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ چنانچہ حد وحق العبد چنانچہ قدنف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجروح دہ سے جس پر دفع خصومت مشہود علیہ سے مرتب نہ ہو فتح القدیر میں ہے کہ جرح مجروح کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہیں ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضروری ہے کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہیں اس واسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار میں نہیں الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فسق اس کے دفع پر فی الحال قادر ہے تو بہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہے کہ مجروح اس گواہی کے شاہد فسق موجد ہے کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہیں بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دفع ضرر اشاعت میں منحصر نہیں اس طرح پر کہ بر ملا قاضی کی مجلس میں گواہی بلکہ اگر رؤسہ قاضی کو خبر دے تو بھی مطلب حاصل ہے انتہی وان تضمنتہ قبلت والا لا تقبل سوا اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول

ہے اور اس میں تو مقبول نہیں بلکہ بعد التعمیل و لو قبل قبلیت ای التعمیل قبل الاخبار و لو من واحد علی الجرح المحذور و کذا التعمیل المصنف تبعا لما قرره صدر
الشرعیہ و اقروہ ما خصودا و اخل تحت قولہم الدفع اسهل من الرفع و ذکر وجہ و اطلق ابن الکمال رد ما تمعنا لعمامة الکتاب و ذکر وجہ جرح مجرد پر گواہی مقبول
نہیں بعد ثبوت عدالت مشہورہ مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت یعنی مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک ہی شخص
سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے صدر الشرعیہ کے قرائد ادکیہ پیروی کر کے اور اسی کو ثابت رکھا ہے ما خصود نے دررغرو
میں اور داخل کیا ہے اس کو فقہاء کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہے رفع سے یعنی قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہے بعد ثبوت کے کاٹھانے
سے اور اس کی وجہ بیان کی ہے اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً مردود کہا ہے باتباع عامہ کتب فقہ اور اس کی وجہ مذکور کی ہے
م ما خصود نے وجہ یہی بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد کیوں مقبول ہے قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہیں مگر
نصاب شہادت در صورت کہ غیر مجرد ہو اس کا جواب تحقیقی یہ ہے کہ جرح مشاہد قبل تعدیل دفع ہے شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور
یہ دیانت کے باب سے ہے و لہذا اس میں خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعدیل کے دفع سے شہادت کا بعد ثابت ہو جانے شہادت کے یہاں تک
کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہے جب تک جرح معتبر ہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہے کہ دفع اسهل سے رفع سے اور یہی مجید ہے جرح
مجرد کے مقبول ہونے میں قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے مواد غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق
جہد کی احتیاج ہے انتہی اور ابن کمال نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ جرح مجرد پر اس واسطے گواہی مقبول نہیں کہ تحت حکم داخل نہیں اور گواہی اس
میں مقبول ہوتی ہے جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار میں اس کا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے
کہ ابن کمال اور ما خصود کے کلام میں لفظی خلاف ہے نہ معنوی اس واسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہے کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہیں اگرچہ قبل تعدیل
ہو تو مراد اس کی یہ ہے کہ وہ معتبر نہیں ہیں معنی کہ وہ ایسی شہادت ہیں کہ مطعون کو جہز قبول سے خارج کر دے اور بعد اس کے تعدیل مقبول نہ ہو
چنانچہ ابن کمال نے اس کو خود بطریق سوال اور جواب کے اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ فسق شاید خبر قبل ثبوت عدالت
قاضی کو مانع ہے قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو میں جواب دوں کہ ہاں مانع ہے لیکن یہ مانع اس سبب سے ہے کہ
کہ خبر فسق طعن ہے اس کی عدالت میں نہ اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہو گیا جس نے شاید دن کو جہز قبول سے ساقط کر دیا و لہذا اگر شاید
کہ عدالت ثابت ہو بعد اس کے تو ان کی گواہی مقبول ہے اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاید خبر شہادت سے ساقط ہو جائے اور مجال تعدیل
باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ما خصود کے اس کلام کا منافی نہیں کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہے اس واسطے کہ جرح اس نے یہ بھی کہا ہے
کہ اگر شاید عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ٹھہر اذانی الطحاوی مخصراً و ظاہر کلام الوافی و
عزنی زائدہ الخلیل الیہ اور علامہ وافی اور عزنی زائدہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے م علامہ وافی نے جو ابن کمال کی
طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی طرف شہادت در حقیقت شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد
تعدیل ہو بلکہ وہ خبر معنی ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اس کا تعلق نہ ہوا اس واسطے کہ اس باب میں
ابن کا ذکر ہے جس کی گواہی مقبول ہے اور جس کی مقبول نہیں تو ابہ کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں آتے
قبل تعدیل ہو انتہی اس واسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہ ہوتی تو اس قول کا بھی حاصل
خلاف لفظی کی طرف راجع ہو اذانی الطحاوی و کذا القہست فی حیث کمال و فیما فی القاضی لم یلتفت لہذا الشہادۃ و لکن یزکی الشہود منہ و یطہرنا

فان عدلوا قبلها و غراہ للمضرات اور اسی طرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اس واسطے کہ قہستانی نے کہا اور اس میں یعنی نقایہ کے کلام میں اس کا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کی طرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف و لیکن شہود مدعی کا ترکہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر ان کی عدالت ثابت ہو تو گواہی ان کی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے م نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاید معدول میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدول میں مقبول ہے (قولہ لم یلتفت الا ولی لا یلتفت کذا فی الطحاوی) و لہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہا لا قولہ قہتہ اور برجندی نے قبول شہادت کو دو صورت تعدیل میں لکھا کا قول بھڑایا ہے نہ امام کا سو خبردار ہوجام طحاوی نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہو چکا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ خلاف نقل ہے نہ معنی مثل ان لیشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المحرد بانہم فسقہ او زناۃ او اکلہ الربوا او مشربہ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں م جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربوا اور شراب خمر مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں سبب متقدم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقدم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گاہے بمعنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہ ہوا کہ شاید بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی تفسیق ہے او علی اقرارہم انہم شہدوا بزنا وراوا انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی ادا نہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعديل بل قبلہ در رواعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دیں کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعویٰ میں یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ در میں ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے مصنف نے م طحاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے و تقبل لو شہدوا علی الجرح المركب کا قرار المدعی بفسقہم او اقرارہ لشہادۃ ہم بزنا وراوا بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شایدوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے ان کی اجرت مقرر کی اس گواہی پر م جرح مرکب اس واسطے کہا کہ اس جرح پر رد شہادت مترتب ہے تو گواہ جرح اور جو اس پر مترتب ہوا اور وہ دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی اس واسطے مقبول ہوتی کہ شایدوں نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ بھڑے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اس کے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے ترفع نہیں ہوتا خزانہ اکل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود یا مبطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس بات سے ہے کہ اقرار اس کی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی کان فیہ الحق یعنی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جس میں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون فی قذوف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایتہ او قاذف و المتقذف یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذوف ہیں یا گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا اس کا باپ ہے کذا فی العنایتہ یا کہ شاید قاذف ہے اور حالانکہ مقذوف اس کا مدعی ہے او انہم زنا وراو و صفوہ او سر قوا منی کذا و بینہ او شرابوا الخ و لم یقادم العہد کما رمی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھوں نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چرایا اور مال مسروق کی اس نے تھہر جرح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شراب متقدم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شراب کے باب میں م حد شراب میں مذکور ہو چکا کہ شراب کا تقادم و تباب رتبت

یعنی بدیہیہ سے قبل ہے اور شریعت کا نظام ایک عین گز رہنے سے اوٹھلا النفس عذاب میں یا گواہی دی کہ خلدوں نے آدمی کو مار ڈالا جان
بوجہ کہ کذا فی الذی اور شریعت کا المذنی والذی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک میں مدعی کے اور حالانکہ جس میں دعویٰ سے فعال ہے مگر ادیس ہے کہ شہد
شریک مداخلت سے مدعی کا تو جو اس دعویٰ باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاید کہ اس میں غلط ہوگا اور میرا نہیں کہ شہد مدعی کا شریک ہے مدعی میں ہی
اس کا اقرار ہوگا کہ مدعی بدیہیہ اور شاید کہ ملوک ہے کہ الذی فتح القدر یا فادنا استا جرم بکذا البہا الشہادۃ واصلہم ذلک مما کان علی عندہ من ملال
ولولہ لقلتم قبل لہ محالہ الا بشار فیہ ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاید وہ کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے
اور ان کو اجرت دی اس مال میں سے جو میرا تھا مدعی کے پاس اور اگر یہ نہ کہے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب دعویٰ کرنے استیجار کے غیر شخص کے
واسطے اور حالانکہ اس کی ولایت نہیں غیر شخص پر یعنی قودہ مگر نہ محترم ام یعنی جب یہ کہے گا کہ اجرت میرے مال سے دی اس وقت شہود مدعی کی
گواہی موقوف ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوے استیجار کا قید نہ کر جرح مجرب ہے جو مقبول نہیں ادانی صالحہ تم علی کذا و
دفعۃ الیہم ای رشوة والا فلا صلح بالمعنی الشرعی ولو قال لم اذہم فیصل علی ان لا یلشہدوا علی زورا وقد شہدوا زورا وانا اطلب ما اطلبتم یا
گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے میں نے صلح کی تھی بعض اتنے مال کے اور وہ مال ان کو بطور رشوت کے میں نے دیا تھا اس شرط
پر کہ مجھ پر جھوٹ گواہی نہ دیں ساتھ اس کے انھوں نے جھوٹ گواہی دی اور میں ان سے طلب کرتا ہوں وہ مال جو ان کو میں نے دیا تھا جرح لے کہا
کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نہ کرے گا تو صلح بمعنی شرعی ثابت نہ ہوگی اور اگر کہے کہ صلح کر کے میں نے مال نہیں دیا تو گواہی مقبول نہیں و
انما قبلت فی ہذا الصور لانہا حق الہاد والعبد لست الحاجۃ لایجادہما اور ان امور تو میں تو گواہی اسی واسطے مقبول ہے کہ امور مذکورہ یا
حق الہیہ حق العبد ہیں تو دونوں حقوق کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل ظہر مخرج من مجلس القاضی ولم یصل المجلس
ولم یکن بہا المشہود حتی قال اوہم ان خطا بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادۃ بحجج ما شہد بہ لوعدا لا ولوبعد القضاء وعلیہم توی
خالیہ و بھر گواہی شہادہ مال نے سوہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہیں ہوا اور مجلس بھی دراز نہیں ہوئی اور مدعی نے اس کی تکذیب نہیں کی یہاں تک کہ
شہادے کہا کہ میں نے خطا کی بعض شہادت میں اور حالانکہ دونوں قولوں میں مناقضہ نہیں تو اس کی گواہی مقبول ہے سب چیز میں جس کی اس نے
شہادت دی بشرطیکہ شہادہ مال ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر مبنی قبول بعد قضایہ پر قوی ہے کذا فی الذی و البوم خطا بعض
شہادت خواہ زیادت ہو خواہ نہ تھا ان زیادت اس طرح کہ ہزار دہم کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا حقیقت میں یا کھ مسودہ میں اور کی یہ
مثال سے کہ پانچ سو کی گواہی دی پھر بولا کہ میں بھول گیا وہ تو ہزار دہم کی گواہی بشرط طہالت شہادہ دونوں صورتوں میں مقبول ہے اس واسطے
کہ عیب مجلس قضاء سے گئے ایسا ہوتا ہے کذا فی الذی عدم مناقضۃ کی قید اس واسطے لگائی کہ دو صورت تناقض شہادت چنانچہ اول یوں
گواہی دی کہ وہ چیز زید کے پیر بولا کہ میں نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی قلت مکن جبرۃ للعتی نطقی قبول قول اوہم
وانہ یکنی ہا انا دیو غلبہ السری وغیرہ و ظاہر کلام ملا کل و سعدی ترجمہ قتبہ و تبصر میں کتاہوں یکسو جبارت ملتی الا ہجر اس کی معنی ہے کہ شاید
یوں کہنا کہ میں نے خطا کی مقول ہے اور اس کی کہ باقی کا حکم ہوگا اور یہ قول شری وغیرہ کے نزدیک حتمی ہے اور اکل اور سعدی کا ظاہر کلام اس
قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے تو خود انا ہر شہادہ ہر جہاں شہادہ ملا مستدا کہ ہے معنی ہے کہ یوں کہ اس قول میں صریح اختلاف ہے بلکہ میں ہاں کہ
کذا فی الذی و فی الذی التبریہ میں ہے کہ گواہی کی ہندہ سو کا تو شاید نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا اس کا حق تو پشیمانہ سو ہے تو
اسی اختلاف سے انھوں نے کہا کہ سب کا حکم ملے گا یعنی ہندہ سو کا اور انھوں نے کہا فقط باقی کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا یہاں تک کہ اگر ہزار کی

نے گواہی قائم کی کہ اس کے مولیٰ نے اس کو اپنے مرض الموت میں مدبر کیا اور حال کہ وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثوں نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لڑائی کی گواہی مقدم ہے اور اس طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی تصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصوصیت کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدر ولو قال الشہود لا ندی کان فی صوۃ او مرض جنون علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ طلاق یا حلق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جب کہ مدعی صحت کا دعویٰ کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی المختار ولو قال الواحد کان یسدی یسدی حق یشہد انہ کان صحیح العقل ہذا زیۃ اور اگر وارث نے کہا کہ عورت بدحواس ہذیان گو تھا تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی یہاں تک کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البرازیۃ وبنیۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بنیۃ الطووع ان اخادع تارخہا فانما اختلاف اولیٰ وید خافینہ الطووع اولیٰ لملقط وغیرہ واعتدہ المصنف وابنہ وغری زادہ وادار اقرار مقررین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طمع اور مضامندی کی گواہی سے اگر شہدین نے تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو مضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اس کے فرزند شیخ صلح اور غری زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شارع کے بنیۃ الفساد اولیٰ من بنیۃ الصوۃ شرح وہبانیۃ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیۃ م طحاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا مشغفین کے ساتھ و فی الاشباہ اختلاف المتبائعان فی الصوۃ والبطلان فالقول بمدعی البطلان و فی الصوۃ والفساد بمدعی الصوۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے م مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کم تر من سے قبل ادا کرنے میں کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اس کے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحاوی و فی الملقط اختلاف فی البیع والربح فالربح فالبیع اولیٰ اور ملقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور ربح میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلاف فی البیات والوفاء فالوفاء اولیٰ واستحسانا دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفاء میں تو بیع الوفاء کا قول اولیٰ ادا قدم سے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتہا غیر ہم یقبل کان شہیدا بالدار بلا ذکر انہا فید الختم شہدا بہ اخوان شہادت قاصدہ کو پورا کر دیا اور شہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شہدوں نے گواہی دی کہ مدعی کا بیع بدو اس بیان کے کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے میں ہے سودا اور شہدوں نے اس کی گواہی دی م دونوں گواہیوں میں اس واسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے کہ مدعی علیہ معی صحت سے ملے مدعی کے اثبات میں کذا فی الدر او شہدا بالملک فی الحدود و اخوان ہا حدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور ان کے سوا اور دو شہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرطل بعینہ فشد اخوان اذا لمسی بدور یا دو شہدوں نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حال کہ دونوں شہداس سود کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو وہ حدود شہدوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص مسی باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدر یعنی یہ نام اور نسب فلاں نے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد و احد قتال الباقون نحن شہد کشرہادہ لم یقبل حتی یشک کل شہد بشہادۃ و علی الفتویٰ ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شہد کی گواہی کے ساتھ تو مقبول رہو گی بلکہ کہ ہر شہداس کی گواہی کو قبول ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے شہادۃ الثقی المتواتر مقبول لقی متواتر کی گواہی مقبول ہے م یعنی اگر نفعی متواتر

ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعویٰ متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہ ہوگا اور اس کے فرائض ذمہ کا حکم ہوگا تاکہ اس کی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہ ہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اس کا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحاوی والشہادۃ اذ اطلت فی البعض بطلت فی الكل الا فی عبد بن مسلم و نصرانی ف شہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی بطل ہو بعض میں توکل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سود و نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھی فی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول معتمد محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بھائی ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی ہے کذا فی الطحاوی عن الطہیری قلت وزاد محشیہا خمسة اخری مغزیۃ للبرازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں برازیہ سے نقل کر کے م از اں جملہ یہ ہے کہ نقطہ سے کافر اور مسلم کے قبض میں ہو صاحب نقطہ نے دو مشاہد کافر اس پر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور از اں جملہ یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اس کے دو بیٹوں نے اس کا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ یردین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور از اں جملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کام اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعویٰ کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو یعنی ہذا الباب علی اصول مقررة اس باب کے مسائل کی بناء احکام حین قواعد مقرره پر ہے م بنی مصدر می سے نہ اسم مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعویٰ بخلاف حقوق تعالیٰ من جملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعویٰ کے بخلاف اللہ تعالیٰ کے حقوق کے کہ وہ دعویٰ پر موقوف نہیں م یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحاوی ومنہا ان الشہادۃ اکثر من المدعی باطلہ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور از اں جملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعی سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کم تر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کم تر میں م جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اس کا مکتذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل سے بخلاف اقل کے کہ اس میں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید للثبوت من الاصل و الملک بالسبب مقصر علی وقت السبب اور از اں جملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جس میں ملک کا سبب مانند خرید یا کہنہ مذکور نہ ہو وہ زیادہ تر سے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے م ملک مطلق اس واسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث سے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہونے والے سے نہ تھی بخلاف مطلق طحاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقبل نہیں بلکہ قاعدہ سابق کی فروغ میں سے ہے ومنہا ان الشہادۃ فی لفظا و معنی

دو امر احکام الشہادۃ الدعوی معنی فقط و سبب اور ازاں جملہ موافقت شہادت میں سے یعنی ایک شاید کی گواہی دوسرے شاید کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعویٰ سے فقط معنی میں ہر دو ایک ہے اور یہ آگے واضح ہو گا کہ شہادت اور دعویٰ کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادت میں کہ اس میں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضروری ہیں تو اس سے معلوم ہو گا کہ وقایہ کی جہارت کی نفی نہیں کہ اس میں موافقت شہادت کی دعویٰ کے ساتھ اتفاق شایدین کے مانند لفظاً اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر

تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوفیہا علی مطالبہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم لکل الدعوی موجودہ مقدم ہونا دعویٰ کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عبادت کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصلاً نہ ہو بلکہ کلاً ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اس میں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصوصیت ہے تو گویا دعویٰ موجود ہے مہم جب اقامت حق شروع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاید بھی اس میں داخل ہے تو شاید گویا مدعی شہادہ اعتبار وجوب اقامت کے اور شاید ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا اوافقتا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا تو افقتا لا قبل وذا احد لاقول للتقدم جب کہ شہادت دعویٰ کے مطابق ہو گئی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعویٰ نہ ہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے مہم شارع نے تقدم دعویٰ کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اس کو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتبع صاحب درر کے واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعویٰ کو اس باب میں غلط نہیں فلوا دعی ملکاً مطلقاً فشدیدہ بسبب کثرۃ اوارث قبلت کونہا بالکل مساوی تطابق معنی کا مہم تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا مہم شاید وہ نے ملک یا بسبب کی گواہی دی چنانچہ خریدار ارث یعنی مثلاً مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس گھر کا ملک ہوں اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاید نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کو خرید کیا یا ارث میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کہ مہم تو دعویٰ مدعی سے تو دعویٰ اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ میں مہم شارع نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا باتبع صاحب کثر اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں سے نفع القدر سے اور خود شارع اس کو عنقریب ذکر کرے گا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الجلبی و عکسہ بان ادعی بسبب و شہداً بطلق لا یقبل کونہا بالکثر کا مہم اور بالعکس اس کے اس طرح کہ دعویٰ کیا ملک مقید کا اور طلبہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعویٰ سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعویٰ سے تو مقبول نہیں قلت و ہذا فی غیر دعویٰ ارث و نتائج و شرائع من جہول کا بسطہ الکمل میں کہتا ہوں اور یہ یعنی ملک بسی کے دعویٰ میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہ ہونا دعویٰ ارث اور نتائج اور باطل جہول سے خرید کرنے کے سوائے میں سے چنانچہ اس کو مشرع بیان کیا ہے کمال الدین نے نفع القدر میں مہم اگر دعویٰ کیا ملک بالارث کا اور شاید نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی سے بقول مشہور مذکور اور اگر نتائج کا دعویٰ کیا یعنی یوں دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ مطلق اقل ہے نتائج سے اس واسطے کہ مطلق مقید اولیت سے بطریق احتمال اور نتائج بطریق یقین مقید اولیت سے اور اگر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خرید کیا اور باطل کا ذکر نہ کیا یا یوں کہا کہ میں نے اس کو ایک مرد سے خرید کیا اور شاید نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی الخ فالجلبی و عکسہ و عکسہ فی البحر الرائق میں تیس صد توں کو استثنایا ہے مہم یعنی اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے

ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعویٰ متعلق بر مکان یا زمان مذکور مسموع نہ ہوگا اور اس کے فرائض ذمہ کا حکم ہوگا تاکہ اس کی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہ ہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضاء میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی المنفی کی وجہ عدم قبول ہے ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اس کا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحاوی والشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی کل الا ان عبد بن مسلم و نصرانی فشهد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی بطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سود و نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول مقدمہ محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی ہے کذا فی الطحاوی عن الظہیری قلت وزاد محشیہا خمسة اخرى معزۃ للبرازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں برازیہ سے نقل کر کے م ازاں جملہ یہ ہے کہ لفظ سے کافر اور مسلم کے قبض میں ہو صاحب لفظ نے دو مشاہد کافر اس پر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اس کے دو بیٹوں نے اس کا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ یردین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا م اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعویٰ کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو یعنی ہذا الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بناء احکام حین قواعد

مقررہ پر ہے م مبنی مصدقہ می سے نہ اسم مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعویٰ بخلاف حقوق تعالیٰ من جملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعویٰ کے بخلاف الذل تعالیٰ کے حقوق کے کہ وہ دعویٰ پر موقوف نہیں م یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحاوی ومنہا ان الشہادۃ باکر من المدعی باطلہ بخلاف الاقل للاتفاق فی احوال ازاں جملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعی سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کم تر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کم تر میں م جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اس کا مذبذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل سے بخلاف اقل کے کہ اس میں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید للثبوت من الاصل و الملک بالسبب مقصر علی وقت السبب اور ازاں جملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جس میں ملک کا سبب مانند خرید یا کنہ مذکور نہ ہو وہ زیادہ تر سے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے م ملک مطلق اس واسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث سے کذا فی الفتح یعنی اب یہاں پہلی اولیٰ سے نہ تھی بخلاف مطلق طحاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقبل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروغ میں سے ہے ومنہا مواظبہ الشہادۃ فی لفظا ومعنی

و موافقت الشہادۃ الدعویٰ معنی فقط و سیکھ اور ازاں جملہ موافقت شہادتیں سے معنی ایک شہاد کی گواہی دوسرے شہاد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعویٰ سے فقط معنی میں ضرور ہے اور یہ آگے واضح ہو گا کہ شہادت اور دعویٰ کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتیں کس میں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضروری ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کی نفی نہیں کہ اس میں موافقت شہادت کی دعویٰ کے ساتھ اتفاق شہادین کے مانند لفظاً اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر

تقدم الدعویٰ فی حقوق العباد شرط قبولها لتوضیحا علی مطالعہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتها علی کل احد فکل احد خصم لکما الدعویٰ موجودہ مقدم ہونا دعویٰ کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عبادت کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصلاً نہ ہو بلکہ کلاً ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اس میں تقدم دعویٰ شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے شخص پر تو ہر مسلمان صاحب بصورت ہے تو گویا دعویٰ موجود ہے م جب اقامت حق ضرور ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاید بھی اس میں داخل ہے تو شاید گویا دعویٰ ضرور باعتبار وجوب اقامت کے اور شاید ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقنا ای وافقت الشہادۃ الدعویٰ قبلت والا تو افقنا لا تقبل و ہذا اصول للتقدم جب کہ شہادت دعویٰ کے مطابق ہو گئی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعویٰ نہ ہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد مقدمہ سے م شارع نے تقدم دعویٰ کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اس کو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب درر کے واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعویٰ کو اس باب میں نہیں فلو ادعی ملکاً مطلقاً فشد بہ بسبب کثرۃ ادارت قبلت کونہا بالاکمل مساوی تطابقاً معنی کامر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا سو شاید وہ نے ملک یا بسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلاً مدعی نے دعویٰ کیا کہ میں اس گھر کا ملک ہوں اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاید نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کو خرید کیا یا ارث میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کہ تردعی مدعی سے تو دعویٰ اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد مقدمہ میں م شارع نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا باتباع صاحب کثر اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں سے نفع القدر سے اور خود شارع اس کو عنقریب ذکر کرے گا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلی و عکسہ بان ادعی بسبب و شہداً بطلاق لا تقبل لکونہا بالاکثر کامر اور بالعکس اس کے اس طرح کہ دعویٰ کیا ملک مقید کا اور طلبہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعویٰ سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعویٰ سے تو مقبول نہیں قلت و ہذا فی غیر دعویٰ ارث و متاع و شرا من مجهول کا بسطہ اکمل میں کہتا ہوں اور یہ یعنی ملک بسبب کے دعویٰ میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہ ہونا دعویٰ ارث اور متاع اور بالغ مجهول سے خرید کرنے کے سوائے میں ہے چنانچہ اس کو مشرع بیان کیا ہے کمال الدین نے نفع القدر میں م اگر دعویٰ کیا ملک ہا ارث کا اور شاید نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی سے بقول مشہور مذکور اور اگر متاع کا دعویٰ کیا یعنی یوں دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ مطلق اقل ہے متاع سے اس واسطے کہ مطلق مقید اولیت سے بطریق احتیال اور متاع بطریق یقین مقید اولیت سے اور اگر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خرید کیا اور بالغ کا ذکر نہ کیا یا یوں کہا کہ میں نے اس کو ایک مرد سے خرید کیا اور شاید وہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی الخ الحلی بصرف داخل فی الامر شائع و مشہور بحر الرائق میں نہیں مہر توں کو استثنایاً کیا ہے م یعنی اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے

اگر دعویٰ سے موافق ہو اور اگر موافق نہ ہو تو مقبول نہیں بحر الرائق میں تین صورتیں مستثنیٰ کی ہیں طحاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اس کو متن کے اس قول کے بعد (فاذا وافقہا قبلت والا لا) مذکور کرنا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے من جملہ صورتیں مذکورہ چار صورتیں وہ ہیں جو شارح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت میں مذکور کرے گا اور بائیسویں صورت شرعاً من المجہول سے جو مذکور ہو چکی انتہی مختصراً وکذا یجب مطابقت الشہادین لفظاً ومعنی اور اسی طرح مطابقت شہادین کی لفظاً اور معنی واجب ہے مام اعظم کے نزدیک تطابق شہادین لفظاً اور معنی شرط ہے اور لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادہ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد سبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر وزاد ابن المصنف فی حاشیہ علی الاشباہ ثلاثۃ عشر آخر ترکہا حشیۃ التطویل مگر بالیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں مشرح مذکور ہیں مطابقت شرط نہیں اور مصنف کے فرزند شیخ صدر نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر سے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں میں نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا م یعنی اس مقام میں بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہیں کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر میں مذکور کر چکا ہے بطریق الوضع لا التضمن والکتبنا بالموافقۃ المعنویۃ وہ قالت لثلاثۃ تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کیا ہے اور یہی مذہب سے ائمہ ثلاثہ باقیہ کام وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زہرہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ دونوں لفظ متباین ہیں اگرچہ لازم واحد یعنی مینونت میں مشترک ہیں اس واسطے کہ لغت میں خلیہ کے معنی غیر معنی بریہ ہیں کذا فی البحر ولو شہدا حدیما بالنکاح والاخر بالتزویج قبلت لاحتیاد معنایہما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں م مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اس کا مرادف یعنی ہم معنی دکن الہبۃ والعطیۃ ونحوہما اور اسی طرح سبہ اور عطیہ اور ان کے مانند کی گواہی مقبول ہے م مانند سبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابراہین کا دعویٰ کیا تو ایک گواہ نے ابراہین کی گواہی دی اور دوسرے نے سبہ یا تصدق یا تمیک کی کذا فی الطحاوی ولو شہدا حدیما بالعت والآخر بالغین او مائۃ و مائتین او طلقہ و طلقیتین او قلت ردت لاختلاف العین اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے کے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک بار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی مقبول نہیں م دوسرے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے م صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پرتفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو مضمون میں اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو مجتمع علیہ ثابت ہے نہ منفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اور اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو ادعی غصباً او قتلًا فشدھا حدیما بہ والاخر بالاقرار بہ لم تقبل چنانچہ اگر دعویٰ کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں م اس واسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شہدا بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے م اس واسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعویٰ میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادین میں اور شہادت اور دعویٰ میں تطابق ویسا شرط نہیں جو شہادین میں شرط ہے کذا فی الطحاوی بتصرف وکذا لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفاشہدا حدیما بالدفع والاخر بالاقرار بہا لا تسع للجمع بین قول وفعل قینۃ اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا

فصل کے ساتھ اس طرح کہ دعویٰ کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسطور نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القیۃ جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظا کتباۃ احدہما بیع او قرض اطلاق او عتق والاخر بالقرارہ فیقبل لا اتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فاد لیقول فی الانشاء بعت واقرضت و فی الاقرار کنت بعت واقرضت فلم یمنع القبول مگر جب کہ اقرار اور انشاء متحد ہو جہوں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہے جیسا کہ ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا قرض یا قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغۃ انشاء اور اقرار کے یعنی تفرقات مذکورہ میں انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اس واسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقرضت اور قرض میں مقرر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو قبول شہادت کا مانع نہ ہوا جماد صیغۃ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغۃ اقرار کے سے والاقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ سے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اس کے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی الطلاق بخلاف شہادۃ احدہما بقتلہ عذ البیعت والاخر بالسیکین لم یقبل لعدم تکرر الفعل تکرر الآلة محیط و بشر بن لایۃ بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے فعل کے آہ قتل کی تکرر سے کذا فی المحيط والشر بن لایۃ لم یقبل و احد یعنی قاتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایک بار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے ملے نے کہا بہترینوں تھا کہ شارع کہتا شر بن لایۃ عن المحيط اس واسطے کہ شر بن لایۃ یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے و یقبل علی الف فی شہادۃ احدہما بالف والاخر بالف وماتۃ ان ادعی اللدنی الا کثر لا الاصل لان یلحق باستیفاء او ابراء لان کمال اور گواہی مقبول سے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنی ہزار کا مگر اس صورت میں جب کہ مدعی توفیق کرے استیفاء یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعویٰ کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہوں گے اس واسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو میں منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعویٰ کرتا ہو تو مقبول نہیں اس واسطے کہ مدعی کذب ہے اس شاہد کا جس نے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الددرہاں اگر مدعی اس طرح توفیق بیان کرے کہ واقع میں میرے گیارہ سو تھے سو میں سو درم لے چکا یا میں نے اس کو معاف کر دیا تو دعویٰ اقل میں بھی گواہی مقبول ہے و ہذا فی الدین اور یہ یعنی اشراط موافقت بین الشہادین لفظاً بحسب وضع دین کے دعویٰ میں ہے تو اسم اشارہ اس کی طرف را جمع سے جو اصول سابق سے معلوم ہے کذا فی الطوطی و فی العین فیقبل علی الواحد کما لو شہد واحد ان بنی العبدین لہ آخر ان ہذا القبلت علی البعد الواحد الذی اتفقا علیہ اتفاقاً دراد دعویٰ میں گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اس ایک غلام پر جس پر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الددرہ من المحيط و فی العقد لا یقبل مطلقاً سواء کان للذی اقل المالین او اکثرہما مزی زلہ اور اثبات عقد میں کی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعویٰ اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزیزی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الددرہ ثم فرع علی ہذا الاصل بقول قلو شہد واحد بشراء عید او کتابتہ علی الف واخر بالف و خمس مائة روت لای فی القصود اثبات العقد ہو بختلاف باختلاف البدل فلم یم لم یقبل علی کل واحد من صنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنا اس قول سے سوا اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اس کے مکاتب ہونے کی ہزار درم

پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اس واسطے کہ یہاں مقصود اثبات ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہ ہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہ ہوئی ہر واحد پر ہم عقد مختلف ہوتا ہے اختلاف بدل سے اس واسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مذبہ ہے کذا فی الدرر ومثلہ العتق بال مال والصلح عن قود والرسن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأة لفت ونشر مرتب اذ مقصود ہم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رسن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی ہو صلح میں اور راہن رسن میں اور خلع میں مدعی ہو شارح نے کہا عبارت تن میں لفت ونشر مرتب سے عتق وغیرہ مانند بیع اس واسطے ہوا کہ مدعیوں کا مطلب اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہ ہوئی وان ادعی الآخر کالمولی مثلاً فکد دعوی الدین اذ مقصود ہم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولی مدعی ہو تو دعوی دین کے مانند ہے اس واسطے کہ مدعیوں کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالیین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالیین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا تو وضع دعاوی مذکورہ اس طرح ہے کہ غلام کے مولی نے کہا کہ میں نے تجھ کو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درم پر یا ولی قصاص کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتیں کذا فی الدرر والاحیاء کا بیع لونی اول المدۃ للحاجۃ لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مد میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے م یعنی اگر مستاجر یا موہر نے دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اس کے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہ ہوگا مانند بیع کے اس واسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہ ہوگا کذا فی الفتح وکالدین بعد ما لو ادعی الموہر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گزر جانے کے بعد اگر موہر مدعی ہو اور اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی سے بالاتفاق ہم دعوی موہر میں بعد تسلیم عین موہر اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہے تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور موہر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اس واسطے کہ موہر کا کچھ مقصود نہیں بعد مدت کے سوائے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالا جماع عقد کا دعوی ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اس کے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہ ہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح ورحمہم اللہ بالاقول ای بالف مطلقاً استحساناً خلافاً لہما اور صحیح ہے نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کہ ان کے نزدیک نکاح باطل ہے م وجہ استحسان یہ ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اس میں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں یعنی مال میں اختلاف ہو تو اقل المالیین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالفرض قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ الجبر بشہادۃ ارث بان یقولوا مات وترکہ میراثاً للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جبر میراث کا بیان کرنا لازم ہے اس طرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اس نے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہم جبر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے متروکہ میں دلہذا مورث لوٹ ہی میں وارث پر استبرار واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور عقد وعتاق ہے نقل کا تا استحباب حال مثبت نہ ٹھہرے اور ابو یوسف کے نزدیک جبر میراث لازم نہیں اس واسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور مطلق

کے موت سے پہلے وہ بیسبب عیب کے کر سکتا ہے تو ملک بھڑک کی گواہی بعد ملک وارث کی گواہی سے الا ان لشہدا بملکہ عند موتہ
 اویدہ اویدہ من یقوم مقامہا کر سکتا جو مستعبر و غصب و مودع یعنی ذلک عن الجہلان الایدی عند الموت تنقلب ید ملک بواسطہ الضمان
 فاذا ثبتت الملك لم یبق لک من مودع جرمیراث لازم ہے مگر یکہ شاہدین گواہی دیں مودث کے ملک کی اس کے مرنے کے وقت یعنی یوں کہیں کہ مودث
 تلمرگ اس کا ملک بنا یا اس کے ماتہ کی یعنی اس کے قبض اور تصرف کی گواہی دیں یا اس شخص کے قبض اور تصرف کی گواہی دیں جو مودث کے
 قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا قاصب یا امانت دار تو یہ یعنی شہادت ملک یا قبض معنی ہے بیان جرمیراث سے اس واسطے
 کہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب یعنی ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب مودث کی ملک ثابت ہوتی تو جرمیراث صریح ثابت
 ہو گئی م تا وقت موت قبضہ ثابت ہو تا مثبت ملک ہے اس واسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک
 لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے
 مچائے تو مفسوب اور ودیعت اس کی ملک ہو جاتی ہے اس پر ضامن واجب ہو کر شرعاً کذا فی الفتح ملاحظہ فرمائیے در میں گہاتا موت قیام تصرف
 دلیل ملک عیت سے بواسطہ ضمان کے اس واسطے کہ ظاہر حال مسلم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر مفسوب اور امانت اس کے پاس ہوتی تو ایسے
 وقت تا ذلک میں بیان کر دیا پھر جب اس نے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اس کے تصرف میں تھا سو اس کا ملوک تھا انتہی ملخصاً ولا بد مع الجہر
 المذكور من بیان سبب الوراثة ویان انه اخوه لابیہ و امہ و لا حد ہما و نحو ذلک فلیبرہ اور شہادت میراث میں جرمذکور کے ساتھ بیان کرنا
 سبب وراثت فزونی ہے یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا بیچا اور یہ بیان ضروری ہے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط بھائی
 بھائی ہے یا ماوری اودا بند اس کے کذا فی الفہرہ صہ اور مولیٰ کی شہادت میں یوں کہنا ضروری ہے کہ مدعی مولیٰ ہے میت کا جس نے اس کو آزاد
 کر دیا اور کوئی اس کا وارث نہیں سوائے اس کے اس واسطے کہ لفظ مولیٰ مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحاوی و بقی شرط ثالث و ہوقول
 الشاہد لا وارث الا اعملہ و اذانیہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی اور وہ یہ قول ہے شہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوائے
 مدعی کے یا میں کسی وارث کو نہیں جانتا سوائے اس کے والرابع و ہوان یدک الشاہد للمیت والاقبالہ لعدم معانیۃ السبب ذکر ہما البزازی اور
 باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معانہ سبب ملک کی شرط ثالث اور
 رابع کو بزازی نے ذکر کیا و ذکر اس اسم المیت لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں و ان شہد بیدعی سواء قالوا متہم
 اولاً و ثانیاً لقیامہا ببول التتبع یدالی اور اگر شہد بیدعی نے شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شہدین نے یوں کہا کہ ایک مینے ایک
 سال سے قبضہ تھا یا یوں نہ کہا تو گواہی مقبول نہیں بسبب قائم ہونے گواہی بامر محمول سبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے م یعنی مثلاً ایک گھر
 ایک مرد کے قبضہ میں ہے سو دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ وہ سابق میں مدعی کے قبضہ میں تھا تو مقبول نہیں
 بسبب جہالت مشہور ہے کہ اس واسطے کہ مثل سے کہ اس کا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی بسبب ملک
 کے حکم دے گا کہ میرا ہے کو دیا جاوے کذا فی اللہ بخلاف مالو شہد انہما کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شہدان
 اقر انہ کان فی ید المدعی دفع مدعی علیہ لا تبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شہدوں نے گواہی دی کہ
 مثلاً گھر صلی کا ملک تھا یا مدعی نے اس کا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شہدوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض
 میں تھا تو یہ مدعی کو دیا جائے گا بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقرب مبطل اقرار نہیں ہے یہ صحت میں دلالت کی وجہ یہ

سے کہ ملک منقضي کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر شخص کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت انتقال اور مقربہ یعنی جس کا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مہول ہے معلوم نہیں کہ اس کے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ دانے کے حق میں نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق میں مدعی کے قبضے میں تھا تو قاضی حکم کرے گا کہ مدعی کو تسلیم کرے اس واسطے کہ انسان کا اقرار اس کی ذات پر محبت ہے بعد اس کے اگر مدعا علیہ دعویٰ کرے کہ اس کے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا تو اس کی گواہی سے ثابت کرے کذا فی السطحاوی تبصرہ والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضي مقبولة لا بالیید المنقضية لتتوخ الیہ لا الملک بزازیۃ اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضي کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضي کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البرازیۃ م قبض منقضي سے زندہ کا قبض مراد سے نہ قبض میت کا اس واسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ کذا فی السطحاوی ولو اقر ان کان بید المدعی بغیر حق بل کیون اقرار الہ بالیید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اس کا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض میں نہ تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہیں قول مفتی بیہے کہ ہاں یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر بعد اس کے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروغ مسائل ملحقہ شارح کے شہاد باللف و قال احداً قضی خمس مائۃ قبلت بالفت الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدوں نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانچ سوا دیکھے ہیں تو ہزار میں گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اس شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی پانچ سو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانچ سو میں مقبول ہوگی م اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہ ہوگی ہزار کی شہادت میں بلکہ تکذیب اس شہادت میں ہے جو اس کی حضرت میں واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں ولا یشہد من علمہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دانست سے یہاں تک کہ مدعی اس کا اقرار کرے م تبیین اور کافی میں ہے کہ پورے ہزار کی گواہی دے جب اس کو معلوم ہو کہ مدیون نے اس میں سے پانچ سوا دیکھے ہیں تا وقتیکہ مدعی یا پانچ سو قبض کرنے کا اقرار نہ کرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہ ہو کذا فی العالمگیریۃ شہد ابسرقۃ بقرة واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستنظر صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدوں نے نیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اس کے رنگ میں تو سارق کا قطعید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہے تو رنگت میں دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اس کا اختلاف مانع شہادت نہیں وبذا اذالم یدکر المدعی لونها ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنی عدم اعتبار رنگ اس وقت ہے جب کہ مدعی اس کی رنگت مذکورہ کی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ ذکر کرے گا تو بالاثاق گواہی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مذب مٹھڑے گا ادعی المدیون الا ایصال متفرقا وشہادۃ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہیامیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعویٰ کیا بطریق اولیٰ متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یک بارہ کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی الوسیانیۃ شہد فی دین الحی بانہ کان علیہ کذا تقبل الا اذا ساہلہما الخضم عن بقاۃ الآن فقالا لاندیری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولامات وہو علیہ بحر شاہد نے گواہی دی زندہ کے دین میں اس طرح کہ اس پر اتنا دین تھا تو مقبول ہے مگر جب کہ مدعا علیہ نے شاہدوں سے اب تک بقائے دین کا سوال کیا تو شاہدوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں تو گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یوں نہ کہیں کہ وہ مر گیا اور دین اس پر موجود ہے کذا فی البحر قلت وینخالفہافی معین الحکام من ثبوتہ ببحر بیان سببہ وان لم یقولامات علیہ دین اتہمی والا احتیاط لا یحییٰ میں کہتا ہوں بحر الرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام میں ہے ثابت ہو جانے دین سے بحر بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مر گیا اور دین اس پر موجود ہے اتہمی اور احتیاط مخفی نہیں م یعنی بحر الرائق کے قول میں احتیاط ہے تاکہ مال میں تو فیہرے وارثوں کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحر الرائق کا قول ضعیف

سے اور احتیاطاً احسن میں اس قدر کافی ہے کہ غصہ سے قسم لی جاوے باوجود شہادت کے کذا فی الخطا وی اوی ملکالی الماضی و شہادہ فی الحال لم قبل فی الماضی کا شہد بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعویٰ کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول صحیح میں چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین م ادا نے ملک ماضی قرینہ ہے نفی ملک فی الحال کا اسکا کہ بدل کا کچھ قائم نہیں اشہاد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الخطا وی عن جامع الفصولین :

باب الشہادۃ علی الشہادۃ | یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا م شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت ہدیہ ہے اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ میں لیکن فقہان نے بدیل استحسان اس کو جائز رکھا ہے بسبب حد

حاجت کے اس واسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادا نہ شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز ہو تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ کثرت ہو یعنی فروغ کی شہادت پر شہادت پھر ان کی گواہی کی شہادت پر شہادت و علی ہذا القیاس کذا فی الدرر المختار ہی مقبولہ وان کثرت استحساناً فی حق علی الصبح الا فی حد و حدود سقوطہما بالشہادۃ شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروغ میں کثرت اور تعدد ہو مقبول ہے بطریق استحسان کے ہر حق میں بقول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہونے والوں کے خبر سے و ہذا الا شہاد مطلقاً اور جائز ہے شاہد کرنا ہر طرح سے یعنی بعذر و بلا عذر مخرجات

المقتضی میں سے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہ ہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروغ گواہی دی لیکن لا تقبل الا بشرط تعدد حضور الا فصل بموت ای موت الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعدد حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجع سے و ما قلہ القہستانی عن قضا النہایۃ فیہ کلام فائدہ نقد عن النہایۃ عنہا و ہو خطا و العنا

ماہنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اس میں کلام ہے سو قہستانی نے اس کو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ میں خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں ہے م قہستانی نے کہا لیکن نہایہ ذخیرہ کی کتاب القضا میں ہے کہ اصل جب مرجع سے تو اس کی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیات اصل کی شرط ہے انتہی جلی نے کہا کہ تو نے عبادت کی دیکھی اس میں نقل نہایہ خانیہ سے نہیں خطا وی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا (فائدہ عنہما عن النہایۃ) چنانچہ خود شارح نے اس کی تصریح کی ہے شرع متقی میں اتنی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا اور مرض او سفر و اکسفی الثانی بلیبۃ بحیث یتعذر ان یمیت بالبد

استحسانہ غیر واحد فی القہستانی و السراجیۃ و علیہ الفتویٰ و اقروہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے اس طرح کہ متعذر ہو اس کو اپنے لوگوں میں رات کا پہنچنا اور پسند کیلئے اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ میں ہے اور اس قول پر فتویٰ ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضائے حاضر نہ ہو سکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور ہی قول ظاہر الروایت ہے تاہم خانیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادا نہ شہادت کے واسطے ہائے اور اپنے گھر میں رات تک نہ آ سکے تو اشد عجز

ہے اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ میں ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی العالگیریۃ او کون المرأۃ محذوق لا تخطط الرجال وان قرحت لحاجۃ و عام غنیۃ یا حضور اصل متعذر ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ لٹین ہجودوں سے حیائیت نہ کرتی ہو اگرچہ حاجت اور عام کے واسطے نکاحی ہو کذا فی القینۃ و فیہا لا یوز الا شہاد و سلطان و امیر اور قہستانی ہے کہ سلطان و امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر نہیں جب

کہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو ان کو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر محمدؐ کے نزدیک کذا فی الطحاوی وہل يجوز لمحیی ان من غیر حاکم الخصومة نعم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا مجبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اس کو غیر حاکم خصوصیت نے حبس کیا ہو تو وہاں جائز ہے مصنف نے اس کو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اس میں ہمارے زمانے کے مشائخ مختلفہ میں بعضوں نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے پاس وہ شخص مجبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اس کو جس سے نکال کر گواہی سن کر پھر قید کر سکتا ہے اور اگر والی کے محبس میں ہو اور نکالنا اس کو ممکن نہ ہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحاوی وقوله عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لا ینال جواز الشہادۃ لا الاداء لکما مر اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے رو برو داد لئے شہادت کے وقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور سفر اور پردہ نشینی عودت کی بسبب مطلق ہونے جواز شہاد کے نہ ادائے شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول میں کہ جاز الا شہاد مطلقاً و لیس شرط شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا و امرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں دما فی الحادی غلط بحر اور جو قول حادی میں سے غلط ہے کذا فی البحر حادی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی عن کل اصل ولو امرأة نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاید عورت ہو الا تغاثر فرعی ہذا و ذلک خلافاً للشافعی نہ مغاثر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی م یعنی یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغاثر ہوں بلکہ دو شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاید سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں یا دو شاہد دونوں کے ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ چار شاہد ہوں دو اس کے اور دو اس کے جدا جدا و کیفیتہا ان یقول الاصل فحاطباً للفرع ولو ائتمنہ بحر اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اس کا یہ ہے کہ اصل کے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاید ہو میری اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں کہ یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے اس واسطے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحاوی عن الحموی و کیفی سکوت الفرع و لورده ارتد قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اس کو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نہ کرے تو شہاد رد ہو گا کذا فی القیۃ یعنی بعد رد کرنے کے اگر گواہی دے گا تو مقبول نہ ہوگی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حادی اور لائق نہیں فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی پر جو اس کے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحادی م بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نہ جانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں مسی یعنی بدکار سے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہد فی علی شہادۃ بکذا و قال الی اشہد علی شہادتی بذلک ہذا و وسط العبارات و فی خمس شینات والا قصر منه ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع اشہد علی شہادۃ بکذا و علیہ فتویٰ الشری وغیرہ ابن کمال دہوالا صح کافی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اس کی کہ فلان شخص نے مجھ کو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو شاید ہو میری اس شہادت پر شاہد نے کہا یہ سب عیارتوں میں سے اوسط عبارت ہے اور اس میں پانچ شین ہیں اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاید ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اس کی اس شہادۃ پر اور عبارت مختصر پر خسی وغیرہ کا فتویٰ ہے چنانچہ ابی کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول ارمیہ چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت اس واسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر جمیل ضرور اور عبارت مذکورہ اس واسطے کافی ہے اور اوسط سے طول یہ عبارت ہے کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے (اشہد ان فلانا لہیں گواہی دیتا ہوں کہ فلان نے میرے سامنے گواہی دی اس بات کی کہ فلان شخص کا فلان پر اس قدر مال ہے اور مجھ کو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ اس کی گواہی پر گواہی دں اور میں اس کی گواہی پر مال مذکور کے باب میں گواہی دیتا ہوں ۴۲

صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کی طرف نسبت کرنا طرہ میں کے نزدیک ضروری ہے تاکہ نسبت پوری ہو انتہی ملاخسر و نے در میں کہا کہ مدعی سے اس واسطے گواہ طلب ہوئے کہ تعریف بالنسبہ ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت سے اور مدعی دعوی کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عام میں ثابت سے مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اس کی تو ضرور گواہ اس کا اثبات حاضر کے واسطے تو یہ گواہی شہادت قاصرہ کے مانند سے جو اور شاہدوں سے پوری ہوتی ہے انتہی و مثلاً کتاب الحکمی و ہو کتاب القاضی الی القاضی لانه کالشہادۃ علی الشہادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یعرفہ یحلف لاثبات انہ ہو و لو مقر الاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اس واسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جس کو قاضی کے خط کے دو شاہد ہیں پچھتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دے اثبات کی کہ یہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے ترویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر و یلزم مدعی الاشتراک البیان کا بسط القاضی خان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے قاضی خان نے م قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اس میں مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلا فی نسبت والا نہیں ہوں اور قاضی مکتوب الیہ اس کو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہوں سے ثابت کر یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ میں فلان بن فلان بن فلان ہوں اور اس محلہ یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر میں میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصوصیت اس سے مندرج ہوگی انتہی ملخصاً کذا فی الخطوط و لو قال فیہا الیقینۃ لم یجز حتی ینسبنا الی فخذنا کجدا اور اگر شارحین نے مسئلہ مذکورہ میں عورت مدعا علیہا کو تمیمیۃ کہا تو جائز نہیں یہاں تک کہ اس کو اس کے قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کر یں چنانچہ اس کے دادا کی طرف م بنو تمیم میں بکثرت قبائل ہیں لہذا ان سے معرفت حاصل نہیں ہوتی جب تک قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت نہ ہو دایہ میں فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زبانی نے جدا علی کی سے خلاصہ میں ہے الحاصل اعتبار تو حصول معرفت کا ہے اور انقار اشتراک کا ایضاً میں سے کہ عجم یعنی غیر عرب میں ذکر پیشہ مبتدئہ قبیلہ خاصہ کے ہے اس واسطے کہ عجم میں انساب صنایع میں انتہی زعمشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہیں شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فیصلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمر اور مذحج شعب بن اس واسطے کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہیں اور کثرت قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فیصلہ کذا فی الخطوط و یکنی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اس کے زوج کی طرف اور مقصود الاعلام ہے یعنی جس طرح سے کہ حاصل ہووے اشہدہ علی شہادۃ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فله ان یشہد علی ذلک در رد اقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلا فہ عن الخلاصۃ اصل شاید نے فرع کو شاید کیا اپنی شہادت پر پھر اس کو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہیں یعنی منع کرتا صحیح نہیں تو فرع کو جائز ہے کہ اس پر گواہی دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں یہاں لیکن اس کے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے م چنانچہ شارح اس کو عنقریب ذکر کر چکا کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم یقبل کذا شہادۃ تہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافروں نے گواہی دی دو مسلمانوں کی شہادت پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر تو مقبول نہیں اسی طرح دو کافروں کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر مقبول نہیں و یقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ ابیہ و علی قضاء ابیہ فی الصیح در خلا فالملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضاء پر قول صحیح میں کذا فی الدرر خلاف ملتقط یعنی اس میں عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسه ولم یدع سہوا ولا غلطاً کما

حرمہ اللہ کمال جس شہد کا حال ظاہر ہو اس نے جھوٹی گواہی دی اس طرح ظاہر ہو کہ اس نے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور
 سہو کا دعویٰ کیا نہ غلط کا چنانچہ کمال نے اس کی تحریر کہ ہے م یا شہادت زود کے ظہور کی یہ صحت ہے کہ شاید نے قتل ہونے ایک
 مرد اس کی موت کی گواہی دی پھر شخص زید موجود ہوا یا بدیت بطل کی گواہی دی اور میں دن گز گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی
 نہیں اور چاند نہ دکھائی دیا اور ماں اس کے کذا فی اللہ فقہار کے نزدیک شہادت زود عبارت ہے شہادت باطلہ سے حد کذا فی الطحاوی
 ولا یکن شہادۃ بالہینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہیں شہادت زود کا اثبات گواہوں سے اس واسطے کہ من فیل لغی سے م اس واسطے کہ گواہ
 یہ کہیں گے کہ شاید نے ناحی گواہی دی اور اس کی طرف التفات نہ ہو گا کذا فی الطحاوی من الشہدی عزیر بالتشہیر وعلیہ الفتویٰ سراجیہ کی
 گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جائے تشہیر سے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی السراجیہ تشہیر کا طریقہ یہ ہے کہ اگر شہد شخص بازاری سے
 تو قاضی اس کو بازاری میں بھیجے اور اگر بازاری نہیں تو اس کی قوم کی طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ خوب جمع ہوتے ہوں بھیجے اور قاضی کا آدمی
 کہے کہ ہم نے اس کو شاید زود پایا تم اس سے پوچھو اور لوگوں کو اس سے پچھاؤ قاضی شریعہ صحابہ کے وقت میں یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے
 اسی کو پسند کیا و زاداً ضرر و جہد جمع اور صاحبین نے اس کا مارتا اور قید کرتا بھی زیادہ کہا کذا فی الجمع م فتح القدیر میں اسی قول کو ترجیح دی
 اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم ولی البحر و ظاہر کلام ان لقاضی ان یوم و جہاد اللہ سیاستہ اور بحر الرائق میں سے کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ قاضی
 کو جانز ہے کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اس کو مصلحت دیکھے و قبل ان یرجع معر اضرب اجماعاً وان تاباً لم یعز
 اجماعاً اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاید زود رجوع کرے مصر ہو کر تو باجماع امام اور صاحبین کے ماراجادے اور اگر توبہ کر کے رجوع کرے
 تو بالاتفاق اس پر تعزیر نہیں م امر لہ کی یہ صورت ہے کہ شاید کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے نہ پھروں گا کذا فی الفتح
 و لغوی فی مدۃ توبۃ دولہامی القاضی علی الیصح لو فاسقا و لو عدلا و مستورا لا یقبل شہادۃ ابداء اور شاید زود کے توبہ کرنے کی مدت قاضی
 کہائے پر موقوف ہے بقول صحیح اگر شاید فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الیٰل ہو تو اس کی گواہی کبھی مقبول نہیں یعنی اس واسطے کہ اس کی
 توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذا فی الطحاوی قلت و من الثانی یقبل وہ یفتی فی دینہ میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاید زود
 عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی العینی و غیرہ م اس واسطے کہ گاہے اس کی توبہ ظاہر
 ہو سکتی ہے شہادت زود پر نہ امت اور تاسف کرنے سے و الساعلم کذا فی الطحاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دے کر پلٹنا اور پھر جانا اور
 اصطلاح فقہ میں عبارت ہے نفی کرنے اس چیز سے جس کو ثابت کر چکا کذا فی الطحاوی ہو ان یقول
 رجعت عما شہدت بہ و نحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاید کہے کہ میں پھر اٹھ پلٹنا اس چیز سے جس کی میں نے گواہی دی اور ماں اس
 کلام کے م چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے جھوٹی گواہی دی یا میں جھوٹ بولا اپنی گواہی میں کذا فی الطحاوی یا میں بسطل تھا شہادت میں یعنی ناحی
 برضا اس میں کذا فی اللہ فلواکرم لا یکن رجوعاً اور اگر شاید نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ
 مجلس القاضی و لو غیر الاول لانہ من اد توبۃ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر و العلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط
 قاضی کی مجلس ہے اگر چہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے رد و رجوع کرے مجلس قاضی اس واسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت
 ہے شہادۃ تبرا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ غفنی گناہ کی غفنی توبہ ہے

اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنی شہادت زور گناہ ہے مجلس قضایں تو اس کی توبہ بھی مقید مجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما بعد
غیرہ ویرمین ادا دیمینہما لا تقبل لفساد الدعویٰ تو اگر دعویٰ کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے رد برد
اور اس کو بگو اہی ثابت کیا یا در صورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعویٰ کے م یعنی
بینہ اویمین دعویٰ صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعویٰ کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلف
شاہد کذافی الذرر بخلاف مالو ادعی وقوعہ عند قاض و تصنیفہ ایہا ملتقی بخلاف اس کے اگر دعویٰ کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے
پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذافی الملتقی م یعنی اگر یہ دعویٰ کیا کہ شاہدین نے فلا نے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور
قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا ان پر حکم کیا اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعویٰ کے
کذافی الذرر ویرمین انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل النشاء للہال ابن ملک یابدع علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونوں شاہدوں نے رجوع
شہادت کا غیر قاضی کے رد برد اقرار کیا تو مقبول اور اقرار مذکور فی الحال کا النشاء قرار دیا جائے گا کذا ذکرہ ابن الملک یعنی گویا بالفعل رجوع
واقع ہو فان رجوعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے
حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اس پر حکم نہ کرے ولا ضمان ویزرو عن بعضہا لانه فسق نفسه جامع الفصولین اور قبل حکم
شاہد پر ضمان نہیں اور اس کو تعزیر دیکھائیے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اس واسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق
کیا رجوع سے کذافی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذافی المنع م قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور
تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور میں مذکور ہو چکی یعنی تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اوہیں صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت
سے رجوع چنانچہ زمین اور اس کی عمارت کی اور گھوڑی اور اس کے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اونچے میں رجوع کیا و بعدہ لم یفسخ
الحکم مطلقا لترجہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہ ہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت میں رجوع کے وقت برابر ہو اس حال کے جو شاہد
کے وقت تھا یا ادنیٰ یا اعلیٰ ہو کذافی المنع بسبب راجح ہوجانے خبر اول کے قضا سے م اگر شارح توضیح کرتا (الترجیح النجرا الاول من الشاہد
بالقضاء) تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اس واسطے فسخ نہ ہوگا کہ شاہد
کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہیں ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اس واسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے میں خبر
اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذافی الطحاوی بخلاف ظہور الشاہد عبدا
او محمدا فی قذوف فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا ولا یضمن الشہود لما ران الحاکم اذا اخطا فالغرم علی المتقضى له
شرح تکلمہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محمدا فی القذوف اس واسطے کہ قضا اس صورت میں باطل ہو جاتی ہے اور مقضی لہ پھر دے
جو اس نے لیا اور ولی مقبول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہیں اس واسطے کہ مذکور
ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم میں تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذافی شرح تکلمہ م صورت مذکورہ میں خطائے حاکم یہ ہے کہ اس نے حال
شہود کا تفحص نہ کیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہیں یا محمدا فی القذوف وضمننا ما اتلفناہ للمشہود علیہ لتسبہما تعدیامع تعذر تصمین المباشتر
لانہ کا ملجاء الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دیں مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھوں نے تلف کر دیا اس واسطے کہ شاہدین تلف
مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر ہونے تصمین مباشر یعنی قاضی کے اس واسطے کہ قاضی مباشر مضطر کے ہے

حکم دینے میں امام شافعیؒ کے نزدیک شہود پر ضمان نہیں جب کہ وہ رجوع کریں اس واسطے کہ شہود سبب میں تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہیں مباشر کے ہوتے اس کا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر قسین مستند ہے اس واسطے کہ قاضی حکم دینے میں مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تاہم اگر حکم نہ دے تو گناہ گار اور مستحق عدل اور لائق تعزیر و قبض المدعی المال اولاً بلقی بحد بزائتہ و خلاصۃ و خزائنہ المتقین شہدین ضمان دیں مدعی نے مال کو قبض کیا یا نہ کیا ہو اسی کا فتویٰ ہے کذا فی البحر والبرازیہ و الخلاصۃ و خزائنہ المتقین و قیدہ فی الوقایہ و الكنز والدرر و المتقین باذا قبض المال لعدم التکلیف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز اور درر اور متقین الا بحر میں ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اس وقت کہ قبل قبض کے تلف نہیں قبل ان المال مینا نکال اول وان دنیا نکال ثانی و اقربہ القستانی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال میں سے یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض اور عدم قبض دونوں صورتوں میں ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان سے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قستانی نے م وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بمانت سے سو میں میں تو مشہود علیہ کی ملک نایل ہو گئی قضا سے ولذا مقتضی علیہ کو اس میں تصرف جائز نہیں اور مقتضی کہ کو جائز ہے اور دین میں ملک اس کی زائل نہیں ہوتی جب تک مقتضی قبض نہ کرے تو اگر شاید پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو ممانت متحقق نہ ہو کذا فی الجلی والعبرة فیہ لمن یقی من الشہود لا لمن جمع اور ضمان میں اس کا اعتبار ہے جو شاید کہ باقی رہا نہ اس شاید کہ جس نے شہادت سے رجوع کیا م یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان جمع احدہما ضمن النصف اور اگر شاید پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے م اس واسطے کہ دو مردوں کی شہادت میں ہر شاید کی شہادت سے نصف محبت قائم ہے تو جب ایک شاید اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال میں محبت باقی رہی تو راجع پر اس کا ضمان واجب ہے جس میں محبت باقی نہ رہی وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان جمع احد ثلثہ لم یضمن اور اگر تین شایدوں میں سے ایک شاید جمع ہوا تو وہ ضمان نہ دے گا م اس واسطے کہ دو شاید باقی ہیں جن کی شہادت سے کل حق باقی ہے وان جمع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شایدوں میں دوسرا بھی پھر گیا تو دونوں شایدین راجعین نصف مال کا ضمان دیں م اس واسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک شاید وان رجعت امرأة من رجل وامرأتین ضمنن الریبع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور وہ دونوں سے تو وہ چوتھائی مال ضمان دے م اس واسطے کہ شہادت پر اتنے شخص باقی ہیں جن سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا النصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں م اس واسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان جمع ثمان نسوة من رجل وعشر نسوة لم یضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دے م اس واسطے کہ اس قدر شاید باقی ہیں جن کی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد کا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ بقا ثلثہ اربعہ النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے م اس واسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کی رجوع سے تلف نہ ہوا مگر ربع فان رجعوا فالفرم بالاسداس سو ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان ششٹی حصوں کے حساب سے ہے یعنی چھ حصہ مرد پر ہے اور باقی چھ حصہ پر م امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بچانے ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کے ہوں تو ایسا ہو گا کہ گویا چھ مرد

گواہی دے کر پھر گئے تو ان پر ضمان بالاسد اس ہوگا کذا فی الدیۃ یعنی ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقال علیہن النصف کما لو ربحن فقط اور صاحبین نے کہا کہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دس عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے م صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کے ہیں ولہذا ان کی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی ان کی شہادت سے کذا فی الدیۃ ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بہر المثل او الاقل اذا اتلاف بعض کلا اتلاف اور ضمان نہیں دنیا شاید راجع نکاح میں جس نے مہر یا کم تر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر سی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کم تر اس واسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ اتلاف کے ہے م شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اس کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ مانع خود اس کی تصریح کرے گا صورت اس کی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعویٰ کیا نکاح کا اور اس پر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہے تو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دیں گے خواہ مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمیۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمانا لوی المدعیۃ وہا المنکر عمری زادہ اور اگر مہر سی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاید بقدر زیادت تاوان دیں زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عمری زادہ م صورت اس کی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعویٰ کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر سی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاید وہ پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اس کا مہر مثل کم تر ہو مہر سی سے یعنی مہر سی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمیۃ عن الکافی اس واسطے کہ شاید وہ نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جب کہ عورت مدعی ہو اور مہر سی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتد لتعذر المماثلۃ بین البیض والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کم تر مہر مثل سے تو شاید وہ پر ضمان نہیں بقول معتد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان مہر گاہ عودت کے اور مال کے م یہ ترکیب موم ہے کہ مسئلہ اولیٰ میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر باتن یوں لکھتا (ولو باقل فلا ضمان) تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع مہر گاہ کے عند الاتلاف فیہ متقوم ہیں تو تقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ مہر گاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تلف سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اس کے اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحاوی بخلاف مالو شہدا علیہما بقبض المہر والبیضۃ ثم رجعا ضمانا لبا لا تلافا المہر بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عودت کو دونوں شاید ضمان دیں گے بسبب تلف کر دینے مہر کے و ضمان فی البیوع والشرا و ما نقص عن قیمت البیوع لو الشہادۃ علی البائع او زاد لو الشہادۃ علی المشتري للاتلاف بلا عوض اور دونوں شاید ضمان دیں بیع اور شرا میں اس قدر کا جو کم ہو گیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دیں اس قدر کا جو زیادہ ہو گیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے م اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونوں کی تعلیل سے پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے اس غلام کو اس مرد سے نبوض ہزار درم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاید وہ نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاید بائع کو ہزار درم ضمان دیں کیونکہ انھوں نے اس کے ہزار درم تلف کیے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری نے یہ

غلام ہزار درم کو لیا اور اس پر شہادے اور مشتری اس کا معکر ہے سو شایدوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاید مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دیں اس واسطے کہ انہوں نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا فی الدرر ولو شهدا بالبیع وبقصد المثل للولی شہادۃ واحدة مننا الیقین ولو فی شہادۃ مننا المثل منی اور اگر دو شایدوں نے بیع اور نقد میں کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد میں کے ساتھی ایک ہی بار گواہی دی تو شاید قیمت کا ضمان دیں اور اگر دو شہادت میں گواہی دی یعنی ایک بار بیع کی گواہی دی اور دوسرے بار میں کی تو میں کا ضمان دیں کذا فی المثل منی م اس واسطے کہ سہلی صورت میں مقضی ہر بیع ہے میں اور دوسری صورت میں میں بالاستقلال مقضی ہے کذا فی الطحاوی طحاوی ولو شهدا علی البائع بالبیع بالیقین الی سنتہ وقيمة الف فان شاء ضمن الشہود قيمة حالاً والشہادۃ اخذ مشتری الی سنتہ وایام اختیار بری الاخر وتمام فی خزانة المفتیین اور اگر شایدوں نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بدت یک سال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار سے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنی ہزار کا اٹھائے مشتری دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یک مال اور دونوں میں سے جس کو بائع اختیار کرے گا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے خواہ سے اور پورا بیان اس کا خزانہ المفتیین میں ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کا غلام دو ہزار کو لیا بدت یک سال اور قیمت اس کی ایک ہزار ہے سو شایدوں نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونوں سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے بدت آنے کے وقت دو ہزار پھیریں ان کو ایک ہزار حال میں اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کر دیں سو اگر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور اس کو پھر دے سو اگر اسے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلة بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ ہزار درم لے اور اس کا کچھ مواخذہ نہیں شایدیں پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھر دیا تو جو دو ہزار اس نے شایدیں کو دیے ہیں ان کو پھیر لے اور جو شایدوں نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھیریں کذا فی العالگیریة عن المفترقات وشرع الطحاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانة المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ کیا ہے تردیکھا و فی الطلاق قبل وطی و محلوۃ مننا نصف المال المیسر او المتعة ان لم یسم او طلاق قبل وطی او قبل خلوت کے شہادت اور رجوع میں شایدیں نصف مال مسمی کا تاوان دیں یا متعہ کا ضمان دیں اگر مہر سے مسمی نہ ہو تو شایدیں انہ طلقا شلتا و آخر انہ طلقا واحد قبل الدخول ثم رجعوا فضا من نصف المهر علی شہود الثلث لا غیر للموتة الفلیظہ اور اگر شایدیں نے گواہی دی کہ زوجہ نے زانیہ زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شایدوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کو ایک بار طلاق دی قبل دخول کے پھر چاروں شاید شہادت سے پٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہوں پر ہے نہ ان کے غیر پر بسبب حرمت غلیظہ کے م اس واسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم دے گا کیونکہ وہ مفید ہیں اس واسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیہ ہے اور طلاقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی المنع صلی نے کہا قبل دخول دونوں گواہوں کی قید ہے ولو بعد وطی او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہادت پر ضمان نہیں م یہ مسئلہ قدوری اور دایہ میں ہے اور تحفہ میں ہے کہ ضمان نہیں مگر اتنا جو مہر مثل پر زانیہ سے کذا فی المنع ولو شهدا باطلاق قبل الدخول و آخر ان بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثہ اور بایں المہر و شہود الطلاق بعد اختیار اور اگر دو گواہوں نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شایدوں نے دخول کی گواہی دی پھر شایدوں شاید گواہی سے پھر گئے تو دونوں کے گواہ مہر کے تین ربع یعنی پون مہر کا ضمان دیں اور طلاق کے شہود چوتھا مہر کا ضمان دیں

کذا فی الاختیار ولو شهدا بعقوب فرجنا ضمننا القيمة لمولاه مطلقاً وبعسین لانه ضمان ائلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولیٰ کو اس کی قیمت کا ضمان دیں مطلقاً اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اس واسطے کہ ائلاف کا تاوان ہے والوہا للمعتق لعدم تحویل العتق ایہما بالضمنان فلا تحویل الولاء بدایہ اور ولا یعنی حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولایان کی طرف منتقل نہ ہو گا کذا فی الہدایۃ و فی التدریج ضمننا بالقصد و موثقت قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دیں اس قدر کہ جس کو تدبیر نے کم کر دیا یعنی اس کی تہائی قیمت ہم یعنی شاہدوں کی گواہی دی کہ مولیٰ اپنے غلام کو برکھیا سو قاضی نے اس کے ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اس کے مولیٰ کو تہائی قیمت کا ضمان دیں اس واسطے کہ تدبیر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے قن سے دلومات المولیٰ عتق من الثلث ولزمہما بقیۃ قیمتہ و تمام فی البحر اور اگر مولیٰ مرگیا تو آزاد ہو گا تدبیر اس کی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو اس کی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے ہم یعنی اگر مولیٰ مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور قیمت تدبیر کا ضمان لازم ہو گا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی البحر و فی الکتابۃ لیضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دیں اس کی پوری قیمت اور اگر مولیٰ چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنی بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا مدت ایک سال اور قیمت غلام کی پانچ سو ہے اور قاضی نہ کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولیٰ کو اختیار دے سو اگر وہ ضمن شاہدین اختیار نہ کرے تو اس کو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نہ رہے گا گاہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دے گا اور اگر مولیٰ ابتداء مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لے گا گاہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط مختصر ولا یعتق حتی یودی عا علیہا و تصدقاً بالفضل اور مکاتب آزاد نہ ہو گا یہاں تک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اس پر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہے اکثر ہو اس قیمت سے جس کا وہ ضمان دے چکے ہیں مولیٰ کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانچ سو ان کو حلال طیب ہیں اور پانچ سو کو خیرات کریں یہ مذہب سے طریقین کا والا لولا المولاه ولو بحر عاد لمولاه و در قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتب کی اس کے مولیٰ کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادائے کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر آدے گالیئے مولیٰ کی طرف اور مولیٰ اس کی قیمت جو شاہدوں سے لے چکا ہے وہ شاہدوں کو پھر دے و فی الاستیلا و لیضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم دام ولد لوجاز بیعنا لیضمنان بلینہا اور استیلا میں شاہدین ضمان دیں ام ولد کی نقصان قیمت کا اس طرح پر کہ قیمت بھڑائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اس کی بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاید اس قدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین میں ہے ہم صورت استیلا دیکھئے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولیٰ منکر ہے سو قاضی نے اس کے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہ ہو اور مولیٰ زندہ ہو تو نقصان قیمت ضمان دیں کذا فی الطحاوی عن الیعنی و ہذا فی العالمگیریۃ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلاً خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی در صورت جواز بیع دو سو قیمت ہے شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہو گا فان مات المولیٰ عتقت و ضمننا امہ للورثۃ و تمامہ فی الیعنی اور اگر مولیٰ مرگیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد وارثوں کا ضمان دیں اس کی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اس کا یعنی میں سے و فی القصاص الدیۃ فی الیعنی فی مال الشاہدین و ورثاہ اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث

ہوں گے مگر یہی شاہدین گواہی دی کہ شہداء نے محمد کو قتل کیا سو قاتل نے اس کے قتل کا حکم دیا ہو سو خالد مقتول ہوا پھر شاہدین گواہی سے پھر گئے تو شاہدین پر دیت لازم ہوگی بھرا الرائق میں شروع سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لی جائے گی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنی اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو دونوں اس کے وارث ہوں گے کذا فی المطحطاوی ولم یقضا بعدم المباشرة اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائے گا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے سے اس کو قتل نہیں کیا جو قصاص ان پر اتنا دلو شہداء بالقول یعنی لان القصاص لیس بالاختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کر دینے کی گواہی دی تو ان پر ضمان نہ ہوگا اس واسطے کہ قصاص مال نہیں جو ان پر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوہم لاضافة التکف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرج پر بسبب ان کے رجوع کے بسبب ضمان ہونے تلف کے ان کی طرف سے اس واسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فردع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انھیں کی شہادت پر مبنی ہوگا کذا فی المطحطاوی لا شہود الاصل بقولہم بعد القضا لم تشہد الفرع علی شہادتنا او اشہدنا ہم وغلطنا نہ ضمان دیں شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہم نے شہود فردع کو اپنی شہادت پر مشاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہم نے ان کو شاہد کیا اور ہم نے غلط کام بعد قضا کے قید اس واسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار شہاد اصول کریں گے تو حکم نہ ہوگا اس واسطے کہ انھوں نے قبل شہادت کا انکار کیا ادعلا لکم وہ ضروری ہے کذا فی الدرر وکذا قولوا رجنا عنہا لعدم اتقانہم ولا الفرع لعدم رجوعہم اور اسی طرح اگر اصول کہیں کہ ہم نے شہادت سے رجوع کیا تو ان پر ضمان نہ ہوگا بسبب عدم اتقانہم کے اصول کی جانب سے اور نہ فرع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فردع ولا اعتبار بقول الفرع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان او باعتبار نہیں فردع کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انھوں نے غلط کہا تو فردع پر ضمان نہیں اس واسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگا وہ نہیں ٹوٹتا ان کے قول سے اور فردع اپنی گواہی سے بھی نہیں پھرے بلکہ انھوں نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی المطحطاوی ولوجہ اکل ضمن الفرع فقط اور اگر اصول اور فردع سب گواہی سے پھرے تو فقط فردع ضمان دیں گے مگر یہ قول ہے شیخین کا اس واسطے کہ سبب اتقانہم وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فردع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مناسب ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فردع سے اس واسطے کہ قضا فردع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انھیں کی شہادت معاند کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اس واسطے کہ فردع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں ان کے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولوالدیت للرجوع عن التکیة مع علمہم بکونہم عبیداً خلافاً لہما اور ضمان مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیتا کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود ان کی دانست کے کہ شہود غلام میں بخلاف صاحبین کے مگر امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم ضمان ہے شاہد کی طرف اور شہادت جوت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر وضمن دیت کی یہ صحت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگ سار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مبہوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کریں اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد ہیں تو ان پر ضمان نہیں اور شہود کذا فی المطحطاوی اما مع الخطا فلا اجابا بھر اور خطا کے ساتھ تو مزکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے مگر خطا کی یہ صحت ہے کہ مزکی کے میں نے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی المطحطاوی وضمن شہود لتعلیق قیمة القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دیں شہود لتعلیق کی

قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج م صورت اس کی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو آنا ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر اور دو شاہدوں نے وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود میں پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود میں شہود علت حکم ہیں اس واسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اوکھین کے مشاہدوں نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو بشرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم ہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحاوی لا شہود الا احصان لانه شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علت نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اس واسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ کہ وہ علت ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محسن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہ ہوگا کیونکہ احصان علامت ہے بشرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علت العلة ہے کیونکہ علت تو شہادت سے کذا فی الطحاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اس کا بیان شہود تعین میں ہو چکا ولو وجدہم علی ایضہ یعنی اگر یہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح ان پر ضمان نہیں کذا فی ایضہ م شمس الامم نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضمان نہ دیں چنانچہ زیادات میں مخصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال ومن شاہد الا یقاع لا التفویض لاد علیہ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دے شاہد الا یقاع کا نہ تفویض کا اس واسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب ہم بحر الرائق میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دی گئی اپنی ذات کو اور دو اور گواہوں نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر سب شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہی اب بشرط اور علت اور سبب اور علامت میں فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم نہ مؤثر ہو نہ اس کی طرف مفق ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں مؤثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مفق ہو بلاتاخیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہ ہو کذا فی الطحاوی و اللہ اعلم واستغفر اللہ للکریم



کتاب الوکالة

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں م وکالت فسخ وکسر او لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہ کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اس پر اعتماد کر کے اپنی اسائنش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل و شخص ہے جو قائم ہمارے تفویض ایہ ہو تو وہ فعل ہے بمعنی مفعول یعنی جس نے طرف امر موقوف ہو کذا فی فتح القدریر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل بمعنی فاعل بھی ہوتا ہے جب کہ بمعنی مضاف ہو چنانچہ اس آیت میں رحمنا الله ونعم الوکیل لفظ وکیل مضاف ہے لکھا اور یہی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنی مفعول ایہ ہو مناسبہ ان کلام میں شاید و الوکیل سارع فی تحصیل مراد غیرہ مناسبہ کتاب الوکالت کی کتاب الشہادۃ سے ہے کہ شاہد وکیل ہر ایک کو شش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تفصیل مراد میں یعنی شاید مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں سامع ہے التوکیل صحیح بالکتاب السنۃ قال اللہ تعالیٰ دعا بشوا اسدکم بعد قدام غیر کہ اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالیٰ نے فرمایا اھم کتاب کی حکایت میں جو جو ایک شخص کو اپنے درجہ کے کرم و جہ استدلال سے کہ یہ بھیجا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ جماعۃ واسطے محبت میں جب کہ الشہادۃ اس کا رسول بیان کرے بلا انکار اور اس کا نسخہ ظاہر ہو کذا فی نسخ و وکیل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراد الاخیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قرآنی کی خرید میں م ووداوند نے اس سند سے روایت کی جس میں ایک راوند مھول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار سے کہ بھیجا کہ آپ کے واسطے قرآنی خرید کرے حکیم نے بعض ایک دینار کے قرآنی خرید کی اور اس کو بعض دو دیناروں کے بیجا پھر ایک دینار سے دوسری قرآنی خرید کی اور ایک دینار اور قرآنی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے نور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدیق کیا اور ان کی تجارت کے واسطے رکت کی دعا کی اور ہاتھ اس کے ترقی میں ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدریر و علیہ الامام اور اس کی سمت پر اجماع اور اتفاق ہے و ہر خاص و عام کانت وکیل فی کل شیء عمداً کل حتی الطلاق قال الشہید و یغنی و خصہ ابو اصبحت بغیر طلاق وفاق و وقف و ممتد فی الاشیاء و خصہ قاضی خلیل بالعاوضات فلا یلی التعلق والتبرعات و ہوا الذہب کی فی تنویر البصائر و زحار الجواب برسبھی ان بیفیتہ و اعتمدہ فی اللفظ فقال اما الہبات والعتاق فلا یكون وکیل عندنا فی حنیفہ منہ و قال محمد اہل توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ منوکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہ توکیل عام ہے چنانچہ شامل ہے حسب تصریحات کو یہاں تک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اس کی عموم کا فتویٰ ہے چنانچہ فقہ ابو الیث نے اس کو بغیر طلاق و عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر استدلال کیا ہے اہل میں اور قول مذکور کو قاضی خلیل نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل تعریف نہ کر کے گلاہ میں مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر و زحار الجواب برسبھی ہے اہل کے آدے گا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر مقلد میں اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہ ہو گا ابو حنیفہ کے نزدیک بھلاں محمد عام توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کوں اور تبرع امر ماثو ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید میں مثلاً کذا فی الطحاوی و فی بشر بن علی و لم یکن للوکل صناعۃ موقوفہ بالوکالۃ بالظنہ او بشر بن علی میں ہے کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشورہ ہو تو وکالت باطل ہے م یہ قول کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا ہے جمع اس میں اور قائم کیا تجھ کو بجائے اپنی ذات کے توکیل عام نہیں ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کوکیل ہو گا اور اگر اس کا پیشہ مقرر نہ ہو تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدریر و ہوا قاتلہ الغیر عام نفسہ زحار الجواب برسبھی تعریف جائز

معلوم اور اصطلاح شرع میں توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر اسائن یا عاجزی کی جہت سے اس تصرف میں جو جائز اور معلوم ہے ممانعت کی قید سے یہ خارج ہو گیا کہ صغیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہیرہ کرنے میں وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی شخص کہے کہ توکیل عام جائز ہے اس میں تصرف معلوم نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ توکیل عام فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اس کا سوا نہ ہو چنانچہ وہ شخص جس کے معاملات بکثرت ہیں تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحاوی فلو جہل ثبت الادنی و ہوا لحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنی ثابت ہو گا اور وہ نگہبانی ہے م تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی النسخ فتح القدر میں ہے کہ اگر تصرف معلوم نہ ہو تو ادنی تصرفات وکیل ثابت ہو گا وہ فقط حفظ ہے امام مجہوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شے میں تو فقط حفظ کا وکیل ہو گا انتہی درجہ میں ہے کہ قول مذکور میں فقط حفظ اس واسطے مراد ہوا کہ لغت میں وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممکنہ اے التصرف نظر الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشياء بعارض النقص ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو متمنع ہو بعض اشیاء میں بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال م اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہ ہو تصرف میں قطع نظر حکم شرعی کے تو اس میں داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خیر اور خیر کی بیع میں اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع میں اور یہ قول مبنی ہے اس پر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے ملک تصرف موکل اس واسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون و صبی لا یعقل مطلقا و صبی یعقل تصرف ضار نحو طلاق و عتاق و ہبہ و صدقہ تو صحیح نہیں وکیل کرنا مجنون اور صغیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونوں کا محتمل ہو اور صحیح نہیں وکیل کرنا غیر عاقل کا تصرف ضار میں چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ میں م توکیل مجنون اور صغیر اس واسطے صحیح نہیں کہ وہ تصرف کے مالک نہیں اور معلوم ہو چکا کہ توکیل میں موکل کا متصرف ہونا شرط ہے و صحیح بما نیفہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبہ اور صحیح ہے غیر عاقل کا وکیل کرنا بدول اذن اس کے ولی کے اس تصرف میں جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا و صحیح بآئرو دین ضرر و نفع کیع و اجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اس تصرف میں جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف سطور میں اور اگر اس کو اس کے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہے گی اس کے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا و لا یصح توکیل عبد مجبور اور صحیح نہیں وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا و صحیح لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا و توقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق اوقل لا خلافا لہما اور موقوف رہے گا وکیل کرنا مرتد کا سوا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد میں مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب میں جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہیں بخلاف صاحبین کے و صحیح توکیل مسلم ذمی یا بیع خمر اور خنزیر و شرابہا کما فی البیع الفاسد و محرم حلالا بیع صید وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمنا فتنبہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور ان کے خرید کرنے میں چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد میں اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع میں اگرچہ فعل مذکور سے موکل متمنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہم نے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی تعریف میں سوا گاہ ہو جائے ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کو ذکر کیا سولیوں کے کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا ہو جتنا ہوم یعنی وکیل میں اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو خرید کرنا یا بیع اور سالب ثمن اور سالب بیع ہے اور غبن فاش کو غبن بسیر سے تفرق کرتا ہو اور ظاہر صغیر عاقل میں بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی ولو صبیا او عبدا مجورا اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہوم مجبور صبی اور عبد دونوں کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل میں تعقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لایخفی ان الکلام الآن فی صوۃ الوکالت انی ہر بیع الوکیل فلما لم یعقل و یقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اب اسباب میں صحت وکالت میں گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت میں تو اسی واسطے مصنف نے

کی قید اس واسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کمتر غیب ہو تو بمنزلہ حضور کے ہے کذا فی الطحاوی او سریدالہ دیکھنی قولہ انا ابید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال م یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ سفر امر باطنی ہے تو اس پر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہر سفر کا اور یہ قول اس کا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اس کے حال کو ملاحظہ کرے اور اس کے میلان میں اس واسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں رہتا کذا فی الطحاوی او مخدرة لم تضحی لوط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردوں سے مخالفت نہیں رکھتی ہے چنانچہ باب الشہادة میں مذکور ہو چکا کہ مخدرة کی شہادت پر شہادت مسوع ہے م پردہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان اس واسطے کہ اگر پردہ نشین کچری میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نہ کر سکے گی حیا کے سبب سے تو اس کو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہ ہو کذا فی الطحاوی او عائنا ولفساء و الحاکم بالمسجد اذا لم یض المخصم باتا خیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جب کہ مخاصم تاخیر جواب سے راضی نہ ہو کذا فی البحر م اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہ ہو گا لزوم توکیل میں کذا فی البحر ایضاً و محبوساً من غیر حاکم ہذہ الخصومة فلو منہ فلیس بعذر بزازینہ بختیا یا موکل محبوس ہو اس حاکم کی جانب سے جس کے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر مجلس اس حاکم کی طرف سے ہو جس کے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو مجلس عذر نہیں کذا فی البرزازیہ بختیا م اس واسطے عذر نہیں کہ محبوس اس حاکم کے اختیار میں ہے اس کو مجلس سے نکالے اور دعوی کا جواب دے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی نہ ہو پھر اس کو قید کرے کذا فی البحر اولاً بحسن الدعوی خانیۃ یا موکل دعوی ثوبت کر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیۃ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اس کی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہ ہو لایکون من الا عذار ان کان الموکل شریفاً مخاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سوا بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو کہ شریف سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لابعده قنیدہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیدہ رجوع جائز ہے اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیدہ میں ایک دن کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرة ان من بغات الاشراف فالقول لهما مطلقاً و ثنیباً فی رسل ابینہ لیمضیا مع شایدین بحر و اقترہ المصنف اور اگر متخاصمین اختلاف کریں عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہ ہو قنیدہ ہو تو قاضی اپنا امین شایدون کے ساتھ اس کے پاس بھیجے تاکہ اس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م امین کے ساتھ دو شایدون اس واسطے جاویں تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں طحاوی نے کہا دو اور شایدون کو ای دیں اس کے حلف یا نکل ہر وان من اوساط فالقول لهما لو کبکرا وان ہی من الاسافل فی الوجہین عملاً بانظارہ بزازینہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں میں سے ہے تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینوں اور ارذال میں سے ہے تو اس کا قول پردہ نشینی میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ یتیمہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البرزازیہ عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر سال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقاً پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں در صورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقاً پردہ نہیں طحاوی نے کہا ظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیائے دنیاوی اس میں داخل ہیں کہ ان کی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علماء اور سادات کی بنات سے نہ ہوں و صحیح بالیفائہا و کذا ہا ستیفائہا الا فی حد و قود بغیبتہ موکل من المجلس ملحق اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے میں اور اسی طرح حقوق کے لینے میں وکالت صحیح نہیں در صورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملحق م ایفا سے مراد یہاں دنیا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادائی اور استیفا

کے قبضے میں لینا حقوقِ موکل کا مراد ہے اور عداوتِ قصاص میں ایسا کی نکالت اس واسطے صحیح نہیں کہ عداوتِ قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سودہ موکل ہے نہ اس کا وکیل اور استیصال عداوتِ قصاص موکل کی نسبت میں اس واسطے صحیح نہیں کہ حدود مل جاتے ہیں شبہات سے اور شبہ صاف کر دینے کا موکل کی قیمت میں موجود ہے یعنی اگر شایہ موکل حاضر ہوتا تو صاف کہہ دیتا کہ انی الطحاوی و حقوق عبد لا بدی اضافتہ ای ذلک للعقد الی الوکیل کیسے واجارہ و صلح عن اقرار تعلق بہ ملامت میا و لو فانی ابن ملک اور جس حد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور لگے چنانچہ بیع اصحابہ اور صلح اقرار کی تو اس کے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جب تک وہ زندہ ہے اگرچہ وہ غائب ہو کذا صرح ابن ملک م اضافت الی الوکیل سے اسناد الی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل ہوں کہنا کہ میں نے اس کو بیچا یا موکل کا فلاں گھر میں نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کہے گا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نہ رہے گا فضولی ہو جائے گا محیط میں ہے کہ اگر وکیل مر گیا ام فضل نے کہا تو عقد کے حقوق اس کے وصی کی طرف منتقل ہوں گے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہ ہو تو حاکم وصی قائم کہے اور صحیح قول مقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ بطلان وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہو گی تو فتویٰ کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے اتنی کذا فی الطحاوی و ان لم یکن مجبوراً بشیخ وکیل مجبور یعنی ممنوع التفرغ نہ ہو م۔ احتراز ہے منیر محمد اور غلام مجبور سے اس واسطے کہ ان کی نکالت جائز ہے لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہوں گے کذا فی الدرر کتسبیم بیع و قبضہ و قبض ثمن و رجوع بہ عند استحقاق و خصوصتہ فی عیب بلا فصل بین خصوصہ موکل و غیرتہ لانہ العاقد حقیقۃ و حکم حقوق عقد کے بیسے بیع کا تسلیم کرنا اور بیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبض کرنا اور ثمن کا قبض کرنا یا پیر و بیع استحقاق بیع کے وقت اور خصوصت کرنا عیب بیع میں بدوں فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اس کے غائب ہونے کے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہیں اس واسطے کہ وکیل ہی تو ماعدہ ہے حقیقۃ و حکما م عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں ماعدہ بشرط اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہیں تو وہی حکم ماعدہ ہوا لکن فی الجوبہ لہذا لہذا علی اخذ التمسک لالہ فی اصح الاقوال لیکن جو یہ میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو عہدہ حقوق عقد کا ثمن لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقوال میں لواف عقد علی طوکل تعلق الحق بالموکل اتفاقاً ابن ملک علی حفظ فقوہ لا بد فیہ مافیہ ولذا قال ابن الکمال یکتفہ بالاضافۃ الی نفسه فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہوں گے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک سو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور لگے وہ غلط ہے بلکہ اس میں ہے کہ اس واسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کہے (یعنی ذات کی نسبت پر یعنی اس وقت حقوق عقد متعلق ہو وکیل ہوں گے سو اس کو بوجہ م غلام احتراز میں شایع یہ ہے کہ نکالت میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضرور نہیں چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لا بد کہنا ہے محل ہے طحاوی نے کہا بزاز نے اور غلام میں ابن ملک کے مخالف ہے یعنی غلام عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک کے کہ یہ غلام میں نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کو لازم نہیں اس واسطے کہ وکیل نے امر موکل کنفون کیا اس واسطے کہ اس کا امر تھا کہ عداوت کی طرف راجع نہ ہو سو راجع کر دیا اور بلا حاکم سفار نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ وکیل وکیل ہو رہا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہے گا موکل کی اجازت پر انہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نہ ہو گا مگر جب کہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کہے اور اگر موکل کی طرف نسبت کرے گا تو اس میں اختلاف ہے اور صلح اختلاف میں ہے کہ وکیل کی قیاس واسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے کہ اپنے بیچنے والے کی طرف عقد کو نسبت کہے انتہی مانی الطحاوی مختصر تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لا بد کہنا لا بد تھا و شرط الموکل عدم تعلق الحق بہ اسے بالموکل لہذا علی جوہرۃ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے خواہ دریا علی ہے کذا فی الجوبہ والملک یثبت للموکل ابتداء فی اللہ اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول راجع میں م۔ قول ابو طابرا کا ہے اور کئی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ملک ہوتی ہے

پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے فلا یقتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاح زوجتہ یہ تو آزاد نہ ہوگا قرابت واروکیل کا اس کے خرید کرنے سے اور فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خرید کرنے سے م یعنی اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کی نوٹدی تھی اور اس نے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اس واسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتداء سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاهر ہے اور کجی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض تو اعتاق نافذ ہے اس واسطے کہ اس نے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بجز الرائق میں کہا کہ ابو طاهر اور کجی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اس واسطے کہ احکام مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہے و لیکن ہما ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ وزوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملك المستقر ولیکن دونوں یعنی عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے موکل قرابتدار اور اس کی زوجہ کو خرید کیا اس واسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے م یہ تعلیل کجی کے قول کے مناسب ہے نہ ابو طاهر کے قول کے چنانچہ مشرح مذکور ہو چکا وہی کل عقد لا بد من اضافۃ الی موکلہ یعنی لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ الی نفسه لم یصح ابن کمال اور جس عقد میں کہ نسبت کرنا اس کا وکیل کے موکل کی طرف ضروری ہے یعنی موکل کی طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے گا تو صحیح نہ ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال م عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے کہ باعتبار روکات صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو موکل کا نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائے گا تو اب تفریع آئندہ سے منافاة باقی نہ رہی یعنی قولہ (حتی لو اضافہ لنفسه وقع النکاح) نکاح و خلع و صلح عن دم عمد و انکار و عتق علی مال و کتابتہ و ہبہ و تصدق و اعارة و ایداع و رہن و اقراض و شرکت و مضاربتہ عینی متعلق موکلہ لا بہ لکن فیہا سفیراً محضاً حتی لو اضافہ لنفسه وقع النکاح نہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضروری ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھنا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہیں نہ وکیل سے بسبب ہونے وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہوگا فلا مطابقت علیہ فی النکاح بمہر و تسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کام یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کی طرف سے ہے تو اس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں و للمشتری الا باء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے م چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص کے وکیل سے کوئی چیز خرید کی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجھ کو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہے طحاوی نے غزی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کرے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہیں و ان دفع لہ صح ولو مع نہی الوکیل استحساناً ولا یطالبہ الوکیل ثانیاً لعدم الفائدة اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو وکیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے م وجہ استحسان یہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اس کو پہنچ گیا اور اس میں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے لیا جاوے پھر اس کو دیا جاوے کذا فی الطحاوی نعم تقع المقاصد بدین الوکیل لو وعدہ و لیغنیہ لوکلہ ہاں واقع ہوتا ہے ماہم مگر اگر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو م یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصد دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر برابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ وکیل

لہ یہاں تک کہ اگر عقد کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرے گا تو نکاح اسی کا واقع ہوگا۔

اگر بیع موکل کے مال سے لیا گیا اور اگر فقط دیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونوں میں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے متعلق واقع ہوگا کذا فی المطاوعی من الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم و صرف میں بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی الصنیع یہ متعلق ہے ماں کے اس قول سے واپس دفع لہ صحیح میں اگر مشتری موکل کو ٹمن دے تو صحیح ہے مگر ان دونوں صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بھلے وکیل یتیم وقتی یتیم ہے صورت اس کی یہ ہے کہ وہی نے مال یتیم کا دیا اور مشتری نے یتیم کو اسکا ٹمن دیا تو مشتری مجدد سے خارج نہ ہوگا بلکہ اس کو واجب ہے کہ دوسرے بار وہی کو ٹمن دے اس واسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں اختیار نہیں تو اس کا دینا القبیح ہے اور وکیل فی العرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگی بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی المطاوعی و مثلاً اسے مثل الوکیل عبد ماذون لادین علیہ مع مولاه فلا یبطل قبض دیونہ ولو قبض استسنا ما لم یکن علیہ دیون لانه لغیر ما بذاریہ اور مثل اس کے معنی وکیل کے مانند عبد ماذون فی التہارۃ ہے جس پر دین نہیں اپنے مولیٰ کے ساتھ تو مولیٰ مالک دیون عبد کے قبض کرنے کا نہیں اور اگر قبض کرے گا تو صحیح ہوگا بدلیل استسنا مذکور جب تک غلام پر دین نہ ہو اس واسطے کہ خدا کے دین میں اس کے دلائل کا حق ہے کذا فی البزازیہ یعنی اگر غلام ماذون دیون ہوگا تو اس کے دیون پر قبض مولیٰ کا صحیح نہیں کیونکہ اس میں ماذون کے دانیون کا حق ہے فرع مسئلہ طحا شاری کا التوکیل بالاستقراض باطل لا الرسالۃ در قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر منہ و میں ہے توکیل بالاستقراض اس واسطے باطل ہے کہ مالک غیر میں قرض کو تفویض کرنا جائز نہیں اور استقراض کی رسالت باطل نہیں کیونکہ اس میں تفویض تصرف نہیں اس واسطے کہ رسول سفیر نہیں ہے اور مذکور ہو چکا کہ توکیل بالاستقراض یعنی قرض دینے میں وکیل کرنا صحیح ہے اس واسطے کہ اس میں تفویض تصرف ہے اپنی ملک میں انتہی مختصر المطاوعی میں غانیہ سے مذکور ہے کہ مامور بالاستقراض اگر مقرر ہے یوں کہے کہ مجھ کو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ امر کے واسطے تو اس کو جائز ہے کہ دس درم امر کو دے اور اگر یوں کہے کہ فلا شمس تجھ سے دس درم قرض مانتا ہے سو اس نے قرض دینا قبول کیا تو دس درم امر کے ہوں گے لیکن مامور اس صورت میں رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہی والتوکیل لقبض القرض صحیح فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض میں صحیح ہے سو آگاہ رہنا م صحت اس کی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھ کو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کہے پھر وہ اس کے قبض کرنے کا کسی کو وکیل کرے۔

باب الوکالت بالبیع والشراء | یہ باب ہے بیع اور شرا کی وکالت میں لامل انہما ان عمت او عطلت اوجہات جمالیہ لیسیرہ وہی جمالیہ النوع

لیسیرہ نوع خاص کی جماعت ہے چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہے م وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھ کو بہتر معلوم ہو کیونکہ اس نے تفویض امر اس کی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خریدے گا اشتغال امر ہو جائے گا یا معلوم ہادہ متعین ہو اس طرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کر دی جو عمومی نے کہا کہ جو چیز متعین کی خرید پر وکیل ہو تو اس کی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضروری ہے چنانچہ غلام شہابی یا ہندی یا اس کی جنس اور مقدار جن کا ذکر ضروری ہے تاکہ جس کے واسطے وکیل ہو اسے وہ معلوم ہو جائے تاکہ اشتغال امر ممکن ہو انتہی نوع خاص کی قید اس واسطے دی تاکہ نوع سے احتراز ہو جو مترادف ہیں الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور مدد کہ اس میں تفصیل ہے وہی خاصہ وہی جمالیہ الجنس کدبہ بطلت اور اگر جماعت کا ذکر نہ ہو اور وہ جنس کی جماعت ہے چنانچہ دابتہ تو وکالت باطل ہے م مابہ لغت عرب میں بر باندہ کا اسم ہے جو زمین پر چلتا ہادہ عرف میں گھوڑے اور بچہ اہل گدے کو کہتے ہیں تو اس میں چند اجناس مجتمع ہو گئیں اہل اسی طرح کچھ ابلوس کو شامل ہے ابلوس اور دم خواب سے تاگری اور گارٹھا وہی متوسطہ کہہ دے خاص میں انش اور الصنفہ کثر کی صحت والا لا اہل اگر جماعت متوسطہ ہو یا جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سوا اگر موکل اس کا ٹمن بیانی کر دے یا اس کی

صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہ ہو تو وکالت باطل ہے مگر دو شے حقیقت اور مقاصد میں متحد ہوں تو دونوں ایک جنس ہیں اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہیں پھر اگر جہات جنس کی بکثرت ہو اس طرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جس کے تحت چند اجناس ہوں چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہے مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت نبی آدم میں دو جنس ہیں بواسطہ اختلاف مقاصد پھر ہر ایک لونڈی اور غلام سے گاہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام میں اور گاہے خدمت مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام میں اور اسی طرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ وکلاء بشر ثوب ہر وی او فرس او غنل صح بما یتمد حال الامر زیلعی فراجعہ وان لم یسم ثمن لانه من القسم الاول وکیل کیا اس کو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا چمڑے کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر احتمال حال امر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل ثمن مذکور نہ کیا ہو اس واسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنی جہات لیسیر کہ عبارت ہے نوع خالص کی جہات سے م اتقانی نے کہا کہ جہات نوع کی عفو ہے اس واسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہیں ہے لیکن وکالت متصرف ہوگی اس کی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہی زیلعی نے کہا حال امر کے احتمال کی قید اس واسطے لگائی کہ وکیل قادر ہوگا مقصود موکل کی تحصیل پر اس طرح کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنی اس کے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحاوی ولبشر اء دار او عبد جاز ان سمي الموکل ثمننا یخص نوعا و لا بحرا و نوعا کعبشی زاد فی البرازیة او قدر کذا ففیض اوکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ غلام حبشی برازیہ میں اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے ثمن معین کر دیا چنانچہ اتنے فقیر گھوڑے یا جو م یہ جہات متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنی گھر کو جہات فاحشہ میں شمار کیا ہے اس واسطے کہ گھر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار اختلاف اغراض اور پردیسوں اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خاں کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے جہاں گھروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے منع الغفار میں ہے کہ بیانی مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہے چنانچہ برازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گھوڑے خرید کر تو صحیح نہیں جب تک کہ گھوڑوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحاوی والا لیسم ذلک لایصح والحق بجملة الجنس وہی مالو وکلاء بشر ثوب او دابة لا یصح وان سمي ثمننا للجملة الفاحشة اور اگر اس کو معین نہ کرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہ ہوگی اور طحاوی بجات جنس ہوگی اور جہات جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اس کا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہات فاحشہ کے ہم یہ تم ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جس کی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اس کی جنس اور نوع اور صفت بیان کرے تو قطعاً وکالت صحیح ہے اور اگر سبب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا ہو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال نادانگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اس کے ساتھ ثمن یا ثمن کے بیان کر دیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں اور اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحاوی عن المحمّی لبشر اء طعام و بین قدره او دفع ثمنه وقع فی عرفنا علی المعاد المہیا لاکل من کل مطعم یمكن اكله بلا ادم کلم مطبوخ او مشوی وبقالت الثلثہ وبقی عینی وغیرہ اعتبار المعروف کافی الیمن وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اس کی مقدار بیان کر دی یا اس کا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنی صاحب نانیر کے عرف میں اس طعام پر جو مہیا ہے کھانے کے واسطے ہر ایک اس مطعم سے جس کا کھانا بدوں سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی المعین وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے تم میں عرف اور رواج معتبر ہے م اور کو ذ کے عرف میں طعام عبارت ہے گھوڑوں اور اس کے آٹے سے اور مہر کے عرف میں طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت صحیح ہے

اس واسطے کہ طعام بر مطعم ہوا فتح ہے تو اس کی جنس میں جو حالت فاسدہ ہے وہی الوصیت کہ اسے لشخص بطعام یدخل کل مطعم ولود واولاد و
 کسبجین ہمازید کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے بر مطعم اگرچہ وہ دوا ہو جس میں شیرینی ہے چنانچہ سکبجین کذا فی البزازیہ
 م جازنی نے سکبجین کو کتاب الیومین میں ذکر کیا ہے زوجیت میں اہل شادی کے شارع نے یا ارادہ کیا کہ آگاہ کرے اس پر کہ وصیت بمکرمین ہے کذا فی
 الطحاوی وللوکیل الرد بالعیب ما دام البیع فی یدہ تعلق المتعوق بدوارثہ او وصیہ ذلک بعد موت الوکیل فان لم یکن فلوکل ذلک
 اسے الرد بالعیب وکذا للوکیل بالبیع اہل وکیل کو جائز ہے پھر دینا بیع کا بسبب عیب کے جب تک بیع اس کے ہاتھ میں ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے
 وکیل سے اور اس کے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد نے وکیل کے سوا وکیل کا وارث اور وصی نہ ہو تو اس کے موکل کو وہ درست ہے یعنی بسبب
 عیب کے پھر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے م یعنی وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور بیع میں عیب نکلا تو بیع اس کو پھیر دی جائے گی جب تک
 وہ زندہ اور مائل اور زام عمدہ کے لائق ہے اور اگر مجبور ہو گا تو موکل پر پھیرا جائے گی اور موکل اجنبی ہے خصوصاً بالعیب میں کذا فی الطحاوی
 من البازنیہ وذا الذالم لیسر فلوکل الی موکلہ اقطع ردہ الا بامرہ لانتفاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنی رد بالعیب اس وقت ہے جب کہ وکیل نے
 موکل کو بیع تسلیم نہیں کر دی اور اگر اس نے بیع اپنے موکل کو سپرد کر دی تو اب اس کو پھر دینا ممتنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جائے وکالۃ کے
 تسلیم موکل سے بخلاف وکیل باع فاسدا فلا یفسخ مطلقاً الحق الشرع فقیہ بخلاف اس وکیل کے جس نے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے پھی تو وکیل کو فسخ
 بیع جائز ہے مطلقاً بسبب حق شرع کے کذا فی القنیۃ م مطلقاً یعنی اگرچہ بیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگر ٹمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو جس اس کو فسخ بیع کا
 اختیار ہے بلا اذن موکل اور ٹمن اس سے پھیرے بدوں اس کی رضا مندی کے کذا فی الطحاوی وللوکیل حبس البیع ٹمن دفعہ للوکیل من مالہ اولاً بولی
 لانه کالبائع اور وکیل کو جائز ہے روک رکھنا بیع کا موکل سے قبض ٹمن کے واسطے خواہ وکیل نے ٹمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو مگر نہ دیا ہو تو بطریق
 اولی حبس جائز ہے اس واسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطابق ٹمن میں ولو اشتراہ الوکیل بمقدم اجل للبائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالاً دہی الیہ
 خلاصہ اگر وکیل نے اس کو ٹمن حال خرید کیا پھر بائع نے ٹمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ٹمن کا موکل سے فی الحال جائز ہے اور یہی حید ہے
 کذا فی التلخیص یعنی قبض ٹمن کا وکیل پر اور حصول ٹمن کا موکل پر یہی حید ہے کہ وکیل ٹمن مال خرید کرے پھر بائع ٹمن کی مدت ٹمن دے کذا فی الطحاوی ولو
 ویرہ کل ٹمن یرجع بکلہ ولو بعد رجوع بالباقی لازماً حاکم اعداگ بائع نے وکیل کو سب ٹمن ہبہ کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ٹمن بھر لے اور اگر بائع نے بعض
 ٹمن ہبہ کر دیا تو باقی ٹمن بھر لے اس واسطے کہ بعض ٹمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اہل ٹمن کا کذا فی البحر فلو ملک البیع من یدہ قبل حبسہ ملک من مال موکلہ ولم یسقط
 اٹمن لان یدیکہ نہیں اگر بیع ہاک ہو گئی وکیل کے ہاتھ سے قبل بیع تو موکل کے مال سے ہاک ہو گئی اور ٹمن ساقط ہو گا موکل کے ذمے سے اس واسطے
 کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے م اور اگر ٹمن ہاک ہو اور وکیل کے ہاتھ میں تو بھی موکل کا مال ہاک ہو گا اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر موکل نے دیا سو ہاک
 ہو گا کذا فی الطحاوی ولو بیک بعد حبسہ فہو کبیع فہلک بالٹمن وعندانی کی مہی اور اگر بیع ہاک ہوئی بعد اس کے جس کے تو وہ بیع کے مانند ہے تو
 ہاک بیع کی ٹمن سے ہے یعنی اس کا ٹمن ساقط ہو گا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہے م بیع کے مانند ہے یعنی اس بیع کے مانند
 ہے جو بائع کے پاس ہاک ہو گئی اور بائع جب کہ جس بیع کر لے گا استیفاء ٹمن کے واسطے تو اس کے ہاک ہونے سے ٹمن ساقط ہو گا اسی طرح
 وکیل کے پاس ہاک ہونے سے موکل سے ٹمن ساقط ہو گا اب وکیل موکل سے نہیں لے سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جب کہ وہ مثل رہن کے ہوا
 تو اگر ٹمن اکثر ہو گا قیمت سے تو وکیل نقد فضل موکل سے بھر لے گا کذا فی الطحاوی وللا اعتبار بمفارقة الموکل ولر حاضہ اکما اعتمدہ
 بالصف پھر فلو قالینی واین ملک او حرف اہل سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل جائز ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے

بكر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے م عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہے چھرا صیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں جموی نے اس کا جواب دیا کہ وکیل نائب ہے اصل عقد میں اور حقوق عقد میں وہ اکیل ہے تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الخطا وی بل بمفارقة الوکیل ولو صبیاً فی صرف وسلم فی بطل العقد بمفارقة صاحب قبل القبض لانه العاقد بحد صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگر یہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اس واسطے کہ وکیل عاقد ہے یعنی چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اس واسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہے والمراد بالسلام الاسلام لا قبول السلم لانه يجوز ان کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اس واسطے کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہیں کذا ذکروا ابن کمال م اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تاکہ وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیکسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الخطا وی والرسول فیہا لے الصرف والسلام لا تعتبر مفارقت بل مشارقة مرسله لان الرسالة فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اس کے بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہے اس واسطے کہ پیام رسائی عقد میں ہے نہ قبض میں واستفیضة صحة التوکیل بہا اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہے بہ ترتیب تھا کہ شایع اس کو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ لشتر عشرة ارطال لحم بدرهم فاشتری ضعفه بدرهم فما شتری ضعفه بدرهم فما یباع به عشرة بدرهم لزم الموکل منه عشرة بنصف درهم خلافا لهما والثلثة فلنا انه مامور بارطال مقدرة فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کی دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چاند گوشت اس کا خرید کیا یعنی بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور آئمہ ثلثہ کے یعنی ان کے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہے اس واسطے کہ وکیل نے اس کے حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جواب میں امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنی دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ہم خلاصہ جواب یہ ہے کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو شتری مالا یسا وی ذلک وقع للوکیل اجماعا کبغیر موزون اور اگر گوشت خرید کیا جو اس کے برابر نہیں یعنی مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہے اس کو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے کہ غیر موزون کی بیع م غیر موزون کی صورت ہے کہ موکل نے وکیل کی ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہ بیع موکل کو لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہے اس واسطے کہ ثمن معلوم نہیں ہو سکتا مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدار ہے تو ثمن اس کے اجزا پر منقسم ہو جائے گا کذا فی الخطا وی بتصرف ولو وکل لشتر اثی عشری بعینه بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجها لنفسه صح فینه والفرق فی الوالی غیر الموکل لا لیشتریه لنفسه ولا الموکل اخذ بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعاً للغرر اور اگر اس کو وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہے تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولی خرید کرے موکل کی غیبت میں جب کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا کذا فی المیزان و فرقی خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ در میں مذکور ہے ہم غیر موکل کی قید اس واسطے لگائی تاکہ صورت نکل جائے جس میں چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اس کو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی کی واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئمہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شے معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے گا تو صحیح ہے اس واسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو دکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہے کہ نکاح ان عقود سے ہے جن کی انصاف موکل کی طرف ضروری ہے

اور اسکا انکار کر کے یہ لغو ہوگا بسبب مناقض ہونے اس کے انکار کے اس کی توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے کہ مجھ سے بیع عمرو کے واسطے یعنی جب اس نے اول یوں کہا کہ فلا نے کے واسطے بیع تو یہ اقرار ہوا اس کا کہ میں اس کا وکیل ہوں پھر اس نے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ ان کا لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ اے بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار مشتری ارتد بروہ مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اس کو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اس کو عمرو نے لے گا اس واسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہو گیا اس کے رد کرنے سے الا ان لیسلم مشتری الیہ اے انی عمرو لان التسليم علی وجه البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد لقا الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری بیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اس کو لے اس واسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادائے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنی تراخی ثمن مرد ہے امرہ بشرائشیکین معینین او غیر معینین اذ انواہ فملکوا کل کما مر بجر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین چیزوں کی خرید کا جب کہ وکیل نے اس کی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر عنقریب مذکور یہ ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی و الحال انہ لم یسیم تمنا فاشتری لہ احدہما بقدر قیمتہ او بزیادۃ لیسیرۃ یتخابن الناس فیہا صح عن الأمر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بعبین فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کی سببی معین و چیزوں کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اس کا ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو میں سے ایک چیز خرید کی بقدر اس کی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جس قدر میں لوگوں کو خسارہ ہو جاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہیں یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کی طرف سے صحیح نہیں اس واسطے کہ خرید کے وکیل کو عبین فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہیں بخلاف وکیل بیع کہ اس کو عبین فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا و کذا بشرائشیکین بالفت و قیمتہا سواء فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسی طرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونوں کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے ان دو میں سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے مگر قیمت کی خرید میں اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اس میں موکل کو فائدہ ہے لہذا صحیح ہے ولو بالاکثر ولو لیسیرا لا یلزم الأمر الا ان لیشتری الاثنی من المعینین مثلاً ببقی من الالف قبل الخصومة لحصول المقصود اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہیں مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلاً دونوں معین چیزوں سے ہزار کی مابقی سے قبل خصومت کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے م مثلاً دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اس نے ایک غلام پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہیں ہاں اگر دوسرے غلام کو دو درم پانسو درم سے خرید کرے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنی حاصل ہونا دونوں غلاموں کا ہزار درم سے و بوزاہ ان بقی مالیشتری بمثلہ الاخر او صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہو سکے ولو امر رجل مدیونہ بشرائشیکین معینین بدين له عليه وعينه او عين البائع مع وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالة قیبر الغریم بالتسليم ایہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اس دین کے جو اس کا اس پر ہے اور بیع کو اس نے معین کر دیا یا بائع کو معین کر دیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائے گا قبض دین میں باعتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہو جائے گا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعین لان توکیل المجهول باطل ولذا قال والایعین فلا یلزم الأمر ونفذ علی الا فہلک علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین بیع یا بائع کے اس واسطے کہ وکیل کرنا شخص مجهول کا باطل ہے اور اسی واسطے معصنف نے کہا اور اگر بیع کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہ ہوگی اور مامور پر نافذ ہوگی تو اس کی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین کے کہ ان کے

نزدیک ہر خرید لازم ہے امور کے قبض کرنے سے کہ لانی الطحاوی و کنا الخلاف لوامرہ ان سلیم ماعلیٰ و یعرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ
وعدم تعینہا فی المعاوضات عندہا اسی طرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ مقدسہ یا مقدسہ
کسے بعض اس دین کے جو اس پہ پہ بنائے خلاف ہے نقد کے متعین ہونے پر وکالت میں امام کے نزدیک اور متعین ہونے نقد کے معاوضات میں
صاحبین کے نزدیک ہے جو کہ صاحبین کے نزدیک درہم اور دنانیر معاوضات میں متعین نہیں خواہ دین ہوں یا عین تو توکیل صحیح ہے اور امر کو لازم ہے اس واسطے
کہ تعرف مامور کا امر کے تعرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک جو کہ درہم اور دنانیر وکالت متعین ہیں تو وکالت باطل ٹھہری تو در صورت تعین نقد غیر متعین
کو توکیل دین ٹھہری ہوں اس بات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہیں کہ لانی الطحاوی مختصا و لوامرہ اسے امر جل مدیون نہ تہ
بما حلیہ صح امرہ بجملة المال للہ تعالیٰ وہو معلوم اور اگر اس نے اس کو امر کیا یعنی ایک مرنے اپنے مدیون کو اس دین کی خیرات کسے کا امر کیا جو اس کے فے
پر ثابت ہے تو اس کا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالیٰ کے واسطے امداد معلوم ہے نہ بھول کہ تو کیا بقیہ دین صحیح نہ ہو مگر عین
جب مدیون سے کہہ کہ دین کو تصدق کسے تو گو یا اس نے حق تعالیٰ کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر اب تصدق میں نائب ہے خدا ابل شانہ کا کا صح امرہ
لوامرہ لاجرا المستاجر برتہ ما استاجرہ مما علیہ من الاجرة وکذا لوامرہ بشرہا عبد یسوق الدابة و میفق علیہا مع اتفاقا للضرورة لانه لا یجد لاجرا کل وقتہ فعمل
الموہب کا لوبر فی الغنض جیسے صحیح ہے امر اس کا اگر کسے اجارہ دیے والا مستاجر کو اس کی مرمت کا جس کو اس نے اجارہ لیا اس اجرت سے جو مستاجر پہ ہے
اھل اس طرح اگر مومن نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خریدنے کا جو غلام کا اجارہ کے جانور کو لائے اور اس پر خرچ کرے تو امر اس کا باتفاق امام اور صاحبین کے
صحیح ہے بسبب ضرورت کے اس واسطے کہ مستاجر جو کہ ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والدین قبض اجرت میں اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی مگر جو خرچ مجیم
جہارت ہے میں مستاجر سے اور جو بکسوسیم اجارہ دینے والا قلت و فی شرح الجامع الصغیر لقا صنی خاں لان کلا قبل وجوب الاجرة للکون و لاجل وجوب
قبل علی الخلاف الی آخرہ فراجزہ میں کتا ہوں اور قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ اگر مومن کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہے تو جائز نہیں
اور بعد وجوب کے بعضوں کے نزدیک بموجب خلاف امام اور صاحبین کے ہے الخ تو اس کی طرف مراجعت کریم بیان خلاف ہے کہ امر مومن کا بعد وجوب
اجرت امام کے نزدیک صحیح نہیں ہوں تعین بیع یا بائع کے اھل بلا تعین بیع مامور ہر ناخذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت امر پر ناخذ ہوگی کذا فی
الطحاوی و لوامرہ بشرائہ باللف و دفع المائع فاشتری و قیمتہ کذلک قال الامرا شتریت نصفہ و قال المامور بل بکل صدق لانه ایمن بک
اس کو امر کیا اس کی خرید کا بعض ہنر کے اور اس نے ہنر دینے سو وکیل نے اس کو خرید کیا اور قیمت اس کی ہنر ہی ہے سو وکیل نے کہا کہ تو نے پانسو سے خرید لیا
اھل وکیل نے کہا بکسوسے ہنر سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے وان کان قیمتہ نصفہ فالقول للامر بلا یمن و رد و ان کمال
تبعالصدر الشریعہ حدیث قال صدق فی النکل بغیر الحلف و تبعہ المصنف لکن جرم الوان بانہ قولین و صواب بعد الحلف اور اگر قیمت اس کی پانسو ہو تو موکل کا قول
مستتر ہے ہر دو قسم کے چنانچہ صاحب مدد اور ابی کمال نے ذکر کیا ہے صدر الشریعہ کے تابع ہو کہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا ہے کہ موکل کی تصدیق
ہوگی در صورت دفع اور عدم قیمت دونوں صورتوں میں بدون قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہے اخلاص ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی مثنیٰ مدد نے یقین کیا ہے کہ قول
بیم حلف تحریف ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی مگر طحاوی نے کہا کہ مثنیٰ مدد نے تحریف کی نسبت میں کوئی نص مریح پر لایا
نہیں کی تو ابو عاصی نے تحریف در حق اخلاص ہا سند بگانی ہے اور تخطیہ بے عمل ہے وان لم یذفع المائع و قیمتہ نصفہ فالقول للامر بلا یمن قال المصنف
تبعالصدر کما مرقت لکن فی الاطباء القول للوکیل بعینہ لانی اربع فبا بینه قبتہ اگر موکل نے ہزار درہم وکیل کو نہیں دیئے اھل ملائکہ قیمت اس کی پانسو ہے
تو موکل کا قول مستتر ہے ہر دو قسم کے ایسا کہ کہ ہے مصنف نے مدد کا تابع ہو کہ چنانچہ مذکور ہو چکا میں کتا ہوں لیکن اشیاء میں ہے کہ وکیل کا قول مستتر ہے

قسم کے ساتھ مگر چار صورتوں میں گواہی کے ساتھ قول اس کا معتبر ہے تو ہر دار رہنما اس اختلاف سے مطلقاً وی نے کہا یہ استدراک صحیح نہیں ماقبل پر کیونکہ وہ موکل میں ہے اور یہ وکیل میں تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اس کے اشتباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہے تو نفی میں اس کو لازم نہیں آتا مطلقاً وان کان قیمۃ الفایۃ الخ فان ثم یفسخ العقد بینہما فیلزم البیع المامور اور اگر قیمت اس کی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کھائیں پھر دونوں میں عقد فسخ کیا جائے تو بیع وکیل کو لازم ہوگی وکذا لو امرہ لبشر معین من غیر بیان فمن فقال المامور اشتريته بكذا وان صدقہ بالثمن علی الامر وقال الامر بنصفه صحا لانا لوقوع الاختلاف فی الثمن وموجبہ التحالف اور اسی طرح اگر اس کو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدول بیان کرنے میں اس کو وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اس کا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اس کو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونوں قسم کھائیں بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن میں اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہے ہم تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہے قول دعو اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہے اور قاضی خاں نے باتباع فقیہ ابو جعفر اس کی تصحیح کی ہے کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہ ہوگا کذا فی المطحطاوی وان اختلافاً فی مقدار اسی الثمن فقال الامر امر تک بشرائہ بنائتہ وقال المامور بالف فالقول للامر بمینہ فان برہنا قدم برہان المامور لکثرة اثباتہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں یعنی تسمیہ مقدار ثمن میں تو موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کی خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ پھر اگر دونوں گواہ لادیں تو وکیل کے گواہ مقدم ہیں باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ لبشر اخیر فاشتری الوکیل فقال الامر لیس ہذا المشتري باخی فالقول له بمینہ ویکون الوکیل مشترياً لنفسه والاصل ان الشراء متى لم ینفذ علی الامر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خيار الشرط اور اگر موکل نے اس کو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل خرید کیا تو موکل نے کہا یہ جس کو خرید کیا میرا بھائی نہیں تو موکل کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اس کا مشتری بھڑے گا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ خریداری جب کہ موکل پر نافذ نہ ہوگی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خيار الشرط کے باب میں مذکور ہو چکا یعنی در صورت بطلان بیع موکل ملک باقی رہے گی وعقۃ العبد علیہ اسے علی الوکیل لزم عمہ عتقہ علی موکلہ نیواخذہ خانیۃ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اس کا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ مانو ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیۃ ولو امرہ عبد لبشر لنفسه الامر من مولاہ بكذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لیسیدہ اشتريته لنفسه فباعہ علی ہذا الوجه عتق علی المال وولاءہ لیسیدہ کان الوکیل سفیراً اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اس کو دیا سو وکیل نے اس کے مالک سے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اسی کی ذات کے واسطے سو مالک نے اس کو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اس کے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے ہم جب وکیل سفیر محض ہو تو حقوق عقد اس کی طرف راجع نہ ہوں گے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اس واسطے ہو کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فی المطحطاوی وان قال الوکیل اشتريته ولم یقل لنفسه فالعبد ملک للمشتري والالف للیسید فیہما لانه کسبہ علی العبد الف اخیری فی الصورة الاولى بدل الاعتاق کما علی المشتري الف مثلہما فی الثانية لان الاول مال المولے فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا میں نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونوں صورتوں میں مالک کا مال ہے اس واسطے کہ وہ اس کے غلام کی کماٹی ہے اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت میں واجب ہیں عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہیں مانند اس کے دوسری صورت میں اس واسطے کہ اول ہزار مال ہے مولیٰ کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہیں رکھتا وشراء العبد من سیدہ اعتاق فتلفوا حکام الشرا بظنا قال فلو شری العبد لنفسه الی العطاء صح الشراء بجر اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے انہو ہوا جس کے

تو اس واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا فی البعوم اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب
 بطلان ہونے مدت کے کذا فی الطحاوی کا صحیح فی حصۃ اذا اشتری نفسہ من مولاه و مع رجل آخر و بطل الشراء فی حصۃ شریک جیسے صحیح
 سے خرید غلام کے حصہ میں جب کہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولیٰ سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مرد شری ہے اور باطل
 ہوگی خریداری غلام کے ساتھ جس کے حصے میں م راد یہ ہے کہ غلام اور اس کے شریک نے بسبقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق
 اس پر اہل ہے بخلاف مالو شری لاب ولہ مع رجل آخر فانہ یبیع فیہما بیوع النخیانہ من بحث الاستحقاق والفرق العقد البیع فی التالی لا الادل
 لان الشرح جعل اعتقاد و لذل البطل فی حصۃ شریک لئلا یجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک
 اور مرد کے ساتھ شریک ہو کر کہ یہ خریداری دونوں شریکوں کے حق میں صحیح ہے چنانچہ غانہ کی کتاب البیوع میں ہے استحقاق کی بحث سے اور
 دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ بیع منعقد ہو جاتی ہے دوسری صورت میں یعنی باپ کی شرکت میں نہ پہلی صورت میں یعنی غلام کی شرکت
 میں اس واسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعتقاد قرار دیا ہے ولہذا بیع باطل ہے غلام کے شریک کے حصے میں بسبب لازم ہونے جمع بین
 الحقیقۃ والمجاز کم یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدار کا حاصل سوال یہ ہے کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور حق غلام میں اعتقاد اس کے شریک
 حق میں مفید ملک نہ ہوگی خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنی اعتقاد
 میں اور معنی حقیقی یعنی ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں قال بعد اشتری نفسک من مولائ فقال لمولاه یعنی نفسی
 لغلام ففصل اسے با ح علی ہذا وجہ فلو دجد بہ حیبا ان علم بہ العبد فلارد لان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فارد للعبد اختیار
 کما ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلا نے شخص نے
 واسطے سو اس نے کیا معنی اس کے مالک نے اس کو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اس میں کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو
 غلام جانتا تھا تو پھر بیچنا جائز نہیں اس واسطے کہ دانست وکیل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اس کو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی ردیع
 کا اختیار ہے کذا فی اختیار شرح المختار غلام کو ردیع کا اس واسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقل
 لغلام حق لانه اتی بصرف انہ ففقد علیہ علیہ الثمن فیما زوال مجرہ بعقد باشرہ مقترنا باذن المولیٰ درر اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجھ کو فلا نے شخص
 کے واسطے بلکہ یوں کہا کہ مجھ کو بیچ میرے ہاتھ یا یوں کہا کہ مجھ کو بیچ دلال کذا فی الطحاوی تو غلام آزاد ہوگا اس واسطے کہ وکالت کے سوا اس نے
 دوسرا تصرف کیا تو اس پر نافذ ہو گیا اور غلام پر نفس لازم ہے دونوں صورتوں میں یعنی در صورت وکالت اور عدم وکالت میں بسبب زائل ہونے
 منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جس کا وہ مباشر اور غافل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر یہ جواب ہے سوال
 مقدار کا تقریر اس کی یہ ہے کہ وکیل یہاں غلام ہے اور غلام مجبور بالتصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اس کی طرف راجع نہ ہوں فرغ مسئلہ ملحقہ
 شارح کا الوکیل اذا خالف ان عکافا الی غیر فی الحبس کیسے بالف درہم فباع بالف و ما لہ لفقہ ولو بباۃ دینار لا ولو غیر غلامۃ و وکیل نے
 جب کہ اگر موکل کی مخالفت کی اور اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہے ایک ہی بنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بوجہ ہزار درہم کے سو وکیل
 نے گیارہ سو درہم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بوجہ سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہوں ہزار درہم سے کذا فی
 الخلاصۃ والدرہم یہ مسئلہ مد میں غلام سے حقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط غلام پر اختیار کرتا واللہ اعلم۔

فصل فی بیع اور شراء وغیرہا کی وکالت کے احکام میں لا یعقد وکیل البیع والشراء ولا جارة والعرف والاسلم ونحوہا

مع من ترو شهادتہ لکتمتہ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور ان کی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اس شخص کے ساتھ جس کی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہے بسبب تہمت کے م مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اس واسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہیں تو گویا اس نے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر اس کے ہاتھ بیع کرے گا جس کی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام یا دیون یا میکاتب سے وکیل بیع کرے گا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا کذا فی الطحاوی وعن البحر و جوازہ بمثل القيمة لا من عبده و مکانہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور میکاتب سے الا اذا اطلق له الموکل کبیع من شدت فیجوز بیعہ لم یمنع من القيمة اتفاق وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جب کہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یوں کہے کہ بیع جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اس کا بیچنا ان لوگوں کے ہاتھ بمثل قیمت بالاتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القيمة اتفاق اسے بیعہ لا شراہہ باکثر منہا اتفاق جیسے جائز ہے عقد وکیل کا ان کے ساتھ در صورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنی بیع وکیل کی در صورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اس کی اکثر قیمت دے کہ بالاتفاق م شراح نے بیع قید کی لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقید میں کما لو باع باقل منہا بغین فاحش لا یجوز اتفاقاً و کذا ابیسیر عندہ خلافاً لہما ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ اکثر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسی طرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ لوصرح ہم ہذا اجماعاً الا من نفسه و طفله و عبده و غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں و صحیحہ بما قل او کثرو بالعوض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعض اسباب کے م یعنی امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگر یہ غبن فاحش ہو اس واسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہے گی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کر کے بیچتا ہے کذا فی الطحاوی وخصاہ و بالقیمۃ و ہا نقود و بہ نفی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البرازیہ محل خلاف در صورت تقید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تقید کر دے گا تو اس کا خلاف جائز نہ ہوگا کذا فی الطحاوی ولا یجوز فی العرف کدینار بدرہم بغین فاحش اجماعاً لانہ بیع من وجہ و شرا من وجہ صیرفیۃ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک راہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ م اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغین فاحش جائز نہیں و صحیح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع لتجارة وان کان للحاجة لا یجوز کالمراۃ اذا دفعت غزل الی رجل لیبیعہ لہا و یتعین النقد بیئۃ خلاصہ اور صحیح ہے بیع ادما سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادما سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصۃ م اس واسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے و کذا فی کل موضع قامت الدلائل علی الحاجة کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام میں جس میں دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اس کو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں و ہذا یعنا ان بائع الناس لسیۃ فان طول المدة لم یجز بیئۃ ابن ملک اور یہ بھی یعنی تجارت میں ادما سے بیچنا اس صورت میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادما بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کرے گا تو جائز نہ ہوگا اسی کا فتویٰ ہے کذا صرح ابن ملک ومتی علمین الامر شیئاً تعین الان فی بیعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جائز بحر و جب کہ موکل کی کوئی چیز مقرر کر دے گا تو وہ متعین ہو

ہلے کی مگر اس صحت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اس کو ہزار درہم دلا دے سو وکیل نے اس کو ہزار درہم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البوم اور اگر موکل نے
 کہ کہ بیچ مدت مقرر کر کے بیچا تو سوا اس نے نقد سے بیچا مگر اس نے کہا کہ صبح یہ ہے کہ بالا جماع جائز نہیں کذا فی الطحاوی قلت وقد منازعہ
 مخالف المال فی ذلک بالجس جاز والا فلا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت اس موکل کی کی بہتری کے ساتھ اسی جنس میں تو جائز ہے
 اور نہیں تو جائز نہیں وائنا متفقہ بنائیں وہ مکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمانی اور مکانی مگر فی البرازہ الوکیل للی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ و بعد
 فی مباح و کذا لکفیل مکن لا یطالب الا بصلح لک فی تنویر البصار لیکن جاز یہ میں ہے کہ دس دن یکم کا وکیل دس دن میں دلا دے بعد اس کے بھی وکیل ہے اور
 اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہ ہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصار و فی زواہر الجواہر قتال بعبثہ و اویری فلمان و طحاوی معرفۃ
 و بایع بدو نم جاز بخلاف لا بیع الا بشوفا لا یجوز فلان یہ یفتی قلت ویرم علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا و قال اشتری زیتا بمعرفۃ فلان مذہب
 و اشترى بلا معرفۃ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لا لشتر الا بمعرفۃ فلمان فلیحفظا و زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اس کو گواہوں کے قریب
 یا بیچ اس کو فلمان نے شخص کی تجویز سے یا اس کی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اس کو بیچا بدو اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس
 قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلمان نے شخص کے روبرو کہ بدو ان کے بیچ جائز نہ ہوگی اور اسی کا فتویٰ ہے میں کہتا ہوں
 اور اس قول سے معلوم ہو گیا اس واقعہ فتویٰ طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتونی خرید کر فلمان نے شخص کی
 معرفت سو وکیل کیا اور اس نے بدلہ معرفت اس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہو گیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخلاف اس قول کے کہ خرید کرنا
 مگر فلمان نے شخص کی معرفت تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م فتویٰ مالگیری میں ہے کہ اگر موکل نے ایسا شرط عقد میں کی جو اصلا مفید نہیں بلکہ اس کو مفید ہے
 تو وکیل پر اس کی مراعات واجب نہیں خواہ اس کی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اس نے کہا کہ بعض ہزار درہم کے ادھار بیچ یا یوں کہا کہ نہ بیچنا مگر
 ادھار ہزار درہم سے سوا اس نے ہزار نقد سے بیچ کی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک ماہ سے مفید اور دوسری ماہ سے مفید نہیں
 تو اگر اس کی تاکید نفی سے کرے گا تو مراعات اس کی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہیں چنانچہ یوں کہا کہ اس کو فلمان نے بارہ
 میں بیچنا سوا اس نے دوسرے ہزار میں بیچا تو اگر اس نے تاکید بہ نفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہ ہوگی کذا فی الخیرۃ
 اور قسم ثالث چھوٹ ری وہ یہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر ہی کی تصریحات سے اس وقت میں تعلیم شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحاوی و فی عقدہ
 رہنا و کفیل بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الزبہ او قوی المال علی الکفیل لان جواز الشرعی یبانی الضمانی اور وکیل کو صبح ہے ثمن
 میں رہیں لینا او ضمان لینا تو اس پر تاوان نہیں اگر رہیں ضائع ہو گیا اس کے ہاتھ میں یا مال ہلاک ہو گیا ضامن پر اس واسطے کہ جواز شرعی تاوان کی
 منافی ہے ہم ہلاک مال کی صحت یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اس قاضی کے پاس میں کے مذہب میں اصل بری الذمہ ہو جاتا ہے ضمانت سے پھر
 ضامن مفلس ہو کر رہ جائے لہذا بعضوں نے کہا کہ کفالت سے یہاں حوالہ مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاک کی صحت
 یہ ہوگی کہ کفیل اور کفیل عنہ مفلس ہو کر رہ جائے کذا فی الطحاوی عن الوانی عن شرح الہدایۃ و لقیید شرائع المشتل القیمۃ و غین لیسیر و ہوا یقوم بہ
 مقوم اہد وکیل کی خرید مقید مثل قیمت ہے یا غین قلیل کے ساتھ غین قلیل وہ ہے کہ اس کے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کا قیمت کرتا
 ہو کذا فی اللہم و غین لیسیر کا و او یعنی اس ہے اور غین لیسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہے کذا فی الطحاوی و فی ہذا المکین سمرہ معروفہ و ان کان
 سمرہ معروفہ یا بین الناس کثیر و کم و موز و غین لا ینفذ علی الموکل و ان قلت الزیادۃ و لو فلسا و اسد ابی غنی بحرو بنایہ و یہ یعنی وکیل کی خرید
 جائز ہونا غین لیسیر کے ساتھ اس وقت ہے جب کہ زرع اس کا مشہور نہ ہو اور اگر زرع اس کا معروف اور مشہور ہو تو لوگوں میں جیسے کہ روٹی اور

گشت اور کیلے اور پھر کا رخ توغبین کے ساتھ بیع نافذ نہ ہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اس کا فتویٰ ہے کذا فی البحر والبنایہ
 وکلہ بیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقال ان باع الباقي قبل الخصومة جاز والا لا وهو استحسانا ملحق و ہدایہ وظاہرہ ترجیح قولہما
 والمفتی بہ بخلافہ بحر وکیل کیا اس کو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا
 کہ اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں اور یہ استحسان ہے کذا فی الملحق والہدایہ اور ظاہر
 ہدایہ میں قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اس کے مخالف ہے کذا فی البحر امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے
 اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہ ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع
 میں عموم اور اطلاق مراد ہے تو توکیل بالشراء میں وہ متعارف مراد ہے جس میں ضرر اور تحمت نہیں اور صاحبین کے نزدیک دونوں برابر ہیں وقید
 ابن الکمال الخلف بما یتعجب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا قلیر اجماع اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف میں اس کی قید لگائی کہ جو شرکت سے
 معیوب ہو جائے اور اگر شرکت سے معیوب نہ ہو تو باتفاق جائز ہے اور اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ میں ہم بحر الرائق میں ہے کہ غلام
 سے مراد وہ ہے جس کی تبصیف میں ضرر ہے تو احتراز واقع ہوا اس سے جس کی تبصیف میں ضرر نہیں جیسے گہوؤں اور جو کہ وہ باتفاق جائز ہے چنانچہ
 معراج میں ہے کذا فی الطحاوی وفي الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومة اتفاقا اور نصف غلام کی خرید میں خرید موقوف ہے اس
 کی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام اور صاحبین کے معنی اگر قبل خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید لیا
 تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں و لور و بیع بعیب علی وکیلہ بالبیع بدینہ و نکلہ او قرارہ فی مالایحدث مثلاً فی ہذہ المدۃ ردہ الوکیل علی
 الامر اور اگر بیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اس کی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اس
 عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اس کو پھیر دے گا موکل پر و لو باقرارہ فیما یحدث لایردہ و لازم الوکیل اور اگر
 رد بیع ہو وکیل کے اقرار سے اس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیرے گا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل فی
 الوکالتہ المخصوصہ فی المضاربتہ المخصوصہ قاعدہ کلیہ وکالت میں مخصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے م و لہذا وکالت بیان جنس سے صحیح
 نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضروری ہے بخلاف مضاربت و لہذا مضارب ابداع کا مالک ہے و فرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیئۃ فقال
 امر تک نہ نقد وقال اطلقت صدق الامر مراد مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے ادھار اور موکل نے
 کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنی اس واسطے کہ وکالت میں مخصوص
 اصل ہے و فی الاختلاف فی المضاربتہ صدق المضارب عملاً بالاصل اور مضارب کے اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے
 سے یعنی مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی
 تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لاینفذ تصرف احد الوکیلین معا کو کلتما بکذا حدہ و لو الاخر عبد او صبی او مات او جن
 نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جن کو موکل نے ساعقی وکیل کیا چنانچہ یوں کہا موکل نے کہ میں نے تم دونوں کو
 وکیل کیا فلا نے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مرگیا یا دیوانہ ہو گیا ہو م اس واسطے کہ ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں
 وکیلوں کی رائے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رائے سے اور یہ اس تصرف میں ہے جس میں اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اس میں رائے
 کی حاجت اور توکیل بلفظ واحد نہ ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما یجوز فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اس

صورت میں نافذ ہے جب کہ موکل نے دو شخصوں کو ویس کیا علی التعاقب نہ ساقی بہ لفظ واحد بخلاف دو ویس کے کہ باوجود وصایت ایک وصی کا ہونے کے دونوں دوسرے کے نافذ نہ ہو گا چنانچہ باب الوصایا میں آوے گا وہی خصوصیت بشرط رائے الآخر لا حصر علی الصبیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر خصوصیت میں نافذ ہے بشرط شرکت رائے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صبیح کے م خصوصیت میں تصرف ایک وکیل کا اس واسطے نافذ ہو کہ وہ اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب ہو گا مجلس قضا میں کذا فی الدمنع الغفار میں مبنی سے مذکور ہے کہ خستہ میں وکیل ثانی کی رائے مشروط ہے تو اگر بدوں رائے ثانی وہ مباشر ہو گا تو ہمارے نزدیک جائز ہیں الا اذا استبہل الغبیض حتی یجمعا جو بہ خصوصیت میں احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل منتہی ہوں قبض کی طرف یعنی جب خصوصیت منتہی بقبض ہو تو جائز نہیں یہاں تک کہ دونوں وکیل مجتمع ہوں کذا فی الجوزۃ و عتق معین و طلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف عوض و غیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف عوض اور غیر معین کے م عتق اور طلاق معینہ بلا عوض میں رائے کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف عوض اور غیر معین کے کہ اس میں ایک وکیل کا تصرف بدوں دوسرے کے کافی نہیں و تعلیق بمشیتہما اے الوکیلین فان یزیم اجتماعهما تعلیق قال المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اس واسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے م چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اس کو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا فعل شرط ہے اس واسطے کہ جو چیز دو شے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شے کے وجود کے بغیر یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت و ظاہرہ عطف علی لم یعوضا کا یعلم من العینی والدرر فی العبارة ولا علقا بمشیتہما فتدبریں کتابوں اور ظاہر اعطف بمشیتہما کا لم یعوضا پر ہے چنانچہ مبنی اور درر سے معلوم ہوتا ہے تو حق عہارت یوں تھا ولا علقا بمشیتہما سو مائل کر م تو اب ترجمہ یوں ہو گا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر عتق معین اور طلاق معینہ میں جن کا بدلہ نہیں لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونوں معلق کیے گئے وہی تدبیر و عین کو دلالت داتی و منع و بیع فاسد خلاصہ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر مدبر کرنے اور رد عین میں چنانچہ ودیعت اور عاریت اور موصوب اور بیع فاسد کے پھر دینے پر کذا فی الخلاصہ بخلاف استرداد معلق قبض احد ہما ضمن کل عدم امرہ بقبض شئی منہ و حده سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور موصوب اور بیع فاسد کو پھیرے گا تو اس کے پورے کا تاوان دے گا یعنی در صورت ہلاکی شئی مسترد بسبب نہ ہونے امر موکل کے اس میں سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا مبنی موکل نے یہ کہا تھا کہ ایک وکیل تنہا قبض شے پر قبضہ کرے کذا فی السراج م یہ جواب ہے سوال مقصد کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یوں تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اس واسطے کہ ہر وکیل نصف حصے کے قبضہ پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ کہ اس کو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نہ تھا بلکہ اجتماع وکیلین امر تھا چہ جب اس نے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہو گئی تو پورا ضمان اس پر لازم آیا وہی تسلیم مرتبہ بخلاف قبضہا ولو البیہ و تسلیم مرتبہ یعنی موصوب میں احد الوکیلین کافی ہے بخلاف قبضہ موصوب کے کہ اس میں اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی حوالہ البیہ و قضاء دین بخلاف اقتضاء مبنی اور دین کے لو اس میں ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تعاضی کے کہ اس میں افراد کافی نہیں کذا فی یعنی م استرداد عین اور قبضہ مبر اور اقتضاء دین میں ایک وکیل کا تصرف اس واسطے کافی نہ ہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اس میں موکل کی غرض صحیح ہے اس واسطے کہ حفظ و شخصوں کا ایک شخص کا حفظ کی بار نہیں و بخلاف الوصایا لائیں و کذا المفاربتہ والقضاء والتکیم والتولیت علی الوقف فان ہذا السیۃ کا لو کالہ فلیس لامد ہما الا افراد بخر بنہ و شخصوں کے دمی ہونے کے اور اسی طرح دو شخصوں کی مفاربت اور قضاء و تکیم اور وقف پر متولی ہونے کے تو یہ چیزیں وکالت کے مانند ہیں تو ایک شخص کو دو شخصوں میں سے انفرقا و تنہائی جائز نہیں کذا فی الجوزۃ

م اشياء مذکورہ پانچ میں نہ چھ تو ثناء کے شارح نے وصایت میں دو صورتیں ٹھہرائیں ایک صورت یہ کہ دونوں کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التتابع کیا چونکہ اشياء مذکورہ میں رائے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا افراد کافی نہیں مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ میں دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہ ہوگا کذا فی الطحاوی مختصر آیت صرف الا فی مسئلہ ما اذا شرط الواقف النظر لا والاستبدال مع فلان فان للواقف الا افراد دون فلان اشياء مگر اس مسئلہ میں جب کہ واقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلاں شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال میں افراد جائز ہے نہ فلاں شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مال او من مال موکل لا یجبر علیہ اذالم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتویٰ کی بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادائے دین کا وکیل خواہ ادائے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اس پر نہ بردستی نہ کی جائے گی ادائے دین میں بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہ ہو اور یہ واقعہ بھی فتویٰ طلب تھا چنانچہ اس کو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اس پر اعتماد کیا م اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اس میں یوں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں اگر وہ باز رہے اس فعل سے جس میں وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلوں میں انتہی اور ملتقات میں علت اس کی یہ مذکور ہے کہ اس کا کرنا اس پر واجب نہیں لیکن تنویر البصائر میں ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین میں جب کہ اس کے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحاوی قال ومفادہ ان الوکیل بیع من مال الموکل لو فاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بخو طلاق ولو لطلبہا علی المعتد وعق و ہبۃ من فلان و بیع من لکونہ متبرعاً مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادائے دین کے واسطے تو اس پر جبر نہ ہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہیں مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتد کے اور جبر نہیں عتق پر اور فلاں شخص کے ہبہ کرنے پر اور اس کے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے میں متبرع ہے یعنی افعال مذکورہ اس پر لازم الفعل نہیں الا فی ثلث مسائل اذا وکل بدفع عین قم غاب او بیع رہن شرط فیہ اولجہ فی الاصح او بخصومتہ لطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ خلافاً لما افتی بہ قاری الہدایہ مگر تین مسئلوں میں وکیل پر جبر کیا جائے گا جب کہ موکل نے اس کو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہو گیا یا اس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جس کے عقد رہن میں بیع مشروط ہے یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح میں یا اس کو وکیل کیا خصومت میں مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتویٰ قاری ہدایہ میں بیان شارح ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ میں مخالف ہے حالانکہ مخالف اس کی فقط متن کے مسئلے میں ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے در صورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منخ الغفار میں مشرح مذکور ہے کذا فی الحلبي قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجرة یجبر فترہ میں کہتا ہوں اور ظاہر اشباہ یہ ہے کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اس کو م اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی مختصراً اور ابن ضیا کی شرح جمع میں ہے کہ جو اجرت لے کر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اس پر جبر کیا جائے گا استیفاء ثمن پر اس واسطے کہ اس کو پہنچ گیا بدلا اس کے عمل کا مانند مضارب کے در صورت حصول نفع کذا فی الطحاوی ولا ینس مسئلہ واقعۃ الفتویٰ و راجع تنویر البصائر لعلہ اوفیٰ اور نہ بھولنا واقعۃ الفتویٰ کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کی طرف کہ اس نے پورا اس کو بیان کیا ہے ہم واقعۃ الفتویٰ یہ ہے کہ جب وکیل ہو اس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اس پر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلوں کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قرضے دین پر اپنے مال سے تو اس پر جبر نہیں اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو اس پر جبر ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً و فی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یكون الموکل حاضراً بنفسہ او مسافراً اور لیضاً او مخدراً اور اشباہ کے فروق میں ہے وکیل کرنا بدوں رضا مندی مخاصم کے جائز نہیں لام کے نزدیک مگر یہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو

یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہم یہ مسئلہ مقدم ہو گیا کہ اول کتاب الوکلاء میں مذکور ہو چکا الوکیل لایوکل الا باذن آمرہ بوجود ارضی وکیل دوسرے
 شخص کو وکیل نہیں کر سکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود معاندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اس واسطے جائز نہ ہوا کہ اس کو تصرف منوع
 ہے نہ تو وکیل اور موکل تصرف میں وکیل کی رائے سے ماضی ہو اور کچھ لوگ رائے میں مختلف ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ جس کام میں وہ وکیل ہوا اس میں دوسرے
 کو وکیل نہیں کر سکتا تو حقوق عقد کی تو وکیل عامی ہو گئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو بیع میں وکیل نہیں کر سکتا لیکن تقاضائے ثمن میں بلا اذن موکل کر سکتا ہے
 اس واسطے کہ حقوق حشر میں وکیل خود اکیل ہے الا اذناہ فی دفع زکوٰۃ فوکل آخر ثم و ثم فذبح الا خیر ہما زولا یتوقف بخلاف شراء الاضیۃ الخانیۃ وکیل دوسرے
 کو وکیل نہیں کر سکتا مگر جب کہ وکیل کو دفع زکوٰۃ میں وکیل کیا سو اس نے دوسرے کو وکیل کیا دوسرے نے تیسرے کو تیسرے نے چوتھے کو و علیٰ ہذا القیاس
 سو وکیل اخیر نے زکوٰۃ فقیر کو دی تو جائز ہے اور یہ ہوا موقوف نہ رہے گا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی الاضیۃ الخانیۃ یعنی موکل نے زید کو
 قربانی خرید کر نہ فرو کیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اس نے جائز رکھی تو جائز ہے
 اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذنا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہیں مگر قبض دین کا وکیل جب
 کہ وکیل کے اس کو جو اس کے عیال میں ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیل فیجوز بلا اجازت لعمول
 المقصود دین اور وکیل کو تو وکیل جائز نہیں مگر نزدیک بٹھرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب
 حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدیم اس واسطے کہ رائے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہاں حاصل ہے بخلاف اس صورت کے
 جب کہ دو وکیل مقرب کیے اور ثمن بٹھرا لیا اس واسطے کہ جب دو شخصوں کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ غرض موکل اجتماع رائے
 وکیلین ہے نہایت ثمن اور اختیار شری میں کذا فی الملکیۃ والتفویض الی رایہ کامل بریک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما مایملک
 یہ فلا یقوم غیرہ مقارن قیادہ سپرد کرنا وکیل کی رائے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یوں کہنا کہ عمل کر اپنی رائے اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے
 میں مگر طلاق اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اس واسطے کہ طلاق اور عتاق منہ بن امور کے ہے کہ ان سے قسم کھائی جاتی ہے تو غیر وکیل سبائے وکیل نہیں
 ہو سکتا کذا فی القنیۃ ہم یکم بظرف تفویض کے ہے اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی تو وکیل میں تو بلا شریہ صحیح ہے کذا فی الطحاوی فان وکل لوکیل
 غیرہ بدو نہجا بدو اذن و تفویض ففعل الثانی بجزئۃ او نیت فاجازہ الوکیل الاول صح و تعلق حقوقہ بالعاقل علی الصبیح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو
 وکیل کیا ہوں اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اس کو جائز رکھا تو صحیح ہے اور حقوق عقد
 عاقد سے یعنی وکیل ثانی سے متعلق ہوں گے بقول صحیح اس واسطے کہ مقصود حصول رائے وکیل اول ہے سو یہاں حاصل ہے الا فی مالیں بعقد نحو
 طلاق وعتاق لتعلقہما بالشروط کان للموکل ملکہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف میں جو عقد نہیں جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود
 اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنی دونوں تعلیق بالشروط کی قابل ہیں تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق
 کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے و ابراہیم بن الدین قنیۃ و خصوصۃ وقضاء دین فلا یکنی المحضۃ ابن ملک خلاف الخانیۃ اور دین ہے
 ابراہیم کہنے میں کذا فی القنیۃ اور خصوصۃ اور ابراہیم میں تو کافی نہیں حاضر ہوتا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف خانیۃ کے ہم خلاف خانیۃ فقط
 خصوصۃ میں ہے اس میں یوں ہے کہ اگر وکیل ثانی نے خصوصۃ کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اس واسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اس نے
 خصوصۃ کی ہذا خود مانند وکیل صح کذا فی الطحاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل لاطل ہما زولا فی شراء فاذ یتخذ ملکہ ولا یتوقف متی و بعد لفاذا
 لہما اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اس کو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہے مگر خرید کرنے میں کہ وہ اجنبی پر نافذ ہو گا اور موقوف نہ رہے گا جب کہ

وہ انفاذ پاوے وان وکل بہ اے بالامر والتفویض فهو اے اثانی وکیل الامر وچینند فلا یعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاۃ اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی امر یعنی موکل اول کا وکیل ہے اور اس وقت میں تو وہ معزول نہ ہوگا اپنے موکل یعنی وکیل اول کے معزول کرنے اور مر جانے سے اور دونوں وکیل معزول ہوں گے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضاۃ میں وفي البحر عن الخلاصۃ والثانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاء بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف اعمل برائک قال للصفیٰ فعلیہ لوقیل للقاضی اصنع ما شئت فلعزل نائبہ بلا تفویض العزل صریح لان النائب کو وکیل الوکیل اور بحر الرائق میں خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول میں کہ جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اس کا معزول کرنا بھی اس کی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی رائے پر صنعت نے اپنی شرع میں کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جائے کہ جو تیرا جی چاہے تو اس کو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدوں اس بات کے کہ اس کو معزول کرنا صریحاً مفوض ہوا اس واسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالت عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یمکنک المعاوضات لا الطلاق والغتاق والتبرعات بہ لفتی زواہر الجواہر وتنویر البساتین اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معاوضات کا نہ طلاق اور غتاق اور تبرعات کا اسی کا فتویٰ ہے کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البساتین قال لرحیل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیل بالطلاق وتقیید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلنک فی امر امرأتی فلا یتقید بہ در کہ ایک مرد سے کہ میں نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہو گیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اس مجلس میں یعنی اگر اس مجلس میں طلاق دے گا تو صحیح ہے نہیں تو صحیح نہیں بخلاف اس قول کے کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنی عورت کے امر میں تو طلاق مقید نہ ہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنی اگر بعد اس مجلس کے طلاق دے گا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز قصر فی حقہ وچینند فاذا باع عبد او مکاتب او ذمی اور حربی یعنی مال صغیرۃ الحر المسلم او ثمری واحد منهم بہ او زوج صغیرۃ کذلک اے حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہیں اپنے غیر پر تو اس کا نصف جائز نہیں اس غیر کے حق میں اور اس وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص ان میں سے بعض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کر دے اسی طرح کی صغیر کا یعنی آزاد مسلمان کا تو جائز نہ ہوگا بسبب ہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہیں اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہیں تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہیں والولایۃ فی مال للصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصیہ اذ الوصی یمکنک الالباء ثم الی الجداد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبه القاضی ثم وصیہ اور صغیر کے مال میں اس کے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اس کے وصی کے وصی کی اس واسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہیں پھر دادا کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی پھر اس کی جس کو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اس کے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام وصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حرۃ الاب او وصیہ او وصیہ او الجداد اب اور ماں کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہیں ماں کے متروکہ میں اور اسی طرح بھائی کے متروکہ میں باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اس کے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے وان لم یکن واحد ما ذکر فله الی وصی الام الحفظ اور اگر کوئی شخص نہ ہو اور بعد مذکورہ سے تو اس کو یعنی ماں کے وصی کو ماں کے متروکہ میں ولایت ہے ولایۃ بیع المنقول لا العتار اور ماں کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیر منقول کی بیع منقول اس واسطے جائز ہے کہ وہ منجلہ حفاظت کے ہے ولا یشری الا الطعام والسود لانہما من جملة حفظ الصغیر خانیۃ اور ماں کا وصی کوئی چیز خرید نہ کہے سوائے

طعام اور لباس صغیر کے اس واسطے کہ وہ دونوں بخلہ حفظ صغیر کے ہیں کفائی الخانیہ فروع مسائل عقد شایع کے دسی القاضی کو کسی الالب
الا اذا اقبل القاضی بنوع تعیدہ ولی الالبایم اکل عمارۃ قاضی کا دسی باب کے دسی کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی دسی کو ایک قسم کے تصرف کے حق
مقتدر کرے تو اس کا دسی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقتدر ہوگا اور باب کے دسی میں جمیع انواع تصرفات کا دسی ہے کذا فی العباد یعنی اگر باب نے
ایک نوع میں دسی کیا ہو تو وہی وہ جمیع انواع میں دسی ہوگا ولی متفرقات البحر القاضی ادا بینہ لایرجع حقوق عقد باشرایہ الیہم ایہما بخلاف
دکیل و دسی و اب فلو ضمن للقاضی ادا بینہ ثم ما باء بیتیہ بعد بلوغه مع بخلہ فہم اور بحر الرائق کی متفرقات میں ہے کہ قاضی یا اس کے امین کی طرف
اس عقد کے حقوق راجع نہیں ہوتے جس کے وہ نامل اور مہاشر ہوئے بخلاف دکیل اور دسی اور باب کے تو اگر قاضی یا اس کا امین تاوان دے
بعد بالغ ہونے یتیم کے اس چیز کے من کا بس کو قاضی یا اس کے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگوں یعنی دلیل اور دسی باب
کے م قاضی اور امین کا تاوان اس واسطے صحیح ہوا کہ دونوں حقوق عقد سے اجنبی ہیں بخلاف دکیل وغیرہ کے کہ ان کے واسطے حق استیفاء ثابت
ہے تو ان کا ضمان دینا اپنی ذلتوں کے واسطے صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و فی الاشباہ و التوکیل جمل بالعقدہ الالبس نفسہ الا ان فیہ ان اشیم مال
الیتیم نفسہ لا غیرہ بوکالتہ اور اشباہ میں ہے کہ دکیل کرنا ہائز ہے ہر ایک اس چیز میں جس کو دکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوائے
کے کہ اس کو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے م طحاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر حق ابو سدر
حاشیہ لکھا ہے اس میں بجائے دکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہی و جاز التوکیل بالتوکیل اور دکیل کرنے کے واسطے
دکیل کرنا جائز ہے مگر توجب ایک شخص کو دکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلا نے شخص کو خرید کرنے میں دکیل کرے سو اس نے اس کو دکیل آیا اور دکیل
نے خرید کی تو وہ شخص مامور ہے بھرے اور مامور اپنے آمر سے اور دکیل آمر دل سے نہ لے گا کذا فی الطحاوی عن الاشباہ

باب الوکالت بالخصومة والقبض یہ باب ہے خصوصیت اور قبض کی وکالت کے احکام میں م مصنف نے لاند از تہر وکیل ملازم ت اور
تفاق وغیرہ کے جس مسائل مذکور کیے ہیں خصوصیت عبارت ہے دعویٰ صحیح یا جواب صریح سے اس
طرح کہ یا نہیں چنانچہ سانی مذکور ہو چکا وکیل بالخصومة والتقاضی سے اخذ الدین لا یمکن القبض عند زفر و بفتی فساد الزمان واعتمد
فی البحر العرف وکیل خصوصیت اور تقاضی کا یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب فساد زمانے
کے کہ اکثر دکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے م تقاضا یعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف میں تقاضا یعنی طلب
ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک دکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور من طابہ الروایہ ہے خواہ وہ چیز میں ہو
یا دین صاحب بخرنے فتاویٰ صغیر سے نقل کیا کہ دکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سودا گروں میں رواج ہو کہ تقاضا
کرنے والا دیکھا قبض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منع الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے لہذا
فی الطحاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصوصیت اور تقاضی کا دکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اس واسطے کہ صلح مفاد ہے
اس کی جس کے واسطے وہ دکیل ہو اور رسول التقاضی یمکن القبض بالخصومة اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا ز
خصوصیت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلک اوکن رسولاً منی ارسال و امریک بقبضہ توکیل خلا فالذی یعنی یوں کہنا کہ ارسلک یعنی میں نے تجھ کو
پیام رساں کیا یا یوں کہنا کہ کن رسولاً منی یعنی تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رساں ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو امر
کیا اس کے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف ذیلی یعنی زمین نے امریک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یمکن بالخصومة والقبض وکیل

الملازمة اور وکیل ملازمت کا مالک نہیں خصومت اور قبض کا م ملازمت عبارت ہے ساتھ نہ چھوڑنے سے سوا اس کو خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنع کما لا یملک الخصومة وکیل الصلح بحجیہ وکیل صلح کا مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر وکیل قبض الدین یملکھا اے الخصومة خلاف اہل الوکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکھا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہیں کو وکیل یقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں م اس واسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذوالید نے گواہ قائم کیے اس پر کہ موکل نے اس کو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہے گا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحاوی واما وکیل قسمة واخذ شفعة ورجوع ہبہ ورد یعیب فیملکھا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعة لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد یا عیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ یقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعاً فقبضہ الادرہما لم یحجز قبضہ المذكور علی الامر لخاصة فلم یصر وکیلاً والامر له الرجوع علی الغریم بکلمہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم بجز موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اس کا کہ نہ قبض کر دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوائے ایک درم کے تو اس کا قبض مذکور جائز نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وکیل ہی نہ ہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا بھر لینا مدیون سے پورا اور اسی طرح نہ قبض کرے ایک درم سوائے ایک درم کے کذا فی البحر فلم یکن للغریم بنیۃ علی الایفاء فقتضی علیہ بالدين وقبضہ الوکیل فصناع منہ ثم برہن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کبدہ ذخیرہ تو اگر مدیون کے گواہ نہ ہوں اداۓ دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہو اداۓ دین کا اور وکیل نے اس پر قبضہ کیا سوا اس کے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون مطلوب نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور وہ تو موکل سے بھر لے گا جو اس نے وکیل کو دیا اس واسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف موکل کے قبض کے مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومة اذا ابی الخصومة لا یحجز علیہا الا اذا کان وکیلاً بالخصومة یطلب المدعی وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ لا یحجز الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جب کہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل بالخصومة مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ رد وپوش ہو گیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جب کہ وہ باز رہے اس سے جس میں وہ وکیل مقرر ہوا بسبب تبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں پر جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یحجز علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اس پر جبر ہو گا خصومت پر بسبب التزام کے یعنی جو ضامن ہوا خصومت کا اس پر جبر ہو گا اور تصویر اس کی یوں ممکن ہے کہ ضامن ہو ایک شخص کا جو اس پر ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب بنزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کی جائے گی اس مال میں جو مدیون پر ثابت ہو گا کذا فی الطحاوی وکلمہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یكون وکیلاً فیما یدعی علی الموکل جاز بذالتوکیل فلو اثبت اے لو کلمہ للمال لہ الوکیل انہم ارادوا الخصم الدفع لا یسمح علی الوکیل لانه لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات میں اور اپنے حقوق کے لینے میں لوگوں سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہ ہو گا اس میں جو موکل پر دعویٰ کیا جائے تو یہ تو وکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر محامم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اس کا دعویٰ وکیل پر مسموع نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ اس میں وکیل نہیں کذا فی الدرر ثم تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہو گا پھر محامم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومة لا یغیر مطلقاً بغیر الحدود والقصاص علی موکل عند القاضی دون غیر

استحساناً اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوائے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی رو سے
 نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقاً نہ قاضی غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہیں دان
 اتزل الوکیل یہ اسے بہذا الاقرار حق لا یدفع الیہ المال وان برہن بعد علی الوکالۃ للتناقض و در وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ
 وکیل معزول ہو جائے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائے گا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا
 الدرر صورت اس کی یہ ہے کہ موکل نے اس کو وکیل کیا اس کا کہ خصومت ہے وکیل کی ہاں سے دعویٰ بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر
 اقرار کیا کہ اس نے بیع کی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب نزدیک کا ثمن مدعی سے نہیں لے سکتا لہذا فی الطحاوی و کذا استثنی
 الموکل باقرارہ بان قال وکلک بالخصومت غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزائید اور اسی طرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار
 مستثنیٰ کر لیا اس طرح کہ میں نے تجھ کو خصومت غیر جائز الاقرار میں وکیل کیا تو تو وکیل اور استثنای صحیح ہے قول ظاہر یہ کذا فی البرازیم بہ اراق
 میں کیا خلاصہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونوں کا وکیل ہو گا تا یہ کہ استرا کو
 مستثنیٰ کرے تو فقط انکار کا وکیل ہو گا نہ اقرار کا تا یہ کہ انکار کو مستثنیٰ کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہو گا ظاہر اور ایں میں تم کہ خصومت جائز الاقرار
 میں وکیل کہے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہو گا تا یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار و الانکار میں وکیل کرے اس میں متاخرین کا اختلاف ہے
 کذا فی الطحاوی فلو اقر عندہ اسے القاضی لا یصح و خرج بعن الوکالۃ فلا یصح خصومتہ درر بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے
 نزدیک تو صحیح ہو گا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائے گا تو اس کا خصومت کرنا مسموع نہ ہو گا کذا فی الدرر صح التوکیل باقرار ولا یصیر بہ
 اسے بالتوکیل مقرراً اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقرر ہو جائے گا کذا فی البحر طحاوی نے اس کی توجیہ
 یوں مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اس پر کچھ حق واجب نہ ہو گا اس
 واسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہیں ہو گا مگر خاصہ اس پر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اس پر حکم نہ کرے گا و بطل
 توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر فاعلاً لنفسہ اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہ ہو جائے م سورت اس
 کی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اس کا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ
 اصل سے تو توکیل صحیح نہ ہو گی اس واسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل مقرر ہے
 یعنی وہ سامی ہو گا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی کذا فی العینی لکمال لا یصح لو وکل بقبضہ اسے لہین
 من نفسہ او عبیدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل الدیون بابرأۃ نفسہ فیصح ویصح عزل ابرأۃ نفسہ اشتباہ جیسے صحیح نہیں توکیل کر موکل وکیل کرے
 قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اس کے غلام یا ذون مدیون سے اس واسطے کہ وکیل نے جب کہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہو گئی مگر جب کہ
 دائن مدیون کو ابراۃۃ ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا
 فی الاشباہ قولہ اذا وکل اس میں غیر فاعل ہے راجع دائن کی طرف اور مدیون بالانصب مفعول ہے غیۃ المفتی میں ہے کہ اگر وکیل ابراۃۃ نفس مدیون کا وکیل
 کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے اپنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اس واسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اس کے
 دین کے استقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو انتہی جب یہ معلوم ہو تو شراح کا یوں کہنا
 کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل بلا وجہ ہے مگر یہ کہ دینی ذات کے عمل کو خالص نفسہ عمل پر محمول کیسے کذا فی الطحاوی او وکل

المحال المحیل لقبضہ من المحال علیہ او کل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالة كونه قاضیا ومقتضيا قیمة یا وکیل کرے محال محیل کو قبض
 دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اس واسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا
 فی الفتنہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہو گیا تو اس کی تو وکیل کیوں صحیح نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ محیل
 ساعی ہے اپنی برأت نفس میں اس واسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مرید یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہو گا خلاصہ عبارت قیمة یہ ہے کہ
 اگر دائن نے کسی کو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا باب بیع کر صاحب دین کا دین لیا
 کر سو اس نے بیچا اور من لیا اور وہ تلف ہو گیا تو مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اس کا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ
 مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا میں کذا فی الطحاوی بخلاف الکفیل بالنفس والرسول وکیل الامام بیع الغنائم والوکیل بالتزویج
 حیث یصح ضمانہ لان کلامہم سیرا بخلاف حاضرا من کے اور رسول لقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل
 کے کہ ان کا تادان دینا صحیح ہے اس واسطے کہ ہر شخص ان میں سے سفیر اور مبعوث ہے یعنی حقوق عقود ان کی طرف راجع نہیں جو ان کا ضمان صحیح نہ ہو الوکیل
 لقبض الدین اذا کفل صح وتبطل الوکالة لان الکفالة اقوی للزومها فتصلح ناسخه قبض دین کا وکیل جب کہ ضامن ہو جائے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت
 باطل ہوگی اس واسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہے وکالت کی
 بخلاف العکس بخلاف عکس یعنی جب کہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہ ہوگی یہی مطلب ہے مصنف کے
 قول سابقہ کہ الضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلاما صحت کفالة الوکیل بالقبض بطلت وکالتہ تقدمت الکفالة و تاخرت لما قلنا اور اس طرح
 جب کہ وکیل لقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اس کی باطل ہو جائے گی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا مؤخر ہو بسبب اس دلیل کے جس کو ہم کہ چکے
 یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اس کی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتري لم یجزم امرانه یصیر عاملا لنفسه بیع کا وکیل جب کہ بائع
 کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہ ہو گا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنی اور شرط وکیل یہ ہے کہ
 عامل بغیرہ ہونے اپنی ذات کے واسطے فان ادى بحکم الضمان رجع بطلانہ وبدونہ لا تبرع پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھر لے بسبب باطل
 ہونے ضمان کے اور اگر بدوں حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ پھر لے بسبب اس کے تبرع اور احسان کے ادعیٰ انہ وکیل الغائب لقبض دینہ فصدقه
 الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقراره ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعویٰ کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اس کے دین کے قبضہ کرنے میں سو مدیون نے مدعی
 وکالت کی تصدیق کی تو اس پر ادائے دین کا حکم جاوے گا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہ ہوگی اگر وہ ایفاء دین کا دعویٰ کرے گا یعنی مجرد
 دعویٰ ایفاء دین ثابت نہ ہو گا فان حضر الغائب فصدقه فی التوکیل فیہا ونعت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ اے الغائب ثانی الفساد
 الاداء بانکاره مع یمنہ پھر اگر غائب آیا سو اس نے اس کے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہیں تو مدیون کو حکم کیا جائے گا کہ غائب کو دوبارہ
 دین ادا کرے بسبب فاسد ہو جانے ادائے اول کے اس کے اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ م یعنی جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہیں
 تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد پھر لہذا اس پر دوبارہ ادائے دین لازم ہو گا ورجع الغریم بہ علی الوکیل ان باقیانی یدہ ولو حکما بان استہک فانه
 یضمن مثله خلاصہ اور مدیون وکیل سے دین پھیرے اگر دین اس کے ہاتھ میں باقی ہو اگرچہ بقائے دین حکمی ہونے حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک
 کر ڈالا ہو تو اس پر ضمان لازم ہو گا کذا فی الخلاصۃ وان ضاع لاعلا تبصده اور اگر دین ضائع ہو گیا وکیل کے پاس تو مدیون اس کو نہیں لے سکتا اس کی

لے محال دائن کو کہتے ہیں اور محیل مدیون ہوتا ہے اور محال علیہ جو حوالہ قبول کرے ۱۲

تصدیق پر عمل کرنے سے یعنی جب اس نے وہی دیا اس کی وکالت کو تصدیق کی کہ تو مدیون کا قصور بظہر العزائم نہیں کر سکا الا ان کا ان قد ضمنہ فذلک دفع
 بقدر ما اخذہ الدائن ثانیاً لامانۃ الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز سلفاً زلیماً وغیرہ مگر مدیون اس وقت وکیل سے دین پھیرے جب وکیل دفع دین کے وقت
 ضامن ہوا ہوا مال کا بقدر اس کے جس کو دائن دوسرے بار لے لے اس مال ہ جس کو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جس کی ضمانتی جائز نہیں کذا
 فی الزلیمی وغیرہ مال ضمانتی کی صورت یہ کہ مدیون کے وکیل سے کہ ہاں تو اس کا وکیل لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور
 مجھ سے دوسری بار اپنا دی لے تو وکیل ضمانتی داخل کرے ماخوذ کی کذا فی الطحاوی او قال لرقبۃ منک علی انی ابرائیک من الدین فہو لما قال
 الاب للحق عند اخذ مہر بنتہ اخذ منک علی انی ابرائیک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیاً رجع الحق علی الاب فکذا اذا برز ذیہ یا وکیل نے مدیون کے
 کہا کہ میں نے تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کر دیا ہوں سے بری الذمہ کر دیا تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باب نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے
 مہر لینے کے وقت کہیں اس شرط پر تجھ سے لیا ہوں کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کر دیا اپنی بیٹی کے مہر سے سوا مہر کو بیٹی دوبارہ لے گی تو داماد باب سے پھیرے گا
 سوا اسی طرح یہ مسئلہ ہے کذا فی البرازیہ وکذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علی الوکالۃ یعم صورتی السکوت والنکذیب ودفع لذلک علی زعمہ الوکالۃ فہذہ
 اسباب للرجوع عند الهلاک اور اسی طرح وکیل نے مال ضمانتی کی جب موکل اس کی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اس کو دین دیا وکالت
 کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتوں میں سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہیں رجوع دین کے جب دین بدل ہو جائے کبل
 کے پاس م رجوع کے تین سبب ہیں ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہو دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابرائے مدیون تسریہ کہ ضامن ہو دوسرے
 صورت عدم تصدیق موکل خان ادعی الوکیل ہلاک او دفعہ لموکل صدق الوکیل بملغہ پھر اگر وکیل طالب دین کا اپنے موکل کے دینے کا دعویٰ
 کرے تو اس کی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ م تصدیق وکیل سوائے مسائل ششہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کہ فی الطحاوی دفعی الوجہ الذکورۃ
 کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہیں تا حصہ مبالغہ غائب
 وان برہن انہ لیس لوکیل او علی اقرارہ بذلک او اراد استخلاصہ لم یقبل لیس فی نقص ما وجب للغائب اور اگر مدیون کو ولایا اس پر کہ وہ شخص وکیل
 نہیں دائی کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر یعنی عدم وکالت اقرار پر یا اس نے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب سنی کرنے مدیون
 کے اس چیز کے توڑنے میں جس کو اس نے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہے غائب کا اور واقع اس کا پھیر لینا چاہتا ہے کذا فی
 الطحاوی نعم لو برہن انی الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بجرماں اگر مدیون کو ولایا اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہے
 اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہے تو برہان مقبول ہے کذا فی البحر یعنی اس واسطے مقبول ہے کہ نقص موکل کی جانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان
 ثابت بالبیان کے مانند ہے کذا فی الطحاوی ولومات الموکل ودرہ غریبہ او وجبہ اخذہ قاناً ولو لہا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگ
 اور مدیون اس کا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو اس کا تاوان لے
 مگر جب کہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ مالک کو، وافر بالدین وانما الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن وکل علی اور اگر
 مدیون نے دین کا اقرار لیا اور وکالت کا منکر ہو تو یہ کہانی کہ اس کو معلوم نہیں کہ دائن نے اس کو وکیل کہنے سے کذا فی البیانی قال انی وکیل یقبض
 الودیۃ فصدقہ المودع لم یومر بالدفع الیہ علی المشرع بخلاف ما بین الشیخین کہا میں وکیل ہوں قبض امانت کا سوا امانت دانے اس کی تصدیق کی تو اس
 کو وکیل کے دینے کا حکم نہ ہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابی شیمہ م جیسی نے کہا کہ ابن شیمہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہے اور یہاں مذکور ہے
 فقہ معارف نہیں ولودفع لم یملک الاسترداد مطلقاً امر اور اگر امانت دار وکیل کو دے گا تو استرداد کا مالک ہے کسی طرح خواہ اس نے تصدیق کی
 ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا حکم لودعی شراء من المملک وصدقہ للمودع لم یومر بالدفع لان اقرار علی الغیر اور اسی طرح حکم ہے اگر

ودلیعت کی خرید کا دعویٰ کیا اور امانت دار نے اس کی تصدیق کی تو اس کے دینے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر یہ علت ہے دونوں مسئلوں کی ولو ادعی انتقال یا لارث او الوصیت منہ و صدقہ امر بالدفع الیہ لاتفاقہما علی ملک الوارث اذالم یکن علی المیت دین مستغرق ولا بد من التلوم فیہما لا احتمال ظہور وارث آخر اور اگر دعویٰ کیا وکیل نے ودلیعت کے انتقال کا صاحب ودلیعت سے بسبب یا وصیت کے اور امانت دار نے اس کی تصدیق کی تو اس کو اس کے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق مقرر نہ ہو اور ضروری ہے انتظار سے دونوں صورتوں وارث اور وصیت میں دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال سے یا دوسرے موصیٰ کے احتمال سے ولوانکر موتہ او قال لا ادری لایومر کمالم یرہن اور اگر امانت دار نے اس کی موت کا انکار کیا یا بولا کہ میں نہیں جانتا تو ودلیعت کے دینے کا حکم نہ ہوگا جب تک وارث گواہ نہ لاوے موت پر ودعویٰ الایضا کو کالت فلیس لمودع میت و مدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعویٰ ایضا کو کالت کے دعویٰ کے مانند ہے تو میت کے امانت دار اور اس کے مدیون کو جائز نہیں دینا ودلیعت اور دین کا قبل اس کے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا وکیل ولولا وصی فدفع الی بعض الورثۃ بری عن حصۃ فقط اور اگر وصی نہ ہو سو مدیون نے بعض وارثوں کو دیا یعنی سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہو جائے گا یعنی باقی وارثوں کا مواخذہ اس پر باقی رہے گا وکل لقبض مال فادعی الغریم مالی سقط حق موکلہ کاداء او ابراء او اقرارہ بانہ ملکی دفع الغریم المال ولو غفرا الیہ اے الوکیل لان جو ابہ تسلیم مالم یرہن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعویٰ کیا جو اس کے موکل کے حق کو ساقط کر دے چنانچہ ادائے دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہے یعنی مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اس واسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا ہے دین اور وکالت کا جب تک گواہ نہ لاوے اپنے دعویٰ پر یعنی جب مدیون نے ادائے دین کا دعویٰ کیا مثلاً اس نے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اس پر دینا لازم ہو اسید دعویٰ نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جس کو فقہانے ذکر کیا ہے کہ دعویٰ مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائے دین بجز ودعویٰ ثابت نہ ہو انوار اس کے حق میں ناخیر نہ ہوگی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافا لفرقہ اور مدیون کو جائز ہے تم لینا مثلاً ادائے دین کے انکار میں موکل سے وکیل سے اس واسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی بخلاف نذر کے ولو کلمہ بعیب فی امنہ وادعی البائع ان المشتري رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتري والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لہما او اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب میں وکیل کیا اور بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر رد بیع نہ کرے جب تک مشتری قسم کھائے اور فرق اس مسئلہ میں اور مسائل سابقہ میں یہ ہے کہ قضا یہاں وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف اس کے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کے کہ ان کے نزدیک رد بیع ہوگا مگر یعنی اگر رد بیع کے ہم قائل ہوں تو فسخ فسخ ٹھہرے گی کیونکہ رد ہے عیب سے اور اس طرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونوں میں بخلاف مسئلہ دین کے کہ اس میں تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم کھانے کے وقت اس واسطے کہ قضا یہاں باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم نہیں مگر بجز تسلیم تو قضا عقود اور فسخ میں نہ ٹھہری کذا فی الجلی فی فلورڈ الوکیل علی البائع بالعیب فحضر الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لالبائع اتفاقا فی الاصح لان القضاء لاعن دلیل بل للجهل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا یفد باطنا نہایت پھر اگر وکیل نے لونڈی پھر دی بائع کو یعنی حکم قاضی پھر موکل آیا اور اس نے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہیں بلکہ نادانستگی سے ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہو تو حکم نافذ نہ ہوگا باطن میں کذا فی النہایت والمأمور بالانفاق علی اہل او بناء او القضاء لدین او الشراء او التصدیق عن کذا

سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور پے در پے وکیل کے موکل کے ذمہ پرض ٹھہری گے اس واسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الخطاوی پھر شامح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فلنناظران سلیم من ربح فی زینہ و صہیرہ تو وقت کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کر وقت کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیوں میں م یعنی اگر وقت سے دراہم یا دنایر حاصل ہوئے اور اس نے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم تیل میں یا فرش کے واسطے چٹائیوں میں سلم کیا تو صحیح ہے اسلئے کہ ناظر وکیل ہے وقت کا اور توکیل باطل صحیح ہے و لیس لان یوکل بر من جملہ اینا علی القرۃ فیامرہ ببقہ سلم و سلم من مقررہ نہ باطناً نہ وکیل الواقف والوکالتہ امانہ لایصح بیعہا و تمام فی شرح الوہبانیۃ اور جائز نہیں ناظر کو وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جس کو اس نے امین مقرر کیا ہے قریہ وقت پر کچھ مال معین کر کے ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج میں جو وقف کی زمین میں پیدا ہو اور اس المال سلم کا اس امین سے لے باطن میں بعض اس وظیفہ کے جو ناظر کی اسطے مقرر ہو یا اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہے جس کی بیع صحیح نہیں اور پورا بیان اس کا شرح و ہبانیہ میں ہے م امین کو جبوب ارض وقف میں عقد سلم اس واسطے جائز نہیں کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہیں اور ناظر کو امین سے مال لینا اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر واقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اس نے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہیں کذا فی الخطاوی ملخصاً۔

باب عزل الوکیل | یہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام میں الوکالتہ من المقصود الغیر اللزمتہ کالعاریۃ فلا یدخلہا شرط وکالت ان عقود میں سے ہے جو لازم نہیں چنانچہ عاریت تو وکالت میں بخیار الشرط داخل نہیں ہوتا م عقد لازم میں بخیار شرط کی حاجت ہے تاکہ صاحب بخیار فسخ عقد کر سکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہے تو اس میں بخیار شرط کی کچھ حاجت نہیں ولایصح حکم بہا مقصوداً وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم و بیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہیں ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہیں ہوتا مگر در ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اس کا در میں ہے م قبل اس باب کے عنقریب گذرا در سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقرر ہو اور مدین کا منکر تو وکالت ثابت نہیں ہوتی عدم حکم کی وجہ یہ ہے کہ حکم سے وکالت لازم ہو جاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعاً غیر لازم ہے پھر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ قول میں قللموکل العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومتہ بطلب الخصم کی سچی تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب چاہے تا وقتیکہ اس سے حق غیر متعلق نہ ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آوے گا۔ م یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اس کو معزول نہیں کر سکتا اس واسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے ہو تو اس کا حق فوت ہو جائے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہیں موکل کو اس کے معزول کرنے کا اختیار ہے ولو الوکالتہ دوریتہ فی طلاق وعتاق علی ما صحہ البرازی و سبجی عن العینی خلافاً فتنہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہیں اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق میں بنا برائے قول کے جس کی تصحیح کی ہے برازی نے اور عنقریب اس کے مخالف آوے گا عینی سے تو خبر دار رہنا م وکالت دوری یہ کہ موکل کیے وکیل سے کہ میں نے تجھ کو فغانے کام کا وکیل کیا جب کہ میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل اسے فی القصدی اما الحکمی فیثبت و یعزل قبل العلم کارسول موکل کو معزولی کا اختیار ہے بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنی عزل قصدی میں علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت میں تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جائے گا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو عزل قبل وجود الشرط فی المعلق یہ اسے بالشرط بفقہی شرح و ہبانیہ اگرچہ اس کا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت میں جو معلق بشرط ہے اسی قول کا فتویٰ ہے لہ یعنی مثلاً زید نے عروسے طعام میں سلم کرنے کا پیام کیا اور عروسے قبول سلم کے لیے خالد کو وکیل کیا کہ طعام کے لیے روپیہ لے لے۔

کذا فی شرح الوہابیۃ و ثبت ذلک اے العزل بمشافہ بہ و بکتابہ مکتوب بعزل او ارسال رسولاً ممیزاً عدلاً وغیرہ اتفاقاً و او عبد
صغیراً و کیسا صدقہ او کذبہ ذکر المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنی معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزول نے
خط مٹنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام ممیز ہو یا بے ولس اس کی تصدیق بر
رسالت میں یا تکذیب ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں متفرقات قضائے سائل میں مہمیز کی قید سے معذور اور ہوش اور معسر
غیر ممیز خارج ہو کیا اذ قال الرسول الموکل الکیل لا یبلغک عزل ایاک عی وکالتہ عزل ثابت ہوتا ہے جب کہ پیام رسائیوں کے
کہ موکل نے جو کوئی سے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تجھ کو تیرے معزول کر دینے کی وکالت سے خبر پہنچاؤں و لو اخبرہ فضولی بالعزل فلا یمن احد
شطری الشہادۃ عدداً و عدالت کا خواہاں تھا المتقدم فی المتفرقات اور اگر کوئی فضولی کی خبر لے تو ضرور کہے ثبوت عزل میں شہادت
کے دو جزوں میں سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کے چنانچہ اس کے نہ اور مسائل میں جو اول مذکور ہوئے ہیں ابواب متفرقہ میں ایک جز
شہادت کا شرط ہے م انخوات متقدمہ اخبار مولیٰ بمنابہ عبدہ و شفعی کو بیع لی خبر پہنچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور غیر مسلم مہاجر کو اسلام شریعہ کی
خبر اور عیب کی خبر قاصد کو اور بھراؤن اور منسج شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر میں سب امور مذکورہ کی اخبار میں یہ شرط ہے کہ یاد و نفس خبر کر
یا ایک عادل و قد منانہ متی صدقہ قبل و لو فاسقا اتفاقاً ابی ملک اور ہم نے عدم کیا ذکر جب کہ وہ مخبر کی تصدیق کسے تو اس کی خبر مقبول ہے اگرچہ
مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک و فرع علی عدم لزومہا من الجاہلین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونوں طے مومل و کیل
سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فللوکیل اسے بالخصوص و بشرط المسوئۃ الکیل نکاح و طلاق و عتاق و بیع مالہ و بشرط ان لا یغیر مالہ کما فی الاشباہ
عزل نفسہ بشرط علم موکل خصوصت کے وکیل اور شئی معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نکاح
اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شئی غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے
اگرچہ اس کا موکل معزول نہ ہو جائے و کذا بشرط علم السلطان بعزل قاض و امام نفسہما والا لا کما بسط فی الجواہر اور اسی طرح دانست بادشاہ
قاضی امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہے اور نہیں تو معزول ثابت نہیں چنانچہ جو اہل الفتویٰ میں اس کو شرح بیان کیا ہے یعنی
اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمہر یا عید نے آپ کو امامت سے معزول کیا تو یہ صحیح نہیں بدوں علم سلطان کے و کما یقبض علیہ بن ملک
عزل ان غیر حضرتہ للدیون وان ولا یخیرہ لا لتعلق حقہ بہ کما موکیل کی کسی کو قبضہ دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا ملک ہے اگر اس کو موکل نے بلا حضور
مدیون وکیل کیا ہوا اور اس کو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا ملک نہیں بسبب متعلق ہونے مدیون کے ساتھ اس کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ در
صورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے م تعلق حق مدیون یوں ہے کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون مغرور یعنی فریب خوردہ ہو جائے گا اور صورت
اورائے دی توکیل الا اذا علم یہ بالعزل المدیون فیئذین بعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جب کہ مدیون معزول کو معلوم کر جائے تو اب اس وقت میں وکیل معزول ہو
جائے گا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفع المدیون دینہ الیہ الکیل قبل علمہ الی المدیون بعزل یہ آ و بعدہ لالہ غیر غیر
وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہ ہوا بسبب
دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنی جب اس کو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اس کو دین دیا تو بری الذمہ نہ ہو گا کیونکہ اس نے غیر وکیل
کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے دی ادا نہیں ہوتا و عزل الموکل بیع الدین من نفسه بحضرة المرتمن ان رضی بہ بالعزل صح و الا لا تعلق حقہ بہ
و کذا الکتاب بالخصوص لطلب الدی عنہ فیجہ کما مر اور اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہی کامر ہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا

مرتن کے سامنے اگر مرتن راضی ہو گیا معزول سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتن کے ساتھ اس کے اور اسی طرح ہے خصوصیت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ہم طحاوی نے کہا کہ ظاہر اقلید عدالت وکیل کی بمقتضائے غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکید بطلا قما بطلہا علی الصیح لانه لا حق لہافیہ ولا قولہ کما عزلتک فانت وکیل لعزلہ بکما وکلتک فانت معزول یعنی اور نہیں ہے اس قسم سے جس میں حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اس واسطے کہ زوجہ کا حق اس میں کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور سے موکل کا یوں کہنا کہ ہر بار میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے بسبب اس کے معزول ہونے کے اس قول سے کہ ہر بار میں تجھ کو وکیل کروں تو تو معزول ہے کذا فی العینی ہم طحاوی نے کہا کہ کما عزلتک فانت وکیل میں اس واسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اس میں حق وکیل متعلق نہیں و قول الوکیل بعد القبول بحضرة الموکل الغیت توکیل او انا برئی من الوکالت لیس لعزل کچھ و الموکل بقولہ لم اوکلتک لایکون عزل الا ان ليقول الموکل للوکیل والله لا اوکلتک بشئ فقد عرفت تہا و نک فعزل زلیعی اور وکیل کا یوں کہنا بعد قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ میں نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ میں بری ہوں وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یوں انکار کرنا کہ میں نے تجھ کو وکیل نہیں کیا عزل نہ ہو گا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ میں تجھ کو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سوالبتہ میں نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہو گا کذا فی الزلیعی لکن ذکر فی الوصایا ان محمودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی التزک لیکن زلیعی نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو اس پر محمول کیا ہے جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر ہم یعنی انکا موکل اس صورت میں عزل ہے جب کہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القستانی اختلاف الروایۃ وقدم اثانی وعللہ بان محمودا نکاح فسخ ثم قال وفي رواية لم یعزل بالجمود انتہی فلیحفظ لیکن قستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنی عزل ہونا انکار کا اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور وجہ اس کی یوں بیان کی ہے کہ ماورائے نکاح کے انکار فسخ ہے پھر قستانی نے کہا اور دوسری روایت میں وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے انتہی کلام القستانی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولو الجحیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر میں ہے کہ یہ رجوع نہیں تو اس میں دور وایتیں ہیں اور اسی طرح محمود وکالت میں وکیل یا موکل سے اور محمود شرکت اور محمود ولایت اور محمود تقبایا یحییٰ یا مستاجرین میں خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ محمود رجوع ہے اس واسطے کہ محمود فسخ ہے انتہی علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت میں ہے یا سب میں انتہی اور ظاہر اجماع کی تصحیح تقابا ہے چنانچہ تعلیل قستانی کی اس کی مؤید ہے کذا فی الطحاوی وینفزل الوکیل بلا عزل نہایت الشیء الموکل فیہ کما لو وکله لقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکله نکاح فزوجه الوکیل بزانیہ اور معزول ہو جاتا ہے وکیل بدون معزول کرنے کے اس چیز کے منتہی ہونے سے جس میں وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اس کو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اس پر بذات خود قبضہ کر لیا یا اس کو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف لیشترکان ویخیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھی بیع کی اور معلوم نہیں کہ پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں مشتری بیع میں شریک اور مختار ہیں چاہیں بیع قائم رکھیں چاہیں فسخ کریں کذا فی الاختیار وغیرہ وینفزل بموت احدہما وجنونة مطبقا بالکسر المستوعبا سنة علی الصیح ودر و غیرہ لکن فی الشربلایۃ عن المصنرات شہر ابو یوسفی وکذا فی القستانی والباقانی وجملہ قاضی خاں فی فصل فیما یقضی بالمجتمعات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونوں میں سے ایک کے مرجع سے اور اس کے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح منیغہ کذا فی الدر و غیرہ لیکن شربلایہ میں ہے مصنرات سے کہ مہینے بھر کے جنون

سے معزول ہوتا ہے۔ اسی کا فتویٰ ہے اور اسی طرح قسطنطنیہ اور باقانی میں ہے اور قاضی خاں نے اس فصل میں جس میں قضا بالاجتہاد کا مذکور ہے جنہوں نے شہری کو قول ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی قول پر فتویٰ ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہے اور بعضوں نے بمعنی دائم تفسیر کیا ہے بجز الرائق میں مصباح سے منقول ہے کہ محام مطبق بفتح بالوتے ہیں و بالکسر بلحوق مرتدا ثم لا تعود لبعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقتہ بجز اور وکیل معزول ہو جاتا ہے وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہو کر پھر وکالت عود نہیں کرتی اس کی پھر آنے سے دارالاسلام میں مسلمان ہو کر اور نہ اس کے جنون جلتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البہرہ جب کہ مرتد ہو گیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب میں جا کر مل گیا اور قاضی خاں نے لائق دار الحرب پر حکم کر دیا تو معزول ہو گا اس واسطے کہ مرتد کے تعریفات قبل حکم لحوق موقوف ہیں امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد ہی موقوف ہے اگر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہے اگر مقتول ہو یا دار الحرب میں جا ملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحاوی و فی شرح الجمع و اعلم ان الوکالت اذا كانت لازمة لا تبطل بهذه العوارض فلذا قال الا الوکالت اللازمة اذا وكل الراعی العدل او المرتهن بیع الرهن عند حلول الاصل فلا یغزل بال عزل ولا بموت الموکل و جنونہ اور شرح جمع میں ہے کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہیں ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتهن کو وکیل کیا بیع رهن کا مدت کے آتے تو وہ معزول نہ ہو گا معزول کرنے سے اور نہ موکل کی موت اس کے جنون سے ہم مرتهن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اس کا عطف کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ مرتهن بیع کا مالک نہیں کذا فی الطحاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل بیع الوفاء لا یغزلان بموت الموکل بخلاف الوکالت بالخصومة او بالطلاق بزاز یہ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفاء کا وکیل معزول نہیں ہوتے دونوں موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزاز یہ معنی یعنی وکالت بالخصومة اگر پر لازم ہے لیکن وکیل اس میں موت اور جنون موکل سے معزول ہو جانا ہے قلت والحاصل کذا فی البہرہ ان الوکالت بیع الرهن لا تبطل بالعزل حقیقاً او حکماً ولا بالخروج عن الایمان بجنون وردة و فیما عدا ما من اللازمة لا تبطل بالتحقیق بل بالحکم بالافروج من الایمان قلت فاطلاق المدفیه نظر میں کتابوں اور خلاصہ یہ ہے چنانچہ بجز الرائق میں ہے کہ بیع رهن کی وکالت باطل نہیں ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہو جانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اٹھارتداس کے اور اس کے سوا وکالت لازمہ باطل نہیں ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور ماہیت کے خارج ہو جانے سے میں کتابوں تو درر کے اطلاق میں بحث ہے ہم در میں یوں کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومة بالتماس طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اس میں لیا حکم نہیں کذا فی المنع و یغزل بافراق احد الشریکین ولو بتوکیل ثالث بالتصرف فان لم یعلم الوکیل لانه عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہ ہو اس واسطے کہ وہ عزل حکمی ہے ہم اطلاق ماتن اس کو شامل ہے کہ دونوں شریکوں میں افراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہو جائے قبل خرید کے تو وکالت غیر باطل ہوگی اور اس کو شامل ہے کہ دونوں یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افراق وہ معزول ہوگا و یغزل بجز موکلہ لو مکاتبا و جبرہ اسے موکلہ لو ما ذونا کذا لک اسے علم اولاً لانه عزل حکمی کا مراد وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے اسے بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتبا ہو اور اپنے موکل کے مجبور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارة ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہے یعنی اس کو علم ہو عزل کا یا نہ ہو اس واسطے کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و ہذا اذا کان وکیلاً فی العقود والخصومة اما اذا کان وکیلاً فی قضاء دین واقضائه وقبض و ردیۃ فلا یغزل بجز اور یہ یعنی عزل بسبب مجبور اور جبر کے اس وقت ہے جب کہ وہ وکیل ہو مقنن اور خصومت

ہیں اور جب کہ وکیل ہو ادائے دین اور طاب دین اور قبض و ولایت میں تو معزول نہیں ہوتا عجز مکاتیب اور مجرمادون سے ولو عزل المولیٰ وکیل عبیدہ الماذون لم یغزل اگر مولیٰ نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہ ہوگا وینغزل تبصرفہ اسے الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا بعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لاکما لو طلقها واحدة والعدة باقیہ فلو وکیل تطلیقہا اخری ببقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اس کے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جائے اور اگر وکیل عاجز نہ ہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایک بار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کر سکتا اس واسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عتاق عبید یا کتبت کا وکیل کیا پھر اس کو موکل نے خود آزاد کر دیا یا مکاتیب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مولیٰ یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اس کو تبین بار طلاق دی یا ایک بار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج او لمحق وقع طلاق وکسیدہ ما بقیت العدة اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب میں لاسحق ہوا تو اس کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے ہم بحر الرائق وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جائے تو وکیل کی طلاق عورت پر تابقا عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اس کی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام میں لحوق اس لحوق پر محمول ہے جس پر قاضی کا حکم نہیں ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جس پر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الخطاوی وعود الوکالت اذا عاد الیہ اے الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ بیع فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ اور پھر آتی ہے وکالت جب کہ موکل کی طرف اس کی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا سو اس کو بیع ڈالا اس کے موکل نے پھر وہ چیز پھر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہے چنانچہ بحکم قاضی رد بالیوب واقع ہوا تو وکیل باقی رہے گا اپنی وکالت پر اور بقی اثرہ اے اثر ملکہ مسئلہ العدة یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنی زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک طلاق موکل نے دی اور عدت منور باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلاف مالو تجد الملک بخلاف اس کے اگر ملک جمید حاصل ہو م چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اس کو بیع ڈالا پھر اس کو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نہ کرے گی اس واسطے کہ یہاں قدیم ملک عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی المتقط عزل وکتب لا یغزل مالم یصلہ الکتاب ملقط میں ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہ ہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنی اس واسطے کہ یہ عزل قصدی ہے اس میں علم وکیل شرط ہے اور علم خط بھیجنے سے ہے وکل غائباً ثم عزل قبل قبول صح ولجہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اس کو معزول کیا قبل اس کے قبول کرنے کے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنی قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہے اور بعد قبول صحیح نہیں بدوں علم کے در صورت عزل قصدی کذا فی الخطاوی دفع الیہ مقمۃ لیدفعہا الی الانسان یصلہا فدفعا ونسی لا یضمن الوکیل بال دفع دیا وکیل کو آفتاب کہ اس آدمی کو دے جو اس کو درست کر دے سو وکیل نے اس کو دیا اور بھول گیا کہ کس کو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے موافق اس کے کہنے کے عمل کیا اور لبیان سے تعدی اس کی ثابت نہیں ابراہ ممالہ علیہ برئ من الكل قضاء واما فی الاثرۃ فلا الاثرۃ ما یتوہم ان لا علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اس دین سے جو اس پر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ نہ ہوگا مگر اس قدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہے کہ اس کا اتنا ہے اس پر ہم یعنی مجھلا اس نے دین معاف کر دیا لیکن اس کا گمان یہ ہے کہ میرے دس درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اس کے سو درم ہیں تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برأت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الخطاوی وفی الاشباہ قال لمدیون من جاءک لعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ لو وکیل مجبول فلا یرأ بال دفع الیہ اور اشباہ میں ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلا فی نشانی لے کر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھ سے فلا فی بات کہے تو اس کو دیکھو تو صحیح نہیں اس

دائے یہ توکیل مجہول ہے تو مدلول بری الذمہ نہ ہوگا اس لئے دینے سے وہی الوہبائتہ سے ومن قال اعط المال قابض خففہ فاعطاء لم یبرأ و لہا لہ
 اور وہبائتہ میں ہے اھ جس کے دائیں نے کہا کہ دے مال چھٹل کے کھڑنے والے کو سود یا اس کو تو مدلول بری الذمہ نہ ہوگا اور مال میں اس کو خسارہ ہوا ہے
 دوبارہ اس کو دینا پڑے گا و بعد وبع بالتقار وبع لہا لہ فاعط القابض التبعہ اور جس موکل نے کہا یہی اس کو اور نہ بھی بخالد کے ہاتھ سود کیل نے اس کے خلاف
 کیا یعنی ادھار بیہ یا زید کے ہاتھ بیہ یا تو علمائے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے م و بعد وبع لہا لہ یہ دوسری صورت ہے وکیل کو مخالفت مذکورہ اس لئے
 جائز ہے کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضارب کے لے اور اس سے کہوں خرید کرنا تو اس کو جو خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہ
 کلام مشورہ سے ہے اس ہ بخلاف اس قول کے کہ بعد بالتقار یا یوں کہا کہ بعد من فلان تو اب اس کو مخالفت کرنا جائز نہیں لہذا فی الطحاوی عن شریع الوہبائتہ
 و فی دفع قل قول الوکیل مقدم ہ و کہ قول رب الدین و الخضم یجبرہ اور مال دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اور خضم معنی موکل پر جبر کیا جانے کا م صورت
 اس کی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ میں نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچھ اس نے نہیں دیا تو وکیل
 کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں معنی وکیل پر تاوان دینا لازم نہ ہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اس نے صاحب دین کو نہیں دیا اور
 صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن یہ فقط در حق برأت ہے نہ در حق سقوط دائی تو وہ اپنا دین موکل سے لے گا اور دائی کا قول موکل
 وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق میں اور موکل سے زبردستی حق اس کا دلا یا جائے گا بعد اس کے اگر موکل طالب کا کذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب
 سے قسم لی جائے سو اگر اس نے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہ ہو اور اگر قسم نہ کھائی تو اس کا حق ساقط ہو گیا اور اگر بالعکس یعنی موکل طالب کا مصدق اور
 وکیل کا کذب ہو تو وکیل سے قسم لی جائے لہذا فی الطحاوی و لو قبض الدلال مال البیہ کی یہ تسلیم نہ و ضاع بشرط اور اگر دلال نے مال جمیع معنی ثمن یا مشتری
 سے تو بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہو گیا اور بائع میں نقصان نصف کیا جائے م یعنی مصالحہ بالنصف ہوگا در میان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یہ
 تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور نہیں تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے
 اگر مشتری سے لے تا وقتیکہ دلال اس کا فرستادہ نہ ہو بائع کی طرف ثمن پہنچانے میں لہذا فی الطحاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم



کتاب الدعوی

یہ کتاب ہے دعویٰ کے احکام میں لائحہ مناسبتہا للوکالۃ بالخصوص مناسبت دعویٰ کی خصوصیت کی وکالت سے پوشیدہ نہیں م مناسبت یہ ہے کہ خصوصیت کے وکیل کو دعویٰ کی طرف حاجت ہے بلکہ گاہے غیر خصوصیت کا وکیل بھی دعویٰ کی طرف حاجت مند ہوتا ہے ہی لغتہ قول بقصدہ الانسان ایجاب حق علی غیرہ لغت میں دعویٰ وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنی بلا قید منازعت و مسالمت اور اس میں دفع عن حق نفسہ سے کچھ تعرض نہیں والہما للتائینث فلاتنون اور لفظ کالتائینث کے واسطے ہے تو اس پر تنوین داخل نہیں کی جاتی و جمعہا دعویٰ بفتح الواو کفتوی و فتاویٰ در راو جمع دعویٰ کی دعویٰ ہے بفتح واو مانند فتویٰ اور فتاویٰ کے کذا فی الدرر لکن حیزم فی المصباح بکسرہ الیضا فیہما محافظۃ علی الف التائینث لیکن مصباح العلوم میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں یعنی دعویٰ اور فتاویٰ میں الف تائینث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف ہے مصباح میں یوں ہے کہ جمع دعویٰ دعویٰ بکسر واو ہے اس واسطے کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تائینث کی محافظت کے واسطے کہ انی الطحاوی ملخصا و شرعا قول مقبول عند القاضی بقصدہ طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعویٰ عبارت ہے اس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہونکل گئی شہادت اور اقرار م قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اس واسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعویٰ مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعویٰ کی تعریف سے اس واسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسی طرح اقرار بھی اور دفعہ اسے دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعویٰ التقرین فتسمیع بفتحی بزائیدہ دعویٰ عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اس میں داخل ہوا تعرض کے دعویٰ کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہو گا اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی البرزازیہ ہم دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اس کے دفع تعرض کا مطالب ہوں تو یہ دعویٰ مسموع ہے قاضی اس کو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اس کے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جائے اور جب اس کو حجت ملے تو تعرض کرے کذا فی الطحاوی بخلاف دعویٰ قطع النزاع فلا تسمیع سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیہ صورت اس کی یہ ہے کہ قاضی کے پاس جائے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھ پر کچھ ہو تو دعویٰ کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نہ کیا جائے گا دعویٰ میں اس واسطے کہ وہ صاحب حق ہے کذا فی الطحاوی و ہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہ یعنی تعریف دعویٰ میں اور دفع عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اس وقت ہے جب کہ تعریف مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدی چنانچہ دفع کو تعریف شامل نہ ہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت ہوئی تاکہ دفع بھی دعویٰ کی تعریف میں داخل رہے اور عدی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اس واسطے کہ دفع عدی نہیں کیونکہ دفع سے کف عن المنازعت مراد ہے فلوارید ما لیم الوجودی والعدی لم یحتج لہذا لقید سوا کہ حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدی دونوں کو شامل ہو تو اس قید یعنی زیادت دفع کی حاجت نہ رہی والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک اے لایجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہے کہ جب کہ اپنا دعویٰ ترک کرے تو چھوڑا جائے یعنی حاکم اس سے زبردستی دعویٰ نہ کر دے والمدعی علیہ بخلاف اے یجبر علیہا اور مدعی علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنی جو ترک

نہیں اگرچہ متفقین بولتے ہیں مگر مشہور ہے تو وہ بہتر ہے صواب مجبور سے کذا فی المحوی و شرطہ ایضا کو نہ ملزمہ شینا علی الخصم بعد ثبوتہا والا کان عشا اور ہی دعویٰ کی شرط ہے ہونا دعویٰ کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا تمام پر بعد ثابت ہونے دعویٰ کے اور اگر ملزم نہ ہوتا تو بے فائدہ ہوتا مگر جب ملزم ہونا دعویٰ کی شرط محضہر تو دلیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر و کون المدعی مما یحتمل الثبوت فدعویٰ ما یتستحیل وجودہ محضہر او عادیہ باطلہ لیتقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ المعروف النسب اول من لا یولد مثله ہذا انہی و ظہورہ فی المستحیل للعادی کہ دعویٰ معروف بالفقر اموالاً عظیمة علی آخرہ انہ اقرضہا ایلا دفعہ واحدة او غصبہا منہ فالظاہر عدم صما عما یجوز بہم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعویٰ کی شرط ہے ہونا اس چیز کا جس کا دعویٰ کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہے تو اس کا دعویٰ جس کا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب تمیق ہونے کذب کے محال عقلی میں چنانچہ یوں کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہے یا اس کو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اس جیسے آدمی سے پیدا نہیں ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی میں چنانچہ مفلس مشہور کا دعویٰ اموال عظیمة کا دوسرے شخص پر اس طرح کہ اس نے اس کو مال فرض دینے میں ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کر لیا تو ظاہر یہ دعویٰ غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور اسی پر تمیق کی ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں و حکمہا وجوب الجواب علی الخصم و ہوا المدعی علیہ او منعم حتی لو سکت کان انکاراً قسماً البینۃ علیہ الا ان یکن اخرس اختیار و مستحقہ اور دعویٰ کا حکم واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہیں یا مل کہہ کے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہیں بولتا ہاں تو یہ سکوت انکار ہو گا تو گواہی سنی جائے گی مگر یہ کہ مدعا علیہ کو نگاہ ہو تو اس کا سکوت انکار نہ ہو گا کذا فی الاختیار اور آگے اس کو ہم محقق بیان کریں گے یعنی قضی بنکولہ کی شرح میں و سببہا تعلق البقاء للقدرة بتعالی المعاملات اور دعویٰ کا سبب متعلق ہونا بقادہ قدر کلہ معاملت کے استعمال سے یعنی اور معاملات میں زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل و غیر ذلک جاری ہے تو دعویٰ کرنا اسی قسم سے ہٹا جو بقائے عالم مکلفین کا مقتضی ہے اس واسطے کہ اگر دعویٰ نہ کیجیے تو اکثر حقوق ضائع ہو جائیں فلو کان ما یدعیہ منقولاً فی ید الخصم ذکر المدعی ان فی یدہ بغیر حق لا احتمال کونہ مرہوناً فی یدہ او مجبوساً بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ میں نا حق ہے بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ میں یا کہ مجبوس بواسطہ ثمن کے ہو اس کے پاس و طلب المدعی احضارہ ان امکن فعل الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والا اختلاف اور مطالبہ کرے مدعی اس کے حاضر کرنے کا اگر لے آنا اس کا ممکن ہو بلا مشقت تو مدیون پر احضار اس کا واجب ہے تاکہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے دعویٰ اور شہادت اور اختلاف میں و ذکر المدعی قیمتہ ان تعذر احضار العین بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت ابن کمال معز بالخراتہ اور مدعی اس کی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو احضار عین کا اس طرح کہ اس کے لے آنے میں مؤنت ہو اگر پر مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اس کو ذکر کیا ہے نسبت بخزانہ کر کے م کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ میں ہے نہ ہلاک عین میں تو شارح کا یہاں اس کو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحاوی بہلا کہا او غیبیتہا لانہ مثلاً معنای قیمت بیان کرے اگر احضار اس کا متعذر ہو اس کے ہلاک ہو جانے سے یا اس کے غائب ہونے سے اس واسطے کہ قیمت اس کے مانند ہے باعتبار معنی کے یعنی قیمت اس کی مماثل معنوی ہے وان تعذر احضارہ مع بقائہا کر جی و صیرۃ طعام و قطع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اس کا متعذر ہو باوجود اس کے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گھوڑوں کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ تو قاضی نے مدعی اپنا امین بھیجے تاکہ اس کی طرف اشارہ کیا جاوے والا تمکن باقیۃ التفتی فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو دعویٰ میں بذکر قیمت کفایت کرے و قالوا لودعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجیر علی البیان در رواہ ابن ملک و لہذا لودعی اعیاناً مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ و ذکر قیمتہ کل جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصیح و تقبل بینۃ او یحلف خصمہ علی کل مرة اور فقہانہ کہہ ہے کہ اگر دعویٰ کیا مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اس کی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعویٰ مسموع ہو گا تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی در صورت انکار یا اس پر بیان قیمت پر زبردستی ہوئی در صورت اقرار کذا فی الدر و ابن ملک اور اسی واسطے یعنی بسبب سماع دعویٰ غصب اگرچہ مدعی اس کی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی

نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفة کا دعویٰ کیا اور سب چیزوں کی قیمت بلا تفصیل محفل بیان کی تو بہ اجمال کافی ہے صحت دعویٰ میں مقبول صحت اور مدعی کے گواہ بیان قیمت میں مقبول ہوں گے یا اس کے مدعا جلد سے قسم لی جائے گی سب چیزوں پر ایک بار ہم اعیان مختلف الجنس چنانچہ اناج اور مختلف النوع چنانچہ گیہوں اور جواہر مختلف الصفتہ چنانچہ عمدہ گیہوں اور ناقص وان لم یذكر قيمة كل عين علیحدہ لاسلام دعویٰ الغصب بلا بیان قدر لیسح ادا میں قیمت اکل جملہ بالا دعویٰ قیمت محفل کا دعویٰ مسکوع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ بیان کرے اس واسطے کہ جب دعویٰ غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہو جائے اگر صحت کے کل اشیاء کی قیمت مجمل بیان کرے تو بلا تعلق اولیٰ دلیل فی دعویٰ السرقة بشرط ذکر القيمة لیعلم کونھا انصافاً فلما فی غیرہا فلا تشترط العادیۃ اور بعضوں نے کہا کہ چوری کے دعویٰ میں قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اس کا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سولے میں تو بیان قیمت شرط نہیں کذا فی العادیۃ و ہذا کل فی دعویٰ العین لا الدین فلو ادعی قيمة شیء مستهلك بشرط بیان جنسہ و نوعہ فی الدعویٰ والشهادة لیعلم القاضی بماذا یقضي او یہ سب اکتفا بذکر قیمت عین کے دعویٰ میں ہے نہ دین کے دعویٰ میں تو اگر مدعی نے شیء مستهلك کا دعویٰ کیا تو اس کی جنس اور نوع کا بیان شرط ہے دعویٰ اور شہادت میں تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلفت فی بیان الذکورة والا نوثت فی الدابة فشرط ابوالبخت البنا واختارہ فی الاختیار وشرط الشہید بیان السن البنا وتمامہ فی العادیۃ اور فقہاء کے اندر اختلاف ہے جانور کی زری اور مادی کے بیان میں تو فقہر ابوالبخت نے بیان قیمت کے ساتھ اس کو بھی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار میں پسند کیا ہے اور حکم شہید نے زری اور مادی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان اس کا عادیہ میں ہے و فی دعویٰ الایداع لا بد من بیان مکان اے مکان الابداع سواء کان له حمل اولاً و ریت رہنے کے دعویٰ میں مکان ایداع کا بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار بار اسی کے لائق ہو یا نہ ہو ہم بیان مکان اس واسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیف لازم نہیں مگر یہ مکان میں جہاں ودیعت رکھی گئی اور اس میں بیان قیمت کا اعتبار نہیں کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اس کی قیمت و فی الغصب ان له حمل و نوثت فلا بد لصحة الدعوی من بیانہ والا حمل له لا اور غصب کے دعویٰ میں اگر مقصوب لائق بار بروری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہے اس کے صحت دعویٰ کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار بروری کے لائق نہ ہو تو مکان ضرور نہیں و فی غصب غیر الشئ یہی قیمت یوم غصب علی الظاہر عادیۃ اور غیر مثل کے غصب میں روز غصب کے اس کی قیمت بیان کرے بنا پر قول ظاہر کذا فی العادیۃ و بشرط التحدید فی دعویٰ العقار کما لا یشرط فی الشئۃ علیہ ولو کان العقار مشہوراً خلافاً لہما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعویٰ میں حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اس کی گواہی میں تحدید شرط ہے اگر غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک در صورت شہرت تحدید شرط نہیں مگر عقار ہر وزن سلام لغت میں عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کچور کا درخت اور گلاب متاع کو بھی عقار بولتے ہیں اسی اور مشایخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور غل منقولات سے ہے اور اس میں شہر نہیں جب کہ اس کی بلا عرضہ میں ہو کذا فی الطحاوی موی البحر الا اذا عرف الشہود الدار یعنی ما فلا یتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جب کہ شہور گھر کو یا مخصوص جانتے ہوں تو اس کے حدود کے بیان کی حاجت نہیں م اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ تحدید سے مقصود احد قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہیں ہونا کذا فی الطحاوی کما لو ادعی ثمن العقار لاند دعویٰ الدین حقیقۃ بھر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعویٰ کیا تو تحدید شرط نہیں اس واسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعویٰ ہے نہ زمین کا لہذا فی البحر ولا بد من ذکر جلدۃ فیہا الدار ثم المملۃ ثم السکتۃ فیسبداً بالاعلم ثم الاخص فالأخص کافی بالنسب اور ضرور ہے اس شہر کے بیان سے جس میں وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوہر کے بیان سے تو پہلے نام ترکوب بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص ترکوب چنانچہ نسب میں م یعنی یوں کہ کہ وہ گھر فلانے شہر فلانے محلہ فلانے کوہر میں ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعویٰ کیا جس کا نام مثلاً جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہیں تو خاص ترکوب طرف ترقی کرے در یوں کے کہ جعفر بن محمد

سو اگر معلوم ہو جائے تو بہتر نہیں تو داد کی طرف ترقی کرے اس طرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ و مکتفی بذکر ثلثہ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ و غلط لا مکتفی لان المدعی یختلف بٹم انما ثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدوں کے ذکر میں کفایت ہے تو اگر چوتھے کو ذکر کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اس میں غلطی کرے تو صحیح نہیں مکتفی اس واسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اس واسطے کہ تعریف پوری نہیں ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد الرابع کی غلطی مقبول نہیں اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المحوی و ذکر اسماء اصحابہا اے الحدود و اسماء آبائہم ولا بد من ذکر الی کل منہم ان لم یکن الرجل مشہوراً والا کتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور ان کے باپوں کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے ان میں سے ہر ایک شخص کے داد کا ذکر کرنا اور مرد صاحب مشہور نہ ہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اس کا نام کافی ہے سبب حاصل مقصود کے ہم ملقط میں ہے کہ اگر داد معروف نہ ہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اس کے موالی کے ذکر سے یا اس کے پیشہ یا وطن یا اس کی دوکان یا اس کے حلیہ سے تو مقصود تمیز ہے خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے و ذکرانہ اے العقار فی یدہ بصیر خصماً اور اس کا ذکر ضرور ہے کہ گھریا باغ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تاکہ وہ مخاصم ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اس واسطے کی کہ یہاں بیان تھا عقار کا کذا فی الطحاوی و نیز ید علیہ بغیر حتی ان کان المدعی منقولاً لہا امر اور زیادہ کرے اس پر بغیر حتی کی قید اگر منقول ہو جس کا دعویٰ کیا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اس واسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اس کے پاس نہ ہو یا محبوس بن ہو ولا تثبت یدہ فی العقار تبصراً قہماً بل لا بد من بئینہ او علم قاض لا احتمال تزویر ہما بخلاف المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہیں ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے سبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اس میں تصادق متخاصمین ثبت قبض ہے سبب معائنہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہے کہ شاید متخاصمین نے پر یا مال لینے کے واسطے اپنے آپ کو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ٹم ہذا لیس علی اطلاقہ بل اذا ادعی القار ملکاً مطلقاً پھر یعنی اشتراط بئینہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر اطلاق نہیں بلکہ جب زمین میں ملک مطلق کا دعویٰ کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جس میں ملک کا سبب مذکور نہ ہو چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ امانی دعویٰ الغصب و دعویٰ الشراء من ذی البید فلا یفتقر لبئینہ لان دعویٰ الفعل کما تصح علی ذی البید تصح علی غیرہ ایضاً لازمہ اور غصب کے دعویٰ اور قابض سے خرید کرنے کے دعویٰ میں تو حاجت نہیں گواہی کی اس واسطے کہ فعل کا دعویٰ جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا ہی غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعویٰ میں اور فعل کے دعویٰ میں فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خرید ہے و ذکرانہ لیطالبہ یہ لتوقفہ علی طلبہ والاحتمال رہنہ او حبسہ بالتمن و بہ استغنی عن زیادۃ بغیر حق فافہمہ اور اس کا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اس کا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ سے سبب موقوف ہونے حق مدعی کے اس کی طلب پر اور اس کے مرہون ہونے یا محبوس بالتمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سو اس کو سمجھئے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقد اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ اشتراط مطالبہ معنی ہے اس سے ولو کان مایدعیہ دینا مکمل او موزوناً نقداً وغیرہ ذکر وصفہ لانه لا یعرف الا بہ اور جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے اگر دین ہو یا مکمل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو سوائے اس کے تو اس کے وصف کو مذکور کرے اس واسطے کہ مکمل یا موزون دریافت نہیں ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گہوں مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اس وقت حاجت ہے جب کہ شہر میں کئی قسم کے روپے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی المحوی ولا بد فی دعویٰ المثلیات من ذکر الجنس و النوع والصفة والقدر و سبب الوجوب فلو ادعی کتبر دینا علیہ ولم یدکر سبباً لم تصح اور ضرور ہے مثلیات کے دعویٰ میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک گہووں کے دین ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کا سبب نہ ذکر کیا تو دعویٰ مسموع نہ ہو

م جنس جیسے گیسوں اور نوع جیسے سرخ گیسوں یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا پار من اور سبب و وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب
 و اذا ذکر فی السلم انما المطالبۃ فی مکان مینا اور جب کہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع مسلم میں اس کو مطالبہ جائز نہیں مگر اسی مکان میں جس کو مدعی اور
 مدعا علیہ نے معین کیا وہی نحو قرض و غصب و استهلاك فی مکان القرض و نحوہ بحر فی حفظ اوسانند قرض اور غصب اور استهلاك مثلیات کے دعوی
 میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اس کے فنی غصب اور استهلاك کے مکان میں کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و لیساں القاضی المدعی علیہ
 من الدعوی فیقول ان ادعی علیک کذا فاذا تقول بعد صحتها والا تصدح صیوہ لا یساں لعمد وجوب حجابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے
 کہ غلط ہے مدعی نے تجھ پر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے بعد صبح ہونے دعوی کے اور اگر صبح دعوی صادر نہیں ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نہ کرے
 بسبب نہ واجب چھوٹے کے جواب کے م قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدوں اس کی طلب کے
 مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجم فان اقر قریبا اظا کر فیر من المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا
 انکار کرے سو مدعی کو ادلاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر یعنی اس کو براوے اور مدعی کو جتاوے بدوں طلب مدعی کے م اگر مدعا علیہ کے کہیں مدعی
 کے دعوی کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اکثرین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اس پر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھ پر حکم کرتے ہیں
 مستحب ہے لازم نہیں کذا فی المطاوی والا یرتین حلقہ الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ البین فی جمیع الدعوی الا عند اثباتی فی اربع علی مافی البرایۃ اور
 اگر مدعی گواہوں سے اپنا دعوی ثابت نہ کرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اس واسطے کہ جمیع دعاوی میں مطالبہ قسم واجب مدعی سے
 ضرر ہے مگر ابو یوسف کے نزدیک چار مواضع میں طلب مدعی ضرور نہیں کذا فی البرازیہ م مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہے مشتری خدا کی قسم کھائے
 کہ میں راضی نہیں ہوا عیب سے ۲ شفیع قسم کھائے کہ میں نے تیرا شفیع باطل نہیں کیا ۳ صورت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یوں
 قسم کھائے کہ زوج نے اس کو نفقہ نہیں دیا اور نہ کچھ اس کے واسطے چھوڑ گیا ۴ مستحق قسم کھائے کہ میں نے نہیں بیچا کذا فی الحبس من البحر قال و اجموا
 علی التخلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین میں م صحت
 تخلیف یہاں یوں ہے کہ قاضی اس کو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اس کی طرف سے تجھ کو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے
 کسی نے اس پر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اس کو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور کسی کا تو نے اس پر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اس کی کوئی چیز رہی ہے کذا
 فی الحبس من البحر و ان قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یتحمل بل یحبس لیقرا و ینکر در اور جب کہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا میں نے اقرار کرتا ہوں انکار
 تو حاکم قسم نہ دے بلکہ اس کو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی المدعم یہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں قسم لینا چاہیے و کذا الواسع
 اسکت بلا آفة عند الثانی خلاصہ قال فی البحر وہا نقبت لانا فتوی علی قول الثانی فیما يتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع الاشبه ان انکار فیستلزم
 اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جائے اگر سکوت لازم پکڑے بدوں کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصہ بحر الرائق میں کہا اور اسی کام میں
 فتوی دیا اس واسطے کہ متعلقات قضاء میں ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے انتہی مافی البحر پھر صاحب بکرنے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ تریقی یہ ہے کہ
 عدم اقرار احدہم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی م متبادر یہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسند سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ مسند
 قن کی طرف جائز ہے اور وہ صاحبین کے قول کی نصیح ہے اس واسطے کہ لفظ اشبه نصیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحبس منحصا قید نا تجلیف الحاکم ہاتھا
 تو اسطرح علی ان کیلالت عند غیر قاض و یکن برئیا فهو باطل لان البین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرة قید البین ولا ینول عند غیر القاضی ہم نے
 تخلیف حاکم قید لگائی اس واسطے کہ متخاصمین اگر آپس میں اس پر اتفاق کریں کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہیں اور قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جائے

تو وہ باطل ہے اس واسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فلو برہین علیہ
اسے علی حقہ یقبل والا یحلف ثانیاً عند قاض بزازیہ الا اذا کان حلف الاول عندہ فیکفی در رسو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر
برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے قاضی کے پاس کذا فی البرازنیہ مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لی
گئی تو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہیں کذا فی الدرر و نقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فالحکم یکن باستخلافہ لم یعتبر اور مصنف
نے اپنی شرح میں قنیۃ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہ ہوگی معتبر نہ ہوگی ہم یہ مسئلہ مغایر ہے متن کے
مسئلے کا اس واسطے کہ مسئلہ میں یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی کے پاس قسم کھائی مدعی کے استخلاف
سے نہ قاضی کے استخلاف سے کذا فی الحلی و کذا فی الواسطی ان المدعی لو حلف فانخصم ضامن للمال وحلف اسے المدعی لم یضمن انخصم لان فیہ
تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اس پر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہے مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ
ضمان نہ دے اس واسطے کہ اس میں بگاڑنا ہے شرع کا ہم وجہ تغیر شرع یہ ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے نہ مدعی پر طحاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس
شرط پر مال ادا کرے تو پھیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہے والیمین لا ترد علی مدع لحديث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث
کی دلیل سے بینۃ یعنی گواہ مدعی پر ہے ہم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی میں بروایت ابن عباسؓ یوں ہے (البینۃ
علی المدعی والیمین علی من انکر) کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور قسم اس پر ہے جو انکار کرتا ہے طحاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین میں قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہے اور دوسری وجہ یہ کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہے اس واسطے
کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جب کہ وہاں معمود نہ ہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہیں تو
اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاہد والیمین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی یعنی اور حدیث شاید اور یمین کی ضعیف ہے بلکہ اس کو
یحییٰ بن معین نے رد کیا ہے بلکہ اس حدیث کے راوی نے اس کا انکار کیا ہے کذا فی العینی ہم مسلم اور ابوداؤد میں ابن عباسؓ سے روایت ہے رفقہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمین وشاہد کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد
پر کفایت کی طحاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ بن سہل بن صالح سے اور سہل اس کی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت
باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اس کے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارف کیونکر ہو سکے گی انتہی برہین المدعی علی دعواه طلب من
من القاضی ان یحلف المدعی انہ محق فی الدعوی و علی ان الشہود صادقون او محقون فی الشہادۃ لایجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم
لا یحلف مرتین فکیف الشاہدان لفظ الشہد عندنا یمین ولا یمین لایحلف لانا امرنا باکرام الشہود ولذا لو علم الشاہدان القاضی یحلفہ ویحلف
بالمسوخ لہ الامتناع عن اداء الشہادۃ لانه لا یزیدہ بزازیہ گواہ لایا مدعی اپنے دعویٰ پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم
لے اس پر کہ وہ اس دعویٰ میں حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاویں کہ وہ سچے ہیں یا اس گواہی میں وہ حق پر ہیں تو قاضی اس کی خواہش کو نہ ملنے
اس واسطے کہ مدعا علیہ مخاصم سے دوبارہ قسم نہیں لی جاتی تو مشاہد سے دوبارہ کیونکر قسم لی جائے گی اس واسطے کہ اشہد کاللفظ ہمارے نزدیک قسم ہے
اور دوبارہ قسم نہیں لی جاتی اس واسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہیں اور اسی واسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اس کو قسم دے گا اور منسوخ پر
لہ مترجم اول نے ترجمہ لاترید بشدید وال کا کیا ہے مناسب یہ تھا کہ لاترید صیغہ معروف مصدر و ردہ کا ترجمہ کرتا کہ قسم فارغ نہیں ہوتی مدعی پر ۱۲

ف امتناع شہادت سے در صورت تحلیف

عمل کرے گا تو اس کو دلائل شہادت سے باز نہ جانا ہے اس واسطے کہ اب اس کو دلائل شہادت لازم نہیں کذا فی البزاز یہ ہم اب ہندوستان میں نصاریٰ کی
 پکڑوں میں شاہدوں پر حلف معمول ہے تو اگر شہدے جملہ حلف دلائل شہادت میں پہنچتی کریں تو بموجب اس ہدایت کے عند اللہ گنہگار نہ ہوں گے واللہ اعلم و بنیت
 الخارج فی الملک المطلق و ہو الذی لم یذکر سبب الحق من بنیت ذی الیدلان المدعی والبنیت لہ بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کے حکم مطلق
 میں اولیٰ باقبول میں قابض کے گواہوں سے اس واسطے کہ وہ خارج مدعی ہے اور گواہ اس کے واسطے میں موافق حدیث کے حکم مطلق وہ جس کا سبب مذکور نہ ہو
 مانند خرید یا میراث ہم صورت اس کی یہ ہے شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور دونوں
 گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونوں سے ایک ہی تاریخ یہاں کی تو گواہ قابض کے مقبول نہ ہوں گے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض
 کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیر میں ہے کہ اگر خارج نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور قابض نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور تاریخ قابض مقدم ہے تو مدعی خارج کے واسطے
 حکم ہوگا کذا فی المططاوی مختلفا بخلاف المقید بسبب کنتاج و نکاح فابینہ لذلک الید اجماعا کیا سببی بخلاف دعویٰ اس ملک کے جو مقید بسبب جیسے
 نکاح اور نکاح تو قابض کے گواہ اولیٰ باقبول میں بالاجماع چنانچہ آگے آئے گا صورت نکاح یہ ہے کہ ایک نے گواہ قائم کیے کہ لوٹدی اس کے پاس جی
 تو قابض کے گواہ مقدم میں اس واسطے کہ دونوں کے گوشت ملک میں اور قابض کے ساتھ ترجیح ہے قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہے کہ دونوں نے گواہ
 اس پر قائم کیے کہ اس نے نکاح کیا اس صورت سے تو قابض کے گواہ اولیٰ باقبول میں تو ملک سے مراد وہ ہے جو ملک حقیقی اور عجبی دونوں کو شامل ہے وقضی
 القاضی علیہ منکول مرة لیکول فی مجلس القاضی حقیقة لقوله لا اختلف او حکما کان سکوت و علم ان من غیر آفتہ کثر و طریش فی الصبح سراج و عرض
 ایسین ثلث القضا حوط اور حکم کہ قاضی مدعا علیہ پر ایک ہاس کے نہ قسم کھانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس میں ہو فی الحقیقة مدعا علیہ کے بوں کہنے
 سے کہ میں نہیں کھانا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اس کا آفت سے نہیں مانند گونگے اور ہرے ہونے کے قول
 صحیح میں کذا فی السراج اہتم کے واسطے میں ہار کتنا پھر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہے یعنی مستحب ہے نہ واجب و بل شیطراط القضاء علی فور النکول خلاف
 و ردہ لم ارفیہ ترجیحا قال المصنف قلت قد منا ان یفرض القضاء فوراً الا فی ثلث اور کی شرط ہے حکم دینا انکاح اہتم کے بعد فوراً اس میں خلاف ہے علما کا کذا
 فی اللہ اور اس خلاف میں میں نے کسی قول کی ترجیح نہیں دیکھی یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں میں کتا ہوں کہ ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فوراً فرم ہے
 مگر میں صورت میں پہلی صورت سے کہ قاضی کو شک پڑے طرق قضایا جیسے گواہوں میں ۲ کہ مدعی مہلت مانگے ۳ یہ کہ امید صلح ہو اقرار میں
 کذا فی المططاوی قضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف فلا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض در فبغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا
 مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اہم حکم بجل خود جاری اور ثابت ہے کذا فی اللہ و تطریف
 قضا کے میں ہو گئے یعنی بران اور میں اور نکول و عدائی لا شہاد سبعا بنیت و افرامہ میں و نکول عن وقسم و علم قاضی المرحوم والسایع قرینہ قاطعہ کان
 ظہر من و اریخا لیتہ انسان خائف بکیں متکوث ہم قد خلوا فوراً و افراد مذہبوا لیمینہ امذہب اولامیری امدان قاطر اور اشباہ میں طرق قضاسات شمار کیے ہیں
 گواہ امدان کہ اہم قسم اور انکار اور قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بطور ضعیف اور ساتواں یقینی قرینہ چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے
 لتسری پھری لیے نکلا پھر اس گھر میں فوج لوگ داخل ہوئے تو اسی وقت کا ایک مذہبوح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اس کے خون میں ماتوڑ ہوگا
 اس واسطے کہ اس کے قاتل ہونے میں کوئی شک اور تردد نہیں کرتا ہم اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ اقرار کو قضا کا مجاز ہے کیونکہ اقرار خود محبت طرہ ہے
 لہذا قد نکلا المدعی قتال شہدی لم یام القضاء طارہ و بیاستدی ان نظم الخطب و مضلا و میں و اقرار نکول قسامت و وینہ علم بیا انا املا و کذا فی اللہ
 یبدو من قرائن و الا بغت حد البیضی مفسرہ

بلا ساحت قضا اور قسامہ یحین میں داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہے اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن عمر نے مذکور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طرق قضائیں ہی ہیں
 قتال کذا فی الطحاوی شک فیما یدعی علیہ یعنی ان یرضی خصمہ ولا یحلف تحزرا عن الوقوع فی المحرام مدعی کو شک پڑا اس میں جس کا اس نے دعویٰ کیا
 مدعا پر تو لائق یہ ہے یعنی واجب ہے کہ اپنے مخالف کو راضی کرے اور نہ قسم لے تاکہ امر حرام میں واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفه ان اکبر رأیہ ان
 المدعی مبطل حلف والا فان غلب علی نظره انه محق لا یحلف بزازہ اور اگر اس کا مخالف نہ مانے سوائے قسم کے اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل پر ہے
 تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہ ہو اس طرح کہ اس کا ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نہ کھائے کذا فی البزازیہم یہ مسئلہ مغائر ہے مسئلہ شک کے
 خلاصہ یہ ہے کہ مدعی کو اگر اپنے دعویٰ کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم
 کھائے اور نہیں تو قسم نہ کھائے وتقبل البینۃ لو اقامها المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی شرح الجمع عن المحیط اور اگر گواہ مقبول ہو
 گے اگر مدعی نے ان کو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہیں کذا فی السراج بخلاف اس قول کے جو شرح مجمع میں ہے محیط سے ہم شرح مجمع میں
 محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اس دعویٰ پر پھر وہ گواہ لایا تو اہم صاحب کے نزدیک مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں کی تکذیب
 کہ چکا اور اہم محمد کے نزدیک مقبول ہیں اس احتمال سے کہ اس کے گواہ ہوں گے پر وہ بھول گیا انتہی اس میں خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اس میں تعرض نہیں مگر شرح مجمع
 کے حاشیہ میں ملحقہ سے قول محمد کی تزییح مذکور ہے کذا فی الطحاوی بعد یمین المدعی علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء بالانکول خانیہ گواہ مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے
 بعد جیسے گواہ مقبول ہیں بعد قضا بالانکول کذا فی الخانیہ محمد العامة وهو الصیغ بقول شرح الیمین الفاجرة احق ان تروہ من البینۃ العادۃ ولان الیمین کالحلف
 عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کا نہ ہو بعد اصلا بمر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شرح کہ تھوٹی قسم
 مردود کرنے کے لائق تر ہے عادل گواہوں سے اور اس واسطے کہ قسم گواہوں کے خلیفہ کے مانند ہے توجب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا
 کذا فی البحر و یظہر کذبہ باقامتہا اے البینۃ لو ادعاه اے المال بلا سبب فحلف اے المدعی علیہ ثم اقامها حتی یحث فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق
 الخانیۃ خلافا لا طلاق الدار اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعویٰ بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے
 قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم میں سناٹ ہو گا اور اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیۃ بخلاف الطلاق درم درم کہا
 صواب یہ ہے کہ اس کا کذب ظاہر نہ ہو گا تو وہ معاف بعقوبت شاید زور نہ ہو گا انتہی تو صاحب درم کا کلام عام ہے خواہ دعویٰ سبب کے ساتھ ہو
 یا بلا سبب ہو وان ادعاه بسبب فحلف انه لا دین علیہ ثم اقامها المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز ان وجد القرض ثم وجد الایفاء وعلیہ
 الفتوی فصولین و سراج و ثمنی وغیرہم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کر کے دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اس پر دین نہیں ہے پھر مدعی نے سبب
 مثلا قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہ ہو گا اس واسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراہ قرض یا ادائے قرض پایا گیا اور اسی
 قول مفصل پر فتویٰ ہے کذا فی الفصولین و السراج و الثمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہوا وہی ورجعتہ مجددا ہوا وہی بعد عدۃ و فی ایلاء انکرہ
 احدہما بعد المدة واستیلاء و تدعیہ الامۃ و لا بتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس و ولا اعتاقہ و موالا کا دعاء
 الاعلیٰ او الاسفل و حد و لعان اور منکر کو قسم دینا نہیں صحیح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت
 بعد عدت کے اور ایلاء میں جس کا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلاء کے اور اس استیلاء میں جس کا دعویٰ نوٹدی کرتی ہے اور اس کے بالعکس یعنی
 ادعائے استیلاء مولیٰ حاصل نہیں ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاء کے مولیٰ کے اقرار سے اور رقیہ اور نسب میں قسم نہیں اس طرح کہ دعویٰ کیا شخص
 مجہول پر کہ وہ اس کا غلام ہے یا بیٹا یا اس کے بالعکس یعنی مجہول الحال ایک مرد پر دعویٰ کرے کہ وہ میرا مولیٰ ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور ولاء و تاق

اولاً یہ صلاحت میں قسم کا دعوٰی کیا شخص اہل تہ اسفل یعنی محوف نے مجہول پر دعویٰ کیا یا مجہول نے معروف پر اور بعد اعلان میں قسم نہیں مگر اشیائے سبوحہ
میں ہام کے نزدیک تہلیف نہیں خلاف الصالحین رجعت میں بصحت کے اس واسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہو جانے کی مرد کے قول سے
اگر عدت اس کی تکذیب کہے اور ایلا میں بعد عدت کے قید اس واسطے لگائی کہ ایلا کی مدت میں ایلا ثابت ہوگا ورنہ کے دعویٰ سے اور اگر عدت مدعی
ہوگی رجعت اور ایلا میں تو وہ موافق خلاف سے والعصوی علی انہ یخلف المنکر فی الاشیاء السبعۃ ومن عد استحقاق مویۃ الولد بالنسب او
الرق والحاصل ان المنق بہ التعلیف فی النکاح لا فی الہودا وفتویٰ اس پر ہے کہ قسم لی جانے کی نکتہ سے اشیاء سبعہ مذکورہ میں وجہ سے ان کو چھ شمار کیا
ہے اس نے ام ولد جو نے کو نسب میں طایا ہے یا رقی میں خلاصہ یہ ہے کہ قبل مفتی تہلیف ہے کل امور مذکورہ میں سوائے حدود کے و منماہ قدف
ولعان فلا یلین اجماعاً الا اذا تضمن حقا بان طلق عتق عبیدہ بزی نفسه فلیعہد تہلیفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنی او منجد مدود قدف اور لعان کی حد ہے تو
اس میں قسم نہیں باجماع لہذا اور ما جمیع کے مگر جب کہ حد حق العہد کے متضمن ہو اس طرح پر کہ مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق لی تو غلام کو قسم
لینا مولیٰ کا در صورت انکار جائز ہے سو اگر مولیٰ قسم نہ کھائے تو آزادی ثابت ہوگی زنا میں غلام یوں کہے کہ مولیٰ نے وہ فعل کیا جس پر میری آزادی معلق
کی تھی اور یہ نہ کہے کہ اس نے زنا کاری کی تاکہ اپنے مولیٰ کا قاذف نہ سمجھے کہ ذانی الطحاوی وکذا یتخلف السارق لابل المال فان نکل ضمن
ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لی جانے سارق سے مال کے واسطے سوا گروہ قسم نہ کھائے تو تاوان سے مال کا اور اس کا باقہ کا نا بجا
گناہوں سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائے گا و قال یتخلف فی التعزیر کا بسط فی الدرر و علمائے کما ہے قسم لی جانے کی تعزیر میں چنانچہ اس کو
در میں مشرعی بیان کیا ہے مگر وجہ اس کی یہ ہے کہ تعزیر حق العہد ہے ولہذا عہد اس کو ساقط کر سکتا ہے معاف کر دینے سے کذا فی الدرر ولی الغفول
ادعی نکاحاً فیہ دفع یمیننا ان تزوج فلا یخلف اور فصول میں ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو عورت کے دفع میں کا حیلہ یہ ہے کہ وہ
نکاح کرے تو اس سے اب قسم نہ لی جائے گی و فی النہایۃ لا اختلاف فی احدی و ثلثین مسئلہ اور غازیہ میں ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلوں میں نہیں مگر یہ مسئلہ کتاب
الموقف کے اخیر میں مفصل مذکور ہو چکا النہایۃ تجری فی الاستحلاف لا الحلف و فرع علی اول بقولہ فاموکیل والوصی والمتولی واب الصغیر
یملک الاستحلاف فلا یمین خصمہ نیات جاری ہوتی ہے قسم لینے میں دہم کھانے میں اور مصنف نے تعزیر کی اول یعنی جواز اختلاف پر اپنے
اس قول سے توکیل اور وصی اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اس کو مطالبہ اپنے حق میں کیلین کا جائز ہے مگر اس کا مخاصم کس
باعتبار ظاہر کے اور حقیقت میں تو وہ مخاصم ہے اہل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے
مدعا علیہ سے قسم لے ولا یخلف احدہم الا اذا ادعی علیہ العتد او صح اقرارہ علی الاصل یتخلف جینڈ کا وکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی
للموکل فکذا انکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نہ لی جائے گی مگر جب کہ اس پر عقد کا دعویٰ کیا جائے یا اس کا اقرار صحیح ہو
اسیل پر تو اب اس وقت قسم نہ لی جائے گی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اس کا اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسی طرح اس کا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہے و فی
الخلاصہ کل موضع لو اقر لزمر فاذا انکر یتخلف الا فی ثلث ذکرنا والصواب فی اربع و ثلثین لہذا عن النہایۃ وزاد ستہ اخری فی البحر و زاد
اربعہ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشیاء والنظار لابن المصنف ولولا خشیۃ التناول لا مدتها کلہا اور خلاصہ میں ہے کہ جس موضع میں
کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اس کو اقرار لازم آوے پھر جب اس کا منکر ہو تو اس سے قسم نہ لی جائے گی سوائے تین صورتوں کے جس کو صاحب
خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چوتھیں صورتوں میں حلف نہیں چنانچہ غایۃ سے مذکور ہو چکا یعنی اکیس صورتیں غایۃ کی اور تین
صورتیں خلاصہ کی مل کر چونتیس ہوں اور چھ صورتیں اور بحر الرائق میں زیادہ کی ہیں اور چودہ صورتیں تنویر البصائر ابی مصنف کے حاشیہ اشہاد اور نظائر

زیادہ کی ہیں اور اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ان سب صورتوں کو مفصل بیان کرتا مگر تو سب چوتھیں صورتیں ہوں جن میں منکرین پر قسم نہیں اور ان سب کو شارح کتاب الوقف میں مذکور کر چکا ہے اب یہاں مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور نور البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ان مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بار بار ذکر کر چکا ہے تو یہ خطا غلط کاتب سے ہے والد علم التحلیف علی فعل تفسیر کیوں علی البتات اسے القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات یعنی یقین ہوا اس طرح کہ دعوی مدعی کا ایسا نہیں مگر اپنے ذاتی فعل پر قسم کھائے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری جو بیٹی ناہقی چھین لی اور اس کے گواہ نہیں تو زید یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس کی جو بیٹی نہیں چھینی اس واسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہ بالیقین جانتا ہے والتحلیف علی فعل غیرہ کیوں علی العلم اسے انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہر اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ دعوی مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر فعل علم کی اس واسطے قسم ہوئی کہ اس کو ظاہر علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللہ الا اذا کان فعل الغير شیعنا متصل بہ اسے بالخالف و فرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری العبد سرقة العبد او ابا قہ وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انہ فعل الغير وانما صح باعتبار وجوب تسلیمہ لیسما فریح الی فعل نفسہ فحلف علی البتات لانہا اکد ولذا اعتبر مطلقا در عن الزلیعی غیر کے فعل میں نفی علم پر قسم ہے بار خدا یا مگر جب کہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالت سے متصل اولہ متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھگنے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہو گیا تو بائع یقین پر قسم کھائے باوجودیکہ سرقت اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اس کے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھائی اس واسطے کہ خالف علی القطع مگر ترہے نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اس کے عکس کے یعنی یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہیں کذا فی الدرر عن الزلیعی مگر الرائق میں ہے کہ جس مقام میں کہ یمین علی العلم واجب ہے پھر اس نے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہے اور اس سے یمین ساقط ہو گئی اور بالعکس اس کے نہیں یعنی بجائے حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہیں اور جو حلف اس پر واجب نہیں اس کے نکول سے قاضی حکم نہ دے گا انتہی وہی شرح الجمع عنہ ہذا اذا قل المکرر لا علم لی ہذک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کمودع ادعی قبض رہا او شرح مجمع میں زلیعی سے منقول ہے یہ یعنی یمین علی العلم اس وقت ہے جب کہ منکر کہے کہ مجھ کو اس دعوی کا علم نہیں ہے اور اگر اس کی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوی کیا م یعنی قبض صاحب ودیعت بہر چند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اس کے علم کا دعوی کیا تو اب اس پر یمین علی القطع لازم ہوگی و فرع علی قولہ فعل غیرہ علی العلم بقولہ واذا ادعی بک سبق الشراء لہ علی شراء زید ولا ینتہ یحلف خصمہ وہو بکر علی العلم اسے انہ لا یعلم انہ اشتراہ قبلا کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دعوی سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اس کا مخاصم یعنی بکر قسم کھائے علم پر یعنی وہ یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اس کو خرید کیا قبل اس کے بدلیل گذشتہ یعنی غیر کے فعل میں علم پر قسم ہوتی ہے م اولی یہ تھا کہ شارح بجائے وہو بکر کے وہو زید کہتا اس واسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونہ میراثا او اقربہ المدعی او برہن الخصم علیہ فیحلف علی العلم اسی طرح جبکہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث بشرطیکہ قاضی اس کی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اس کی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنی مدعا علیہ اس کی میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے م صورت اس کی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جس کا تو وارث ہوا ہے فلا نے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناہقی ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اس واسطے شرط ہوا لہ یعنی غیر کے فعل پر قسم علم کی نفی پر ہوتی ہے ۱۱

کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہ ہوگا تو یقیناً قسم لے گا کہ علم پر اقرار اس کی مثال تصویر میں مذکور ہو چکی اور برہنہ خصم کی اس طرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ یہ چیز اس کی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز تھا اور اس کی عین علی الاطلاق کا مطالبہ ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اس نے یہ بھی علم کا اقرار کیا سو مدعی نے اس کا انکار کیا تو قاضی نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھائے گا خلاصہ یہ ہے کہ دعویٰ عین میں تحلیف و اقرار علی العلم کی یہ شرط ہے کہ اس وقت تک کہ ایک امر ہو کہ ان فی المطحطاوی ولو ادعا ہما اسے الدین والعین المواریث علی خیرہ یحلف المدعی علیہ علی البتات کہ محبوب و خیراء مطحطاوی دعویٰ کیا دونوں کا یعنی دین اور عین کا وراثت نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقیناً قسم کھائے کہ اس میں مورث کا حق نہیں ہے جیسے محبوب اور خیرہ کہ ان فی المدرم ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اس نے اس پر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مراد آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کا غلام ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ قسم کھائے نہ علم پر مطحطاوی نے کہا کہ والعین کا ما و بمعنی ادبہ کما یخفی و یحلف باحد القود اجماعاً اور قسم کھائے قصاص کا منکر باتفاق امام اور صاحبین کے ممانہ میں ہے کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حاصل پر قسم کھائے کہ واللہ مجھ پر فلا نے کا خون نہیں اور دوسری یہ ہے کہ اس خون کا جس کا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کھائے یعنی میں نے واللہ فلاں بن فلاں کو قتل نہیں کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات میں حاصل پر قسم کھائے یعنی سبب پر انتق فان نکل فان کان فی النفس حتی لقر او یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کھائے تو اگر قتل نفس میں دعویٰ ہو تو قید لیا جائے یہاں تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے و فیما دونہ یقیناً لان لا طعن خلقت وقایۃ للنفس کاللی فیجری فیہ لا یتذال خلافاً لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات میں در صورت نکول قصاص لیا جائے اس واسطے کہ اطراف آدمی کے معنی مثلاً ہاتھ پاؤں حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے بین مال کے مانند تو اس میں ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین کے ہم ایک نسخہ میں ہذل ہے بجائے ابتذال کے اور بتذال واضح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا ماذون نفس میں نکول سے قصاص لازم نہیں اس واسطے کہ نکول وہ اقرار ہے جس میں شبہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہ ہوگا اجمالاً واجب ہوگا کہ انی ابصر قال المدعی فی بینۃ حاضرة فی المصر و طلبت عین خصمہ لم یحلف خلافاً لہما مدعی نے کہا کہ میرے گواہ حاضر ہیں شہر میں اور اس نے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کھائے برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم میں مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکا برہان کیونکر قسم لی جائے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عین مدعی کا حق ہے تو جب اس کی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرة فی مجلس المحکم لم یحلف اتفاقاً ولو غابۃ عن المصر حلف اتفاقاً ابی ملک و قدر فی البعثی الغیبتۃ بمدة السفر اور اگر گواہ مجلس حکم میں حاضر ہوں تو قسم نہ کھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہوں شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا صرح ابی ملک اور مجتہبی میں غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معاین کیا ہے یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہوں تو مدعا علیہ قسم ہے گواہوں کا وہاں سے بلانا ضرور نہیں و یاخذ القاضی فی مسئلۃ فیما لا یسقط البتۃ کفیلاً لثقتہ یومئ ہر وہ بکر فلیحفظ من خصمہ ولو وجہا والال حقیرانی ظاہر المذہب عینی بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصبح مسئلۃ معنی جب کہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر میں حاضر ہیں اس دعویٰ میں جو شہد سے ساقط نہیں ہوتا یعنی غیر حدود میں قاضی معتمد ضامن لے کہ اس کے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کہ ان فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے یمن دن کا قول صبح میں اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہے ظاہر مذہب میں کہ ان فی العین دعی الثانی الی مجلس الثانی و صبح اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان ائتمن لہ اس لیے کہ بدل کی کمی سے دان میں اور ابتذال کے معنی خیر ہو جانا تو مناسب مقام اول ہی کے معنی ہیں ۱۲

من اعطاء ذلك الكفيل لازمة بنفسه او ايمنه مقدار مدة التكفيل لئلا يغيب سواك مدعا عليه من دينه من سر تابی کرے تو خود مدعی یا امین اس کا اس کے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہ ہو جائے الا ان یكون الخصم غریبا سے مسافرا فیلازم او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للمضرتی لو علم وقت سفره یکفل الیه ونظر فی زیہ او استخیر رفقاؤه لو انکره المدعی بزازیه مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اس کے ساتھ پھرے یا حاضر ضامن لے تا انتہائے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہاں تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اس وقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اس کے سفر کے رفیقوں سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اس کی مسافری کا منکر ہو کذا فی البرازیه ثم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اس واسطے کی تاکہ معلوم ہو کہ مقیم مرید کا سفر بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لا بیئته لی وطلب یئینه فحلفه القاضی ثم برهن علی دعواه بعد الیمین قبل ذلک البرهان عند الامام

ہمد مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور مدعا علیہ سے قسم پیاہی سو قاضی نے اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا یا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کی جانب سے امام کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بیئته اقی بہا فحی شہود زورا وقال اذا حلف فانت برہی من المال فحلف ثم برهن علی الحق قبل خانیۃ ویرجیم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا بولا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اس نے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہے کذا فی الخانیۃ اور اسی طرح پر یقین کیا ہے سراج میں پناہ مذکور ہو چکا و نقبل البینۃ لو اقاما بعد یمین کی شرح میں وقیل لا یقبل قائلہ محمد کما فی العنادیۃ وکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں تاں اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عادیہ میں ہے اور اس کو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام کی طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اقی بدفع او قال الشاہد لا شہادۃ لی ثم شہد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر وافتراء المصنف اور اسی طرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اس نے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الا یمصال فانکر المدعی ذلک ولا بیئته لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استخلفنی لہ ذلک قینۃ مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعی اس کا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اس کے مدعا پر سو مدیون نے اس کی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کیے یعنی حاضر کہ پھر مجھ سے قسم لے تو اس کو اس میں اختیار ہے کذا فی القینۃ م طحاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم منقذ ہے اس واسطے کہ قاموس میں ہے کہ ختم موزن منبر وہ آلہ ہے جس سے پر رکھتے ہیں اور مقصود احضار حق ہے انتہی اور ممکن ہے کہ اجل حقی کا یہ مطلب ہے کہ میرا حق تحقیقی میں سر بہر کر کے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالیٰ لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالیٰ اولیذرو ہو قول واللہ خزائنتہ وظاہرہ اللہ لو حلف بغيرہ لم یکن یمینا ولم ارہ صریحا بحر اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جل و علی بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور اویسین باللہ یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزائنتہ اور ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو عین نہ ہوگی اور میں نے اس کو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعقاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تا تا ر خانیۃ لان التحلیف بہا حرام خانیۃ قسم نہیں طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اس پر الحاح کرے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی التا ر خانیۃ اس واسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیۃ وقیل ان مست الضرورة فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم

کی ضرورت آگے تو قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہاء فلو حلف القاضی بشکل ففرض علیہ باللیل لم یفقد قضاءہ علی قول الا اکثر کذا فی خزائن المفتیین وظاہرہ از مفرع علی قول اکثر اما علی القول بالتحلیف بہا فیمبرک و یقینے بوالافلا فائدہ بمر و احمدہ المصنف سواگر قاضی نے اس کو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اس نے قسم نہ کھائی تو اس پر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہ ہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزائن المفتیین اور ظاہر ایہ کلام مقرر ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم علامہ مقدسی نے کہا گا ہے فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے تا خاطر مدعی مطمئن ہو جائے جب کہ مدعی پر دعویٰ مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اس کی تصدیق کرے گا تو تحلیف بطلاق و عتاق باوجود عدم قضا بنکول ہے فائدہ نہ ہوئی قلت لو حلف بالطلاق ان لا مال علیہ ثم برہن المدعی علی المال ہی شہد و علی السبب کا اقرار اذ لا یفرق و ان شہدا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کتنا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ اس پر مال نہیں پھر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہدوں نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقرار پر تو فرق نہ کیا جائے گا اور اگر قیام الدین پر گواہی دی تو فرق کیا جائے گا اس واسطے کہ سبب مستلزم نہیں قیام دین کا کام اس واسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اس کو معاف کر دیا ہو یا ہرہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی برہے لسانی الطحاوی عن شرح الوہابیۃ للعلامة عبد البر و قال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یمنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہابیۃ للشر بنحالی وقد قدمہم لدرام محمد نے کہا کہ قیام مال کی گواہی میں سمانٹ نہ ہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک سمانٹ ہوگا چنانچہ شربنحالی کی شرح و مہانیہ میں ہے اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا و یغلظ بذکر اوصافہ تعالیٰ اور سخت اور شدید ہو جاتی ہے قسم حق تعالیٰ کے اوصاف مقدمہ کے ذکر کرنے سے ہم از انجملہ ایک یہ مثال ہے کہ قاضی کے مدعا علیہ سے کہ تجھ کو قسم ہے اس اللہ پاک کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرے اوپر اس شخص کا مال نہیں ہے و قید بضم لفاسق و مال غلط اور بعض فقہانے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی تو معذور بالصلاح اور مال حقیر تغلیظ نہیں والا اختیار قبہ و فی صفتہ الی القاضی اور قسم میں اور قسم کی صفت یعنی تشدید میں قاضی کا اختیار ہے ہم یعنی تعیین قسم میں قاضی کو اختیار ہے جیسے اس کو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یوں کے مدعا علیہ سے کہ واللہ یا بانہ یا رحمہن کی قسم یا قادر کی قسم و یجتنب العطف کیلئے تکرار الیہن اور پھر ہر قسم کے عطف سے تاکہ قسم مکدر نہ ہو جائے ہم یعنی یوں نہ کہے قاضی کہ بانہ والرحمن والقادر اس واسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف میں تکرار قسم ہوگی فلو حلف باللہ و نکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ اسے بانکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زلیس سواگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اس نے تغلیظ یہن سے انکار کیا تو قاضی اس پر نکول سے حکم دے کہ اس واسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزلیس لا یستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا ب مکان کذا فی المحادی وظاہرہ از مباح مستحب نہیں مسلمان پر تشدید کی زبان سے اور نہ مکان سے کذا فی المحادی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنی اس واسطے کہ نفی استہاب نفی اباحت کو مستلزم نہیں تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لے و یستحب الیہودی باللہ الذی انزل التوراة علی موسیٰ والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسیٰ والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیخلط علی کل مجتہدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آگ پیدا کی تو قسم میں تشدید کرے ہر دو دلائل پر اس کے اعتقاد کے موافق سواگر کفارہ مذکور ہے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اس واسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہیں بلکہ آگ کے خالق کی قسم

میں اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جس نے گنگا پید کی والٹنی باللہ تعالیٰ لا یتقربہ وال غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی اس واسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے ہم مصباح العلوم میں ہے کہ وہ صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اس کے و جزم ابن الکمال بان الدہریت لا یعتقدونہ تعالیٰ قلت وعلیہ فیما ذاب یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اس کا کہ دہریت آدمی حق تعالیٰ کا اعتقاد نہیں رکھتے میں کہتا ہوں اور بموجب اس کے تو یہ لوگ کس کی قسم کھا دیں ولقی تحلیل الاخرس ان یقول لا القاضی علیک عہد اللہ ویشاق ان کان کذا کذا فاذا ادرئی برأسہ اے نعم صار مخالف اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھ پر عہد ہے خدا کا اور اس کا بیثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ مخالف ہو جائے گا مگر اگر انکار کا اشارہ کرے گا تو بخول ہوگا اور دعویٰ ثابت ہوگا کذا فی القنیۃ اور اگر قاضی گونگے سے یوں نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اور اس کا حق نہیں کہ یہ قسم نہ ہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں اس واسطے کہ اس کا اشارہ گویا یوں ہو جائے گا کہ میں قسم کھاتا ہوں اور حالانکہ یہ قسم نہیں کذا فی الطحاوی عن اتقانی ولو اعمی ایضا کتبہ لیبیب بخطان عرفہ والا فبشارۃ اور گونگا بھرا بھی ہو تو قسم لکھے تاکہ وہ اس کا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہیں تو اس کے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیۃ اور اگر گونگا اور ہر اندھا بھی تو اس کا باپ قسم کھائے یا اس کا وصی یا جس کو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوجہا یہ ہم شایع کو یوں کہنا لازم تھا اثم من نصبہ القاضی اس واسطے کہ قاضی اس کی طرف سے نائب کو اس وقت قائم کرے گا جب کہ باپ یا اس کا وصی نہ ہو چنانچہ شرح وہبانیۃ میں ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اس واسطے کہ متعلق بغیر ہے بالیقین پر اس کو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول ماتقدم کے مخالف ہے کہ نیابت استخلاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں کذا فی الطحاوی ولا یحلفون فی بیوتہم لکراہتہ دخولہا بحر اور یہود اور نصاریٰ اور بت پرستوں سے قسم نہ لی جائے ان کے عبادت خانوں میں وٹاں کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر ہم یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد میں جانا مکروہ ہے اس واسطے کہ وہ مجمع شیطین ہیں اور ظاہر کراہت تحریری ہے اس واسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریری ہی مراد ہوتی ہے اور میں نے فتویٰ دیا ہے اس مسلم کی تحریر کا جو ملازم کنیسہ ہے یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق و یحلف القاضی فی دعوی سبب یرفع علی الحاصل اے علی صورتہ انکار المنکر اور اس سبب کے دعویٰ میں جو زائل اور اٹھ سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر ہم حاصل کی یہ تفسیر بمعنی اصطلاحی ہے اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہے اور ثابت رہے اور ما سوا اس کے جاتا رہے چنانچہ قاموس میں ہے انکار منکر کی صورت پر اس واسطے قسم ہوئی کہ منکریوں کہتا ہے کہ ہمارے مابین میں بیع اور طلاق اور غضب واقع نہیں کذا فی الطحاوی وفسرہ بقولہ لے باللہ وما بینکم نکاح قائم وما بینکم بیع قائم وما یجب علیک ردہ لو قائما وابدلہ لو لکا وما ہی بائن منک وقولہ الا لا متعلق بالجمع مسکین فی دعوی نکاح و بیع و غضب و طلاق فیہ لفت و نشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجھ کو اللہ کی قسم کہ تم دونوں کے مابین میں نکاح قائم نہیں اور تم دونوں کے درمیان بیع قائم نہیں اور تجھ پر اس کا پھیر دینا واجب نہیں اگر وہ قائم ہو یا اس کے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھ سے بائن نہیں اس دم نکاح اور بیع اور غضب اور طلاق کے دعویٰ میں اس کلام میں لفت و نشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کاللفظ سبب متعلق ہے یعنی نکاح اور بیع اور غضب اور طلاق اس دم ثابت نہیں لا علی السبب اے باللہ مانکت وما بالعت خلا فاللثانی نظر المدعی علیہ ایضا لاحتمال طلاق و اقالۃ نہ قسم لے سبب مرتفع پر اس طرح کہ تجھ کو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہیں کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لے منظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اس نے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو م ابو یوسف کے نزدیک یہیں تو استیفائے حق مدعی کے واسطے ہے تو یحییٰ کی مطابقت دعویٰ مدعی سے واجب ہے اور دعویٰ تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم میں صادق ہوگا کہ واللہ مانکت اور اسی طرح بعد اقالہ بیع واللہ ما بالعت اور بعد غضب

واللہ ما خبیت اور بے ایمانیت تہذیب نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے میں صادق ہو گا الا اذا لزم من الحلف علی الحال ترک النظر للمدعی فی خلاف بلا جملہ علی السبب اے علی صورتہ دعوی المدعی کہ دعوی شفعہ بالجوار و نفقہ مبتوتہ والنصم لایراہما لکونہ شافیا لصدق حلف علی الحال فی معتقدہ یتنفر المدعی مگر جب کہ حال پر تم کھانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر تم کھاوے یعنی دعوی مدعی کی صورت پر چھ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوی میں اور حال کہ مدعا علیہ دونوں کو واجب نہیں دیکھتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے بسبب صادق ہونے اس کی قسم کے حال پر اس کے اعتقاد میں تو مدعی کا مزر ہو گا م شافعی مذہب میں شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہیں تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یوں قسم کھاوے کہ واللہ تمہارے شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہیں تو اس میں مزید مدعی کا مزر ہے تو یہاں سبب پر اس طرح قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس گھر کو نہیں خرید کیا اور یہ صورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت میں نہیں ہے شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کی اس واسطے قید لگائی کہ شفعہ شریعت اور نفقہ رہی میں حال پر تم ہو گے نہ سبب پر قلت ومفادہ ان لا اعتبار بذهب المدعی علیہ واما مذہب المدعی ففیہ خلاف والادب ان یسأل القاضی علی اعتقاد وجوب شفعہ الجوار والادب اعتماد المصنف میں کتاہوں اور قول سابق سے استفادہ ہو کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہیں تحلیف میں اور مدعی کے مذہب میں اختلاف ہے علما کا اور قول موجود تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہے یا نہیں اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تم تو اگر مدعی کے کہ میں وجوب کا معتقد ہوں تو حال پر تم نے اور اگر معتقد نہ ہو تو سبب پر تم نے کذا فی المطاوی وکذا اے یخلف علی السبب اجماعاً فی سبب لایرتفع برفع بعد ثبوت کعبہ مسلم یدعی علی مولاه عتقہ لعدم تکرارہ اور اسی طرح یعنی سبب پر بالا جماع قسم لے اس سبب میں جو مرتفع نہیں ہوتا کسی مانع سے بعد لپٹے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہے سبب نہ مکر ہونے اس کی رقیقیت کے واما فی الامتہ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر قہا بالحق حلف مولایا علی الحال اصل اور لونڈی میں اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام میں تو بسبب مکر ہونے ان کی رقیقیت کے بحقوق دار الحرب سے قاضی قسم سے دونوں کے مالک کو حاصل پر تم یعنی مولی کو یوں قسم سے کہ تم دونوں کے درمیان اب عتق قائم نہیں نہ یوں کہ میں نے اس کو آزاد نہیں کیا اس احتمال سے کہ شاید اس نے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب میں جا ملا ہو پھر وہ دار السلام میں پھر آیا ہو پھر رقیقیت کی طرف اس نے مکر کیا تو اس حدیث کی صورت سے اس کو ضرر ہو گا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی المطاوی والی حال اعتبار الحال الا لفرع مدع و سبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہے کہ تحلیف میں حال کا اعتبار ہے مگر بسبب مزر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے وصح فلاء الیمن والصلح منہ لحدیث ذلوا عن اعرافکم باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دے کر اپنی ابرو بچاؤم فدیہ یمین ہوتا ہے بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے مد لیغرضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو انھوں نے مال دے کر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے پیالیس درم کے دعوی میں قسم کے عوض من مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگوں نے کہا کہ آپ تو سچے ہیں کیوں نہیں قسم کھاتے ہیں جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی عیب کا ذریعہ لگائی کرے انتہی اور اس واسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے میں حفظ ابرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلاً وشرعاً کذا فی المحوی مختصراً وقال الشہید الامیر ازہر من الیمن الصادقہ واجب قال البحر اے ثابت بدلیل جواز الحلف صادقاً اور کما شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الاناق میں کہا کہ واجب ہے یعنی ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کے م یعنی واجب سے واجب شرعی مراد نہیں کہ سچی قسم کھانا جائز نہ ہو بلکہ واجب یعنی ثابت ہے ولا یخلف المنکر لعدہ ابدالاً اسقط حقا و منکر کو قسم نہ دی جائے گی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے یعنی نفقہ اسی صورت کا جس کو طلاق بائن قاضی مل چکی ۛ

اس واسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لے کر و قید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہ اے الیمن قصد ابان قال برئت من الحلف او ترکته علیہ او و ہبتہ لا یصح ولا التحلیف بخلاف البرأۃ عن المال لان التحلیف للحاکم برزازیہ اور مصنف نے سقوط یمین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اس واسطے کہ مدعی اگر یمین کو یا قصداً ساقط کر دے اس طرح کہے کہ مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہو گیا قسم سے یا میں نے اس کو چھوڑ دیا یا اس کو برہ کر دیا تو صلح نہیں اور اس کو قسم لینا جائز ہے بخلاف برأت عن المال کے اس واسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی البرزازیہ ہم برأت عن المال یعنی مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار میں ہے بلا دخل حاکم و کذا اذا اشتری بیعینہ لم یجز لعدم رکن البیع درر اور اسی طرح جب کہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہیں بسبب محذوم ہونے رکن بیع کذا فی الدرر رکن بیع یہ ہے کہ بیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہیں قرع مسئلہ ملحقہ شائع کا استخلف خصمہ فقال حلفتی مرة ان عند حاکم او محکم و برہن قبل والا فلا تحلیفہ در مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اس نے کہا کہ تو مجھ کو قسم دے چکا ہے ایک بار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے پاس ہوئی ارورہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مدعی کو اس کی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدرر قلت ولم ار ما لو قال انی قد حلفت بالطلاق انی لا احلف علیہ لیس کتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر میں اسن طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ میں قسم نہ کھاؤں گا تو اس کے حکم کی تنفیج کرنا چاہیے کہ حاکم اس کو قسم دے گا یا نہ دے گا ثابت ہو چکا ہے کہ اختلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولیٰ ہے تو بموجب اس کے حلف بالطلاق کے دعویٰ میں مدعا علیہ معذور نہ ہوگا اور قسم نہ کھانے سے اس پر مال کا حکم کیا جائے گا کیونکہ اس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہنچا یا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اس کی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی۔

باب التحالف

یہ باب ہے دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں لما قدم یمین الواحد ذکر یمین الاثنين جب کہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اس نے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلاف اے المتبائعان فی قدر ثمن او وصف او جنسہ او فی قدر بیع حکم ملن برہن لان نور دعواه بالحقۃ متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں یا اس کے وصف یا جنس میں یا بیع کی مقدار میں تو اس کے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اس واسطے کہ اس نے اپنے دعویٰ کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے ہم مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کے ثمن دس درم تھا اور مشتری کے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن بدراہم مروجہ تھا اور مشتری کے بدراہم کا سدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعویٰ کرے کہ ثمن بنانیر تھا اور مشتری نے کہا بدراہم تھا وان برہنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اگر دونوں برہان لاویں اپنے دعویٰ پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ بیانات اثبات کے واسطے ہیں ہم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اس واسطے حکم ہوگا کہ زیادت میں معارضہ نہیں وان اختلاف فیہما اے الثمن والمبیع جمیعاً قدم برہان البائع ولو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور بیع سبب دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن میں اختلاف ہو صورت اختلاف یہ ہے کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سودینا کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اس کو دوسری لونڈی کو اس کے ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونوں گواہ لائے تو بائع کے گواہ اولیٰ ہیں ثمن میں اور مشتری کے گواہ اولیٰ ہیں بیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونوں لونڈیاں مشتری کو ملیں گی سودم کو کذا فی الطحاوی وعن الغایۃ وبرہان المشتري لو فی المبیع نظر الاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف بیع میں ہو بلحاظ اثبات زیادت وان عجز لقی الصور الثلثۃ عن البینۃ فان رضی کل بمقالة الآخر فیہما اور اگر متبایعین تینوں صورتوں میں عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جھگڑانہ رام صورت ثلثہ میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری یہ کہ بیع میں اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور بیع

دونوں میں اختلاف ہو و ان لم یرض واحد منهما بدعوی الآخر تماثلتا عالم کیں فیہ خیلاف فیفسح من لای یار اور اگر قبایعین میں سے کوئی ماضی نہ ہو دوسرے کے دعوی سے تو دونوں قسم کھاویں جب تک بیع میں خیار نہ ہو مگر خیار ہو تو فیفسح بیع کہے جس کو خیال ہے ہم دونوں پر قسم اس واسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا منکر ہے خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط تو دونوں پر قسم نہیں دیتی دعوی نے کہا اور خیار میں بائع مشتری کے مانند ہے و بدأ بین المشتري لانه ابادی بالانکار ما قد قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کہے اس واسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہے انکار کا اس واسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے قسم کا اہدہ نہیں کا منکر ہے و ہذا لو کان بیع علیین بدین اور یہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا اس وقت سے جب کہ میں کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان مقایضہ او صرفاً فهو مخیر و تیل یقرع ابن ملک اور اگر میں کی بیع نقد سے ہو اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اقول ضعیف یہ ہے کہ قاضی قریب لے کہ اصحاب ابن ملک ہم بیع مقایضہ اور صرف میں اس واسطے اختیار کیا کہ ہر واحد مبتدایعین سے مشتری ہے من وجہ و یقتصر علی النفع فی المایع اور فقط نفع پر اقتدار کرے بقول اصحابم یہ بیای ہے کیفیت میں کا ان مسائل میں تو بائع یوں قسم کھائے کہ واثق میں نے بعض ہزار نہیں بیجا اور مشتری قسم کھائے کہ واثق میں نے بعض دو ہزار کے نہیں خرید کیا اور قریب خیر اصحاب وہ ہے جو زیادت میں ہے کہ نفع کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکہ کے واسطے و فیفسح القاضی البیوع بطلب احدیہما او بطلبہما اور قاضی فیفسح بیع کہے ایک کی طلب سے یا دونوں کی طلب سے ولا یفسح بالتعالف و لا یفسح احدیہما بل یفسح بکلاہما بیع فیفسح نہیں ہو جاتی دونوں کے قسم کھانے سے اور نہ احد القباہیین کے فیفسح کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونوں کے فیفسح کرنے سے فیفسح ہوتی ہے کہ انی البحر یعنی در صورت فیفسح متعاقبین کے قاضی کو فیفسح کرنے کی حاجت نہیں و من نکل منهما لزمه دعوی الآخر بالتعفاء و اصله قد رسل الله علیه وسلم الا اختلف المتبايعان والسلعة قائمة بعینہما تماثلتا و تراوا اور جو دونوں میں سے قسم نہ کھائے اس کو دوسرے قسم کھانے والے کا دعوی لازم ہو جائے گا قاضی کے حکم کہینے سے اور تماثلت قبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کریں اور جنس بیع ہو ہو موجد ہو تو دونوں قسم کھاویں اور باہم رد بیع کریں و بنا کہ لولا اختلاف فی البذل مقصودا ظولی ضمن شیء کا اختلاف فہما فی الزق فالقول مشتری فی انہ الزق ولا تعالف اور یہ سب یعنی تعالف اور بیع اس شرط پر ہے جبکہ اختلاف بدل میں مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن میں ہو جیسے قبایعین کا اختلاف مشک میں تو مشتری ہی کا قول معتبر ہو گا اس میں کہ یہ وہی مشک ہے اور تعالف نہ ہو گا م صورت اس کی یہ ہے کہ مشتری نے کسی خرید کیا مشک میں جس کا وزن متعادل ہے مثلاً سو مشتری مشک لایا پھر دینے کو جس کی تول میں طل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہیں اور اس نے کہا کہ میری مشک کی تول دس طل تھی تو یہاں مشتری ہی کا قول معتبر ہو گا اور اس کے ضمن میں اختلاف ضمن لازم ہے تو بائع اس کو نوے ٹھہرتا ہے اور مشتری انتہی کہ انی الدعوی کا لولا اختلاف فی وصف البیوع کقولہ اشتريته علی انہ کاتب او غیرہ وقال للبائع لم اشترط فالقول مبائع ولا تعالف ظہیر یہ چنانچہ اگر دونوں نے وصف بیع میں اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یوں کہنا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پڑ ہے اور بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ شرطیں نہیں کیں تو بائع ہی کا قول معتبر ہو گا اور قسم نہیں دونوں پر کہ انی الظہیر یہ ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف میں اختلاف ہو تو تعالف ہے چنانچہ منقریب نہ کہ ہو چکا اور وصف بیع میں اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تعالف نہیں و قید باختلاف ضامی ثمن و بیع لانه لا تعالف فی غیرہما لكونه لا یختل برؤا العقد نحو اصل و شرط رہیں اور خیار و ضمان و قبض بعضی میں اور تعالف مقید ہوا میں اور بیع کے اختلاف کے ساتھ اس واسطے کہ ان دونوں کے سوا میں تعالف نہیں اس واسطے کہ ظہیر میں اور بیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہیں ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہیں یا شرط غبار یا شرط ضمان میں اور قبض بعضی میں کے اختلاف سے م شرط رہیں یعنی بائع کہہ کہ میں نے مشتری سے یہ شرط کر لی ہے کہ وہ تالہائے ثمن کوئی چیز میرے

پاس کر رکھے اور مشتری اس کا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے میں نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسی ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنی قبول قول بائع والقول للمتنکر وقال زفر والشافعی ۱۰
 یتما لفان اور اختلاف مدت وغیرہ میں منکر کا قول مقبول ہے اس کی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے کہا ان میں بھی دونوں قسم کھاویں ولا تحالف لولا
 اختلاف بعد ہلاک البیع اور خروج عن ملک او تعبیه بالایرودہ اور قسم دونوں پر نہیں جب کہ متعاقدین اختلاف کریں بعد تلف ہو جانے بیع کے مشتری کے پاس
 یا اس کے خارج ہو جانے سے اس کی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس عیب کے ساتھ کہ اس کے سبب رد بیع نہیں ہوتا چنانچہ حاملہ ہوتا
 لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک بیع میں مشتری کے پاس ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جائے
 گی کذا فی الطحاوی وحلف المشتري الا اذا استهلكه في يد البائع غير المشتري اور تم کھائے فقط مشتری مگر جب کہ بیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے
 تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں اور اگر مشتری بیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہرے گا۔ وقال محمد والشافعی ۱۱ یتما لفان وینفع علی قیۃ المالك اور
 محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک بیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں اور فسخ بیع ہو گا بیع مالک کی قیمت پر وندوا الثمن وینا فلو مقایضہ تما لقا اجمالا ان البیع کل منہا و
 رد مثل المالك اقمتمہ اور یعنی فقط مشتری پر قسم جب ہے کہ ثمن دین دین یا دینا دہا اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونوں قسم کھاویں بالاتفاق اس لئے کہ موضعین میں ہر ایک مینع ہے اور
 اور مثل مالک پھیر دیا جائے اگر مالک مثلی ہو یا اس کی قیمت پھیری جائے اگر مالک قیمت والی چیز ہو کہ لیا اختلاف فی جنس الثمن بعد ہلاک السلۃ بیان
 قال احمد ہما در اہم والاخر ذمانیر تما لقا ولزم المشتري رد القیمۃ سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے بیع کے اس
 طرح پر کہ ایک نے کہا ثمن در اہم تھے اور دوسرے نے کہا ذمانیر تھے تو دونوں قسم کھاویں اور مشتری کو رد قیمت لازم ہو گا کذا فی السراج ولا تحالف بعد
 ہلاک بعضہ او خروج عن ملک کعبیدین مات احمد ہما عند المشتري بعد قبضہا ثم اختلاف فی قدر الثمن لم یتما لفا عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ اور تحالف نہیں بعد
 ہلاک ہونے بعض بیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک ان میں سے مر گیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پھر بائع
 پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ المالك اصلا فیمتد یتما لفان
 ہذا علی تنزیج الجمهور و صرف مشایخ بلخ الاستثناء الی یمن المشتري بعض بیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہو جائے ترک حصہ
 مالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آوے گی یہ یعنی استثناء کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشایخ بلخ نے استثناء کو بین مشتری کی
 طرف پھیرا ہے اس استثناء میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استثناء تحالف کی طرف منصرف ہے اس واسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی
 مذکور ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ (لم یتما لفا بعد ہلاک بعض البیع الا اذا ترک البائع حصۃ المالك فیتما لفان) اور بعض علما کے نزدیک استثناء بین مشتری
 کی طرف منصرف ہے جو مقدم ہے کلام میں کیونکہ تقدیر کلام یوں ہے کہ (لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل یرضی علی المشتري الا ان یرضی البائع الخ) تو اس
 صورت میں قسم نہ ہو گی مشتری پر کذا فی الطحاوی مختصر اولانی قدر بدل کتابۃ لعدم لزومہا اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم
 نہ ہونے کتابت کے و قدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہیں اختلاف راس المال میں بعد اقل
 کردینے عقد مسلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود نہ ہو گا وان اختلاف
 لے المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا ینتہ تما لفا وعاو البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالۃ بیع اور حالانکہ گواہ ہو تو
 لے بعد ہلاک بعض بیع کے دونوں قسم رکھائیں مگر جب کہ بائع حصہ مالک چھوڑ دے تو اب دونوں قسم کھائیں ۱۲ تحالف نہیں بعد ہلاک بعض بیع کے بلکہ قسم
 مشتری پر ہے مگر اس صورت میں اس پر قسم نہیں کہ بائع راضی ہو جاوے الخ ۱۳

نہیں تو دونوں قسم کھا دیں اور بیع پھر ثابت ہو جائے گی کہ جب بیع محدود کرے گی تو بائع کا حق ثمن میں ہو گا لہذا مشتری کا حق بیع میں چنانچہ قبل اقالہ تھا بئیں
 سلم اس واسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقص کا احتمال نہیں رکھتا اس واسطے کہ وہ عہدت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا مورد ہو گا کذا فی الطحاوی لو کان
 کل من المبیع والتمن مقبوضا ولم یردہ مشتری الی ہائے بحکم الاقالہ قال ردہ الیہ بحکم الاقالہ لا تخالف خلافاً لکمالہ مخالف متعاقدین بعد اقالہ اس
 شرط پر ہے کہ ہر ایک بیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اس کو اس کے بائع کی طرف پھیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سوا اگر اس کو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو مخالف
 نہیں برخلاف قول محمد وان اختلفا سے الزوہانی فی قدر للمہر او جنسہ قصی لمن اقام البرہان وان برہنا فلم یأثر اذ کان مہر المثل مثلاً للزوج
 بان کان کتلاً او اقل وان کان شاہداً لہما بان کان کتلاً تھا اور اکثر فقہینہ اولی اثباتاً خلاف الظاہر اور اگر نہ جہیں نے اختلاف کیا مہر کے
 مقدار میں یا اس کی جنس میں تو اس کے واسطے حکم ہو گا جو گواہ دے اور اگر دونوں گواہ لادیں تو عہدت کے گواہ اولی ہیں جب کہ اس کا مہر مثل زوج کا شاہد
 ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کم تراور اگر مہر مثل زوج کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اس کے دعویٰ کے برابر ہو یا زیادہ تر
 تو زوج کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں اس واسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے ثبوت ہوتے ہیں وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان جنسہما فالتہا تر لا ستواء
 ویجب مہر المثل علی المبیع ادا کر مہر مثل زوج میں سے کسی کا شاہد نہ ہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین میں ہو تو دونوں کے گواہ ساقط الاعتبار ہیں سبب
 بلکہ ہونے کے اثبات میں اور اس صورت میں مہر مثل واجب ہو گا بقول صحیح مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ ملو نہیں کہ مہر مثل دونوں قولوں کے درمیان
 متوسط ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مہر مثل زوج کے دعویٰ سے کس سے کہ مہر مثل زوج کے دعویٰ سے اکثر ہے کذا فی الدرر وان عجزا عن البرہان تخالفوا ولم یفسخ النکاح
 لتبعية المہر بخلاف المبیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہوں تو دونوں قسم کھا دیں اور نکاح فسخ نہ ہو گا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح میں بخلاف
 بیع م یعنی ہر ایک کی قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہیں اس واسطے کہ مہر تابع ہے نکاح میں بخلاف
 بیع کہ اس میں عدم تسمیہ مفسد ہے کذا فی الدرر وسہلانی فقہینہ لانی اول التسمیہ لیکون اقل التسمیہ علیہ ظہیر یہاں زوج کی قسم سے ابتدا کی جائے اس
 واسطے کہ دو تسمیوں میں سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دوسروں میں سے پہلی قسم اس پر ہوگی کذا فی الظہیر جم تسمیہ سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر نفی
 ہے اور دونوں میں تسلیم مہر محمل مقدم اور سابق ہے اور یہ یعنی مخالف عند العجز کئی کی تفریح ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل زوج کے موافق ہو یا
 اکثر یا مابین قولیں ہو اور رازی کی تفریح پر مخالف نہیں مگر ایک وجہ میں وہ غلط ہے مگر وہ سے وہ عہدت یہ ہے کہ مہر مثل کسی کے قول کا شاہد نہ ہو اور باقی
 صورتوں میں زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ مگر مہر مثل اس کے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اس کے موافق
 ہو یا اکثر اور شرح ہایہ ترجیح قولیں میں مختلف ہیں کذا فی الطحاوی ویکرم بالتشدید اسے یعمل مہر مثلاً حکماً لاسقوط اعتبار التسمیہ بالتخالف فیقفی
 بقولہ لو کان کتلاً او اقل ولقبولہما لو کتلاً تھا اور اکثر وہ لو جنسہما سے بیس ماند عیہ وید عیہ اور زوجہ کا مہر مثل حکم مہر یا بجائے گا بسبب ساقط
 ہو جانے تسمیہ مہر کے مخالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہو گا اگر مہر اس کے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہو گا اگر مہر مثل اس کے
 قول کے مانند ہو یا کمتر اور مہر مثل پر حکم ہو گا اگر مہر مثل مابین دعویٰ زوجہ اور دعویٰ زوج ہو و لو اختلفا سے الموجد والمستاجر فی بدل الا جارة او
 فی قدر المدة قبل الاستيفاء والمنفعة تخالفوا تراو بدنی بیہن المستاجر لو اختلفا فی البدل والموجد لو فی المدة ولو برہنا فلیس بالموجد جری البدل
 والمستاجر جری المدة اور اگر اختلاف کیا موجد مستاجر نے بدل اجارہ میں یا مدت اجارہ کی مقدار میں منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونوں قسم
 محکم مہر اجارہ سے کوڑا کی کریں اور مستاجر کی قسم سے شروع کی جائے اگر دونوں بدل اجارہ مختلف ہوں اور موجد کی قسم سے ابتدا کی جائے اگر مدت
 میں مختلف ہوں اور اگر دونوں گواہ لادیں تو موجد کے گواہ بدل میں مقبول ہیں اور مستاجر کے گواہ مدت میں مقبول ہیں م استیغناء منفعت سے

مراد یہ ہے کہ استيفاء منفعت پر قادر ہونے کے اندر اور عدم استيفاء سے عدم قدرت استيفاء مراد ہے اس واسطے کہ قدرت علی الاستيفاء بجائے استيفاء ہے و وجوب اجرت میں یعنی در صورت صحت عقد کذا فی البحر و بعدہ لا والقول للمتناجر لانه منکر للزيادة اور بعد استيفاء منفعت تحالف نہیں اور متناجر کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ہم بعد استيفاء منفعت تحالف اس واسطے نہیں کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استيفاء منافع فسخ عقد متصور نہیں کذا فی الدرر اور اگر مدت میں اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمائے یہ مسئلہ مذکور نہیں کیا اس واسطے کہ ظاہر تھا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد ولو اختلفا بعد التمسک من استيفاء البعض من المنفعة تحالف فافسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضي للمتناجر لان عقد الساعۃ فسخ فکل جزء کعقد بخلاف البیع اور اگر موجر اور متناجر نے اختلاف کیا استيفاء بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونوں قسم کھاویں اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی میں اور ماضی میں متناجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جز اس کا مانند عقد ہے یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے م یعنی عقد اجارہ دم بدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جز منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو مابقی گویا معقود بالعقد ہے لہذا اس میں تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض بیع اس واسطے کہ ہر جز بیع کا معقود بالعقد نہیں بلکہ بالکل معقود بالعقد واحد ہے توجب فسخ متعذر ہوا بعض بیع میں بسبب تلف ہونے کے تو بالضرر در کل بیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکیں او مکاتبین او صغیرین والصغیر سی جامع اذ ذمیتہ مع مسلم قام النکاح اولاً فی بیت لہما ولاحد ہما خزانتہ الاکل لان العبرة للید للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا غیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہے یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہے یا ایک شخص کا ان میں سے کذا فی خزانتہ الاکل عموم بیت اس واسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ہو بہنا ما کان فی البیت ولو ذہبا وفضۃ فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ مع یمینہ زوجین نے اختلاف کیا اس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اس کے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور قبا اور ہتھیار اور کمر بند اور کتابیں اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اس کے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع سونے اور چاندی بھی شامل ہے الا اذا کان کل منہما یفعل او یمسک ما یصلح لآخر فالقول لہ لتعارض الظاہرین و زوجہ غیر با مگر جب کہ زوجین میں سے ہر شخص بنانا یا بیچنا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہ ہم مثلاً زوج زرگر ہے کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زریور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہو گئے تو اب اعتبار تصرف مزج ٹھہرے گا یعنی زوجہ اور ہر زوجہ کے قبض ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحاوی بتصرف والقول لہ فی الصالح لہما لانہما ومانی ید مانی یدہ والقول لہ ی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اس واسطے کہ زوجہ اور جو اس کے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مویشی اور نقد اور لونڈی غلام اور جوہر اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بہا لان ظاہرہا اظہر من ظاہرہ وہو ید الاستعمال بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اس واسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر

زوج کے قابض سے امداد یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی میں ذی البدن کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور ہوا اس کے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو پہلی سے کہ متاع مختص زوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اس کا جواب یوں دیا کہ یہ استعمال زوجہ اظہار امداد قوی ہے زوج کے بد سے ولو اقامہ بیعت یقیناً بدینہا لانہا خارجۃ غایتہ ولیمیت للزوج الا ان کیون لہا بیعت بجر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اس واسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی البدن نہیں کذا فی الخانیۃ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اس پر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہوں گے کذا فی البحر و زند الوجین وان مات احدہما واختلف وارثہ مع الی فی المشکل الصحیح لہما فالقول فیہ لہی ولورقیقا وقال الشافعی وما لک الکل بینہما وقال ابن المذلی الکل وقال الحسن البصری الکل لہا وہی السبعة وعد فی الخانیۃ تسعة اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اس صورت میں محتاج ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک ان میں سے مر گیا اور اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنی اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اختلاف کیا تو ان میں زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے کمال مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی سیلی نے کہ سب مال زوج کا ہے اور حسن البصری نے کہ تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خانیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم اقوال تسویں سے پہلا قول امام کا ہے جو متن میں مذکور ہو چکا یعنی متاع مشکل میں زندہ کا قول مقبول ہے ۲۰۔ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مشکل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳۱۔ ابن ابی سیلی کا قول کہ سب متاع زوج کی ہے ۴۔ قول ابن من اور شریکیہ کہ دونوں میں مال برابر ہے ۵۔ حسن البصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶۔ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہے ۷۔ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت میں زوج کی ہے ۸۔ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونوں میں برابر ہے ۹۔ قول مالک کا کہ کل مال دونوں میں برابر ہے کذا فی البحر علی خزانۃ الاکمل مختصا ولو احدہما مملوک کا ولو ما ذونا او مکاتبہ وقال الشافعی ہما کما لہما فالقول للہی فی الحيوة ولہی فی الموت لانہ ید المرأۃ قوی ولاید للیمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ مازون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت میں مقبول ہے حر کا قول زندگی میں اس واسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندہ کا قول موت میں اس واسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبین اور شافعی نے کہا کہ نہ مملوک اور حر حکم میں حر کے برابر ہیں احتقت الامت او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسها فی البیت قبل العتق فهو للحرل وما بعدہ قبل ان تختار نفسها فهو علی ما وصفنا فی الطلاق بجر آزاد ہو گئی تو مذی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اس نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی زوجیت سابقہ سے راضی نہ رہی تو ہوا اسباب گھر میں ہے قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہوا قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اس طرح رہے کہ جس کو ہم نے کتاب الطلاق میں مذکور کیا ہم یعنی دونوں حرین کے برابر ہیں حکم میں کذا فی المنع وفيہ طلقا ومضت العدة فالقول للزوج ولو شرۃ بعد ما لہا صارت اجنبیۃ لایدلہا اور بجر الراتی میں ہے کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گزر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اس کے وارثوں کی زوج کے بعد اس واسطے کہ زوجہ بغير شخص ہو گئی جس کا کچھ تصرف ثابت نہیں ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثہ اور جب کہ ہم نے متاع مشکل کا طلاق میں ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہے ہم طحاوی نے کہا لہا شر لہی ہے اور اس کا جواب فکذا کیون لوارثہ ہے اھ اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں اور بجر الراتی کی عبارت اس سے خالی ہے واما لومات وہی فی العدة فالقول لہا کاذن لم یطلقہا بدیل ارشاد اھ اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت میں ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اس نے اس کو طلاق ہی نہیں دی اس کے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف المومنین المستاجر فی متاع البیت فالقول للمسا جری بیعتہ ویس طمو جری علیہ من ثواب بدنہ اور اگر زوجہ

اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب میں تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اس کے قسم کھانے کے ساتھ اور موخر کا کچھ نہیں مگر
اس کے بدن پر کپڑے ہیں ولو اختلف اسکا فی عطار فی آلات الاساکفة و آلات العطارین وہی فی ایدہما فہی بینہما بلا نظر لما یصلح لک
منہما و تمامہ فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار بنے جھگڑا کیا کفشگروں اور عطاروں کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ دونوں طرح کے ہتھیار
دونوں شخصوں کے قبض اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے ہیں بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی رعایت نہ ہوگی کہ کفشگروں کے ہتھیار کفشگر کے
تھریں اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور پورا بیان اس کا سراج میں ہے ہم آلات مذکورہ دونوں میں اس واسطے برابر ہوئے کہ گاہے ایک
پیشہ ور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی رجل معروف بالفقر والحاجة صار ید
غلام و علی عنقہ بدرۃ و ذلک بدارہ فادعاه رجل عرف بالیسار و ادعاه صاحب الدار فہو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاج
میں مشہور ہے اس کے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جس کی گردن میں روپے یا اشرافیوں کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس مذکور کے گھر میں ہے سو اس غلام کا
اس مرد نے دعویٰ کیا جو مال داری اور توانگری میں مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اس کا دعویٰ کیا تو وہ غلام اس شخص کا ہے جو مالدار مشہور
م بدرۃ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں ہزار یا دس ہزار درم ہوں یا سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاموس و کذا کناس فی منزل رجل و علی عنق
قطیفۃ ليقول الذی ہو علی عنقہ ہی لی و ادعاه صاحب المنزل فہی لصاحب المنزل اور اسی طرح ایک جاروب کش ہے ایک مرد کے گھر
اور اس کی گردن پر منحل کا بالاپوش ہے جس کی گردن پر ہے وہ کتا ہے کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کتا ہے کہ میرا ہے تو وہ صاحب خانہ کا ہے اس
میں اور مسئلہ سابقہ میں فقہانے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحاوی رجلان فی سفینۃ بہا دقیق فادعی کل واحد السفینۃ وما فیہا فاحدہما
یعرف ببيع الدقیق والآخر بانہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببيعہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملاً بالظاہر و مرد ہیں ایک ناؤ میں
جس میں آٹا ہے سو ہر واحد ناؤ اور آٹے کا دعویٰ کرتا ہے اور ایک شخص ان میں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور دوسرا ملاجی میں تو آٹا اس کا ہے
جو آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور ایک ناؤ اس کی ہے جو ملاح مشہور ہے بنا بر عمل بظاہر حال ولو فیہا راکب و آخر مسک و آخر یجذبہا و آخر ید
و کلم یدعونہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا ولا شیئ للما و اگر ایک ناؤ میں ایک شخص سوار ہے دوسرا شخص اس کو پکڑے ہے اور تیسرا اس کو اپنی طرف
کھینچتا ہے اور چوتھا اس کو بہاتا ہے اور سب اس کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ کشتی تین شخصوں میں تین تہاؤ ہے اور بہانے والے کا اس میں کچھ نہیں
ہم شاید کہ اس واسطے بہانے والے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی الطحاوی رجل ليقود قطاراً بل و آخر راکب ان علی الكل متاع الراكب فکلہم
لہ و القائد اخیرہ و ان لاشی علیہا فکلہم راکب ماہور راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم و تمامہ فی خزائنہ الاکل ایک شخص اونٹوں کی قطار کھینچتا
اور دوسرا شخص سوار ہے اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہے تو سب اونٹ اس کے ہیں اور قطار کھینچنے والا اس کا مزدور ہے اور اگر اونٹوں پر اسباب
نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہے اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اس
خزائنہ اکل میں ہے ہم یعنی اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا لاکتا ہو تو وہ لاکنے والے کے ہیں کذا فی البحر
فصل فی دفع الدعاوی فی فصل ہے دعوؤں کے دفع کرنے میں یعنی مدعی علیہ نے اپنے اوپر دعویٰ مدعی کا نہ آنے دیا م جیسے دفع دعوہ
قبل برئان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برئان بھی صحیح ہے اور اسی طرح جیسے بد حکم صحیح ہے اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہے اگر
کثیر ہو قول مختار میں اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع احد الورثہ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعویٰ کیا ہو کذا فی
لہ یعنی بفتح اول ہندی میں اس کو توڑا کہتے ہیں اور قبلی اور مہیانی بھی بولتے ہیں ۴۰

مفسر لما قدم من یحییٰ خصما ذکر من لا یجوز خصما جہد کہ مصنف نے پہلے اس کے ذکر کیا اس کو جو خصم ہوتا ہے اب ذکر شروع کیا اس کا جو خصم نہیں ہوتا قال ذوالیہ بلاشی المدعی ینقول لکان او عتار او دعیہ او اساریہ او اجرنیہ اور منینہ زید الغائب او غیبتہ من الغائب ویرین علیہ علی ما ذکرہ العین قائمہ لا لک و قال التہود نعرفہ باسمہ و نسبہ او بوجہ و شرط محمد معرفتہ بوجہ ایضا فلیعرف لا یعرف فلا نا و لا یعرف الا بوجہ لا یبحث ذکرہ الا یطعی و فی الشر بنیالیہ علی خط العلامۃ للقدسی عن البرازیہ ان تعویل الائمۃ علی قول محمد اتھی فلیحفظ کما ذمی الیہ نے کریشے جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا محمد کو بجاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہے زید نے جو غائب ہے جہاں سے یا میں نے اس کو شخص غائب سے بقبضہ لیا ہے اور امور مذکورہ پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائمہ ہے نہ مالک اور گواہوں نے کہا ہم شخص غائب رکھے نام اور نسب یا اس کی صورت سے پہچانتے ہیں اور محمد نے اسم اور نسب کے ساتھ اس کی روشناسی بھی شرط کی ہے تو بموجب قول محمد اگر قسم کھائے کہ میں فلا نے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اس کو نہیں پہچانتا مگر اس کی صورت سے تو عاثر نہ ہو گا ذکر کیا ہے اس کو زبیری نے اور شر بنیالیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے بزاز سے مذکور ہے کہ آنفقاہ اعمیٰ و محمد کے قول پہ ہے انتہی اس کو بار رکھنا چاہیے دفعۃ خصومت المدعی للملک المطلق لان ید بولا لیست ید خصومتہ ذی الید کے قول مع ارباب سے دفع ہو جائے کہ خصومت اس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہے اس واسطے کہ قبضہ ان لوگوں کا یعنی مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مٹھن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہیں م اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اس طرح کہ ذی الید نے اس کو خرید کیا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اس کو بذکر ودیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہ ہوگی اور ذی الید پر اس کے آزاد کر دینے کا حکم ہو گا کذا فی الطحاوی و قال ابو یوسف ان عرف ذوالید باللیل لا تندفع ویر یوزد ملتی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید جیلہ گری میں مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہ ہوگی اور ذی الید قول ماخوذ ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار میں پسند کیا ہے م جیلہ گری اس طرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہوں کے سامنے اس مغبوب کو غاصب کے پاس ودیعت رکھتا ہو تا کہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا امان کہے تو ذی الید اس پر گواہ قائم کرے کہ فلا نے مسافر نے اس کو میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو مالک کا حق باطل ہو جائے زبیری نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگوں کے حالات دیکھتا ہے امدان کے مال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہونے بعد قاضی ہونے اور لوگوں کی جیلہ گری دریافت کرنے کے (ولیس الخیر کالعائزۃ) کذا فی الطحاوی و ہذہ مختصہ کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسۃ علماء کما بسط فی الدرر الاولان صور با خمس عینی وغیرہ اور یعنی مسئلہ دفع خمسہ ہے کتاب الدعوی کا اس واسطے کہ اس میں پانچ عالموں کے قول ہیں چنانچہ رد میں شرح ہے یا خمسہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں یعنی ودیعت اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہ م اقوال خمسہ میں سے پہلا قول وہ ہے جو متن میں مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضرور ہے چوتھا قول ابن شبرہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہیں ہوتی پانچواں قول ابن ابی یونس کا کہ یدوں گواہوں کے خصومت دفع ہو جاتی ہے کہ اس نے غیر ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحاوی قلت و فی نظر اذا حکم کذلک لوقال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیہا زید الغائب او سرقتمہ منہ او انزعتمہ منہ او فیلین منہ فوجدتہ بکراوی فی یدے مزادہ بنازیہ فالصورہ مدعی حشرۃ قلت علی الحق فی البرازیہ المزادۃ بالاجارۃ او الودیعتہ قال فلا یزاد علی الخمس وقد وردت فی شرح الملتقی میں

کتابوں اور عینی کے قول میں گفتگو ہے اس واسطے کہ حکم اسی طرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اس کے مالک نے اس کی حفاظت کا مجھ کو وکیل کیا یا اس گھر میں مجھ کو زید غائب نے رکھا یا میں نے اس کو غائب سے بطور سرقہ لیا یا میں نے اس کو نکال لیا یا اس کے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تھی سو میں نے اس کو پایا یا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتیں ہوتیں ہیں کتابوں لیکن حق بات وہ ہے جو برازیہ میں ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھ ملحق ہے برازیہ نے کہا تو پانچ صورتوں سے زیادہ نہیں البتہ میں نے اس کی شرح ملحق میں تحریر کی ہے وان كان لكا او قال الشهود او دعوى من لا تعرفه او اقر ذوا الید بید الخصومة كان قال ذوا الید اشتريته او انهبته من الغائب او لم يدع الملك المطلق بل ادعى عليه الفعل بان قال المدعى غصبته منى او قال سرق منى وبناه للمفعول للمستر عليه فكانه قال سرقته منى بخلاف غصب منى او غصبه منى فلان الغائب كما سيحى حيث تندفع او اقر المدعى به ملك هو ياكوا هو ان كان له اس كود وديعت ركهاس اس نے جس کو ہم نہیں پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یوں کہا کہ میں نے اس کو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے یا شخص غائب سے یا مدعی ملک مطلق کا دعویٰ نہ کیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعویٰ کیا اس طرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اس کو غصب کر لیا مجھ سے یا یوں کہا تو لیا گیا مجھ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یوں کہا کہ تو نے اس کو مجھ سے چور الیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجھ سے یا اس کو غصب کر لیا مجھ سے فلان غائب نے چنانچہ مختصراً اس کا ذکر آوے گا کہ وہاں خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائے گی و ہل تندفع بالمصدر الصحيح لا بزيادة اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول صحيح یہ ہے کہ خصومت دفع نہ ہوگی کذا فی البرازیہ ہم یعنی اگر مدعی نے یوں کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحيح دعویٰ مدعی کا منفع نہ ہوگا و قال ذوا الید فی الدفع او دعیه فلان ویر من علیه لا تندفع فی السکل لما قلنا اور ذی الید نے دعویٰ غصب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اس کو میرے پاس فلان غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اس پر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ میں خصومت منفع نہ ہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہیں یعنی مالک وغیرہ اس واسطے خصومت دفع نہ ہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام میں اور معرفت شہود کو شارح شرط کر چکا ہے اور دعویٰ خریداری اور ہبہ میں اقرار قبض ملک ہے اور غصب اور سرقہ میں مدعی کا دعویٰ ہے مدعا علیہ کے فعل کا قال فی غیر مجلس المحکم انہ ملکى ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعتہ عندی اور بہن من فلان تندفع مع البرهان علی ما ذکر کرمی الید نے مجلس حکم کے سوا اور مکان میں کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم میں بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا بہن ہے فلان کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا بہن پر گواہ لایا تو دعویٰ مدعی کا دفع ہو جائے گا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہ ہوگا مگر جب کہ مدعی اس کو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اس کی آگے تصریح کرتا ہے ولو بہن المدعی علی مقالتہ الاولى یجعله خصماً و یحکم علیه لسبق اقراره بمنع الدفع بزيادة اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اس کے دعویٰ ملک پر تو قاضی اس کو خصم قرار دے اور اس پر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البرازیہ وان قال المدعی اشتريته من فلان الغائب وقال ذوا الید فی الدفع او دعیه فلان ذلک اے بنفسه فلو بکیده لم تندفع بلا بینة دفعت الخصومة وان لم یر بہن لتوافقهما ان اصل الملك للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اس کو فلان شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اس کے دفع میں کہا میرے پاس اسے فلان غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت منفع ہوگی اگرچہ ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب موافق ہونے دونوں کے کہ اس پر اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے ذیل نے اس کو ودیعت رکھا ہے تو خصومت لہ ترتیب اول نے الحق صیغہ نامی کا ملحق تشدید قاف بھیجا اور آخر جملہ میں ملحق غالباً مقرر مانا اگر صرف اس طرح لکھتا کہ برازیہ میں مزارعت کو اجارے کے ساتھ ملحق کیا ہے تو ہنر تھا ۱۲

مذفع نہ ہوگی بدل گواہ لانے ذی الید کے الا ان قال اشتریتہ وکلنی بقبضہ وبری منی مگر جبکہ ملک نے کہا میں نے اس کو غائب سے خرید کیا اور اس نے مجھ کو کھل
 کیا ہے اس کے قبضہ کرنے پر قیہ پاس سے لے کر اور اس پر گواہ لایا تو خصوصیت مذفع نہ ہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اس کو لے گا اس واسطے کہ مدعی احق
 بالقبض ہے کذا فی العین ولو صدق فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم مثلاً یقول قضاہ علی الغائب باقرارہ وہی عجیبہ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق لی خرید کرنے میں
 تو اس کو دینے کا حکم نہ ہوگا تاکہ قضاہ علی الغائب لازم نہ آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہے یعنی انکار میں تو تسلیم ہو اور تصدیق میں تسلیم
 نہیں ملاحظہ فرمائیے کہ اس میں ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اس واسطے کہ ذی الید کا اقرار محبت حکمران ہے مالک غائب پر سرایت نہیں کر سکتا اور ای طرح
 علامہ ابو سعید نے کہا کچھ تعجب نہیں اس واسطے کہ اس کا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ثم اقتصار اللحد غیر ما علی دعوی الشراء قید الاتفاق فلذا قال
 ولو ادعی انہ لا غصب منہ فلان الغائب وبری من علیہ وزعم ذوالیدان ہذا الغائب اودع عندہ اندھخت لتوافقہما ان الید لذلک الرجل ہو
 اختصار کرنا صاحب درود و حیل کا خرید کے دعوی پر قید اتفاق ہے سوا سی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اس کی ہے
 اس سے فلا نے غائب نے غصب کر لی اور اس پر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اس کے پاس اس کو ودیعت رکھا تو ذی الید
 سے خصوصیت مذفع ہوگی بسبب موافق ہونے دونوں کے اس پر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان مکان دعوی الغصب
 دعوی سرقتہ لا تنفع بزعم ذی الید ایداع ذلک الغائب استسما تا بزازیہ اور اگر بجائے دعوی غصب دعوی سرقت ہو تو خصوصیت مذفع نہ ہوگی ذی الید
 کے یوں زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اس کو ودیعت رکھا ہے از روئے استسما کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوہبانیۃ للشرہنالی
 لو اتفقا علی الملک لایہ وکل یدعی الامارۃ منہ لم یحی اثانی خصما لاول علی الصیح اور شرہنالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوں زید کی ملک
 پر اور ہر اس شخص سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی ملک اول کا خصم نہ ہوگا بقول صیح ہم مالک کے آنے تک اس واسطے خصم نہ ہوگا کہ دعوی لے
 منزلہ دعوی استعانہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک میں کا مدعی نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ لا حق کی وللا مدعی رہن او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور
 شراء کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتري خصم کل مگر مشتری تو سب کا خصم ہے لینے جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور
 مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحاوی فروع مسائل طوقہ شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یصل الی المجلس الا فی صغری اور مدعی علیہ نے کہا کہ
 میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اس کو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دی جائے کذا فی الصغری للمدعی تحلیف مدعی لایداع
 حل البتات وکمدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدمدعی اگر مدعی گئے نہ ہوں تو ذی الید سے یقین پر نہ ملے قسم لینا جائز ہے اس
 واسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اس کا تمام ہونا یعنی قبول ایداع اس سے متعلق ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ ذی الید پر قسم نہیں اس واسطے کہ
 و مدیاع کا مدعی ہے اور ساتھ کہ مدعی پر قسم نہیں انتہی تو یہ کلام وقوع خلاف قبول ہے کذا فی الطحاوی ولہ تحلیف المدعی علی العلم وتمام فی البزازیہ
 او اس کو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور یا بیان اس کا بزازیہ میں ہے ہم جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باطل
 ایداع وغیرہ کے دفع کیا اہا ثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع میں اس کی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم پائی تو مدعی
 علم پر قسم کھائے اس طرح کہ دائرہ میں نہیں جاتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہے اس واسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے
 اور مدعی سے متعلق نہیں کذا فی البصر وکل من قبل امتہ فبرہنت انہ استحقا قبل اللدفع وملتق مالم یخضر الواسع ابی ملک مولی نے کسی کو اپنی لڑکی
 کے کیس لے جانے کا وکیل کی سولائی گواہی اس پر کہ مولی نے اس کو آزاد کر دیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر
 ہر ایک مدعی نہ آوے کذا ذکرہ ابی ملک

باب دعوی الزیلعین | یہ باب ہے دو مردوں کے دعویٰ کرنے میں یعنی تیسرے شخص پر دعویٰ کریں یا ایک شخص دوسرے پر دعویٰ کرے

تقدم حجت خارج فی ملک مطلق اسے لم ینذکر سبب کا مر علی حجتہ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جس میں سبب ملک کا مذکور نہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا م خارج وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابض نہ ہو اور وجہ تقدیم یہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث میں برہان مقبول نہیں مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص ملک بیان کرے م یعنی خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نہ کریں یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کریں یا فقط ایک شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کریں اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلی وقال ابو یوسف ذوالوقت اتق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جس نے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ اتق ہے تقدیم حجت میں وثر نہ فیما لو قال فی دعواه بذال العبد لی غائب عنی منذ شہر وقال ذوالید لی منذ سنۃ فقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبتہ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفين فقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسف اس صورت میں ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اس کے غائب ہونے کی تاریخ ہے نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت افراد کی معتبر نہیں تو اسی واسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف یقفی للمورخ ولو حالۃ الافراد اور ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنا کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت افراد ہوم منع الغفار میں جامع الفتاویٰ سے یوں منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ ان کے نزدیک حالت افراد میں مورخ کی ترجیح ہے انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لوسا قط کرتا اس واسطے کہ کلام تو حالت افراد میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مورخ کے واسطے ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ در صورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنی نہیں اس واسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے بلکہ یہاں قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحاوی وینیغی ان یقفی بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی جامع الفصولین وقرہ المصنف اور لائق یوں ہے کہ بقول ابو یوسف کے حکم کیا جائے اس واسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م منع الغفار میں بجائے یقفی لفتی و یو الا ظہر ولو برہین خارج جان علی شیء قضی بہ لہما اور گواہ لادین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبض میں ہے تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا م دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصف نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شہادت حج شرعیہ سے ہیں تو حتی الامکان اس پر عمل واجب ہے اور یہاں عمل ممکن ہے اس واسطے کہ تبدل ایدی شے واحد پر اوقات مختلفہ میں ہو سکتا ہے تو گواہی دینے کے واسطے ہر فرق اس پر اعتقاد کرتا ہے جو اس نے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برہنہ فی دعویٰ نکاح سقطا لتعذر الجمع لوجہ پھر اگر دو شخص گواہ لائے نکاح کے دعویٰ میں تو دونوں کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے م یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصوں نے ساتھ ہی دعویٰ کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعویٰ ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ عمل قابل اشتراک کے نہیں معیت برہان کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اس کے واسطے حکم ہو گیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اس کے نکاح پر

گواہ لایا تو گواہ اس کے مقبول نہ ہوں گے چنانچہ خریداری کے دعویٰ میں برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی ولویۃ قضی
 بہ بینہما وعل کل نصف المہر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت میثت النسب منہما وتمام فی الخلاصۃ اور اگر عورت میت ہے تو دونوں مدعیوں
 کے واسطے نکاح کا حکم ہو گا اور بشرخص پر نصف نصف مہر لازم آئے گا اور دونوں شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہوں گے اور اگر عورت جی یعنی بعد
 اس کے مرگئی تو ولد کا نسب دونوں شخصوں سے ثابت ہو گا اور پورا بیان اس کا خلاصہ میں ہے ہم خلاصہ میں باقی بیان یوں ہے کہ ولد کو دونوں شخصوں
 سے میراث ابی کامل کا وارث ہو گا اور دونوں ولد کے متروک سے اب واحد کی میراث پادیں گے کذا فی البہرہ و بی لمن صدقۃ اذ لم یکن فی ید من کذبہ ولم یکن
 دخل من کذبہ بہا اور عورت اس کی زوجہ ہے جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اس کے پاس نہ ہو جس مدعی کی اس نے تکذیب کی اور
 جس کی اس نے تکذیب کی اس نے عورت کی مدعی کی زوجہ خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصوں نے ایک عورت میں تنازع کیا اور دونوں گواہ لائے تو اگر
 تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہے تو وہ ملوئی ہے اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے تو اگر لیک کا قبضہ ثابت ہے چنانچہ مدعی یا اپنے
 مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولیٰ ہے اور اگر یہ کچھ نہ ہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے الحاصل سبقت تاریخ راجع ہے سبب پھر قبضہ پھر مدعی پھر اقرار
 پھر صاحب تاریخ مقدم ظہیر یہ میں ہے کہ اگر ایک کی مدعی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر میں ہے تو صاحب خانہ اولیٰ ہے کذا فی الطحاوی ہذا
 اذ لم یورخا فان ارخا فالسابق للاحق بہا اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اس وقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی سو اگر تاریخ بیان کی تو
 صاحب تاریخ سابق اس عورت کا لاحق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ قبضہ اور دخول کا کچھ اعتبار نہیں اس واسطے کہ صریح طالت پر فائق ہے
 فلوارخ احد ہما فلیمن صدقۃ اولیٰ الیہ بنازیۃ قلت وعل مامرہی الثانی یعنی اعتبار تاریخ احد ہما و لم ادر من نہ علیہ قائل سو اگر ایک مدعی نے
 تاریخ بیان کی تو عورت اس کی زوجہ ہے جس کی اس نے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البنزازیہ میں کہتا ہوں اور بموجب اس قول کے جو ابویوسف سے
 منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور میں نے نہیں دیکھا اس کو جس نے اس کو جس نے اس پر آگاہ کر دیا ہو تو محمد اس میں ہم ملوئی
 نے کہا کہ صاحب بکر الرائق نے اس پر پھر آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بھی تاریخ موجبات رجحان سے ہے وان اقرت لمن لا حجة لہ فلی لہ وان
 برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جس کے پاس گواہ نہیں تو وہ اس مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا
 یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہو گیا اس کے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہو اس واسطے
 کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنع ولو برہن احد ہما وقضی ثم برہن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سبقہ لان البرہان مع التاریخ اقویٰ من
 بدو نہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اس کے واسطے حکم ہو گیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اس کے واسطے حکم نہ ہو گا مگر اس صورت میں جب کہ مدعی ثانی
 کی سبقت تاریخ ثابت ہو اس واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ بدول تاریخ کے ہوم ہر چند یہاں دونوں دعویوں میں
 تاریخ ثابت ہے اس واسطے کہ سبقت نہیں ہو سکتی بدول تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہووے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا
 اس نے اصلاً تاریخ مذکورہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق ملوے ہے کذا فی الطحاوی کما لم یقض ببرہان خارج علی ذی یدظہ نکاحہ الا اذا ثبت
 سبقہ لہ نکاحہ حق جیسے حکم نہ ہو گا شخص خارج کی برہان سے اس ذی الید کی برہان پر جس کا خارج ظاہر ہو چکا مگر اس صورت میں برہان خارج سے حکم ہو گا
 جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک بان برہنہ علی شراہ
 شی من ذی الید فلکل نصف نصف الثمن ان شکرہ او حرکہ انما غیر تفریق الصفۃ علیہ او ما کردونوں مدعیوں نے سبب ملک کا ذکر کیا اس طرح ہر کہ
 دونوں گواہ لائے لیکن ہر ایک کی تاریخ علیہ سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف ثمن کا حکم ہو گا بموجب نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اس کو چھوڑ دے

مدعی کو اس واسطے اختیار دیا گیا ہے نہ لینے میں کہ اس پر صنف متفرق ہو گیا یعنی پوری چیز اس کے واسطے باقی نہ رہی اور شاید اس کی رغبت پوری چیز پر نہ اور پوری پر وان ترک احد ہما بعد ما قضی لهما لم یاخذ الاخر کلہ لافسانہ بالقضاء فلو قبلہ فلو اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑا دونوں کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد تو دوسرا مدعی اس کو پورا نہیں لے سکتا بسبب فتح ہو جانے بیع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اس کو جائز ہے و ہواے ما ادعیہا ثراءہ للسابق تاریخا ان ارجا فیہ والیٰ بائع ما قبضہ من الاخر الیہ سراج اور وہ یعنی جس کی خرید کا دونوں نے دعویٰ کیا اس مدعی کی ہے جس کی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھر دے جو ثمن اس نے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اس وقت اعتبار ہے جب بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو سابق کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط مؤرخ کے واسطے کذا فی الطحاوی و ہولذی یدان لم یؤرخا و ارجا احد ہما و استوی تاریخا اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے و ہولذی وقت ان وقت احد ہما فقط و الحال انہ لاید لہما و ان لم یوقتا فقد مران کل نصف بنصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں میں سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونوں کا اس پر قبضہ نہیں اور اگر دونوں نے وقت ترک کیا تو اس کا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاوے گا نصف نصف ثمن دے کر و الشراء احق من ہبتہ و صدقہ و رہن و لو مع قبض اور دعویٰ خرید احق ہے ہبتہ اور صدقہ اور رہن کے دعویٰ سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہوم و جبہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جابین سے بخلاف ہبتہ اور صدقہ اور مراد ہبتہ بلا عوض ہے اس واسطے کہ ہبتہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خریدنا اس واسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن و ہذا ان لم یورخا فلو ارجا اتحاد المملک فالسابق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبتہ اور صدقہ پر اس وقت ہے جب کہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی ہونے کے سبب سے و لو ارجا احد ہما فقط فالمرخا ختہ اولیٰ اور اگر خرید اور ہبتہ اور صدقہ کے دعویٰ میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہے و لو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنی اس صورت میں خرید ہبتہ اور صدقہ پر مقدم نہیں و ہذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنی برابر ہونا اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے و اختلف الیصح فیما یقسم کالدار والا صح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ہبتہ الدرر اود تصح علما مختلف ہے اس چیز میں جو قابل قسمت ہے چنانچہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی کی خرید ہے اس واسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبتہ من الدرر یہ رد ہے عمادی پر کہ اس نے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکساں قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں شیوع طاری ٹھہرایا ہے جو مفید ہبتہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحاوی و الشراء و المہر سواء فینصف وترجع ہی بنصف القيمة و ہو بنصف الثمن او یفسخ لما مر اور خرید اور ہبتہ برابر ہیں تو دونوں مدعیوں میں نصف نصف ہو گا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھرے یا بیع کو فتح کرے یا بدل گزشتہ ہم یعنی جب کہ ایک مدعی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعویٰ کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر میں مقرر کیا یا دونوں برابر ہیں اس واسطے کہ دونوں قوت میں یکساں ہیں کیونکہ ہر ایک مدعی خرید اور ہبتہ معاوضہ مثبت ملک ہے مشتری کو فتح بیع میں اختیار ہوا بسبب تفرق صنف کے کما مر ہذا اذالم یورخا و ارجا و استوی تاریخا فان سبق تاریخ احد ہما کان احق یہ یعنی استوائے خرید اور ہبتہ اس وقت ہے جب کہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہی

احق ہے قید بشرط انکاح احق میں میرہ اور میری لہو صدقہ شادی والہ لہو من النکاح المہر کا حرج فی البہر مغلطہ لہما مع مصنف نے خرید کی قید لگائی
اس واسطے کہ نکاح احق ہے میرہ اور میری لہو صدقہ سے کفائی العادیہ اور نکاح سے مراد اس مقام میں میرے چنانچہ بکوالا فقی میں اس کی تحریر کی ہے صاحب
جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کہ کے م صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور میرہ اور میری لہو صدقہ برابر ہیں وجہ غلط کاری صاحب
جامع الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یوں سمجھا کہ وہ شخصوں نے ایک لونڈی میں تنازع کیا کیا ایک کہتا ہے کہ میں اس کا مالک ہوں بطریق میرہ کے لہو صدقہ سزا کرتا ہے
کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور حالانکہ یہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہاں تقدیم نکاح کی میرہ صدقہ پر بیان کی ہے وہاں نکاح سے مراد میرے یعنی نہ عقد چنانچہ
لواحق کلام محیط اور عادی اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان فی الطحاوی نعم لیتوی النکاح والشرع لوتنا نعان فی الامارۃ من قبل واحد ولا مزج فتکون ملکاً مکتوتہ
لاخر قد برہان برابری نکاح اور خرید اگر وہ شخصوں نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی میں اور کوئی مزج مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی مدعی شرکاء مملوکہ
ہوگی اور دوسرے شخص کی مملوکہ سوخور کرے اسکو وجہ استوار ہے کہ خرید اور نکاح میں منافات نہیں یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کہ ان فی البہر
ورہن مع قبض احق میں میرہ بلا عوض سے استحسانا اور میری مع قبض احق ہے میرہ بلا عوض مع قبض سے بطریق استحسان ہم وجہ استحسان یہ ہے
یہ ہے کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہے اور مقبوض بحکم میرہ مضمون نہیں حالانکہ عقد ضمان ملول ہے اور قیاس یہ ہے کہ میرہ اولی ہے رہن سے اس واسطے کہ میرہ
ثبت ملک ہے بخلاف رہن ملول یہ فی احق لانا مزج استواء والبیع ولولو جہ اقوی من ان میں اور اگر میرہ بعوض ہو تو اولی ہے وہ رہن سے اس واسطے کہ
بعوض اس کا کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ملول العین معھا استواء مال لور خا واحد ہما سبق اور اگر شے تنازع فیہ
دونوں مدعیوں کے قبض میں ہو تو رہن اور میرہ دونوں برابر ہیں تا وقتیکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنی در صورت ذکر تاریخ
صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہے وان رہن خارج علی ملک مؤرخ اور مؤرخ من واحد غیر ذی بید اور رہن خارج علی ملک
مؤرخ و ذی بید علی ملک مؤرخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مؤرخ پر یا خرید معہ غ پر ایک ہی بائع سے
جو ذی البید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مؤرخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق احق اور اولی ہے ہم بائع میں غیر ذی البید کی قید شائع
نے اس واسطے لگائی کہ ذی البید سے خرید کرنا خارج ہیں کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعلیم میں وان برہنا علی شرائع متفق تاریخ ہما مختلف
یعنی کل پیدی الشراء من رجل آخر او وقت احد ہما فقط استویا ہی تعدد البائع والی اتحد فذوالوقت احق تم لا بد من ذکر المدعی و شہودہ
یا فیہ ملک بائع ان یکن البیع فی ید البائع ولو شہدوا بیدہ فتقولان بزازیہ اور اگر خارجین گواہ لائے اس خرید پر جس کی دونوں تاریخیں متفق ہیں
یا مختلف ہیں کہ ان فی العین اور ہر مدعی دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہیں اگر بائع
متعدد ہیں اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور اس کے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مفید ملک ہو اس کے
بائع کی در صورتیکہ بیع بائع کے ہاتھ نہ ہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنی در صورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہیں قبض سابق
کی گواہی دی بلا ذکر اس کی ملک کے تو اس میں دو قول ہیں کذا فی البزازیہم بزازیہ میں ہے کہ گواہوں نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر نہ
کیا اور نہ تسلیم کیا نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہیں اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اس کی ملک کی تو
اس میں فقہاء مختلف ہیں کذا فی الطحاوی فان رہن خارج علی الملك و ذی البید علی الشراء منہ اور برہنا علی سبب ملک لا یقدر کالقبض
و مان معناه کنسج و یعاد و غزل فکس و حلب لبن و خز صوف و نحو ہا ولو عند البائع و ذی البید احق من الخارج اجماعاً سو گواہ لایا غلج
ملک یا ذی البید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج احدی البید گواہ لائے ایسے سبب ملک پر ہوا ایک ہی بار ہوتا ہے ذکر

چنانچہ نتاج یعنی پیدائش پچھو حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرم ہو چنانچہ منج غیر معاد یعنی ثیاب قطینہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور روٹی کا کاٹنا اور دودھ کا دوہنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکرمہ کے اگرچہ اسباب مذکورہ اس کے بائع کے پاس واقع ہوئے ہوں تو ذی الیدہ احق ہے خارج سے بالاتفاق ہم نتاج سے مراد یہ ہے کہ مدعی کی ملک میں نتاج ہو اہو یا اس کے بائع کی ملک میں یا اس کے مورث کی ملک میں جامع الفصولین میں ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ میری اونٹنی بائع کے پاس جینی اور ذی الیدہ بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الیدہ کے واسطے حکم ہو گا اس واسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونوں کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کہ ذی الطحاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کغصب ودلیعۃ او اجارۃ ونحوہ فی روایت درر او کان سبباً تکرر کینار وغرس ونسج خز و زرع برد نخوہ او شکل علی اہل الخیرۃ فهو للخارج لانه الاصل وانما عدلنا عنہ بحديث النتاج دعوی نتاج میں ذی الیدہ احق ہے مگر جب کہ خارج ذی الیدہ پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الیدہ کا یا ودلیعۃ یا اجارہ کا اور مانند اس کے ذخیرہ کی روایت میں کہ ذی الدریا ایسے سبب کا دعوی ہو جو مکرم ہو سکتا ہے چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہوں وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا مکرم معلوم ہونا مشکل ہو دانتہندوں اور واقف کاروں پر تو وہ خارج کے واسطے ہے نہ ذی الیدہ کے اس واسطے کہ مدعی خارج مبرہن اصل ہے اور ہم نے جو یہاں عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ہم فی روایت اس واسطے کہا کہ عمارت میں بعد نقل کلام ذخیرہ اس کے مخالف بیسوط سے نقل کیا کہ ذی الدریا تکرر عمارت کی یہ صورت ہے کہ ذی الیدہ نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہے میں نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرر اور گیہوں کا بونا بھی مکرم ہو سکتا ہے اس واسطے کہ انسان کا ہے اس کو ایک زمین میں بوتا ہے پھر اس کو پھیلنے سے چھان لیتا ہے اور دوسرے کھیت میں بوتا ہے تو اگر خارج اور ذی الیدہ نے دعوی کیا کہ یہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبضے میں اور گواہ لایا کہ یہ اس کی ہے اس کے پاس جینی ہے اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہے اور قابض کے پاس جینی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الیدہ کو دی اور یہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہو چنانچہ محیط میں ہے کہ ذی الطحاوی وان برہن کل من الخارجین او ذی الایدی او الخارج و ذی الیدہ یعنی علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا و ترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الیدہ یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الیدہ کہ ذی الیدہ خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں بران ساقط الاعتبار ہوں گے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اس کے قبضے میں پھوڑا جاوے گا جس کے پاس وہ ہے ہم وقت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کریں گے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہو گا کہ ذی الخزانۃ الاکل وقال محمد لقیضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لا اور کہا محمد نے کہ در صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہو گا ہم جواب میں کہتے ہیں شخص کی طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اس کی طرف سے دوسرے کی ملک کا ہم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اس میں بالاجماع تساقط ہے بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضاتہما تراضا اتفاقا درر اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبضے بھی ثابت کریں گے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہوں گے ولایمنج زیادۃ عدد الشہود فان التزجیح عند البقوة الدلیل لا بکثرة اور تہ جمیع نہیں دی جاتی عدد شہود کی زیادتی سے اس واسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک تہ جمیع ہوتی ہے دلیل کی قوت سے نہ اس کی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہ صورت ہے کہ ایک دلیل متواترہ ہے اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مضمر اور دوسری مجمل کو تو مفصل کی تہ جمیع ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مضمر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات تہ جمیع سے نہیں لہذا ایک آیت

کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کہ لانی الطحاوی نے فرغ علی ہذا اصل بقولہ فلو اتقام احد المدعیین شاہدین واخر اربعة فہما سوا علی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سوا ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیا اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہیں اس میں یعنی اقامت شہادت ماخوذہ میں اس واسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہیں و کذا لا ترجیح بزيادة العدالة لان الاعتبار اصل العدالة ولا حد للاعدلۃ اور اس طرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اس واسطے کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہے اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہیں م یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی کے گواہ عادل ہوں تو ترجیح واقع نہ ہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص ان سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہ ہو سکے گا ایک حال پر کہ لانی الطحاوی دار فی بد آخر ادعی رجل نصفہما و آخر کلہما و برہنا فلول ربحہما والباقی للآخر بطریق المنازعة و ہوا ان النصف سالم لدعی اکل بلا منازعة ثم استوت منازعتہما فی النصف للآخر فینصف ایک گھر میں ایک شخص کے قبض میں سوا ایک مرد نے اس کے نصف کا دعویٰ کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونوں مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہو گا اور باقی گھر تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعتہ اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اس واسطے کہ مدعی اول نصف کا دعویٰ کرتا ہے تو نصف باقی مدعی کل کا ہو چکا اس کے اقرار سے پھر دونوں کی منازعت دوسرے نصف میں برابر قائم رہی تو وہ نصف دونوں میں نصف نصف ہو گا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے متا لا الثلث لہ اباقی ثلثا بطریق العول لانی فی المسئلة کلا و نصفاً فالسئلة من اثنین وتقول الی ثلثہ اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائیاں مدعی ثانی کی ہیں بطریق عول کے اس واسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں کل اور نصف مجتمع ہوئے تو مسئلہ دوسرے ہو گا یعنی اس واسطے کہ نصف کا مخرج دو ہیں اور عول کرتے ہیں تین کی طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قیمت ثلاث سہم عول یہ کہ مخرجیں سہام کی گنجائش نہ ہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا جائے چنانچہ اس کا مخرج بیان کتاب الفرائض میں آوے گا مسلم ان انواع الخمسۃ اربعة ما یقسم بطریق العول اجماعہ ہی ثمانیۃ میراث دیون وصیۃ ومحاباة و دراہم مرسلۃ وسعیۃ وجنایۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قیمت کی چار میں ایک قسم وہ ہے جس میں بطریق عول قیمت ہوتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اس کی آٹھ صد میں میں قیمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہوں کہ متروکہ میں ان کے پورے بھرنے کی گنجائش نہ ہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک صورت میں ایک زوج اور ایک بی بی اور ایک مادی بن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ ہے ہے اور بطریق عول کے ساتھ سے اور دیون کی صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہو گئے کہ متروکہ سے ادا نہیں ہو سکتے تو اب دیون میں بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہو گا مثلاً ایک شخص قیمت پر سودم ہیں اور دوسرے کمر کا س دم اور کل متروکہ سودم ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت کے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کا تھ میرے کے واسطے سدس مال اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تاہم کہ مریح وصیت ثلث متروکہ بھرا تو تینوں شخصوں پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہو گا اور محابات یعنی محلات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی قیمت ہزار قیمت ہے وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار دم کو رہا جانے اچس غلام کی قیمت دہ ہزار دم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار دم کو رہا جائے سودوں شخصوں کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہو گا اور دراہم مرسلہ کی قیمت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت ہے اس پر تین سہم زوج کو جس طرح سکی جس کے اور ایک سہم اخیان جس کا ۷۰ قیمت میں رعایت کرنی ۱۲ سہم بشرطیکہ میت کا مال اور کچھ نہ ہو اور وارث وصیت کو جائز نہ رکھیں ۱۳

کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونوں کے فی مابین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جائے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جائے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہیں کرتا تو ثلث مال دونوں کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام بقدر اس کے حصے کے سعایت ساقط ہو جائے گی اور جنایت رقیق شارح نے اس میں دونوں صورتیں داخل کر دیں ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونوں جنایتوں میں غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اس کی اولیائے جنایت کو دی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحاوی و بطریق المنازعة اجماعاً وہی مسئلۃ الفصولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام اور صاحبین کے اور وہ دو فضولیوں کا مسئلہ ہے م مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولیٰ نے دونوں بیچوں کو جائز رکھا تو دونوں مشتریوں کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحاوی و بطریق المنازعة عنده والحوال عند ہما وہو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا اوصی رجل بكل ماله او بعد بعینه والاخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اس کے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنی مسئلہ دار جو تین میں مذکور ہو چکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی م کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بحوالہ ائق میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اس کو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملیں گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحاوی و بطریق العول عنده والمنازعة عند ہما وہو خمس کا بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور جو تھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اس کے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اس کو زیلعی اور عینی نے شرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اس کا بحر ائق میں ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مولیٰ نے اس کو سودرم دیئے یعنی کوئی چیز اس کے ہاتھ سودرم کو بطریق لینہ بیچی اور ایک غنہی شخص نے اس کو درم بطریق دین کے دیئے پھر عبد ماذون بیچا گیا سودرم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اس واسطے کہ ادانت مولیٰ اس کے شریک کے نصف میں صحیح ہے نہ خود اس کے نصف میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سودرم دین دیئے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اربع ہوگی یعنی سودرم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو ازراہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو قتل کیا اور مقتول عہدہ کے وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عہدہ اور فدا عہدہ میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اسی

لے یعنی غلام کے دے ڈالنے خواہ اس کا عوض حوالہ کرنے میں اختیار ہے ۱۲

جنایت میں خود غلام کو دے تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور اربع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ میں اور مولیٰ اس کی قیمت دے پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولیٰ اور اجنبی کو عدا قتل کیا اور ہر مقتول کے دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع میں سچی کرے تو اجنبی کے وارث سکت کو چھوٹائی قیمت لکھے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم اربع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحاوی علی البحر والاصل عندہ ان القسمة منی وجبت لحق ثابت فی عین اذ ذمہ شائعاً فعولیۃ او میزرا اولاً حد ہا شائعاً ولا خیر فی الکل فمنازعتہ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہو گئی ہو واسطہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے با حق ثابت ہے بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض میں شائع ہے اور دوسرے کا حق کل میں تو وہاں قسمت بطریق منازعت کے ہے م بہتریوں تھا کہ شارح یوں کہتا فی ذمہ او عین شائعاً اس واسطے کہ ذمہ میں تعین معقول نہیں اور یوں کہنا بہتر تھا شائعاً فی البعض دون الکل بحر الرائق میں مصرح ہے کذا فی الطحاوی وعندہما متی ثبتا معا علی الشیوخ فعولیۃ والا فمنازعتہ فلیحفظ اور صاحبین کے نزدیک جو دو حق ساتھی بطریق شیوع کے ثابت ہوں تو قسمت بطریق عول کے ہے اور نہیں تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونوں حق دو وقت مختلف ہیں یا علی وجہ التمییز ثابت ہوں تو قسمت بطریق منازعت کے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونوں قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام اور صاحبین کے ہیں مسائل مذکورہ میں ولو الدار فی ایدہما قضی للثانی نصف لا بالقضاء ونصف بہ لانہ خارج اور اگر گھر دو شخصوں کے قبض میں ہو یعنی ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا قضاء اور نصف باقی ہو واسطہ قضاء اس واسطے کہ وہ خارج ہے م مدعی ثانی کو نصف بلا قضاء اس واسطے ملا کہ مدعی اول کا دعویٰ فقط نصف میں ہے تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اس کو نصف ملا بلا قضاء اس واسطے کہ قاضی کا حکم نہیں ہوتا بدوں دعویٰ اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبض میں ہے اس میں خارج اور ذی الید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہوں کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہوں پر کذا فی الطحاوی ولو فی ید ثلثہ وادعی احدہم کلہا و آخر انفسہا و آخر ثلثہا و یرینوا قسمت عندہ یا لمنازعتہ وعندہما بالعول وہیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصوں کے قبضے میں ہو اور ایک شخص ان میں سے کل دار کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینوں گواہ قائم کریں تو وہ گھر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قیمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اس کا کافی میں ہے م امام کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی چوبیس سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک ایک شواہی سہم سے قسمت ہے ایک سو اسی سہم سے قسمت ہے ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے چھپیس سہم اور مدعی ثالث کے چھپیس سہم اور اس کا بیان مشرح طحاوی میں شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے ترجمہ نے اس کو ترک کر دیا ولو یرینا علی نتائج دابتہ فی ایدہما و احدہما او غیرہما و اخر خافئہ لمن وافق سنہا تاریخہ بشہادۃ الظاہر اور اگر دو مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتائج پر دونوں کے قبضے میں یا ایک مدعی کے قبضے میں یا مدعیوں کے سوا اور شخص کے قبضے میں اور دونوں مدعیوں نے نتائج جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جس کی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال م بعضی جس کی تاریخ جانور کی عمر کے موافق ہے اس کے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فلو لم یورخا قضی بہا لذی الید سو اگر مدعیوں نے تاریخ نتائج بیان نہ کی تو اس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولہما ان فی ایدہما و فی ید ثالث اور دونوں مدعیوں کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونوں کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یورخا فلیما بان خالف او اشکل فلہما ان کانت فی ایدہما و کانا

خارجین فان فی ید احد ہما قضا بہا لا صح قلت و ہذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملقی قہر اور اگر تاریخ دونوں مدعیوں کے موافق نہ ہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہ ہوتی ہو تو وہ جانور دونوں مدعیوں کا ہے اگر ان کے قبضے میں ہو یا دونوں خارج ہوں سو اگر ایک مدعی کے قبضے میں ہو تو فقط ذی البید کے واسطے حکم ہو گا یہی قول اصح ہے میں کہتا ہوں اور یہ یعنی مصنف کی تعبیر و ان لم یوافقا بہتر ہے اس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملقی میں واقع ہے کتب ثلثہ کی یوں تعبیر ہے وان اشکل سو اس کو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونوں کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اس میں فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت برہن احد الخارجین علی العصب من زید والاخر علی الولیۃ منہ استویا لانہما بالجحد تصیر عصباً گواہ لایا ایک خارج اس عصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ولایت پر جو زید کے پاس اس نے ولایت رکھی تو دونوں برابر ہیں یعنی اس چیز کا دونوں مدعیوں میں نصفانصاف کا حکم ہو گا اس واسطے کہ ولایت انکار کرنے سے عصب ہو جاتی ہے ہم اس مسئلے میں مدعا علیہ عصب اور ولایت کا زید ہے ولایت انکار مدعا علیہ سے عصب اس واسطے ہو جاتی ہے کہ اس پر ضمان واجب ہوتا ہے اور ضمان ساقط نہیں ہوتا اگر منکر ولایت ہونے کا اقرار کرے اور یہاں مدعا علیہ منکر ولایت ہے تو گویا دونوں مدعیوں نے زید پر عصب کا دعویٰ کیا لہذا دونوں متساوی ہوئے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ و الحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ والعقل وعبارۃ الاشباہ والذیۃ لوگ آزاد ہیں بدوں بیان آزادی کے مگر پار چیزوں میں آزادی بلا اثبات معتبر نہیں شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل میں اسی طرح ہے مصنف کے نسخے میں اور دوسرے نسخہ متن میں سچا قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والذیۃ میں ہے ہم وجہ حریت مسلمین یہ ہے کہ دار الاسلام دارا لحریت ہے اس واسطے کہ لوگ آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اور وہ دونوں حضرات آزاد تھے جب شہادت میں حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر حوت پر کفایت نہ کرے بلکہ اگر خصم شاہدوں پر حریت کی طعن کرے تو قاضی اس کو دریافت کرے لوگوں سے اور بلا طعن تفتیش نہ کرے اور جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اس پر مدقذوف ماری نہ جاوے گی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نہ کرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع البید غلام ہے تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہ ہو گا اور جب کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہیں کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہ ہو گا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہ ہو اور نسخہ ثلثہ یعنی قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہے اس واسطے کہ قتل سے خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً بتصرف و جینئذ فلو ادعی علی مجہول الحال احرام لا انہ عبیدہ فانکر وقال انا حر الاصل فالقول لہ تمسک بالاصل اور اس وقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جس کی حریت یا عدم حریت معلوم نہیں یہ دعویٰ ہو کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ میں حر امی ہوں تو اسی کا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب تمسک ہونے دس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے واللہ لیس للثوب الحق من اخذ انکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہے آستین کے پکڑنے والے سے ہم یہاں سے وہ مسائل شروع ہوئے جن میں واضح یہ کہ تصدیق بدوں گواہوں کے ثابت ہے بدائع میں کہا کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہو گا اس وجہ سے کہ متنازع فیہ اس کے قبضے میں ہے تو اس پر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اس نے قسم کھائی تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ بارے گا اور دوسرا شخص جیتے گا انتہی لابس ثوب اس واسطے اس حق ثوب ہو کہ اس کا تصرف ظاہر تر ہے اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہے تو لابس ہی ذی البید ٹھہرا اور اخذ خارج اور ذی البید اولی ہے خارج سے اور اگر آستین گواہ قائم کرے گا تو اب وہی حق ثبوت ہو گا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل میں کذا فی الطحاوی والراکب الحق من اخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر

ایک شخص سوار ہے اور دوسرا گام پکڑے ہے اور دونوں دعوی کرتے ہیں کہ یہ جانور میرا ہے تو سوار اسی سے بسبب اظہریت تصرف و من فی السرج
اولیٰ من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہے وہ اسی ہے اس شخص سے جو اس کے پیچھے بیٹھا ہے یعنی اس واسطے کہ تمکن اس کا اس موضع میں تقدم کی
دلیل ہے و ذو حملہا فمن علق کوزہ بہا لانه اکثر تصرفا جس کا بوجھ جانور پر لدا ہے اس شخص سے جس نے اپنا کوزہ اس پر ٹکا دیا ہے اس واسطے کہ
اس کا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہے دوسرے کے تصرف سے ہم محل کسیر جاو سکون میم اس بوجھ کو کہتے ہیں جو پیٹھ یا سر
پر لاداجاوے کذا فی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالیہ و راکبی سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو فرش کو پکڑے دونوں تصرف
میں برابر ہیں مانند ان دو شخصوں کے جو فرش پر بیٹھے ہیں اور ایک زین پر سوار ہے ہم تو فرش جالس اور متعلق میں نصفانصف ہے اس واسطے کہ فرش
پر بیٹھا فرش کا قبضہ نہیں بلکہ قبضہ اس وقت ہوتا ہے جب فرش اس کے گھر میں ہوتا یا کہ وہ فرش اٹھالیا جاتا کذا فی الدر المنثور وطرفہ مع
الاخر لا بدیتہ اے طرفہ الغیر منسوجۃ لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہیں مانند ان شخصوں کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس
کپڑے کا دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہے جس کے ہاتھ میں کپڑے کا بدربہ یعنی چھیر ہے ہم بدربہ یعنی کپڑے کا طرف ہے بنا اس واسطے کہ طرفہ غیر منسوج
کپڑا نہیں ہے بخلاف جالسی وارتناز عافیہما حیث لا یقین لہما لاحتمال انہما فی بد غیر ہما و ہنا علم انہ لیس فی بد غیر ہما علیٰ بخلاف ان دو شخصوں
کے جو ایک گھر میں جالس ہیں اور گھر میں جھگڑا کرتے ہیں کہ یہاں دونوں کے واسطے گھر کا حکم نصفانصف ہو گا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہیں
اس احتمال سے کہ شاید وہ گھرانہ دو شخصوں کے سوا کسی اور کے قبضے میں ہو اور وہاں یعنی مسئلہ جلوس فرش میں معلوم ہو چکا ہے کہ فرش دونوں شخص
کے سوا اور کسی کے قبضے میں نہیں ہے کذا فی العینی الحائظ لمن جردو عہ علیہ او متصل بہ اتصال تریح بان تداخل الصاف لبناتہ فی لبنات
الاخر و من خشب بان تکون الخشبہ مرکبۃ فی الاخری لدالاتہ علی انہما بنیا معا و لذا سمی بذلک لانہ حیثۃ یبغیٰ مرابطا دیوار اس شخص کی ہے جس کی کڑیاں
دیوار پر رکھی ہوں یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تریح اس طرح کہ ایک دیوار کی آدمی آدمی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں
میں داخل ہوں اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تریح اس طرح ہو گا کہ ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار میں مرکب اور چکی ہوں بسبب دلالت
کرنے اتصال تریح کے اس پر کہ دونوں دیواریں سامتی بنی ہیں اور اسی واسطے اس کا نام تریح رکھا گیا کیونکہ اس وقت میں دیوار مربع بنائی جاتی
ہے ہم اتصال دو طرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونوں دیواروں کا جوڑ
معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تریح وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹیں آدمی آدمی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹوں میں متداخل
ہوں اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری میں مرکب ہوں کذا فی الدرر مطاوی نے کہا اتصال تریح کی حقیقت میں اختلاف ہے
اصقل ظاہر کرمی کا یہ قول ہے کہ اتصال تریح یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیواروں سے دونوں طرف سے اور دونوں دیواریں
متصل ہوں اس کی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جائے قبضہ کے مانند تو اس وقت میں کل شے واحد کے حکم میں ہوں گی انتہی
للمن لہ اتصال ملازقتہ اولقب و ادخال او ہرادی کقصب و طبق یوضع علی الجذوع اس کی دیوار نہیں جس کی دیوار میں اتصال ملازقت ہے
یعنی لگاؤ ہے بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار میں نقب اور ادخال ہے یعنی سوراخ کر کے لکڑی اس میں داخل کرنا اس کی دیوار نہیں جس کے ہنگے
ہیں مانند بانس اور طبق کے جو کڑیوں پر رکھی جاویں ہم ہرادی جمع ہے ہر دیکھ کی بکسر یا منخ الغفار اور درہ میں ہے کہ ہرادی وہ لکڑیاں ہیں جو دھنیوں
پر رکھی جاویں اور ان پر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند ان کو بنگا یا برگریا تختہ یا بھانپ بولتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھنیاں رکھنا دیوار پر دلیل
ملک ہے نہ ہنگے رکھنا بل کیون بین الجارین لو تنازعا ولا یخص بہ صاحب الہرادی بل صاحب الجذوع الواحد اسی منہ خانیۃ بلکہ ہنگے

والی دیوار دونوں میں مشترک ہے اگر دونوں اس میں جھگڑا کریں اور وہ دیوار بیگے والے کی مخصوص نہ ہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ ترحق دار ہے دیوار کا کذا فی النہایت ولولا حد ہما جذوع ولا آخر اتصال فلذی الاتصال ولا آخر حتی الوضع فیلذی الجذوع ملقی وتمامہ فی العین وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیاں ہوں دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تریع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ دیوار دھنیوں والے کی ہے کذا فی الملحق اور پورا بیان اس کا عینی وغیرہ میں ہے ہم محیط میں ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تریع اتصال ملازمت و مجاورت اور وضع جذوع و محاذات بنا تو سب سے احق صاحب تریع ہے پھر اگر وہ نہ ہو تو صاحب جذوع ہے کذا فی الطحاوی واما حق المطالبہ برفع جذوع وضعت تعدیاً فلا یسقط ببراء ولا صلح وعضو وبيع واجارة اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیاں ظلم سے رکھی گئیں ان کے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا ابرا کر دینے سے اور نہ صلح اور عضو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر دھنیوں کا مالک اکھاڑ ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ ابرا اعیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہے اور اگر دھنیاں رکھنے والا یا جس کی دیوار پر دھنیاں ہیں وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب دیوار دھنیاں رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی و ذوبیت من دار فیہا بیوت کثیرہ کذی بیوت منها فی حق ساحتھا فنی بینہما نصفین کا طریق اور ایک کو ٹھٹری اور دالان والا بفتح اس گھر کے جس میں بہت کو ٹھٹریاں اور دالان ہیں اس شخص کے مانند ہے جس کی بہت کو ٹھٹریاں اور دالان ہیں اس گھر میں سے اس کے صحن کے حق میں تو صحن گھر کا دونوں میں نصف نصف ہے راہ کے مانند یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال میں برابر ہیں چلنے پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں پھرنے میں و فی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور میں برابر ہیں بخلاف الشرب اذا تنازعافہ فانه یقدر بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اس میں جھگڑا کریں تو اس کا اندازہ ہو گا زمین سے بقدر اس کے سیچنے کے معنی آبپاشی میں حقوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہیں اس واسطے کہ پانی کی حاجت سیچنے کے واسطے ہے تو بتنی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حجت زیادہ تو اس کا اندازہ بقدر اراضی کے ہے برہنا اے الخارجان علی ید کل منہما فی ارض قضی بیدہما فتنصف دو شخص غیر قافلین گواہ لائے اس پر کہ دونوں کا قبضہ زمین میں تھا تو دونوں کے ثبوت قبضہ کا حکم ہو گا تو وہ زمین دونوں میں نصف نصف ہوگی و لو برہن علیہ اے علی البید احدہما او کان تصرف فیہما بان لبن او بنی قصۃ بیدہ لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیوں میں سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اس میں تصرف کرتا تھا اس طرح پر کہ اس نے اس میں اینٹیں پانچیں یا عمارت بنائی تو اسی کے واسطے قبضہ کا حکم ہو گا بسبب پائے جانے اس کے تصرف کے معنی ممکن اشیا ئے مذکورہ اس کے قبضہ کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال و شہد الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ثابت فی زنا یم بقاءہ مالم یوجد المزیل درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی ماضی میں تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اس واسطے کہ جو چیز ثابت ہو گئی ایک زمانہ میں تو اس کے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نہ جائے جو اس کے ثبوت کو دور کر دے کذا فی الدرر صبی لعیبر علی نفسه اے لعقل ما یقول قال انا حرفا القول لہ لانه فی ید نفسه کا بالغ ایک لڑکا

لہ یعنی اشباہ میں اس کا مذکور ہے جہاں یہ بیان ہے کہ ساقط چیز نہیں پھرتی ۱۲

کہ اپنا سال بیان کر سکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اس کو سمجھتا ہے وہ بولا کہ میں آزاد ہوں تو اس کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ صبی غافل اپنی ذات کے تصرف میں بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اس کی عبدیت کا کوئی دعویٰ کرے تو در صورت اس کے انکار کے بدون شہادت معتبر نہیں کذا فی الدر فان قال اتاعب لفلان غیر ذی الید قضی بہ لذلک الید لکن لا یجوز عن نفسه لاقرارہ بعد یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ میں فلا نے کا غلام ہوں یعنی اس کا جو ذی الید نہیں تو وہ ذی الید کو دلا یا جاوے گا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلا یا جاوے گا جو عاقل نہیں کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ہم یعنی جب کہ اس نے کہا کہ میں فلا نے کا غلام ہوں تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اس کی مملوکی ذی الید کے اس دعویٰ سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اقرار صغیر کے حتیٰ میں معتبر نہیں علیٰ الخصوص کہ اس کا تدارک بدعویٰ حریت ممکن ہے کذا فی الطحاوی فلو کبر و ادعی الحریۃ تسمع مع البر بان لما تقرر ان التناقض فی دعوی الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اس نے آزادی کا دعویٰ کیا تو مسموع ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ دعویٰ حریت میں تناقض صحت دعویٰ کا مانع ہی نہیں ہم علیٰ الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت میں ہوا ہو۔

باب دعوی النسب | یہ باب ہے نسب کے دعویٰ میں الدعویۃ نوعان دعویۃ استیلا و دعویۃ اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت و قسم ہے ایک استیلا کی دعوت وہ یہ ہے کہ اصل علوق یعنی نطفہ رہنا مدعی کی ملک میں ہو مگر اکثر عرب طعام میں دعوت بفتح دال بولتے ہیں اور نسب میں بکسر دال کہتے ہیں و دعویۃ تحریر و بیو بخلاف دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلا کے مخالف ہے یعنی مدعی کی ملک میں نطفہ نہ رہا ہو و الاول اقویٰ لسبقہ و استنادا لوقت العلوق و اقصا دعویۃ التحریر علیٰ الحال سقیضہ اور اول یعنی دعوت استیلا اقویٰ تر ہے بسبب اس کے سابق ہونے کے اور اس کے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصود ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہ بیان واضح ہوگا طبیعت ولدت لا قتل من ستہ اشہر منذ بیعت فاعادہ البائع ثبت نسبہ منہ استحسانا لعلوقہا فی ملک و بنی النسب علی الخفاء فیغنی فیہ التناقض بیوی لونڈی جہی چھ مہینے سے کمتر مدت میں جس وقت سے کہ اس کی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعویٰ کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اندرون استحسان کے بسبب اس کے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اس میں تناقض معاف ہوگا ہم یہاں قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہ ہو اور یہی قول ہے زفرؒ اور لکام شافعیؒ کا اس واسطے کہ بائع کا بیچنا یا اقرار ہے اس کی جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اب دعویٰ نسب کا صریح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بنائے نسب پوشیدگی پر ہے تو اس میں تناقض معاف ہے جب کہ متیقن ہو و ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اس واسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہیں رہا پھر ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ اسی کا ہے تو یہ عذر ہو سکتا ہے اعتبار تناقض کے استقاط میں و اذا صحت استندت قصارت ام ولد فیفسخ البیع و رد الثمن اور جب کہ دعویٰ نسب کا صریح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بنائے نسب پوشیدگی پر ہے تو اس گئی تو بیع لونڈی کی فسخ کی جائے گی اور ثمن اس کا مشتری کو پھیر دیا جائے گا و لکن اذا ادعاہ المشتري قبل ثبت نسبہ منہ لوجود ملک و ایتہا باقرارہ وقیل بحیل علیٰ انہ نکحہا ثم استولد لہ ثم اشتراہا ولیکن جب کہ ولد کا دعویٰ کیا مشتری نے بائع کے دعویٰ سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اس کے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ مشتری کا دعویٰ اس پر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک میں پھر استیلا دیا پھر اس کو خرید کر لیا و لو ادعاہ معہ آتی ادعا البائع او بعدہ لا لان دعوتہ تحریر و بیو بخلاف دعویۃ استیلا و فکان اقویٰ کما مر اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھ دعویٰ کیا یا بعد اس کے دعویٰ کیا تو اس کا

دعوی مسموع نہیں اس واسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلا دہ ہے تو دعوت استیلا دہ ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں وکذا اثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد لفوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرنے اس کی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے ہم یعنی حریت میں محل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہو گیا نسب سے ویراخذہ البائع بعد موت امہ و لیستد المشتري کل الثمن وقال احصہ اور بائع ولد کو لے گا اس کی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیرے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیرے واعتنا قہما اے اعتناق مشتری الام والولد کموتہما فی الحکم اور دونوں کا اعتناق یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونوں کی موت کے مانند ہے حکم میں ہم قولہ والولد او معنی او ہے جس میں جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ جائز ہے جب اعتناق موت کے مانند ہو تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اس کا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہیں حتیٰ ولد میں اس واسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتناق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حتیٰ میں دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل میں صحیح نہ ہو تو تابع کے حتیٰ میں بالضرورة صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن المنع والتدبیر کا لا اعتناق لانه ایضاً لا یحتمل الا بطلان ویرود حصۃ اتفاقا ملتی وغیرہ وکذا حصۃ ایضاً علی الصحیح من مذہب الامام کی فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتناق کے مانند ہے اس واسطے کہ تدبیر بھی اعتناق کے مانند محتمل البطلان نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی جب کہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدوں ولد کے کذا فی الملحق وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہے ونقل فی الدرر والمنع عن الہدایۃ علی خلاف مافی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اس کو درر اور منع الغفارہ میں ہدایۃ برخلاف اس قول کے جو کافی میں مبسوط سے نقل ہے ہم درر میں ہدایۃ سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کو تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پھیر دے چنانچہ موت میں انتہی اور کافی میں مبسوط سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیر دے نہ اس کی ماں کا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر طحاوی نے کہا اتقانی نے ہدایۃ میں اعتراض کیا ہے کہ محمدؐ نے امامؑ سے جامع صغیر اور اصل یعنی مبسوط میں تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاوے گا اور اسی طرح کرنی اور طحاوی نے اپنے مختصر میں اور اسی طرح شمس الائمۃ بیہقی نے شامل اور کفایہ میں اور ابواللیث نے شرح جامع صغیر میں تو ظاہر ہوا کہ ہدایۃ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اس نے اس کی تصریح کی ہے چنانچہ غری زادہ نے اس کو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاه بعد عتقہا دمو تھا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واکتفیابرد حصۃ وقیل لا یرد حصۃہا فی الاعتناق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اس کی ماں کے یا اس کی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اس پر ثمن پھیر دینا لازم آوے گا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اعتناق میں بالاتفاق پھیرا نہ جاوے انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم جہاں قول کو مواہب میں ضعیف کہا ہے وہی قول معتد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی ولو ولدت الائمۃ المذكورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ مشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا محلاً لامر علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جی دو برس سے زیادہ مدت میں بیع کے وقت سے اور بائع نے اس کے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کر کے ثبوت نسب میں مشتری کی

تصدیق کی اس واسطے حاجت ہوئی کہ علق ولد کا بائع کی ملک میں بایقین واقع نہیں ہو اس واسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہیں ہوتی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی اس واسطے وہ لونڈی نہ ہوئی کہ استیلا د بائع کی ملک میں نہیں ہو بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہو یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہو گا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک بھڑے گا اور نسب اس کا بائع سے ثابت ہو گا اور اگر بعد بیع پورے دو سال میں لونڈی جنے گی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً بقی لو ولدت فیما بین الاقل والاكثر ان صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین میں یعنی سات مہینے سے تینیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اس کا حکم اول کے مانند ہے یعنی ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علق رہا ہو گا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نہ کی اس طرح پر کہ اس کی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہ ہو گا و لو تنازعاً فالقول للمشتري اتفاقاً وکذا البیہ نہ عند الثاني خلاف الثالث شریکاً لایہ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول در صورت عدم بینہ مقبول ہو گا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہیں ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشریک لایہ وشرح الجمع وفیہ لو ولدت عند المشتري ولین احدہما لدون ستہ اشہر والاخر لا کثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق مشتری اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت میں پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بائع سے ثابت ہو گا بدو تصدیق کرنے مشتری کے ہم اس صورت میں نسب دونوں کا ثابت ہو گا جب کہ دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اس واسطے کہ وہ دونوں تو امین ہیں کہ ایک لطف سے پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوی بائع کا بلا تصدیق محقق ہو گیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی حاجت نہ ہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائے گا باع من ولد عندہ وادعاه بعد بیع مشتری یہ ثبت نسبہ لکن العلق فی ملکہ و رد بیعہ لان البیع یحتمل النقصان بائع نے اس ولد کو بیچا جو اس کے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اس کو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اس کی فرزند کی دعوی کیا تو اس کا نسب ثابت ہو گا بسبب ہونے علق کے بائع کی ملک میں اور بیع اس کی پھر جائے گی اس واسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حتی دعوت محتمل نقص نہیں لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد اور بہنہ او آجرہ او کاتب الام اور بہنہ او آجرہ او زوجہا ثم ادعاه فثبت نسبہ وترد بذہ التفرقات بخلاف الاعتاقی کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اس کی ماں کو مکاتب کیا یا اس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اس کا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع نے اس کی فرزند کی دعوی کیا تو اس کا نسب بائع سے ثابت ہو گا اور یہ تفرقات مذکورہ یعنی کاتب اور رہن اور اجارہ او نکاح پھر ڈالے جاویں گے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کر دے گا تو رد نہ ہو گا اس واسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہیں باع احد التوا مین المولودین یعنی علق اولد عندہ واعتمقه مشتری ثم ادعی البائع الولد الاثر ثبت نسبہما و بطل عتق مشتری بامرفوقہ و ہو حرۃ الاصل لانہما علقانی ملک حتی لو اشترا با حبلی لم یبطل عتقہ لانهما دعویۃ تحریر فتقتصر علی غیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک نوام کو تو امین مولودین سے یعنی وہ تو امین جن کا علق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اس کو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جس کی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہو گا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائے گا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے

عق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنی اور عتیق حریت عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوی سے اس واسطے ثابت ہو گیا کہ دونوں کا علوق بائع کی ملک میں رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور بعد اس کے وہ دو توام جینی اور مشتری نے ان میں سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اس کو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتیق باطل نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلا د اس واسطے کہ علوق اس کی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور ہوگی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ثم قال وحیلہ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انه ابن عبده فلان فلا تصح دعواه ابد المجتبی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کینز بیعہ کا ولد میرے فلان غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہ ہو گا کبھی کذا فی المجتبی یعنی اس واسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں وقد افاده بقوله قال عمرو لصبی معه اومع غیرہ عینی ہوا بن زید الغائب ثم قال ہوا بنی لم یکن ابنہ ایداوان وصلیۃ محمد زید بنوۃ خلا فالہا لان النسب لا یحتمل النقص بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اس کے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اس کا بیٹا کبھی نہ ہو گا اگرچہ زید مذکور اس کی فرزند کی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اس واسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہیں یہاں تک کہ اگر زید عمر کی تصدیق کرے بعد اس کی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر صحیح نہیں اس واسطے کہ جب اس کا اقرار باطل ہو گیا مقر کے انکار سے تو گویا اس نے اقرار ہی نہ کیا تھا ولذا قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال یس منی لا یصح نفیہ لانه بعد الاقرار بہ لا یتنفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیاً ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ ملا خسر و کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنی چونکہ نسب محتمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اس کی نفی صحیح نہیں اس واسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہو سکتی نفی کرنے سے تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسر نے جیسے کہ بیان کیا ہے اس کو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسر و صاحب در نے کہا عمادیہ میں یوں ہے کہ (قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہون منی صح ظاہراً) یہ سہو ہے کاتب اول کا اس واسطے کہ تعلیل عمادی اس کو مقفنی ہے کہ یہاں تین عباراتیں ہوں پہلی عبارت مفید اثبات فرزند ہی ہو اور دوسری عبارت اس کی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط دوسری عبارتیں ہیں شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کی ظاہر میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہیں ثبوت نسب میں اس واسطے کہ بعد اقرار نسب کے اس کی نفی کر کے نفی نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی مختصراً و ہذا اذا صدق الابن و اما بدوۃ فلا الا اذا عاد الابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب صغیر اس صورت میں ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدوۃ اس کے تصدیق کرنے کے نسب ثابت نہ ہو گا مگر اس صورت میں جبکہ بیٹا دوبارہ اس کی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم تفصیل دیاں جاری ہے جہاں صغیر اپنا حال بیان کر سکتا ہو و لو انکر الاب الاقرار فہر بن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اس کے اقرار پر تو مقبول ہے و اما الاقرار بانہ اخوہ فلا یقبل لانه اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو بلا تصدیق اس کے کیونکر مقبول ہو قروع مسائل ملحقہ شارح کے لوقال لست وارث ثم ادعی انه وارث وہین جہت الارث صح اذ لکننا قضی فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں اس کا وارث نہیں ہوں پھر اس نے دعوی کیا کہ میں اس کا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ نسب میں تناقض ممتنع ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہیں جب تک جہت ارث بیان نہ کرے انتہی یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ و لو ادعی

نہ کہا یہ ولد مجھ سے نہیں پھر کہا کہ وہ مجھ سے ہے تو درست ہے

بنوۃ العلم لم یصح ما لم یشکر اسم الجداور چچا کی فرزندگی کا دعویٰ کیا یعنی یوں کہا کہ وہ میرا چچا بجائی ہے تو دعویٰ صحیح نہیں جب تک دادا کا نام بیان نہ کرے
 ولو برہن انہ اقرا فی ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا علی خصم ہو وارث اودائن اودیون اوموصیٰ کہ اور اگر گواہ لایا اس پر کہ اس نے اقرار
 کیا ہے کہ میں اس کا بیٹا ہوں تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اس کے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہیں مگر خصم پر یعنی وارث
 یا دائن یا دیون یا موصیٰ کہ پر یعنی جس کے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر جلالید علی قالا بیہ وہو مقربہ اولافلہ اثبات نسبہ بالبیئۃ عند القاضی
 بحضرة ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اس پر اپنے باپ کے کسی حق کا دعویٰ کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقرر ہو یا منکر تو اس کو چاہیے کہ نسب کا
 اثبات کرے گواہوں سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیہ فلو اقربہ امر بالدفع الیہ ولا یكون قضاء علی الاب حتی لو جاء
 حیاً یا خذہ من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعویٰ کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اس کا اقرار کیا یعنی اس کی فرزندگی کا تو اس
 کو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہیں اس کے باپ پر یہاں تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع
 بیٹے سے لے ولو انکر قبیل للابن برہن علی موت ایک دانک وارثہ ولا یکن والصیح تحلیف علی علم بانہ ابن فلان وانہ مات ثم یكلف الابن للبیئۃ بذلک و
 تمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندگی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے
 باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اس کا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اس کی تحلیف ہے علم پر اس
 طرح کہ وہ فلا نے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا یعنی مدعا علیہ یوں قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ تو فلا نے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند
 مکلف ہوگا اس پر گواہ لانے کے لیے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اس پر اقامت بیہ اپنے دعویٰ پر لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع
 الفصولین میں ہے ستائیسویں فصل سے ہم جامع الفصولین میں باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقرر ٹھہرے
 گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لی جائے گی نہ علم کی انتہی ملخصاً یہ بیان اٹھائیسویں فصل میں ہے نہ ستائیسویں کذا فی الخطاوی
 ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبیدی وقال الکافر ہو ابنی فهو حر ابن الکافر لنسبہ الحرۃ حالاً والا سلام ماکلا اور اگر ایک بچہ کا
 ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اس کے حاصل
 کرنے کے آزادی کو بالفعل اور حصول انجام کار کو یعنی دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہیں تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنی
 مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام تو اس کو بالیقین حاصل ہوتا لیکن اس کو آزادی حاصل نہ ہوتی وجزم ابن الکمال ہانہ یکن مسلماً لان حکمہ حکم
 دار الاسلام وعزاه للتحفہ فلیحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اس پر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اس واسطے کہ اس کا حکم دار الاسلام کا حکم ہے
 اور نسبت کیا ہے اس قول کو تحفہ کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأۃ لصبی معہما ہو ابنی من غیرہا وقالت ہو ابنی
 من غیرہ فهو ابنہما ان ادعیامعا والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے وہ میرا بیٹا ہے اس
 عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس کے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے سادھی دعویٰ
 کیا اور اگر سادھی دعویٰ نہیں کیا تو اس میں تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ہم تفصیل مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعویٰ کیا تو وہ اس کا بیٹا
 ٹھہرے گا اور عورت سے تو اگر اس کی زوجہ بعد اس کے دعویٰ کرے تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر عورت نے اول دعویٰ کیا پھر زوج
 نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح
 ظاہر نہیں تو عورت کا قول معتبر ہے اور اس کا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت میں ہے جب کہ لڑکا اپنا حال بیان نہ کر

سکتا ہو اور اگر بیان کر سکتا ہو اور وہاں رقیبت ظاہر نہ ہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جس کی وہ تصدیق کرے گا اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی عن السراج ملخصاً و بذلک غیر معبر والا بان کان معبراً فهو لمن صدقہ اور یہ یعنی دونوں کا ولد ہونا اس وقت سے جبکہ طفل اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو یعنی بیان کر سکتا ہو تو وہ لڑکا اس کا ہے جس کو وہ پہچانے لے لان قیام ایہما و فراشہما یفید لہ منہما اس واسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنی زوجیت اس کی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے ہم طحاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فہما و بنہما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی و لو ولدت امہ اشتراکاً فاستحققت غرم الاب قیمتہ الولد یوم الخصومتہ لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جس کو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جینی پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اس کی خصومت کے دن بھڑے اس واسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری بدعوی فرزند کی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دے گا و ہو حرم لانه مغرور و المغرورین یطأ امرأۃ معتدا علی ملک یمین او نکاح قتلہ ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اس واسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے محبت کرے اس کی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جینی پھر وہ مستحق غیر نکلی فلذا قال و کذا الحکم لو ملکھا بسبب آخر بای سبب ان یمتی کما تو تزوجھا علی انھا حرة فولدت ثم استحققت غرم قیمتہ ولده سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اگر عورت کا مالک ہو کسی اور سبب سے سو اے خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العلینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اس کا لڑکا جینی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومتہ فلا شیء علی ابیہ لعدم المنع کما مر وارثہ لانه حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اس کے باپ پر لازم نہیں ہو اسلئے منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اس کے والد کو ہے اس واسطے کہ ولد حر اکی ہے باپ کے حق میں تو وہ اس کا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ و قبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم الاب قیمتہ للمستحق کما لو کان جیسا سو اگر ولد کو اس کے باپ نے قتل کیا یا اس کے سو کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اس کا خون بہا بقدر اس کی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اس کی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا در صورت حیات ولد و لو لم یقبض شیئاً لاشیء علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ علینی اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھ خون بہا نہ لیا تو اس پر کچھ تاوان نہیں اور اگر اس کا خون بہا اس کی قیمت سے کمتر لیا تو اس پر تاوان اس کی مقدار کے موافق لازم آوے گا کذا فی العلینی و رجع بہا اے بالقیمتہ فی الصورتین کما یرجع بثمنہا ولو لا لکتہ علی بائعہا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بھر لے دونوں صورتوں میں یعنی ایک ملک اور تزوج میں جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے بھر لے اگرچہ لونڈی مر گئی ہو یعنی اگر لونڈی مشتری کے پاس جینی پھر اس نے مستحق کو اس کی قیمت اور اس کے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اس کا ثمن اور ولد کی قیمت بھر لے و کذا لو استولد بالمشتری الثانی لکن انما یرجع المشتري الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواہب و غیرہ اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھر لے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھر لے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب و غیرہ لا یعقر بالذی اخذ منہ المستحق للزوم باستيفاء منافعتها کما مر فی بابی المراجعة والاستحقاق مع مسائل التناقص وغالبہا مر فی متفرقات القضاء ویجئ فی الاقرار نہ پھر لے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المراجعة والاستحقاق میں تناقص کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضاء کی متفرقات میں گذر گئے اور کتاب الاقرار

میں بھی اس کا ذکر آوے گا فروغ مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے ہم منجملہ مواضع تحقیقہ اقرار رضائے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اس کا دعویٰ خطا میں صحیح ہے اور بعد اس کے اس کا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہ ہوا ہو اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا دعویٰ کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعویٰ مسموع ہے کہ ان کا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور بجهت خفائے بزیت کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایک کپڑا رو مال میں پٹا کر ایسے پڑ لیا پھر جب اس کو کھولا تو بولایا میرا ہے تو دعویٰ مسموع ہے یا وجود تناقض اور اس پر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی یہ کذا فی الطحاوی عن حواشی الاشباہ لا تسمع الدعوی علی غریم میت دعویٰ مسموع نہیں میت کے غریم پر غریم یعنی دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں دائن میت ہے اور جموی نے اس کو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلم لہ فانہا تسمع علیہ لکنہ زائد غریم میت پر دعویٰ مسموع نہیں مگر جب کہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہب کرے اور اس کے قبض میں کر دے تو اس پر دعویٰ مسموع ہو گا ثلث مال پر زیادہ ہونے سے یہ استثنا منقطع ہے بزانیہ میں ہے کہ جس کے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ ختم ہو سکتا ہے کذا فی الطحاوی لا يجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرہن فیتمکن من الرد فی الوسی اذا علم بالمدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا یا وجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر بیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اس کے پھیر دینے پر یعنی مدعا علیہ اس بیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعویٰ وصی میں انکار جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابوالسعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہر دو قول ہیں یعنی جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحاوی لا تخلف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق بیع ودعوی ابق قسم نہیں برہان کے ساتھ مگر تین مسئلوں میں دعوی دین میں میت پر اور استحقاق بیع میں اور دعوی عید ابق میں ہم تنویر الاذیان میں بزانیہ سے ہے کہ جس نے میت پر دین کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یوں قسم لے کہ واللہ میں نے دین نہیں پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اس کی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اس کی میرے پاس گرہ ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ میں نے اس کو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور میں نے کسی کو اس پر حوالہ کیا انتہی اور جب کہ بیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہوں سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یوں قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اس کو نہیں بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوت ابق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گرختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اس نے اس کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اس کا غلام ہے تو اس شخص سے قسم لی جائے کہ وہ غلام ہنوز اس کی ملک میں باقی ہے یا ہر بہ سے اس کی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم کھائے تو اس کو دیا جائے اور یا وجود برہان قسم اس واسطے مدعی پر لازم آئی تاکہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اس کی رعایت حال ہو کذا فی الطحاوی الا فترار لایجامع البینۃ الا فی اربع وکالات ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی ابق اقرار مجتمع نہیں ہوتا بینہ کے ساتھ یعنی جب مدعا علیہ نے دعویٰ کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہیں ثبوت دعویٰ میں مگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں میت پر استحقاق عین میں مشتری سے اور غلام گرختہ کے دعویٰ میں ہم یہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا ذیل ہے جو میرے ادھر ہے تو ذیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اس واسطے کہ اگر مدیون گواہوں کے اس کو دین دے گا تو مدعا علیہ کو ضرر ہو گا اس واسطے کہ وہ بری الذمہ نہ ہو گا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور

وصایت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلاں بن فلاں نے مجھ کو وصی کیا اور وہ مر گیا اور اُس کا اُس پر اتنا ہے پھر مدعا علیہ نے اُس کی تصدیق نہ کی تو قاضی اُس کی وصایت کو ثابت نہ کرے اُس کے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لادے اس واسطے کہ اگر اُس کو مال دے گا تو بری الذمہ نہ ہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے بعض درتہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اُس کے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لادے تاکہ اُس کا حق تمام متروکہ سے متعلق ہو جائے اور اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اُس کے مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے دین کے حق میں اور استحقاق عین کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ٹن پھیر نہیں سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ٹن پھیر لے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العام جائز ہے تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد الباق کے دعوی کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اُس کے پاس ہے وہ میرے پاس بھاگ آیا ہے اور اُس نے اس کا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الطحاوی لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتم القاضی وصی یتیم ومتولی وقت ذی رہن مجہول ودعوی ترقی وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہیں مگر چھ صورتوں میں جب کہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو قسم جانے اور رہن مجہول میں اور سررقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی میں ہم ایک شخص نے دعوی کیا کہ اُس نے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ میں نے کچھ دین ادا کیا مگر مجھے کو یاد نہیں کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اُس کی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہے ویسی ہی استخلاف کی مانع ہے لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف میں کچھ شبہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونوں سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتب نے اُس کا انکار کیا تو مرتب سے قسم لی جائے بعض علمائے نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علماء نے کہا کہ ان مسائل میں سماع دعوی مع الجہالت متفق علیہ ہے مگر ودیعت اور غصب اور سررقہ کے دعوی میں بیان قیمت بعض مشائخ نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ملخصاً لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البر قال وہی غریبۃ یجب حفظها اشباہ وقلت وہی ما لوقال المغصوب منه کانت قیمتہ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادرو لکنہا لا تبلغ مائۃ صدق یتیمہ والزم بیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منه ایضاً ان قیمتہ مائۃ ولو ظہر غیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نہ کھائے جب کہ مدعا علیہ قسم کھا چکے مگر ایک مسئلے میں جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی میں مذکور ہے قسم ہے مدعی پر صاحب بچرنے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہے اُس کا یاد رکھنا واجب ہے کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور مسئلہ مذکور یہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت تنو حق اور غاصب نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا لیکن اُس کی قیمت سو تک نہ پہنچی تھی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اُس کی قسم کھانے کے ساتھ اور اُس پر بیان قیمت لازم کیا جائے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھائے یعنی یوں کہے واللہ اُس کی قیمت سو درم نہ تھی پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لی جائے کہ اُس کی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بعد اس کے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑے یعنی بعوض دراہم مدفوع چاہے اُس کی قیمت لے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے ہم اگر مدعی قسم کھائے کہ واللہ اُس کی قیمت سو درم تھی تو غاصب سو درم لے گا اور غاصب خواہ قسم کھائے یا نہ کھائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہ ہوگا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نہ کھائے کذا فی الطحاوی ۔

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں م اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ (ولیس الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ثابت ہے تو اگر اقرار قبول نہ ہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ ان المدعی علیہ انا منکر او مقدر ہو اقرب لغیۃ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر و دعوی مدعی ہے یا مقرا و ردہ یعنی اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعویٰ میں اور مقرا کا صدق اپنے اقرار میں اس واسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا جس میں اس پر یا اس کے مال پر ضرر ہو تو حجت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے ہونکہ الاثبات يقال قرأتی اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت میں بمعنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قرأتی شے جب کہ شے ثابت اور مستقر ہو و شرعاً اخبار حق علیہ للغير من وجہ النشاء من وجہ قید لعلیہ لانہ لوکان لنفسہ یون دعوی لا اقراراً اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقرب ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشاء ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقرب ہے مقید کیا اس واسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوی ہوگا نہ اقرار اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثم فرع علی کل من الشبہین پھر مصنف نے تفریع کی دونوں شبہوں پر ہم یعنی جو کہ اقرار اخبار اور انشاء دونوں کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا اور بعض جزئیات میں انشاء کا حکم دیا گیا فلو وجہ الاول وہو لا اخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغير مدعی اقرب ملک الغير ملزمہ تسلیم الی المقر او الملک برہ من الزمان لتناذہ علی نفسہ ولوکان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقرا کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اس کو تسلیم کرنا اس مال کا مقر کہ لازم ہوگا جب کہ مقر اس مال کا اندک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح نہ ہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اس کا مالک ہوا کسی وقت میں تو اس پر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے معنی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلے سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعویٰ کیا غیر کے قبضے میں پھر ایک شخص نے اس کی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہ ہوئی تو شاید اس چیز کا مالک ہو تو اس کو تسلیم الی المدعی کا حکم ہو گا فی الانشاء اقرار تجزیہ بعد ثبوت مدعی علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ وارث شراہ او در شہادت وقفاً مواخذہ کہ بزمہ اور انشاء میں ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اس کو خرید کیا تو وہ غلام اس پر آزاد ہو جائے گا اور اس کا ثمن بائع سے نہ پھر لے سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اس کو خرید لیا یا اس کا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائے گا۔ اس کے زعم پر مواخذہ کر کے مجموعہ میں اس واسطے نہ ہوگا کہ اقرار فقط مقرب حجت ہوتا ہے نہ غیر بلایصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرراً ولوکان انشاء صح لعدم التخلف اور صحیح نہیں اس کا اقرار بطلاق وعتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح ہوتا بحجت عدم تخلف کے مطلقاً اور عتاق کا اقرار ازراہ

ملہ ایک نسخے میں اس کے بعد فقال ہے ۱۲

راہ زبردستی اس واسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اگر وہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اس کے مدلول لفظی و منعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور اگر انشاء ہوتا تو تخلف صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ انشاء میں مدلول لفظی و منعی کا تخلف مستح ہے و صحیح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ والمسلم بخبر و نصف دارہ مشاعاً والمرأۃ بالزوجۃ من غیر شہود ولو کان انشاءً لاصح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اس کے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور اپنے گھر میں نصف مشاع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عودت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہ ہوتا م در صورت انشاء ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اس واسطے صحیح نہ ہوتا کہ اس کا اقرار تبرع ہوتا اس کی جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہیں اور حیب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اس کو حکم ہوگا کہ مقررہ کو تسلیم کرے اور اگر انشاء ہوتا اقرار تو لازم آتی تملیک شراب کی جانب سے اور حالانکہ مسلم نے شراب کا مالک ہو سکتا ہے نہ غیر کو مالک کر سکتا ہے اور نصف دار مشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اس کے اخبار ہونے کے اور اگر انشاء ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قیمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور ایضاً زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلا شہود صحیح نہ ہوتا ولا تسمع دعواه علیہ بان اقرہ بشئ معین بناء علی الاقرار کہ بذلک یعنی لانا اخبار محتمل الکذب حتی لو اقر کا فبالم یحل لان الاقرار لیس سبباً للملک نعم لو سلم برضاه کان ابتداءً بہتہ و ہوا الادب بزاتیہ اور مسموع نہیں دعویٰ مقررہ کا اس طرح کہ اس نے اس کے واسطے شے معین کا اقرار کیا بنا بر اس اقرار کے اسی قول کا فتویٰ ہے اس واسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہاں تک کہ اگر بھوٹا اقرار کرے تو مقررہ کو وہ چیز حلال نہیں یعنی اس کو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اس واسطے کہ اقرار ملک ہونے کا سبب نہیں ہاں اگر مقرانی خود شے مقررہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتداء بہتہ بظہر ہے اور یہی قول ادب اور مدلل تر ہے کذا فی البرازیۃ الا ان یقول فی دعواه ہو ملکی و اقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا و کذا اقرب فتسمع اجماعاً لانا لم یجعل الاقرار سبباً للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعویٰ میں یوں کہے وہ شے میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اس کا اقرار بھی کیا ہے میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا اس پر اتنا ہے اور اسی طرح اس نے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعویٰ مسموع ہوگا بالاتفاق اس واسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں ٹھہرایا مگر لو اقرار بل یحلف الفتویٰ انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعویٰ ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے قسم لی جائے گی یا نہیں فتویٰ یہ ہے کہ اس سے اقرار پر قسم نہ لی جائے گی بلکہ مدعا پر قسم لی جائے و اما دعویٰ الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامة اور اقرار کا دعویٰ تو دفع میں جمہور فقہاء کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کئے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اس کا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں یا عین مدعا مدعا علیہ کی ملک ہے تو دعویٰ مسموع اور اگر گواہ مقبول ہیں وللو وجہ الثانی دہوا الانشاء لورد المقرہ اقرارہ ثم قبل لاصح ولو کان اخباراً لاصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشاء ہونے اگر مقررہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اس کے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا م اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں اقرار رد ہو جاتا ہے رد کہ دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کہ دینے سے رد نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو اس میں اگر اقرار کرے گا اور بعد رد کرنے کے مقررہ اس کا دعویٰ کرے گا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے رد کرنے سے تو اگر مرد نے عودت سے کہا کہ میں نے تجھے کل نکاح کیا عودت نے کہا کہ نہیں پھر کہ ہاں اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اس واسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اس لئے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ مجبوراً انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عودت کی تصدیق بعد کذب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و ما یجوز فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کرنے سے ولو اعدا المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ لام اقرار آخر اور اگر مقررہ نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقررہ نے اس کی تصدیق کی تو اس کو لازم ہوگا اس واسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہے جس کی تصدیق ہوئی اور اقرار مرد و دواور تھا

ثم لو اقر اقراره الثاني لا يحلف ولا تقبل عليه بينة قال البهائم والاشبه قبولها واعتمد ابن الشحنة واقراءه الشربلاي پھر اگر مقرر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور مقرر کے گواہ اس پر مقبول نہ ہوں گے قاضی بدیع استاد صاحب قنیه نے کہا اور اشبه بقواعد فقہ قبول بینہ ہے اور ابن شحنة شارح رہبایہ نے اس پر اعتقاد کیا ہے اور شربلاي نے اس قول کو ثابت رکھا ہے والمملک الثابت به بالاقرار لا یطهر فی حق الزوائد المستحکة فلا یملکها المقر له ولو اقرار المملکة او جزء ملک اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستحکہ کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقرر ملک نہ ہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو ان کا مالک ہوتا مثلاً زید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور پھل اس کے باغ کے تیار تھے سو اس نے توڑے اور اپنے تصرف میں لایا تو تو زید پر اس کا ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشاء ہے گویا اس نے فی الحال خالد کو مالک کیا اقرار حرر مکلف یقظان طائفاً او عبد او صبی او متوہ ما ذون لهم ان اقر باجبارۃ کا قرار مجبور بحد وقود والا بعد عتق ونام وفعی علیہ کیجوز ویسجی السکران ودر الکمرہ بحق معلوم او مجبور صلح حق معلوم یا مجبور کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ما ذون یا صغیر ما ذون یا محتوہ ما ذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ما ذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہے جیسے عبد مجبور غیر ما ذون کا اقرار حد اور قصاص میں صحیح ہے اگر عبد مجبور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اس کا مواخذہ بعد اس کے آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور منعی علیہ مجنون کے مانند ہے جس کا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق میں بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں م عبد اور صغیر اور محتوہ ما ذونین کا اقرار مال میں صحیح ہے اس واسطے کہ یہ ضروریات تجارت سے ہے اور اگر ان کا اقرار صحیح نہ ہو تو کوئی شخص ان سے معاملہ نہ کرے تو جو امر متعلق تجارت ہے وہ اذن میں داخل ہے چنانچہ دیون اور عیاری اور مضاربات اور غصب اور جو امر متعلق تجارت نہیں چنانچہ مہر اور خیانت اور ضمانت اس میں ان کا اقرار صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لان جهالة المقر به لا تقصر الا اذا بین سبباً لقصره لجهالة کیسح واجارة اقرار حق مجبور کا اس واسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی مقرر نہیں کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جس کو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ م اقرار مجبور اس واسطے صحیح ہوگا کہ گاہے مقرر حق مجبور لازم آجاتا ہے اس طرح کہ اس نے کچھ مال تلف کر ڈالا جس کی قیمت اس کو معلوم نہیں مال بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلاً اقرار کیا کہ اس نے فلاں سے کوئی چیز بیع کی یا اسجارہ رکھی یا کوئی چیز خریدی تو اقرار صحیح نہیں اور مقرر جبر نہ ہوگا تسلیم کا دام جہالت المقر فقہر بقولہ علی احدنا فک الف دراهم لجهالة المقضی علیہ الا اذا جمع بین عبده ولفسه فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہے چنانچہ مقرر کا یوں کہنا کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص پر ہزار درہم تیرے ہیں بسبب نہ معلوم ہونے اس شخص کے جس پر ہزار درہم کا حکم کیا جائے مگر جب کہ مقرر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقرر کی صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے یوں اقرار کیا کہ تیرے پانچ درہم ہیں مجھ پر یا میرے غلام پر تو صحیح ہے اس واسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر وکذا قصر جهالة المقر ان غششت کو احد من الناس علی کذا اور اسی طرح مقرر کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ لوگوں میں سے ایک شخص کا مجھ پر اتنا مال ہے والا لا کلا احد ندین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجهالة المدعی بحد وتقده فی الدرر وکن باختصار محل کا بینہ غری زادہ اور اگر مقرر کی جہالت فاحش نہ ہو تو ضرر نہیں کرتی چنانچہ باقرار کہ ان شخصوں میں سے ایک شخص کا میرے اور پرتا ہے تو صحیح ہے اور مقرر جبر نہ کیا جائے گا بیان کرنے پر بسبب مجبور ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اس کو درمیں نقل کیا ہے لیکن باختصار محل چنانچہ غری زادہ نے بیان کیا ہے م مثال مذکور میں اس واسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہیں دو شخصوں سے اور ایسی صورت میں امر ہوگا یاد کرنے کا اس واسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقرر مجبور بھی جاتا ہے صاحب درم کی نقل میں خلل یہ واقع ہوا کہ اس نے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور غری زادہ

ذ فی البدائع

کا حامل بیان یہ ہے کہ مقرر پر جبر اس صورت میں ہے جب کہ مقرر مجبور ہو کہ مقرر کی جہالت میں اس واسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہاں مجبور ہے کذا فی الطحاوی ولزمہ بیان ماہل کثرت حق بذی قیمتہ کفلس وجوزہ لا بالاقیمۃ لکجہ حنطہ و جلد میتہ و صبی حر لاند رجوع فلا یصح اور مقرر کو لازم ہوگا کہ اس مقرر کا بیان کہ جس کو اس نے مجبور بیان کیا مانند شے اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ ایک دانہ گیہوں کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد اس واسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہ ہوگا مگر جب کہ مقرر نے حق مجبور کا اقرار اس طرح کیا کہ زید کی مجھ پر کچھ چیز ہے یا حق تو اس پر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زبطی میں ہے کہ اگر مقرر نے یوں بیان کیا کہ میں نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کو عرف میں حق نہیں بولتے اور یہی حق لائق اعتماد کے ہے و القول للمقرر مع حلفہ لانه المنکر ان ادعی المقر له اکثر منه ولا ینتہ اور مقرر کا قول مقبول ہے اس کی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقرر اس کے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعوے کرے اور اس کے گواہ نہ ہوں ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال اور تصدیق نہ ہوگی مقرر کی ایک درہم سے کمتر میں اس اقرار میں کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اس واسطے کہ درہم سے کمتر کو عرف میں مال شمار نہیں کرتے ومن النصاب اے نصاب الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیر فنصاب السرقة و صح فی مال عظیم لوبین من الذہب والفضة اور اگر مقرر نے اقرار کیا کہ مجھ پر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان میں اس کی تصدیق نہ ہو کذا فی الاختیار اور بعضوں نے کہا اگر مقرر محتاج ہے تو نصاب سرقة سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی اور اس قول کی بھی تصدیق ہوئی ہے م نصاب زکوۃ کو مال عظیم اس واسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرعاً لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقر اس پر واجب ہوگی اور عرف میں بھی اس کو غنی کہتے ہیں ومن خمس وعشرین من الال لانا ادنی نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور یوں بولا کہ مجھ پر مال عظیم ہے اونٹوں سے اس واسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لی جاتی ہے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ میں جس میں ایک بکری لی جاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر میں زکوۃ ہم نصاب نہیں لی جاتی اتنے پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار اخذ جانس پچیس ہی اونا سے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمتیہ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی غیر مال زکوۃ میں م یعنی جس مال میں زکوۃ واجب نہیں اس کو مال عظیم کے بیان میں ذکر کیا اس طرح کچھ پر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہاں نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اس نے آٹھ ثیاب یا اتنی کتابیں ذکر کیں جن کی قیمت دو سو درہم چاندی یا سات مثقال سونا نہیں تو اس کی تصدیق نہ ہوگی ومن ثلثۃ نصاب فی اموال عظام و لوفسره غیر مال زکوۃ اعتبر قیمتیہ کمرا و تین نصابوں سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی اس قول میں کہ علی اموال عظام یعنی مجھ پر بڑے مال ہیں اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی ثیاب وغیرہ ہے کرے گا تو تین نصابوں کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا م اموال عظام میں تین نصاب اس واسطے معتبر ہوئیں کہ تین اول جمع ہیں و فی درہم ثلثۃ اور درہم میں تین درہم سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی یعنی اگر یوں اقرار کیا کہ مجھ پر درہم ہیں تو تین درہم سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی بدلیں گذشتہ و فی درہم اور دنا میرا ثیاب کثیرہ عشرۃ لانا نہایت اسم الجمع اور اس اقرار میں کہ مجھ پر درہم کثیرہ یا دنا کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہیں دس درہم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہوں گے اس واسطے کہ دس مثلاً اسم جمع ہے تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے م عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یوں کہتا (لانا اقل مدلول جمع اکثرہ) تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہے احد القولین پر کذا فی الطحاوی و کذا درہم علی المتمد اور اس اقرار میں کہ علی کذا درہم ایک درہم لازم ہوگا بقول معتد ولو خففہ لزمہ مائۃ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے مفسور کہا

اس لئے کہ دس جمع کثرت کی مصداق کا اور نہ مرتبہ ہے ۱۲

اس طرح کہ علی کذا دریم تو سود دریم لازم ہوں گے و فی دریم اور دریم عظیم دریم والمعتبر الوزن المعتاد لا بحتہ نہ ملعی اور اس اقرار میں کہ علی دریم بلفظ تصغیر یا یوں کہا کہ علی دریم عظیم ایک دریم لازم ہوگا اور دریم کا وزن وہ معتبر ہے جو اس شہر میں رائج اور معتاد ہو مگر محبت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی م یعنی تصغیر اور عظیم میں پورا دریم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ و کذا کذا دریم یا احد عشر اور اس اقرار میں کہ علی کذا کذا دریم یا دریم لازم ہیں م اس واسطے کہ وہ عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقرر نہ مذکور کئے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہے اور اکثر تسعہ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اس کی بیان پر موقوف ہے کذا فی المنع و کذا احد وعشرون لان نظیرہ بالواحد وعشرون اور اس اقرار میں کہ علی کذا کذا دریم یا مقرر پر اکیس دریم لازم ہیں اس واسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہے م اگر شارح یوں کہتا کہ اقل نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الخطادی ولو قلت بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیرہ نحل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقررین یا ربوب لا بدوں واو کے اس طرح کہ علی کذا کذا کذا تو واحد عشر یعنی گیارہ لازم ہیں اور اس عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہیں تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا و معهما مائۃ واحد وعشرون اور اگر کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علی کذا کذا کذا تو مائۃ واحد وعشرون لازم ہیں یعنی ایک سو اکیس م اس واسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھ مائۃ واحد وعشرون ہے کذا فی الدرر والربح مع الواو زید الف اور کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علی کذا کذا کذا کذا کذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اس طرح کہ الف و مائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہوں گے اس واسطے کہ یہی اس کا نظیر ہے عدد مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمس زید عشرة آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اس طرح کہ علی کذا کذا کذا کذا کذا کذا تو عدد سابق پر عشرة آلاف زیادہ ہوں گے اس طرح کہ عشرة آلاف والف و مائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس و لو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا اچھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائۃ الف و عشرة آلاف والف و مائۃ واحد وعشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہوں گے و لو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف و مائۃ الف و عشرة آلاف والف و مائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس و کذا یعقبہ نظیرہ ابدا اور اسی طرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال علی اولہ قبلی فہو اقرار بدین لان علی للایجاب و قبلی للضمان غالباً اور بولا کہ علی یعنی اس کا مجھ پر یا یوں بولا کہ نہ قبلی یعنی اس کا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہے اس واسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہے اور لفظ قبلی ضمان کے واسطے غالباً مستقل ہے م قول اول اس واسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب میں مستقل ہوتا ہے اور محل ایجاب ذمہ ہے اور ذمہ میں دین ثابت ہوتا ہے علی لمور قبلی کا لفظ اگر کو ایجاب اور امانت دونوں میں مستقل ہوتا ہے لیکن ایجاب میں اس کا استعمال غالب ہے اور مطابق غالب الاستعمال کی طرف منحرف ہوتا ہے کذا فی الاتقان و صدق ان و ل بہرہ و ولعیتہ لہ بختہ مجازاً اور اس کی تصدیق ہوگی اگر اس نے اس کلام سے ہو و ولعیتہ کو ملایا اس واسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازاً و ولعیت کا بھی احتمال رکھتا ہے م اس واسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہے اور وجوب و ولعیت میں بھی متحقق ہے اس واسطے کہ ولعیت کا لفظ واجب ہے اور قبلی کا استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت میں بھی ہوتا ہے و ان فصل لا یصدق لتقرہ بال سکوت اور اگر ہو و ولعیتہ کو علی یا ربقی سے جدا کیا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی او معے او فی بیعتی او فی کیسی او فی صندوقی اقراراً امانتہ عملاً بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیعتی یا فی صندوقی اس کا اقرار ہے کہ وہ چیز امانت ہے عرف پر عمل کرنے سے یعنی اس کی چیز میرے نزدیک ہے یا میرے ساتھ یا میری کوٹھڑی میں یا میری تھیلی میں یا میرے صندوق میں ہے جمع مالی او مال ملکہ لہ او من مالی او من مالہ کی کذا نہ ہوتے

۱۲ سے کیونکہ اکیس اس کی ادنیٰ سی نظیر ہے ۱۳

لا اقرار اگر ہو لا کہ میرا سب مال اس کا ہے یا جس کا میں مالک ہوں اس کا ہے اور میرے مال سے یا میرے درامد سے اس کے اتنے ہیں تو یہ قول بہرہ ہے نہ اقرار ولو غیر یعنی مالی اور یعنی درامدی کا اقرار بالشکرۃ اور اگر یوں تعبیر کی کہ میرے مال میں یا میرے درموم میں اس کا اتنا ہے تو یہ شرکت کا اقرار ہے فلا بد لصحة التبعة من التسليم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے بہرہ صحیح ہونے کے واسطے تسلیم جمع مال میں بخلاف اقرار کے کہ اس کی صحت کے لئے تسلیم ضرور نہیں مگر جب کہ جمع مالی لہ یا مالک لہ بہرہ بھٹرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اس نے اپنا سب مال اس کو دے دیا تو بہرہ صحیح ہوگا والا غیر صحیح والا مل انتی اضاف المقربہ الی ملک کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہاں یہ ہے کہ جب مقرر نے مقرب کو اپنی ملک کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ بہرہ ہوگا اس واسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا اس کے منافی ہے کہ اس کو حمل کیجئے اقرار پر کہ وہ انبار ہے نہ انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور بہرہ ہو گیا تو اس میں وہ شرط ہوگی جو بہرہ میں شرط ہے اگر اس کو اپنی ذات کی طرف مضاف نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ ہذا المال لفلان یعنی یہ مال فلان نے شخص کا ہے تو یہ اقرار ہے نہ بہرہ ولا یرد مافی یتقی لانہا اضافۃ نسبتہ لملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہ ہوگا مافی یتقی کا اس واسطے کہ یہ نسبت اضافت ہے نہ ملک مائل اعتراض یہ ہے کہ مافی یتقی میں اضافت بیت کی مقرر کی طرف موجود ہے اور باوجود اس کے یہ اقرار ہے نہ بہرہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ ملک مقرر کی اضافت ملک نہیں بلکہ نسبت کی طرح اضافت ہے چنانچہ لکھنؤ کا مثلاً رہنے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہے تو یہ سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی والا ارض انتی حدودہا کذا لفظ فلان فانه ہبۃ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یكون مما یحتمل القسمۃ فی شرط قبضہ معزز انتہی للاضافۃ تقدیر بدلیل قول المصنف اقرار لا خرمین ولم یقبضہ کن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فیل یكون اقرار او تملیک فیغنی الثانی فی راعی فیہ شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکور پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلان نے طفل کی ہے اس واسطے کہ یہ قول بہرہ ہے اگر طفل نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو اس واسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موصوب اس قسم سے جو جس میں قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپ صغیر کو اس میں سے بعض بہرہ کرے نہ سب تو اس کا جدا گانہ قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اس واسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اضافت زمین کی مشکم کی طرف تقدیری ہے مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شے معین کا اقرار کیا اس شے کو اپنی طرف مضاف نہ کیا لیکن اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ شے مقرر کی ملک ہے تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسبت فقہیہ ہے کہ قول تملیک ہوگا تو اس میں شرائط تملیک کی مرعی ہوں گی سو اس کی طرف مراجعت کر م قاعدہ مذکور سے یہ مفہوم ہوتا کہ جب مقرب کو مقرب اپنی طرف اضافت نہ کرے تو وہ اقرار ہوگا نہ بہرہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم ارض اضافت اقرار ہو اور حالانکہ وہ بہرہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ میں اضافت صریح نہیں ہے لیکن اس میں اضافت تقدیری ہے گویا اس نے یوں کہا کہ میری وہ زمین جس کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلان نے طفل صغیر کی ہے اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہے کہ ملک اس زمین کی لوگوں کو معلوم ہے المحاصل اضافت الی غرض جو مقتضی تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگوں میں مشہور ہوتا کہ وہ مشکم کی ملک ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً قال لی علیک الف فقال اترزہ او انتقدہ او اجلنہ بر او قضیتک ایاہ او ابر اتنی منزہ او تصدقت بہ علی او ہبۃ لی او اخلتک بہ علی زید و نحو ذلک فہو اقرار لہ بہا لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک غرضی زادہ فکان جواباً ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار ہیں سو مخاطب نے کہا کہ ان کو وزن کر لے یا ان کو پرکھ لے یا ان کی محبہ کو بہت دے یا میں تجھ کو وہ دے چکا ہوں یا تو نے مجھ کو وہ معاف کر دئے ہیں یا تو نے مجھ کو وہ خیرات میں دئے ہیں یا ان کو تو نے مجھ کو بہرہ کر دیا ہے یا میں نے تجھ کو وہ زید سے دلائے ہیں اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہے مقرر کے واسطے ہزار کا بسبب مجھ نے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب مثالوں میں کذا ذکرہ غرضی زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنی اثبات اس کا نہ انکار اور نہ کلام جدا گانہ و ہذا اذا لم یکن علی سبیل الاستہزاء فان کان و شہدا مشہود بذلک لم یلزمہ شے اور یہ یعنی اقرار اس

وقت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہ ہو سوا اگر خوش طبعی کے ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دیں تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی
 اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعویٰ کرے بلا شہود تو اس کی تصدیق نہ ہوگی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا
 نحاسب وما استقرعت من احد سواک او غیرک او قبک او بعدک لا یكون اقرار العدم الفرافہ الے المذكور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ
 بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرے یا پرکھ لے الخ اور اسی طرح حساب تو کر یا میں نے کسی سے قرض نہ لیا سوائے تیرے یا غیر تیرے یا قرض نہ لیا قبل تیرے
 یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہ ہوگا بسبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرا نہ جواب کلام اول والا صل ان کل ما یصلح جوابا
 لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لهما یجعل ابتداء لکلام لزم المال بالشک اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ جو کلام
 کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتداء کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتداء کلام ہونے کی نہ
 کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا و وزن کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ یہ قول کہ وزن کرے تو وہ ابتداء یعنی کلام جداگانہ ٹھہرایا
 جاتا ہے تاکہ مشکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار و ہذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنی
 تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اس وقت ہے جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب میں پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر
 جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہاں تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہ ہو ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم
 اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ہذا وافتح لی باب داری ہذہ او حصص لی داری ہذہ او اسرج فرسی ہذا او
 اعطنی سرچہ او لجامہ فقال نعم کان اقرارا لمنہ بالعبد والدار والدابة کافی تو اگر کہا کہ مجھ کو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لئے اس گھر کا
 دروازہ کھول دے یا میرے لئے اس گھر کی چونہ کاری کر دے یا زین یا نذر دے میرے اس گھوڑے پر یا مجھ کو اس گھوڑے کا زین یا
 اس کی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہاں تو یہ اس کی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لے کے واسطے کذا فی الکافی یعنی غلام کا
 اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ **قال الیس لی علیک الف فقال لی فہو اقرار لہ بہا وان قال نعم لا**
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں ہیں سو وہ بولا بلے یعنی کیوں نہیں تو یہ اقرار ہوگا اس کے واسطے ہزار کا اور اگر جواب
میں بجائے بلے نعم یعنی ہاں بولا تو اقرار نہ ہوگا۔ وقیل نعم لان الاقرار یعمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا فی الجومرۃ اور بعضوں نے کہا نعم یعنی ہاں
 کہنے سے بھی اقرار ہوگا اس واسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف میں بلے اور نعم دونوں برابر ہیں نہ عربی کی باریکیوں پر کذا فی الجومرۃ
 والفرق ان بلے جواب الاستفهام المنفی بالاثبات ونعم جواب بالنفی اور فرق بلے اور نعم کا عربی میں یہ ہے کہ بلے استفهام منفی کا جواب ہے نفی کے
 ثابت کرنے سے اور نعم استفهام منفی کا جواب ہے اس کے نفی کر دینے سے **والایمان بالراس من الناطق الیس باقرار بالمال وعتق**
وطلاق وبيع ونکاح واجارۃ ومہبۃ اور دوسرے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہیں مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور
 اجارہ اور مہبہ کام ناطق کی قید شارح نے اس واسطے لگائی کہ صامت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ میں سے قائم مقام اس
 کے بولنے کے بقول معتد ہے سوائے عدو کے اگرچہ وہ کہنے پر قادر ہو کذا فی الطحاوی بخلاف اقامہ ونسب و اسلام و کفر و امان کا نہ
 و اشارۃ محرم لصید و شیخ براسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہذا و اشارۃ ثبوت اشارۃ الاشباہ ویزاد الیمین کلفۃ لا یستخدم فلانا او لا یطہرہ
 لے ہاں مجھ پر ہیں ۱۱ میرے تجھ پر ہزار ہیں ۱۲ مثہ شال مذکور میں سوال منفی تھا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں تو جواب میں بلے سے ان کا ثبوت
 ہوگا اور نعم سے وہی نفی سوال کی برقرار رہے گی یعنی مجھ پر نہیں ۱۳

اشارہ ناطق کا ترجمہ میں ملتا ہے۔

اولاً بیل علیہ و اشار حنث عمادیہ فتمحرم بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارۃ ناطق کے فتوے دینے میں اللہ شہد اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارے میں شکار کی طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ اس قول میں کہ تو طالق ہے اس طرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اس کا یوں قسم کھانا کہ فلا شخص سے خدمت لے گا یا اس کو بھید ظاہر نہ کرے گا یا اس پر دلالت نہ کرے گا اور پھر اس پر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیہ تو متحقق ہوا اشارۃ ناطق کا باطل ہونا مگر لزوم و قوت میں باطل نہیں تو اس کو باید رکعت چاہیے وان اقر بدین موجب و ادعی المقررہ حلولہ لزمہ الدین حالاً و عند الشافی موجباً بینه کا قرارہ بعید فی یدہ نہ رجل وانہ استاجرہ ممنہ فلا یصدق فی تاویل و اجارۃ لاندہ دعویٰ بلا حجتہ اور اگر اقرار کیا دین موجب کا اور مقررہ نے دعویٰ کیا بلا مدت دین کا تو اس پر دین بلا مدت لازم آوے گا اور اہم شافی کے نزدیک دین موجب لازم ہوگا مقرر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اس کا اقرار اس غلام کا جس اس کے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اس نے اس کو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہے تو مقرر کی تصدیق نہ ہوگی تاویل دین اور اجارۃ غلام میں اس واسطے کہ وہ دعویٰ ہے بدوں حجت کے م اس واسطے کہ مقررہ دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعویٰ کیا مقررہ پر تو اس کا اقرار حجت ہے اور اس کا دعویٰ بلا حجت مقبول نہیں کذا فی الحموی و حینئذ لیستخلف المقررہ فیما اور اس وقت میں قسم لی جائے گی مقررہ سے دونوں میں یعنی تاویل اور اجارے میں یعنی در صورت عدم گواہ مقررہ بخلاف مالواقر بالدرہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع والاصل عارض لبشورۃ بالشرط والقول للمقرر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اس کے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمیں کا سو مقررہ نے اس کی تکذیب کی درمیں کی صفت میں یعنی اس کے سیاہ ہونے میں اس واسطے کہ مقررہ کو وہی فقط لازم ہوں گے جس کا اس نے اقرار کیا اس واسطے کہ سیاہ قسم ہے درمیں کی اور مدت دین میں عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقرر کا قول قسم میں مقبول ہے اور منکر کا عارض میں مقبول ہے یعنی مدت عارض ہے کہ بنفس عقد ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عارض میں منکر کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی کا قرار الکفیل بدین موجب فان القول لہ فی الاصل لبشورۃ فی کفالة الموجب بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجب کا اس واسطے کہ مدت میں ضامن ہی کا قول مقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضامن موجب میں بدوں شرط کرنے کے م اس واسطے کہ ضمانت میں مدت نوع ہے نہ عارض کہ شرط پر اس کا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی و شرآہ ائمۃ متفقۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی حیراب اور نقاب والی لوندی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے جیسے گھڑی کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے و کذا الاستیعام والاستیجار و قبول الودیۃ بجر والاعارة والاستیتمام والاستیجار ولومن وکیل فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فینع دعواه لنفسہ وغیرہ ہر کالۃ اور وصایۃ للتناقض اور اسی طرح طلبکاری خرید و مول چکانا اور طلبکاری و دیت رکھنے کی اور ودیت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اجارہ اور طلبکاری ہبہ اور طلبکاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہیں تو اب طلبکار مذکور اس کا دعویٰ کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہ ہوگا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اس میں دعویٰ کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابراء عن جمیع الدعاوی ثم الدعویٰ بہا لعدم التناقض ذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار و صحیح فی الجامع خلافاً لتقیح الوہبانیۃ بخلاف اس کے ابرا کرنے کے جمیع دعاوی سے پھر دعویٰ کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اس واسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی سے اس کا مقتضی نہیں کہ غیر کی طرف سے بھی اس پر دعویٰ نہ کرے ذکر کیا ہے

اس کو درمیں کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اس کو جامع صغیر میں برخلاف تصحیح و مہانیہ جامع صغیر میں اس کی تصحیح کی ہے کہ استیقام اور استیجار اور استعار اور مانند اس کے اقرار ملک مصادم منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ ہے اور وہ مہانیہ میں ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں اس واسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ میں بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہ ہوئی اور یہ روایت زیارات کے موافق ہے کذا فی الطحاوی ووفق شارح الشربلا لی بانہ ان قال یعنی ہذا کان اقرار او ان قال ابيع ہذا الا یؤیدہ مسئلہ کتبتہ وختہ علی ملک البیع فانہ لیس باقرار لعدم ملکہ اور وہ مہانیہ کے شارح شربلا لی نے جامع صغیر اور زیارات میں اس کو توفیق کی ہے کہ اگر یوں بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اس کو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنی اس واسطے کہ وہ جازم ہے اس کی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یوں بولا کہ کیا تم کو بیچتا ہے تو اقرار نہ ہوگا یعنی اس احتمال سے کہ اس کو استظهار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہیں اور مؤید قول شربلا لی ہے اس کی کتابت اور بیع نامے پر مہر کرنے کا مسئلہ اس واسطے کہ بیع نامہ لکھنا اور اس پر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں مگر تو کتابت اور خادم کو بعد اسکے اس کا دعویٰ کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہے تو یوں پوچھنا کہ تم کو بیچتا ہے بطریق اولیٰ عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحاوی ولہ علی ماتہ ودرہم کلہا ودرہم وکذا المکیل والموزون استحضار اور اس قول میں کہ اس کے میرے اور پر سو ایک درہم ہے وہ تاک درہم ہیں یعنی سو درہم اور ایک درہم اور اسی طرح مکیل اور موزن اور درہم کے استحضار کے مکیاں یہ ہے کہ مقرر کو فقط معطوف یعنی ایک درہم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اس سے کہ وائی جاوے کہ سو درہم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے وچرا استحضار یہ ہے کہ درہم بیان ہے ماتہ کا عادت میں اس واسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہیں درہم کو دو بار بولنا اور کفایت کرتے ہیں ایک بار کے بولنے پر اور یہ وہاں ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہیں سلم اور قرض اور غن میں بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ ان کا وجوب ذمہوں پر اس طرح بکثرت نہیں کذا فی الطحاوی وفتی ماتہ ولوثب و ماتہ ولوثبان یفسر الماتہ لانہا مبہتہ اور اس قول میں کہ اس کا مجھ پر سو اور ایک کپڑا ہے اور سو اور دو کپڑے ہیں سو کو دریافت کیا جائے گا مقرر سے کہ کیا اس کی مراد ہے اس واسطے کہ وہ مبہم ہے غیر مفسر وفتی ماتہ وثلاثہ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فالنصف التفسیر لیس لایستثنائی الحاجۃ الیہ اور اس قول میں کہ مجھ پر ایک سو اور تین کپڑے ہیں وہ سب کپڑے لازم ہوں گے یعنی سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک تین کپڑے لازم ہوں گے اور سو کی تفسیر مشکل سے دریافت کی جائے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اثواب بعد لفظ ثلاثہ کے بحرف عطف مذکور نہیں تو تفسیر ماتہ اور ثلاثہ دونوں کی طرف بھر گئی اس واسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں برابر ہیں والاقرار بدایۃ فی اصطبل تلزمہ الدایۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطبل میں فقط جانور ہی مشکل کو لازم کرے گا نہ اصطبل میں یعنی یوں اقرار کیا کہ جانور اصطبل میں ہے سو فلا نے شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اس واسطے کہ غیر متعلق میں شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہیں ہوتا والاصل ان ما یصلح طرفا ان امن نقلہ لزمہ والالزم الظروف فقط خلافا للحمدا وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ ودرہم فی درہم درہم اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز طرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اس چیز کا اٹھالے جانا ممکن ہے تو مقرر کو طرف اور ظروف دونوں لازم ہوں گے اور اگر اس کا متصور نہیں جیسے اصطبل کا تو فقط ظروف لازم ہے مقرر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کہ ان کے نزدیک طرف اور ظروف دونوں لازم ہیں اور وہ چیز طرف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو فقط سہی چیز لازم ہوگی چنانچہ

یوں کہنا کہ مجھ پر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدر یعنی اس صورت میں درم اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اس واسطے کہ اس میں طرف ہونے کی لیاقت نہیں اور نقل طرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری میں اور طعام کشتی میں اور گہیوں گون میں ہذا فی الدر قلت ومفادہ انہ لوقال دابة فی خیمہ لزماہ ولوقال ثوب فی درہم لزماہ الثوب ولم ارہ فیہ میں کہتا ہوں اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا کہ مجھ پر جانور ہے خیمے میں تو جانور اور خیمہ دونوں لازم ہوں گے اس کو یعنی اس واسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر بولا کپڑا درم میں مجھ پر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اس کو میں نے مخرج نہیں دیکھا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے مخطوطی نے کہا کہ اس کا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے انتہی یعنی ثواب تحریر کی کیا حاجت ہے ورجحانم بلزماہ حلقۃ وفصلہ جمیعاً اور انگوٹھی کے اقرار میں اس کو اس کا حلقہ اور اس کانگین سب لازم ہوگا یعنی اس واسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور کانگین سے ولسیف جھنہ وحمائلہ ووصلہ اور توار کے اقرار میں اس کا میان اور پرتلا اور کوٹھی لازم ہے ورجحانم بجا ورجیم بیت مزین بسنور ودر العیدان والکسوة اور حبلہ کے اقرار میں لکڑیاں اور کپڑے لازم ہوں گے حبلہ کھائے مہمہ پیر جیم عبارت ہے اس کو ٹھٹری سے جو آراستہ ہے پردہ اور چار پائیوں سے مخطوطی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کہ کوٹھڑی بھی لازم ہوگی اور جموی میں سے کہ بعضوں نے کہا کہ حبلہ وہ ہے جو لکڑی اور کپڑوں سے بنایا جے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حبلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ سے اور اب احتیاط نصاری سے اس کو مسہری پر بھی برتتے ہیں وبتقرنی قوصرة او طعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی منديل او فی ثوب یلزمہ الطرف کا منظور لما قدمناہ اور اس اقرار میں کہ مجھ پر کھجور ہے ٹوکری میں یا طعام ہے گون میں یا کشتی میں یا کپڑا ہے رومال میں یا کپڑے میں اس کو طرف منظور کے مانند لازم ہوگا اس دلیل سے جس کو پہلے ہم نے ذکر کیا یعنی طرف منقول میں طرف اور منظور دونوں لازم ہو جاتے ہیں ومن قوصرة مثلاً لا تلزمہ القوصرة ونحوها اور کھجور کے اقرار میں ٹوکری سے مقرر ہو ٹوکری اور مانند اس کے کوئی طرف لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ من اتزاع کے واسطے ہے تو متیزع کا اقرار ہوگا نہ متیزع منہ کا کذا فی الطحاوی ثوب فی عشرة وطعام فی بیت فیلزمہ المنظوف فقط لما مر اذا عشرة لا کون طرفاً لواحد عادة جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑوں میں اور طعام کا اقرار کوٹھڑی میں تو اس کو فقط منظور لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اس واسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا طرف نہیں ہوتے عادت میں وجمستہ فی خمسۃ وغنی عنی علی او الضرب خمسۃ لما مر الزمہ زفر خمسۃ وعشرین اور یوں اقرار کیا کہ علی خمسۃ فی خمسۃ او لفظ فی کہ معنی علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہوں گے اس وجہ سے جو کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی اور زفر نے مقرر کیا کہ پانچ لازم کئے م چونکہ مقتضی انفصال اور تمیز ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق میں یہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرنی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمسہ نے خمسہ کہا تو اس سے تو نے یا ارادہ کیا کہ ہر درم کے درہم خمسہ سے مثلاً پانچ پانچ جز ہیں اور دوا لہجہ میں ہے کہ جب اس نے کہا کہ علی عشرة فی عشرة اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکیث اجزا کا قصد کیا تو اس پر لازم نہ ہوں گے مگر دس اور اگر تکیث عین کا ارادہ کیا تو سوا لازم ہوں گے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکیث اجزا یا تکیث عین کی نیت نہ کی تو اس کو دس لازم ہوں گے اجزا کی نیت پر محمول کر کے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہے فقہا کا کذا فی الطحاوی وعشرة ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہوں گے اگر فی معنی مع مراد رکھے گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق میں ومن درہم الی عشرة او ما بین درہم الی عشرة لتسعة لدخول النایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدو نہ بخلاف الثانیۃ وما بین الحائطین اور یوں اقرار کیا کہ مجھ پر ہے ایک درم سے دس درم تک یا ما بین ایک درم کے دس تک تو نو درم لازم ہوں گے لہذا پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اس واسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے

سے مترجم اول نے فضل کا ترجمہ کوٹھی کیا ہر چند کہ مناسب مقام ہے مگر لغت میں فضل کو بھل لکھا ہے ۱۲ اس کے مجھ پر پانچ ہیں پانچ کے اندر ۱۳ اس کے مجھ پر دس ہیں ۱۴

درم کا وجود نہیں ہو سکتا بدوں پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف مابین الحائطین کہ وہاں دونوں حدیں داخل محدود نہیں
 امام کے نزدیک محدود میں محدود داخل نہیں ہوتی اس واسطے کہ حد مغائر محدود ہے لیکن یہاں پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی
 اس واسطے کہ دوسری اور تیسری درم مستحق نہیں ہو سکتی بدوں پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود میں داخل ہوئی اور دوسری حد
 کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت دہی نہیں کذا فی الدرر فذا قل وئی لہ کر حنظہ الی کر تعیر لزماہ جمیعاً الا قیضاً لانه الغایۃ الثانیۃ سوا سی
 سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے میرے اور پر ایک کر گیوں ہیں جو کے ایک کر تک تو اس پر دو
 کر لازم ہوں گے سوائے ایک قیض کے اس واسطے کہ قیض دوسری حد ہے مگر بعض کاف بڑا پیمانہ ہے جس میں چند قیض سماتے ہیں اور قیض کر سے
 چھوٹا پیمانہ ہے طحاوی نے قدوری سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غائب قرار نہیں دیا اس واسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں
 ہوتی جس سے اور نہ نصف اس کی لہذا قیض کو غایت مہربا و لوقال لہ علی عشرۃ دراهم الی عشرۃ وناہر طیمہ الدراہم و تسعۃ وناہر
 عند ابی حنیفۃ لما مر نہایت اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر دس درہم ہیں دس دینار تک تو اس کو درہم اور نہ دینار لازم ہوں گے ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک
 بدیل گذشتہ کذا فی النہایت یعنی اس واسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہیں ہوتی وئی لہ من داری مابین ہذا الحائط الی ہذا الحائط لہ مابینہما
 فقط لما مر اور اس قول میں کہ اس کا میرے گھر میں سے مابین اس دیوار کے ہے اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط مابین
 لازم ہوگا بدیل گذشتہ یعنی من دراهم الی عشرۃ میں پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں
 محدود ہیں داخل نہ ہوں گی فقط مابین الحائطین لازم ہوگا و صحح الاقرار باحتمل و جودہ وقتۃ الاقرار بان تلد لدون نصف
 حول لومر وجبۃ اولدین حولین لومرۃ لثبوت نسبہ اور صحیح ہے اقرار اس حمل کا جس کا موجود ہونا محتمل ہے اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جینی
 نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کم تر میں اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اس کے نسب کے عدت تک
 م یعنی لونڈی یا جافور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اس طرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اس کا فلاں شخص
 کا ہے اگرچہ اس کا سبب بیان نہ کرے اس واسطے کہ اس کی تصریح کی یہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے مقر لہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی
 اور وہ مرگیا پھر اس کے وارث لے اس کا اقرار کیا کذا فی الدرر و الطحاوی و لو اتمل غیر آدمی و یقدر بادی مدۃ یتصور ذلک عند اہل الخبرۃ یطبی
 لکن فی الجوزۃ اقل مدۃ حمل الشاة اربعۃ اشھر و اقل ما لبقیۃ الدواب ستۃ اشھر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ
 ہوگا اس کمتر مدت سے جو اس کے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جو ہر وہ ہے کہ بیڑ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے
 ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں و صحیح کہ ان بین المقر سبباً صالحاً یتصور للحمل کالارث والوصیۃ کقولہ مات الہو فورثہ
 او امی لہ بفلان فیجوز والا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی یوں کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت
 کے پیٹ میں ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر اس کے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اس کے واسطے ممکن اور متصور ہو چنانچہ ارث اور وصیت
 جیسے مقر کا یوں کہنا کہ اس میں کا باپ مرگیا سو وہ اس کا وارث ہوا یا اس مال کا اس کے واسطے فلاں شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز
 ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نہ کرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا فان ولدہ محیا لاقل من نصف حول مذاقر
 قلہ ما اقروا ان ولدت حمین قلہما نصفین ولو احدہما ذکر والاخر انثی فذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث اے فانہ یعطے للذکر مثل حظ الانثی
 سو اگر وصیت جینی اس کو زندہ نصف سال سے کمتر میں جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اس کا ہے جس کا اس نے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکی جینی

تو دونوں کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نہ رہے اور دوسرا مادہ تو اسی طرح نصف نصف مال دونوں کو ملے گا بخلاف میراث کے
یعنی نہ کو مادہ کے دو حصے ہیں گے م اور اگر چھ مینے سے زیادہ مدت میں بنے گی تو اس کو کچھ نہ ملے گا مگر در صورت معتدہ ہونے عورت کے
دو سال سے کمتر میں کذا فی المحوی وان ولدت یقنا فی رد لورثہ ذلک الموصی والمورث لعدم اہلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی
تو وہ مال اس موصی اور مورث کے وارثوں کو بھردیا جائے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا
وان فسرہ بالاسبقو کہبتہ اوبیع اواقراض اوابہم الاقرار ولم یبین سببا لفاو حمل محمد المہم علی السبب الصالح وبہ قالت الثلثۃ اور
اگر مقرر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور مقصور نہیں چنانچہ مہمہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو منہم رکھنا اور اس کا سبب بیان نہ کیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد
نے سبب مہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا م چونکہ مہمہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اس واسطے کہ امور
مذکورہ اس سے مقصور نہیں نہ حقیقتہً اور یہ تو صریح ہے اور نہ حکماً اس طرح کہ اس کی طرف سے کوئی اس کا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اس واسطے
کہ اس پر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مہم کے اقرار کی یہ صورت ہے کہ میرے اور یہ فلا فی عورت کے حمل کی فلا فی چیز ہے
کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وال بین المقر سببا غیر صالح منہ حقیقتہً کالاقراض او ثمن بیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین
للصغیر فی الجملة اشباہ اور شیر خوار بچے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیر خوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ
قرض دینا یا ثمن بیع کا اس واسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملة محل ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین
کے اقرار بشرط الخيار ثلثہ ایام لزمہ بلا خيار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخيار وان وصیۃ صدقہ المقر لہ فی الخيار لم یعتبر نقدیۃ اقرار کیا
بشرط تین دن کے اختیار کے تو اس کو مقر یہ لازم ہوگا بلا خيار اس واسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خيار کو نہ قبول کرے گا اگرچہ مقر اس کی تصدیق کرے
خیار میں تو بھی اس کی تصدیق معتبر نہ ہوگی م قرض یا غضب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجائش اس واسطے نہیں کہ شرط
خیار سے مقصود نسخ ہے اور جب کہ اقرار ہے اس وجہ سے کہ وہ صیغہ طرزہ ہے احتمال فسخ کا نہیں لہذا اس میں شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر یہ لازم ہے
کذا فی الطحاوی الا اذا اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او بہن فلذا قال الا ان یکذبہ المقر لہ فلا یصح لادھر
والقول لا اقرار قابل خیار نہیں مگر جب کہ مقرر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخيار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے
بشرطیکہ مقر اس کی تصدیق کرے یا مقر اس پر گواہ لادے سو اس واسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہ ہوگا اس واسطے
کہ مقر منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی در صورت عدم برہان م عقد بیع کا اقرار یعنی اس دین کا اقرار کرے جو سبب عقد بیع کے اس پر
لازم آیا یعنی یوں کہا کہ میرے اور یہ ہزار درہم ثمن بیع بالخیار کے ہیں کا قرار ہ بدین بسبب کفالتہ علی انہ بالخیار فی مدۃ ولوالدۃ طویۃ
او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالتہ عقد ایضا بخلاف ما مر لاند افعال لا یقبل الخيار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے بایں شرط کہ
اس کو اختیار ہے مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جب کہ مقر اس کی تصدیق کرے سو اس واسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے
بخلاف اس کے جو مذکور ہو چکا اس واسطے کہ وہ یعنی قرض یا غضب یا ودیعت یا عاریت افعال ہیں کہ شرط خیار کے قابل نہیں کذا فی الزیلعی
الامر بکتاہۃ الاقرار اقرار حکما فانہ کان یکن باللسان یکن بالبنان فلو قال للعصاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع دارمی او
طلاق امراتی صح کتب ولم یکتب وحل للعصاک ان یشہد الا فی حدود وقود خانہ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار ممکن ہے اس واسطے کہ جیسے اقرار

نہ بشی علی بالخیار

زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی انگلیوں کے پوروں کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے قبائلی نويس سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں یا لکھ میرے عمر کا بیٹا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبائلی نويس اس کو لکھے یا نہ لکھے اور قبائلی نويس کو حلال ہے اس کی گواہی دینا سوائے حد اور قصاص کے کذا فی الحانیہ امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہو انہ اقرار حقیقی اس واسطے کہ امر انشا ہے اور اقرار اخبار تو دونوں ایک نہ ہوں گے حقیقت میں بلکہ مراد یہ ہے کہ امر کتابت اقرار جب حاصل ہو تو اقرار حاصل ہو گیا کذا فی الدرر و قد منافی الشہادۃ عدم اعتبار مشابہتہ الخفین اور کتابت الشہادات میں بلکہ عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر چکے ہیں ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوے کیا اور مدعا علیہ کے ساتھ کالکھا ہوا اقرار نامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اس کا سو اس سے کچھ لکھا یا گیا اور اس نے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اس پر ثبوت دعوی کا بدو گواہوں کے حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک حکم ہوگا از انجند قاری ہدایہ کذا فی الطحاوی تصرف احد الوثیۃ اقرب بالدين المدعی بطلان موثرہ ومحذہ الباقون یلزمہ الدین کلمہ یعنی ان دونوں موثرہ پر برہان و شرح مجمع ایک وارث نے اس دین کا اقرار کیا جس کا اس کے موثر پر کسی مدعی نے دعوے کیا اور باقی وارثوں نے اس کا انکار کیا تو وارث مقرر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ جو مال اس نے وراثت میں پایا ہے وہ ادائے دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان و شرح الجمع مثلاً سودرم کا دعوے ہے اور سودرم یا زیادہ وارث مقرر کو میراث میں ملے تو وارث کو سودرم دینے پڑیں گے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ دس درم میراث میں پائے تو بھی اس پر سودرم لازم ہوں گے وفیل بحصۃ واختارہ ابواللیث دفعاً لضرر اور بعضوں نے کہا کہ وارث پر بقدر اس کے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہے فقہ ابواللیث نے مقرر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اس نے اس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکے سے متعلق ہے تو اس پر لازم نہ ہوگا مگر بقدر اس کے حصے کے ولو شہد بہ المقرح آخر ان الدین کان علی المیت قبلت و ہذا علم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بجمہر اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلیحفظ بقایا الزیادۃ درر اور اگر وارث مقرر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اس کی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی مقبول ہے اور اس سے یعنی قبول شہادت مقرر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقرر کے حصے میں دین حلول نہ کرے گا بجز اس کے اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اس کے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرارہ بالقضاء کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر محبر و اقرار سے دین لازم نہ آیا اس واسطے کہ اگر اس کے اقرار سے سب دین اس پر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو شاہد مقرر بقدر اس کے حصے کے لازم ہوتا تو اس کی گواہی میں اس پر سے دفع مضرت ثابت ہوتی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر اس کی گواہی کا مقبول ہونا اس پر دلیل ہے کہ اس کا اول اقرار معتبر نہیں اور اس اقرار سے دین لازم نہیں مگر یہ مشکل ہے اس واسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہے اس کی ذات کے حق میں اور قاضی کا اس میں حکم کرنا مظہر حق ہے نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقہ ابواللیث کے قول پر مستخرج مٹھے تو ظاہر ہے اس واسطے کہ مقرر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہیں کی کذا فی الطحاوی اشہد علی الف فی مجلس و اشہد علی کلین آخرین فی مجلس آخر بلا بیان السبب لزم المالان القان کہ لو اختلف السبب مقرنہ دو گواہوں کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس میں اور دو اور مردوں کو گواہ کیا دوسری مجلس میں بدول بیان کرنے سبب دین کے تو دونوں مجلسوں کے دونوں مال یعنی دو ہزار اس پر لازم ہوں گے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہوں گے ہم بلا بیان سبب کی صورت ہے کہ اقرار کرے کہ مجھ پر زید کے مثلاً ہزار درم دین ہیں دونوں مجلسوں میں اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہے کہ ایک مجلس میں اقرار کرے کہ مجھ پر ہزار درم دین ہیں اس لونڈی کا ہے اور دوسری مجلس میں کہے کہ مجھ پر ہزار درم دین ہیں اس غلام کا ہے بخلاف مالوا اتحاد السبب او الشہود او الشہد علی ملک واحد او اقر

عند الشهود ثم عند القاضي او بعكس ابن الملك بخلاف اس کے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہے یا دونوں مجلسوں کے شہود متحد ہوں یا چاروں شاہدوں کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدوں کے رد و اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے رد و کرے یا بالعکس اس کے یعنی پہلے قاضی کے رد و اقرار کرے پھر شاہدوں کے سامنے تو ایک ہی ہزار ہوں گے لہذا صرح ابن ملک اتحاد سبب کی صورت ہے کہ دونوں مجلسوں میں غلام معین کے مٹن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہیں وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہوں والاصل ان المعروف او المنکر اذا عید معرفا كان الثاني عين الاول او منكره او غيره اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معرفہ یا نکرہ جب کہ معرف ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوسرا مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا م اول اور ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونوں اقرار میں مذکور کرے اس طرح کہ لہ علیہ الف مٹن و بذال العبد پھر اسی کو دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے اس طرح کہ لہ علی الف پھر نویں ہے لہ علی الف مٹن بذال العبد اور عاودہ نکرہ کی صورت یہ ہے کہ لہ علی الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ اس کی صورت یہ ہے کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الف مٹن بذال العبد پھر دوسری بار کہہ لے علی الف و تمامہ فی الطحاوی و لونی الشہود انی موطن ام موطنین فما لان مالم يعلم اتحادہ وقیل واحد و تمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جائیں کہ اقرار ایک مجلس میں تھا یا دو مجلسوں میں تو وہ دو مال لازم ہوں گے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اس کا خانیہ میں ہے **اقرتم ادعی المقر انه كاذب في الاقرار بخلف المقر له ان المقر لم یکن كاذبا في اقراره عند الثاني و بلفظی در اقرار کیا پھر مقرر نے دعوے کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار میں تو قسم لی جائے مقر لہ سے اس کی کہ مقرر اپنے اقرار میں جھوٹا نہیں ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر ثم اور طریقین کے نزدیک اس کے قول پر التفات نہ ہوگا و لکذا الحكم بحری لو ادعی وارث المقر بخلف اور اسی طرح کا حکم جاری اگر مقرر کا وارث دعوے کرے یعنی وارث کے اقرار میں اس کے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لی جائے اس کی کہ وارث کاذب نہ تھا اپنے اقرار میں وان كانت الدعوى علی ورثة المقر فالیومین علیہم بالعلم انما العلم ان كان كاذبا بمدة الشرعۃ اور اگر مقرر یا اس کے وارث کا دعویٰ مذکور مقر لہ کے وارثوں پر ہو تو وارثوں پر علم کی قسم آوے گی اس طرح کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ مقرر اپنے اقرار میں جھوٹا تھا کذا فی صدر الشرعۃ**

باب الاستثناء و ما فی معناه فی کو نہ متعیرا کا شرط در نحوہ یہ باب ہے احکام استثناء میں اور جو استثناء کے ہم معنی ہیں اقرار کے بدل ڈالنے میں چنانچہ شرط ما نذا اس کے ہم جب مصنف نے اقرار بلا تغیر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار منع التغیر کا ذکر شروع کیا

مانذ شرط کے یہ مثال ہے کہ اس کے میرے اور ہزار درم ہیں اس غلام کا مٹن جو میرے قبضے میں نہیں آیا و عندنا لکلم بالبا فی بعد الثبنا باعتبار الحاصل من مجموع الترتیب و نفی و اثبات باعتبار الاجزاء القائل لہ علی عشرة الاثنتہ لہ عبارتای مطولة و ما ذکرنا و مختصرة و ہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعة و هذا معنی قولہم لکلم بالبا فی بعد الثبنا ہے بعد الاستثناء وہ یعنی استثناء ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہے باقی کے بولنے سے بعد استثناء کہنے کے مجموع ترکیب مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ کے حال کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہے۔ باعتبار اجزاء لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرة الاثنتہ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں عبارت طویل و جس کو ہم نے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرة الاثنتہ اور دوسری عبارت مختصرہ یہ ہے کہ ابتداء سے یوں کہے کہ اس کے میرے اور سات درم ہیں

اور یہی مطلب ہے فقہاء کے اس قول کا کہ استنار باقی کا تکلم ہے بعد استنار کرنے کے و شرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورة کشف نفس او سوال او احتزافہ بہ لیتے اور صحت استنار میں متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورة جیسے مقرر کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقرر کا منہ بند کرے اس قول پر فتویٰ ہے والذراء بینہما لا یضرب لانه للبتنیہ والتاکید اور پکارنا مقرر کا مقرر کو مابین مستثنی اور مستثنی منہ کے ضرر نہیں کرتا اس واسطے کہ ندا منادی کے آگاہ کرنے کے واسطے ہے اور تاکید کے واسطے ہے بواسطہ یقین مقرر مقرر جو ہرہ میں ہے کہ اگر منادی مقرر نہ ہو غیر ہو تو مضربہ کذا فی الخطا دی کقولہ لک علی الف درم یا فلان الا عشرۃ ندائی مثال چنانچہ مقرر کا یوں کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں اے فلان نے مگر دس درم بخلاف ذلک الف فاشہدوا الا کذا وکھوہ مما بعد فاصلا لان الا شہاد کیون بعد تمام الاقرار فلم یصح الاستنار بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں سو گوارہ ہو مگر اتنے اور مانند اس کے اس قسم سے جو فاصل شمار ہو اس واسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہے تحصیل ثبوت اشہاد سے استنار صحیح نہ ہوگا فمن استثنی بعض ما اقربہ صح استنارہ ولو الا اکثر عند اکثر تو جو شخص کہ استنار کرے بعض مقربہ کو یعنی جس کا اقرار کر چکا ہے اس میں سے بعض کو نکال ڈالے تو اس کا استنار کرنا صحیح ہے اگرچہ مستثنی اکثر ہو مستثنی منہ سے اکثر علما نے بخو کے نزدیک م فراق کے نزدیک استنار اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہے (قم اللیل الا قلیلا لضعفہ او انقص منہ قلیلا و زد علیہ کذا فی الخطا دی) ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کذا الجدل الاثنتہ او ثلثیہ صح علی المذہب اور مقرر کو باقی بعد الاستنار لازم ہوگا اگرچہ مقربہ اس قسم کا ہو جو قیمت پذیر نہیں ہوتا چنانچہ قول کہ یہ غلام فلان نے شخص کا ہے مگر اس کا سوم حصہ یا دو ثلث اس کے صحیح ہے برابر مذہب قوی والا استنار المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کو صیغہ لان استنار الکل لیس برجوع بل ہو استنار فاسد ہو ایصح جو ہرہ اور وہ استنار جو کل مقربہ کو مستغرق کہے باطل ہے اگرچہ اس چیز میں ہو جو قابل رجوع ہے چنانچہ وصیت اس واسطے کہ تمام کا استنار کرنا رجوع نہیں بلکہ وہ فاسد استنار ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الجوہرہ مگر ہرہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک استنار کل رجوع ہے اور بعضوں کے نزدیک رجوع نہیں استنار فاسد ہے اس واسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استنار کرے تو استنار باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اس واسطے کہ وصیت میں رجوع کرنا جائز ہے کذا فی الخطا دی و ہذا ان کانت الاستنار بعین لفظ الصدر او مساو لہ کما یاتی اور یہ یعنی استنار مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہے کہ سرے کی لفظ ہے ہو بعینہ یا اس کے برابر سے ہو چنانچہ اس کا ذکر آوے گا م استنار بلفظ صدر کے مثال نسائی طوائق الا النسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوائق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا مالیکی وان بغیرہما کعبیدی احرار الا ہولاء والا سالما وغامتا وراشدًا وشدائی طوائق الا ہولاء والا زینب و عمرہ و ہند و ہم الکل صح الاستنار اور اگر استنار مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے معاصر ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوائے ان غلاموں کے یا سوائے سالم اور غلام اور راشد کے اور مانند اس کے یہ مثال ہے کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں سوائے ان عورتوں کے یا سوائے زینب اور عمرہ اور ہند کے حالانکہ وہی مشار الیم یا مسیموں کے سب غلام یا سب عورتیں ہیں تو استنار صحیح ہے و کذا ثلث مالی لزید الا القا والثلث الف صح فلا یتحقق ثبوتہ اذا الشرط بہام البقاء لا حقیقۃ حتی لو طلقنا سائر الاربع صح و وقع ثلثان اور اسی طرح یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہے سوائے ہزار کے اور حالانکہ اس کا تہائی ہزار ہے

۱۲ جیسے گواہ کرنے کے حامل جو ہو جاتی ہے ۱۳ جیسے کھڑا رات کو مگر کسی رات آدمی رات یا کم کر دے اس میں سے حقوڑا یا زیادہ کر دے اس پر ۱۴

۱۵ یعنی سب عورتیں مکمل کی طاقی بجز اس کی سب عورتوں کے ۱۶ سب عورتیں طاقی ہیں بجز مکملات مشکم کے یا میرے غلام آزاد ہیں بجز مملوکوں کے ۱۷

تو باوجود استعراق استثناء صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ صحت استثنائی شرط ابہام بقا بعض مستثنیٰ منہ ہے نہ حقیقت بقا یہاں تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلاقات سہ مگر چار طلاقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقین واقع ہوں گی م ابہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اس واسطے کہ استثناء تصرف لفظی ہے تو معنی کا ابہام اس کو مضر نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عبیدی احرار الاسماء وغنائم میں تکلم بالباقی بعد الاستثناء ممکن ہے باعتبار لفظ کے اس واسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکور بن کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور فاعم اور راشد اس واسطے کہ عبید ٹھہرے کہ ان کے سوا مقرر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہ ہوئی تو لفظ ابہام بقا بلا شک ٹھہرا کما صحیح استثناء الکیلی والوزنی والمعد والذی لا تتفاوت احادہ کالفوس والجوز من الدرہم والدنانیر وکیون المستثنیٰ القیمۃ استثناء الثبوتی فی الذمۃ وکانت کالثمنین جیسے صحیح ہے استثنائیں اور وزنی اور اس معدود کا جس کے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ فوس اور اخروٹ کا درہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استعراق کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمے پر چاندی اور سونے کی طرح تو اشیائے مذکورہ درہم اور دنانیر کے مانند ہو گئیں اس راہ سے م کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور درہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت میں اجناس مختلف ہیں اس واسطے کہ یہ سب ثمن ہو کر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ان میں استثناء کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثناء ثوب کے درم سے اس طرح کہ علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ متفاوت القیمۃ ہے فی نفسه تو مجہول کا استثناء ٹھہرا معلوم سے پس قیاساً اور استعراقاً دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقان لمخصاً وان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقربہ لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثناء درہم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اس کی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اس واسطے کہ یہ غیر مساوی کا استعراق ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موصوم بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیصل لانہ استثناء اکل ذلک فی الجوزۃ وغیر ما علی مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر و قیمت مائۃ او اکثر لایزمر شے فیخر بخلاف اس قول کے کہ اس کا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سودم کہ یہ صحیح نہیں بسبب استعراق استثنائے مساوی سے تو استثناء باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثناء ہے کذا فی البحر یعنی تب تو مقرر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثناء لغو ٹھہرے گا لیکن جو ہرہ وغیرہ میں ہے کہ یہ قول کہ مجھ پر سودم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی سودم ہے یا زیادہ تو مقرر پر کچھ لازم نہ ہوگا یعنی تو استثناء صحیح ٹھہرا وجود استعراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تیتقح کرنا چاہیے مصلیٰ نے کہا کہ ظاہر اس مسئلے میں رد قول ہیں بنی دور وایتوں پر کہ درہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا در جنس والد تعالیٰ اعلم واذا استثنیٰ عددین بینہما حرف الشک کان الاقل مخرباً نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسين درہما فیذمرہ تسعاً وخمسون علی الاصح بجر اور اگر ان دو عددوں کو استثناء کرے جن کے درمیان حرف شک اور تردید کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں مگر سودم یا پچاس درہم تو اس کو نو سو اور پچاس درہم لازم ہوں گے بقول اصح کذا فی البحر اس واسطے کہ کلمہ شک استثنائیں کمتر کا مثبت ہے واذا کان المستثنیٰ مجہولاً ثبت الا اکثر نحو لہ علی مائۃ درہم الا تسعاً او الاقل لیلاد الا بعضاً لزمہ احد و خمسون لوقوع الشک فی المخرج فی حکم مخرج الاقل اور جب کہ مستثنیٰ مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اس کے میرے اوپر سودم ہیں مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقرر کو اکاون لازم ہوں گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا م اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درہم ناقص ہو تو جب سو

۱۲ اس کے مجھ پر سودم ہیں بجز ایک کپڑے کے

کے نصف یعنی پچاس سے ایک درم گھٹیا تو کا دن باقی رہ گئے ولو وصل اقرار ہ بان ثناء المد تعد او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا
 بکائن کان مت فانه تجز بطل اقرارہ اور اگر مقرر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلائی شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اس شرط سے
 معلق کیا جو یقینی نہیں محتمل الوجہ ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ تعلیق نہیں تجزیہ ہے یعنی
 فی العوار اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مر جائے یا زندہ رہے اس واسطے کہ موت بلا شک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر بقی لوارعی المشیۃ بل یصدق
 لم ارہ و قد منافی الطلاق ان المعتمد لالیکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ در صورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت
 کا مدعی ہو تو اس کی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا اور ہم نے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ در صورت ادعائے
 مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہ ہوگی تو پاسیہ کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں
 و صح استثناء البیت من الدار لا استثناء البنا و البنا لا یستثنی من الدار و صفا و استثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثناء کرنا کوٹھری
 کا گھر سے نہ استثناء کرنا عمارت کا دونوں سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اس واسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالبقع داخل ہے تو عمارت
 و صف ٹھری اور وصف کا استثناء کرنا صحیح نہیں م چنانچہ یہ قول صحیح نہیں کہ اس کا یہ غلام ہے مگر اس کی سیاہی مقرر کی نہیں ہے وان قال
 بنا رہالی و عمر متھا لک فکا قال لان العرصۃ ہی البقعة لا البنا و حتی لو قال دارضا لک کان لہ البناء ایضا لہ خولہ تبعا الا اذا قال بنا رہا
 لزید و الارض لعمرو فکا قال اور اگر یوں اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اس کا عرصہ تیرا ہے تو دوسرا ہوگا جیسا اس نے کہا اس واسطے کہ
 عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یوں اقرار کرے گا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اس کی زمین تیری
 ہے تو عمارت بھی مقر لہ کی ٹھہرے گی اس واسطے کہ عمارت گھر میں بالبقع داخل ہے مگر جب یوں کہے کہ گھر کی عمارت زید کی ہے اور زمین عمرو
 کی تو دوسرا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا م اس واسطے کہ جب اس نے کہا عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اس کی ملک ہوگئی تو اب
 زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اس کی ملک سے خارج نہ ہوگی اس واسطے کہ اقرار مقرر کا غیر شخص کے حق میں حجت نہیں
 بخلاف مسئلہ مقدمہ اس واسطے کہ عمارت مقرر کی ملک ہے پھر جب اس نے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اس کی تابع ہوگئی کذا فی
 النسخ و استثناء فض الخاتم و نخلة البستان و طوق الجارية کا لہ بنا رہا و استثناء کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختوں کا باغ
 سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہے امر مذکور میں م اس واسطے کہ نگین انگوٹھی میں اور درخت باغ میں اور طوق جاریہ میں عمارت کے
 مانند بالبقع داخل ہے تو استثناء صحیح نہ ہوگا بتایہ میں ہے و دخت سے و دخت بدون جر کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثناء اصول کے ساتھ ہو تو
 استثناء صحیح ہے اس واسطے کہ اصل یعنی جر کا اقرار قصد ادا جب ہے نہ تبعا وان قال مکلف لہ علی الف من کث من عید ما قبضتہ ابعد
 صنفہ عید و قولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکر فی الحاوی فلیحفظ و عیدہ اسے عین العبد و ہونی یہ المقر فان سلمہ اسے المقر لزمہ الالف والا لا
 عملا بالصنفہ اور اگر یوں اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں اس غلام کا من جس پر میں نے ہنوز قبضہ نہیں کیا
 عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہے تو اگر مقر لہ غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار
 درم لازم ہوں گے اور نہیں تو لازم نہ ہوں گے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول
 کا لفظ حال واقع ہو رہے جملہ مذکورہ سے یہ مذکور ہے حاوی قدسی میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی تا فہم مطلب میں خطا نہ ہو و ان لم یعین
 العبد لزمہ الالف مطلقا اصل ام فصل و قولہ ما قبضتہ لہ لانه رجع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اس کو ہزار لازم ہوں گے ہر طرح سے

خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اس کو جدا کر کے کہے اور اس کا یہ قول کہ میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا لغو ہوگا اس واسطے کہ رجوع ہے اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے معنی اور رجوع جائز نہیں کقولہ من مثن حمر او خنزیر او مال فمار او حرا و میتة او دم فیلزمرہ مطلقا وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقہ او اقام بنیۃ فلا یلزمہ چنانچہ اس قول میں کہ اس کے مجھ پر ہزار درہم ہیں شراب یا سور کا مثن یا فمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا مثن تو اس پر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اس کو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے اس واسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہے مگر جب کہ مقررہ اس کی تصدیق کرے امود مذکورہ میں یا مقرر گواہ قائم کرے فواب ہزار اس کو لازم نہ ہوں گے ولو قال لہ علی الف درہم حرام اور بوائفی لازمہ مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حله عند غیرہ اور اگر اقرار کیا کہ اس کے میرے اوپر ہزار درہم حرام یا بیاج کے ہیں تو درہم مذکورہ مقرر پر لازم ہوں گے ہر طرح خواہ ملا سے اقرار سے یا جدا کہے اس کے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقرر کے نزدیک م یعنی جس کو مقرر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید ادر کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خرید کی اور ہونہ اس پر قبضہ نہیں کیا اور اس کو بائع مذکور کے ہاتھ بیجا اپنی خرید سے کمتر مثن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین ان کے نزدیک حرام نہیں اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اس کو مقتضی ہے کہ اگر مقرر اور مقررہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقرر پر کچھ لازم نہ آدے کذا فی الخطاوی ولو قال علی زورا او باطلا لزمہ ان کذبہ المقر والابان صدقہ لا یلزمہ اور اگر یوں اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلاً ہزار درہم ہیں بطریق زور یا بطلان کے تو اس پر لازم ہوں گے اگر مقررہ اس کی تکذیب کرے اس طرح کہ اس کی تصدیق کرے تو اس پر کچھ لازم نہیں والاقرار بالبیع تلجیۃ ہی ان یلجک ان تاتی امرک باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانہ علی ہذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والالا اور بیع تلجیۃ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقررہ اس کی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیۃ یہ ہے کہ تجھ کو مضطر کرے اس امر کے کرنے پر جس کا باطن اس کے ظاہر کے مخالف ہو صورت اضطراب یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لے گا تو اس چیز کو کسی دست معتد سے اپنا حال بتا کر بیع ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو در حقیقت یہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہے ولو قال لہ علی الف درہم زیوف ولم یدکر السبب فنی کما قال علی الاصح خبر اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر ہزار درہم زیوف ہیں اور اس کا سبب مذکور نہ کیا کہ مثن بیع میں یا غضب یا ودیعت تو مبیہ اس نے کہ زیوف ہی لازم ہوں گے بنا بر قول اصح م زیوف جمع ہے زیف کی یعنی کھوٹے درہم جو خزائن سلطانی میں نہ لے جادیں ولو قال لہ علی الف من مثن متاع او قرض وہی زیوف مثلاً لم یصدق مطلقا لانه رجوع اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر ہزار درہم ہیں متاع کے مثن سے یا قرض سے اور حالانکہ درہم مذکورہ زیوف ہیں مثلاً تو اس کی مطلقا تصدیق نہ ہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرنا ہے ولو قال من غضب او ودیعتہ الا انہا زیوف او بہر جہ صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں غضب یا ودیعت سے مگر درہم مذکورہ زیوف ہیں یا بہر جہ تو اس کی مطلقا تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے کہے اس واسطے کہ غضب اور ودیعت مقتضی سلامت اور عیب نہیں اس واسطے کہ غاصب جو پانا ہے غضب کرتا ہے اور اسی طرح مودع بہر جہ وہ درہم ہیں جن کو مودع اگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں وان قال مستوقہ اور صام فان وصل صدق وان فصل لا لاسناد درہم مجازا اور اگر بولا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں مگر درہم مذکورہ مستوقہ یا رائج کے ہیں تو اگر استثنائاً اقرار سے ملا کہ بولا تو اس کی تصدیق ہوگی اور اگر جدا کر کے بولے گا تو تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ درہم مجازا ہیں نہ حقیقی مسم مستوقہ وہ درہم ہیں جن کے دونوں طرف پتر چاندی کے ہوں اور بیچ میں تان یا سیسہ و صدق بیمنہ فی غضبۃ او ودیعتی ثوبا اذا جاء بمحبیب ولا بنیۃ اور اس کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اس کپڑا غضب کیا یا اس نے میرے پاس

کپڑا ودیعت رکھا جب کہ مقر کپڑے کو عیب دار لاوے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہیں یعنی اس واسطے کہ غضب اور ودیعت وصف سکتا
 کے مقتضی نہیں وصدق فی لہ علی الف وامن ثمن متاع مثلاً الا انه منقص کذا اسے الدرہم وزن خمسہ لا وزن سبعة اور مقر کی تصدیق
 ہوگی اس قول میں کہ اس کے میرے اور ہزار درہم ہیں اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہوں مگر درہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ
 کے درہم ہیں نہ وزن سبعة کے م یعنی اس ہزار درہم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہے نہ سات مثقال کے کذا فی المطاوی متصل
وان فصل بلا ضرر ولا یصدق لصحة استثناء القدر لا الوصف کا لایانہ مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استثناء اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر چیل
 کیے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہ ہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثناء کے نہ وصف کے استثناء کے چنانچہ کھوٹا ہونا و لو قال لا اخذ
منک الف وودیعت فملکت فی یدی بلا تعد وقال الاخذ بل اخذتھا منی غضباً من المقر لا اقرارہ بالاخذ و بسبب الضمان اور
 اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درہم بطریق ودیعت رکھنے کے لئے سووہ تلف ہو گئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے
 شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے درہم مذکورہ غضب کے طریق سے لئے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اس کے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے
 م جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب بات کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا
 کذا فی المطاوی و فی قولہ انت اعطیتنی وودیعت وقال الاخذ غصبہ بل منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول میں
 کہ تو نے مجھ کو درہم بطور ودیعت کے دئے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غضب کے مجھ سے تو مقر پر ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اسی کا قول مقبول ہوگا
 کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے م اس واسطے کہ اس نے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اس کے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے
 یعنی مقر کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقر نہ ہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اس کا منکر ہے اور قول
 تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنع و فی ہذا کان وودیعت او فرضالی عندک فاخذتہ منک فقال المقر بل ہو لی اخذہ المقر لہ
 لو قائماً والا فقیمتہ لا اقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ و منہ ہو سبب الضمان اور اس قول میں کہ یہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے
 اس کو تجھ سے لے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اگر موجود نہ ہو تو اس کی قیمت لے اس واسطے کہ
 مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی جب اس نے اس کے ذی الید پر
 کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا مدعی کیا تو بلا بران اس کی تصدیق نہ ہوئی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی ہذا و ثوبے ہذا و ثوبے ہذا و ثوبے
 اولیسہ او اعترت ثوبے او اسکتہ بتی وردہ او خاط فلان ثوبے ہذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی قال لقول للمقر استثناء
 لان الید فی الاجارۃ ضروریۃ بخلاف الودیعت اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جس نے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر
 سوار ہوا یا کپڑے کو پہنایا اس کو میں نے کپڑا بطور عاریت کے دیا اس کو میں نے اپنے گھر رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو نہ مانا یا یوں اقرار کیا کہ فلانے
 شخص نے میرا یہ کپڑا یا اتنی مزدوری پر سو میں نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور
 استثناء کے اس واسطے کہ قبض اور تصرف اجارے میں ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے م اجارے میں قبض استیفاء معقود علیہ کیسے
 ضروری ہے یعنی احتمال منافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اس کی ملک کی دلیل نہیں ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقرض کے ہذا
الالف وودیعت فلان لابل وودیعت فلان قال الف للاول وعلی المقر الف مثلاً لثانی بخلاف ہی لفلان لابل لفلان
 بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیہ لثانی شے لہ نہ لم یقر بایداعہ یہ ہزار درہم فلانے کا ودیعت ہے نہیں بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درہم مشار الیہا

اول مقرلہ کے ہیں اور مقرر پر مانند اس کے اور ہزار درم ثانی مقرلہ کے لازم ہوں گے بخلاف اس قول کے وہ ہزار درم فلا نے کے میں نہیں بلکہ فلا نے کے ہیں بلا ذکر ایداع کہ اس صورت میں مقرر پر مقرلہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کی ودیعت رکھنے کا مقرر نے ذکر نہیں کیا و ہذا ان کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزومہ ایضا اور یہ اس وقت ہے جب کہ درہم معین ہوں اور اگر غیر معین ہوں تو مقرلہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقرر پر لازم ہوں گے کقولہ عصبیت فلانا مائۃ درہم ومائۃ دینار و کمر حنطہ لابل فلانا لزومہ لكل واحد منهما کلمہ وال کانت بعینہا ہی للاول و علیہ للثانی مثلاً مانند اس قول مقرر کے کہ میں نے فلا نے سے سو درم اور سو دینار اور ایک کرگیوں غصب کئے ہیں بلکہ فلا نے سے چھین لئے تو مقرر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے اشیائے مذکورہ کے برابر لازم ہوں گے ولو کان المقرلہ واحدا لیزومہ اکثرهما قدر او افضلہما وصفا نحو الف درہم لابل الفان والف درہم جیاد لابل زیوف اور عکسہ اور اگر مقرلہ ایک شخص ہو یعنی اور احد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقرر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس مثال میں کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یوں اقرار کیا کہ اس کے ہزار کھرے درم ہیں نہیں بلکہ کھونٹے درم ہیں یا بالعکس اس کے اقرار کیا یعنی اول در ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھونٹے درم کا پھر کھروں کا ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیۃ الی عند فلان ہی لفلان فتوافق اقرارہ وحق القبض للمقرر وکن کو سلم الی المقرلہ بری خلاصہ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلا نے شخص پر ہے وہ فلا نے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلا نے کے پاس ہے وہ فلا نے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقرر کے واسطے ثابت ہے لیکن اگر مدیون یا مودع مقرر کو تسلیم کرے گا تو ادائے دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ لکن مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ہبۃ فینزہم لتسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلط علی القبض فان قال واسے فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقتل لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعیترات خلافاً للخلاصۃ فتأمل عند الفتوے لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقرر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہرے گا تو جانب مقرر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسی واسطے حادی قدسی میں کہا ہے کہ اگر مقرر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نہ کرے تو اگر لے کرے کہ میرا نام کتاب الدین میں عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہیں مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور حادی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ میں ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے میں فتوے دینے کے وقت شرح دیبانیہ میں تتمہ سے منقول ہے کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلا نے کا دین ہے اور مقرلہ اس کی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول کے واسطے ہے نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اس کے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہو جائے گا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر بحد تعادق کے دین مقرلہ کا ہوگا اگرچہ مقرریوں نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہے اور اس کے قبض پر تسلط نہ کرے تو بھی تعادق ملک مقرلہ کا مفید ہے اور اگر حادی کا قول اس پر محمول کیجئے کہ مقرلہ ساکت تھا اقرار کی وقت اور دیبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہے تصدیق مقرر پر محمول کیجئے تو توافق بین القولین حاصل ہوگا اور مخالفت اور اضطراب زائل ہوگا ذی الحماوی

باب اقرار المریض یعنی مرض الموت وحدہ مرنی طلاق المریض وسیحی فی الوصایا یہ باب ہے اقرار مریض کے احکام میں یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہے اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض میں اور آگے آدے کی کتاب الوصایا میں اقرارہ بدین لا جنتی نافذ من کل مالہ یا شکرہ مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہے اس کے تمام مال سے بذیل قولی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم فاروق سے مروی ہے (اذا اقرار المریض بدین جائز ذلک علیہ فی جمیع ترکاتہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اس پر جائز ہے

اس کے تمام متروکہ میں اور ایسی صورت میں اثر بجائے حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جس میں قیاس کو گنجائش نہیں تو سماع شارع علیہ
والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تمیکہ لما فی مرضہ فیتقید بالثبوت ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا
اقرار ہو تو بھی اسی طرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تمیک مریض کی اس کے مرض میں معلوم ہو یعنی قرائن سے یہ معلوم ہو
کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری میں تو یہ تمیک مفید ثبوت مال ہوگی یعنی ثبوت متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے
بیان کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی کتاب المعین میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر چونکہ مرض کی تمیک وصیت ہے لہذا مقید ہوگی ثبوت
مال سے عمومی میں ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتداء کے ہو تو ثبوت مال سے
صحیح ہوگا کذا فی العمدۃ اقرار ابتداء سے مراد یہ ہے کہ اس کی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت میں ابتداء تمیک ہو تاکہ وارثوں
کو حصہ نہ ہو اور اقرار چکائے تو حقیقی اقرار ہے کذا فی الطحاوی لمخصراً و آخر الارشاد عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائے گی اور اے دین
مذکور سے یعنی اس واسطے کہ قضا دین مقدم ہے میراث پر تا اس پر آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے و دین الصلح مطلقاً و ما لزمہ فی
مرضہ بسبب معروف ببنیۃ او بمعایۃ قاض قدم علی ما اقربہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقاً خواہ گواہوں سے
معلوم ہو خواہ اقرار سے وراثت کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اس کو مرض لازم ہو یا سبب معروف سے جو گواہوں
یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جس کا مریض نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا لو المقر بہ و ولیعہ دین صحت کا مرض
کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مقربہ و ولیعہ ہو و عند الشاکھی الکل ہوا اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہیں
بلانقدم والسبب المعروف بالیس تبرع نکاح مشاہد ان مہر المتل اما الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایت اور دین کا
سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہ ہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدوں کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مهرش سے ہوا ہو اور زیادتی مهرش سے تو
مرض الموت کے نکاح میں باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہے کذا فی العنایت م زیادت مهرش سے باطل ہے بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی
الطحاوی و بیع مشاہد و اتلاف کذلک اے مشاہد اور چنانچہ بیع مشاہد اور اسی طرح اتلاف مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا
مشاہدوں کے سامنے و المریض لیس لہ ان یقضی وین بعض الغرماء دون بعض ولو کان ذلک اعطاء مہر و ایفاء
اجرة اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوائے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دین اور اجرت کا ادا کرنا ہو مگر اس واسطے
کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہیں تو بعض کے دینے میں اور دینوں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ جو غیر مجبور
کو اس طرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا یسلم لہا الا فی مسکینین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دین سلامت نہ رہے گا مگر دوسٹوں میں
اور اے بعض دین جائز ہے اول قرض ما استقرض فی مرضہ اول نقد ثمن ما اشتری فیہ لو تمیل القیمۃ کما فی البرہان وقد علم
ذلک اے ثبوت کل منہا بالبرہان لا باقرارہ للتمتہ و دون ملے یہ ہیں جب کہ مریض اس قرض کو ادا کرے جو اس نے اپنی بیماری میں
لیا یا ادا کرے اس چیز کا ثمن جو اس نے مرض میں خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہے اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت
ہو چکا ہے قرض اور خرید گواہوں سے نہ اس کے اقرار سے بسبب تہمت کے مگر تہمت یہ ہے کہ شاید اس کو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ
گھٹانا منظور ہے بخلاف اعطاء المہر و نحوہ و ما اذا لم یؤد حقی مات فان البائع اسوۃ للعمران فی الثمن اذا لم یکن

المعین البیعة فی یدہ اسے ید البائع فان کانت کان اولے بخلاف اعطاء مهر وغیرہ کے اور بخلاف اشتراط مرض کے جب کہ مریض نے اس کا متن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مرگیا تو اس کا بائع اور دین والوں کے برابر ہے متن پانے میں جب کہ شے بیع بائع کے ہاتھ میں نہ ہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے مگر تو بیع مذکور نہ بھی جائے اور اس متن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اس کے دین سے متن کچھ زیادہ ہو تو زیارت متروکہ میں لائی جائے اور اگر متن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور اور باب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصلا اصل او فصل للاستواء اور جب کہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پادریں گے خواہ دونوں اقراروں کو ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقراروں کے ولو اقر بدین ثم بولعیۃ تحاصلا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پادریں ولعیسۃ الودیعیۃ اولی اور اس کے بالعکس میں ودیعت اولی اور مقدم ہے یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا تو ودیعت کی تقدیم ہے اس واسطے کہ جب اس نے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اس کا مالک ہو گیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال میں جائز نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و ابرار دیونہ وہو مدیون غیر جائز اسے لا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سوا رکان المریض مدیونہ او لالتمتہ اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہے غیر جائز ہے یعنی ابرار جائز نہ ہوگا اگر اس کا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مریض کا تو ابرار مطلقاً جائز نہیں بلکہ ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہ ہو تہمت کے سبب سے وحیدۃ صحۃ ان یقول للاحق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن لی علی ہذا المطلوب شے یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا ویانہ فریق بہ مطالبۃ الدین لا مطالبۃ الاخرۃ حادی الا المہر فلا یصح علی الصیح بزانیۃ اسے ظہور نہ علیہ غالباً اور صحت ابرار کا مدیون حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اس پر کچھ حق نہیں چنانچہ اس کو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس قول سے اور مریض کا یوں کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے دینا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحادی سوائے دین مہر کے کہ اس کا ابرار حیلہ مذکورہ سے صحیح نہ ہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر ہر اکثر واجب الاداء ہوتا ہے یعنی اگر نہ درجہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر تو ابرار صحیح نہ ہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضہا بان الشیء الفلانی ملک ابی او امی للاحق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ فانہ یصح ولا یشع دعویٰ زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ قانما فانتم ہذا التقریر فان من مزیات کتابی بخلاف بیٹی کے اس قرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلاں میری ماں یا آپ کی ملک ہے میرا اس پر کچھ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ ابرار صحیح ہوگا اور اس کے زوج کا دعویٰ اس میں مسموع نہ ہوگا چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے اشباہ میں اس طرح کہہ کر کہ غنیمت جان اس تحریر ہو کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہے مگر اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی و شیخ صالح وغیرہ نے مسلم نہیں رکھا اس واسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا وارث کے واسطے بصیغہ نفی اور اس کی عدم صحت میں اختلاف ہیں اور صاحب اشباہ جس کی سند لایا وہ مقروض ہے دین میں نہ عین میں خلاصہ یہ کہ ابرار یہ لفظ نفی البتہ جائز ہے دین میں اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمامہ فی الطحاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلفا للشافعی ولنا حدیث لا دعیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہیں وارث کے واسطے اور نہ دین کا اقرار مگر اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحاوی الا ان یصح بقیۃ الوارثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اس صورت میں باطل نہیں جب کہ باقی وارث مریض کی تصدیق کریں فلو لم یکن وارث اخر او امی

لزوم ہے اور ہی وصیت الوصیۃ واما غیر ہما فی ثلث الکل فرضاً اور و افلا یحتاج لوصیۃ شربلانیۃ تو اگر دوسرا وارث نہ ہو اور زرج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل مسترد کہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو وارث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشربلانیۃ و فی شرحہ للوہبانیۃ اقرار بوقف ولا وارث لا فلو علی جہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان اور نائبہ و کذا لوقف خلافا لما زعم الطرسوسی فلیحفظ اور شربلانی شرح وہبانیہ میں ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اس کا کوئی وارث نہیں تو اگر وقف بحجت عامہ ہو چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنانا تو صحیح ہے بادشاہ یا اس کے نائب کی تصدیق اور اسی طرح اگر وقف بحجت عامہ کرے مرض میں تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ جب کوئی وارث نہ ہو تو اس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل بنانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہ ہوگا تو وقف ثلث مال میں صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہ ہوگی شربلانی نے شرح وہبانیہ میں کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہے وہ معمول نہیں کذا فی الخطاوی ملخصاً ولو کان ذلک اقراراً بقبض دینیہ او غصبہ اور بہنہ و بخود نک علیہ اے علی وارثہ اور عہدہ وارثہ اور کاتبہ لایصح لوقوعہ لولہا اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اس کے اپنے وارث سے یا عہدہ وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہ ہوگا اور مکاتب کا اقرار اس کے سولے کے واسطے واقع ہوگا م یعنی اگر مریض نے یوں اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اس کو میں نے اس سے پایا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اس کے پاس گدھ تھی وہ میں نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا و لوفعلتم بکتم مات جائز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہو گیا بعد اس کے سرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائے گا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت میں واقع نہ ہوا تھا لہذا صحیح ہوگا و لو مات المقر ثم المریض و در ثلث المقر من در ثلث المریض جائز اقرارہ کا قرارہ للاجنبی بکبر و سیجی عن الصیرفۃ اور اگر پہلے مقر مراد پھر مریض مرگیا اور مقر کے وارث مریض کے بھی وارثوں سے ہیں تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا کہ اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آدے کا میر فیہ سے صورت اس کی ہے کہ دارانے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مرگیا پھر دارا اقرار کرنے والا اپنے اس فرزند کو جو مقر کا باپ ہے چھوڑ کر مرگیا تو یہ اقرار جائز ہے صاحبین کے نزدیک اس واسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے داد کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہ ہو کذا فی الخطاوی بخلاف اقرارہ کہ اسے وارثہ بودیعۃ مستملکہ فانہ جائز و صورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ لہذا الوارث فاستملکتها جو ہرۃ بخلاف ودیعۃ مستملکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعۃ مستملکہ کا اقرار کرے سودہ جائز ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعۃ تھی سودہ میں نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوزیہ الحاصل ان الاقرار لا وارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منها اقراری الامانات کما ومنہا النفی کلا حق لے قبل ابی و امی و ہذہ الحیدۃ فی اقرار المریض وارثہ ومنہ ذلک فی الغلانی ملک ابی و امی کان عندی عاریۃ و بذات لاقرنیۃ و تمامہ فیہا فلیحفظ فانہ ہم اور غلام یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلوں میں جو اشباہ میں مذکور ہیں از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور از انجملہ نفی ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ اور ماکی جانب اور یہی نفی حیدہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض یہ قول ہے کہ یہ چیز فلاں میرے باپ اور میرے ماکی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہاں ہے جہاں قرنیہ نہ ہو اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر ضروری ہے ہم طحاوی نے کہا کہ ملک

پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکورہ ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہ ہو تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہیں رہی اقرقیہ اسے فی مرض موتہ لوارثہ یومرنی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یرودہ بزادیہ و فی القینۃ تصرفات المرضی نافذہ وانما تنقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت میں اپنے وارث کے واسطے قونی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مر جاوے تو وارث مقربہ کو پھر دے کذا فی البرزادیہ اور قینہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہیں اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہیں والعبرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقرار لآخریہ مثلاً ثم ولد له صحیح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتباراً اس کے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب نہ وارث ہونے اس کے بھائی کے یعنی ہر چیز اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزوج وعقد المولاۃ فیجوز کما ذکرہ بقولہ اگر جب کہ مقررہ وارث ہو گیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد مولات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے آئندہ قول میں مذکور کیا فلو اقرار لہا اے لاجنبیۃ ثم تزوجها صحیح بخلاف اقرارہ لآخریہ المحجوب بغير او ابن اذا زال حجبه باسلامہ او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلاف اس کے اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقرر کے فرزند کے موجود ہونے سے جب کہ اس کا محجوب ہو زائل ہو بھائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب سے ہے نہ جدید سبب سے و بخلاف المیتہ لہا فی مرضہ والوصیۃ لہا ثم تزوجها فلا تصح لان الوصیۃ تمیک بعد الموت وہی حیثیۃ وارثہ اور بخلاف اجنبی عورت کے ہیہ کرنے کے اپنے مرض الموت میں اور اس کے واسطے وصیت کرنے کے پھر اس کے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ وصیت تمیک ہے بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہے مقررہ اقرقیہ انہ کان لہ علی ابنتہ المیتۃ عشرۃ درہم قد استوفیتما ولہ اے للمقران نیکر ذلک صحیح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس کی بیٹی مردہ پر اس کے دس درم تھے سو میں ان کو لے چکا اور اس مقرر کا ایک بیٹا ہے جو اس کا انکار کرتا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے اس واسطے کہ میت وارث نہیں کہا لو اقرار لہا مرأتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترك منها وارثا صحیح الاقرار وقیل لا قالہ بدیع الدین صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا بھر زوجه مگر گئی قبل زواج مقرر کے اور مقرر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکور کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صحیح نہیں قال اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیہ و لو اقرقیہ لوارثہ ولا جنبی بدین لم یصح خلافاً لمحمد عادیۃ اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العادیۃ وان اقرار لاجنبی مجہول نسبہ ثم اقر ببنوۃ و صدقہ وہ من اہل التصدیق ثبت نسبہ مستند الوقت العلوق و اذا ثبت لطل اقرارہ لہا مرأۃ اور اگر اس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جس کا نسب معلوم نہیں پھر مقرر نے اس کی فرزندگی کا اقرار کیا اور مقرر نے اس کی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنی حال بیان کر سکتا ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا اس کی ابتداء سے پیدائش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہوا تو اس کا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ یعنی جو وارث ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اس کے واسطے اقرار صحیح نہیں و لم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ مستند ثبوت النسب شرعاً لایستلزم بالینایع اور اگر نسب ثابت ہوا اس طرح پر کہ مجہول النسب مقرر کی

مکذیب کرے یا اس کا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہے بسبب نہ ثابت ہونے نسب کے چنانچہ شریعتیہ میں ہے ینایع سے ولو اقر
 لمن ظنهما ثلثا یعنی باثنا فیہ لے فی مرض موتہ فلما الاقل من الارث والدین ویذبح لہما ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی
 لا تقیر شریکتہ فی ایمان الترتہ شریک لہ اور اگر اس عورت کے واسطے اقرار کیا جس کو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت میں ترجمہ کمتر
 ہوگا میراث اور دین میں وہ اس کو ملے گا اور کمتر اس کو دیا جائے گا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ٹھہرے گی مگر وہ کی اشیاء میں
 کذا فی المشرع لایعزم طلاق بائن کی اس واسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زود رجوع ہوگی اور یہ بھی شرط ہے کہ اثنائے عدت میں مقرر جائے
 اور اگر بعد مدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی المحطاوی و ہذا اذا کانت فی العدة وطلقتہا بسوا الہما فاذا مضت العدة جاز لعدم
 التتمۃ عزمیۃ اور یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اس کو طلاق دی اس کی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی
 تو اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تمت کے کذا فی الغررۃ م تمت یہ مخفی کہ زوج نے شاید اس واسطے طلاق دی ہو تاکہ اس کا اقرار صحیح ہو
 زود رجوع کے واسطے تاکہ اس کو میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تمت بھی باقی نہ رہی وانطلقتہا بسوا الہما فلما المیراث
 بالغام بلغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا وارثہ فہو فار واصلہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اس کو طلاق دی بدول اس
 کی طلب کے تو اس کو میراث ملے گی جس مقدار کو وہ پہنچے اور اس کے واسطے اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اس واسطے کہ زوج اس
 کا وارث ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہاں مذکور نہیں کیا بسبب اس کے ظاہر ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر الغلام مجہول
 النسب فی مولدہ ادنی بلدہ ہو فیہا و ہما فی السن بحیث یولد مثلاً مثلاً انہ ابنہ و صدقہ الغلام لومیزا والام یصح لتصدیقہ کما روینہ
 ثبت نسبہ ولو المقر مرضیاً و اذا ثبت شارک الغلام الوترۃ اور اگر اس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہیں اس کے وطن میں
 یا اس شہر میں جس میں وہ واد رہے اور حالانکہ مقرر مقرر اس عمر میں واقع میں کہ ویسی عمر والے کا ویساڑ کا پیدا ہو سکتا ہے یہ اقرار کیا کہ وہ
 لڑکا اس کا بیٹا ہے اور لڑکے نے اس کی تصدیق کی اگر وہ باتیز ہوا اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اس کی تصدیق کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مذکور
 ہو چکا اور اس وقت میں یعنی در صورت اجتماع شرائط مذکورہ اس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقرر مریض ہو اور جب کہ اس کا نسب ثابت ہو تو لڑکا
 باقی وارثوں کا شریک ہوگا فان انتفت ہذہ الشرط یؤخذ المظن من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوة غیرہ کما مر عن الینایع کذا فی المشرع لایعزم
 فلیعزم عند الفتویٰ تو اگر یہ شرط مذکورہ پائی جائے تو مقرر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بجائی ہونے کا اقرار کرے
 جیسا کہ مذکور ہو چکا ینایع سے کذا فی المشرع لایعزم کذا فی الشرع لایعزم دینے کے وقت تحریر اور تصدیق چاہیے مگر شرط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب اور پیدا
 ہونا مثل مقرر کا مثل مقرر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے یعنی نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور یہ جو شارح
 نے کہا کہ من حیث استحقاق المال مقرر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت میں ظاہر نہیں اس واسطے کہ یہاں فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ
 میں ہے یعنی جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اس کے فرزند کی کا دعویٰ کرے تو اکثر شرط مذکورہ منتفی ہوں تو اس کو مال لازم آوے گا اگرچہ
 نسب ثابت نہ ہوگا اور شریعتیہ میں ینایع سے یہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقربہ ولا یثبت النسب
 لکافی الینایع انتہی اور شارح کی عبارت رکبیک ہے تو اگر لویں کتا فلو انتفی احد ہذہ الشرط قد اقر لہ بال یؤخذ بہ المقر تو البتہ واضح تر ہوتا اس
 سے یعنی اس کی درشت سے گریز کرتا ہے ۱۷ اور اگر مقرر مقرر مکذیب کرے یا وہ معروف النسب ہو غیر مقرر تو مقرر کو وہ لازم ہوگا جس کا اس نے اقرار کیا اور نسب ثابت
 نہ ہوگا ۱۸ سے تو اگر ان شرطوں سے ایک منتفی ہو اور حالانکہ مقرر مقرر کے واسطے اقرار کر چکا ہو تو ماخوذ بحال ہوگا ۱۹

واسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب نسب ثابت نہ ہو تو مقربہ لازم ہوگی اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی المخطوطی
 مختصر الرجل صح اقرارہ اے المريض بالولد والوالدین قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزیلعی لو اقرار بالجد وابن
 الابن لایصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط المتقدمة فی الابن اور ہمایہ مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے ان تینوں
 شرطوں سے جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں فرزند میں برہان میں کہا والدین کا اقرار صحیح ہے اگرچہ والدین اور بچے ہوں یعنی دادا پر دادا مقدسی نے کہا اور اس
 میں اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کہ اگر دوا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی
 صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر و صحیح بالزوجة بشرط خلوا عن زوج وعدتہ وخلوہ اے المقر عن اختہا مثلاً
 واربع سواہا اور یوں اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے صحیح ہے بشرط خالی ہونے اس عورت کے زوج اور اس کی عدت سے اور بشرط
 خالی ہونے مقرر کے اس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط ہونے مقرر کے چار عورتوں سے سوا اس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اس وقت
 صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسی کی زوجہ نہ ہو اور نہ کسی کی عدت میں ہو اور جب کہ اس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقرر کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو
 اور جب کہ سوائے اس عورت کے چار عورتیں اس کے پاس نہ ہوں جموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست
 نہ ہو اور حاشیہ زیلعی میں ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہ ہو مقرر پر و صح بالمولی من جہتہ العاقبة ان لم یکن ولا ثابتاً من
 جہتہ غیرہ اے غیر المقر اور صحیح ہے مولیٰ کا اقرار یوں کہنا کہ یہ شخص میرا مولیٰ ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اس کا دلائل غیر مقرر سے ثابت نہ ہو
 والمرأة صح اقرارہا بالوالدین والزوج والمولیٰ اور صحیح ہے عورت کا یوں اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا زوج اور مولیٰ
 ہے الاصل ان الاقرار الانسان علی نفسه جہتہ لا علی غیرہ قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے
 نہ غیر پر قلت ما ذکرہ من صحۃ الاقرار بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمهور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لایصح وکذا فی ضرر
 السراج لان النسب للآباء لا للاہل و فیہ حمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصح انتہی و لکن الحق صحۃ بجامع الاصلۃ فکانت کالاب فلیحفظ میں کتابوں
 اور یہ جو مصنف نے ان کے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جس پر اکثر علماء ہیں اور اکثر عتابی نے اپنے فرائض
 میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسی طرح ضرر السراج میں ہے اس واسطے کہ نسب بالپول سے ہوتا ہے نہ ماؤں سے اور اس
 میں حمل زوجیت بھی ہے غیر شخص پر یعنی مقرر کے باپ پر تو صحیح نہ ہوگا انتہی و لیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت اصہات کے
 یعنی اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوتی پس اسے یاد رکھنا چاہیے و کذا صح بالولد ان تہت
 امرأة ولو قابلہ بتعین الولد اما النسب فبالفراش شتمنی اور اسی طرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی
 دے اگرچہ دائی جنا فی یقین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشتمنی م عورت کی گواہی اس وقت شرط ہے
 جب کہ تجاہد ہو اور شہادت قابلہ تعین ولد میں اس وقت شرط ہے جب کہ ولادت پر تصادق ہو اور تعین ولد میں اختلاف والتوضیح فی
 الطوطادی ولو معتدہ جحدت ولادتہا فنجۃ تامۃ کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار لوری
 حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا او صدقما الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدہ
 معتدہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اس کی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اس کی معتدہ ہو و صح مطلقاً ان لم یکن

ملہ یعنی کوئی منکر ولادت ہو کہ یہ اس کا لڑکا نہیں ۱۱

کذلک اسے مزوجہ و لامعتہ او کانت مزوجہ ادعت انه من غیره نصار کہ لو ادعاه منہا لم یصدق فی حقہا الا تبعد لیتقا اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جاوے اگر عورت ویسی نہ ہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعویٰ کرے کہ وہ لڑکا اس کے سوا اور مرد کا ہے تو اقرار ویسا ہو جیسا کہ اگر مرد دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں تصدیق نہ ہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت لبقی لولم یعرف لہا زوج غیرہ لم ارہ فخر میں کتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہ ہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اس کی تحریر اور تصدیق چاہیے اس صورت میں ظاہر اوہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر جمیل نسب نہیں ہو سکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابوالستود نے کہا غایت الامر یہ ہے کہ در صورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث ہوتا ہے تو اس میں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحاوی ولابد من تصدیق ہولاء اور صحت اقرار میں ان اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہے یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج اور یہ میرا مولیٰ ہے عنایت سے تو ان لوگوں کی تصدیق ضروری ہے اس واسطے کہ ہر شخص ان میں سے اپنی ذات کے لقرن میں ہے تو غیر کا اقرار ان کو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسه لما رآہ جہنم کالمستد مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جب کہ اقرار ویسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب گمے مانند ہے یعنی وہ جس کے پاس ہوگا اسی کا ٹھہرے گا ولو کان المقر له غیرا بشرط تصدیق مولاء لان الحق لا اور اگر مقر له غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اس کے مولیٰ کی تصدیق ہوگی شرط اس واسطے کہ حق اسی کا ہے و صحیح التصدیق من المقر له بعد موت المقر لبقاء النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر له کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقترۃ لانقطاع النکاح ہوتا ولذا یس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقترہ کے مرنے کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اس کے عکس کے یعنی اگر زوج مقتر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اس کو غسل دینا بھی صحیح ہے اس واسطے کہ علاقہ نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں و لو اقرار رجل بنسب فہ یجوز علی غیرہ لم یقل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجداول ابن الا بن کما قال کالاح والحم والجداول ابن الا بن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ الا برأۃ اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اس نسب کا جس میں غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں غیر اولاد کی قید نہ لگائی چنانچہ درمیں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الا بن سے و منہ اقرار اشہین کما کر فی باب ثبوت النسب فلیخلف اور اذا جملة ہے اقرار و شخصوں کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیے مگر یعنی غیر کے حق میں اقرار نسب صحیح نہیں مگر برائے سے سو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثوں سے و شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا مگر اگر ایک شخص ہوگا تو فقط اسی پر حکم اقرار مقصور رہے گا اور مقر له کے وارثوں کا اقرار ثبوت نسب نہیں جیسے مقر له کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی الطحاوی و کذا لوصدقہ المقر علیہ والوارثۃ و ہم من اہل التصدیق اور اسی طرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اس کے وارث اور حلائکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جس پر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق

ورثہ مقرر علیہ قول سابق میں مندرج ہے لیکن دونوں میں یوں تفرقہ ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقرر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار ثبت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقرر اور مقرر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق ثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور لصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحاوی و یصح فی حق نفسه حتی یلزمہ اے المقر الاحکام من النفقة والحضانة والارث اذا تصادقا علیہ اے علی ذلک الاقرار لان اقرار ما حجة علیہا اور نسب کا اقرار مقرر کی ذات کے حق میں صحیح ہے تو مقرر کو لازم ہوں گے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقرر اور مقررہ دونوں اس اقرار پر باہم تصادق کریں اس واسطے کہ دونوں افراد دونوں پر حجت ہے ہم نفقہ اس وقت ہے جب کہ مقررہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقرر سے لیکن پرورش مشکل ہے اس واسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانہ سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جب کہ بنت بالغہ ہو اور اس کی بے حرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحاوی فان لم یکن له اے لہذا المقر وارث غیرہ مطلقاً لا قریباً کذوی الارحام ولا بعیداً کمولی الموالاة یعنی وغیرہ ورثہ سوا اگر اس مقرر کا سوا ہے مقررہ کے کوئی وارث مطلقاً نہ ہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولا نے محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اس کا وارث ہو گا مگر یہ وارث فقط مقررہ کے مقصور ہے تو اس کی اصل اور فرع کی طرف میراث منتقل نہ ہو گی اس واسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہے کذا فی الطحاوی والا لان نسبہ لم یثبت فلا یزاحم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودہما غیر مانع قالہ ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقرر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقررہ کا وارث نہ ہو گا اس واسطے کہ اس کا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کر سکتا وارث مشہور سے اور مراد اس وارث سے جو مانع ارث مقررہ ہے وہ ارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اس واسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہے مقررہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقران یرجع عن اقرارہ لانه وصیۃ من وجہ زلیعی اے وان صدقہ المقر کما فی البدائع فکن نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق ثبت النسب فلا یفصح الرجوع فلیحذر عند الفتویٰ پھر دریافت کر کہ مقرر کو اپنے اقرار سے پھرنا جائز ہے اس واسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہے کذا فی الزلیعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقرر کی مقررہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شروح سے نقل کیا ہے کہ مقررہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اس کی تحریر اور تنقیح چاہیے فتوے دینے کے وقت ہم ظاہر ازلیعی کا کلام حق ہے چنانچہ اتقانی اور ثمر بنیالیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اس تفصیل میں اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہیں تو تحریر یہ مقام یہ ہے کہ نسب اقرار میں اگر غیر پر تحصیل نسب نہ ہو اور تصدیق مقررہ کی پائی جاوے تو اس میں رجوع جائز نہیں اور اگر تحصیل غیر پر ہو اور مقررہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہے غرض کہ یہاں کلام ہے دو مقاموں میں فتدیر کذا فی الطحاوی مطلقاً ومن بات ابوہ فافتر یاخ شارکہ فی الارث فیستحق نصف لعیب المقر ولم یثبت نسبہ لما تقران اقرارہ مقبول فی حق نفسه فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اس نے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے تو مقررہ اس کا شریک ہو گا ارث میں تو وہ نصف حصہ مقرر کا مستحق ہو گا اور اس کا نسب ثابت نہ ہو گا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کا اقرار فقط اسی کے حق میں مقبول ہے قلت یعنی لو اقر الاخ با بن بل یصح قال الشافعیۃ لان ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم ارہ لا متنا صریحاً و ظاہر کلامہم نعم فلیراجع میں کہتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علمائے شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح نہیں اس واسطے کہ جس کا وجود باعث ہو اس کی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی شرط یہ ہے کہ مقرر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان

لازم آوے کیونکہ بھائی وارث نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہم نے اپنے اماموں کے کلام میں مصرح نہیں دیکھا اور ان کے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہاں اقرار مذکور صحیح ہے تو اس کی تلاش چاہیے کتب مذہب میں م وجہ صحت یہ ہے کہ مقتضائے کلام حنفیہ یہاں یہ ہے کہ اگر مقر میں نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثوں سے ہو اور اگر نصاب نہ ہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقر کے حق میں اگرچہ نسب ثابت نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وان ترک شخص ابن ولہ علی آخر ماتہ فاقر احدہما بقبض ابیہ حسین منہا فلا شئ للمقر لان اقرارہ ینصرف الی لیبہ وللآخر خمسون بعد حلفہ انہ لا ینعلم ان اباہ قبض شرط الماتۃ قالہ الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ ہنا یحلف بحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا اور اس کے دوسرے شخص پر سودرم ہیں سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اس کا باپ پچاس درم ان میں سے لے چکا تو فرزند مقر قبض کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ اس کا اقرار اس کے حصہ کی طرف پھر جائے گا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملیں گے یوں قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اس کو معلوم نہیں کہ اس کے باپ نے سودرم سے نصف پائے یہ قول ہے اکمل کا میں کتابوں اور اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہاں مدیون کے حق کے واسطے قسم لی جائے گی کذا فی الزیلعی م پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہے نہ خصم کے واسطے اس واسطے اس پر اس سے زیادہ مطالبہ نہیں جو اس پر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم میں اس کا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقر بھائی قسم نہ کھائے تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھائے گا کہ میرے باپ نے کچھ نہیں لیا تو اس کا حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درم کذا فی الطحاوی

فصل فی مسائل شتہ یہ فصل ہے کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ میں اقرت الحرة المطلقة بدین لآخر فکذبہا زوجہا صح اقرارہ کافی حقہ ایضا عند ابی حنیفہ فیحبس المقرۃ وتلازم وان تضر الزوج وبنہ احدی المسائل الست الخارجة من قاعدة الاقرار حجة قاصرة على المقر ولا يتعدى الی غیرہ وہی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اس کے زوج نے اس کی تکذیب کی تو اس کا اقرار اس کے زوج کے حق میں بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت حبس کی جائے گی اور اس کا ساتھ نہ چھوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت میں زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل سے جو اس قاعدے سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف متعدی نہیں ہوتا اور مسائل اشباہ میں ہیں م بمخد مسائل تشکا نہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن میں مذکور ہو چکا ۲ اگر موجد نے اس دین کا اقرار کیا جس کے ادا کا ٹھکانا نہیں مگر عین موجدہ کے متن سے تو دائن کو اس کی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اس کی تصدیق کی تو دونوں میں نکاح نسخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعوے کیا اور مدعی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جب کہ ولد حصرہ کا دعویٰ کیا اپنے بھائی کی زندگی میں تو دعوے صحیح ہوگا اور میراث اس کے ولد کو ملے گی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اس کی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اس کے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارة غیرہ فاقر لاخر بدین فان لم یحبسہ وان تضر المستاجر وہی واقعة الفتوی ولم نہ صریحہ اور لائق یوں ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکور سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدور کی میں ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر کو اس کا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فوتے طلب ہوا تھا اور میں نے اس کو مصرح کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا و عندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تجبس ولا تلازم ودر قلت وینبغی ان یعول علی

قولہا افتاء وقضاء لان الغالب ان الالب لعلیہما الاقرار لہ او لبعض اقرار بہا لیتوصل بذلک الی منعہما بالحبس عنہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مراراً
 حین اقبلت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین ح کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہ ہوگی زوج کے حق میں تو وہ مجبور
 اور ملازم نہ ہوگی کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور لائق یوں ہے کہ صاحبین ح کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوے دینے اور حکم کرنے میں اس
 واسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اس کو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توکل
 سے اس کو روک رکھے اپنے پاس اس کے شوہر سے چنانچہ میں چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہوں جب کہ میں مبتلا بقضاء ہوا تھا ایسا
 کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م اس تعلیل میں اعتراض ہے اس واسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اس واسطے کہ جب
 اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہیں علاوہ اس کے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جس مدیون
 کا قاضی کے پاس ہوتا ہے مذہب کے پاس تو ایسا ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح میں ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہیں کی کذا
 فی الطحاوی مجہولۃ النسب اقربت بالرق للناس وصدقہا المقر ولما زوج واولاد منہ اسے الاصل وکذا زوجہا
 صح فی حقیقہا خاصۃ فولد علی بعد الاقرار بقیق خلافاً لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور
 مقررہ نے اس کی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اس کے زوج نے اس کی تکذیب کی تو عورت
 کا اقرار فقط عورت ہی کے حق میں صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا لفظ رہے گا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقررہ کا برخلاف قول محمد کہ ولد مذکور
 بھی رقیق نہ ہوگا لانی حقہ یرد علیہ انتقام طلاقاً کما حقہ فی الشرع لانیہ شوہر کے حق میں اس کا اقرار صحیح نہ ہوگا اس قول پر انتقام طلاق
 مقررہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اس کی تحقیق شرعاً لانیہ میں مذکور ہے م بسوط میں ہے کہ عورت کی طلاق دو طلاق ہیں اور عدت اس کی
 دو حیض ہیں بالا جماع اس واسطے کہ یہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں نکلتا ہے
 کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسی کو خاص ہے اس واسطے کہ طلاق میں ہمارے نزدیک عورتوں کا اعتبار ہے اور اسی طرح حیض میں تو انتقام
 طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخلف ہے کذا فی الطحاوی وحی الاولاد اور نہ اولاد کے حق میں اس کا اقرار صحیح ہے و فرع علی حقہ بقولہ
 فلا یبطل النکاح علی حق الاولاد بقولہ واولاد حصلت قبل الاقرار ومانی لبطنہا وقتہ احراراً کھولیم قبل اقرار بالرق اور مصنف
 نے حق زوج پر تصریح کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہ ہوگا اقرار مذکور سے اور حق اولاد پر تصریح کی اس قول سے اور جو اولاد کمال
 ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہیں بسبب ان کے حاصل ہونے کے ملکیت کے
 اقرار سے پہلے مجہول النسب حرر عمدہ ثم اقر بالرق للناس وصدقہ المقر من اقرارہ فی حقہ فقط دون البطلان الحق
 شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقررہ نے اس کے اقرار کی تصدیق کی
 تو اس کا اقرار صحیح ہوگا فقط اس کے حق میں نہ عتق کے باطل کرنے میں فان فانیات العتق یرثہ وارثہ ان کان لہ وارث یرثہ العتق
 والا فیرث الکل او الباتی کافی وشرعاً لانیہ لیس مقررہ پھر اگر غلام آزاد مگر گیا تو اس کا وارث اس کی میراث پاوے گا اگر اس کا کوئی ایسا وارث
 ہو جو تمام متروکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اس کا کوئی مطلقاً وارث نہ ہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پاسکے چنانچہ اصل از حدیث
 تو مقررہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتق فارثہ لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقرر گیا پھر غلام آزاد تو اس کی میراث
 مقرر کا عصبہ پاوے گا ولو جنی ہذا العتق سعی فی جنایۃ لانیہ لا عاقلہ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنی محنت

مزدوری کر کے دیت ادا کرنے اس واسطے کہ اس کا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں جس پر دیت لازم آئے و لوجہ علیہ یجب ارض العبد و ہرک المملوک
فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر و ہو یصلح للدفع لالاستحقاق اور اگر اس پر جنایت کی جائے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر
غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے میں اس واسطے کہ اس کی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور
ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے نہ استحقاق کی قال رجل لاخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او البیقین او
مکر کقولہ حق و نحوہ او کقولہ الحق الحق او حقاً حقاً و نحوہ لقرن بہا البر کقولہ البر حق او الحق براخ فاقترار ایک
مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سو اس نے جواب میں کہا الصدق یا الحق یا البیقین یا الفاظ مذکورہ مکرہ سے کہے بدو
الف لام کے چنانچہ یوں بولا کہ حقاً اور مانند اس کے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق الحق یا حقاً حقاً اور مانند اس کے یا حق وغیرہ
کے ساتھ ہرک لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر حق یا الحق براخ تو یہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلاً و لوقال الحق حق او الصدق صدق او البیقین
لیقین لایکون اقرار الا لانه کلام تام بخلاف ما مر لانه لا یصلح للابتداء فنجعل جواباً فکانہ قال ادعیت الحق الخ اور مخاطب یوں بولا کہ الحق حق یا الصدق
صدق یا البیقین لیقین تو یہ اقرار نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام نہیں اس واسطے کہ
وہ الفاظ ابتدائے کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اس نے یوں کہا کہ تو نے حق بات کا دعویٰ کیا الخ قال
لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا البقۃ او قال ہذہ السارقۃ فعلت کذا و باعما فوجد بہا واحد منها اسے من ہذہ العیوب
لا ترد بہ لانه نداء او شتمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یوں کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اس کے
اس کو بیچ ڈالا پھر اس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اس کی رد بیع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ پکارنا
یا گالی دینا ہے خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو م قول اخیر گالی ہے اور باقی مذاہب بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ البقۃ او ہذہ زانیۃ
او ہذہ مجنونۃ حیث ترد با حدیث لانه اخبار و ہو تحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہ چوٹی ہے یا یہ بھگوڑی ہے یا یہ زانیہ ہے یا یہ دیوانی ہے
کہ اس صورت میں اس کی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اس واسطے کہ یہ قول اخبار ہے اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے
ہوتا ہے یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اس کو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہے و بخلاف یا طالق او ہذہ
المطلقة فعلت کذا حیث تطلق امرأۃ لکن من اثباتہ شرعاً فنجعل ایجاباً لیکون صادقاً بخلاف الاول درر اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے
زوجہ سے کہا کہ یا طالق یا یوں کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعاً تو
زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر یعنی مولے قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی میں
اقرار السکران بطریق مختصراً اے ممنوع محرم فی کل حق اس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پی کر مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق
میں حق تعالیٰ نے فرمایا (لا تقر بوا الصلوۃ وانتم سکارۃ) یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستوں سے اور ان کو
عین مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہیں فتدبر فلو اقرار بقوم اقیم علیہ الحد فی سکرہ و فی السرقة لیضمن المسروق
کما بسطہ سعدی آفندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اس پر حد قائم ہوگی اس کی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوری میں

ملے یعنی سلوک کرنا حق ہے یا حق سلوک کرنا ہے ۱۲ سہ مترجم ثانی کہتا ہے کہ اس تعلیل میں یہ شبہ ہے کہ اول کے الفاظ میں البر یعنی اور بالحق برہمی ہے اور وہ دونوں

مجید نام ہیں تو ان کو جواب کلام ٹھہرنے کے لئے یہ علت کافی نہیں کہ ابتداء کلام کی لیاقت نہیں رکھتے تو اس کی تیغ چاہیے ۱۳

تو اس پر سہرہ کا تادان لازم ہوگا چنانچہ اس کو واضح بیان کیا ہے سعدی افندی نے حد شرب کے باب میں **الانی ما یقبل الرجوع** کا ردہ
وحد الزنی وشراب الخمر مست مذکور کا اقرار صحیح نہیں ان چیزوں میں جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد اور زنا اور شراب
خمر کی عدم یعنی اگرستی میں اقرار کیا کہ اس نے شراب پی ہے تو اس کا اقرار صحیح نہیں تو اس پر حد قائم نہ ہوگی بلکہ ترتیب احکام گواہی پر مثلاً
موقوف ہوگا کذا فی الطحاوی **وان سکر بطریق مباح** کثر بہ مکرراً لا یعتبر بل ہوکا لا غمائم الانی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر
مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پینا تو اس کا اقرار معتبر نہ ہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہے مگر نماز کے
قضاء کے ساقط ہونے سے اغما کے مانند نہیں اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکامات میں ہے م یعنی اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی
زیادہ رہے تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہے اور مستی سے قضاء صلوة ساقط نہیں **المقر له اذا کذب المقر یبطل اقراره** لما تقرر انہ
یرتد بالرد مقر له جب کہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقرار مردود ہو جاتا ہے رد کرنے سے
م یعنی جب مقر مقر کی تکذیب کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس کی تصدیق پر عمل نہ ہوگا مگر مواضع آئندہ میں تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا
کذا فی الطحاوی الانی ست علی ما ہنا تبعا لاشباہ تکذیب مقر له مبطل اقرار ہے مگر چھ صورتوں میں بموجب اس کے جس کو مصنف نے یہاں اشباہ
کی پیروی سے ذکر کیا ہے **الاقرار بالحرث والنسب وولاء العاقل والوقف** منجہ مواضع ستہ آزادی کا اقرار ہے اور نسب اور ولاد
عناقت اور وقف کا اقرار ہے اقرار حرث کی یہ صورت ہے کہ جس کے پاس غلام ہے اس نے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہے تو اس کی حریت ثابت
ہوگی اگرچہ غلام اس کی تکذیب کرے دعویٰ نسب کے باب میں پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقر له کی ضرورت ہے صحت اقرار میں اور تصدیق مولا
عناقت بھی شرط ہے اور یہاں اس کے خلاف ہے مگر یہ کہ اس پر محمول کیجئے کہ جب مقر له تصدیق کی طرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول
ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور اس محل پر متفرقات بحر الرائق کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے
کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقر له نے اس کو رد کیا پھر اس نے اس کی تصدیق کی تو وہ اس کا غلام ٹھہرے گا اور رقیق کا اقرار رد کرنے سے
باطل نہ ہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہے اور طلاق اور
عناقت رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اس واسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہیں انتہی اشباہ میں اسحاق سے منقول
ہے کہ جب مقر له وقف کو رد کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو صحیح ہے انتہی تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تصویر بمثل تصویر رق ہو گئی سو
اطلاق اور عناقت کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحاوی مختصراً تبصر فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبض ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول
ارتد اسعاف میں ہے کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اس نے وقف کو قبول کیا پھر اس کو رد کیا تو وقف مردود نہ ہوگا اور اگر قبول کرنے سے
پہلے رد کر دے گا تو پھر جائے گا والطلاق والرق فکلما لا یرتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقر له کے
رد کرنے سے ویزا و المیراث بزازیہ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البرازیہ یعنی اگر وارث اس میراث کو جو مورث سے
حاصل ہے رد کرے تو مردود نہ ہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء المجر وتمامہ مثلاً ازکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب القضا کی
متفرقات میں مذکور ہے اور پورا اس کا بیان وہیں ہے م یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحر الرائق کے
متفرقات میں یہ عبارت ہے **واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الا ان انتہی** یعنی نکاح کا اقرار تو میں نے اب تک نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب
بحر الرائق کو نکاح میں توقف ہے کذا فی الطحاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ مجزم مناسب نہ تھا واستثنیٰ مسکتین من الابرار وہما ابرار الکفیل

لا یرتد و ابرار المدیون بعد قوله ابرائی فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشرة فلتحفظ اور صاحب کجمر نے دو مسئلے ابرار سے مستثنیٰ کئے ہیں اور وہ دونوں یہ ہیں کہ ضامن کا ابرا کرنا مکفول بہ سے نہیں پھرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اس کے یوں کہنے کے بعد کہ مجھ کو بری الذمہ کر دے دین سے سودائیں نے اسے بری الذمہ کر دیا نہیں پھرتا تو مستثنیٰ دس مسئلے ہیں سوال کو یاد رکھنا چاہیے منجملہ مسائل عشرہ چھ صورتیں متن میں مذکور ہیں اور چار صورتیں شارح نے بڑھائی ہیں لیکن چونکہ صاحب کجمر کو نکاح میں توقف ہے تو درحقیقت نو صورتیں مستثنیٰ ٹھہریں کہ رد کرنے سے رو نہیں ہوتی ہیں دینی وکالت الوہابیۃ ومتی صدقہ فیما تم ردہ لا یرتد بابرہ اور رہبانہ کی کتاب الوکالت میں ہے اور جب کہ اس نے تصدیق کی وکالت وغیرہ میں پھر اس کو رد کیا تو اس کے رد کرنے سے رو نہیں ہوتا مطلقاً وکالت نے کہا فیما کا مرجع ضمیر عین یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبد البر کہ شرح وہبانہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی مگر تصویر وکالت یوں کیجئے کہ شرعاً معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر مثل مثل معین خرید کی پھر وکالت کا دعویٰ کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہیں انتہی وکیل بشرط لصیۃ الرد مجلس الابرار خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونے کے لئے مجلس ابرا شرط ہے یا نہیں اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں والضابط ان مافیہ تمیک مال من وجہ لقیل الرد والافلاک ابطال شفۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد و ہذا ضابطہ جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا یہ ہے کہ جس عقد میں مال کی تمیک ہے کسی طرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تمیک مال نہیں وہ قابل رد نہیں چنانچہ شفۃ اور طلاق اور عتاق کا باطل کر دینا رد کو قبول نہیں کرتا اور یہ قاعدہ جید ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے صلح اجد الورثۃ و ابراہ ابراء عاماً و قابل لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الوسی او قبضت البیوع ونحو ذلک ثم طهر فی ید وصیہ من ترکۃ شیء لم یکن وقت الصلح و تحقیقہ تسمع دعوی حصۃ منہ علی الاصح صلح البزازیۃ ولا تناقض لمل قولہ لم یبق لی حق اسے مما قبضتہ علی ان الابرار عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجه عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشنۃ واعتمدہ الشرنبلالی و تحقیقہ فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے علیہ سے اور اس کو ابرا عام کر دیا یا یوں بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہیں رہا یا یوں کہا کہ میں نے اپنا سب حصہ پایا یا ماند اس کے کچھ اور غلط بولا پھر اس کے باپ کے وصی کے پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت نہ تھی یعنی اس کا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اس چیز کو ثابت کر دیا برائے سے تو اس کے حصے کا دعویٰ اس چیز سے مسموع ہے بنا بر قول صحیح کذا فی صلح البزازیۃ اور کچھ تناقض نہیں ادعا بعد الابرار بسبب محمول کرنے اس کے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنی اس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جس کو میں نے قبضے میں کیا علاوہ یہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنی وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص مدیون ہے اور اس وقت میں عدم صحت برات کی تو یہی وجہ تھی ہے دعویٰ مسموع ہونے میں چنانچہ ابن الشنۃ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اس کو معتمد جانا ہے اور عنقریب ہم اس کی تحقیق کریں گے کتاب الصلح میں ہم سب حصہ پانے کی یہ صورت ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگوں پر تھا اس کو میں نے پایا پھر ایک مرد پر دین پدیری کا دعویٰ کیا تو دعویٰ اس کا مسموع ہے کذا فی المنع عن الخانیۃ طحاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پھر یوں کہتا او ادعی فی ید الوسی شیئاً وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل وینالوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا اقرار رجل بمال فی صک و التمس علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقربہ قرض ولعوضہ ربوا علیہ فان اقام علی

نے یعنی وصی کے قبضے میں کسی چیز پر دعویٰ کیا اور یہ کہا کہ یہ میرے باپ کے ترکے میں کہ ہر کسی شخص پر اپنے باپ کا دین ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ ان امور مذکور میں مسموع ہوگا ۱۲

ذلک بنیۃ نقل وان کان تناقضاً لانا نعلم انه مضطر الی هذا الاقرار شرح ومہانبیۃ قلت وشرح شارحہما الشر بنیالی انہ لایفتی بہذا الفرع لانه

لا عذر لمن اقر غایۃ ان یقال بانہ یکلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتویٰ فی ہذہ ونحوہا الخ قلت وبعہزم المصنف فیما مرقدہ بر اقرار کیا ایک مرونے اس مال کا جو دست آویز میں مرقوم ہے اور اس پر گواہ کردار یا پھر اس نے دعویٰ کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہے اور بعض بیاج ہے مجھ پر پھر اگر گواہی قائم کرے گا اس پر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اس واسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اقرار کرنے میں مضطر ہے کذا فی شرح الوہابیۃ میں کہتا ہوں اور وہ بیانیہ کے دوسرے شارح شربنالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتویٰ نہ دیا جائے اس واسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کاریہ ہے کہ کہا جاوے یعنی اس کا فتویٰ دیا جاوے کہ مقر لے سے اس کی قسم لی جاوے بموجب قول ابی یوسف رحمہ کے جو فتویٰ دینے کے واسطے اس مسئلے میں اور مانند میں مختار ہے میں کہتا ہوں اور اسی قول پر یقین کیا ہے مصنف نے اس میں جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول من ہنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ طلقہا قبل الدخول لزمہ مر بالدخول ولفظ بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اس نے اس کو طلاق دی قبل دخول کے تو اس کو پورا امر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور لفظ مر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہاں سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے اقر المشر وطالہ الرزق او بعضہ انہ اے رزق الوقف المستحقہ فلان ووتہ صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جس کے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہے اس نے اقرار کیا کہ رزق حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلان شخص مستحق ہے نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اس کا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دست آویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ووجہ لغیرہ او اسقط لا احدم یصح اور اگر اس نے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اس کو ساقط کر دیا بلا یقین مستحق تو اقرار صحیح نہیں مگر جعل سے مراد انشاء جعل ہے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشاء ہے کذا فی المطحطاوی وکذا المشر وطالہ النظر علی ہذا کما مر فی الوقف و ذکرہ فی الاشباہ و منہا فی الساقط لا یعود فراجہ اور اسی طرح جس کے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہے اس کا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں وہاں یعنی کتاب الوقف میں اور یہاں یعنی کتاب الاقرار میں اس قاعدے میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اس کو ذکر کیا ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر القصاص المرفوعۃ الی القاضی لا یواخذہ رافعہا بما کان فیہا من اقرار و تناقض لما قد منا فی القضاء انہ لا یواخذہا فیہا الا اذا اقر بلفظ صریحاً جو حکایات کہ لکھ کر قاضی کی طرف پیش ہوں تو ان کا پیش کرنے والا ماخوذ نہ ہوگا اس مضمون سے جو ان میں مندرج ہے اقرار اور تناقض سے اس واسطے کہ ہم کتاب القضا میں مذکور کر چکے ہیں کہ ان کے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر جب کہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اس کا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما علم او احسب او اظن لائسے علیہ خلافاً للثانی فی الاول قلنا ہی لشک عرفاً نعم لوقال علمت لزمہ اتفاقاً کسی شخص نے کہا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں میری دانست میں یا بجائے فی علمی کے فیما علم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا بخلاف ابو یوسف رحمہ کے اول میں یعنی فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوں گے ہم جواب میں کہتے ہیں طرفین کی طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ہاں اگر علمت کا لفظ کیے یعنی میں معلوم کر چکا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو اس کو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف رحمہ کے قال غصبنا النعمان فلان ثم قال کنا عشرۃ النفس مثلاً وادعی النعمان صاحب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی الجمع

وقال شرعاً اے المصوب منه انه لو حده غضباً لزمه الالف كلها ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہم نے ہزار درم فلا نے شخص سے غضب کئے پھر مقر لو لا کہ اس شخص غاصب تھے مثلاً اور جس سے غضب کئے وہ کہتا ہے کہ فقط مقر نے ہمارے ہزار درم غضب کئے ہیں تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہوں گے شارح نے کہا متن کے نسخوں میں ادعی الغاصب ہے اور تو معلوم کر چکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخوں سے یہ عبارت ساقط ہے اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہے چنانچہ مجمع کی تعبیر ہے اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح مضبوط کی ہے والزمه زفر بعشر با اور زفر نے مقر نے کو ہزار کا دسواں حصہ لازم کیا ہے اس واسطے کہ مقر نے ہزار درم کے غضب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کی طرف کی ہے تو اس پر بقدر اس کے حصے کے لازم ہوگا قلنا هذا الغمیر لیسئل فی الواحد والظاہر انہ یخیر بفعده دون غیرہ فیکون قوله کثراً عشرة رجوعاً فلا یصح نعم لو قال غضبناہ کثراً صح اتفاقاً لانه لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یعنی متکلم مع الغیر کی ایک متکلم میں بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالیٰ انا ارسلنا اور ظاہر مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے نہ غیر کے فعل کی تو اس کا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہے تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر مقر کہتا ہو کہ ہم سب نے ہزار درم کو غضب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اس واسطے کہ یہ لفظ واحد میں مستعمل نہیں قال رجل اوصی ابی ثلث مالہ لزيد بل العمر بل لکبر فالثلث للاول وليس لغيره شئ وقال زفر لكل ثلثة وليس للابن شئ ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کے واسطے ثلث مال ہے اور اس کے سوائے کسی کو کچھ نہیں اور زفر نے کہا تینوں شخصوں کو تہائی تہائی ملے گا اور زفر نے کو کچھ نہیں ہم زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہے کہ اسی طرح تینوں شخصوں کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینوں کو تہائی تہائی ملے گا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر به للاول فاستحقه فلم یصح رجوعه بعد ذلك للثانی بہا بخلاف الدین لنفاذه من الكل الكل من الجمع والحد اعلم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال میں ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اس کے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہ ہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہ سب سائل مجمع سے منقول ہیں واللہ اعلم فروع مسائل ملحقہ شارح کے اقریشے ثم ادعی الخطا لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناءً علی قضاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانہ قینہ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطائی الاقرار کا دعویٰ کیا تو مقبول نہیں مگر جب کہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتویٰ دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہو یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتویٰ غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیۃ ہم اور اگر قاضی کے رد و بطلان کا اقرار کرے گا تو خطائے مذکور میں اس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہاً فافتنه لجنم لجنم ظہیرتہ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جب کہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتویٰ دیا ہے کذا فی الظہیرتہ تم تجنیس اور قستانی میں ہے کہ در صورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتویٰ نہ دیا جاوے گا کہ جو اور ظلم ہے الاقرار بئسے محال و بالین بعد الابراء منہ باطل شے محال کا اقرار اور دین کا بعد اس کے معاف کر دینے کے باطل ہے ہم شے محال کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھ کو زید نے فلا نے پہنے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مرچکا اور از انجملہ یہ ہے کہ بیع عبد کا بلا ذکر من اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا تو انکار صحیح ہے اس واسطے کہ بیع بلا من باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحاوی ولو مبر بعد مہبتاہ علی الاشباہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہم صورت اس کی یہ ہے کہ زوج نے اپنا مہر بخش دیا یا پھر زوج نے مہر کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں اور یہ اس کے مخالف نہیں جو عبد المبر شارح و مہانبہ

نے خلاصہ اور صغیر سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت میں اقرار کیا اور سرگیا پھر طرہوں نے گواہوں سے ثابت کیا کہ عورت بہہ مہر کر چکی تھی زوج کی حیات میں تو گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فضول عیادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہیں مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا بہہ ابرا کے مخالف ہے تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کر دے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذا فی الطحاوی نعم لو ادعی دنیا بسبب حادث بعد الابراء العالم وانہ اقربہ یزید ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وہی واقعة الفتویٰ قتال ہاں اگر دین کا دعویٰ کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابراے عالم کے اور یہ دعویٰ کرے کہ مدیون نے اس کا اقرار کیا ہے تو اس کو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں اور مفاد اس کا یعنی سبب حادث کے تقید کا یہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے اس دین کا بھی جس کا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اس کا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سو تامل کریم اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق یہ ہے کہ پہلی عبارت میں یوں اقرار کیا کہ فلا نے کا مہر پراتنا ہے اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلا نے کا دین مجھ پر باقی ہے اور دونوں میں ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحاوی الفصل فی المرض احط من فعل الصحة مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے م چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور مہر مرض الموت میں کمتر ہے صحت کے افعال مذکورہ سے اس واسطے کہ مرض کا اقرار دین مؤخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مثل سے زیادہ نافذ نہ ہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور مہر ثلث مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہے الا فی مسئلہ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحة تتمہ وتامہ فی الاشباہ فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے میں یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اس کے کہ وقف کے تفویض نظارت کی اس کے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت میں صحیح ہے نہ صحت میں کذا فی التتمہ اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے و فی الوہبانیۃ سے اقر مہر مثل فی صنف موتہ ۵

فبیتہ الایباب من قبل تدرجہ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی میں تو قبل مرض کے مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے م اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند مذکور ہو چکا ہے ۵ واسناد بیع فی للصحة قبلین ۵ و فی القیض من ثلث الترات یقدرہ ۵ بیع صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر اور قبض ثمن میں تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے گا م متقی میں ہے کہ اگر مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلا نے سے حالت صحت میں اور اس کے ثمن پر میں نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اس کی تصدیق ہوگی بیع میں اور قبض ثمن میں تصدیق نہ ہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاذ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ ۵ ولیس بلا تشہد مقرر العہدہ ۵ ولو قال لا تجزئ خلف لیطرحہ ۵ اور اس قول میں مقرر نہ ہوگا گواہی نہ دیجو ہم اس کو حکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجو تو اس میں اختلاف مسطور ہے م اگر یوں بولا کہ اس کی گواہی نہ دیجو کہ فلا نے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار نہ ہوگا ہزار کا اس واسطے کہ یہ نہی ہے وجوب بالزور کی اثبات سبب سے یا کہ بنی بمعنی نفی ہے یعنی تم اس کے گواہ نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجو کہ فلا نے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو اس میں اختلاف ہے کرخی اور مشائخ ۵ بلخ کا یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارانے کہا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے قنیہ میں کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی ۵ ومن قال علی ذالکا کان منشأ ۵ ومن قال بذالک دافئو منظرہ ۵ اور جس نے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی ملک ہے تو اس قول کا قائل موجب تنذیک ہے یعنی اس نے بالفعل اس کو مہر کیا تو اس میں شرائط مہر معتبر ہوں گی اور اگر یوں بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ منظرہ ہے حک کا یعنی مقرر اور مخبر تو اس میں مہر کی شرائط معتبر نہیں ۵ ومن قال لا دعویٰ

لی ایوم عند ذہا ۛ فمایدہی من بعد منہا فمکرہ ۛ اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعوے نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اس کے بعد جو دعویٰ کرے گا اس دن اور ما تقدم کے دعاوی سے سو اس پر شرح کا انکار ہے یعنی مقبول نہیں م اور اگر دعویٰ کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ میں نے فلانے پر دعوے کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوے مسموع نہ ہوگا کذافی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم ۔



کتاب الصلح

یہ کتاب سے صلح متخاصمین کے احکام میں م مصالح علیہ اس کو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعویٰ کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سودر م لے اور حویلی کا دعویٰ نہ کر تو یہاں سودر م مصالح علیہ ہے اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبتہ ان انکار المقر سبب الخصومة المستدعیہ المصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا مولفہ اسم من المصالحۃ وہ یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالح کا اسم ہے و شرعاً عقد یرفع النزاع و یقطع الخصومة اور شرع میں صلح عبارت ہے اس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہے رکنہ الایجاب مطلقاً رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقاً یعنی متعین اور غیر متعین دونوں میں ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کے واسطے والقبول فیما یتعین اما فیما یتعین کالدرہم فیتیم بلا قبول عنایتہ و سببی اور رکن صلح کا قبول کرنا مطلوب کا متعین اور غیر متعین میں چنانچہ درہم میں تو صلح تمام ہو جاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایتہ اور آگے اس کا بیان آوے گا م صلح بلا قبول اس وقت تمام ہوگی جب کہ خود مطلوب طلب صلح شروع کرے اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعویٰ کیا سودا علیہ نے نصف درہم پر صلح چاہی سودا علی نے کہا کہ میں نے اس پر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اس واسطے کہ یہ استقاط سے مدعی کی جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی و شرط العقل لا البلوغ والحریۃ اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصیح من صبی ما ذون ان عمری صلح عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہے صغر ما ذون کی جانب سے اگر اس کی صلح خالی ہو نقصان صریح سے م عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہے ایک یہ کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نہ نفع اس میں نہ ضرر تیسرے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ما ذون نے ایک آدمی پر دین کا دعویٰ کیا اور اس سے بعض حق پر صلح کی تو اگر دعویٰ کے گواہ نہ ہوں تو صلح جائز ہے اس واسطے کہ در صورت عدم صلح سوائے خصومت اور قسم کھانے کے کچھ حاصل نہیں اور مال نافع تر ہے خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں اس واسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا بترع ہے اور صغیر بترع کا مالک نہیں اور بترع نہ ضرر ہونہ نفع اس کی مثال یہ ہے کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اس کی قیمت کے اور جس میں نقصان ہو مگر غیر صریح اس کی مثال یہ ہے کہ دین میں تاخیر کرے کہ یہ جائز ہے اس واسطے کہ اعمال تجارت سے ہے و صلح من بعد ما ذون و مکاتب لوفیہ نفع اور صلح من بعد ما ذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح میں نفع ہو م طحاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا اس کو مثال رہتا جس میں نہ نفع ہے نہ ضرر یا جس میں ضرر ہے مگر غیر صریح و شرط الیضا کون المصالح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہے کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجهول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو م اور اگر قبض کی حاجت نہ ہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ

ایک گھر میں اپنے حق ہونے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان میں اپنے حق کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اس پر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعویٰ ترک کرے تو صلح صحیح ہے اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اس واسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر و کون المصلح عند حقه يجوز الاعتياض عنه ولو كان غير مال كالقصاص والتعزير اذ فيه شرط ہے کہ مصلح عند اليسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اس کی بدلانی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہ ہو چنانچہ قصاص اور تعزیر حق سے مراد یہ ہے کہ مصلح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقاً اپنے زوج پر دعویٰ کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہے وہ اس کا ہے زوج مدعا علیہ سے سو زوج نے اس کو کچھ دے کر صلح کی کہ وہ اپنا دعویٰ ترک کرے تو یہ صلح باطل ہے اس واسطے کہ نسب حق صیغہ نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مانگ نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہے جو حق العبد ہو چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہے جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہر صلح جائز نہیں اور یہ مسئلہ تحریر طلب ہے کذا فی الطحاوی معلوماً کان المصلح عند او مجبولا خواہ مصلح عند معلوم یا مجہول م مجہول ہونے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دے کر صلح کی تو صحیح ہے لایصح لو المصلح عند مما لا يجوز الاعتياض عنه وبني بقوله الحق شفعه وحد قذف وكفالة بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصلح عند اس قسم سے جو جس کا عوض لینا اور بدلانی جائز نہیں اور اس کو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی کہ اس کی بدلانی صحیح نہیں م اگر مشتری صلح کرے شفعہ سے بھت اس شفعہ کے جو شفعہ کے واسطے واجب ہوا ہے کسی شے پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ شفعہ کا حق نہیں محل میں بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہیں تو بمقابلہ اس کے مال لینا جائز نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہ عبارت ہے بعض دین کے استقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال دے کر صلح کی کہ وہ معاف کر دے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اس واسطے کہ حد قذف اگرچہ اس میں حق العبد ہے لیکن حق اللہ اس میں غالب ہے اور ملحق بالمعدوم ہے اور اسی طرح حد سرقة سے صلح جائز نہیں اس طرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اس نے کچھ مال دے کر صلح کی کہ اس کو حاکم کے پاس نہ لے جائے اس واسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور اسی طرح زکوٰۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحاوی مخصصاً وبطلان الاول والثالث وكذا الثاني لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح سے اول والثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسی طرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لے جانے سے پہلے مولا حد زنی و شرب مطلقاً صلح صحیح نہیں حد زنا اور شرب خوارى سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اس کی تالش کی ہو یا نہ کی ہو م قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اس کے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کر دے تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اس کا باطل ہے اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھ مال لے کر اور معاف کر دے تو صحیح نہیں اور اس کا پھر دنیا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحاوی وطلب الصلح كاف عن القبول من المدعى عليه ان كان المدعى به مملالا متيعين بالتعيين كالدرهم والدنانير وطلب الصلح على ذلك لانه استقاط للبعض وهو يتم بالمسقط اذ طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعویٰ کیا اس قسم سے ہو کہ تعین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ درهم اور دنانیر اس واسطے کہ وہ استقاط بعض حق ہے مدعی کی جانب سے اور استقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے م طحاوی نے کہا کہ شارب الخمر کے

اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ خود تن میں موجود ہے انتہی لہذا مترجم نے تکرار بے فائدہ جان کر اس کا ترجمہ نہ کیا
وان کان مما یتعین بالتعین فلا بد من قول المدعی علیہ لانه کالبيع اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہو جانا ہو تعین کرنے سے تو
مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اس واسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت میں بیع کے مانند ہے م اور بیع میں ایجاب اور قبول
ضرور ہے اور اگر مشتری بالبع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بالغ کہے کہ میں نے بیچا تو قول مشتری کافی نہیں قبول سے وحکم وقوع البراءة
عن الدعوی و وقوع الملک فی مصالح علیہ و عنہ لومقرا اور حکم اس کا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا
مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقرر ہو م اقرار مصالح
عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونوں میں برابر ہے وہو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار اور صلح صحیح ہے
مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ م صلح جائز ہے بدیل قول حق تعالیٰ (والصلح خیر) اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرا دے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم
کی رشوت وہ صلح نہیں جو حرام کو حلال کر دے کذا فی الطحاوی فالاول حکمہ کہ بیع ان وقع عن مال بمال و حینئذ فتمری فیہ احکام بیع
کا لشفعة والرد بعیب و خيار رویة و شرط سواد ل یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اس
وقت میں تو صلح میں بیع کے احکام جاری ہوں گے چنانچہ شفعة اور رد بعیب اور خيار رویة اور خيار شرط م اگر صلح واقع ہوتی ایک
گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھروں میں شفعة واجب ہوگا اور رد بعیب اس طرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اس میں مدعی عیب پا دے
تو اس کو پھر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہیں دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے
مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن اختیار شرط کرے تو صحیح ہے و لیغسده جہالت البدل المصالح علیہ لا جہالت المصلح عنہ
لانہ لیسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اس واسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی
مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں و تشرط القدرة علی تسلیم البدل اور شرط ہے قادر ہونا مدعا علیہ کلہ
کے تسلیم کرنے پر م جلی نے کہا یہ جملہ مستانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہے اس کا عطف لیسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اس کا
مفسد ہے کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت در صورت جہالت متصور نہیں و ما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی
حصتہ من العوض ای البدل ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جس قدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اس کے حصے کے
مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھر دے و ما استحق
من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کا ذکر نا لانه معاوضہ و مذا حکما اور جس قدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر
اس کے مصالح عنہ مدعی پھر لے جس طرح ہم نے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھر لے اس واسطے
کہ صلح در حقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے و حکمہ کا جارة ان وقع الصلح عن مال بمنفعة کخدمۃ و بند و سکنی دار
فشرط التوقیت فیہ ان اجتمع الیہ والا لا کصنغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے
چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں چنانچہ صنغ ثوب اور رکوب داہہ موضع معین تک اور محل
طعام مکان معلوم تک و بیطل بموت احدہما و بہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہے صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے

اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلا کی محل مبطل صلح ہے اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی نہیں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمدؐ کا جس پر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہے کذا فی الطحاوی و کذا لودیع عن منفعت ہال او بمنفعة عن جنس آخر ابن کمال لانه حکم الاجابة اور اسی طرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعویٰ منفعت سے بعض مال کے یا صلح واقع ہو دعویٰ منفعت سے بعض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اس واسطے کہ یہی حکم ہے اجارے کا م در صورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہے جیسے صلح کرنا دعویٰ سکے دار سے غلام کا خدمت پر اور در صورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اس واسطے کہ استیفاء منفعت کا مثلاً نجس منفعت سے جائز نہیں اسی طرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیان ای الصلح بسکوت و انکار معاوضہ فی حق المدعی و قد ایزمین و قطع نزاع فی حق الآخر اور پھیل دو نوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلاتی ہے مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں م مدعی کے حق میں معاوضہ اس واسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اس واسطے ہوا کہ اگر صلح نہ ہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا و جینئذ فلا شفعة فی صلح عن دار مع احدہما اسی مع سکوت و انکار اور اس وقت میں تو شفعة نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ م یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اس کے گھر کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعویٰ ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دے کر گھر سے صلح کر لی تو شفعة واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہے کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کر کے اور یہ اس کا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زحم اس کو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فید فی بحجۃ فان کان للمدعی بینه اقامہ الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعة لان باقارۃ البینۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع و کذا لو لم یکن لہ بینه فخلف المدعی علیہ فیکمل شربہ لایۃ لیکن در صورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعویٰ میں تو اپنے مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعویٰ کے گواہ ہوں گو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفیع لے اس واسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہو کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسی طرح شفعة ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہ ہوں اور قسم لے شفیع مدعا علیہ سے سودہ قسم کھائے کذا فی الشربہ لایۃ و تجب فی صلح وقع علیہا باحدہما اذ باقرار لان المدعی یاخذ من المال فیواخذہ بزمہ او شفعة واجب ہے اس صلح میں کہ واقع ہوئی ہے گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اس واسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعض مال کے تو شفیع اس سے مواخذہ کرے بموجب اس کے گمان کے م یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دے کر صلح کر لی تو اس میں شفعة واجب ہوگا بموجب زعم مدعی و ما استحق من المدعی و المدعی حصۃ من العوض و رجوع بالخصوصۃ فیہ فیجاء مستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت میں جس قدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اس کے حصے کے مدعی عوض سے پھر دے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق میں خصوصیت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے م یعنی مدعا علیہ نے عوض اس واسطے دیا تھا تا خصوصیت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اس کے ہاتھ میں باقی رہے بلا خصوصیت حد سے پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھہرے تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہ ہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصوصیت بجا نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھر لے گا کذا فی الدرر و ما استحق من الیدل رجوع الی الدعوی فی کذا فی بعضہ اور جس قدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی کی طرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو

تو کل مصالح عنہ کا دعویٰ کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعویٰ کرے ہذا اذالم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بربح بالمدعی نفسه لا بالمدعی لان اقدامه علی المبايعۃ اقرار بالملکۃ معنی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعویٰ در صورت استحقاق بدل اس وقت ہے جب کہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھر لے رجوع الی الدعویٰ کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبايعت پر ملکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے و ہذا ک البذل کلا و بعضاً قبل التسليم لہ ای المدعی کا استحقاقہ کذلک فی التفصیلین ای مع اقرار او مع سکوت والکار اور بلا کی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے اسی طرح دونوں فصلوں میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والا انکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہو اور بدل بلا ہو قبل تسلیم کے تو مدعی مصالح عنہ کو پھر لے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعویٰ کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی بلا کی استحقاق بعض کے مانند ہے تو بقدر بلا کی صلح باطل ہوگی اور باقی میں رہے گی کذا فی المنع و ہذا لو البذل مما یتعین والالم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی بلا کی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اس وقت ہے جب کہ بدل اس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعین سے اور اگر متعین نہ ہو تو چنانچہ کیلی اور ذی تو صلح باطل نہ ہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھر لے مدعا علیہ سے کذا فی العینی صراح عن کذا نسخ المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما سیحی فلو ادعی علیہ دارا فصالح علی بیت معلوم منها فلو من غیر ما صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اس واسطے کہ جس پر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اس کا حق ہے یعنی بعض حق سے عین کی قید اس واسطے لگائی کہ دین کے دعویٰ میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آوے گا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے اس سے صلح کی اس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور بشرح کے نسخوں میں صراح عن بعض ما یدعیہ اور حق عبارت یوں تھا کہ صراح علی بعض ما یدعیہ و حیلہ صحیحہ ماذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شئی آخر کتب و درہم فی البذل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درہم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائے گی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلاً گھر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اس کے عوض میں درم یا کپڑا ہو گیا اور یحقی بہ الا براء عن دعویٰ الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جائے باقی کے دعویٰ سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعویٰ میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعویٰ سے ابرا کر دے لکن ظاہر الروایۃ الصحیحہ مطلقاً شربلالیۃ و مشی علیہ فی الاختیار وغیرہ فی العربیۃ للبرازیۃ و فی الجلالیۃ للشیخ الاسلام و جعل ما فی المتن روایۃ ابن سماء لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہے مطلقاً خواہ حیلہ مذکور کرے یا نہ کرے کذا فی الشربلالیۃ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار اور منسوب کیا ہے اس قول کو عربیہ میں بزازیہ کی طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کی طرف اور مستند متن کو ابن سماء کی روایت ٹھہرایا ہے ہم ظاہر الروایۃ پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقاً حالانکہ اس سے لازم آتی ہے برأت باقی عین سے اور فقہاء کا قول یہ ہے کہ ابرا عیان سے باطل ہے تو یہ اس کو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہ ہو اور اسی طرح در صورت ابرا ابن سماء کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اس کا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا ہے وقولہم الا براء عن الاعیان باطل معناه بطل الاعیان

مع کذبہ مال مقبوضہ اسکا عین حق ہے و ابرا عن الاعیان باطل قہستانی۔ اعیان کو صاف کرنا باطل ہے کذا فی قہستانی۔ یہ ترجمہ اور عربی عبارت غایۃ الاوطار کے اصل نسخوں میں متروک تھی لہذا اس کو حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے (ناشر)

عن دعوی الاعیان ولم تصر ملکاً للمدعی علیہ ولذا الوظف بتک الاعیان حل اخذنا لکن لا تسع دعواه فی الحکم اور فقہاء کا یہ قول کہ ابرا کرنا ائینا سے باطل ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس ابراء سے مدعا علیہ کے ملوک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسی واسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کر چکا ہے پا جائے تو اس کو ان کا لینا جائز ہے لیکن اس کا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہ ہوگا مگر بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا بطل ابراء عن الاعیان اور دعوی الاعیان نہ کہتا اس واسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہے چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ بطلان برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہو جاتے میں تو مدعی کو اس کا لینا حلال ہے اگر پا جائے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد ابراء صحیح ہے کذا فی الطحاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویرأ عن دعوی الباقی ای قضاء لا دیانہ فلذا الوظف بہ اخذہ قہستان فی تمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حقتہ فی شرح ملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائے گا باقی دین سے یعنی قضاء بری ہوگا نہ دیانہ تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جائے تو اس کو لے لے گا اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکام دین میں ہے اور اس کو ہم نے شرح ملتقی میں محقق بیان کیا ہے مگر اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہے اور وہ تو بلا خلاف مطلقاً صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان منسوب ہاںک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اور اگر اعیان منسوب ہو تو برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تاوان سے برات صحیح ہے اگر ہاںک ہو جائیں تو اب اعیان منسوبہ امانت کے مانند ہوں گے کہ ان پر ضمان نہیں الا تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برات صحیح نہیں دیانہ بایں معنی کہ جب مالک ان کو پا جائے تو ان کو لے لے مگر قضاء برات صحیح ہے مگر قاضی مدعی کا دعوی بعد برات کے نہ سنے گا اور اسی کے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحاوی وضح الصلح عن دعوی المال مطلقاً ولو باقرار او بمنفوعہ اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی سے مطلقاً اگرچہ صلح یا قرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر سے جب کہ موجرا جا رہے کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو و عن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مر و عن دعوی الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے مگر صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اس نے کچھ مال دے کر صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقاً علی مال و ثبت الولاء ولو باقرار ولا لا الایمنۃ در را اور صلح مذکور آزادی بعض مال ٹھہرے گی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی اور اگر اقرار سے نہ ہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہ ہوگا مگر گواہوں سے کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبنیۃ رقیقا و کذا فی کل موضع اقام بنیۃ بعد الصلح لا یستحق المدعی لانه یاخذ البذل باختیارہ نزل بانعا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہ ہو جائے گا اور اسی طرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے یا بے ٹھہر ادیا گیا اس کو یاد رکھنا چاہیے و عن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزدوجۃ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور اس عورت نے کچھ دے کر صلح کر لی تو صحیح ہے اور اگر اس کا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہ ہوگا تو صلح بھی صحیح نہ ہوگا وکان صلحا ولا یطیب لمبطلان اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل صلح ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال نہ ہوگا

اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہو گا کم عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہ حکم جاری ہے کذا فی المطحانی
 ویحل لها الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہو گا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعت المرأة فصالحا لم یصح وقایة وبقایة ودر رد المحتار
 و صح فی المجتبی والاختیار و صح الصحة فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھ مال دے کر صلح کر لی
 عورت سے تو صلح صحیح نہ ہو گی کذا فی الوقایة والنقایة والدرر والمجتبی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح
 کی تصحیح کی ہے درر البحار میں وان قتل العبد الماذون له رجلا عمدا لم یجز صلحه عن نفسه لانه لیس من تجارته فلم یلزم المولی لكن لیسقط
 به القود ویؤخذ بالبدل بعد عتقه اور اگر عید ماذون له فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمدہ قتل کیا تو اس کا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی
 جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اس واسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہ صلح اس کے مولی پر لازم نہ ہو گی لیکن صلح
 سے قصاص غلام پر سے ساقط ہو جانے کا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے ہو گا بعد اس کے آزاد ہونے کے وان قتل عبد له ای
 الماذون رجلا عمدا وصالحه الماذون عنه جاز لانه من تجارته اور اگر عید ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمدہ مار ڈالا اور ماذون نے اپنے
 غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیائے مقتول سے تو جائز ہے اس واسطے کہ وہ اس کے تجارت کے باب سے ہے یعنی اس واسطے کہ
 استخلاص اس کا اس کی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کر کے اس کی جان بچانا بھی جائز
 ہے والمکاتب کالحر اور عید مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح میں اپنی ذات سے اس واسطے کہ وہ مولی کے تصرف سے خارج ہے
 والصلح عن المغضوب المالك علی اکثر من قیمته قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلح بعض اور صلح کرنا مغضوب مالک سے اکثر پر
 اس کی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغضوب سے صلح بعض اسباب کے صحیح ہے م مثلاً ایک شخص نے دوسرے
 کا غلام جس کی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مر گیا پھر ہنوز قاضی نے اس کی قیمت دینے کا حکم نہیں دیا کہ غاصب نے دو ہزار
 دے کر اس کے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امام کے نزدیک جیسے اسباب دے کر صلح جائز ہے خواہ اس کی قیمت کم ہو یا زیادہ
 فلا تقبل بنیۃ الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمته اقل مما صلح علیہ جب مغضوب مالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز
 ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اس پر کہ قیمت مغضوب کی کم تر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہیں ولا رجوع للغاصب علی المغضوب
 منه بشئ کما لو تصادقا بعدہ انہما اقل بحر اور غاصب کو کوئی چیز پھر لینا جائز نہیں مغضوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہیں اگر دونوں
 بعد صلح کے اتفاق کریں اس پر کہ قیمت کم تر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق مؤسرا عبدا مشترکا فصالح المومر الشریک
 علی اکثر من نصف قیمته لایجوز لانه مقدرا بشرط فضل اتفاقا اور اگر مال دار نے مشرک غلام آزاد کیا پھر مال دار نے اپنے
 شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ عتق میں قیمت سے شرعا مقدرا اور منصوص علیہ ہے
 تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کالصلح فی المسئلة الاولى علی اکثر من قیمۃ المغضوب بعد القضاء بالقیمۃ
 فانه لایجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی میں مغضوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہیں اس
 واسطے کہ قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اس واسطے کہ قاضی اجر لئے احکام شرعیہ میں شارع کا نائب ہے
 والد تعالی اعلم و کذا الوصالح بعض صح وان کانت الیقمة اکثر من قیمۃ مغضوب تلف لعدم الریاء اور اسی طرح اگر صلح کرے
 بعض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغضوب مالک سے زیادہ ہو بسبب عدم الریاء اس واسطے کہ

رہا متحقق نہیں ہوتا ہے در صورت اختلاف جنس و صرح فی الجنایۃ العمد مطلقاً ولو فی نفس مع اقرار یا کثر من الدیۃ والارش او با قتل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد میں مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس میں ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور ارش سے یکم تر سے بواسطہ عدم ربوا م عمد میں مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس میں ہو خواہ مادی نفس میں خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے اس میں قلت اور کثرت اس واسطے رہا نہیں کہ جنایت عمد میں قصاص واجب ہے اور قصاص مال نہیں تو رہا اس میں متحقق نہیں و فی الخطا کذا لا تصح الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطا مقدرة حتی لو صالح بغیر مقدار یا صرح کیف کان بشرط المجلس لئلا یكون دینا بدین اور جنایت خطا میں اسی طرح یعنی اگرچہ خطا نفس میں ہو اقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہیں اس واسطے کہ خطا میں دیت شرعاً معین اور مقرر ہے تو اگر مقدار دیت کی مغائر سے صلح کی تو صحیح ہے جس طرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا اقرار عن الدین بالدین نہ ہو دین اول سے دیت مراد ہے اور ثانی سے مصالح علیہ م خطا کی دیت شرع میں سوا اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اس پر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلاً دو سوا اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہیں جیسے دعوی دین میں جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہیں اور اگر مقدار دیت ثلاثہ مذکورہ کے مغائر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر بشرط اتحاد مجلس جائز ہے و تعیین القاضی احدہما یصیر غرہ جنس آخر اور مقدار دیت ثلاثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اس کے سوا اور مقدار دوسری جنس کے مانند ہو جاتی ہے یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا میں فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقدار دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلاً دو سوا دینار پر یا پندرہ سوا درم پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ اونٹ میں بحکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اس کے مغائر ٹھہرے دوسری جنس کے مانند تو محل علی المعاد منہ ممکن ہو گیا کذا فی المنع ولو صالح علی خمر فقد قلزم الدیۃ فی الخطا ویسقط القود لعدم ما يرجع الیہ اختیار اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہے تو اب اس پر خطا کی دیت لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمد میں بسبب نہ ہونے اس چیز کے جس کی طرف رجوع کی جائے کذا فی الاختیار و کل زید عن ابی الصلح عن دم عمد او علی بعض دین یدعیہ علی آخر من یکیل و موزون لزوم بدلہ الموکل لانه استقاط فکان الوکیل سفیر وکیل کیا زید نے عمر کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر من جہد یکیل اور موزون کے تو بدلہ صلح کا موکل کو لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ استقاط ہے یعنی استقاط قصاص سے قاتل سے یا استقاط بعض دین سے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرنا عاقد م یہ اس صورت میں ہے جب کہ وکیل قاتل کی طرف صادر ہو ورنہ ولی مقتول کی طرف سے کیونکہ وہ اخذ ہے تو اس کو یوں نہیں کہہ سکتے کہ بدلہ صلح اس کو دینا لازم ہے اور اسی طرح مسئلہ دین میں مدعی کی طرف سے وکیل ظاہر نہیں اس واسطے کہ مدعی موکل سے تو بدلہ صلح اس کو کیونکر لازم ہوگا تو ماتن کو یوں کہنا بہتر تھا او علی بعض دین یدعیہ علیہ آخر کذا فی الخطا وی الا ان لیمنہ الوکیل فیواخذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانه ینتہز کبیع کر یہ وکیل بدلہ صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعض مال کے موکل کے اقرار سے تو بدلہ صلح وکیل کو لازم ہوگا اس واسطے کہ صلح اس وقت میں بیع کے مانند ہے یعنی اور بیع میں وکیل کی طرف حقوق راجع ہوتے ہیں اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقاً و درر اور اگر صلح ۵۰ یہ سہو ہے مترجم اول کا کہ ہزار کی جگہ سو لکھ دیے دونوں جگہ مناسب یہ تھا کہ دو ہزار دینار اور پندرہ ہزار کہتا تاکہ صلح زیادہ پر متحقق ہو ۱۲ یعنی اس دین کے بعض پر جس کو موکل پر دوسرا شخص دعوی کرتا ہے ۳

ہو انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح کیل کو مطلقاً لازم نہیں کذا فی البحر والدرم مطلقاً کیل کو لازم نہیں خواہ صلح دم عہد میں ہو خواہ دین خواہ ان کے
غیر میں کذا فی الطحاوی صلح عند فضولی بلا امر صح ان ضمن المال ادا صاف الصلح الی مالہ او قال علی نذا او کذا وسلم المال صح و صار
متبرعاً فی المال الا اذا ضمن بامرہ عمری زادہ مصالحہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کی جانب سے بدون اس کے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال
کا ضامن ہو یا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا یوں کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ کرے کہ صلح کرتا ہوں اس پر یا یوں
بولے کہ اتنے پر مثلاً ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی متبرع ہو جائے گا سب صورتوں میں مگر جب کہ ضامن ہو مدعا علیہ
کے امر سے تو متبرع نہ ہو گا کذا فی عمری زادہ م اضا فت الی مالہ کی یہ صورت ہے کہ فضولی یوں کہے کہ میں نے صلح کی تجھ سے ہزار درم پر اپنے
مال سے یا اپنے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے والا یسلم فی الصوتۃ الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ للدرعی علیہ
جائز ولزمہ البذل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے چوتھی صورت میں تو صلح موقوف ہے سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے
اور اس کو بدل صلح لازم ہے اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسة کا صلح اور خلع جمیع مذکور
میں احکام خمسہ سے صلح کے مانند ہے م یعنی جب کہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کی طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل صلح کا
ضامن ہو یا اس کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر
بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہیں تو عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادعی وقیقۃ دار ولابنتہ لفصل النکاح
لقطع الخصومة جائز وطاب لہ البذل لو صادقانی دعواه وقیل قائلہ صاحب الاجناس لا یطیب لانه بیع معنی بیع الوقت لا یصح
ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعویٰ کیا اور مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اس سے
صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے مگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہو اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کا مٹا
اجناس سے کہ بدل مذکور حلال نہیں اس واسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہے اور بیع وقف کی فصیح نہیں کل صلح بعد صلح فالتانی باطل
جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے م صلح ثانی اس وقت باطل ہے کہ علی سبیل الاستقاط ہو اور جب کہ عوض پر صلح ہو پھر
دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے اور اول صلح فسخ ہو جائے گی مانند بیع کے کذا فی الطحاوی عن ابی اسود کذا النکاح
بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور اسی طرح نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل
ہے م مسئلہ نکاح خلا فی یہ ہے جامع الفصولین میں ہے ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار کے
مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہو گا انتہی اور نیہ میں ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر میں پر نکاح کیا تو دونوں تسمیہ ثلث
میں قول اصح میں کذا فی حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد شرا کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری
نے بائع پر دعویٰ کیا کہ گھر میری ملک ہے سو بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اس واسطے کہ اقدام
مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پھر دعویٰ اور صلح بعد اس کے صریحاً تناقض ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر خریداری بعد
صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہے کذا فی الطحاوی والا صل ان کل عقد اید فالتانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی
بیوع الاشباہ الکفالة والشراء والاجارة فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہے کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو
عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی باطل نہیں یعنی عقد کفالت اور عقد شرا

عقد اجارہ توان کی طرف مراجعت کرنا چاہیے م تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہے اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہ ہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے اور شراب بعد شراب جب کہ ثمن اول کے متاثر ہو اس طرح کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہ ہوگا والا جارة علی بذالقیاس کذا فی الطحاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ امی قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصلح مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ میرا کچھ حق نہیں فلان نے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہے صحت پر م گواہ اس واسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ ملاحظہ کے کہ اس میں مدعی کا یہ اقرار ہے کہ وہ مبطل ہے اپنے دعویٰ میں ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح یقال المصنف وہو مقید لا طلاق العادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہوگی کذا فی البکر مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عادیۃ میں قید کی لگانے والی ہے م عادیۃ کی عبارت یہ ہے (ادعی بکرم فصالہ ثم ظہر بعدہ ان لاشی علیہ بطل الصلح) انتہی یعنی بکرم نے دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اس کے ظاہر ہوا کہ اس پر کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد الصلح میں یہ قید ہے کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالحہ کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالحہ کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحاوی ثم نقل عن دعویٰ البرازیۃ انہ لو ادعی الملک نجۃ اخری لم یبطل فلیحرم مصنف نے اپنی شرح میں برازیہ کی کتاب الدعویٰ سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا دعویٰ کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کو تحریر کرنا چاہیے م خلاصہ مضمون برازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اس وقت ہے جب کہ ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعویٰ کرے پھر گے کہ میراث کی وجہ سے میراث حق نہیں بطریق میراث کے پھر دعویٰ کرے کہ میراث حق ہے بطریق خرید یا بیہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کہ برازیہ نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہے تو اس میں کچھ اشکال نہ رہا والصلح عن الدعویٰ الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفسادۃ مایکن تصحیح بحر اور صلح کرنا دعویٰ فاسدہ سے صحیح اور دعویٰ باطلہ سے صحیح نہیں دعویٰ فاسدہ وہ ہے جس کی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر م دعویٰ فاسدہ وہ ہے جس میں تناقض واقع ہو اور تصحیح دعویٰ برفع تناقض ہے مثلاً اور دعویٰ باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعویٰ مسلمان سے تو باطلہ وہ ٹھہرا جس کی تصحیح ممکن نہیں اور من جملہ دعویٰ باطلہ صلح سے دعویٰ حد سے اور دعویٰ اہرت ناکھ یا مغنیہ یا تصویر محرم سے کذا فی الطحاوی وحرر فی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعویٰ فاسدۃ فاسد الانی دعویٰ مجہول فبائز فلیحفظ اور اشباہ میں تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعویٰ سے بعد دعویٰ فاسدہ کے فاسدہ سے مگر مجہول کے دعویٰ کے بعد جائز ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحاوی نے کہا معتمد تحریر وہی ہے جو ماتن نے بہ تفصیل ذکر کی کہ دعویٰ فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اس واسطے کہ برازیہ میں مذکور ہے کہ علمائے خوارزم کا فتویٰ اس پر ٹھہر گیا ہے کہ جس دعویٰ فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اس پر صلح صحیح نہیں اور جس کی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہ ہو یا کسی حد میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی وقیل اشتراط صحۃ الدعویٰ لصحة الصلح غیر مطلقاً فیصح الصلح مع بطلان الدعویٰ کا اعتمادہ صدر الشریعۃ آخر الباب واقعہ ابن کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق لکامر فراجعہ اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعویٰ کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اس کی تصحیح ممکن ہو یا نہ ہو تو

صلح صحیح ہے بطلان دعویٰ کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اس پر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اس کی طرف مراجعت کر م طحاوی نے کہا تجھ کو قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعہ نے جو اس کی دلیل پکڑی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعویٰ کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعویٰ مجہول میں صحیح ہے اس واسطے کہ اس دعویٰ کی تصحیح حق مجہول میں کرنے سے صلح کے وقت ممکن ہے و صلح عن دعویٰ حق الشرب و حق الشفعة و حق وضع الجذوع علی الاصل اور صلح ہے صلح دعویٰ حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیاں رکھنے کے حق سے بقول اصح م شرب یکسر اول عبارت ہے پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اس واسطے کہ حق شفعہ مال نہیں جس کا معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہ ہے کہ دعویٰ حق شفعہ سے صلح صحیح ہے دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت عدم بینہ مدعی قسم نہ کھانی پڑے الاصل انہ متی توجہت الیمین نحو الشخص فی اسی حق کان فافتدی الیمین بدراہم جائز حتی فی تعزیر مجتبیٰ بخلاف دعویٰ حد و نسب در را و حقوق مذکور کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق میں ہو سو اس نے یمین کے بدلے درم دیے تو جائز ہے یہاں تک کہ دعویٰ تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبیٰ بخلاف دعویٰ حد و نسب کے کذا فی الدرر دم دعویٰ تعزیر کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری تکفیر یا تفصیل کی یا مجھ کو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی ہو اس نے قسم کے بدلے درم دیے بقول اصح جائز ہے اور دعویٰ نسب کی یہ صورت ہے کہ مثلاً عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ بیٹا ہے اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعویٰ نسب سے مصالح کیا تو جائز نہیں الاصل ان کان بمعنی المعاوضۃ بان کان دینا بعین یتقض یتقضہما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اس طرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی ہے دونوں کے ٹوٹنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان کان لا بمعنا ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض فلا صلح اقالہ ولا نقض لان الساقط لا یعود قنیۃ و صیرفیۃ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہ ہو بلکہ بمعنی استیفاء بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اس کا توڑنا اس واسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ و الصیرفیۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولو صلح عن دعویٰ دار علی سکنی بیت منہا ابداء و صلح علی دراہم الی الحصاد و صلح مع المودع بغیر دعویٰ الہلاک لم یصح الاصل فی الصور الثلاث سراجیۃ اور اگر گھر کے دعویٰ سے صلح کی اس میں سے ایک کو گھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درموں کے دینے پر رکھتوں کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعویٰ ہلاک و دیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی السراجیۃ قید بعدم دعویٰ الہلاک لانه لو ادعاه و صلح قبل الیمین صحیح بلفظی خانیۃ مصنف نے عدم دعویٰ ہلاک و دیعت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہلاک و دیعت کا مدعی ہو اور مصالح کرنے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا اختتام ہے کذا فی الخانیۃ و صلح بعد حلف المدعی علیہ و فعال للنزاع باقامۃ البینۃ اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جائے یعنی صلح مذکور اس واسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لا کر پھر جھگڑا قائم نہ کرے ولو برین المدعی بعدہ علی اصل الدعویٰ لم یقبل الاالی الوسی عن مال الیتیم علی انکار اذا صلح علی بعضہ ثم وجد البینۃ فانہا یقبل اور اگر گواہ لا دے مدعی بعد صلح کے اصل دعویٰ پر تو مقبول نہیں مگر وہی کے دعویٰ میں یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جب کہ وہی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وہی نے تمام مال

یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہیں و لو بلوغ البصی فاما ما قبل ولو طلب یمنہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہو پھر اس نے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کی جائے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الاشباہ ہم طلب بصیغہ مجہول ہے یعنی اگر وہی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الطحاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا یزیم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیۃ وحکا ہما فی القیۃ مقدمات الاول اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں اور دونوں قولوں کو قینہ میں ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کر کے م قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا قول ہے چنانچہ معین المفتی میں ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت سے امام سے کذا فی الطحاوی طلب الصلح والا برأء عن الدعوی لا یكون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفهم المتأخرون والاولیٰ اصح بزائیدہ درخواست کرنا صلح کا دعویٰ سے اور درخواست کرنا ابراء کا دعویٰ سے دعویٰ یعنی مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک اور علمائے متأخرین ان کے مخالف ہیں اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی الزائیدہ بخلاف طلب الصلح عن المال والا برأء عن المال فانه اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابراء کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ ہم و جہ اس کی یہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے وہ ثبوت حق کا مقتضی ہے صالح عن عیب اودین وظہر عدمہ اوزال العیب لطلب الصلح ویرد ماخذہ اشباہ ودر صلح کی بائع نے بیع کے عیب سے یا دیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب بیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوگی اور اس کو پھر دے جس کو اس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام میں الصلح الواقع علی بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقه و حط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہو اس مال کی بعض جنس جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا کھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہے بیانج کے سبب سے یعنی اس کو معاوضہ قرار نہ دیں گے تا کی اور زیادتی جو ضمیمہ سے بیانج نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہے وچینند فصل الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ اور اس وقت میں یعنی جب کہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلامدت سے سو بلامدت پر م بدل صلح سے یہاں بدل ظاہری مراد ہے جس قدر صلح واقع ہو اور درحقیقت یہاں بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہ مثال فقط اسقاط بعض حق کی ہے او علی الف موجد یا صلح صحیح ہے ہزار بلامدت سے ہزار موجد پر م اس مثال میں وصف حلول کا اسقاط ہے وعن الف جیا علی مائۃ زیوف اور صلح صحیح ہے ہزار گھرے درم سے کھونٹے سودرم پر م اس مثال میں مقدار اور وصف دونوں کا اسقاط ہے ولا یصح عن دراہم علی دنایر موجدۃ لعدم جنس فکان صرفاً فلم یحسب تسیتہ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنایر موجدہ پر بسبب نہ ہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق تسیتہ جائز نہ ہو گا م یعنی دینار حق کی جنس نہیں ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہرے صلح موجد جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو مدت صحیح نہ ہوگی او عن الف موجد علی نصفہ حالاً الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہیں ہزار درم موجد سے پانچ سودرم بلامدت پر مگر مولی کی صلح میں اپنے مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت بدلیوں کا حق تھا بعد مدانیہ تو نصف موجد کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولی اس واسطے کہ احسان

مولی کا ظاہر ترے معاوضہ سے کذا فی الطحاوی ملخصاً وعن الف سود علی نصفہ بمضیاء والاھل ان الاحسان ان وجد من الدائن
 قاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہیں ہنراؤم سے پانچ سو سفید درم پیا در قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے
 پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ سے مہ دائن کا احسان یہ کہ
 اس پر صلح کرے جو اس کے حق سے کم تر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح میں وہ چیز داخل ہو
 جس کا دائن مستحق نہیں چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہوتی دوسری جنس سے پھر جب
 معاوضہ پھر اتومعاوضہ کا حکم اس میں جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا
 فی الطحاوی قال لغرمیہ ادائی خمس مائۃ غدا من الف لی علیک علی انک بری من النصف الباقی فقبل وادی فیہ بری و
 ان لم یؤد ذلک فی الغد عا دینہ لکان لغواۃ التقیید بالشروط دائن نے اپنے مدیون سے کہا لے آمیرے پاس پانچ سو کل اس ہلو
 سے جو میرے تجھ پر ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائے گا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور اسی دن پانچ سو ادا کیے
 تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اس پانچ سو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اس کا دین پورا پھر آوے گا چنانچہ پہلے شرط کے تھا بسبب فوت ہونے
 شرط کی تقیید کے مہ قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلفظ علی تو گویا دائن نے پانچ سو ادا کرنے کی کل قید لگا
 برات میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہ ہوگی و دجوہا خمسۃ اھد ہذا و الثانی ان لم یوقت بالذم لم یعد لانه ابراہ مطلق اور اس
 مسئلے کی پانچ صورتیں ہیں ایک ان میں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید لگائی تو
 عدم ادا سے دین اعادہ نہ کرے گا اس واسطے کہ وہ مطلق ابراہ سے مہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھ کو پانچ
 سو دے ہنرا سے اس پر کہ تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کرے گا تو دین کا اعادہ نہ ہوگا کیونکہ قول مذکور ابراہ مطلق ہے
 یہ ابراہ مطلق اس واسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح نہ رہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہے ہر وقت
 تو برات مقید بادانہ رہی و الثالث وکذا الوصالح من دینہ علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا و ہو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ
 غدا فالکل علیہ کان الامر کا لوجہ الاول کما قال لانه صریح بالتقید او تیسری صورت یہ ہے اور اسی طرح اگر دائن مصلح کرے
 اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اس کو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری سے اس شرط پر کہ اگر
 اس کو کل نہ دے تو تمام اس پر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اس واسطے کہ اس قول میں برات
 کی صریح تقید ہے مہ تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نہ کرے
 گا تو سب دین اس پر قائم ہے بالا جماع کذا فی شرح الوقایہ و الرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ بالبقی غدا ہو بری
 ادی الباقی فی الغد اولابدایۃ بالابدایۃ بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے
 اس پر کہ مدیون اس کو باقی از نصف کل دے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ دائن نے پہلے ابرا
 کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ و الخامس لو علق بصریح الشرط کان ادیت الی کذا و اذا اؤتمی لایصح الابداء الا ان
 ان تعلیقہ بالشرط صریحاً باطل لانه تملیک من وجہ اور پانچویں صورت یہ کہ اگر دائن ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ
 یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اس قدر ادا کرے یا جب یا جس وقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط

کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابراہیم ایک راہ سے تمہیک ہے م یعنی اگر یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اس قدر دے تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ ابراہیم تمہیک اور اسقاط دونوں معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور تمہیک تعلیق کے منافی ہے تو ہم نے دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحروف شرط تو ابراہیم صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہ ہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابراہیم صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ تبصرہ وان قال المدیون لا یتبرئ الا اقر بک بما لک حتی یتبرئ عنی او تحتط عنی ففعل الدائن التاخیرا والخط ص لانه لیس بکمرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کروں گا جب تک تو مجھ کو تاخیر نہ دے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نہ کر ڈالے سودائے نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے صلح اس واسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہ ہو تو بعد تاخیر فی المال مطالبہ نہیں کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے پورا دین نہیں کر سکتا کذا فی المنع ولوا علن ما قالہ سر اخذ منہ النکل للحال بہ اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے م اعلان سے مراد یہ ہے کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا اس واسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان میں پورا دین اس وقت فی الحال لے گا جب کہ دائن ساکت رہا اس واسطے کہ اگر کم کر دے گا علانیہ یا اقرار کرے گا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولیٰ ہے اخفا سے ولو ادعی الفاد جحد فقال اقر بک بما علی ان احط منها ما نہ جاد بخلاف علی ان اعطیک ما نہ لانه رشوة اور اگر دائن نے ہزار کا دعویٰ کیا اور مدیون اس کا منکر ہوا سودائے نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ میں ہزار سے سو کم کر ڈالوں گا تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ میں تجھ کو سود درم دوں گا اس واسطے کہ یہ رشوت ہے ولو قال ان اقررت لی حطت لک منها ما نہ فاقصرح الاقرار لا الخط مجتبیٰ اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو میں تیرے اوپر سے من جملہ ہزار کے سو کم کر ڈالوں پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبیٰ م اس واسطے کہ ابراہیم بشرط صریح جائز نہیں بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اس میں تعلیق معنوی سے نہ صریح الدین المشترك بسبب متحد ثمن بیع بیع صنفہ واحدہ اور دین موروث او قیہ مستہلک مشترک اذا قبض احدہما شیدا منہ مشارکہ الا تفریقہ ان شادا واتبع الغریم کمایاتی جو دین کہ مشترک ہے دو شخصوں میں ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس بیع کا جس کی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونوں کا موروث ہو یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو جب کہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اس میں شریک ہو جائے گا اگر وہ چاہے یا مدیون کا بیچا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا م ثمن بیع شامل ہے اس صورت کو جب کہ دونوں شریک بیع میں شریک ہوں اس طرح کہ بیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہ ہوں اس طرح پر کہ دو چیزیں ہوں ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونوں کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور بصفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکلانے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانچ سو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانچ سو کو بیچا اور ایک بیع نامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت میں ایک شخص دوسرے کے مقبوضے میں شریک نہ ہوگا اس واسطے کہ سبب مختلف ہے اور مشارکت میں یہ ضرور ہے کہ دونوں مقدار ثمن اور بصفقہ میں برابر ہوں اس واسطے کہ اگر دونوں شخص بیع بصفقہ واحدہ کریں اس پر کہ ثمن سے فلا نے کا حصہ سود درم ہے اور فلا نے کا حصہ پانچ سو درم پھر ایک شخص اس

میں سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اس میں مشارکت نہ ہوگی اس واسطے کہ تفرق تسمیہ بالعین کے حق میں تفرق صنفہ کے مانند ہے
 کذا فی الطحاوی مختصراً و جینڈ فلو صالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب اى علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک الاثر نصفہ الا
 ان یضمن کہ ربع اصل الدین فلا حق فی الثوب اور اس وقت میں تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلا
 جنس دین پر دوسرا شریک اس کپڑے کا ادھالے گا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی جو تقاضی کی ضامنی
 کر دے تو اب اس کا حق نہ رہے گا کپڑے میں م مثلاً اصل دین چار درم تھا دوسرا ایک شریک کے اور دوسرا دوسرے کے سوا ایک
 شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑے لے گا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن
 ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی نہ رہے گا و لو یصلح بل اشتری بنصفہ شیئاً ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف
 بالمقاصۃ او اتبع غریبہ فی جمیع مامربقاہ حق فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالح نہ کیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھ
 خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب
 مقاصد کے یعنی بسبب مجرا ہوجانے دین کے ثمن میں یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ میں یعنی
 مسئلہ صلح پر مسئلہ صلح میں بسبب باقی رہنے اس کے حق کے مدیون کے ذمے پرواذا ابرا احد الشریکین الغریب عن نصیبہ
 لا یرجع لانه اتلاف لا قبض اور جب کہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اس سے ربع دین کو نہ بھرے گا
 اس واسطے کہ ابرا تلف کرتا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور مواخذہ شریک کا قبض میں ہے نہ اتلاف میں وکذا الحکم ان کان للمدیون علی
 احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانه قاض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہے
 اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونوں شریکوں کے دین کے مدیون پر کہ مقاصد واقع ہو گیا ہوا اس
 کے اگلے دین سے اس واسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض م اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے
 نہ اولے دین میں دین سابق کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب
 اب مقاصد بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اس میں شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحاوی و لو ابرا الشریک المدیون عن بعض قسم الباقی علی
 سہامہ اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کر دے بعض دین سے تو باقی دین اس کے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر دونوں شریکوں
 کے مدیون پچیس درم ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اس کا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہے
 گا اور شریک ساکت کو دس درم کا و مثلاً المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصد سے م مقاصد اس طرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ
 درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا ہو گئے اس کے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے
 ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پاوے گا اور دوسرا شریک دس درم و لو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے
 میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے م امام کے نزدیک تاخیر احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک
 کی رضا پر موقوف ہے اور محمد سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود
 عدم تصحیح کذا فی الطحاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا تزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ لینا
 بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے م یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی

غصب کرے اور وہ اس کے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہرے گا تو دوسرا شریک اس میں شریک ہوگا و علیٰ ہذا القیاس
استیجار اور اگر دیونہ سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہرے گا اس واسطے کہ ظاہر الروایت میں یہ اطلاق
سے تو شریک ثانی اس میں رجوع نہیں کر سکتا اور جنایت عمد کی صلح میں اس واسطے قبض ثابت نہ ہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرک
کا شریک مالک نہ ہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم اموال ہے تو جنایت خطا کی صلح میں قابض ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی لمختار وجیلہ
اختصاصہ بما قبض ان بہمہ الغریم قدر دینہ ثم ہیرہ اور مقبوضہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اس کے
دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کر دے م مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم ہے تو اگر مدیون اس
شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کر دے تو اس چالیس درم میں شریک ثانی کی شرکت نہ ہوگی کیونکہ مقبوض
ہبہ ہے نہ دین اویبیعیہ بہ کفامن ثم مثلاً ثمر ہیرہ ملتقط وغیرہ ومرت فی الشکرۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ماتعہ مثلاً مٹھی بھر کھجور نیچے پھر
اپنے حصے کے دین سے یعنی جس قدر اس کا حصہ اتنا کھجور کا مشن ٹھہراوے پھر مدیون کو دین معاف کر دے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ
مذکور ہو چکا کتاب الشکرۃ میں یعنی اگر اس کا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور نیچے پھر اپنا دین معاف کر دے تو
اب جو مدیون دس درم اس کو دے گا وہ مشن بیع ٹھہرے گا نہ اس کے دین کا حصہ کذا فی الطحاوی صلح احد ربی السلم عن
نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور
رب السلم میں سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اس مال پر جو اس نے دیا تھا راس المال سے
تو اگر دوسرا شریک صلح جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کرے گا تو صلح مردود ہو جائے گی اس واسطے
کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہے قبل اس کے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے م یعنی جب کہ دو شخصوں نے
بیع سلم منعقد کی بیش من گبیہوں میں اور اس المال بیس درم ہے اور ہر شخص نے دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے دس من
گیہوں سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اس سے لیے تو یہ صلح امام اور محمدؐ کے نزدیک جائز نہیں
بلا اجازت شریک ثانی کے سوا اگر اجازت دے گا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونوں میں مشترک ہوں گے اور جو سب باقی رہے
گی وہ بھی دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دے گا تو صلح باطل ہوگی اس واسطے کہ دونوں کے حصے میں بدون رضائے
شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہو سکتی اور اگر فقط مصلح کے حصے میں جائز کیے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت
اس کے حصے کی بلا تمیز نہیں ہو سکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہیں کذا فی الدرر تبصرہ و توضیح نعم لو کان شریک مفادضہ جاز مطلقاً بحران
المرء دون رب السلم شریک مفادضہ ہوں تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البحر المحیط وای نے کہا بحر الرائق میں یوں ہے کہ جاز ولو فی الجمع یعنی
صلح جائز ہے اگرچہ جمع مسلم فیہ میں ہو یعنی جواز مخصوص بنصیب مصلح نہیں بلکہ جب کہ وہ سب میں فسخ کرے تو جائز ہے فصل فی الیوم
یہ فصل ہے تجارت کے احکام میں م تجارت خروج سے سے اصطلاح شرع میں تجارت اس سے عبارت ہے کہ وارث اس پر اتفاق
کریں کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال معین دے کر کذا فی المنع اخرجت الورثۃ احدہم عن الترتک وہی عرض ہی
عقار بمال اعطوہ کہ او آخر جوہ عن ترکۃ ہی ذہب بفضتہ وفعو مالہ او علی العکس او عن نقدین بہما صح فی الکل صرنا للجنس بخلاف جنبہ
تجارت کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا کہ وہ زمین اور بارغ ہے بعض اس مال کے جو انھوں

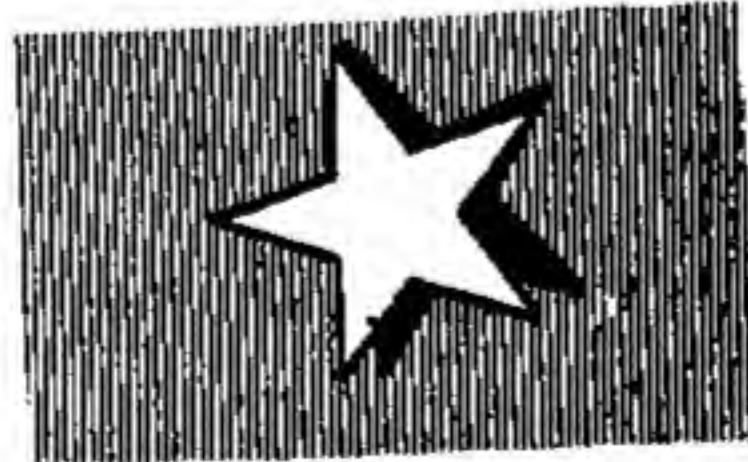
نے اس کو دیا وارثوں نے اس کو نکالا اس مترکہ ہے جو سونا ہے بعض چاندی کے کہ انھوں نے اس کو دے دیا یا بالکس اس کے چاندی سے خارج کیا سونا دے کر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دے کر تو یہ خارج حسب صورتوں میں صحیح ہے جس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر صرف جنس بخلاف جنس یہ علت ہے خارج عن التقیین بالتقیین کی قیل ماعطوه او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صرف جو مال کہ وارثوں نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر بہ صورت خارج صحیح ہے لیکن تقابض البدلین اس خارج میں ہو من جملہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا خارج سے چاندی سونے سے تو طریق کا قبض کرنا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے و فی اخر اخرج عن نقدین و غیرہما باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی له اکثر من حصته من ذلک الجنس کحرز اعن الربوا اور ایک وارث کے اخراج میں نقدین و غیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے خارج صحیح نہیں مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی کا وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اس کے حصے سے اس جنس میں سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو مگر مترکہ میں درم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہوں تو عوض اس کا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم عوض اس کے حصے کے برابر ہو جاویں اور باقی درم باقی مترکہ مفار دس درم کے مقابلے میں ٹریں اور اگر عوض کے درہم فقط دس ہوں یا کم یا کہ وارث کا حصہ درہم سے معلوم نہ ہو تو صلح فاسد ہے سود کے احتمال سے ولابد من حضور التقیین عند الصلح و علم بقدر نصیبہ بشرط البیضاء و جلالۃ اور ضروری ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم کرنا کذا فی الشرع البیضاء و جلالۃ و لو بعض جاز مطلقاً لعدم ربوا اور اگر صلح بعض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہ ہونے سے و کذا لو انکر وارثہ لانه جیند لیس بیدل بل لقطع المنازعة اور اسی طرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہوں اس کی میراث کے اس واسطے کہ اس وقت میں موجود دین بدلائیں بلکہ دنیا قطع نزاع کے واسطے ہے و بطل الصلح ان اخرج احد الورثہ و فی الترتک دیون بشرط ان تكون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ مترکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں نہ خارج کے واسطے اس واسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے مگر جب وارث خارج تے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اس کو مالک کرنا باطل نہیں جس پر دین ہے ثم ذکر لیسو میلاً فقال و صلح لو شرطوا ابر الغرام منہ ای من حصہ لانه تملیک الدین ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرام پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر مذکور کیں سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کریں صلح میں ابرا دیون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہے مصالح کا دین میں اس کو وہ معاف کر دے تو صحیح ہے اس واسطے کہ اس ابرا میں مالک کرنا دین کا اس کو جس پر دین ہے اور یہ صحیح ہے تو بقدر اس کے حصے کے دین ساقط ہو گا دیون سے مگر اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا دیونوں پر اور یہ نہیں کہ اس کا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی الصدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ ای الدین تبرعاً منہم و احالہم بحصہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے ان کے جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلا دے مدیونوں سے مگر اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے اس واسطے کہ نقد بہتر ہے تسبیہ سے کذا فی الصدر الشریعۃ او اقرضوه قدر حصہ منہ و صالحوہ عن غیرہ بالصلح بدلاً و احالہم بالقرض علی الغرام

وقبلوا الموالاة ونزہ احسن اہل ابن کمال یا باقی وارث مصلح کو قرض دین بقدر اس کے حصے کے دین سے اور صلح کر لیں مصلح سے دین کے سوا اور متروک کے بوجھ اس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہے اور مصلح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ دین اس حوالے کو قبول کر لیں اور یہ حیلہ بہتر ہے اور حیلوں سے کذا ذکرہ ابن کمال م اس واسطے کہ حیلہ اولیٰ میں مصلح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فی الطحاوی والاوجه ان یبیعوه کفامن ثم ارجوه بقدر الدین ثم یحیلہم علی الغر یا ابن ملک اور اوجہ حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصلح کے ہاتھ مٹھی بھر جو یا مانند اس کے بچیں بقدر اس کے دین کے پھر مصلح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک م اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا ہر امر فائدہ ہے لیکن مصلح کا نقصان ہے صریح و فی صحت صلح عن ترکہ مجہولۃ ایمانہا ولادین فیہا علی مکمل اور موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحیح زیلعی لعدم اعتبار شبهۃ الشبہۃ اور جس کے ترکے ایمان معلوم نہیں اور اس میں دین نہیں اس کے صلح کے صحیح ہونے میں مکمل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول صحیح صحت صلح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہۃ الشبہۃ کے شارح نے کہا علی مکمل اور موزون صلح سے متعلق ہے م یعنی جب ترکہ میں دین نہ ہو اور ایمان اس کے معلوم نہ ہوں اور مکمل یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اس کی صحت میں اختلاف ہے فقہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہے اور علیہ الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہے بعلت شبہۃ ربوا وجہ صحت یہ ہے کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہۃ ہے اس واسطے کہ احتمال سے کہ ترکے میں مکمل یا موزون ہو تر تقدیر اس کے ہونے کے پھر یہ احتمال ہے کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہۃ ہے اور عدم صحت میں شبہۃ سود کا معتبر ہے نہ شبہۃ الشبہۃ وقال ابن الکمال ان فی ترکہ جنس بدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یبدل فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے میں بدل صلح کا جنس ہو تو صلح جائز نہیں اور اگر جنس نہیں تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہ ہو اس صورت میں اختلاف ہے ولو ترکہ مجہولۃ وہی غیر مکمل اور موزون فی ید البقیۃ من الورثۃ صحیح فی الاصح لانہا لا تقضی الی المنازعة لقیامہا فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصلح او بعضہا لم یجز مالم یعلم جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر مکمل یا ورنہ مجہول الا ایمان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہے قول اصح میں اس واسطے کہ جہالت اس کی موجب نزاع نہیں بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ میں تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصلح کے پاس ہو تو صلح جائز نہیں جب تک کہ تمام مقبوضہ اس کا معلوم نہ ہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک م خلاصہ یہ ہے کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہیں تو جہالت موجب نزاع نہیں لہذا صلح صحیح ہے اور اگر مصلح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہ ہو تو صلح جائز نہیں کیونکہ یہاں تسلیم کی حاجت ہے اور تسلیم در صورت جہالت موجب نزاع ہے وبطلان الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اس کے نکالنے کے واسطے اور باطل ہے قسمت ترکے کی وارثوں میں باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو تو ورثہ ترکے کے مالک نہیں جو اس میں صلح یا قسمت جاری کریں اس واسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت میں صلح اور قسمت باطل نہیں جب کہ ورثہ دین کے ضامن ہوں بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لیں اس واسطے کہ اگر رجوع ہو گا تو ترکہ مشغول ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی او یضمن اجنبی بشرط برادۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط برات ذمہ میت م تقیید برات میں شارح مصنف کا تابع ہو گیا ہے اور زیلعی میں تو عدم رجوع فی ترکہ پر اشتراط کا

مدار ہے کذا فی الطحاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوائے ترکہ کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہوئی کذا فی الطحاوی ولا ینبغی ان یصلح ولا یقسم قبل القضاء للدين فی غیر دین تحیط اور سزاوار نہیں کہ صلح کی جائے اخراج وارث پر یا قسمت کی جائے دین ادا کرنے سے پہلے اس ترکہ میں جس کو دین محیط نہیں ہم اس واسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہے طحاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ میں صلح اور قسمت مکروہ ہے ولو فعل الصلح والقسم صح لان التركة لا تخلو عن قليل دين فلو وقف الكل تضرر الورثة فيوقف قدر الدين استحسانا وقاية فلا يجتازوا الى نقص القسم بحجج اور اگر صلح اور قسمت کی جائے ترکہ مذکورہ میں قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اس واسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہیں ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہے تو وارثوں کا ضرر ہے تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثوں کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البصرم استحسان متعلق ہے صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اس واسطے کہ قیاس یہ ہے کہ صحیح نہ ہو اس واسطے کہ ترکہ کا ہر جز مشغول دین سے بعلت عدم تریخ وجہ استحسان وہ ہے جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحاوی ولو اخبروا واحد من الورثة فخصته تقسم بين الباقي على السواء ان كان ما اعطوه من مالهم غير الميراث اور اگر وارثوں نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا اور صلح کے تو اس کا حصہ باقی وارثوں میں برابر قسمت ہوگا اگر ہو وہ مال جو انھوں نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے جو میراث کے سوا ہے وان كان المعطى مما ورثوه فعلى قدر ميراثهم تقسم بينهم اور اگر دیا ہو مال اس میں سے جو جس کو انھوں نے میراث میں پایا تو بقدر ان کی میراث کے ان میں خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقیدہ الخصاف بكونه عن الكار فلو عن اقرار فعلى السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور میں صلح انکاری کی قید لگائی ہے یعنی جب کہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہوں اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دے کر صلح کر لیں تب یہ تفصیل ہے تو اگر صلح ورثہ کی باقرار میراث سے ہو تو قسمت برابر ہے مطلقا خواہ ترکہ سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اس واسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہے تو گویا وارثوں نے اس کو خرید کیا اور تساوی ظاہر نہیں مگر جب کہ مال مدفوع ورثہ میں برابر ہو تو قائل کذا فی الطحاوی و صلح احدیم عن بعض الاعيان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہے یعنی صلح میں کل اور بعض دونوں برابر ہیں ولو لم يذكر في صلح التخاص في التركة دين ام لا فالصك صحیح وكذا لو لم يذكره في الفتوى فيفتى بالصحة وكيل على وجود بشرطها جمع الفتاویٰ اور اگر تخاصر کی دستاویز میں یہ مذکور نہ ہو کہ ترکہ میں دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور اسی طرح اگر یہ مذکور نہ ہو فتویٰ میں یعنی استفتا اور سوال میں تو صحت صلح کا فتویٰ دیا جاوے اور عدم ذکر وجود بشرط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاویٰ یعنی مفتی پر اس کی بحث واجب نہیں کذا فی الطحاوی والموصی له مبلغ من التركة كوارث فيما قدمناه من مسألة التخاصر اور جس اجنبی کے واسطے کسی قدر ترکہ سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہے ان احکاموں میں جن کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں تخاصر کے مسئلے سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخاصر جہائز سے اسی تفصیل سے موصیٰ لہ سے جائز ہے صالحوا ای الورثة احدیم وخرج من بينهم ثم ظهر للميت دين او عين لم يعلموا بل يكون ذكرا داخل في الصلح المذكور قولان اشهرهما الدليل بين الكل والقولان حكاهما في الخاتمة مقدم بعدم الضرر وقد ذكر في اول فتاواه انه يقدم ما هو الاشهر فكان هو المقدم كذا في البحر قلت وفي النزاع ولا يبطل الصلح ورثه من صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثوں سے خارج ہو گیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثوں کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور میں داخل ہو گیا یا نہ ہوگا اس میں دو قول ہیں دخول اور عدم دخول کے دونوں قولوں میں مشہور تر قول عدم دخول کا ہے بلکہ وہ دین اور

عین سب واٹوں میں مشترک ہے اور دونوں قولوں کو خانیہ میں حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کر کے اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ کے اول میں ذکر یہ کیا ہے کہ جو قول مشہور تر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول سے معتد بظہر کذا فی البحر میں کہتا ہوں اور برازیہ میں ہے کہ البتہ ہی صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل نہ ہوگی و فی الوہبانیۃ ۵ و فی مال طفل ہا الشہود فلم یجز و ما یدعی خصم ولا یتنور و اور وہبانیہ میں ہے اور صلح طفل کے اس مال میں جو گواہوں سے ثابت ہے جائز نہیں اور صلح جائز نہیں اس میں جس کا مدعی طفل پر دعویٰ کرے اور اپنا دعویٰ گواہوں سے روشن نہ کرے م اور اگر طفل کا مال گواہوں سے ثابت نہ ہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت میں اس واسطے صلح جائز نہیں کہ مدعی مستحق نہیں مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہے نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہوں تو صلح جائز ہے کذا فی الطحاوی ۶ و صح علی الابرار من کل عائب و اور صح ہے صلح ابراہ پر ہر عیب سے م یعنی مشتری اگر برات عیوب بیع پر کچھنے کر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے طحاوی نے کہا اس واسطے کہ ابراہ عن العیب بلا بدل صحیح ہے تو اس طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہے کیونکہ یہ استقاط حق ہے و لو زال عیب عن صاحب یدر و اور اگر عیب بیع سے زائل ہو گیا تو صلح باطل ہے م یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جلنے یا ناخن سے صلح کی اور جالایا ناخن آنکھ سے دفع ہو گیا تو صلح باطل ہے تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسی طرح ہر عیب زائل کا حکم ہے کذا فی الطحاوی ۶ و من قال ان تحلف فبطل یجوز و اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ ابراہ کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے گی اس واسطے کہ پہلی قسم قاطع خصوصیت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی ۶ و لو مدع کالاجنبی بضمیہ اگرچہ مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں م مدعی کی قسم کی یہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعویٰ پر تو مدعا علیہ پر دعویٰ ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلا نا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الغفور ۷

۷ و لو لم یصل کالاجنبی غیر المبتدئ مخدوف ای اذکر من المدعا علیہ والمدعی کالاجنبی حال کونہ یصور کذا فی الطحاوی ۷



کتاب المضاربة

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں مابقی لغة مفاعلة من الضرب فی الارض وهو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین پر پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اس واسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضة اور قراض بولتے ہیں اس واسطے کہ قرض بمعنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہے کذا فی المنع وشرعا عقد شرکت فی الرزق مال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت فی المنفعة کا عقد ہے جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ ان سے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے ورنہما الايجاب والقبول اور رکن مضاربت ايجاب اور قبول ہے ہم ايجاب اس طرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجھ کو بطریق مضاربت یا مقارضة یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سود جو فائدہ حاصل ہو اس میں سے تیرا اٹنا حصہ ہے یا یوں کہے یہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحاوی عن المحوی وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اس کا اثر مرتب چنانچہ نوع ہے لیکن بالنظر مختلفہ اس واسطے کہ مضاربت امانت رکھنے سے شروع میں ہم مضاربت ابتداء میں ایداع اس واسطے ہے کہ قرض کرنا مال کا ہے باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب تاوان نہیں ومن جمل الضمان ان یقرضہ المال الادبہا ثم یعقد شرکتہ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والرزق بینہما ثم یعمل المستقرض فقط فان ملک فالقرض علیہ اور ہلاک اس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایک درہم کے پھر شرکت عنان کرے اس باقی درہم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں نفع دونوں میں برابر ہو پھر بعد اس کے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت ہے گام شرکت عنان کو اس واسطے خاص کیا کہ اس میں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اس واسطے شرط کیا کہ اگر عامل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جائے گی اور فساد شرط عمل واحد ہے نہ اطلاق طحاوی نے کہا اس حیلے سے مضارب

باقی نہ رہی بلکہ اس المال میں شرکت ہو گئی تو مکمل مع العمل لتصرف بامرہ اور مضاربت تو مکمل ہے محل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے مہر جیب تو مکمل ہوئی تو جو عمدہ اس کو لاحق ہو گا وہ رب المال کو بھی ہو گا کذا فی الدرر و شرکت ان رب رج اور مضارب شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہو اس واسطے کہ مال اوائل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اس میں شریک ہوں گے و غضب ان خالف و ان جاز رب المال بعدہ بصیرتہ غاصبا بالکفۃ اور مضارب غضب ہے اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اس کو جائز بھی رکھے بسبب ہو جانے مضارب کے غاصب مخالفت ہے م مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خرید کی اور پیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غضب اس واسطے ہوا کہ تعدی کی نذر کے مال میں ثواب مضارب پر ضمان لازم ہو گا و اجارۃ فاسدۃ ان فسدت فلا رج للمضارب حیثہ ذیل کہ اجرت مثل عملہ مطلقا رج اولالا یزاد علی المشروط خلافا لحدود الثالثہ اور مضارببت اجارہ فاسدہ ہے اگر عقد مضارببت فاسد ہو جائے ثواب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اس کے واسطے اس کی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح تجارت میں نفع حاصل ہو یا نہ ہو زیادہ نہ دی جائے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلاثہ کے م اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اس کی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضارببت فاسدۃ کشرط لنفسہ عشرۃ درہم فلا شیء لہ فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فہو استثناء من اجر عمد مضارببت فاسدہ میں اجرت عمل سے مگر اس وصی میں جس نے یتیم کا مال بطریق مضارببت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دینا درم کا شرط لکھنا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثناء ہے اجرت عمل سے مہیاں محل اشتباہ تھا کہ استثناء اجرت عمل سے ہے یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چیز مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہہ دیا والفاسدۃ لا ضمان فیہا ایضا کصحیحہ لانہ امین اور مضارببت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضارببت صحیحہ میں اس واسطے کہ مضارببت امین سے اور امین ضمیم نہیں ہوتا دفع المال الی الآخر مع شرط الرج کلہ للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہے یعنی یہ عقد مضارببت نہیں بلکہ عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہو گا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے مال نے فائدہ شرط نہیں کیا و مع شرط للعامل قرض لقلۃ ضررہ اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض سے بواسطہ قلت ضرر قرض م یعنی اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور مشروط دونوں میں یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والا نے نہ صاحب مال ثویہ مضارببت نہیں مے قرض سے اس واسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جب کہ اس المال کا مالک ہو اور ملک متصور نہیں مگر بہرہ یا قرض سے لیکن بہرہ میں مالک کا بہرہ نقصان سے اس واسطے کہ بہرہ قاطع حق سے عین اور اس کے بدل دونوں سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہے نہ اس کے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض سمجھنا ایما نہ بہرہ کذا فی الطحاوی مختصر بتصرف و شرطہا امور سبعۃ اور صحت مضارببت کی سات شرطیں ہیں اشتراط اس المال کا من جملہ اثبات کے ہونا ۲۔ اس کا معلوم ہونا ۳۔ اس المال کا عین ہونا نہ دین مہ مضارببت کو اس المال تسلیم کرنا ۴۔ شیئہ من منفعت بلا تعین مقدار ۵۔ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۶۔ مضارب کا حصہ منفعت سے ہونا نہ اس المال سے اور تفصیل شرط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون اس المال من الاثمان کامر فی الشرکۃ شرط صحت مضارببت ۷۔ یعنی نفع باعتبار حصہ ہو کہ ادا نفع ہو گا یا تہائی وغیرہ مقرر نہ ہو کہ دس روپیہ مثلاً مضارببت لے گا باقی مالک ۱۱۔

ہونا اس المال کا اٹھان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشریکۃ میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اس مال سے کہ شرکت صحیح ہوتی ہے اس واسطے
 کہ مضاربت شرکت سے فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی درہم اور دنانیر اور چاندی سونا
 غیر مسکوک اور فکوس مروجہ کذا فی الدرر وہو معلوم للعاقدين اور اس المال معلوم ہو عاقدين کو یعنی اس طرح کہ عاقدين عقد مضاربت
 کریں مقدار معین اس المال پر مثلاً ہزار یا دو ہزار درہم پر و کفایت فیہ الاشارة اور اس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا
 ہے ہم صورت اشارہ یہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درم دیے اور ان کی مقدار معلوم نہیں اس کو تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول
 فی قدرہ و صفۃ للمضارب یمنہ والبیئۃ للمالک اور در صورت اختلاف کے اس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے
 اس کی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہے داما المضاربتہ بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکرہ اور عقد مضاربت
 دین سے کرنا سوا اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہے اور مکروہ ولو قال اشتری عبد النبیۃ ثم بعه و
 ضارب ثمنہ ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اس کو بیچ اور اس کے ثمن سے
 مضاربت کر سو اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے ہم اس واسطے کہ مضاربت غلام کی طرف مضاف نہیں جو جائز نہ ہو بلکہ اس کے ثمن کی طرف
 مضاف ہے اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدرر اور یہ حیلہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو
 مضاف کر کے کقولہ لغاصب او مستودع او مستبضع ائیل باقی یک مضاربتہ بالنصف جاز مجتبی چنانچہ یوں کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع
 سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا ہے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفان نصف منفعۃ پر تو جائز ہے کذا فی المجتبی ہم مستبضع
 وہ جس کے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحاوی نے کہا مضاربت اس صورت میں جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا
 مال ہو جس میں مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع و کون اس المال عینا لا دینا کا بسط فی الدرر اور شرط صحت ہے ہونا
 اس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ اس کو درمیں واضح بیان کیا ہے ہم درمیں سے عین ہونا شرط ہے نہ دین
 ہونا اس واسطے کہ مضارب این سے شروع میں اور جس پر دین ہے اس کا این ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے دیون سے کہا کہ عمل کر
 اس دین میں جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہی طحاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہیں بلکہ مراد
 معین ہونا ہے مسلماً الی المضارب لیکن التصرّف در ان حالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو اس المال کا مضارب کو تا اس کو تلفت
 اس کا ممکن ہو ہم اس واسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط
 کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال ہر مضارب اس المال سے خرید و فروخت کرے
 تو نفع میں دونوں شریک ہوں گے بموجب شرط کے اس واسطے کہ استعانت سے عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل
 رب المال عین عقد میں کہ وہ مفسد ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الشریکۃ لان العمل فیہا من الجاہلین بخلاف عقد شرکت کے اس واسطے
 کہ اس میں دونوں جانب سے عمل ہے و کون الریح بینہما شائعاً فلو عین قدر افسدت اور شرط مضاربت سے ہونا منفعۃ کا مابین
 دونوں کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعۃ شائع مثلاً دونوں میں نصفان نصف ہو
 یا تین تہاؤ اس واسطے کہ اس میں منفعۃ مشارکت ثابت ہے نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ متوہم یا نصف منفعۃ کے ساتھ
 سہ یعنی کل نفع کا مالک ہو ۱۲

دین درم زیادہ تو یہ قاطع ہے شرکت کا اس واسطے کہ شاید منفعت نہ ہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نہ رہی تو مضاربت باقی نہ رہی و کون نصیب کل منہما معلوما عند العقد اور بشرط مضاربت سے ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک م حصہ ہر ایک کا معلوم ہونا مجہول صورت مجہول یہ ہے کہ مثلاً مالک کے مضارب سے کہ تجھ کو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع سے معلوم ہونا اس واسطے بشرط ہوا کہ عقد مضاربت سے نفع کے واسطے تو اس کی جہالت موجب فساد عقد ہوگی و من شرط ہوا کون نصیب المضارب من الرزق حتی لو شرط من راس المال او من الرزق فسدت اور مضاربت کی شرطوں سے ہے ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہے اس واسطے کہ ان دونوں شرطوں کو عقد مقفی نہیں کذا فی الطحاوی فی الجملۃ کل شرط یوجب جہالت فی الرزق او یقطع الشریکۃ فیہ یفسد ما والا بطل الشرط و صح العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالہ میں ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں وہ شرط مفسد مضاربت سے اور نہیں تو شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس و کالت کے یعنی جس طرح و کالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا م جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے درہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہیں ازاں جملہ یہ ہے کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جائے یا دونوں پر کذا فی الطحاوی و لو ادعی المضارب فسادا فالقول لرب المال و بعکسہ فلمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اس کے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے الاصل ان القول لدعی الصیحة فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک ثلث الرزق الا عشرة و قال المضارب الثلث فالقول لرب المال و لو فیہ فسادا لانه یکر زیادۃ یدعیہا المضارب خانیۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوائے دین درم کے اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد مضاربت ہے یعنی دین درم مقبول اس واسطے کہ صاحب مال اس زیادت کا منکر ہے جس کا مضارب دعوی کرتا ہے کذا فی الخانیۃ و ما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشتباہ میں ہے اس میں اشتباہ سے سوا اس کو سمجھ لے م اشتباہ کی عبارت یہ ہے بالقول قول مدعی الصیحة الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث و زیادۃ عشرة و قال المضارب الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث اور دین درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول مقبول ہے انتہی الترجمہ مصنف نے اپنی شرح میں اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشتباہ میں کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اس واسطے کہ مضارب اس صورت میں مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہے صاحب اشتباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکور قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اس میں داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحاوی و یملک المضارب فی المطلقۃ التی لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع و لو فاسدا بتقد و نسبیۃ متعارفہ اور مضارب مالک سے مضاربت مطلقہ یعنی اس مضاربت میں جس میں مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہیں بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد میں سے بیع کرے یا مدت متعارفہ کے ساتھ بیع یعنی بیعوں میں سے ایک تجھ کو دی جائے گا اور ایک صورت مجہول نفع کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یوں کہے کہ نفع میں ہم تم شریک ہیں یہ بیان کرے کہ نصف شریک ہیں کم زیادہ ۱۲

مہر مراد نہیں کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہ ہو گا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اس کے ہاتھ میں مانت نہ باقی رہے مدت میں متعارفہ کی قید اس واسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو و الشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہے اور خرید و فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہے و السفر بر او بجر او دفع المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر میں نہ مسافرت میں بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت سے امام سے کہ اگر اپنے شہر میں مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہیں اور اگر سفر میں دے تو اس کو سفر کرنا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضارب مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو بمقتضائے لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہے والا بضاع امی دفع المال بضاعت اور مالک سے البضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہونا و لو لب المال ولا تفسد بہ المضاربتہ کیا جی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اس کو اختیار ہے اور اس دینے سے مضارب فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان اس کا افسے گا و یک لا بدیع والزمین والارتہان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجرا رضابضار لیزر عباد غیر سہا جاز ظہیرتہ اور مضارب مالک ہے کسی کے پاس رکھنے اور دوسرے کے پاس رکھنے اور اپنے پاس رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا اس میں کھیت کرے یا درخت لگا دے تو جائز ہے کذا فی الظہیرۃ والاحتیال امی قبول المحالۃ بالتمن مطلقا علی الایسر والا عسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی تمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا کشادہ دست اور تنگ دست پر اس واسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور البضاع اور ایداع اور زمین اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سودا گروں کے دستور العمل سے لایمک المضاربتہ والشکرۃ والخلط بال نفسہ الا باذن او اعمل برأیک اذا الشی لا یتضمن مثله مضارب مالک نہیں مضارب کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضارب کے نہیں دے سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے کا مگر صاحب مال کے اذن یا اس کے یوں کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اس واسطے مالک نہیں کہ شے اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کم تر کو متضمن ہوتی ہے م عدم تضمن مماثل عدم ملک مضارب کی علت ہے نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شرا یوں کہتا اذا الشی لا یتضمن مثله والا علی منہ تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر سے مضارب سے خلط مال اس صورت میں جائز نہیں جب کہ اس شہر میں رائج نہ ہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی ولا الاقراض والاستدانۃ وان قیل لہ ذلک ای اعل برأیک لانہا لیس من صنیع التجار فلم یدخل فی التعمیم مالم یتضمن المالك علیہا فیکلہا اور مضارب مالک نہیں قرض دینے کا اور نہ ادھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اس واسطے کہ وہ دونوں تجارت کے دستور العمل سے نہیں میں تو وہ تقیم قول مذکور میں داخل نہ ہوگی جب تک مالک ان دونوں پر تصریح نہ کر دے پھر تصریح کے بعد ان کا مالک ہو گا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہہ دیا کہ تجھ کو قرض دینے اور ادھار لینے میں اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدان کا مالک ہو گا اور نہیں تو نہیں دے رہا ہے استدان ممنوعہ یہ ہے کہ مال مضارب سے زیادہ تر تمن پر خرید کرے و ان استدان کانت شرکۃ وجوہ و یحذ فلو اشتري بال المضاربتہ ثوبا ۱۵ کیونکہ چیز اپنے مانند اور اپنے سے ادھر دے تو متضمن نہیں ہوتی ۱۲

وقصر بالماء او حمل متاع المضاربة بماله وقد قيل له ذلك فهو متطوع لانه لا يملك الاستدانة بهذه المقالة اور اگر مضارب ادھار لے گا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحاوی تو شرکت و جوع متحقق ہوگی اور اس وقت میں تو اگر مضارب کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اس کو پانی سے دھو لایا اپنے مال سے یا متاع مضارب کو دلایا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی غل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے بجز انہیں لے سکتا اس واسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنے کا مالک نہیں م سراجیہ میں ہے صورت استدانت یہ ہے کہ درہم اور دینار سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے اس المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خرید کی درم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضارب کے مال سے درم یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضارب پر ہوگی استدانت نہ ہوگی اور بدائع میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضارب پر استدانت جائز نہیں اسی طرح اصلاح مال مضارب پر استدانت جائز نہیں تو تمام مال مضارب سے تھان خرید کیے پھر ان کی بار برداری یا شوب یا پیچیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اس واسطے کہ اس کے پاس مال مضارب سے کچھ باقی نہیں رہتا تو استیجار سے مضارب پر ادھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہ ہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب عاقد بنفس متبرع سے کذا فی الطحاوی و انما قال بالماء لانه لو قصر بالنشاء فحکم کصنع اور مصنف نے کپڑے کے شوب میں فقط پانی کی قید عقد کرنے والا ہے اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھوا دے گا تو اس کا حکم کپڑا لگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد البیض ودخل فی اعمل بر ایک کا خلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دے گا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اس قدر میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم میں کہ عمل کر اپنی صواب دید کے موافق خلط مال کے مانند و کان له حصۃ یمۃ صبغہ ان یرع و حصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب کے واسطے اس کے رنگ کی قیمت کا حصہ بشرط اس کے کہنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضارب کے مال میں م مثلاً سفید تھان خریدنا ہو پانچ روپے کو اس المال سے اور اب اس کا ثمن بدون رنگ کے سات روپے ہو گیا اور رنگین کرنے سے آٹھ روپے کو بکا تو مضارب اس میں دو روپے لے گا اور صاحب مال ایک روپیہ اس واسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونوں میں نصف نصف ہو گیا اور ایک روپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت میں پایا و لو لم یقل اعمل بر ایک لم یکن شریکاً بل غاصباً اور اگر صاحب مال نے یوں نہ کہا کہ عمل کر موجب اپنی صواب دید کے تو مضارب شریک نہ ہوگا بلکہ غاصب ٹھہرے گا یعنی تو مال مضارب امانت اب نہ رہا مضارب کے پاس تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحاوی و انما قال احمر لما مر ان السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل بر ایک بجز اور مصنف نے سرخ رنگ اس واسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہ ہوگا اس قول میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر منکوحہ مویچا کہ یہ قول ثنی سے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تعمیم قول میں اور رنگوں کے مانند کذا فی الطحاوی و لا یملک ایضاً تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالك لان المضاربة تقبل التقید المفید ولو بعد التقدیم لیسر المال عرضاً لانه یمتد لایک عزله فلا یمکن تخصیصہ کامیجی اور مضارب مالک نہیں تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قاش یا وقت یا اس شخص کا جس کو مالک نے معین کر دیا اس واسطے کہ مضارب بتخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضارب سے یعنی مضارب اس صورت میں شرکت و جوع ہو جائے گی کیونکہ مضارب اپنی وجہ است سے قرض لے کر رب المال کو نفع میں شریک کرتا ہے عقد مضارب کا اس کا مقتضی نہیں ۲ ۵۰ یعنی شوب وغیرہ کے لیے نہ دور کرنے سے ۲

ہو جب تک کہ مال مضارب متاع اور اسباب تجارت نہیں ہو گیا اس واسطے کہ اس وقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنے کا مالک نہیں تو
تخصیص تجارت کا بھی مالک نہ ہو گا چنانچہ اس کا بیان اوسے کام مخالف امور مذکور میں اس واسطے جائز نہ ہو گا کہ مضارب تصرف مال کا مالک
نہیں مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جس طرح اس نے تفویض کی اور تخصیص مذکور خالی فائدے سے نہیں اس واسطے کہ
سوداگری باعتبار اختلاف امکانہ اور امتنع اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قیدنا بالمفید لان غیر المفید لا یعتبر اصلا
کنہی عن بیع الحال قید لگائی ہم نے تقید مفید کی اس واسطے کہ تخصیص غیر مفید سبب معتبر نہیں چنانچہ منع کر دینا صاحب مال کا بیع حال
یعنی بیع مغل سے واما المفید فی الجملہ کیسوق من مصرفان صرح بالہنی صح والالا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار
کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب مال نے تصریح کر دی ہو تو تقید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں مگر شہر کے ایک بازار کی تقید اس واسطے صحیح
نہیں کہ شہر باوجود بتاين اطراف کے بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی مصرف ہو اس طرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور نہ تجارت کرنا
اس کے سوا اور بازار میں تو اب تقید صحیح ہوگی کذا فی الطحاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ وکان ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک
کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکل کر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مولیٰ یا موسم معین کے سوا اور موسم
اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہو گا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید
مخالفت امر مالک مضارب کی ہوگی یعنی تو اس کے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہو گا اس واسطے کہ اس نے غیر کے مال پر بدون اس
کے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر و لو لم تصرف فیہ حتی عاد للوافق عادت المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضارب میں تصرف نہ کیا یہاں
تک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضارب پھر صحیح ہو جائے گی مگر یہ متعلق سے تعین شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اس شہر سے
نکلا تو مضارب سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضارب مثل سابق قائم ہی کیونکہ
مضارب منوز اس کے ہاتھ میں قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحاوی و کذا الوعاد فی البعض اعتبار الجرح بالکل اور اسی طرح عود مضارب
کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال مضارب میں عود کیا جز کو کل کے ساتھ قیاس کر کے مگر یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور
بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضارب باقی ہے ولا ینک ترو ج قن من مالہا اور مضارب مالک نہیں نکاح کرنے سے اس مملوک کا
جو مول لیا گیا مضارب کے مال سے ولا یشراء من یعتق علی رب المال بقربۃ او یمن اور مضارب مالک نہیں اس لوٹدی یا غلام کی خرید
کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر سبب قرابت یا قسم کے مگر قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لوٹدی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں
اس کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فان ینک ذلک عند عدم القرینۃ المفیدۃ لولا کالۃ کا شتر لی عبدۃ ابیہ او استخداہ
جاریۃ اطامہ بر خلاف خرید کرنے کے دلیل کے اس واسطے کہ وہ اس مملوک کے خرید کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو مول پر آزاد ہو جائے
جب کہ قرینہ مخصوص و کالت نہ ہو چنانچہ یوں کہنا مول کا دلیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر کہ جس کو میں بچوں یا اس سے خدمت لوں یا جاؤ
خرید کر جس سے میں قربت کروں مگر تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہے کہ دلیل کو ایسا غلام یا لوٹدی کا خرید کرنا نہ چاہیے کہ مول پر
آزاد ہو جائے ولا من یعتق علیہ امی المضارب اذا کان فی المال ربح ہو ہنا ان تكون قیمۃ العبد اکثر من کل راس المال کا ہسطہ یعنی
فلحفظ اور مضارب اس غلام کے خرید کرنے کا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جائے بہ سبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضارب میں
۵۰۵ یعنی اگر مضارب سے کہے کہ نقد سے بیع مت کرنا تو یہ مانعت معتبر ہوگی ۱۲

نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اس غلام کی قیمت اگر ہو تمام اس المال سے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے عینی نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے م خرید کرنا غلام مذکور کا اس واسطے جائز نہ ہو کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائے گا کیونکہ اس کی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی اس المال سے زیادہ ہو خواہ اس المال میں نفع ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ جب غلام کی قیمت اس المال کے برابر یا کم تر ہوگی تو مضارب کی ملک اس غلام میں ظاہر نہ ہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہرے گا اس المال سے تو اگر اس المال اول ہزار تھا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اس کے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل سے تو اس پر آزاد نہ ہوگا انتہی مختصراً کذا فی الطحاوی فان فعل شرا من یعتق علی واحد منہما وقع الشراء لنفسه سواء مضارب نے اس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رہا مال یا مضارب پر واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کے واسطے نہ مضارب کے واسطے م اور مضارب تاوان دے دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں جمع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضارب سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اس پر سے ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کما ذکرنا صح للمضاربة اور اگر وہ نفع نہ ہو جس کو ہم نے عینی سے بیان کیا تو مضارب کے واسطے خرید صحیح ہوگی م متعلق ہے اس صورت کے ساتھ جب کہ مضارب اس کو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الجلی فان ظهر الربح بزيادة قيمة بعد الشراء عتق حظ ولم یضمن نصیب المالك لعقبة لا یضمنه وسعی العبد لمعتق فی قيمة نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جائے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہ ہوگا مالک کے حصہ میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام ادل قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے م غلام اس واسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہو اور مضارب پر ضمان اس واسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند المالك آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشترى الشریک من یعتق علی شریک او الالب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد اذ لا نظیر فی الصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہوگی اس واسطے کہ اس میں منفعت ہے صغیر کی کچھ رعایت نہیں م عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک میں وہ علت ہے جو مضارب میں مذکور ہو چکی یعنی عدم حصول نفع شریک والمآذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقاً بالدين والا لا خلافا لهما زیلعی اور عبد مآذون نے جب کہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولا پر آزاد ہوگا اگر عبد مآذون مستغرق بالدين نہ ہوا اور نہیں تو آزاد نہ ہوگا برخلاف صاحبین کے کذا فی الزیلعی م زیلعی نے کہا کہ اگر عبد مآذون پر دین ہو خواہ اس کی گردن اور کسب کو محیط ہے یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحاوی مضارب مع الف بالنصف اشتری أمه فولدت ولدا مساویا لہ ای لالف فادعاه مومراً فصار ت قیمتہ ای الولد وحده کما ذکرنا الفاً ونصفه ای خمس بآمة نفذت دعوتہ لوجود المالك بظہور الربح المذكور فعتق مضارب سے جس کے پاس ہزار درم میں نصفان نصف منفعت پر اس نے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جتنی یعنی بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جتنی جس کی قیمت اس المال یعنی ہزار درم کے برابر ہے پھر مضارب کے اس لڑکے کی فرزند کی کا دعوی کیا مال داری کی حالت میں پھر

قیمت اس کی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہم نے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعویٰ فرزند کی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو ولد اب مذکور آزاد ہوگا مگر جب دعویٰ مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اس کا فرزند ٹھہرے گا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصر سعی الرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالك او اعتقه ان شاء ولد مذکور کو شمش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اس کی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو درم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اس کو آزاد کر دے م ہزار اس المال کی بابت سے اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں ٹھہرے ولرب المال بعد قبضہ الف من الولد تصمین المدعی ولو محصر الامة ضمان تلک نصف قیمتہا ای الامة لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اس واسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونے کا یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے مال دہری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کی لونڈی میں م قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اس واسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے اس واسطے کہ لونڈی مشغولی براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لونڈی براس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب اس میں مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الزیلعی و بحیل علی انہا تزوجہا ثم اشتراها بحلی منہ اور دعوت مضارب اس پر محمول ہوگئی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اس کو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تھی مضارب سے م یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زنا کا نہ ٹھہرے ولو صارت قیمتہا الفا و نصفه صارت ام ولد ومن المالك الفا وربعہ لو موسر افلو معسر افلا سعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی تمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جائے گی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اس واسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے م یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اس کا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور تصمین مضارب میں مال داری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن فقہاء کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے مال دار ہو یا مفلس اس واسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ اس پر یہ کہ ام ولد پر سعایت نہیں پھر حق مالک کے منافع ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک کو اس المال نہ ملے گا تب تک ولد رقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الجلبی

باب المضارب الذی یضارب | یہ باب ہے اس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا اس المال دے بطریق مضارب کے لاقدم المفردۃ شرع فی المربکۃ فقال جب کہ مضارب مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شرع کیا سو کہا مضارب المضارب آخر بلا اذن المالك لم یضمن بالرفع مالم یعمل الثانی ربح الثانی اولاً علی الظاہ لان الدفع ایداع وہو یملک فاذا عمل تبین انہ مضارب فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دے گا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہ ہو بنا بر ظاہر مذمب کے اس واسطے کہ مال دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت

اس میں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضارب سے تو اب تاوان آوے گا مضارب اول پر الا اذا كانت الثانية فاسدة فلا ضمان وان
 ربح بل للثانی اجر مثله علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضارب ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب
 ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو اس میں اور مالک میں مشروط ہے ہم در صورت
 مضارب فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہرے گا تو اجرت مثل کا مستحق ہو گا نہ شرکت نفع کا فان ضائع المال من یدہ اسی ید الثانی
 قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احدہما اگر مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب
 ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اس واسطے کہ قبل عمل مال ودیعت سے وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانا
 الضمان علی الغاصب فقط اور اسی طرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے
 ولو استلمک الثانی او وسمہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا مہمہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کر
 کے فان عمل حتی ضمنه خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح
 ولا یضمن لیس لہ ذلک بحریمہم اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے
 تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اس کو جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اس
 واسطے کہ مال عمل سے ٹھہر گیا اور مالک کو مقصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نہ نفع لینے میں غاصب
 سے کذا فی الطحاوی فان اذن المالك بالدفع ودفع بالثلث وقد قيل للاول ما رزق الله فینما نصفان فللمالك النصف
 عملاً بشرط وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو
 تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جس قدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفان نصف سے تو مالک کے
 واسطے نصف نفع ہے بموجب اس کی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے شششی حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور
 مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے ولو قيل ما رزقك الله بکاف الخطاب والمسئلة بحالما فللثانی ثلثه والباقی
 بین الاول والمالك نصفان باعتبار الکاف فیکون کل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ
 بحال خود اسی طرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تبین تہائی
 نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفان نصف سے
 تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفان نصف ہیں باعتبار کاف خطاب
 کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا مگر مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اس کو ہو وہ دونوں میں نصفان نصف ہے
 سو اس کو نفع نہیں ملا سو اسے دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفان نصف ہو گیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے و مثلاً ما رجحت من
 شیء او مالکان لک فیہ من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہ نارب المال کا مضارب سے کہ جو تجھ کو فائدہ
 حاصل ہو کسی چیز سے یا جنس چیز میں تجھ کو نفع ہو اور مانند اس کے م چنانچہ یوں کہنا کہ جو تجھ پر خدا فضل و کرم کرے یا جو تجھ کو بڑھوتی
 ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک میں نصفان نصف ہے وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقی
 بین المالك والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم تر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور

مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال له ما رجبت بیننا نصفان و دفع بالنصف فثلثا فی النصف واستویا فیما بقی لانه لم یزح سواه اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جس قدر تجھ کو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصف نصف سے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع سے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اس واسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا ولو قیل ما رزق اللہ فی نصفہ او ما کان من فضل الذی بیننا نصفان قد دفع بالنصف فلما لک النصف وللثانی كذلك ولا شیء للاول لجمعه مالہ للثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ روزی دے تو اس کا نصف میرا ہے یجو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصف نصف سے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف سے اور اسی طرح مضارب ثانی کو نصف باقی سے اور مضارب اول کو کچھ نہیں بسبب اس کے کہ دینے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اس نے مضارب ثانی کے واسطے مقبوض کر دیا ولو شرط الاول للثانی ثلثیہ والمسئله بحالها ضمن الاول للثانی سداً بالتسمیۃ لانه التزم سلامة الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے معین کر دینے کے سبب سے اس واسطے کہ اس نے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے م تو صیح مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھ کو نفع ملے وہ مجھ میں اور تجھ میں نصف نصف سے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لے گا باقی نصف وہ بقدر ششم حصہ کے کم ہے دو ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑے گا اس واسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کا ملین کی شرط ہو گئی ہے وان شرط المضارب للمالک ثلثیہ و شرط لعبد الماک ثلثیہ وقوله علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید و شرط لنفسہ ثلثیہ صح و صار کانه اشترط للمولی ثلثی الرزح کذا فی عامۃ الکتب و فی نسخ المتن والشرح ہنا خلط فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک نے غلام کے واسطے تہائی اس کا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشترط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلے کی یعنی اشترط اور عدم اشترط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولیٰ کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اسی طرح یہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں خلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب گنجیوم تن کے ایک نسخہ میں یوں دیکھا کہ لو شرط للثانی ثلثیہ وللعبد الماک ثلثیہ علی ان یعمل معہ و لنفسہ ثلثیہ صح انتہی حالانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائیاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلے میں مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید بل یصح الشرط ویكون لسیدہ وان لم یشرط لایجوز انتہی حتیٰ ہے کہ لایجوز حذف کیا جاوے اس واسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحاوی ولو عقد بالمأذون مع اجنبی و شرط بالمأذون عمل مولاه لم یصح ان لم یکن المأذون علیہ دین لانه کا شرط العمل علی الماک اور اگر عبد مأذون نے مضارب متعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ مؤذون نے اپنے مولیٰ کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر مأذون پر دین نہ ہو اس واسطے کہ اس میں عمل کرنا شرط ہے مالک پر والا صح ہے اور اگر شرط کی مضارب ثانی کے لیے دو تہائیاں اور مالک کے غلام کیلئے ایک تہائی نفع کی اس شرط سے کہ اس کے ساتھ کام کرے اور خود اپنے لیے ایک تہائی تو صیح ہے ۱۳ اس شرط پر کہ اس کے ساتھ کام کرے عادت کے طور پر ہے اور قید مسئلہ نہیں بلکہ شرط و عادت ہے اور اس کے مالک کی تہائی ہوگی اگر شرط نہ کی ہو ۱۴

لانہ حیثہ لایمکن کسبہ واشترط عمل رب المال مع المصارف مفسد للعقد لانہ یمنع التخلیۃ فیمنع المصححہ اور اگر ویسا نہ ہو یعنی عہدہ بازون پر دین ہو تو عقد باشرط عمل مولیٰ صحیح ہے اس واسطے کہ اس وقت میں مولیٰ اپنے غلام کی کمانی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مصارف کے ساتھ عقد مصارف کا مفسد ہے اس واسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحیح عقد کا م یعنی مصارف میں عمل مصارف ضرور ہے اور اس کو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ میں وکذا اشترط عمل المصارف مع مصارفہ او عمل رب المال مع المصارف الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولیٰ کا لو مصارف مولیٰ اور اسی طرح مانع صحیح عقد سے عمل شرط کرنا مصارف اول کا ایسے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مصارف ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اس نے اپنے مولیٰ کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہے چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مصارف کرے اپنے مولیٰ کے ساتھ م وجہ صحت یہ ہے کہ مکاتب اپنے مکتوبات میں احرام کے مانند ہے پھر اگر عاجز ہو جائے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مصارف فاسد ہوگی کذا فی الطحاوی ولو شرط لبعض المزارع للمساکین اشیاء فی الرقاب او لامرأة المصارف او مکاتبہ صحیح العقد ولم یصح الشرط ویكون المشرط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجوں کے واسطے یا حج کے واسطے یا گزندوں کو چھڑانے کے واسطے یا مصارف کی عورت کے واسطے یا اس کے مکان کے واسطے تو عقد صحیح ہے اور شرط صحیح نہیں اور نفع مشروط صاحب مال کا ہے نہ مساکین وغیرہم کے واسطے م وجہ مصارف یا مکاتب کے واسطے اشترط نفع اس صورت میں غیر صحیح ہے جب کہ ان کا عمل شرط نہ ہو اور اگر ان کا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور مشروط انہیں کے واسطے ہوگا اس واسطے کہ زوجہ یا مکاتب مصارف ہو گئے عمل شرط کرنے سے اور در صورت عدم اشترط عمل مصارف نہ ہوگی بلکہ یہ موقوفہ سے جس کا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشترط عمل ہے کذا فی الطحاوی لمخصاً ولو شرط البعض لمن شاء المصارف فان شاء لنقصه او لرب المال صحیح الشرط والا بان شاء الاجنبی لایصح اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لیے مشروط ہوئی جس کو مصارف چاہے تو اگر مصارف اپنے واسطے یا صاحب مال کے واسطے چاہے تو شرط صحیح ہے اور اگر اپنے مالک کے واسطے نہ چاہے اس طرح پر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنی اس واسطے کہ اس کا عمل شرط نہیں کیا دمی شرط البعض الاجنبی ان شرط علیہ صحیح الشرط والا اور جب کہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اس پر اس کا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہے اور نہیں تو شرط صحیح نہیں یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی قلت لکن فی القہستانی انہ یصح مطلقاً والمشرط لا اجنبی ان شرط علیہ والا فلما لک ایضاً وعزاه للذخیرۃ خلاف للبرجندی وغیرہ فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن قہستانی میں ہے کہ عقد مصارف صحیح ہے مطلقاً یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہ ہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اس کا عمل مشروط ہو اور اگر اس کا عمل مشروط نہ ہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہے اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرہ کی طرف نسبت کیا ہے برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہوم جب یہ ثابت ہو چکا اول کہ عقد مصارف بہر صورت صحیح ہے اور نفع اجنبی کے واسطے بشرط اس عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہے اور برجندی کا کلام غلام میں ہے نہ اجنبی میں چنانچہ شارح ملتقی سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی ولو شرط البعض نقضاً دین المصارف او دین المالك جاز ویكون للمشرط ان نقضاً دینہ ولا یلزم بدفعه لغزائہ بحر اور اگر بعض نفع دین مصارف یا دین مالک کے ادا کرنے کے واسطے شرط ہو تو جائز ہے اور مشروط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہے اور ہر ایک مصارف اور مالک پر لازم نہ کیا جائے گا نفع مذکور کا اس کے دین والوں کو کذا فی البحر وتبطل المضاربة بموت احدیھا لکن ہا وکالہ اور باطل ہو جاتی ہے

مضارب مالک یا مضارب کی موت سے بسبب جو نے مضارب کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہو جاتی ہے موکل یا وکیل کی موت سے وکالت بطلت۔ و جرحی طر اعلیٰ احدہما و جنون احدہما مطبقا قسمستانی اور اسی طرح مضارب باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہو جانے سے اور ایک کے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق ہونے سے ممانع ممنوع التصرف ہو جاتا ہے جنون سے یا سفا سے یا بعد ماذون کے جرح سے ہر چند جنون منع تصرف میں داخل تھا لیکن شارح نے پھر اس کو اس واسطے ذکر کیا تاکہ اس میں اطلاق کی قید لگا دے و فی البرازیمات المضارب و المال عروض باعہا و صیہ اور نرازیہ میں سے کہ مضارب مرگیا اور مال عروض اور قماش سے یعنی اسباب سے نقد نہیں تو اس کو مضارب کا وصی بیع کرے ممانع اور قول اصرح یہ ہے کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو بیع میں اختیار ہے اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہ ہو تو فقط مالک مختار ہے یا حاکم مضارب کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع میں داخل کرے پھر جب مال نقد ہو جائے تو مالک اپنا اس مال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اس کے دائیں لین کذا فی الطحاوی و لومات رجب المال نقد بطل فی حق التصرف ولو عرضا تبطل فی حق المسافرة لا التصرف فله بیع بعرض و نقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال نقد سے تو مضارب باطل ہے حق تصرف میں یعنی مضارب اب اس مال سے بیع اور شرا نہیں کر سکتا اور اگر مال عروض سے نہ نقد تو مضارب باطل ہے حق مسافرت میں یعنی مضارب اس اسباب کو سفر میں نہیں لے جاسکتا تو اس کو وطن میں اس کا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہے ممانع اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضارب لے کر اور وہاں خرید کی پھر صاحب مال مرگیا اور اس کو خیر نہیں موت کی پھر وہ دوسرے شہر میں مال لے گیا تو مضارب کا خرچ اس کے ذاتی مال میں محسوب ہو گا نہ مضارب کے مال میں اور اگر مال تلف ہو گا وہ میں تو مضارب پر تاوان لازم ہو گا کذا فی الطحاوی و بالحکم بلحق المالك مرتدا اور مضارب باطل ہے بلحق مالک مرتد کے حکم ہو جانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اس کے لحوق کا حکم دیا تو مضارب باطل ہوگی اس واسطے کہ بلحق مالک مرتد موت کے مانند ہے و لہذا اس کا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اس کے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الزلیعی فان بعد لحوق مسلمة بالمضاربة علی حالها حکم بلحاظ ام لا عنایتہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہو کر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضارب بحال سابق باقی ہے اس کے لحوق کا حکم ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو کذا فی العنایتہ بخلاف الوکیل لانه لا حق له بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اس واسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اس کے لحوق کا حکم ہو گیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام کے لئے سے وکالت ٹوڑ نہیں کرتی و لو ارتد المضارب فہی علی حالها اور اگر مضارب مرتد ہو گیا تو مضارب اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ممانع کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہیں اس کی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضارب مال میں لہذا مضارب بحال رہتی ہے فان مات او قتل او حق بدار الحرب و حکم بلحاظ بطلت و التصرف نافذ و عہدۃ علی المالك عند الامام بحر پھر اگر مضارب مرتد ہو گیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اس کے لحاق کا حکم ہو گیا تو مضارب باطل ہوگی اور جو اس نے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اس کی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام کے نزدیک کذا فی البحر و لو ارتد المالك فقط ای ولم یلحق فتصرف ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط اور دار الحرب میں نہیں جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے ممانع اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضارب کے جمیع احکام میں اورۃ المرأة غیر مؤثرہ اور مرتد سلا واضح ہو کہ بعض نسخہ میں بعد عبارت غیر مؤثرہ کے یہ عبارت زیادہ ہے لانہا لا قبل فلا ینعقد بسبب التلف فی حقہا اور یہ سیاق عبارت سے صحیح معلوم ہوتا ہے فافہم

ہونا عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت میں م خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب گمیریہ کہ وہ مرہا وے یا دار الحرب میں ملحق ہو جاوے اور اس کے لحاق کا حکم ہو اس واسطے کہ اس کا ائداد اس کے املاک میں مؤثر نہیں تو اسی طرح اس کے تصرف میں مؤثر نہیں کذا فی المنع عن الجہرۃ و نیعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بہ بخر رجلین مطلقا اور فضولی عدل اور رسول مینر اور مضارب معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اس واسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے دو مردوں کی خبر سے مطلقا خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا بیانی میز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب اپنے عزل کو نہ جانے تو معزول نہ ہوگا فان علم بالعزل ولو حکما موت المالك ولو حکما و المال عروض ہو ہنا ما کان خلاف جنس راس المال فالدرایم والدنایہ یجنسان یا عہا ولو نسیتہ وان نہاہ عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ مالک کا مر جانا اگرچہ موت حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ائداد مالک مع الحکم بالحق یا اس کا محنون ہونا بجنون مطبق اور حالانکہ مال عروض سے عروض سے مراد یہاں وہ ہے جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو درایم اور دنایہ اس تقدیر میں دو جنس ہیں تو مضارب عروض کو بیع ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہو اگرچہ مالک نے اس کو ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو م جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض درایم اور دنایہ کو بھی شامل ہے تو اگر اس المال درایم ہوں اور مضارب نے دنایہ خرید کیے ہوں تو اس کو بیع کر درایم کرنا ہوگا اور اسی طرح بالعکس درمیں ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اس کو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہو جائے ثم لا یتصرف فی ثمنہا ولا فی نقد من جنس راس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن میں اور نہ اس نقد میں جو ہم جنس راس المال کی ہو ویدل خلا ذہ استحسانا لوجوب رد جنسہ و لیظہر الریح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے اذروے استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے اور تاکہ نفع ظاہر ہو م قیاس یہ ہے کہ اگر درایم ہوں تو دنایہ سے نہ بدلے و لکذا عکس اس واسطے کہ نقد جنس واحد میں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادلہ صحیح ہے اس واسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھر دے اور یہ بلا مبادلہ نہیں ہو سکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلہ کا یہ ہے کہ نفع ظاہر ہو تا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق مشروط کو پاویں ولا یمیک المالك فسخما فی بذہ الجالۃ بل ولا تخصیص الاذن لانہ عزل من وجہ نہایتہ اور مالک کو اختیار نہیں فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنی جب کہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہیں اس واسطے کہ تخصیص اذن ایک راہ سے عزل ہے کذا فی النہایۃ بخلاف احد الشرکین اذا فسخ الشرکۃ و مالہا امتنع بخلاف احد الشرکین جب کہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہونہ نقد تو فسخ صحیح ہے افتراقا و فی المال دیون و بیع یجبر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ ینتد عمل بالاجرة جدائی ہو گئی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کے مال میں دیون اور نفع ہے تو مضارب پر جرہ و گادیون کے تقاضا کرنے پر اس واسطے کہ مضارب اس وقت عامل باجرت ہو گا م دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور منہوش ثمن پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرة اس واسطے ٹھہر کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو خرچ مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی الطحاوی والا ینزع لاجر لانہ ینتد متبرع اور اگر مال نفع نہ ہو تو مضارب پر تقاضائے دیون میں جبر نہیں اس واسطے کہ مضارب اس وقت میں متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہیں و یومر بان یوکل المالك علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک

کو تقاضائے دیون پر متعین اور مقرر کرے اس واسطے کہ مالک غیر عاقد سے یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہیں ہوتے مگر عاقد کی طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہ ہوگا بلا توکیل مضارب کے وچینڈ فالوکیل بالبیع والمستبضع کا مضارب یومر ان بالتوکیل اور اس وقت میں جب کہ متبرع پر جبر علی الاقتضائیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یحبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرة سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضائے دین میں اور اسی طرح دلال پر اس واسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں مسمسار یکسر اول وہ ہے جس کے پاس عروض اور حیوانات لوگوں کے جمع ہوں تا وہ اجرت لے کر بیچ دے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرة ہے اور یہ بمنزلة اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر فروع مسئلہ ملحقہ شایع کا استوجوب علی ان بیع ویشتری لم یحبر لعدم قدرته علیہ والھیلة ان یستاجرہ مدة للخدمة ولستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اس پر اجرت ٹھہرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہیں بسبب اس کے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اس کے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اس کو مزدوری پر لگا دے اور نوکر رکھ لے خدمت کے واسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی م عدم قدرت بیع اور شرا پر اس واسطے ہونی کہ خرید و فروخت تمام نہیں ہو سکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بالغ اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہیں اس کی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اس واسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین سے بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہے اس کی تسلیم پر اس طرح کہ اپنی ذات کو حاضر کر دے مدت معینہ میں کذا فی الطحاوی عن الزیلعی ومانک من مال المضاربة یصرف الی الرزح لانه یبلغ اور جتنا تلف ہو گیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اس واسطے کہ نفع تابع سے اس المال کا اور اس المال اصل سے فان زاد المالك علی الرزح لم یضمن ولو فاسدة من عملہ لانه این پھر اگر مال مالک زیادہ ہو نفع سے تو مضاربت پر تاوان نہ آوے گا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گویا مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہو اس واسطے کہ مضارب این سے یعنی این ضمین نہیں ہوتا وان قسم الرزح وبقیت المضاربة ثم ملک المال او بعضہ تراو الرزح لیاخذ المالك راس مالہ وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لکما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہو جائے تو دونوں شخص نفع پھیر دیں تا مالک نفع سے راس المال لے اور جس قدر نفع زاد ہو راس المال سے وہ دونوں میں مشروط کے موافق قسمت اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہ ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی این پر تاوان نہیں ثم ذکر مفهوم قولہ وبقیت المضاربة فقال وان قسم الرزح وفسخت المضاربة والمال فی ید المضارب ثم عقدا ما فملک المال لم تراو وبقیت المضاربة لانه عقد جدید وی الھیلة النافعة للمضاربة پھر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربة کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہو گئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضارب کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہو گیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیر دیں گے اور مضاربت ثانیہ باقی رہے گی اس واسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافعہ ہے مضاربت کے واسطے م یعنی اگر مضارب ڈرے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کر کے مضاربت جدید عقد کر لے اور اگر مال مضارب کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد نہ ہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سو اتفاق سے کذا فی الطحاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہے مسائل متفرقة مضاربت میں المضاربة لا تفسد بدفع کل المال او بعضہ تقييد البایة بعض

اتفاقاً عنایت الی المالك بضاعة لامضاربة لما مضارب فاسد نہیں ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضارب تبدیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تفسیر دفع بعض مال کی اتفاق سے کذا فی العنایت ہم بضاعت سے یہاں استعانت مراد ہے اس واسطے کہ البضاعة حقیقی یہاں متحقق نہیں کیونکہ بضاعت حقیقی میں سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں اور اگر مضارب مالک کو بطریق مضارب کے دے گا تو مضارب ثانیہ باطل ہوگی نہ مضارب اولی وجہ بطلان یہ ہے کہ شے اپنے مانند کو متضمن نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی وان اخذه ای المالك المال بغیر امر المضارب باع واشتری بطلت ان کان راس المال نقداً لانه فاعل لنفسه اودا اگر مالک نے مضارب کا مال بدون امر مضارب کے لے کیا اور بیع اور شرا کی تو مضارب باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہو اس واسطے کہ مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہو ام بسوط میں خلاصہ یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہو اس طرح پر کہ صاحب مال اس کے منع کرنے پر مالک نہیں تو صاحب مال اس تصرف میں مضارب کا معین ٹھہرے گا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدولت امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اس تصرف میں لنفسہ ہے مگر یہ تصرف باذن مضارب ہو تو اس وقت میں معین ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی وان صار عرضاً لان النقص الصريح جينئذ لا يعمل فهذا اولی عنایت اور اگر مال مضارب عرض ہو گیا تو مضارب باطل نہ ہوگی تصرف مذکور سے کہ اس وقت میں مالک کا نقص صریح بطلان مضارب میں عمل نہیں کرتا تو یہ نقص غیر صحیح بطریق اولی عمل نہ کرے گا کذا فی العنایت ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضارب باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضارب باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہو گیا و اذا سافر و لو یوما قطعاً و شراب و کسوت و رکوب بفتح الراء یرکب و لو کبراء و کل ما یحتاجه عادة ای فی عادة التجار بالمعروف فی مالہا اور جب کہ مقنا نے سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اس کا کھانا اور پینا اور سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت میں دستور کے موافق مضارب کے مال میں سے شارح نے کہا رکوب بفتح عبارت ہے اس سے جس پر سواری کی جائے سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرطی مراد نہیں بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر میں نہ آ سکے تو سفر متحقق ہوگا امور محتاج الیہا جیسے کپڑوں کی دھلائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور جلاق کی اجرت اس واسطے کہ آدمی طویل الشہر میلے کچیلے کپڑے والا مفلسوں میں شمار کیا جاتا ہے تو خرید و فروخت کا معاملہ اس سے کم تر ہوگا دستور کی قید اس واسطے لگائی کہ مقنول خرجی کرے گا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آوے گا مضارب مذکورہ مضارب کے مال سے اس واسطے مقرر ہوئے کہ اس نے اپنی ذات کو تجارت میں مصروف کیا اور کہیں گئے آنے جانے سے بند ہو تو بعوض اس احتیاس کے اس کا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتیاس کے لوصحیحة لا فاسدة لانه اجیر فلا نفقہ مستبضع وکیل و شریک کافی و فی الاخیار خلاف نفقہ مضارب کا سفر میں مضارب کے مال میں سے اگر مضارب صحیح ہو اور اگر مضارب فاسد ہو تو مضارب مزدور کے مانند ہے تو اس کا نفقہ نہیں مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر میں اختلاف ہے ہم کافی میں شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ میں وجوب مصرح ہے اور ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد سے اس واسطے کہ اس نے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد سے مروی ہے کذا فی الطحاوی وان عمل فی المصر سواء ولد فیہ ادا تخذه و ادا فنفقته فی مالہ کدوانہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر میں کام کیا خواہ اس شہر میں مضارب پیدا ہوا ہو یا مال بہ پڑا ہو مگر بنا کر تو اس کا خرچ اس کے مال میں سے چنانچہ اس کی دوا علاج

کا خرچ اس کے مال میں سے بنا برضا ہر ذنب مطلق خرچ مال مضاربت میں نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں اس واسطے کہ مرض عارضی امر ہے
گاہے موت ہے اور گاہے نہیں مبسوط میں سے کہ حجامت یعنی پکھنے اور سینگی اور سرمہ علاج میں داخل ہے اما اذا انوى الاقامة بمصر ولم يتخذ
داراً فلا نفقة ابن ملک مال یاخذ مالا لانه لم يحتسب بالها اور جب کہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اس کو وطن نہیں قرار دیا تو
اس کا نفقہ ہے مضارب کے مال میں کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اس نے مال نہیں لیا اس واسطے کہ وہ مالی مضارب کے سبب محتسب
نہیں ہوا م شہر مذکور میں نفقہ اس وقت تک ہے جب تک اس کو وہاں مال نہ دیا گیا ہو اور اس نے اس شہر سے سفر نہ کیا ہو مبسوط میں ہے
اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک اور مضارب کو نے میں ہیں اور کو فہ مضارب کا وطن نہیں تو مضارب اپنی ذات پر مال مضارب سے
صرف نہ کرے اس واسطے کہ اس کی اقامت کرنے میں مضارب کے سبب سے نہیں تو مستوجب نفقہ نہیں جب تک وہاں سے باہر
نہ جاوے سو اگر کو نے سے نکلا اور اپنے وطن میں گیا اور پھر کو نے میں تجارت کے واسطے آیا تو اب کو فہ میں مال مضارب سے اپنی ذات
پر خرچ کرے اس واسطے کہ اس کا کو نے میں رہنا مستعار تھا سو وہاں سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بھی دود ہو گیا اتنی مختصر اور
یہ جو شارح نے کہا کہ اس کا نفقہ ہے جب تک اس نے مال نہیں لیا اس سے نکلتا ہے کہ جب مال لے گا اور کو نے میں رہے گا تو اس کو
نفقہ نہ ملے گا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شاید کہ شارح یہ سمجھتا ہے منخ الغفار کی اس عبارت سے (قلواخذ مالا بالکوفۃ وبین اہل
البصرة وكان قدم الکوفۃ مسافراً فلا نفقة له انتہی) اور مقصود اس عبارت سے وہی ہے جو مبسوط سے ہم نے نقل کیا کذا فی الخطوط دوی ولو
سافر باله والها او خلط باذن او بالین لرجلین النفق بالحصۃ و اذا قدم رد بالقی جمع ولین الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور
مضارب کا مال سفر میں لے گیا یا اپنا مال مضارب کے مال میں ملایا مالک کے اذن سے یا دو مردوں کے دو مال لے گیا تو اپنی ذات پر
حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہ گیا طعام اور لباس سے اس کو پھیر دے اور جس قدر زیادہ صرف کیا ہو دستور
سے اس کا تاوان دے م خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہو گیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہیں کرتا بقول
راج اس اعتراض کو میں نے بعض حواشی میں دیکھا ہے کذا فی الخطوط دوی ولو النفق من مال یجمع فی مالہ ذلک ولو یک لم یجمع علی المالک
اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر میں صرف کیا تاکہ مجرا کرے مضارب کے مال میں تو یہ اس کو جائز ہے اور اگر
مال مضارب کا تلف ہو گیا تو اس صرف کو مالک سے نہیں لے سکتا و یاخذ المالک قدر ما نفقة المضارب من راس المال ان کان غنم
نزع فان استوفاه وفضل شیء من الرزق اقتسماه علی الشرط لان ما نفقة یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الرزق کامر اور مالک اتنا نفع
سے لے جتنا مضارب خرچ کر چکا ہے راس المال سے اگر وہاں نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال پورا کر لیا نفع سے لے کر اور
کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونوں شرط کے موافق بانٹ لیں اس واسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ مالک کے مانند ٹھہرایا جاتا
ہے اور راس المال مالک نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ نذر ہو چکا وان لم یظہر رزق خلاشی علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر
ہو تو مضارب پر کچھ نہیں یعنی راس المال کے کم ہو جانے سے اس پر تاوان نہیں وان باع المتاع مرا بجه محسوب ما انفق علی المتاع من العمل
واجرة السمار والقصار والصباغ ونحوہ مما عتیقہ و یقول البائع قائم علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرا بحت کے بیچے تو اس کو
حساب کرے جو اس نے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف بار برداری کے اور دلال اور دھونی اور رنگ ریز کی اجرت کے اور مانند اس کے
سلا پس اگر مال کو نے میں لیا حالانکہ وہ اہل بھرہ سے ہے اور کو نے میں مسافر لے گیا تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا ۱۲

مضارب جن کے ملا لینے کی سوداگروں میں عادت ہے اور بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھ کو اتنے میں پڑی ہے یعنی اس قدر کی خرید نہ بتا دے تاکہ دروغ نہ ہو و کذا یضم الی راس المال ما یوجب زیادة فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجزۃ السمسار ہذا ہوالاصل نہایت اور اسی طرح ملائی جاوے اس المال کی طرف وہ چیز جو اس المال میں موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکمایا اس کے ملانے کی سوداگروں میں عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری بھی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانے کا کذا فی النہایۃ ہم زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور ڈیٹا حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا لا یضم ما انفقہ علی نفسه لعدم الزیادة والعادة نہ ملاوے راس المال کے ساتھ بیع المزابحہ میں جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجارت کے ہم کتاب المزابحہ میں مذکور ہو چکا کہ ملانے میں عادت تجارت کا اعتبار ہے تو اگر مضارب مضارب کے ملانے کی عادت ہو تو ملاوے اور نہیں تو نہیں مضارب بالنصف شرعی بالقہا بزا ای ثابا باعہ یا لفین و شرعی بہما بعد افضا عافی یدہ قبل نقدہا لبائع البعد غرم المضارب نصف الرنح ربعہا وغرم المالك الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربیت کے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خرید کیے اور ان کو دو ہزار درم سے بیچا اور انھیں دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سود و نوں ہزار مضارب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کتے میں ربع کا تاوان دے ہم جب کہ مال ایک ہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونوں میں نصف نصف ہو گیا تو مضارب کو اس میں سے پانچ سو پینچے بھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونوں میں تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیاں مالک کی ہوئیں پھر جب دو ہزار تلف ہو گئے قبل ادائے ثمن غلام کے تو دونوں پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اس کے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانچ سو اور تین چوتھائیاں مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار و یصیر ربع البعد ملک المضارب خارجا عن المضاربة لكونہ مضمونا علیہ و مال المضاربة امانة و بینہا تناف و باقیہ لہا ^{اج} اور چوتھائی غلام کا مملوک مضارب کا خارج ہو جائے گا مضاربیت کے مال سے اس واسطے کہ چوتھائی کا تاوان اس پر ہے اور مضاربیت کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربیت کی ہیں ہم خلاصہ یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربیت میں داخل نہ رہا کیونکہ مضاربیت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربیت میں داخل ہے بسبب عدم تنافی کذا فی الدرر راس المال جمیع مایقع المالك و ہوالقان و خمس مائۃ اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے ہم اس واسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دیے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایۃ و لکن راجح المضارب فی بیع البعد علی الفین فقط لانه شرہا بہما و لیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار بیع بطریق مزابحہ کرے اس واسطے کہ اس نے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہم یعنی یوں نہ کہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اس واسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایۃ و لو بیع البعد لضعفہا باربعة الاف فخصتہا ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چہد یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربیت کا حصہ تین ہزار ہے اس واسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایک ہزار مضارب کا حصہ ہے والرنح منها نصف الالف بینہما لان راس المال القان خمس مائۃ اور من جلتین ہزار کے پانچ سو منفعت کے مالک اور مضارب میں مقسوم ہوں گے اس واسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے ہم یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکل گئے تو پانچ سو باقی رہے وہی نفع ٹھہر اسود دونوں میں بموجب شرط کے نصف

بعد شرک کے دینے میں تو اصل شروع نہیں تلف ہونے کے بعد کذا فی الطوطا وی معہ الفان فقال للمالك وقعت الى الفاء وبحث الفاء
وقال المالك وقعت الفين فالقول للمضارب لان القول في مقدار المقبوض للقابض اينما او ضمينا كما لو انكره اصلا مضارب کے پاس
دو ہزار میں سو اس نے مالک سے کہا کہ تو نے مجھ کو ہزار دیے اور میں نے نفع میں ایک ہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھ کو دو
ہزار دیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض این ہو یا ضمین چنانچہ
مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلك في مقدار الرزح فالقول لرب المال
في مقدار الرزح فقط لانه يستفاد من جهة اور اگر اس کے ساتھ یعنی اس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب
مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار میں اس واسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اس کے معین کر
دینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اسی کا قول مقبول ہوگا م مقدار راس المال اور مقدار نفع کے
اختلاف کی یہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور میرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا کہ راس المال
ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ
مالک و ایہا اقام بنية تقبل اور مالک اور مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاوے گا تو مقبول ہوگا وان اقامانا فالبنية بنية
رب المال في دعواه الزيادة في راس المال وبنية المضارب في دعواه الزيادة في الرزح اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقبول
گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں یعنی اس
واسطے کہ بنية اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بكونه في المقدار لانه لو كان في الصفة فالقول لرب المال فلذا قال مع الف
فقال هو مضاربة بالنصف وقدر رزح الفاء وقال المالك هو بضاعة فالقول للمالك لانه منكر مصنف في مقدار کے اختلاف کی
قید لگائی اس واسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے
پاس ہزار میں سو اس نے کہا کہ وہ میرے پاس نصفان نصف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار منفعت میں حاصل کیے ہیں اور
مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے
دعوی کا وکذا لو قال المضارب هي قرض وقال رب المال هي بضاعة او ودیعة او مضاربة فالقول لرب المال والبنية بنية
المضارب لانه يدعى عليه التملك والمالك ينكر اور اسی طرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ
کہ وہ بضاعت میں یا ودیعت میں یا مضاربت میں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان سے اس واسطے
کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے م جب اس نے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی
تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھہرے گا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اس کا انکار سے طوطا وی نے کہا کہ اگر
بجائے مضارب واضح یہ کہتا تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت میں مالک اور واضح یہ دونوں عدم مضاربت پر متفق
ہیں واما لو ادعى المالك القرض والمضارب المضاربة فالقول للمضارب لانه ينكر الضمان وایہا اقام البنية قبلت اور اگر مالک قرض
کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ منکر ہے تاوان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کرے
گا مقبول ہوں گے م دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہے اس واسطے کہ بار بار مذکور ہو چکا کہ مضارب این ہے نہ ضمین اور مالک مدعی

ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے وان اقاما بینه فبینه رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ ان میں زیادہ تراثبات ہے ہم زیادہ اثبات کی وجہ سے کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم والاطلاق وادعی المالك الخصوص فالقول للمضارب لیسک بالاصل اور نوع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارت یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کو مطلق کی یہ صورت ہے کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجھ کو تری اور خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعوی کرے اس طرح کہ میں نے فلاں قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالکس اور مضارب میں عموم اور اطلاق اس واسطے اصل ہے کہ مضارب سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اس کے مناسب عموم اور اطلاق سے نہ خصوص و لو ادعی کل نوعا فالقول للمالك والبیئۃ للمضارب فیقیمہا علی صحۃ تصرفہ ولینہما فی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اس کو نفی تاوان لازم ہے ہم یہ جواب سے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ اثبات کے واسطے موتے ہیں نہ نفی کے واسطے عنایہ میں جواب اس کا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہے اور جب اس کا تصرف صحیح ہوا تو اس پر تاوان لازم نہ آیا و لو وقت البینات قضی بالمتاخرۃ والا فبینه المالك اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو بینہ مالک پر ہم بینہ متاخرہ پر اس واسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم قیمت کے تحت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اصلاً وقت بیان نہ ہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں قرون مسائل لمحہ شارح کے دفع الوسی مال الصغیر الی نفسہ مضاربة جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا تجعل الوسی لنفسہ من الرزح اکثر مما يجعل لامثاله وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وحی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وہی اپنے واسطے اس سے زیادہ ترافع نہ ٹھہراوے جو اپنے ہم سروں کے واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اس کا وہبانیہ کی شرح میں ہے وہبانیات المضارب ولم یوجد مال المضاربة فیما خلف عاد دینا فی ترکۃ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مرگیا اور مضارب کا مال پایا نہیں گیا اس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضارب کا مال دین ٹھہرے گا اس کے متروکے میں ہم اور بھی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہوا اور وہ مرجائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہ ہو تو اس پر دین ثابت ہوگا اس کے متروکے میں اس واسطے کہ وہ تجمل یعنی بیان نہ کر دینے سے مستملک ٹھہرا اور اگر اس کے وارث ملاکی مال کا دعوی کریں یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کر چکا ہے تو ان کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی الطحاوی اور پورا بیان اس کا کتاب الودیعة میں آوے گا و فی الاختیار دفع المضارب شیئا للعاشر لیکف عنہ فمن لانه لیس من امور التجارة لکن صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوسی لانہما یقصدان الاصلاح وسیجی آخر الودیعة اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو یعنی پرہٹ والے کو تا وہ اس سے باز ہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ اس طرح کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان مصرح ہے ہمارے زمانے میں صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسی طرح وہی پر ضمان نہیں اس واسطے کہ مضارب اور وہی اس دینے کو اصلاح مال کا کہتے ہیں اور عنقریب آوے گا کتاب الودیعة کے آخر میں وہی لوشری بالہا متاعا فقال انا امسکہ حتی اجدری کثیرا واد المالك

فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ لعلہ باجرکامرالا ان یقول للمالک اعطیک راس المال و حصتک من الربح فبحر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر مضارب نے مضاربة کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ میں اس کو رکھ چھوڑوں گا یہاں تک کہ نفع کثیر پاؤں گا اور مالک نے اس کے بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اس کی بیع پر اس واسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور یقین سے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجھ کو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دوں گا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اس کے قبول کرنے پر وہ فی البرزازیۃ دفع الیہ الف نصفها ہبۃ ونصفها مضاربة فہبتک لیضمن حصۃ البیتۃ انتہی اور برزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے پانچ سو بطریق ہبہ کے اور پانچ سو بطریق مضاربت کے پس تلف ہو گئے ہزار درم تو مضارب پر حصہ ہبہ کا تاوان لازم آوے گا انتہی کلام البرزازیہ م حصہ مضاربت کی ہلاکی میں اس واسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور حصہ ہبہ میں اس واسطے تاوان ہے کہ ہبہ فاسد ہے اس واسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ میں تو موبوب لہ اس کا مالک نہ ٹھہرا تو اس پر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا فی المضاربة لانہا امانۃ ولا فی البیتۃ لانہا فاسدۃ وی ملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کا یہی قول فاضمان فیہا وہ یضعف قول الہبیانیۃ ۵۰ وادو عشر اعلیٰ ان خمسۃ ہبۃ فاستہلک الخمس یخیر فی کتاہوں قول مفتی بہ یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں مطلقاً تاوان نہیں نہ مضاربت میں اس واسطے کہ وہ امانت ہے اور نہ ہبہ میں اس واسطے کہ ہبہ فاسد ہے اور وہ مملوک ہو جاتی ہے قبض کر لینے سے بنا بر قول معتد مفتی بہ کے چنانچہ اس کا بیان آوے گا کتاب الہبیہ میں تو ہبہ فاسدہ میں تاوان نہیں اور جب اسی قول معتد کے ضعیف کہا گیا ہے وہیانیہ کا یہ قول اور ودیعت رکھے ایک شخص کے پاس دس درم اس طرح پر کہ پانچ ان میں سے ہبہ میں سو اس نے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دے م شرنالالی نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیے اور کہا ان میں سے پانچ تجھ کو ہبہ میں اور پانچ تیرے پاس ودیعت میں سو قابض نے ان میں سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض ساٹھ سات درم تاوان دے اس واسطے کہ خمسۃ موبوبہ مضمون ہیں قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ میں اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درم اس نے تلف کر ڈالے ان میں سے نصف ہبہ میں اور نصف امانت اور یہ مسئلہ مفتی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الطحاوی مختصر واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ۶



کتاب الایداع

یہ کتاب ہے ودیعت رکھنے کے مسائل میں لاختفاء فی الشتر کہ مع ما قبل فی الحکم وهو الامانة پوشیدہ نہیں ایداع کے مشترک ہونے میں اس کے ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم میں یعنی امانت ہونے میں ایداع اور مضاربت مشترک ہیں دونوں لہذا مضاربت کے بعد مصنف "ایداع کو لایا ہوا لفظ من الودع اسی ترک ایداع لغت میں وضع بمعنی ترک کے ہے م ایداع لغت میں عبارت ہے تسلط غیر ہے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد ہے مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع ہے مگر دال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح دال اور شقی میں ہے کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہے اور خیانت باعث شقاوت کونین حدیث میں وارد ہے کہ امانت داری مال داری کو کھینچ لاتی ہے اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہے روایت ہے کہ جب زلیخا محتاج اور اندھی ہو گئی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں تو ایک روز راہ میں کھڑی ہو کر یکاری کہ اے بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجائے ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بجائے مملوک کر دیا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ یہ کون سے لوگوں نے کہا زلیخا سے حضرت نے ازراہ ترجم اس سے نکاح کر لیا کذا فی الطحاوی ملقطا وشرفاً تسلیطاً غیر علی حفظ مالہ صریحاً او دلالت کان الفتق زق رجل فاخذہ رجل بغیبة مالک فم ترکہ ضمن لانه بهذا الاخذ التزم حفظه دلالت بحر اور اصطلاح شرع میں ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہے اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلط ہو یا دلالت چنانچہ ایک مو کی مشک پھٹ گئی سو دیکھ کر مرد نے اس کے مالک کی غیبت میں اس کو لے لیا پھر اس کو چھوڑ دیا تو اس پر تاوان آوے گا اس واسطے کہ اس لینے سے اس نے اس کی حفاظت کیڑی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر م اس صورت میں تسلط علی الحفظ کی وجہ یہ ہے کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہے اور اس کی حفاظت پر مدد گاری کو پسند کرتا ہے تو گویا مالک نے اس کو نگہبانی کا امر کر دیا منہ الغفار میں ہے محیط سے اور اگر وہ مرد مشک نہ لے گا اور اس کے قریب نہ جائے گا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مالک موجود ہوگا تو بھی دونوں ہوتا ہیں تاوان نہیں لیتا اخذ اور عدم اخذ میں والودیعة ماترک عند الامین اور ودیعت وہ چیز ہے جو امین کے پاس چھوڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اس واسطے کہ عاریت میں حفاظت اور انتفاع دونوں ہیں کذا فی البحر جندی وہی اخص من الامانة کا حقیقہ المصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیعت خاص تر ہے امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اس کی تحقیق بیان کی ہے م وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہ ہے کہ امانت اس کا نام ہے جو غیر مالہ جس کو امانت بھی بولتے ہیں یعنی اپنے مال غیر کے پاس رکھ دینا ۱۲ اسے صواب یہ تھا کہ مترجم اول یوں کہتا کہ اس کو بند کر لیا ۱۳۔

مضمون ہو یعنی اس کا تاوان لازم نہ ہو تو یہ شامل ہے ان سب صورتوں کو جن میں ضمان نہیں ہے چنانچہ عاریت اور اجارے کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصیٰ لہ کے پاس ہو وغیرہ ذلک اور ودیعت وہ ہے جو ایجاب اور قبول سے حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو دونوں میں تغاثر ہوا عموم امانت اور خصوص کی وجہ سے کہ ودیعت وہ شے ہے جو امانت ہو اس کے مالک کی استحقاق سے غیر کے پاس قصد اور امانت کا ہے بلا قصد بھی ہوتی ہے اور ودیعت عقد سے ہوتی ہے اور امانت عام ہے تو امانت منفرد ہے اس صورت میں کہ ہوانے کی طرازا کر ایک آدمی کی گود میں ڈال دیا اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ اعادہ الی الوفاق سے ضمان لازم نہیں ہوتا برخلاف امانت کے کذا فی الطحاوی وکنہا الا یجاب صریحا کا وہ عتک او کناۃ لکوالہ رجل اعطی الف درهم و اعطی بذلک الثوب مثلاً فقال اعطیتک کان ودیعتہ بحران الاعطاء یجمل البتہ لکن الودیعة او فی یو قیقن فصار کناۃ او ودیعت کا کن ایجاب سے خواہ صریحا ایجاب ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کناۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یوں کہنا کہ مجھ کو نہرا درم دے یا یہ کپڑا مثلاً مجھ کو دے سو اس نے کہا کہ میں نے تجھ کو دے تو یہ ودیعت سے کذا فی البحر اس واسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونوں کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کم تر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کناۃ ٹھہر ایجاب ودیعت کا کم کناۃ سے یہاں یہ مراد نہیں کہ لازم سے انتقال ہو مگر کم کی طرف بلکہ یہاں کناۃ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شے اور غیر شے دونوں کا احتمال رکھے چنانچہ کناۃ طلاق کذا فی الطحاوی او فعلا لما لود صنع ثوبین یدی رجل ولم یقل شیئا فہو ایداع یا ایجاب قولی نہیں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھ دیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے م خلاصہ میں ہے کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھ دی پھر وہ لوگ اس کو پٹھ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آوے گا در صورت تلف ہو جانے کے اور ایک آدمی اٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑے گا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہو گیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا اتہی تو یہ ایجاب اور قبول دونوں فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحا کقبولت اور کن ودیعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے ودیعت کو قبول کیا او دلالت کا لو سکت عند وضعہ فانه قبول دلالت کو وضع تیار ہے فی حمام برئ من الیثابی وکقولہ لرب الخان این اربطھا فقال ہناک ایداعا خانۃ یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ رہا اس کے رکھنے کے وقت تو یہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہو چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام میں کپڑوں کے گہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافر خانے کے مالک اور ہتھم سے کہ کہاں اپنا گھوڑا یا اونٹ بلاذھول سو اس نے کہا وہاں تو یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ م اس صورت میں ایجاب اور قبول دونوں دلالت ہیں و ہذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانة فتتم بالایجاب وحده حتی لو قال للغاصب اودعک المنصوب برئ عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یعنی ایجاب اور قبول کا کن ہونا وجوب حفاظت کے حق میں ہے اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب پر تاملی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے منصوب منہ نے کہا کہ میں نے مال منصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب اس کو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار م حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحاوی وشرطہا کون المال قابلا للاثبات الید علیہ فلو اودع الابق او الطیر فی البواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہے ۱۲ یعنی یہاں امانت پائی جاتی ہے ودیعت نہیں ۱۲ رجوع کرنا موافقت پر یعنی مثلاً مالک نے کہا کہ میرا مال اس کو ٹھہری میں رکھنا اور اس نے دوسری میں رکھا تو اب اگر چاہے گا تو ضمان دینا پڑے گا اور اگر اسی کو ٹھہری میں پھر رکھ دیا جہاں مالک نے بتایا تھا تو ضمان نہ ہو گا ۱۲ کہ اس میں بعض نقلا وفاق مقصود ہوتا ہے ۱۲

ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گرنختہ کو یا پرندے کو ہو یا اس ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ یہ ایداع صحیح نہیں اور اسی طرح حکم سے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلف بشرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیفا فاستہکما لم یضمن ولو عبداً محجوراً ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہ بشرط ہے اس پر نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اس نے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر غلام محجور التصریف کے پاس ودیعت رکھی تو اس پر تاوان آوے گا اس کے آزاد ہونے کے بعد یعنی بشرط اس کے بالغ ہونے کے وہی امانت ہذا حکما مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستجاب قبولہا اور ودیعت امانت ہے یہ حکم ہے ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے اداۓ ودیعت کے مالک کے ہونے کے وقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم اداۓ ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اس وقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ درمختفی میں ہے فلا یضمن بالمالک الا اذا كانت الودیعة باجرا شہاء مغز یا لزیلی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اس کے تلف ہوجانے سے تاوان نہیں مگر جب کہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشہاء میں سے زیلی سے منقول ہم زیلی نے ضمان اجیر میں وجہ اس کی یوں بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحاوی مطلقاً سواء امكن التحرز عن امل لا بلک معبأشی اولاً بحديث الدارقطني ليس على المستودع غير المفضل ضمان بلاك ودیعت سے مطلقاً ضمان نہیں خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہ ہو بدیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر غائب پر تاوان نہیں واشترط الضمان علی الامین کا محامی والخاصی باطل بفتی خلاصہ و صدر الشریعہ اور تاوان کا شرط کر لینا امانت دار پر چنانچہ محامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصہ و صدر الشریعہ و للمودع حفظها بنفسه و عیالہ کمالہ و اولادہ قبول کرنے والے کو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح و نم من لیکن مع حقیقتہ او حکماً لا من یموتہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہوں حقیقتہ یا حکماً نہ وہ لوگ اس کے عیال ہیں جن کو وہ نفقہ دیتا ہو مع عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہوں خواہ نان نفقہ میں شریک ہوں یا نہ ہوں مگر زوجہ اور ولد صغیر میں مساکنت حقیقی ضرور نہیں تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اس کے ساتھ رہتا ہے تو اس پر تاوان لازم نہ ہوگا خلاصہ میں ہے کہ مستودع کہیں گیا اور کبھی اپنے مکان کی غیر کو دے گیا پھر جب اپنے گھر میں آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ کبھی دے جانے سے دوسرے کے ہاتھ میں گھر کو نہیں کر گیا کذا فی الطحاوی و فی دفعہا لولدہ المیز و زوجتہ و لیسکن معہا ولا ینفق علیہا لم یضمن خلاصہ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر متمیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونوں کے ساتھ نہیں رہتا اور ان کو نفقہ نہیں دیتا تو اس پر تاوان نہ ہوگا کذا فی الخلاصہ ہم یہ تفریع سے سکونت حکمی پر اس واسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر میں رہتے ہوں مگر وہ دونوں در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہیں اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن ولد میں یہ شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحاوی و کذا لو دفعها لزوجها لان العبرة للمساكنة لا للنفقة وقيل یعتبر ان معانی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اس واسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونوں معتبر ہیں عیال ہونے میں کذا فی العینی و شرط کو نہ ای میں فی عیالہ ایدنا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اس کے ساتھ یعنی وجوب حفظ اور وجوب ادا طلب بروقت اور مستحب ہونا قبول ودیعت کا بھی اس کے احکام میں ۱۲

عیال کا امانت دار ہونا شرط ہے دفع وصیت میں تو اگر ان میں سے کسی کی خیانت اور دغا بازی معلوم ہو اور پھر اس کو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اس پر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ملاکی کذا فی الخلاصۃ م دو صورتوں میں تاوان نہیں جب کہ امانت داری معلوم ہو اور جب کہ مطلق اس کا حال معلوم نہ ہو و جاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال میں ہے اس کو جائز ہے دینا ودیعت کا اپنی عیال کو و لوتہا عن الدفع الی بعض من فی عیالہ دفع ان وجد بدارمنہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اس کے بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اس نے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اس کو اس کے دینے کی ضرورت نہ ہو اس طرح پر کہ اس کی عیال میں سوائے اس شخص کے اور شخص بھی ہے کذا ذکرہ ابن ملک تو اس پر تاوان آوے گا اور اگر وہ ناجار ہو یعنی اس کے سوا دوسرا شخص اس کی عیال میں نہ ہو تو اس کے دینے سے تاوان نہ آوے گا و ان حفظہا بغیر ہم ضمن وعن محمد بن حنفیہ بمن یحفظ مالہ کو کیلہ وما ذونہ وشریکہ مفاوضۃ و عتانا جاز و علیہ الفتوی ابن ملک و اعتمدہ ابن الکمال وغیرہ و اقروہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگوں سے سوائے اپنے عیال کے تو اس پر تاوان آوے گا اور محمد سے روایت ہے کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگوں سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کروانا ہے چنانچہ اس کا وکیل اور غلام یا ذون اور اس کا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہے اس پر ابن کمال نے ایضاً و اصلاح میں اور اس کے سوا اور علماء نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے م نہایہ میں یہ فتویٰ ترمذی کی طرف منسوب ہے اور ترمذی نے اس کی نسبت حلوانی کی طرف کی ہے ولہذا تحقیر میں حفظ ودیعت میں عیال کو شرط نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اس طرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذا فی الطحاوی الا اذا خاف الحرق والغرق وکان غایباً محیطاً فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے میں تاوان ہے مگر جب کہ مستودع آگ کے جلانے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہوں سوا اس حالت میں وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والوں کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہیں تو اگر حرق اور غرق محیط نہ ہو تو غیر کے دینے سے تاوان اس پر آوے گا مگر حموی نے کہا یہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو کہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاء فوقعت فی البحر ابتداء و بالتدحرج ضمن زلیعی خوف حرق یا غرق یتاوان نہیں مگر جب کہ مستودع کو اس حالت میں اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اس نے ناو پر سے پھینک دیا ہو سو وہ پہلے سے دریا میں گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اس پر تاوان آوے گا کذا فی الزلیعی یعنی اس واسطے کہ اس کے فعل سے اتلاف حاصل ہو فان ادعاه اى الدفع بجارہ او فلک آخر صدق ان علم وقوعہ اى الحرق ببیتہ اى بدار المودع سوا اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی میں رکھ دینے کا دعویٰ کیا تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اس کے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسی طرح وقوع غرق دریافت ہو والا یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق الا ببینۃ فصل بین کلامی الخلاصۃ و البدایۃ التوفیق و بالبد التوفیق اور اگر اسی کے گھر میں وقوع آتش زنی معلوم نہ ہو تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہوں سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہوگئی یعنی اختلاف زائل ہو گیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق سے خیر کی م خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اس کے گھر میں معلوم ہو تو اس کا قول مقبول ہے ورنہ نہیں تو مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق

نہ ہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجئے تو دونوں عبارتوں کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق ذخیرہ میں منقول ہے منتفی سے ولو منعہ الودیعة ظلماً بعد طلبہ رد و دلیعة فلو لم یجلبها الیہ لم یضمن ابن مالک بنفسہ ولو حکما کو کیدہ بخلاف رسولہ ولو بعلمتہ منہ علی الظاہر قادر علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو دلیعت نہ دی ازراہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد و دلیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اس کے وکیل کی طلب گاری حالانکہ مستودع تسلیم و دلیعت پر قادر ہے تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھائے جانے کے سبب سے منع و دلیعت صادر ہو تو تاوان نہ دے گا کذا ذکرہ ابن مالک بخلاف پیام رساں یعنی اگر مالک کا فرستادہ طلب و دلیعت کرے تو اس کے نہ دینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان عاجزاً و اخاف علی نفسہ و مالہ بان کان مدفوناً معہ ابن مالک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم و دلیعت پر قادر نہ ہو اس طرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستودع کا مال و دلیعت کے ساتھ گڑھا ہو کذا ذکرہ ابن مالک تو منع سے تاوان نہ دے گا جیسے طلب گاری مالک جفا کار کے نہ دینے میں تاوان نہیں مہ محیط میں ہے کہ اگر ایام فتنہ و فساد میں و دلیعت مانگی اور اس نے کہا کہ میں اس وقت میں اس پر قادر نہیں ہوں اس واسطے کہ دود رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اس کی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ و دلیعت بھی لٹ گئی تو اس پر تاوان نہیں اور اس کا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی و دلیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنی اگر بعد منع و دلیعت ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسی طرح اگر مولی اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی و دلیعت مانگے تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولی کا ہو کذا فی الطحاوی فلو کانت الودیعة سیفاً اراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ جلاظلماً فلہ المنع من الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرکۃ الاولی و انہ یتفجع بہ علی وجہ مباح جو اگر و دلیعت تلوار ہو مالک اس کا چاہتا ہو کہ اس کو لے کر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اس کو تلوار کا نہ دینا جائز ہے یہاں تک کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنی قتل ناحق کو ترک دیا اور وہ تلوار سے متفجع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امرأة کتبا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہر یا منہ فلہ منعہا للایذ بہ حق الزوج خانیہ چنانچہ ایک عورت نے ایک دستاویز و دلیعت رکھی جس میں عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا ہے کذا فی الخانیۃ ومنہ اسی من المنع ظلماً موتہ اسی موت المودع مجہلاً فانہ یضمن فتصیر دینا فی ترکۃ او من جملہ منع ناحق سے سے مرجعانا مستودع کا بلا بیان و دلیعت سو اس پر تاوان آوے گا تو و دلیعت مذکور دین ہو جائے گی اس کے متروکہ میں مہ جب اس نے بیان نہ کر دیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی و دلیعت سے تو وہ مستہلک ٹھہرا اس تکمیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اس پر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جب کہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس و دلیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا علمتہا وانکر الطالب ان فسرنا وقال ہی کذا و انا علمتہا و ملک صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ میں و دلیعت کو جانتا ہوں اور مالک طالب اس کا منکر ہو تو اگر وارث و دلیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز و دلیعت ہے اور میں اس کو جانتا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنی مورث پر تاوان نہ آوے گا کذا و مالو کانت عندہ سواد الا فی مسئلۃ وی ان الوارث اذا اولیٰ علی الودیعة لا یضمن والمودع اذا اولیٰ ضمن خلاصۃ یہ یعنی و دلیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم ضمان میں در صورت عدم تعدی اگر ایک مسئلہ میں برابر نہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سارق کو و دلیعت بتا دے تو اس پر تاوان نہیں اور و دلیعت کا قبول

کرنے والا جب سارق کو بتا دے گا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منع من الاخذ حال الاخذ مگر جب کہ مستودع سارق کو روک دے
 ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اس نے ودیعت سارق کو بتا دی پھر سارق جب لینے آیا تو اس نے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے
 لے گیا تو اس پر ضمان نہیں کذا فی الخطاوی عن الخلاصۃ لکافی سائر الامانات قلنا متقلب مضمونہ الموت عن تجمیل کشریک ومفاوض چنانچہ ودیعت
 کے سوا اور باقی امانات متقلب بھٹائی ہو جاتی ہیں یعنی ان کا تاوان لازم ہو جاتا ہے این کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند
 ہم عطف مفاوض کا شریک پرخاص کا عطف سے عام پر الائی عشر علی مافی الاشباہ مگر دس مسئلوں میں موت بلا بیان سے تاوان نہیں کذا فی الاشباہ منہا
 ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مہملًا فلا یقیم من جلد مسائل عشرہ ایک یہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے
 پاس پھر بلا بیان ودیعت مگر کیا تو اس پر تاوان نہیں قید بالغلۃ لان الناظر لو مات مہملًا مال البدل ضمنہ اشباہ ای لثمن الارض المستبدلۃ قلت فلیعین الوقف
 بالاولیٰ کالدرہم الموقوف علی القول بجوازہ قال المصنف واقربہ ابنہ فی الرد اہر وقید موتہ بجناب الفجاءۃ فلو بمرض ونحوہ فمن تمکنہ من بیانہا فکان مالہا علما
 فیضمن ودما بجنہ فی النفع الوسائل فقہ مصنف نے حاصلات وقف کی قید لکائی اس واسطے کہ اگر ناظر مر جائے بلا بیان بدل وقف کے تو اس پر اس
 کا تاوان اڑے گا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن میں کہتا ہوں تو عین وقف کی تجمیل سے بطریق اولیٰ اس پر تاوان ہو گا چنانچہ
 دراہم وقفی کی تجمیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی تشریح میں اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف کے بیٹے شیخ صلح نے
 زواہر حاشید اشباہ میں اور صاحب زواہر نے موت ناظر میں ناگہانی موت کی قید لکائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض
 و فیوہ سے ہو تو تجمیل سے تاوان اس پر اڑے گا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھہرا تو تاوان دے اور
 اور صاحب زواہر نے اس کو رد کیا ہے جس کی النفع الوسائل میں طرسوسی نے بحث کی سے تو خبر دار یہی وہ مصنف کا کلام عام ہے غلات مسجد
 اور غلات مستحقین وقف میں اور علامہ بری نے کہا غلات مسجد کی تجمیل میں تاوان نہیں اور غلات مستحقین کی تجمیل میں تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات
 مستحقین میں من حیث البحت یہ تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اس نے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مگر کیا ہو تو اس پر تاوان ہے
 اور یہ تو یوں کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بن الناس اور دیات دار ہو تو تاوان نہیں شیخ صلح نے کہا کہ جب بلا بیان مگر کیا تو ظالم تقصیر دار ٹھہرا
 خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اس پر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہو تا تو قبل موت اپنی گلو خلا ہی کرتا تو بہتر وی قول ہے جس پر مشائخ اعلام
 ہیں کذا فی الخطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مہملًا لاموال الیتامی زاد فی الاشباہ عند من اودعہا ولا بد منہ لانه لو وضعہا فی بیتہ ومات مہملًا ضمن لانه
 مودع بخلات بالوادع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور ازاں جملہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان
 اموال یتامی مگر کیا اشباہ میں اس قدر زیادہ ہے کہ قاضی اس کے بلا بیان مگر کیا کہ یتیم کا مال کس کے پاس اس نے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری
 ہے اس واسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مر جائے تو اس پر تاوان ہو گا اس واسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اس صورت
 کے کہ اس نے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اس واسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے برقول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اس
 کو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الفقیہ عند غازی ثمرات مہملًا اور ازاں جملہ یہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی
 کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مگر کیا تو سلطان پر ضمان نہیں م اور ازاں جملہ دھما سے جب کہ بلا بیان مر جائے اور ازاں جملہ باپ سے جب کہ بلا بیان
 مال صغیر مر جائے اور ازاں جملہ وارث سے جب کہ بلا بیان مر جائے کہ اس نے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور ازاں جملہ اس شخص کی موت
 بلا بیان ہے جس کے گھر میں آندھی سے اگر کوئی چیز گر پڑی اور ازاں جملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اس کے مولیٰ نے اس کے گھر میں کوئی چیز

بدون اس کے امر کے رکھی اور ازاں جملہ موت صغیر سے بلا بیان ودلیت غیر کے سوان میں تاوان نہیں امین پر کذا فی الطحاوی عن الاشباہ ولس منها مسئلۃ
احد المتفاو ضین علی المعتمد لما قبل المصنف ہذا فی الشکرۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب ان یضمن نصیب شریک بموتہ مجملہ و خلافہ غلط قلت واقعہ
محتشوا بقی المتشکی تسعة فلیحفظ اور من جملہ مسائل مذکورہ کے نہیں سے مسئلہ احد المتفاو ضین کا بر قول معتمد اس واسطے کہ مصنف نے اپنی شرح
میں یہاں یعنی کتاب الودلیۃ میں اور کتاب الشکرۃ میں خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ شریک مفادض تاوان دے گا اپنے
شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اس کا مخالف قول غلط ہے میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہے
تو مستثنیٰ نو مسئلہ باقی رہ گئے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی صاحب اشباہ نے اس مسئلہ مستثنیٰ کیے تھے جن میں امین کی موت بلا بیان سے تاوان
نہیں آتا اور من جملہ مسائل عشرہ شریک مفادض بھی تھا پھر جب شریک پر ضمان حق تھہر تو فقط نو مسئلہ مستثنیٰ باقی رہ گئے و زاد الشرینالی فی شہر
للہبیانیۃ علی العشرۃ تسعة الجود و صید و صی القاضی و سنتہ من المجورین لان الحجر لیشمل سبعة فانه لصغور ورق و جنون و غفلۃ و دین و سفوۃ و عتہ اور شرینالی
نے اپنی شرح و ہبانیہ میں مسائل عشرہ پر نو مسئلہ اور زیادہ کیے ہیں یعنی دادا اور اس کا وصی اور قاضی کا وصی اور چچہ شخص مجبورین سے اس واسطے کہ حجر
یعنی منع تصرف سات شخصوں کو شامل ہے کیونکہ حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے
ہم چونکہ صغیر اشباہ میں زیور سے تو مجبورین سے حجر شخص باقی رہ گئے و المعنویہ لہی دان بلغ ثمرات لا یضمن الا ان لیشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ
لنزال المانع و ہوا الصبا اور معتویہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند سے اور صغیر بالغ ہو پھر بلا بیان مر جائے تو اس پر ضمان نہیں مگر جب کہ گواہ یہ
گواہی دیں کہ ودلیت اس کے ہاتھ میں تھی بعد اس کے بالغ ہو جانے کے بسبب دور ہو جانے مانع ضمان کے یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو
مانع تھی ضمان کی فان کان البصی و المعتویہ ماذوا لہما ثم ما قبل البلوغ و الافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیر سوا اگر صغیر اور معتویہ ماذون ہوں
یعنی ماذون فی التجارۃ ہوں کذا فی خزائنہ الاکل یا ماذون ہوں قبول ودلیت میں کذا فی الوجیر پھر دونوں مرجائیں قبل بلوغ اور ہوشیار کا کے تو
ان پر تاوان آوے گا کذا فی شرح الجامع الوجیر ہم جامع سے جامع کہیر مراد ہے اور وجیر نام ہے اس کی شرح کا کذا فی الطحاوی قال فبلغ
تسعة عشر و نظم عا طفا علی بیتی الوہبانیۃ بایین شرینالی نے کہا تو مستثنیٰ مسئلہ اٹھارہ کو پہنچ گئے اور شرینالی نے دو تیسین نظم کین و ہبانیہ کی دو
بتیوں پر عطف کر کے وہی ہندہ ہے۔ و کل امین مات والعیین بحصرہ و ما وجدت عینا فدینا قصیرہ سوی متولی الوقف ثم مفادض و مودع
مال الغنم ہوا المودع اور وہ چاروں بتیوں یہ ہیں کہ جو امین مر گیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اس کے پاس معین اور شخص پائی گئی
تو وہ امانت دین ہو جاتی ہے اس کے متروک کے میں سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفادض کے اور سوا حال غنیمت کے مودع کے اور مودع
بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے ہم مذکور ہو چکا کہ شریک مفادض کو ان مسائل میں شمار کرنا غلط ہے و صاحب دارالوقت النرج مثل ماہ لوالقہ
ملاک بہا لیس لیشعرہ کذا والد حدوقاضی و صیم و جمیعہ و مجور فوارث لیسطرہ اور وہ صاحب خانہ جس کے گھر میں ہوانے کچھ ڈال دیا مانند اس موت
کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر میں ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہیں اسی طرح والد اور دادا اور قاضی اور ان سب بتیوں کے وہی اور
شخص مجبور التصرف پھر بعد اس کے وارث مرقوم ہے ہم مجور انواع سبعة مذکورہ کو شامل ہے تو یہ سب اٹھارہ امین ہوئے جن کی موت بلا بیان
سے تاوان نہیں آتا و کذا الوخلطہا المودع بجنسہا و بغيرہ بما لا مال اخر ابن کمال بغير اذن المالك بحيث لا تتمیز الا بالکفۃ کمنظہ البشیر و درامہا و
بر یون مجتبیٰ ضمنہا لا ستملاکہ المخلطہ اور اسی طرح اگر مودع نے ودلیت کے ساتھ ہم جنس ودلیت یا غیر جنس کو ملایا یا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر
شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغير اذن مالک کے ملایا اس طرح پر کو ودلیت جدا نہیں ہو سکتی مگر مشقت سے چنانچہ کیوں کا ملانا جو کے

ساتھ اوکھڑے درمیں کو ملانا کھوٹے درمیں کے ساتھ کذا فی المجتبیٰ تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کردینے مودع کے ملا دینے سے
 مامام کے نزدیک خلط استہلاک سے لہذا اس پر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاہدیت کے ہو چنانچہ گہیوں کا خلط گہیوں کے ساتھ خواہ خلط
 بطور مزاجت کے ہو چنانچہ خلط بالغ کا بالغ سے جیسے تیل کا تیل سے یا سر کے کاسر کے سے لکن لایبارح تناوہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت مخلوط
 کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے صحیح الا برادر اور صحیح ہے معاف کر دینا یعنی اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے
 اور اس کا حق عین اور دین سے ساقط ہوگا ابرا سے کذا فی البحر ولو خلط برودی ضمنہ لانه علیہ وبعکسہ شریک لعدم مجتبیٰ اور اگر جید کے ساتھ ردی کو
 ملایا تو جید کا تاوان دے اس واسطے کہ اس نے اس کو عیب دار کر دیا اور اس کے بالعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ
 جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہ ہونے عیب کے کذا فی المجتبیٰ وان باذنہ اشترک اشترک مالک کما لو اختطبت بغیر صنعہ کان
 انشئ اکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہوں گے بشرکت مالک چنانچہ اگر ودیعت
 مل جائے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمیں کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے درمیں کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھہریں
 گے اور مودع پر ضمان لازم نہ ہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطها غیر المودع ضمن الخ لاط ولو صغیر او لا لیضمن ابوہ خلاصہ اور اگر
 ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آوے گا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آوے گا کذا
 فی الخلاصہ ولو انفق بعضہا فرد مثلاً فخلط بالباقی خلطاً لا یتیزر ضمنہ لکل لخلطہ مالہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر
 اس کے پھر دے پھر اس کو باقی ودیعت کے ساتھ اس طرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہیں ہو سکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اس پر
 لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے کے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ م ضمان کل اس واسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب سے
 اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہو اتفاق سے اور جو اس نے پھر دیا وہ اس کی ملک پر باقی سے کذا فی البحر فلو تاقی التمییز او انفق ولم یرد
 او اودع ودیعتین فانفق احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبیٰ اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اس نے بعض ودیعت خرچ کی اور
 پھر اس میں داخل نہیں کی یا اس کے پاس دو ودیعتیں رکھی ہیں سو اس نے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط اتنا تاوان دے جتنا اس نے خرچ کر
 ڈالا کذا فی المجتبیٰ وذا اذالم یضربہ التبعض اور یہ یعنی ضمان بقدر اتفاق اس وقت سے جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نہ کرتا ہو م یہ مرتبط ہے
 اتفاق اور عدم رد سے بحر الرائق میں سے رد مثل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر رد نہ کرے گا تو فقط اسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اس نے صرف کیا
 اس واسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اس میں کچھ عیب نہیں لگ گیا اس واسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جس کو تبعض مضر نہیں اس واسطے
 کہ گفتگو اس میں سے جب کہ ودیعت دراہم یا دنانیر یا کیا یا ذری ہو انتہی اور میں نے یہ مصرح نہیں دیکھا کہ جب اس ودیعت کو خرچ کرے جس کو تبعض
 مضر ہے کہ اس میں تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور نقصان باقی کا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا او
 ركب وابتہا او اخذ بعضہا ثم بعینہ الایدہ حتی زال التعدی زال ما یؤدی الی الضمان اور جب کہ اس نے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا
 کپڑا پہن لیا یا اس کے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھر دی اپنے قبض اور حفظ کی طرف یہاں تک کہ تعدی زائل ہو
 گئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کی طرف مودی سے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی موجب تھی اذالم یکن من نیت العود الیہ اشتہاء
 من شرط النیت رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جب کہ اس کی نیت میں اس کی طرف عود کرنے کا ارادہ نہ ہو چنانچہ اشتہاء میں ہے
 شرط نیت کے بیان میں ہم تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور دات کو اتارا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ اس کو دن میں پھر پہنوں گا پھر وہ رات میں چوری ہوا

تو وہ تاوان سے بری نہ ہوگا کذا فی الطحاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلازالا لامیر العیال انفسہا بخلاف مودع وکیل بیع
 او حفظ ادا ہجارتہ او استیجار و مضارب و مستبضع و شریک عنان او معاوضہ و مستعیر بن اشباہ بخلاف مستعیر او مستاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل
 کر دیں تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہ ہوں گے اس واسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے واسطے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ
 یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک معاوضہ کے اور اس شخص کے جس نے کوئی چیز عاریت لی گم رکھنے
 کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا پھر اسی مکان میں پلٹ آیا
 تو اگر جانور تلف ہوگا تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے وکیل بیع تعدی کی یہ صورت ہے کہ جس کیڑے کی بیع کا وہ وکیل ہو اس
 کو پھنسا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیے کہ ایک گھر
 اس کو کرایہ لے دے سو وکیل نے مکان کے کرایہ میں دراہم دیے پھر پھر لیے یعنی ہا سو وہ تلف ہو گئے تو وہ تاوان نہیں اور مستعیر بن کی یہ صورت ہے
 کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اس کو گرو رکھ لے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گم رکھنے سے پہلے پھر اس کو اتنے مال پر جو اس کی
 قیمت کے برابر گرو رکھا پھر اس نے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مگر اس کے پاس تو دراہم پر ضمان
 نہیں اور اس مسئلے میں یہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد زمین بھی رکھے تو اگر تعدی کے بعد زمین نہ رکھے گا اور وہ ضائع ہوگا تو اس پر تاوان لازم
 ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے میں جو متن میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے مسئلہ مستعیر سے جو متن میں مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح
 میں بیان کیا ہے کذا فی الطحاوی مختصر والیصل ان الامین اذا تعدی ثم ازالہ لایزول الضمان الا فی بذہ العشرۃ اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانت
 دار جب کہ تعدی کرے پھر اس کو زائل کرے تو اس پر سے تاوان زائل نہیں مگر ان دنوں مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہے لان یدہ کید المالك
 مودع پر بعد از اذہ تعدی تاوان اس واسطے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہے ہم طحاوی نے کہا یہ علت ہے مسئلہ ودیعت
 کی جو متن میں مذکور ہے انتہی اور ایک نسخے میں یوں ہے (لان یدیم کید المالك) یعنی اس واسطے تاوان نہیں کہ اشخاص عشو کا قبضہ بمنزلہ مالک
 کے قبضہ کے ہے اور یہی مصلحت مناسب مقام ہے واللہ اعلم ولو کذب فی عود للوفاق فالقول له وقل للمودع عادیۃ اور اگر مالک مودع کی ملکیت
 کرے ازالہ تعدی میں تو اسی قول یعنی مالک ہی کا مقبول ہے اور بعضوں نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہے کذا فی العادیۃ و بخلاف اقرارہ بعد
 مجودہ ای مجود الا یداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد ہم یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا
 کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اس پر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جن کو مصنف آگے بیان
 کرے گا حتیٰ لو ادعی ہبۃ او بیعاً لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعویٰ کرے گا تو تاوان نہ دے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی در صورت تلف
 ودیعت اس پر تاوان نہ آوے گا ہبہ یا بیع کے دعویٰ سے وقید بقولہ بعد طلب رہنارو ما فلو سالہ عن حالہا فجدنا فہلکت لم یضمن بحر
 مصنف نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت
 کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہے سو اس نے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اس پر تاوان نہیں کذا فی البحر وقید بقولہ ونقلہا من
 مکانہا وقت انکار ای حال مجودہ لانہ لو لم تنقلہا وقتہ فہلکت لم یضمن خلاصۃ اور مصنف نے قید لگائی نقل کرے ودیعت کی اس کے مکان
 سے اپنے انکار کی حالت میں اس واسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اٹھالے جائے گا پھر وہ تلف ہوگی تو اس پر تاوان نہ ہوگا
 کذا فی الخلاصۃ ہم عدم نقل حالت انکار اس پر صادق ہے کہ مطلقاً نقل نہ ہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحاوی نے کہا حالت انکار سے

شاید مراد یہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اس نے نقل و دلیعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اس واسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہے و قید بقولہ و کانت الودیعت منقولہ لان العقار لا یضمن بالجود عندہا خلافاً لمحمد فی الارصہ غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگانے کا کہ دلیعت مال منقول ہو اس واسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح میں کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی مخطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل و دلیعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی و قید بقولہ و لم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانه من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہاں یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہ ہو جس کا خوف ہو و دلیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار و دلیعت سے تاوان نہ آوے گا۔ اس واسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا من جملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے و قید بقولہ و لم یخضراً بعد جودہا لانه لو جحدنا ثم احضرنا فقال له ربہا و دلیعت فان امکنہ اخذنا لم یضمن لانه لیداع جدید و الا ضمنہا لانه لم یتیم الروا اختیار اور قید لگائی کہ و دلیعت کو بعد اس کے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اس واسطے کہ اگر مودع انکار و دلیعت کرے پھر اس کو حاضر کرے سو اس کا مالک اس سے کہے کہ اس کو چھوڑ میرے پاس بطور و دلیعت کے تو اگر مودع نے و دلیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اس پر تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو و دلیعت کے لینے پر قادر نہ کیا تو مودع پر و دلیعت کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ عدم تمکین سے پھر دینا پورا نہ ہوا کذا فی الاختیار و قید بقولہ لما لکھا لانه لو جحدنا لفرہ لم یضمن لانه من الحفظ اور قید لگائی مصنف نے کہ مالک سے انکار و دلیعت کر کے اقرار کرے اس واسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع و دلیعت کا انکار کرے گا تو اس پر تاوان نہ آوے گا اس واسطے کہ غیر سے انکار کرنا من جملہ حفظ و دلیعت ہے م حاصل تن یہ ہے کہ اقرار بعد انکار سے تاوان نہیں مگر سات شرطوں سے تاوان لازم آتا ہے ۱۔ شرط یہ ہے مطالبہ مالک کا بعد انکار کے مودع یہ کہ و دلیعت کو نقل کر چکا ہو ۲۔ یہ کہ نہ انکار میں نقل ہو ۳۔ یہ کہ و دلیعت منقولہ ہے ہو ۴۔ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہ ہو جس کے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۵۔ یہ کہ و دلیعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے ۶۔ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فاذا تمت ہذہ الشرط لم یبرأ بقرارہ الا یعتقد جدید و لم یوجد پھر جب کہ یہ شرط سب سے پوری ہوں تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہیں و لو جحدنا ثم ادعی روماً بعد ذلک و برین علیہ قبل و بری اور اگر مودع نے و دلیعت کا انکار کیا پھر دعویٰ کیا کہ اس نے و دلیعت کو پھیر دیا بعد اس کے اور اس پر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا مگر لو برین انہ ردنا قبل الجود و قال غلطت فی الجود و اؤنسیت او ظننت انی دفعتمہا قبل بری نہ چنانچہ اگر گواہ لایا کہ اس نے و دلیعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ میں نے انکار ازراہ غلط کیا یا میں بھول گیا تھا یا مجھ کو یہ گمان تھا کہ میں و دلیعت کو دے چکا ہوں تو برہان اس کی مقبول ہوگی و لو ادعی بلا کہا قبل جود ما حلف المالك ما یعلم ذلک فان حلف ضمنہ وان کفل بری و کذا العاریۃ منہا و اور اگر دعویٰ کیا و دلیعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار و دلیعت کے تو مالک سے قسم لی جائے کہ وہ اس کو یعنی ہلاک و دلیعت کو نہیں جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کھائے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھائے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ہم قاضی مالک سے اس وقت قسم لے گا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور و دلیعت کے تلف ہو جانے پر گواہ نہ لاسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعویٰ کیا قبل انکار کے تو قاضی معسر سے علم پر قسم لے گا کذا فی الطحاوی و لیضمن قیمتہا یوم الجود ان علم والا فیوم الایدارع عادیۃ اور انکار کے دن جو و دلیعت کی قیمت ہوگی اس کا تاوان لیا جاوے گا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہو تو یوم الایدارع کی قیمت کا تاوان لیا جائے گا کذا فی العادیۃ بخلاف مضارب محمد تم اشتری لم یضمن خانیۃ بخلاف اس

مضارب کے جس نے انکار کیا پھر خرید کیا تو اس پر تاوان نہ آوے گا کذا فی الخانیۃ م منخ الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جب کہ حسب مال سے کہا کہ تو نے مجھ کو کچھ نہیں دیا پھر بولا کہ ماں دیا ہے مجھ کو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضارب پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اس کے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ضامن ہو اور استحسان میں جب کہ اس نے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضارب کا انکار کرے گا پھر خرید کرے گا پھر اقرار کرے گا تو وہ ضامن ہے اور متاع اس کی ہوگی انتہی تو اگر شارح یوں کہتا (بخلاف مضارب مجدد اقرثم اشتری لم یضمن) ٹھیک ہوتا کذا فی الطحاوی والموذع لہ السفر بہا ولو لم یحمل در عند عدم ہی المالك وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر میں لے جانا ودیعت کا در صورت نہ منع کر دینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لے جانے میں بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر م جوہرہ میں حمل کی تفسیر یوں کی ہے کہ جس کے اٹھانے میں جانور یا اجرت حال کی حاجت ہو فلو نہاہ او خاف فان لم یضمن السفر ضمن وبالبہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر میں لے جانے سے منع کر دیا ہو یا راہ میں خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہ ہو اور باوجود اس کے سفر میں لے جائے تو تاوان دے گا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر میں لے گیا تو تاوان دے گا اور اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر میں لے گیا تو تاوان نہ دے گا کذا فی الاختیار ولو ادعاشیئاً مثلاً او قیماً لم یضمن ان یدفع المودع الی احدہما حظہ فی غیبتہ صاحبہ اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلاً ہو چنانچہ وزنی اور کبلی یا قیمت والی ہو چنانچہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہیں یہ کہ ان میں سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیوے م قیمت والی کا عدم جواز دفع بالا جماع ہے اور مثلاً میں صاحبین کا خلاف سے یعنی ان کے نزدیک اس کا حصہ دینا جائز ہے ولو دفع بل یضمن فی الدرر نعم وفی البحر الاستحسان لان کان ہوا المختار اور اگر دوسرے کی غیبت میں ایک کا حصہ دے گا تو اس پر تاوان آوے گا یا نہیں در میں ہے کہ ماں تاوان آوے گا اور بحر الرائق میں ہے کہ استحسان میں اس پر تاوان نہیں پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا م طحاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فان اودع رجل عند رجلین مال یقسم اقتسامہ وحفظ کل نصفہ لکرتین مستبضعین ووصیین وعدلی ہن وکیل شراد سو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونوں مرد اس کو بانٹ لیں اور ہر مرد اس کے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرد تہنوں اور دو مستبضعوں اور دو وصیوں اور رہن کے دو عادل شخصوں اور خرید کے دو کیلوں کے م قسمت پذیر سے مراد کیلات اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار نہ ہو جائز تقسیم سے خرید کے دو کیلوں کی یہ صورت ہے کہ ان کو مثلاً ہزار درم دیے غلام کے خرید کرنے کو تو دونوں ہزار کو قسمت کر لیں پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دے گا تو اس پر تاوان لازم آوے گا یعنی در صورت بلا کی اور اس پر اجماع ہے کہ بدفع الیہ رمضان نہیں کذا فی الطحاوی ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دے تو دینے والا تاوان دے گا بخلاف مالا یقسم لحواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہیں کہ اس میں دافع پر تاوان نہیں بسبب جائز ہوجانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے م غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جائے کذا فی الطحاوی ولو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی ما لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فان کانت ہیوت الدار مستویۃ فی الحفظ لا احترز لہ بخلاف مضارب کے کہ انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان نہ دے گا ۱۲۸ یعنی اگر شئی قابل قیمت دو مرد تہنوں کو دے تو وہ بھی اس کو تقسیم کر لیں اسی طرح اگر بضاعت پر دو شخصوں کو دے یا دو وصیوں کو ایسی چیز ملے یا رہن کی چیز دو عادل شخصوں کے پاس رکھو دے تو آپس میں نصف نصف تقسیم کر لیں ۱۱

المضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنے عیال کو یا محاطت کیجیو اس کو ٹھہری میں سو مودع نے ودیعت اس شخص کی اپنے عیال میں سے دی جس سے اس کو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کو ٹھہری میں تو اگر اس گھر کی کو ٹھہریاں محفوظ ہونے میں برابر ہو یا یا دوسری کو ٹھہری محفوظ پر مالک کی بتائی کو ٹھہری سے ہو تو اس پر تاوان نہ آوے گا لیکن اور صورت تلف ہو جانے ودیعت کے اس واسطے کہ شروط مذکورہ مفید نہیں لہذا معتبر نہیں م عیال لایہذا جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتوں کی حفاظت کے لائق ہے اس کو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحاوی نے کہا یہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقييد مفيد اور اگر ویسا نہیں تو تاوان آوے گا اس واسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے م یعنی اگر مودع غیر لایہذا عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرے جس کے دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کو ٹھہری میں حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اس کا پشت راہ کی طرف ہو تو مودع پر در صورت تلف ودیعت تاوان لایہذا آوے گا اس واسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بیوت متفاوت ہوتے ہیں بدائع میں ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اس میں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہ ہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہ دے مودع کا مودع مثلاً ذید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آوے گا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہیں م یہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو احتیاطاً ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالك بکنت عند الثاني وقال بل ردنا و ہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اس نے مجھ کو پھیر دی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہ ہوگی و فی الغصب من یصدق لانه این سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اس کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ این سے کذا فی السراجیہ یعنی اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھ کو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ این سے کذا فی المنع و فی المجتبى القصاص اذا غلط فذبح ثوب رجل لغيره فقطعه فکلاهما ضامن او مجتبى میں ہے کہ جب دھوبی چوک چلے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اس کو قطع کر ڈالے تو دونوں شخص یعنی دھوبی اور قاطع ضامن ہیں م یعنی مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے بھر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہیں کذا فی الطحاوی یعنی بہ تفصیل بحث سے نہ ہوتا

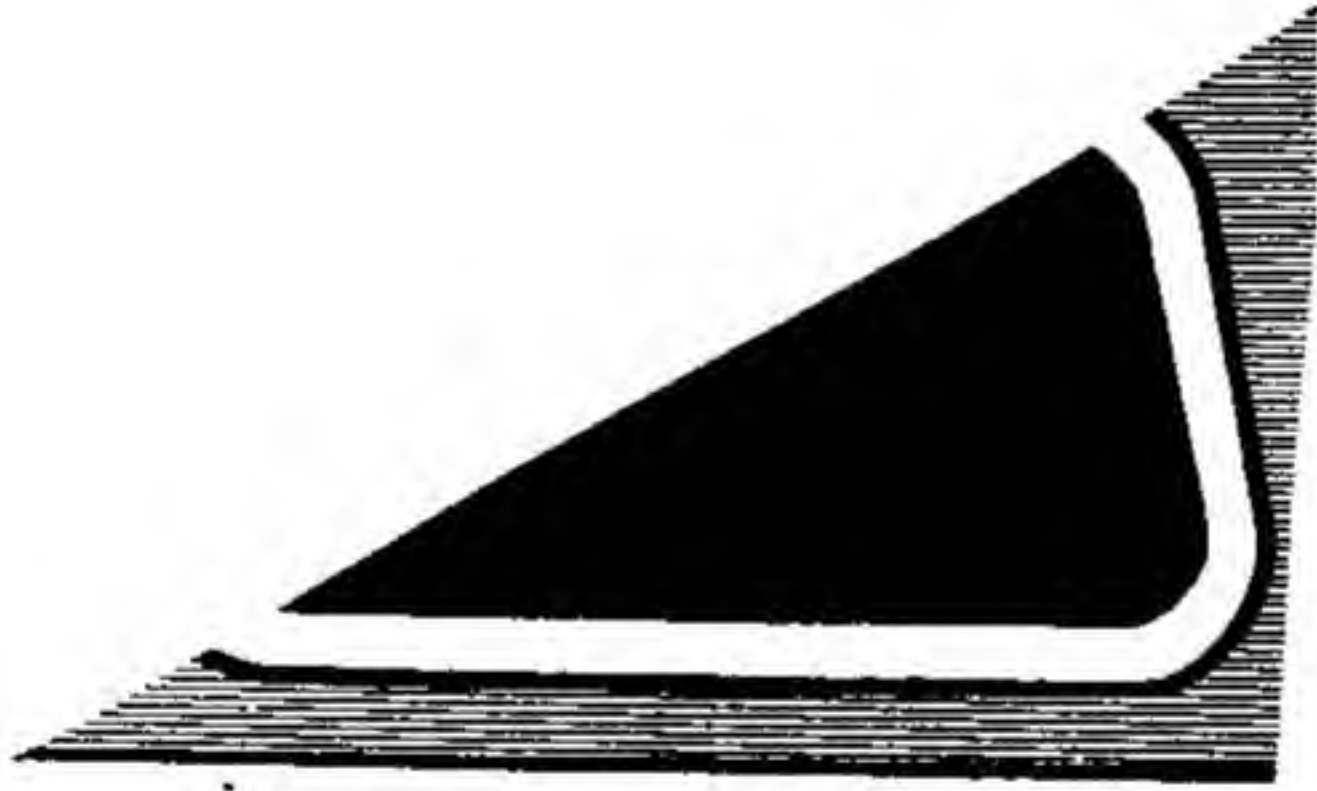
غریب و عن محمد اصاب الودیعة شئ فامر المودع رجلا ليعالها فعدت من ذلک فلم بها الضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجوع علی الاول ان لم یعلم انها لغيره والام رجوع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہو گئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اس کا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہو گیا تو اس کا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے بھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع نہ کرے گا انتہی مافی المجتبى بخلاف موصع الغاصب فیضمن ایما شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اس کے مودع سے م غاصب سے تاوان لینا تو صحیح ہے اور مودع سے اس واسطے کہ اس نے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اس کے مالک کے کذا فی الدرر اذا ضمن المودع رجوع

علی الغاصب وان علم علی الظاہر در خلافا لما نقلہ القہستانی والبقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جب کہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے بھرنے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز منسوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرریر خلاص اس قول کے جس کو قہستانی اور بقانی اور برجندی وغیرہ نے نقل کیا کہ در صورت علم کے رجوع نہیں تو خبردار میو اس اختلاف سے مع الف ادعی رطلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایہ فنکل عن الحلف لہما فہولہما وعلیہ الف آخر بینہما ایک شخص کے پاس ہزار درہم ہیں اس پر دو شخص مدعی ہیں ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اس کے ہیں اس نے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنی دونوں کے گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا پامنا سو اس نے دونوں کے واسطے قسم نہ کھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے مملوک ٹھہریں گے اور اس شخص پر ایک ہزار درہم اور واجب الادا ہوں گے جو دونوں مدعیوں میں نصف نصف ہوں ہم قسم نہ کھانا اقرار ہوا دونوں دعویٰ کا لہذا ایک ہزار اس پر لازم آئے ولو حلف لاحدہما وکل لا اثر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درہم اس مدعی کے ٹھہریں گے جس کے واسطے اس نے قسم نہ کھائی وقوع الی رجل الف و قال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درہم آج کے دن فلا نے شخص کو پہنچا دے سو اس نے اس کو نہیں پہنچا ئے یہاں تک وہ تلف ہو گئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ فعل اس پر کرنا لازم نہیں کہا تو قال لہ احمِل الی الودیعة فقال افعَل ولم یفعل حتی مضی الیوم و ہکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھا لا و دیعت کو سو کہا اس نے کہ میں یہ فعل کروں گا پھر وہ نہ اٹھا لایا یہاں تک کہ وہ دن گزر گیا اور و دیعت ہلاک ہوئی تو اس پر تاوان نہ آوے گا اس واسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہے کذا فی العمادیۃ یعنی فلا نے کو دینا یا مالک کی طرف و دیعت کا اٹھا لانا اس پر واجب نہیں ہے جس کے نہ کرنے سے تاوان اس پر لازم ہو بلکہ مالک اور و دیعت میں تخلیہ البتہ اس پر واجب ہے قال رب الودیعة للمودع ادفع الودیعة الی فلان فقال دفعت و کذب فی الدفع فلان وضاعت الودیعة تصدق المودع مع یمینہ لانہ این السراجیۃ صاحب و دیعت نے مودع سے کہا کہ و دیعت فلا نے شخص کو دے سو اس نے کہا کہ میں نے اس کو دی اور فلا نے شخص نے دینے میں اس کے تکذیب کی اور و دیعت ضائع ہو گئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ این سے کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ مودع نے تفرع سے کہا نہیں جانتا ہوں کہ و دیعت کیونکر جاتی رہی تو اس پر تاوان نہیں بر قول صحیح ترجمہ چنانچہ اگر یوں بولا کہ و دیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ و دیعت ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے و دیعت رکھ دی یا دفن کر دی اپنے گھر میں یا کسی اور جگہ میں تو اس پر تاوان آوے گا مطلقا وہی نے کہا فتاویٰ عالمگیری میں عمادیہ سے اس کے برخلاف منقول ہے اس طرح کہ اگر بولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی تو اس پر تاوان نہیں ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قالہ سرق من المکان المدفون فیہ لا یضمن و تمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن و دیعت کا مکان بیان نہ کیا لیکن اس نے کہا کہ وہ چوری ہو گئی اس مکان سے جس میں دفن تھی تو اس پر تاوان نہیں اور اس کا پورا بیان عمادیہ میں ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ہدو۔ المودع او الوسی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسه او عضوه فذفع لم یضمن مودع یا وسی دھمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وسی ظالم سے ڈرا ہو تو جان پر یا اپنے عضو پر سو اس نے بعض مال دیا تو اس پر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقید یضمن اور اگر مجبوس ہونے سے یا بیڑی ڈالنے سے

ڈرا اور اس نے مال دے دیا تو اس پر تاوان ہوگا و ان نشتی اخذ مالہ کہ ہو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ عذر سے مفتاوی عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اس کے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اس پر تاوان آئے گا۔ اگر اس کے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال دے تو وہ معذور ہے اور اس پر تاوان نہیں کیا لوکان الجابر موالاتخذ بنفسه فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیہ م طحاوی نے کہا کہ منہ الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اس میں نہیں خیف علی الودیعة الفساد رفع الامر للحکم لیسبغہ ولولم یرفع حتی فسد فلا ضمان و دیت پر خوف ہوا سر طحانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اس کو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اس پر تاوان نہیں م حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر اس شہر میں حاکم نہ ہو تو خود مودع اس کو بیچ ڈالے اور اس کا من رکھ چھوڑے ولو التعلق علیہا بالانفاق فہو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ نقصان کرنے والا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلکہ امر حاکم قرآن مصحف الودیعة او الرهن فہلک حالۃ القراۃ لا ضمان لانہ ولایۃ بہذا التصرف صیر فیہ مودع نے ودیعت یا رهن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہو گیا پڑھنے کی حالت میں تو اس پر تاوان نہیں اس سبب کہ مودع کو اس تصرف کی یعنی پڑھنے کی دلالت ہے کذا فی الصیرفیہ م کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق میں ضرر نہ ہو اور یہ اس طرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سائے میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نہ کرے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت رکھا سو اس نے خم یعنی ٹھکے کے سر پر رکھا سو تلف ہو گیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں اور اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ٹھکے میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر ٹھکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحاوی قال وکذا الوضع السراج علی المنارۃ صیر فیہ کے مصنف نے کہا اور اسی طرح اگر ودیعت کا چراغ منارے پر رکھے تو تاوان نہیں در صورت تلف ہو جانے کے م منارے سے مراد محل نور ہے وہاں اودع صکا و عرف ادا بعض الحق و مات الطالب وانکر الوارث الا دارحس المودع الصک ابد اور صیر فیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادائے بعض حق معلوم ہے اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ادائے بعض حق کا ہے تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سودرم ہیں سو محمود نے زید کو سودرم کا تمسک لکھ دیا اور زید نے وہ تمسک حاد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے بچشیں درم مثلاً زید کو ادا کیے اور یہ حال حاد کو معلوم ہے بعد اس کے زید مر گیا اور اس کا وارث بچشیں درم کے دینے کو نہیں مانتا ہے تو حاد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحاوی نے کہا اس واسطے کہ اس میں محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھ کر والا مجرد مثبت حق نہیں انتہی و فی الاشباہ لا یراد یون المیت بدفع الدین الی الوارث و علی المیت دین اور اشباہ میں ہے کہ میت کا دیون بری الذمہ نہ ہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ سب پر دین ہے اور لوگوں کا م ظاہر عدم برات اس صورت میں ہے جب کہ دین مستغرق ہو اور وارث مومن نہ ہو چنانچہ ودیعت میں یہی شرط ہے جب کہ مودع وارث کو ودیعت دے و کذا فی الطحاوی عن المحوی لیس للسر اخذ و دلیۃ العبد میان کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنی اس واسطے کہ شاید وہ غیر کمال ہو جب کہ مولی گواہ لا دے کہ یہ میرا مال ہے العامل لیغیر امانۃ لا اجر لہ الا الوسی والناظر اذا عملا جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اس کے واسطے اجرت نہیں مگر وہی اور ناظر وقف کے واسطے اجرت مثل ہے جب کہ دونوں عمل کریں م وہی سے وہی مراد ہے

جس کو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کر کے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں کذا فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا ہجر للناظر فی المسقف اذا اجل علیہ المستحقون فلیحفظ میں کہتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کے واسطے اجرت نہیں پڑے ہوئے مکان میں جب کہ مستحقین وقف کو اس کے پلٹے کا حوالہ کر دیا گیا ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنے والے کی طرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملے گی و فی الوسیانۃ ۵ و دافع الف مقررنا و متعارضا ۶ و ربح القراض الشرط جاز و یجوز ۷ اور وہ بیانہ میں ہے اور ہزار درم قرض اور مضاربت میں سے کر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض میں اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کو نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت بٹھہرے گا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اس واسطے کہ عرب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب مال کے واسطے تو مضاربت منقلب بہ بضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونے کی یہ ہے کہ حدیث میں قرض سے جرم منقعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کے واسطے ہے اور ٹوٹا بھی دونوں پر ہے اس واسطے کہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی الطحاوی ۵ وان یدعی ذوالمال قرضا و حصمہ ۶ قراضا فرب المال قد قبل اجدرہ اور اگر صاحب مال قرض کا دعویٰ کرے اور اس کا مخالف مضاربت کا دعویٰ کرے تو بعضوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہے ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ مضاربت قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے ۵ و فی العکس بعد الرزح قال قولہ ۶ کذا لک فی الابضاع ما یتغیرہ اور اس کے بالعکس دعویٰ کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسی طرح بضاعت دینے کے اختلاف میں حکم متغیر نہیں ہے ہم بالعکس کی صورت یہ ہے کہ مضارب نے نفع حاصل کرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہے اور البضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ میں نے اس کو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب قرض کا دعویٰ کرتا ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے کذا فی الطحاوی ۵ وان قال قد ضاعت من البیت و حدیث یصح و یتحلف فقد تیسرہ ۶ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کو بٹھری سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنی صادق ہے اور اس سے قسم لی جائے اس واسطے کہ یہ صورت ہو سکتی ہے ہم یعنی سولے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع نہ ہونا متصور ہے اس طرح کہ سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرانہ سکایا کہ وہی چیز اس کو مقصود تھی کذا فی الطحاوی ۵ و تارک فی قوم لامر صحیفہ ۶ فراخ و راحت لھن المتاخرہ اور ایک قوم میں ودیعت کا چھوٹنے والا بواسطہ امر مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہاں سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچھلا شخص جانے والا تاوان دے ہم شخص متاخر پر اس واسطے ضمان آیا کہ اس پر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اسی مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھ اٹھے گئے تو سب پر تاوان آوے گا کذا فی الطحاوی ۵ و تارک نشر الصوت صیغافوت لم ۶ لھن و قرض الفار بالعکس لیسرہ ۶ اذالم یسد الثقب من بعد علمہ ۷ ولم یعلم الماک ہی تنقرا ۶ اور گرمی کے موسم میں صوف پھیلانے کا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا پکڑا ہوا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان نہ لیا جائے گا اس واسطے کہ اس نے ودیعت کی حفاظت کی جس طرح کہ اس کو امر ہوا کذا فی الطحاوی عن المحیط اور جو ہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلہ کے مردی ہے جب کہ مودع ودیعت کے مکان کا سورج خند کر دے بعد اسکے دریافت ہونے کے یا کہ مالک ودیعت کو خبر نہ کر دیکر مکان ۵ یہ مترجم اول کا سہو ہے ترجمہ یوں چاہیے کہ چھوٹنے والا صحیفہ کا ایک قوم میں کسی غرض کیلئے گیا پھر لوگ وہاں سے چلے گئے اور صحیفہ جاتا رہا صحیفہ بطور مثال ہے مقبول تارک کا ۱۲ ۵ یہ حاصل مطلب ہے اور لفظی ترجمہ یوں ہے کہ جو کچھ چوہا کھودتا ہے ۱۲

ودلیعت کا سورخ دار سے معنی جب کہ مالک نے ودلیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اس مکان میں رکھی جس میں سورخ نہیں پھر اس کو چوسے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر اس مکان میں سورخ ہے اور مودع اس کو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر دی سورخ کی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نہ کی اور مودع نے باوجود دانست سورخ بند نہ کیا تو اس پر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سورخ کے بند کرنے سے یا مالک کو سورخ بتانے سے اگرچہ در صورت اعلام مالک مودع سورخ کو نہ بند کرے اس واسطے کہ مالک راضی ہو گیا۔ اس مکان میں رکھنے سے باوجود سورخ دار ہونے کے تو معلوم ہوا کہ داو قولہ ولم یعلم کا بمعنی او ہے کذا فی الطحاوی قلت یقی لوسدہ مرۃ ففتحہ الفار و افسدہ لم یدکر و ینبغی تفصیلہ کما مرقتدیر میں کہتا ہوں باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایک بار سورخ بند کر دیا سوچو ہے نے اس کو کھول دیا اور ودلیعت کو خراب کر ڈالا اس کا حکم مذکور نہیں اور اس کی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اس کو غور کر ہم تفصیل مذکور یہ ہے بقول طوسی کہ یا مالک سورخ کو بتا دے یا مودع در صورت عدم اعلام سورخ کو بند کر دے تو تاوان اسی سے دفع ہوا اور اس قول کو وہ بیانہ کے شارحین یعنی علامہ عبدالباقی و شرنبلالی نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ میں ہے کہ ودلیعت پھیر دینے کی نوبت مالک پر ہے نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحاوی والسا علم واستغفر اللہ الخ لیم ۶



کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (وَمِنَعُونَ الْمَاعُونَ یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں ماعون اس چیز سے عبارت ہے جس کی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت ہو بھرجب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہؓ کا گھوڑا جس کا منسوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علماء اس پر ہیں کہ مستحب ہے کہ ذکرہ ابو السعود اخرا عن الودیعة لان فیہا تملیک کا وان اشترک فی الامانة مصنف پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اس واسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونوں امانت ہونے میں مشترک ہیں ہم یعنی عاریت میں تملیک ہے اور ابراء بھی ہے تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب سے اور مرکب مؤخر ہے مفرد سے و محاسن النیابة عن اللہ تعالیٰ فی اجابة المضطر لانہا لا تكون الا لمتناج کا لقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیوں سے حق تعالیٰ کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اس واسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر حاجت مند کے واسطے قرض کے مانند ہم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالیٰ (امن یحب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریاد رسی کی تو گویا حق تعالیٰ کا وہ نائب ہوا فریاد رسی میں تو عاریت دینے والا متخلق ہوا بخلق فریاد رسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اسی مومنین متخلق ہونا بخلق ربانی فلذا کانت الصدقة بعشرة والقرض بشانیه عشر سوا اس واسطے یعنی بعلت محتاجی خیرات کا ایک درم دس درم کے برابر ہے ثواب میں اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہے ہم یعنی قرض نہیں لیتا غالباً مگر حاجت مند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونوں کو پہنچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اس کو محتاج جان کر دیتا ہے صدقے کا ثواب وہ چند اس واسطے ہوا کہ الحسنة بعشرة امثالها اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اس واسطے ہوا کہ قرض کا ایک درم بعلت احتیاج صدقہ کے ذلہ درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ میں صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہیں کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہی تو مقابل اس کے دو درم ساقط ہو گئے تو اٹھارہ تالی رہ گئے ولہذا اگر مقرض مستقرض کو معا کرے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددة وتخفف اعارة الشئ قاموسی عاریت لغت عرب میں عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا سے تختائینہ مشدہ ہے اور اس کی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم اعارة عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعاً تملیک المنافع مجانا اور شرع میں عاریت عبارت ہے منافع کے مالک کو دینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلاً گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اس واسطے لگائی تا عاریت سے اجارہ نکل جائے اس واسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہیں بلکہ بعض ہے افادہ بالتملیک لزوم الایجاب بالقبول ولو فعلاً مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت میں ظاہر کر دیا اگرچہ قول فعلی ہونے قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاویٰ عالمگیری میں کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کی جانب سے اور مستعیر کی طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روئے استحسان شرط نہیں بجز الیقین

۱۱ آیا کوئی سنتا ہے مضطر کی جب وہ اس کو پکارے ۱۲ یعنی میل کا بدلہ دس گنا ہے ۱۳ ایک لفظ مترجم اول نے چھوڑ دیا یعنی مستعار کہ عاریت کی چیز کو کہتے ہیں ۱۲۔

میں ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام ہے اور اس سے اپنی خدمت کر تو یہ عاریت نہیں تو اس کا نفع مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانہ میں ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہ ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا ہاں قبول کا بے فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اس نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ لو فاعلاً فقط قبول کی طرف راجع ہے کذا فی المطحطاوی حکمہا کو نہ امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہے عاریت کا امانت پر یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جائے تو مستعیر پر تاوان نہیں اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بلا اجماع تاوان ہے بشرطاً قابلیۃ المستعار لان انتفاع و خلوا عن شرط العوض لانہا تفسیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اس واسطے کہ عاریت اشتراط عوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہو جاتی ہے ہم قالیۃ انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق میں نکل گیا اور یہ ضرور ہے کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو درہم اور دنیا نیر اور فلوس اور ملکات اور موزونات اور روئی اور صوف اور پشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہیں بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور محل کے واسطے عاریت لے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہے لیکن اس کو سوائے وجہ مذکور کے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان و صرح فی العلویۃ بجواز اعارة الشارع و ایداعہ و بیعہ یعنی لان جہات العین لا تفضی للمنازعة لعدم لزومہا اور تصریح کی ہے عادیہ میں شارع کی عاریت دینے اور اس کے ودیعت رکھنے اور اس کے نیچے کے جواز کی اس واسطے کہ جہالت عین کی یہاں موجب نزاع نہیں بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے و قالوا علف المداۃ علی المستعیر و کذا الفقہ العبداء کسوتہ فعلی المعیر اور فقہائے کما ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسی طرح نفقہ غلام مستعار کا اور اس کا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے و ہذا اذا طلب الاستعارۃ فلو قال المولیٰ خذہ و استخذ من غیر ان لیتعیرہ فنفقۃ علی المولیٰ ایضاً لانہ ودلیۃ اور یہ یعنی غلام کا نفقہ مستعیر پر ہوتا اس وقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولیٰ کہے کہ اس غلام کو لے کر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اس کا کھانا پینا بھی مولیٰ پر ہے اس واسطے کہ یہ ودیعت ہے نہ عاریت ہم ظاہر یہ اباحت انتفاع ہے اس واسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اس کو نفع لینا جائز نہ ہوتا یا یوں کہیے کہ یہ دیسی ودیعت ہے جس کے انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا و یصح باعتبارک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہے اعتک کے لفظ سے یعنی میں نے تجھ کو عاریت دی اس واسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح اور کھلا ہوا ہے و اطعمتک ارضی ام غلتہ لانہ صریح مجازاً من اطلاق اسم المل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی میں نے اپنی زمین تجھ کو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اس واسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر غلہ پیدا ہوتا ہے زمین میں تو غلہ حال ہے اور زمین اس کا محل اور محل کا نام حال پر یوں مجازاً متعارف ہے بقریۃ طعام اس واسطے کہ جب الطعام غیر مطعوم مثلاً زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے و منبتک معنی عطیتک ثوبی او جاریتی ہذہ و حمتک علی و امتی ہذہ اذالم یرد بہ منبتک و حمتک الیہ لانہ صریح فی فقہ العاریۃ بلانیتہ والہبۃ بہا ای مجازاً اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منبتک یعنی میں نے تجھ کو کپڑا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حمتک یعنی میں نے تجھ کو چڑھایا اپنے اس جانور پر جب کہ منبتک حمتک کے لفظ سے بہہ کا ارادہ نہ کرے اس واسطے کہ وہ بہہ میں صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلانیت بہہ اور بہہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت بہہ سے م یعنی نفطین مذکورین سے در صورت عدم نیت بہہ عاریت ثابت ہوگی اور در صورت نیت بہہ کے بہہ متحقق ہوگا و اخذتک عبدی و آخرتک داری شہر مجازاً اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ میں نے اپنا غلام تیری خدمت کے واسطے دیا اور اپنا گھر ایک منیر بھر تجھ کو مفت اجارہ دیا م اجارہ بلا عوض در حقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نہ کرے گا تو بھی ایک قول میں عاریت ثابت ہوگی اور فتاویٰ مالگیری میں عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کذا فی المطحطاوی و داری مبتدأ لک خبر سکتی تمیز ای بطریق اسکنی او اس قول سے

عاریت صحیح کہ داری ملک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور ملک خبر ہے اور سکنی تیز ہے ہم سکنی مصدر ہے بمعنی اقامت یا اقام
ہے بمعنی اسکان صاحب دررنے کا سکنی محکم ہے ارادہ نفع میں لہذا لام بمعنی ملک مراد نہ ہوا داری ملک عمری مفعول مطلق اسی امر تھا ملک عمری سکنی
تمیزہ یعنی جعلت سکنی ملک مدۃ عمر اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری ملک عمری سکنی یعنی میں نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری
زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی امر تھا ملک عمری اور سکنی تیز ہے ہم اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمر کی طرف
شارح نے تفسیر ثانی میں اشارہ کیا لیکن اُس نے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا یا یعنی نے کہا داری ملک اس کا محتمل ہے کہ رقبہ دار
مخاطب کا ملوک ہو اور اس کا محتمل ہے کہ اُس کی منفعت مخاطب کی ملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت میں محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت
پر محمول کیا کذا فی الطحاوی یعنی لام بمعنی ملک مراد نہ ہوا و لعدم لزوم ہایز جمع المعیرتی شاء اور بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عارض
میں اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ولو موقتہ معبر کو عاریت پھیر لینے میں اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو مگر دریافت کرنا چاہیے
کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور ارتفاع مذکور نہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اُس سے فائدہ لینا جائز ہے جس طرح چاہے
اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ ہے کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور ارتفاع مذکور ہو مخصوص اس کا حکم یہ ہے کہ وقت معین اور ارتفاع معین سے تجاوز
کرنا جائز نہیں مگر در صورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید در حق مدت ہو اور ارتفاع میں مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید نہ ہو بلکہ ارتفاع کی قید
ہو تو دونوں کا حکم یہ ہے کہ تعین معیر سے تجاوز کرنا درست نہیں کذا فی السراج اذ فیہ ضربت بطل و بقی العین باجر المثل کم استعار امۃ لترضع ولدہ و صار
لا یأخذ الا شید یا فلما اجر المثل الی الفطام و تمام فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے میں ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی
رہے گی یعنی اس صورت میں عاریت منقلب باجارہ ہو جائے گی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے اور لڑکا ایسا لونڈی
سے بل گیا کہ کسی کی چھاتی منہ میں نہیں لیت سوائے اُس لونڈی کے تو اس لونڈی کے واسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھوڑنے تک اور پورا بیان اس
کا اشباہ میں ہے و فیہا معریۃ للقنیۃ تلزم العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لوضع جذوۃ و موضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتري دفعها و قبل نعم الا اذا شرط
وقت البیع قلت و بالقیل جزم فی الخلاصۃ و البرازیۃ و غیرہا و اعتمدہ ممشیانی تنویر البصائر و لم تعقبہ ابن المصنف ذکا نہ ارتفاعہ فلیعقل او را شباہ میں قنیۃ
سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اُس صورت میں جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کے واسطے پھر دھنیاں اس پر
نصب کیں پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط
کر لے بیع کے وقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور برزازیہ و غیرہا میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے ممشی نے تنویر البصائر
میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اُس کو پسند کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولا یضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون
تعدی کے عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان اُس کا لازم نہیں آتا یعنی اس واسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی
بالاجماع تاوان ہے ہم تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کا باگ زور سے ٹپا اور وہ ہلاک ہو گیا یا مستعیر سبکد میں گیا اور اُس کو کوچہ میں چھوڑ دیا
یا سواری کے واسطے عاریت رکھا سو اُس کو بند کر رکھا یا پانی پلانے کے واسطے اس کو غیر جہت معینہ سے لے گیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جو تنے کے
واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اُس کو اوڑھ لیا کے ساتھ ملایا اُس کے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اُس پر تاوان ہے اور اگر
کوچرا گاہ میں پرانے کے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اس طرح کے چرنے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہ ہو یا عادت مشترک نہ ہو

۱۲ یعنی اس لیے کہ لام مفید ملک ہے

تاوان ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چور ایسا گیا تو اگر مستعیر لٹیا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقاً نہیں جب کہ مستعار چیز اس کے سرتے ہو یا آگے رکھی ہو یا اس پاس ہو اس طرح پر کہ عادت میں اس کی نگہبانی سے خارج نہ ہو کذا فی البحر و شرط الضمان باطل کشرط عدمه فی الذین خلافاً للجمهورۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط زمین میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہم جوہرہم میں ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا تجزوا لآثر من لان الشئ لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور زمین رکھنا جائز نہیں اس واسطے کہ شے متضمن نہیں ہوتی اپنے مافوق کی ہم اس واسطے کہ اجارہ اور زمین عقد لازم ہے بخلاف عاریت کا لودلیعۃ فانما لا تجزوا لآثر من بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار ما نزد ولایت کے اس واسطے کہ ولایت کا اجارہ اور زمین نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ولایت نہیں رکھی جاتی اور نہ ولایت عاریت دی جاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جب کہ استعمال مختلف نہ ہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الطحاوی و اما المستاجر نیو جرو یودع و یعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ کیا تو اس کا اجارہ رکھنا اور ولایت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور زمین رکھنا اس کا جائز نہیں و اما الذین نکا لودلیعۃ اور مرہون تو ولایت کے مانند ہے یعنی اس کا اجارہ اور زمین اور ایداع اور اعارہ جائز نہیں ولی الوبانیۃ نظم تسع مسائل لایملک فیہا تملیکاً لغيرہ بدون اذن سوا قبضہ اولاد اور دیہانیہ میں نو مسائل نظم کیے ہیں جن میں ایسے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اس نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو فقال ۵ مالک امر لا یملکہ بدو ۶ ان امر دکیل مستعیر و موبہ ۷ رکوب و لبس فیہا و مضارب ۸ و مرتن ایضا و قاض یومر ۹ سو صاحب دیہانیہ نے کیا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور مستعیر اور موبہ بفتح جیم یعنی مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قبضہ مثلاً پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتن بھی اور قاضی مامورہم مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ لایملکہ کا اس کی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اس کی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض مطلق اور اسی طرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں جب کہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعین کے اور اگر مختلف نہ ہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے جانور کرایہ لیا یا اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اس پر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اس طرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربیت کرنے کا اور مرتن دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحاوی ۵ و مستودع مستبضع و مزارع ۶ اذالم یکن من عندہ البذریۃ ۷ اور مستودع بفتح وال ایداع کا اور مستبضع دوسرے کو لبضاعۃ دینے کا اور جس نے زمین بقصد مزارعت لی جب کہ مزارع کے پاس بیج نہ ہو کہ کھیت میں بیج ڈالا جائے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دے سکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیج ہے تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی الطحاوی قلت و العاشر ۸ و مالک ساقی ان یساقی غیرہ ۹ وان اذن المولی لیس شکر ۱۰ میں کہتا ہوں اور سوال مسئلہ دیہانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل میں یوں مذکور ہے اور جائز نہیں عقد مساقات دالہ کو کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے اور اگر مولی یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان اجر المستعیر اور زمین فہلک صمنہ المیعر للتعدی سوال مستعیر عاریت کو اجارے میں دے یا اس کو زمین رکھے پھر وہ تلف ہو جائے تو میو اس سے تاوان لے بسبب اس کی تعدی کے ولا رجوع للمستعیر علی حد لانہ بالضمان ظہرانہ اجر ملک نفسه و یتصدق بالاجرة خلافاً للثانی اور مستعیر کو تاوان پھر لینا کسی سے جائز نہیں اس واسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا

۱۱ نفل ترجمہ یوں ہے کہ غیر کو دینے کا کوئی منکر نہیں ۱۲

کہ اُس نے اپنی ذات ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر کے برخلاف ابو یوسف رحمہ کے مابرت اس واسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزل غاصب ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا اور خیرات کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال خیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحاوی اذ من المستاجر یا معیر تاوان لے مستاجر سے سکت عن المرتن و فی شرح الوہبانیۃ الحاشیۃ لا یمکن المرتن ان یرین فیمن و للمالک الخیار و یرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتن کے حکم سے اور وہ بیانہ کی شرح میں ہے اور پانچواں مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مرتن مالک نہیں مرہون کے رکھنے کا تو اس پر رہن رکھنے سے تاوان آوے گا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مرتن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتن اول سے بھرے و یرجع المستاجر علی المستعیر لعلہ بانہ عاریتہ فی یدہ دفعا لفرار الغرر اور جب مستعیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال بھر لے جب کہ مستاجر یہ نہ جانتا ہو کہ وہ عاریت سے ان کے ہاتھ میں فریب کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اگر عاریت جان کر اجارہ لے گا تو رجوع نہیں بسبب عدم فریب ولہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ اولاً ان لم یعیین المیعیر متفعا اور مستعیر و جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اُس کا استعمال باعتبار اختلاف متعلین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نہ کر دیا ہو م اس واسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جس کا استعمال مختلف نہ ہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعہ و یعیر ما لا یختلف ان عین دان اختلف لا لتفاوت خواہ فی زواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جس کا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت متعلین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر میں اختیار کی طرف نسبت کی ہے و مثلاً اسی کلمۃ الموحج و ہذا عند عدم التی فلو قال لا بدفع یغیرک فدفع فملک من مطلقاً خلاصۃ اور عاریت کی چیز کے مانند ہے اجارے کی چیز یعنی مستاجر کو اجارے کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اُس کا استعمال مختلف ہو یا نہ ہو اور در صورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور یہ تفصیل مذکور در صورت عدم عین کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیکھو سو معیر نے وہی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اُس پر آوے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہ ہو فمن استعار و ابہ او استاجر یا مطلقاً بلا تقید محمل ماشاء و یعیر لہ لعمل و یرکب عملاً بلا طلاق سو جو شخص کہ عاریت لے جانور کو بطریق کرایہ کے مطلقاً بلا تقید تو بوجھ لادے اُس پر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور اُس پر سوار ہوا طلاق پر عمل کرنے سے وایا فعل اولاً تعیین مراد او جو فعل کہ اول کرے گا وہی متعین ہو جائے گا مراد ہونے میں م اس واسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اُس پر بوجھ لاد نہیں سکتا اس واسطے کہ مطلق جب کہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اس کے مطلق باقی نہ رہا کذا فی الطحاوی و ضمن بغیرہ ان عطبت حتی لو ابس او ارب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعدہ ہو لیسح کافی اور تاوان دے اُس کے غیر میں اگر جانور ہلاک ہو جائے تو اگر عاریت کا کثیرا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اس کے آپ سوار نہ ہو ہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق المیعر والمویر الانتفاع فی الوقت والنوع انتفع ماشاء اسی وقت ماشاء لہا مراد اگر معیر اور مویر نے انتفاع کو وقت اور نوع میں مطلق بلا قید کیا تو عاریت کے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی بنا بر عمل باطلاق وان قیدہ بوقت او نوع ادہا ضمن بالحداف الی شرفقط لا الی مثل او خیر اور اگر انتفاع میں وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو تاوان دے برخلاف کرنے میں نہ مانند یا بہتر خلاف میں م خلاف شرک مثال یہ کہ جانور عاریت لیا مثلاً دو مین گھوڑوں لادنے کے واسطے پھر اُس پر اسی قدر جو لادے تو تاوان آوے گا اس واسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر گھوڑوں سے اور خلاف مثل کے مثال یہ ہے کہ معین گھوڑوں کے عوض اور گھوڑوں اس قدر لادے یا اتنے گھوڑوں کے عوض غیر کے گھوڑوں اس لادے اور بہتر خلاف کی یہ صورت کہ

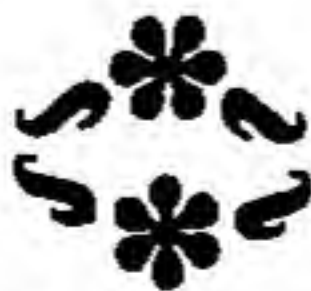
جو کے واسطے عاریت لے اور اس پر گھسوں لائے وکذا التقید بالاجارۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسی طرح کا حکم ہے ابارے میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت اطلاق کے مانند عاریۃ التمثین والمکیل والموزون والعقد المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورتہ استہلاک عینہا روپے اشرفی اور کیل اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت قرض ہے بغیر ضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ ہم یعنی عاریت عبارت ہے اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے لہذا یہاں عاریت بمعنی قرض ٹھہری معدود متقارب چنانچہ اخروت اور اندا اور اسی طرح صوف اویشم اور روٹی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت حقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر ہلاک قبل الانتفاع لانہ قرض حتی لو استعار بھا لیسیر المیزان او بیزن الہکان عاریۃ تو تاوان دے عاریت دینے والا اشیاء مذکورہ کے تلف ہو جانے سے قبل انتفاع کے واسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپے اشرفی کو عاریت لیا تاکہ اُن سے تول کر ترازو کی دستی جانچے یا اُن کو رکھ کے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ حقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنی اس واسطے کہ اس میں استہلاک عین نہیں و لو اعارة قصعة ثرید فقرض ولو بینہما باسطة فاباحتہ اور اگر خرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر معیور مستعیر میں کشادہ چشمی اور بے تکلفی ہے تو یہ اباحت ہے م خرید وہ کھانا ہے جو شوربے میں روٹی تر کرنے سے مرتب ہوتا ہے جب قرض ہوا تو ریشل یا اس کی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت میں تاوان نہیں و صحیح عاریۃ السهم ولا یضمن لان الرمی بحری مجری الملاک صیرفیۃ اور تیر کی عاریت صحیح ہے اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاک کے ہے کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا اس میں تاوان نہیں و لو اعارة رصا للبناء والغرس صحیح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے و لہ ان یرجع متی شارما لقرار انما یر لازمتہ اور معیور کو جائز ہے کہ عاریت پھیرے جب چاہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں و یکلفہ قلعہا الا اذا کان فیہ مضرة بالارض فیتزکان بالقیمۃ مقلوین لئلا یتلف ارضہ اور معیور کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدواڈلے مگر جب کہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودے عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دے کہ دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اس کی زمین ضائع نہ ہو یعنی صاحب زمین قیمت دے وان وقت العاریۃ فزج قبلہ کلفہ قلعہا ومن المیسر مستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما الی المدة المفروۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بجا اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدواڈلے اور معیر مستعیر کو اتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اس طرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کر کے قیمت اٹکی مقرر کی جائے اور پھر دینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر مثل درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی دُور روپے کا نقصان ہوا اسی قدر تاوان دے و اذا استعار بالیزر عہا لم تؤخذ منہ قبل ان یکھد الزرع وقتما اول افتراک باجر مثل مراعاة المحققین اور جب کہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لی جائے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعض ابر مثل چھوڑی جائے گی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المیزر اعطیک البذر وکلفنک ان کان لم تنبت لم یجز لان بیع الزرع قبل بناتہ فیہ کلام اشار الی الجوازی فی المعنی نہایت پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجھ کو بیج اور تیری مشقت کا حرج دیتا ہوں اگر کھیت نہ جما ہو تو جائز نہیں اس واسطے کہ کھیت کی بیج قبل اس کے جننے کے باطل ہے اور بعد اس کے جننے کے اس میں گفتگو ہے معنی میں اس کے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایہم قول معنی ہی مختار ہے کذا فی الطحاوی عن النبیۃ ومیوۃ الروی علی المستعیر اور عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اس واسطے کہ اس نے اپنے نفع کے واسطے اس پر قبضہ کیا تھا اور پھر دینا اس پر واجب ہے فلو کان مت موقتہ فاسکما بعدہ فملکت ضمتہا لان ثبوتہ الرویۃ نہایت تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اس وقت کے پھر عاریت ضائع ہو گئی تو مستعیر تاوان دے اس واسطے کہ پھر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایۃ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا اس

مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خاں کا مختار ہے اور عدم ضمان کافی اور مجتبیٰ میں مذکور ہے کذا فی الطحاوی الا اذا استعار ما لیرتہا فکون کالاجارۃ من الحانیۃ عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جب کہ مستعیر نے من رکھنے کے واسطے عاریت لی تو اب عاریت اجارے کے مانند ہے کذا فی رکن الحانیۃ یعنی تو اب خرچ مستعیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا فی الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الر وعلیہ اور اسی طرح جس کے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اس پر ہے وکذا فی الموجر والغاصب والمرتن مؤنۃ الر علیہم حصول المنفعۃ لہم اور اسی طرح موجر اور غاصب اور مرتن پر پھیر دینے کا خرچ ہر سبب حاصل ہونے منفعۃ کے انھیں کے واسطے ہذا فی الاخراج باذن رب المال والا فمؤنۃ روستا جو مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یعنی موجر پر خرچ لازم ہونا اس سے ہے جب کہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اس پر ہے جس نے اس کو اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکت و مضاربت و ہبۃ قضی بالزوج مجتبیٰ بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبۃ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبیٰ یعنی شرکت میں رد اس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبۃ میں واہب پر کذا فی المنع وان المستعیر الذی اخرجہ مع عبدہ او بحیرہ مشاہرۃ لامیادۃ او مع عبدہ رہا مطلقاً یقوم علیہا اولائی الاصح او بحیرہ او مشاہرۃ کما مر فملکت قبل قبضہا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اس کا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہ ہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھی یا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان سے اس واسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا ہو یومیہ دار کو اس واسطے نکالا کہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کچھ ہرۃ بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جو اہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک کے پاس بھیجے اور تلف ہو جائے تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا و بخلاف الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتها ثم بعثت مع الاجنبی لتعدیہ بالاساک بعد المدة اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اس کی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اس کو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہ ہوگا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنے سے والا فامستعیر مملک الا یدار ع فیما یملک الامارۃ من الاجنبی یعنی زیلعی فقہین محل کلام علی ہذا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں انقصائے مدت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقاً تاوان کے قائل ہو جائیے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جس میں عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کذا فی قول پر معین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہے جب کہ انقصائے مدت نہ ہو نہ مطلقاً و بخلاف رد ودیعت و مقصوب الی دار المالک فانہ لیس تسلیم اور برخلاف ہنچا دینے ودیعت اور مقصوب کے مالک کے گھر تک کہ تسلیم نہیں یعنی جب خود مالک کو ہنچا دے گا تو تسلیم ثابت ہوگی واذا استعار ارضاً بیضاء للزراۃ یمکتب المستعیر انک اطمعنی ارضک لازرعہا فی نفس تلایم البناء ونحوہ اور جب کہ سفید خالی زمین زراعت کے واسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھ دے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین میرے کھانے کو دی تا اس میں زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اس واسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہ رہے م عاریت نامہ لکھنا افضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہ ہے تا تطاول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار نہ کرے العبد الماذون یملک الامارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہے یعنی اس واسطے کہ عاریت دینا سودا گرد کا دستور ہے کذا فی المنع والمجور اذا استعار واستملک لیس من بعد القیق غلام مجور جب کہ عاریت لے اور اس کو تلف کر ڈالے تو تاوان دے آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد مجور عبداً مجوراً فاستملکنا من الثانی للمال اور اگر غلام مجور اپنے مانند دوسرے غلام مجور کو عاریت دے سودہ اس کو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال تاوان دے لو مستعار وہاں فقلدہ صبیحاً فسرق الذہب منه ای من العبی فان کان العبی لیضبط حفظ ما علیہ من الباس لم یضمن والا فممن لانہ اعارة والمستعیر

اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت یا سوا یک لڑکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اُس کی جو اس کے بدن پر ہے لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اس واسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنا ما عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نہ کر سکتا ہو تو مستعیر ضمان ہے یعنی اس واسطے کہ اُس نے مال پر ایسا ضائع کیا تاوان کو دے کر وضع ہا ای العاریۃ میں پیرہ فنام فصاحت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا لما عاریت کو اپنے سامنے رکھا پھر وہ ہو گیا سوا عاریت ضائع ہو گئی تو اُس پر تاوان نہیں اگر بیٹھے ہو گیا اس واسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا وضمن لو نام مضطجعا لترك الحفظ اور تاوان دے اگر لیٹ کر ہو گیا بسبب نگہبانی چھوٹنے کے لمیس للاب اعارة مال طفله لعدم البذل وکذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہیں اپنے ولد صغیر کا مال عاریت دینا بہ سبب نہ ہونے عوض کے اور اسی طرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں یہ قول فتاویٰ عالمگیری کے مخالف ہے اس واسطے کہ اُس میں بیوع طحاوی سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی الطحاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیک غذا فلما کان الغد ذهب الطالب واخذہ بغیر اذنه واستعمله فمات الثور لا ضمان علیہ خانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سو اُس نے کہا میں کل تجھ کو دوں گا بھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون اُس کے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مر گیا تو اس پر تاوان نہیں کذا فی الخانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبی وغیرہ میں ہے کہ وہ تاوان دے گا مگر تو اس میں دو قول ثابت ہوئے ہذا بذنبہ بما یجوز مثلاً ثم قال کنت اعترتہ لا متعہ ان العرف مستمر بین الناس ان الالب یدفع ذلک الجواز ملکاً لا اعارة لا یقبل قولہ انہ اعارة لان الظاہر یکنزہ وان لم یکن العرف کذلک ادتارۃ وتارۃ فالقول لہ بلفظی کما لو کان اکثر مما یجوز مثلاً فان القبول لا اتفاقاً باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ میں نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کے طور پر اگر لوگوں میں رواج دائمی ہو کہ باپ اُس جہیز کو دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی وجہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اُس نے عاریت دیا تھا مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ ظاہر حال اُس کی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا رواج نہ ہوگا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گاہے بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اُس جہیز سے تو ویسی عورت کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والا م دولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور میں م یعنی اگر ماں یا ولی صغیرہ کا نکاح کر دے جہیز دے کر پھر دعویٰ عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم ماں اور ولی میں ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحاوی و فیما یدعیہ الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا بنیۃ مخرج وہبانیۃ و تقدم فی باب المهر اد جس میں اجنبی دعویٰ کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعویٰ کرے کہ میں نے اس کو فلانی چیز عاریت دی تو اُس کا قول مقبول نہیں بدون شہادت کے کذا فی الشرح وہبانیۃ اور باب المهر میں پہلے مذکور ہو چکا وہی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحق قبل تولیہ یمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والکیل والناظر اذا ادعی العرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد الفقراء واثابہا اثباہ میں ہے کہ جو امین امانت کے سپرد دینے کا اُس کے مستحق کی طرف دعویٰ کرے تو اُس کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جب کہ ودیعت پھیر دینے کا دعویٰ کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جب کہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعویٰ کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند ان کے یعنی علما اور اشرف کذا فی الطحاوی واما اذا ادعی العرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما الحکومہ بل یدفع ثانیاً من مال الوقف کما بسط فی حاشیۃ اخیر زادہ قلت و قد مر فی الوقف عن مولیٰ ابی السعود واکتمرہ المصنف و اقروہ ابنہ فلیفظ اور اگر ناظر دعویٰ کرے کہ میں نے روزی لینے والوں کے وظائف میں صرف کیا تو اُس کا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ دے گا جس کے لینے کے وہ شکریں بلکہ ناظر ان کو دوبارہ وقف کے

مال سے چنانچہ حاشیہ آخری زادہ میں مشرح ہے میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو سعود سے اور مصنف نے اُس کو پسند کیا ہے اور اُس کے فرزند نے اس کو ثابت رکھا ہے حاشیہ شاہ میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و سوار کان فی حیاء مستحقہا و بعد موتہ الانی الوکیل یقبض الدین اذا ادعی بعد موت المول انہ قبضہ و دفعہ لہ فی حیاء لم یقبل قولہ لا بینه و برابر ہے کہ اداے ایصال مستحق امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اُس کی موت کے ہو کہ قبض دین کے وکیل میں جب کہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعویٰ کرے کہ اُس نے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُس کی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہ ہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل یقبض العین کو دلیقہ قال قبضتہا فی حیاء و ہکلت و انکرت الوثرۃ او قال دفعتها الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسه بخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثوں نے اُس کا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دی تو اُس کے قول کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو مالت ہے اور یہ اُس کا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کہے بخلاف الوکیل یقبض الدین لانہ یوجب الضمان علی المیت و ہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق و کالہ الولو الجیمۃ بخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُس کا قول مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ ایصال دین کے دعویٰ سے تاوان واجب کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی و کالہ الولو الجیمۃ ایصال دین کے دعویٰ میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قضاے دیون امثال دیون سے ہوتا ہے تو اداے ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اُس حق کا جو دیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہیں کذا فی الطحاوی مختار قلت و ظاہرہ انہ لا یصدق لانی حق نفسه و لانہ حق المول و قد افتی بعضهم انہ یصدق فی حق نفسه لانی حق المول و مل علیہ کلام الولو الجیمۃ فلیتأمل عند الفتویٰ میں کہتا ہوں اور ظاہر کلام و لو الجیمۃ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق نہ ہونہ اپنی ذات کے حق میں نہ موکل کے حق میں اور البتہ بعض فقہاء نے فتویٰ دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اُس کی ذات کے حق میں ہوگی نہ موکل کے حق میں اور و لو الجیمۃ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہے تو تامل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت ہم ظاہر کلام و لو الجیمۃ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اُس کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق میں وکیل کی تصدیق نہ ہوگی بقریۃ ایجاب ضمان علی المیت توافق بعض فقہاء متعین ہو گیا اور تامل کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہیں پھیر لینا مستعیر موصی سے یہ اُس صورت میں ہے جب کہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہ ہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحاوی العاریۃ کا لاجارۃ تنفس بموت عہدما عاریت اجارہ کے مانند نسخ ہو جاتی ہے معیر یا مستعیر کی موت سے مات و علیہ دین و عندہ و دلیقہ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مر گیا اور اُس پر دین ہے اور اُس کے پاس دو دلیقے غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون میں مقسوم ہوگا بقدر اُن کے حصوں کے ہم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہے کہ میت مر گیا اور یہ بیان نہ کر گیا کہ فلا فی چیز و دلیقہ ہے تو صاحب ودیعت اور باقی ارہاب دیون ترکے میں برابر میں بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ اولے کل دیون میں کفایت نہ کرے ہتبار بعیر الی مکۃ فعلی الذباب و فی العاریۃ علی الذباب والجمی لان ردہا علیہ اونٹ کر لیا گیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت میں جانے اور آنے دونوں پر ہے اس واسطے کہ عاریت کا پہنچنا یا مستعیر پر ہے یعنی اور پہنچنا یا بدون آنے کے نہیں ہو سکتا بخلاف اجارہ کے کہ اُس کے آنے کا خرچ موجب ہے نہ مستعیر پر استعار و اربۃ للذباب فامسکما فی بیتہ فملکت فمن لانہ اعار بالذباب لا لالساک جانور عاریت یا جانے کے واسطے پھر اُس کو باز رکھا اپنے گھر میں سو وہ تلف ہو گیا تو تاوان دے اس واسطے کہ اُس نے اُس کو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا نہ باز رکھنے کے واسطے استعین ثورا فانار علیہ لا تراک لم یضمن لانہ عاریۃ غائیل قرض یا سوا اُس پر ترکوں نے مثلاً غار گری کی تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ وہ عاریت ہے رواج میں یعنی اور

بلا تعدی مستعیرہ تلف ہوگی استعارہ رضائینی و سکن و اذا خروا فالبنا ملک فلما نک ابرشہا مقدار السکن والبناء للمستعیر لان الاعارة تملک بلا عوض فکانت اجارة معنی وفسدت بجمالة المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ اس مکان سے نکل جائے تو عمارت مالک زمین کی ہے تو مالک کو کرایہ ملے گا دیسی زمین کا بقدر اس کی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہے اس واسطے کہ عمارت عاریت ہے تملک منافع بلا عوض سے تو یہاں عمارت و حقیقت اجارہ ہو گیا یعنی تقریر عوض سے مدت کے محمول ہونے سے عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھہری تو ابرشہا شامل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے اس واسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہیں عاریت لینے کے وقت و کذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجمالة البذل اور اس طرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہرے گی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بہ سبب محمول ہونے بدل کے مخرج تھا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہے اجارے کی اس واسطے کہ عقود میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ قدر خراج محمول ہے والحدیث ان یوجره الارض سنین معلوم ثم یامر باداء الخراج منه اور مستعیر پر خراج صحیح ہونے کا حیلہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادائے خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعارت کا باوجود فی خطا اصلہ ان علم رضی صاحبہ قلت ولایا ثم بترکہ الانی القرآن لان اصلاح واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت لی سوائس میں غلطی پائی تو اس کی اصلاح کر دے اگر مالک کی رضامندی جانے میں کہتا ہوں اور گنہگار نہ ہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید میں ترک اصلاح سے البتہ گناہ گار ہوگا اس واسطے کہ قرآن کا صحیح کر دینا واجب ہے بخط مناسب قرآن م اصلاح میں رضائے مالک اس واسطے کہ غیر کی ملک میں تصرف ہے ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اس کو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضائے صاحب کتاب اصلاح کر دے اور اگر خط مناسب نہ ہو تو ایک کاغذ حلیہ پر لکھ کر وہاں رکھ دے اور محل خطا پر نشان کر دے تاکہ اس کا مطلع ہو کر درست کر لے اس واسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحاوی ولی الوہبانیۃ رحمہما اللہ و سفرنا بھی اصلاح مستعیرہ و یجوز اذا مولاه لایا ثریۃ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اس کے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جب کہ اس کا مالک از روہ نہ ہو و فی معایاتہا اور وہبانیہ کی معایات میں اگلی بیت ہے ہم معایات وہ کلام ہے جس کے فہم اور جواب میں مخاطب عاجز ہو جیسے نذر اور چیتاں اور پہلی سے دے معیر لیس ملک اخذنا اعارہ و فی غیرہ لان المقصودہ اور وہ کوئی معیر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہیں اور اس کے سولے میں مسئلہ متصور ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کو اس کا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں بل واہب لابن یحوز جو عہدہ اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اس کو پھیر لینا جائز ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اس کو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اس واسطے کہ غلام مالک نہیں ہو سکتا اور ہبہ و حقیقت اس کے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا و ہل مودع ماضع المال بخسوف اور ایسا کوئی مودع ہے جس نے مال ضائع نہیں کیا اس پر تاوان پڑتا ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ددیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے فلاں وارث کو دینا سو مودع نے بعد اس کی موت کے دلیا ہی کیا تو باقی وارث اس سے تاوان لیں گے کذا فی الطحاوی و اللہ اعلم و استغفر اللہ العظیم



کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبہ ظاہر وجہ مناسب کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم اس واسطے کہ عبارت عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ہی لغة التفضل علی الغير ولو غیر مال ہبہ لغت میں عبارت ہے فضیلت حاصل کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضل بغیر مال کے ہو و شرعاً تملیک العین مجانا اے بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کر دینے سے مفت میں بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ میں ہم تملیک عین سے ابا حمت اور عاریت ہبہ سے خارج ہو گئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہیں لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہے اُس میں تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے و اما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ یقفہ صحت رجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اُس کو دین قبض کرنے کا امر کیا تو صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم یہ جواب اُس سوال مقدار کا کہ ہبہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کیے اُس کا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اُس کو قبض دین کا امر کیا اور اُس نے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہو گئی و سببہا ارادۃ الخیر للواہب دینوی کموض و محبت حسن ثناء و اخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے و اہب کے واسطے خواہ خیر دینوی ہو چنانچہ عوض اور محبت اور نیک نامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ صواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلم التوحید والایمان اور حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایت امام ابو منصور مارتیدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھا دے جس طرح اُس پر یہ واجب ہے کہ اُس کو توحید اور ایمان بتا دے اس واسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی چوٹی ہے کذا فی النہایت یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جائے اور وہ نہایت مذموم ہے اس واسطے کہ جب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جو دے اس بلا سے نجات پاوے گا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الططاوی وہی مندوبہ و قبولہ مستہ قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا ہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ یا ہم دوست ہو جاؤم اور گاہے بسبب عارض کے ہبہ قبول نہ کرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان بتایا کرے گا و شرائط صحتمتہ فی الواہب العقل والبلوغ والملك فلا تصح ہبۃ صغیر و رقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطیں ہبہ کرنے والے میں عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح نہیں اگرچہ مملوک مکاتب ہو و شرائط صحتمتہ فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشغول کما یتقض اور صحت ہبہ کی شرطیں موهوب یعنی بخشی چیز میں ہونا اس کا مقبوض غیر مشغول بغیر موهوب چنانچہ آگے واضح ہو گا۔ ہم ذیلی میں ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے اس واسطے کہ جواز ثابت ہے قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا

کہ قبضہ مویہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت مہر کی اور مصنف کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبضہ صحت کی شرط ہے اور باقی شرط مویہوب کی فتاویٰ عالمگیری میں یوں مذکور ہے کہ مویہوب مویہوب کے وقت تو اگر اپنے درخت کا پھل مہر کرے جو اس سال پھلیں گے تو جائز نہیں اس واسطے کہ فی الحال معدوم ہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سود اور خون اور صید حرم کا مہر صحیح نہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو مہر مہربانات کا جائز نہیں کذا فی الطحاوی و رکعتا ہولایا یجاب والقبول کما سیجی اور مہر کارکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آئے گا و حکما ثبوت الملک للمویہوب نہ غیر لازم فہم الرجوع والنسخ اور علم یعنی اثر مترتب مہر کا ثابت ہونا ملک کا مویہوب نہ کے واسطے ملک غیر لازم تو وہ مہر کو مہر پھر لینا اور عقد مہر کا نسخ کر دینا جائز ہے یعنی سوائے سات صورتوں کے جو مذکور ہوں گی و عدم صحت تیار الشرط فیما فلو شرط صحت ان اختیار باقی تفرقہا اور حکم مہر صحیح نہ ہونا شرط بخیار کا ہے مہر میں تو اگر مویہوب نہ نے خیار شرط کیا تو مہر صحیح ہوگا اگر وہ مہر کو اختیار کرے مابقی متفرق ہونے واجب اور مویہوب نہ کے مہر بہتر یہ تھا کہ مصنف یوں کہتا (عدم صحت بخیار الشرط بقریۃ تفریع کے والا حاصل اس کا یہ ہے کہ مہر مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے و کذا الوارہ صحیح الابرار و بطل الشرط خلاصۃ اور اسی طرح اگر واجب شرط خیار سے ابرا کرے تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصۃ مہر نے کما اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منخ الغفار میں واقع ہے والا تشبیہ غیر صحیح ہے و حکما استہلالا بطل بالشرط الفاسدۃ فہیۃ عبد علی ان یعتق یصح و بطل الشرط اور ایک حکم مہر کا یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا ہے شرط فاسدہ سے پس مہر غلام کا اس شرط پر کہ اس کو مویہوب نہ آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط باطل ہے و تصحیح یا یجاب کو مہریت و خلعت اور مہر صحیح ہے ایجاب سے چنانچہ مہریت یعنی میں نے مہر کیا و خلعت یعنی میں نے بٹھا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ و اطمینان ہذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاج اور میں نے یہ کھانا تیرے کھانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہوم خلاصہ میں یہ ہے کہ مویہوب نہ نے طلب مہر کی بطریق مزاج اور خوش طبعی کے سو واجب نے بلا مزاج مہر کی تسلیم کی تو مہر صحیح ہے اس واسطے کہ واجب خوش طبعی کرنے والا نہ تھا اور مویہوب نہ نے اس کو قبول کر لیا بقول صحیح انتہی اور اسی طرح خلاصہ کے مانند خزانہ کی عبارت ہے جس کو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجھا ہے اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاج سے مہر صحیح نہیں بخلاف اطمینان رضی فانہ عاریۃ لرقبتہا و اطعام لغلتہا بخر بخلاف اس قول کے کہ میں نے اپنی زمین تیرے کھانے کو دی اس واسطے کہ یہ قول عاریت ہے رقبۃ زمین کی اور اطعام ہے اس کے غلے کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جس کو مستقر بوردے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا و الاضافۃ الے ما سے الی جزیر عبرۃ عن الكل کو مہریت لک فرجبا و حبلۃ لک لان اللام للمملک یا ایجاب میں اضافت ہو اس جزو کی طرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ میں نے تجھ کو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اس کو میں نے تیرے لئے مقرر کر دیا ٹھہرا دیا اس واسطے کہ لام لک کے لفظ میں تمملک کے واسطے ہے ہم طحاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا ولو بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف حبلۃ باسک فانہ لیس بہرۃ بخلاف اس قول کے کہ اس کو میں نے تیرے نام کے ساتھ ٹھہرا دیا مقرر کر دیا اس واسطے کہ یہ قول مہر نہیں ہے ہم یہ قول غیر اظہر ہے اس واسطے کہ فتاویٰ عالمگیری میں غیاثہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ حبلۃ باکم ابنی یعنی میں نے اس کو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ مہر ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہیں کذا فی الطحاوی و کذا ہی لک حلال الا ان یوں قبلہ کلام لیفید الہیۃ خلاصۃ اور اسی طرح یہ قول مہر نہیں کہ وہ لونڈی تجھ کو حلال ہے مگر اس وقت مہر ہے جب کہ اس کے پہلے ایسا کلام ہو جو مہر کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ م قول مذکور اس واسطے مہر نہیں کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہیں اور اباحت فروج میں جائز نہیں کلام سابق جو مہر کا مفید ہو

اس طرح ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھ کو تو یہ لوٹدی ہے کہتا ہے یا میرا دل راضی ہے اس کے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھ کو کوئی چیز ہبہ نہیں کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھ پر حلال ہے تو البتہ یہ قول اب ہبہ منہ سے کاوا گزرتا ہے اور میں نے یہ چیز تجھ کو بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور بعد موت موصوبہ لہ کے پھر کی سو قیدیک صحیح ہے اور پھر لینے کی شرط باطل ہے اس واسطے یہ ہبہ باطل نہیں ہوتا فاسد شرط ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موصوبہ لہ کی ملک ہے اور اس کے وارثوں کی ہے بعد اس کے کذا فی الزیلعی و مکتب علی ہذہ الدابتہ ہذا یا بائع الہیۃ کما مر اور میں نے تجھ کو اس جانور پر محمول کر دیا عمل سے ہبہ کی نیت کے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا م عمل گاہے معنی ہبہ اور گاہے معنی عاریت مستقل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ شرط ہوئی و کسوتک ہذا التثویب اور میں نے تجھ کو کپڑا پہنایا یا پہنانے سے قیدیک معنی مراد ہوتی ہے بولتے ہیں کہ فلا نے نے فلا نے کو کپڑا پہنایا جبکہ اس کو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت میں اس طرح نہیں بولتے و وار کی ملک ہبہ اور میرا گھر تیرا ہے موصوبہ ہو کر م لفظ ہبہ منصوب ہے حال ہونے سے ضمیر ظرف سے اور لام قیدیک کا ہے کذا فی الدرر او عمری تسکنا لان قولہ تسکنا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح لتفسیر اللام فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاق قبل مشورۃ وان شاق لم یقبل یا واجب یوں بولا کہ میرا گھر تیرا ہے بطور عمری کے تو اس میں سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہے اس واسطے کہ تسکنا کا لفظ مشورہ ہے و واجب کا نہ تفسیر اس واسطے کہ فعل اعم کی تفسیر پڑے کی لیاقت نہیں رکھتا تو واجب نے موصوبہ لہ کو مشورہ دیا اس کی ملک میں اس طرح کہ اس میں سکونت اختیار کرے سو اگر موصوبہ لہ چاہے اس کے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے لا لوقال ہبہ تسکنی او تسکنی ہبہ بل تکنون عاریۃ اخذ بالمتیقن ہبہ صحیح نہ ہوگا اگر یوں واجب کہے گا کہ میرا گھر تیرا ہے موصوبہ ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے موصوبہ ہو کر ملک یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لے کر م لفظ ہبہ حال ہے اور تسکنی تیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ تسکنی حکم ہے قیدیک مغفٹ میں تو یہ قول عاریت ٹھہرا خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا مؤخر کذا فی الطحاوی عن النجاشی عن قتیبہ الرقبۃ فبیتہ او المنافع فعاویۃ او اعمل اعتبر الفیۃ لوزل اور حامل کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر کر دے یعنی دلالت کرے قیدیک رقبہ پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور عاریت دونوں کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل و فی الجوازات باسم ابی الاقرب الصوۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس درخت کو جھاتا ہوں اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہے م صاحب کجہ نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں سے بعضیہ جزم مذکور ہے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحاوی و نقیہ بقبول اسے فی حق الموصوب لہ اما فی حق الواجب فتصح بالایجاب وحده لان تبرع حتی لو علف ان یحب عبده لفلان فوجب ولم یقبل برفقہ بعکسہ حث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنی موصوبہ لہ کے حق میں اور واجب کے حق میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واجب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلا نے شخص کو ہبہ کرے گا سو اس نے اس کو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول کیا تو حانت نہ ہوا اور اس کے بالعکس میں حانت ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ میں فلا نے شخص کا ہبہ لوں گا سو اس نے ہبہ کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو حانت ہوگا بخلاف بیع کے م یعنی اگر قسم کھائی کہ فلا نے شخص کے ہتھ بیع کرے گا سو اس نے بیع کا ایجاب کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو حانت ہوگا اس واسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے تمام نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے توجب تک قبول نہ پایا جائے گا بیع ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحاوی و نقیہ لقتضی بلا اذن فی المجلس فانه ہنا کا قبول ناقض بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ موصوبہ لہ کے قبض

سے بلا اذن و اہب کے مجلس عقد میں اس واسطے کہ قبضہ کیا یعنی ہبہ میں قبول کرنے کے مانند ہے لہذا مخصوص ہبہ مجلس عقد ہوا مگر قبضہ کیا قبول کے اس واسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرتا ہے قبضہ پر باعتبار دلالت کے اس واسطے کہ ملک مقصود نہیں مگر قبضہ سے تو قبضہ مقید مجلس ایجاب قبول ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہ ہوتا مگر و اہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی و بعدہ یہ اسے بعد المجلس بالاذن اور بعد القضاۃ مجلس قبضہ صحیح ہوگا و اہب کے اذن سے و فی المحیط لوکان امرہ بالقبضہ حین وہبہ لا یتقید بالمجلس و يجوز القبض بعدہ اور محیط میں ہے کہ اگر و اہب نے موصوبہ کو قبضہ کرنے کا امر کیا ہو مگر ہبہ کرنے کے وقت تو قبضہ مقید یہ مجلس نہ ہوگا اور جائز ہوگا بعد اس کے بھی و التامین من القبض کا لقبضہ فلو وہب لرجل ثيابا فی صندوق مقفل و رفع علیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمكنه من القبض اور قادر ہونا قبضہ پر قبضہ کے مانند ہے تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کئے صندوق مقفل میں اور صندوق مذکور اس کی طرف بلند کیا یعنی سامنے کیا تو یہ قبضہ نہ ہوگا بسبب اس کے نہ قادر ہونے کے قبضہ پر و ان مفتوحا کان قبضا لتمكنه منه فانه کالتحیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبضہ ثابت ہوگا سامنے کرنے سے بواسطہ قادر ہونے موصوبہ کو قبضہ سے اس واسطے کہ قادر ہونا قبضہ پر مانند تخلیہ کے ہے بیع میں و فی الدرر المختار صحت بالتخلیۃ فی صحیح الہبتہ لا فاسدا اور در میں ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبضہ کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح نہ ہو فاسد میں یعنی اگر و اہب نے موصوبہ اور موصوبہ کو قبضہ کر دیا تو قبضہ صحیح ہو گیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہ ہو و فی النسخ ثلثہ عشر عقد الا لفتح بلا قبضہ اور منف میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدول قبضہ کے مقرر مذکور یہ ہیں ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد و اوزاعی و ابن شبرہ و من بن صالح ۵ عمری ۶ نخلہ معنی عطاء جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ بدل سلم میں جب کہ بعض بدل کھوٹا ہو تو اگر کھوٹے درمیں کا عوض مقبوض نہ ہو تو بقدر اس کے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جب کہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو چنانچہ گہیوں کی بیع جو سے تو اس میں تفاضل جائز ہے نہ نسیہ ۱۳ جب کہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اس میں بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی الطحاوی عن الجلی عن المنع ولو نہا عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا و لو فی المجلس لاین الصرح اقوی من الدلالتہ اور اگر و اہب نے موصوبہ کو منع کر دیا قبضہ سے تو اس کا قبضہ کرنا مطلقا صحیح نہ ہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اس واسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے مگر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبضہ کا اذن دیا تو قبضہ صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اور اگر قبضہ سے منع کیا تو قبضہ صحیح نہیں نہ مجلس میں نہ بعد مجلس کے اس واسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبضہ بھی ایجاب سے باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبضہ مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موصوبہ غائب ہوا اور موصوبہ کو وہاں جا کر قبضہ کیا اگر قبضہ و اہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں و ثم الہبتہ بالقبضہ الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبضہ کمال سے مگر قبضہ کمال مقوم میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی گنجی کا قبضہ گھر کا قبضہ ہے اور محمل القسمۃ میں قبضہ کمال تمت کرنے سے ہوتا ہے تا موصوبہ پر قبضہ بالاصالتہ واقع ہو بلا تبعیت قبضہ کل اور غیر محمل القسمۃ میں قبضہ کمال بتبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر ولو الموصوبہ شاعلا لملک الوارث لا یشغولہ یہ ہبہ کمال قبضہ

۱۔ منزم اول نے صحت نسیہ سے ترجمہ کیا ہے اس میں شاید رفع رائے مصلح سے ہوگا مگر میرے پاس کے نسخہ موجودہ میں و لہ دال مصلح سے ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے یعنی مقفل صندوق اس کے علاوہ ۱۲ ملے یعنی کم زیادہ ہونا جنس کا درست ہے اور ادعا درست نہیں کہ گہیوں مثلاً اس وقت سے اور جو بعد کو لیوے ۲

سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ مومہوب شاغل ملک وایہب ہو نہ مشغول ملک وایہب والاصل ان المومہوب ان مشغول ملک وایہب منع تمامہ
 وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر مومہوب مشغول ملک وایہب ہوگا تو مشغول نہ ہو رہے کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر مومہوب
 شاغل ملک وایہب ہوگا تو مومہوب تمام ہونے کا مانع نہ ہوگا یعنی در صورت مشغولیت مومہوب تسلیم متنع ہوگی تو مومہوب کی صحت متحقق نہ ہوگی
 اور در صورت شاغلیت مومہوب تسلیم متنع نہ ہوگی تو مومہوب بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو دہب جربا با فیہ طعام الواہب اور ا فیہا متاعہ
 اور ابہ علیہا سر جہ وسلمہا کذا لک لا تصح تو اگر وہ مقیلا مومہوب کیا جس میں وایہب کا طعام ہے یا وہ گھر جس میں وایہب کا اسباب ہے یا وہ جانور
 بخشا جس پر وایہب کا زین ہے اور تینوں چیزوں کو اسی طرح تسلیم کیا تو مومہوب بھی صحیح نہ ہوگا م اس واسطے کہ مومہوب ملک وایہب سے مشغول ہے
 کیونکہ طرف کو منظور مشغول کر دیتا ہے اور طرف منظور کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر و بعکسہ تصح فی الطعام و المتاع و السر جہ فقط لان
 کلامنا شاغل ملک الواہب لا مشغول بہ اور اس کے بالعکس میں مومہوب صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط اس واسطے کہ ہر واحد اشار
 ثلثہ سے ملک وایہب سے شاغل ہے نہ مشغول م خلاصہ یہ ہے کہ طرف کا مومہوب بدون منظور صحیح نہیں اور منظور کا مومہوب بلا طرف صحیح ہے
 کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک وایہبہ لا یمنع تمام مومہوب میں مشغولیت ملک وایہب کی قید اس واسطے
 لگائی کہ مومہوب کا مشغول ہونا غیر وایہب کی ملک سے کمال مومہوب کا مانع نہیں م مومہوب اس کی صورتوں کے ایک صورت یہ ہے کہ وایہب نے
 مومہوب لہ کو ایک گھر مومہوب کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو مومہوب پورا
 ہے گھر میں اس واسطے کہ وایہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقتہ تو اس کی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا
 کہ متاع وایہب کی ملک نہ تھی اور غیر وایہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحاوی کہ ہن و صدقہ لان القبض شرط تمامہا و تمامہ فی العادیۃ
 تمام ہونا مومہوب کا قبضہ کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند اس واسطے کہ قبضہ شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونے کی اور پورا بیان
 اس کا عادیہ میں ہے م یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبضہ کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا ملک رہن اور صدقہ کا مشغول ہونا
 ملک مقصد مضر ہے اور دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحاوی و فی الاشبہا مومہوب مشغول و تحوز
 الا اذا وہب الاب لطفہ اور ا شبہا میں ہے کہ مومہوب مشغول کا جائز نہیں مگر جب کہ باپ اپنے مومہوب کو مومہوب کرے تو جائز ہے قلت و کذا الدرر للعارف
 میں کتابوں اور اسی طرح عاریت کا گھر ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستغیر یا معیر نے کسی کا اسباب
 غضب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر مستغیر نے معیر کو وہ گھر مومہوب کر دیا تو اس گھر کا مومہوب صحیح ہے اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر وایہب
 کی ملک ہے کذا فی الطحاوی و التی و ہبتا لزوجہا علی المذہب لان المرأة و متاعہا فی ید الزوج فصح تسلیم اور مومہوب مشغول اس گھر میں
 جائز ہے جس کو زوجہ نے اپنے زوج کو مومہوب کیا بنا برضا ہر مذہب کے اس واسطے کہ عورت اور اس کا اسباب زوج کے ہاتھ میں ہے
 تو تسلیم مومہوب صحیح ہو گئی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو مومہوب کیا اور زوج اس میں رہتی ہے اور اس کا اسباب
 اس میں ہے اور زوج بھی اس کے ساتھ اس کے گھر میں رہتا ہے تو یہ مومہوب صحیح ہے اس واسطے کہ زوجہ گھر اور اسباب کے زوج
 کے ہاتھ میں ہے اور مقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ مومہوب مذکور جائز نہیں کذا فی الطحاوی و قد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت
 م من و ہبت لزوج دارالماہما م متاع و ہم فیہا تصح المحرمہ اور مقرر میں نے بدل ڈالی و ہبانیۃ کی بیت سو میں نے یوں کہا اور جس
 م یعنی بھر دینے والا ہو نہ بھرا ہوا یعنی منظور ہو نہ طرف ۱۲

زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر سہہ کیا جس میں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اس میں رہتے ہیں تو ہبہ صحیح ہے یہی قول محرم معتد علیہ ہے
م و ہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی ومن و ہبت للزوج دارا لہا بہاۃ متاع و ہم فیہا لقولان یزید یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر
سہہ کیا جس میں زوجہ کا اسباب اور زوج اس میں رہتے ہیں تو دو قول اس میں مرقوم ہیں یعنی جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ
عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا اشارہ نے بیت میں تصرف کر دیا و فی الجہرۃ و حیلۃ ہبۃ المشغول ان یوزع الشغل اولاً عند المویہوب لہ ثم
یسلمہ الدار مثلاً ففتح لفتحاً بالمتاع فی یدہ اور جو ہرہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے شغل کو مویہوب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر
مویہوب لہ مثلاً مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا یہ سبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ مویہوب لہ کے ہاتھ میں یعنی جب شغل بطریق
ودیعت مویہوب لہ کے قبض میں آیا پھر مشغول تسلیم و اہب اس کے پاس آیا تو دونوں پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق بتیم
محرر مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے مویہوب مفرغ میں م یعنی جو مویہوب کہ فارغ ہو ملک و اہب اور حق ملک سے تواضعت نہ ہو گیا پھر کے
ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین میں مضموم وہ مویہوب مفرغ جس کی قسمت ہو گئی اور مشاع باقی نہ رہا و مشاع
لابقی متغایر بعد ان تقسم لکبیت و حام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اس مشاع یعنی غیر مقسوم میں جو فتح لینے کے لائق نہیں رہتا
قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کو بڑی اور حام صغیر مشاع لا تقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا یا یعنی کہ بعد قسمت کے اصلاً منتفع نہیں ہوتا
چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحد یا بعد قسمت کے منتفع نہیں رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حام صغیر
کذا فی الدرر لا ینالان بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اس واسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنے سے اس مشاع میں جو قسمت
پذیر ہے م قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذکور اور مانند اس کے کذا فی الدرر قسمانی نے کہا جس کی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور
محتل القسمۃ نہیں اور نہیں تو قسمت پذیر ہے انتہی کبر الراقی میں ہے کہ حد فاصل محتل القسمۃ اور غیر محتل القسمۃ میں یہ ہے کہ جو چیز دو شخصوں میں
مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ مانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ محتل القسمۃ
ہے چنانچہ گھر اور بڑی کو بڑی اور اگر قاضی جبر نہ کر سکے تو وہ محتل القسمۃ نہیں چنانچہ عبد اور حام اور بیت صغیر اور دیوار و لوف و ہبہ لشریک اولاً جنہی
عدم لقول القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ہذا المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ و اہب نے اس کو اپنے شریک
کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو محبت عدم تصور قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ میں ہے تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب مطلق درر سے
مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا و فی الصیرفیۃ عن العتابی وقیل یجوز لشریک و ہو الخیار و صیرفیۃ میں عتابی سے
منقول ہے اور حضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے ہم فقہاء کی ظاہر عبارت سے عدم جواز معتد ہے یہاں تک کہ
شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی یعلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحاوی فان قسمہ و سلمہ صحیح لزوال
المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور مویہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا یہ سبب دور ہو جانے مانع یعنی مانع قبض کامل اشاعت تھی سو قسمت
اور تسلیم سے زائل ہو گئی و لو سلمہ شائعاً لا یمیککہ فلا ینفذ تصرف فیہ فیمنہ و ینفذ تصرف الواہب و لا اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اس طرح
پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو مویہوب لہ اس کا مالک نہ ہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اس کا تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا تو مویہوب لہ اس کا تاوان دے گا
در صورت تصرف اور و اہب کا تصرف اس میں نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیما عن الفصول البیہۃ الفاسدۃ تعید الملک بالقبض و بقیۃ و مشکلی البزازیۃ
علی خلاف ما حکم فی العادیۃ لکن لفظ الفتویٰ اذ من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لیکن درر میں ہے فضول سے کہ ہبہ فاسد

ملک کا مقید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتویٰ ہے اور مانند اس کے بڑا یہ میں ہے برخلاف اس قول کے جس کو صحیح کہا ہے
 عمار یہ میں لیکن فتویٰ کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اس کو مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام
 کے ساتھ ظاہر عبارت شارح دال ہے کہ ہبہ مشاع قبل قمت فاسد ہے حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہے چنانچہ سلی میں اتقانی سے مذکور ہے
 اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے بیع مشاع کی جائز ہے قمت پذیر اور عدم قمت پذیر میں اور اجارہ اس کا جائز ہے شریک سے
 نہ اجنبی سے وعلیہ الفتویٰ اور اجارہ مذکور فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اس کا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی
 تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ مستلفہ ہے والا جائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہے معسوم اور غیر معسوم میں اور شریک اور غیر شریک برابر ہیں اور
 وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے نہ محمد کے نزدیک اور خلاف محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز نہیں اور
 ایداع مشاع شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحاوی وبل للقریب الرجوع فی الہیۃ الفاسدۃ قال فی الدرر
 نعم ولتعبہ فی الشرع بالیۃ بآء غیر ظاہر علی القول المفتی بہ من افادتها الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہے قرابت وار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ میں ودر
 میں کہا کہ ہاں جائز ہے اور شریک بالیہ میں ہے اس پر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا
 مفید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے والمناخ من تمام القبض فیلوع مقارن للعقد لا طاری کان یرجع فی بعضہا شائعاً
 فانہ لا یفسد الاتفاقاً اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے
 طاری ہو چنانچہ واجب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفید ہبہ نہیں بالاتفاق م شیوع متصل کی یہ صورت ہے کہ واجب اپنا
 نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع میں ہبہ کو باطل کر دے والاستحقاق شیوع
 مقارن لا طاری فیفسد کل حق لو سبب ارضاً وزرعاً وسلمھا فاستحق الزرع بطلت فی الارض والاستحقاق لبعض الشائع فیما یتمثل القسمۃ اور استحقاق
 شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفید ہے کل مویہ کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق
 ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ میں م زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب
 ودر نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ حکم القفال شے واحد کے مانند ہے پھر جب احدہا مستحق ٹھہر تو یوں ہو گیا کہ گویا بعض شائع
 مستحق ٹھہر محتمل القسمۃ میں تو ہبہ باطل ہو گیا باقی میں اور اس تحلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنی لانه کما شاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی
 والاستحقاق اذا طر بالبیۃ کان مستنداً الی ما قبل الہیۃ فیکون مقارناً لما لا طاریا کما زعم صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جب کہ
 گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ما قبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے اگرچہ
 ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا اتباع کیلئے اس قول میں سو آگاہ رہو ہم استحقاق زرع کو ظہیر میں شیوع مقارن کہا ہے اور نہایت اور کرمانی
 میں اس کو شیوع طاری قرار دیا ہے قستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ میں دونوں روایتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال
 اس قول میں متفق نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح ہبۃ لبن فی ضرع و صوف علی غنم و نخل فی ارض و نخل فی نخل لانه کما شاع
 اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور روئیں کا ہبہ بھڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت میں اس واسطے کہ یہ ہبہ
 مشاع کے مانند ہے ولو فضلہ وسلمہ جائز لزال المانع اور اگر واجب مویہ کو جدا کر ڈالے یعنی مثلاً دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہبہ اور

ف مشاع کا ہبہ درہن و فیرہ

تسلیم کر دے تو جائز ہے بسبب دور ہو جانے مانع قبض کال کے وہی یعنی فصل المویہوب لہ باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا مویہوب لہ کا واہب کے اذن سے درر کا ظاہر یہ ہے کہ مال کفایت کرتا ہے بخلاف رفیق فی برہ و دین فی المسموم و من فی لبن حیث لا یصح اصلاً لانه معدوم فلا یمکن الالبعد جدید بخلاف اس آٹے کے جو گیہوں میں بالقوة ہے اور اس تیل کے جو تلوں میں ہے اور اس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ یہ اصلاً صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ بالفعل معدوم ہے تو مملوک نہ ہوگا مگر عقد جدید سے عدم جواز کا بھید ہے کہ گیہوں مستحیل ہو کر آتا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالة کے دوسری چیز ہو جاتے ہیں کذا فی الدرر و ملک بالقبول بلا قبض جدید لو المویہوب فی ید المویہوب لہ و لو بغصب امانة لانه حیثینذ عامل لنفسه اور مویہوب مملوک ہو جاتا ہے قبول کر لینے سے بلا قبض جدید اگر مویہوب مویہوب لہ کے ہاتھ میں ہو مہرہ کے وقت اگر اس کا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی جب کہ مویہوب لہ قابض نے یہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنے والا ہے یعنی بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والا اصل ان یقبضین اذا تجا نساب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے جب کہ دو قبض ہم جنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہے مچنانچہ ایک شخص کے پاس وراثت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض وراثت قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اس واسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا بلا قبض متانف و اذا تفایر نواب الاعلیٰ عن الادنی لا عکسہ اور جب کہ دونوں قبض ہم جنس نہ ہوں متغائر ہوں تو قبض اعلیٰ قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنیٰ کے اور ادنیٰ اعلیٰ کا نائب نہیں ہوتا مینابت اعلیٰ کی مثال یہ ہے کہ غصب سے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو مہرہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حالت نہیں اور قبض ادنیٰ کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے اس کے ہاتھ بیچ ڈالی وہ ہبۃ من لہ ولایت علی النفل فی الجملة و ہو کل من یحولہ فذل الاخ المم عند عدم الاب لونی عیالہم اور مہرہ اس شخص کا جس کی فی الجملة ولایت صغیر پر ثابت ہے اور دلی فی الجملة وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بجائی اور چچا دلی فی الجملة میں داخل ہوا باپ کے نہ ہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر ان کے عیال میں ہو م دلی فی الجملة سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مالی میں تصرف نہ کر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہ ہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحاوی تم بال عقد لو المویہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض المولیٰ نیوب عنہ ولی فی الجملة کا مہرہ پورا ہو جاتا ہے عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر مویہوب معلوم ہو اور مویہوب ولی کے ہاتھ میں ہو یا اس کے مودع کے ہاتھ میں اس واسطے مہرہ مذکور پورا ہے کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والا اصل ان کل عقد تیولہ الواحد یمکن فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اس میں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وہب لہ اجنبی تم قبض و قبض ولیہ و ہوا حدار بقرۃ الاب ثم وصیہ ثم الجدم ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرہم و عندہم تم قبض من یحولہ کمرہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز مہرہ کی تو مہرہ تمام ہوتا ہے اس کے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اس کا وصی پھر دادا پھر اس کا وصی اگرچہ صغیر ان کی گود لینے ان کی پرورش اور حمایت میں نہ ہو اور ان کے نہ ہونے کے وقت مہرہ تمام ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جس کے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا دامہ و اجنبی و لو لم یقلوا فی حجرہما والا لالغوات الولایۃ اور مہرہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اس کی مال کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملقب ہو بشرطیکہ صغیر مال اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہ ہو تو مال اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنع و یقبضہ لومیزاً یعقل التحصیل اور مہرہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے

لہ عقد پانے والا لینے روکے کو چڑا پایا ہو ۱۲

قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولومع وجود ابیہ مجتبی لاند فی المنافع المحض کا بالغ ہے تو وہ سب لہ اعلیٰ
 لافع لہ و تلحقہ مؤنۃ لم یصح بقولہ اشباہ سبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اس کا موجود ہو کذا فی المجتبی اس واسطے کہ نابالغ منافع
 محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں سبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اس پر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا
 صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلاف فیما لو قبض من یولہ والاب حاضر فقیل لایجوز وایصح ہوا جواز انتہی میں کہتا ہوں لیکن
 برجندی میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو بعضوں نے کہا کہ قبض
 مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی میں یہ استدراک ہے عندہم کہ قول پر وظاہر القستانی ترجیح و عوارہ فخر الاسلام
 وغیرہ علی خلاف ما اعمدہ المصنف فی شرحہ و عوارہ للخلاصۃ اور قستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قستانی نے اس کو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے
 برخلاف اس قول کے جس پر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اس کو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے م
 قستانی نے جواز قبض مرنی طفل باوجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہے تبصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے
 منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغیر سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی ہے کذا فی الطحاوی لکن متنبہ بحیثہ وصل ولو بامہ والا جنبی
 ایضا قاتل لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بہ سبب وصل کرنے ولومع وجود ابیہ کے امہ والا جنبی کے ساتھ بھی سو اس میں تامل
 کرم یعنی جس طرح مصنف کا قول ولومع وجود ابیہ منصوص ہے اس قول سے ولقبضہ ولومیز اسی طرح اگر اس کو امہ والا جنبی سے وصل کیجیے
 تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے سبہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی و صح روہ لہا کقبولہ
 سراجیہ اور صغیر کا سبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اس کا صحیح ہے کذا فی السراجیہ و فیاحسان البصی لہ ولا بویہ اجر لتعلیم ونحوہ اور سراجیہ میں ہے
 صغیر کی نیکیاں اس کے واسطے ہیں یعنی اسی کو ثواب ہے ان کا اور اس کے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ہم بعضوں کے نزدیک صغیر کی
 نیکیوں کا ثواب اس کے والدین کو ہے اور قول معتد یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اس کا کفارہ ہوں لہذا اس کے
 حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحاوی دیباج لوالدیہ ان یا کلامن ماکول وہب لہ وقیل لا انتہی فافادان غیر الماکول لایباح لہا الحاجۃ
 اور صغیر کے والدین کو اس مال کا کھانا مباح ہے جو اس کو سبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی مافی السراجیہ تو سراجیہ سے
 معلوم ہوا کہ مویوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بعز ورت چنانچہ اللاس والدین وضو اہل یا الختان بین یدی البصی فیما یصل لک ثیاب البصیان
 فالمدیہ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب او معارفہ فلا باب او من معارف الام فلا مال قال ہذا للبصی اولاً لو کون نے غتنے کے وقت صغیر کے آگے
 تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے چنانچہ لڑکوں کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا ملوک ہے اور اگر ایسا نہیں چنانچہ دراہم اور دنیا نیر کذا فی العالمیہ
 تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت داروں یا اس کے دوستوں سے ہے تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب اور دوستوں سے ہے
 تو تحفہ اس کی ماں کے واسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو ولو قال ابدیت للاب والام فالقول لہ
 اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ میں نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا و کذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسی طرح کا حکم ہے لڑکی کی
 شب زفاف کے تحفوں کا کذا فی الخلاصۃ و فیما اتخذ لولدہ او لتلمیذہ شیاً ثم اراد وفعھا لغيرہ لیس لہ ذلک مالم یبین وقت الاتخاذ انما عاریۃ اور
 خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہ اس کو جائز نہیں جب تک کپڑے بنانے کے وقت یوں
 بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہیں م ولد صغیر کے حق میں اتنا ذیاب بلا تسلیم ہے لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم مہم معلوم نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس

کے حق میں اتحاد کو تسلیم پر محمول کیجئے بزاری میں ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کے وقت یہاں کر دے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہے اس واسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحاوی
وفی المتبغی اثبات البدن میلکما بلبسها بخلاف نحو ملحفة ووسادة اور متبغی میں ہے کہ بدن کے کپڑوں کا لڑکا مالک ہوتا ہے ان کے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہوں گے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ متبغی میراث نہ ہوں گے اور یہ مسئلہ اس صورت میں مفروض ہے جب کہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتحاد کا ثبوت تولد کے بعد مفروض ہے تو دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا کذا فی الطحاوی وفی الخانیة لایباس بتفصیل بعض الاولاد فی المحبة لانا مکمل القلب وکذا فی العطایا اذالم یقصد به الاضرار وان قصد یسوی بمنیم یعطى البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے میں اس واسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی اس میں اختیار نہیں اور اسی طرح بعض اولاد کے زیادہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں جب کہ مندر رسائی باقی اولاد کی مقصود نہ ہو اور اگر مندر رسائی کا قصد کرے تو ان میں برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے ہم عطایا میں کمی یا زیادتی مکر وہ ہے جب کہ اولاد درجے میں برابر ہوں اور اگر برابر نہ ہوں چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہو نہ کسب میں تو اگر اس کو زیادہ دلوے تو جائز ہے بلا کر اہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اس کو قوت سے زیادہ دے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال امور خیر میں صرف کر ڈالوں تو یہ بہتر ہے اس کے واسطے چھوڑ جانے سے انتہی اور محمد کا قول غیر محتار یہ ہے کہ عطایا میں بیٹی کا دنا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحاوی ولو وہب فی صحۃ کل المال للولد جاز واثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہو گا ہم یعنی ایک ولد کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہبہ بعد موت کے منقوض نہ ہو گا جاری رہے گا لیکن اس طرح کا ہبہ گناہ ہے تو نہ کرنا چاہیے اور بعض مذاہب میں ہبہ مذکور منقوض ہو گا اس کی موت کے بعد اور سب واثاث اس میں میراث پادیں گے کذا فی الطحاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ جبر مورث تا مورث قول ضعیف ہے والد اعلم وفیہا لا یجوز ان یکب شیاً من مال طفله ولو لعوض لانا تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلے کر ہبہ ہو اس واسطے کہ ہبہ ابتداء میں احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وفیہا یمسح القاضی ما وہب للصغیر حتی لا یرجع الواهب فی ہبۃ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیرے ولو قبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فاقبض لہا بعد الزفاف ما وہب لہا صحیح قبضہ ولو بحضرة الاب فی الصحیح لنیابة عنه فصح قبض الاب کقبضاً ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اس کا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں بہ سبب تا۔ ہونے زوج کے اس کے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہو تو باپ کا قبض بطریق اولیٰ صحیح ہو گا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بلا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اسی کا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا م زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد و قبلہ اسے الزفاف لایصح لعدم الولاية اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موجب پر صحیح نہیں بسبب نہ ہونے ولایت کے وہب اثبات دار الواحد صحیح لعدم الشیوع دو شخصوں یعنی دو شریکوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ ہبۃ عدم شیوع م اس واسطے کہ دونوں شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور موجب نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہ ہوا کذا فی الدرر والمخ وعلیہ لکیرین

(نہ بقیہ)

ف اولاد کو عطایا دینے میں کمی زیادتی مکر وہ ہے

لا عندہ للشیوع من یحتمل القسمة اور بالعکس اس کے لینے ایک شخص نے دو بالغوں کو ہبہ کیا تو اہم کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمة میں اس واسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر مجین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمة میں اور وہ ہبہ کا مانع ہے اما لا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقاً اور اگر مویوب محتمل القسمة نہ ہو چنانچہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصوں کو باتفاق اہم اور مجین کے صحیح ہے قید کبیرین لانہ لودہب کبیر و صغیر فی عیال کبیر اولابنیہ صغیر و کبیر لم یجز اتفاقاً ہم نے دو بالغوں کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر دہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق م بحوالہ ائق اور منع الغفار کی عبارت یوں ہے (لودہب کبیر و صغیر فی عیالہ) اور دونوں کتابوں میں محیط سے تفصیل مسئلہ یوں منقول ہے کہ دہب ہبہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر نتائج باقی نہ رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر دہب کی طرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی عدت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحاوی وقیدنا بالبیت لجزا رہن والاجارۃ من اتین اتفاقاً اور عدم جواز میں ہم نے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ رکھے تو جائز ہے واذ الصدق بعشرۃ درہم او وہبہا لفقیہین صح لان البیت للفقیر صدقۃ والصدقۃ یواد بہا وجر البیت تعالیٰ وہ سو واحد فلا شیوع اور جب کہ دس درم دو فقیروں کو خیرات دیے یا ہبہ کیے تو صحیح ہے اس واسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضا ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہ ہوا م زیلعی میں ہے اور فقیر نائب ہے خدا نے تعالیٰ کا لا الغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا یصح للشیوع اسے لائق تھے تو قسم و سلمہ صحیح نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصوں کو اس واسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہ ہوگا بسبب شیوع کے یعنی ملوک نہ ہوگا تو اگر درہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی تم نفی محتمل سے نفی ملک مراد ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے دہب رحلین درہم ان صحیح ایک شخص نے دو مردوں کو ایک درہم ہبہ کیا اگر درہم صحیح یعنی جید اور گھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ یہ ہبہ ہے مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنع وان منشوشا لالانہ ما تقسم لکونہ فی حکم العدم فی اور اگر درہم مذکور منشوش یعنی گھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اس واسطے کہ درہم منشوش محتمل القسمة ہے اس واسطے کہ وہ در حکم اسباب کے ہے معدوم ہوا فقال لرحل و بہت ملک احد ہما نصفہا ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درہم ہیں سو اس نے دوسرے مرد سے کہا کہ میں نے ان دو درہموں سے ایک درہم تجھے تو ہبہ کیا یا ان کا نصف ہبہ کیا تو اگر دونوں درہم برابر ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو ہبہ جائز نہیں م اس واسطے کہ جب وزن اور جودت میں برابر ہو تو ہبہ مشاع کا ٹھہرا محتمل القسمة میں کیوں کہ اس میں جبر علی القسمة جائز ہے کذا فی المنع وان اختلفا جائز لانہ مشاع لا یتیم ولذا لودہب ثلثا جائز مطلقاً اور اگر دونوں درہم مختلف ہوں اس طرح پر کہ ایک درہم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمیہ کہ تو ہبہ جائز ہے اس واسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسی واسطے کہ دونوں درہموں کے دولت ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقاً خواہ دونوں مستوی ہوں یا مختلف کذا فی الطحاوی و تجوز ہبۃ حائلین دارہ و بین دارہ جارہ لجارہ و ہبۃ البیت من الدار فمذیل علی کون سقف الواحد علی الحائط و اختلاط البیت بخیطان الدار لا یمنع صحۃ البیت مجتہبی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اس دیوار کا جو دہب کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھڑی کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے دہب کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیواروں سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتہبی م طحاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہے والا اس کی صراحت ہے اگر ہبہ کیا ایک بالغ اور ایک صغیر کو حالانکہ صغیر اس کے یعنی دہب کی عیال میں ہے ۱۲

نہیں کلام میں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا ماہ یا سماں میں اپنا حصہ بہہ کرے اور زمین کرے اور مویہ کہ کو قبضہ پر مسلط کر دے تو بہہ جائز ہے اسی طرح ہے بہہ بیت کا مع جمیع حدود حقوق مقسوم اور مفروض ہو کر قبضہ باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ مشترک رہے اس میں اور دوسرے میں جائز ہے انتہی

باب الرجوع فی الہیۃ یہ باب ہے رجوع فی الہیۃ میں یعنی دے کر پھر لینا بہہ سے مراد مویہ ہے اس واسطے کہ رجوع یعنی پھر لینا ایمان میں ہوتا ہے نہ اقوال میں کذا فی الطحاوی صحیح الرجوع فیہا بعد القبض اما بقدر غم تم الہیۃ بہہ کر کے پھر لینا صحیح ہے بعد قبضہ کے پہلے تو خود بہہ تمام نہیں ہو م یعنی اگر قبضہ مویہ لے کے واہب نے مویہ کو نہ دیا تو مویہ واہب کی ملک سے خارج نہ ہوا تو اس کو رجوع فی الہیۃ نہیں کہتے مع انتقام مانعہ آلائی وان کرہ الرجوع تحریمی دقل تنزیہاً نہایہ مویہ کا پھر لینا صحیح ہے ساتھ نہ ہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی السنۃ صحیح حدیث میں وارد ہے اس کے مثل جو دیتا ہے پھر لیتا ہے اس کتے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہے پھر جب آسودہ ہوتا ہے تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جو بہہ کرے وہ اس کا زیادہ تر حقدار ہے جب تک اس کا عوض نہ لے انتہی تو رجوع فی الہیۃ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی ولو مع اسقاط حق من الرجوع فلا یسقط باسقاط خانۃ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیۃ دنی الجواہر لا یصح الارجاع من الرجوع ولو صالح من حق الرجوع علی شے صحیح وکان عوضاً عن الہیۃ لکن یسعی الشرط فی العقد اور جو بہہ میں ہے کہ صحیح نہیں ابراء کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالح کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالح صحیح سے اور یہ عوض ہوگا بہہ کا لیکن آگے آگے مشروط ہونا عوض کا عقد میں یعنی جہتی سے منقول ہوگا و یمنع الرجوع فیہا حروف ومع خرقہ یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہیۃ کو حروف ومع خرقہ کے منع کرتے ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبع آیندہ مراد ہے م موانع سبع کو تسہیل ضبط کے واسطے اہم نسخی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہے اور معنی ترکیب یہ ہے کہ آنسو نے اس کو زخمی کر ڈالا خرقہ بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برہمی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ بحروف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہے نفس عین مویہ میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانے کی موجب ہے م زیادت کی قید اس واسطے لائی کہ نقصان مویہ چنانچہ حاصل ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہو گئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے چنانچہ غلام اور لونڈی میں طول فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاح لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتدہ العتق فی غلیتہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متعلقہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جو ان ہوا پھر بٹھا ہو گیا لیکن خانیہ میں اس کے مخالف ہے اور اعتقاد کیا ہے اس پر قہستانی نے تو اس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا مستغیر فیہ ہے اس واسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ عود نہیں کرتی م زیادت زائدہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ مرد نے غلام بربکھا پھر وہ جوان ہوا اور بٹھا ہو گیا اور اس کی قیمت گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا بدن زیادہ ہو گیا اور قد و راز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور نا طمعی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی بہہ کی پھر وہ موی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسی طرح جمیع حیوانات میں اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا مسلم نہیں بلکہ یہ از

قبیل زوال مانع کے ہے کذا فی الطحاوی کیناء وغرس ان عدا زیادة فی کل الارض والارض جمع زیادت متعلقہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موسومہ میں بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موسومہ کی زیادت میں شمار ہوا اور اگر کل زمین کی زیادت میں محدود نہ ہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عدا فی قطعة منها امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو امتنع ہوگا رجوع فقط اسی قطع میں کذا فی الزیلعی م فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی موسومہ ہبہ نے ایک کنارے پر کھجور جانی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت میں محدود نہ ہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دکان نہایت صغیر بناوے تو یہ اصلاً زیادت نہ ٹھہرے گی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہ ہوگی بلکہ اس کے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی و سمن و جمال و خیاطہ و صیغ و فقر و ثوب و کبر و صغیر و سماع اصم و البصار اعمی و اسلام عبد و مداواة و عفو جنایات و تعلیم قرآن و کتابت و قراة و نقطہ مصحف با عرابہ و حمل قرمن بغدادی بلخ مثلاً و نحوہ اور مانند فریبی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور جوان ہو جانے صغیر اور سماعت بھرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اس کے معالجے کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد کے بلخ کی طرف مثلاً اور مانند مذکورہ کے م معالجہ کرنا غلام کا اس وقت زیادت متعلقہ میں شمار ہوگا جب کہ وہ واہب کے پاس بچا ہوا ہو اور موسومہ لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موسومہ لہ کے پاس بچا ہوا ہو اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اس نے کسی کا عمداً خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اس کو معاف کر دیا ہو جب کہ وہ موسومہ لہ کے پاس ہو اور نفل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اس کو زیادت متعلقہ کی مثال قرار دیا و فی البرزازیة والجلبل ان زاد خیر منع الرجوع وان نقص لا اور ہزازیہ میں ہے اور محل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں م عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور بعض دبی اور بد صورت تو در صورت اولی زیادت متعلقہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادة ففی المتولدة ککبر القول للواہب فی النخبہ و خیالہ و صیغ للموسوم لہ خانیة و حادی و مثله و فی المحيط لکنہ استثنیٰ مالوکان لایبنی فی مثل تلك المدة اور اگر واہب اور موسومہ لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف کیا تو زیادت متولدة میں جیسے جوان ہو جانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت کے موسومہ لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیة و الحادی اور مانند اس کے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنیٰ کیا ہے جو بن نہیں سکتی اس قدر مدت میں م توضیح اختلاف یہ ہے کہ مثلاً موسومہ لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھ کو صغیرہ دی تھی سو جوان ہو گئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں میں نے اسی طرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لایمنع الزیادة المنفصلة کو لد وارش و عقروثرة فیرجع فی الاصل لا الزیادة زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موسومہ کا اور دیت اور مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے نہ زیادت میں م مثلاً زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اس کا ہاتھ کسی لے کاٹ ڈالا اور اس کا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لے گا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موسومہ سے جدا اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لکن لا یرجع بالام حق لیستغنی الولد عنا کذا نقیة العتستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف

جائز ہے ولو ذهب العبدان جرتم عوض فكل من الرجوع بجر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال مہیا کیا پھر موبوب لہ نے اس کا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہے کذا فی الجرم وجہ اس کی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہیں ہے پھر جب بسبب بطلان مہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موبوب لہ بھی رجوع پر قادر ہوگا اس واسطے کہ بنا برتویض مہبہ پر تہاجب مہبہ باطل ہوا تو تویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تویض مسلم من نصرانی عن مہبۃ خمر او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم بجر اور جائز نہیں مسلمان کو شراب یا سورہ عوض نصرانی کے مہبہ سے اس واسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سورہ کی تملیک صحیح نہیں کذا فی الجرم یعنی اگر نصرانی نے کوئی چیز مسلم کو مہبہ کی سو مسلم نے عوض اس کے شراب یا سورہ نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا مہبہ پھیر لینا درست ہوگا و تشرط ان لا یكون العوض لبعض الموبوب فلو عوضه البعض عن الباقی لا یصح فله الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض مہبہ کا بعض موبوب لہ نہ ہو تو اگر بعض موبوب کو باقی موبوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو واجب کو باقی موبوب میں رجوع درست ہے ولو الموبوب شیین فعودہ احدہما عن الآخر ان کان فی عقدین صح والا لان اختلاف العقد کا اختلاف لعین اور اگر موبوب دو چیزیں ہوں سو موبوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موبوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں موبوب ہوں تو درست نہیں اس واسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم یعین فی ہبۃ ورجوع مجتبی اور درامہ متعین ہو جاتے ہیں مہبہ اور رجوع مہبہ میں کذا فی المجتبی م توجب درامہ موبوب پر قبضہ کیا اور پھر درامہ کا بدلہ بجنسہ یا بغير جنسہ دیا تو رجوع جائز نہ رہا اور رجوع اسی وقت تک جائز ہوگا جب تک درامہ موبوب بعینہ قائم اور موجود ہوں گے اور اگر موبوب لہ نے ان کو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحاوی و دقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا لحدوثہ بالظن اور گھیرل کا آگاہیوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آئے کے پینے سے م تو آئین موبوب یا بعض موبوب نہیں ہے کہ تویض اس کی صحیح نہ ہو و کذا لو صبغ بعض الثیاب اولت بعض السویق ثم عوضہ صح فانہ اور اسی طرح اگر موبوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا محتویے ستوپانی میں گھولے پھر اس کو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیۃ م ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے مہبہ کئے سو موبوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کر کے واجب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موبوب میر میر ستوپان سے موبوب لہ نے پاؤں پر ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اس واسطے کہ رنگیت اور پانی ملنے سے موبوب میں زیادیت حاصل ہوئی تو بعینہ موبوب باقی نہ رہا گویا دوسری چیز ہو گئی ولو عوضہ ولد احدی جادین موبوبین و جد ذلک الولد بعد الہبۃ اقلع الرجوع اور اگر دو موبوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو مہبہ کے بعد پیدا ہوا موبوب لہ نے واجب کو عوض دیا تو رجوع منتع ہو گیا و صح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کی طرف سے اور واجب کا حق رجوع مہبہ کا سا قلم ہو جاتا ہے جب کہ واجب اس پر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موبوب لہ کی طرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التویض بغير اذن الموبوب لہ اور اگر چہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موبوب لہ ہولہ رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موبوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگر چہ تویض موبوب لہ کے امر سے ہو مگر جب کہ موبوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض مہبہ کا دے میری طرف سے ہاں شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تویض نہ واجب ہونے کے سبب سے ہے بخلاف اداسے دین م یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موبوب کو عوض مہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف اداسے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے اس واسطے

کہ ادا سے دین مدیون پر واجب ہے تو جب اس نے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی ہے بقدر دین اس نے قرض لیا والا اصل ان کل ما لایطالب بہ الانسان بالحبس والملازمة لیكون الامر با داء مشیتا للرجوع ممن غیر اشتراط القضاء ومالا فلا الا اذا اشترط القضاء ان غلبت اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جائے جس اور ملازمت سے تو اس کے ادا کا امر کرنا رجوع کا مشیت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اس کا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اس کے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اس وقت جب کہ امر کرنے والا اپنے اور ضمان اس کا شرط کرے کذا فی الظہیر تم بحبس اور ملازمت کی قید سے ادا نذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی پر ان کا مطالبہ لیکن جس اور ملازمت سے نہیں کذا فی الطحاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجب علیہ اور اس وقت میں یعنی جب کہ قاعدہ مذکور معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے بھرے گا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہ بھا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لیکن بخرج عن الاصل مالو قال انفق علی بناء داری اذ قال الاسیر اشترتی فانه رجع فیما بلا شرط رجوع کفالة خانیۃ مع انه لایطالب بها لایحبس ولا ملازمة قتال لیکن قاعدہ مذکور سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو خرید کر لے یعنی مال دے کر مجھ کو ظالم سے خلاص کر ا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالة الخانیۃ باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بنا دوار اور استخلاص کا جس سے نہ ملازمت سے سوا اس میں تامل کرم شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اس کا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح نے بلفظ قتال اشارہ کیا کہ وجہ استثنائیں نظر ہے کذا فی الطحاوی وان استحق نصف الہیۃ رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موجب نہ نصف عوض پھر لے م جو ہر وہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض اس وقت ہے جب کہ موجب محتمل القسمۃ نہ ہو اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھر لے کذا فی الطحاوی وعکسہ لا مال لم یرد ما یبقی لانه یصلح اعطضا ابتداء فکذا بقا لکنہ یتخیر لیسلم العوض اور بالعکس اس کے یعنی جب کہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جب تک کہ باقی عوض کو نہ پھر دے اس واسطے کہ باقی صلاحیت عوض ہونے کے رکھتا ہے ابتداء تقویٰ میں سوا اسی طرح اس کی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض سلامت رہے م طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامة العوض یعنی در صورت استحقاق بعض عوض واجب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب سلامت رہنے عوض کے و مرادہ العوض الغیر المشروط فان المشروط فبما لہ کما یجی مفی ذی البدل علی البدل نہایت اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہے عقد ہبہ میں سوا اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی در حقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہوگی مبادلہ پر کذا فی النہایت کما لو استحق کل العوض حیث یزج فی کلہا اذا كانت قائمۃ لا ان كانت بالکۃ چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واجب تمام ہبہ میں رجوع کرے جب کہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ بالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اس واسطے کہ بالک ہبہ مانع رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہیۃ لم یزج خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہو گئی تو رجوع نہ کرے کذا فی الخلاصۃ یعنی اس واسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے وان استحق جمیع الہیۃ کان لہ ان یزج فی جمیع العوض ان کان قائما ومثلہ ان العوض بالکاد ومثلی وبقیمۃ ان قیمیا غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موجب نہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھر لے اگر موجود ہو اور عوض کاشل پھر لے اگر عوض بالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی دزدنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایۃ ولو عوض النصف رجع بمالہ لیسو لانه طاری اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واجب نصف غیر عوض

میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضرت نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر نقل فی المجتبیٰ انہ لیشترط فی العوض ان یكون مشروطاً فی عقد البیہ اما اذا عوضه بعد فلا ولم ار من صرح بغيره وفروع المذہب مطلقہ کما مر فتہ برمجبتی میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہے انتہی اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبیٰ کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور کے ہیں چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کرنے م مجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گہیوں کا آٹا گہیوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہیں ہوتا مگر بعد گہیوں کے اور سارا مجملہ دو موبوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی المنع والخارج خروج البیہ عن ملک الموبوب لہ اور خائے معجہ سے مراد ہبہ کا خروج ہے موبوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا ولو بہتہ الا اذا رجح الثانی فلا دل الرجوع سواء کان بقضاء اور فی لما یجی ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بہا الثالث علی الثانی او باعها مع لم يرجع الاول خروج عن الملك مانع ہے رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واجب ثانی رجوع کرے تو واجب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اس واسطے کہ آگے آوے گا کہ رجوع عبادت ہے فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اس طرح پر کہ واجب ثالث واجب ثانی پر تصدق کرے یا اس کو اس کے ہاتھ بیع کرے تو واجب اول رجوع نہ کرے گا ولو باع نصف رجح فی الباقی لعدم المانع اور اگر موبوب لہ نے نصف موبوب کی بیع کی تو واجب نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں وقید الخروج بقوله بالکلیۃ بان یكون خروجاً عن ملک من کل وجہ ثم فرع علیہ بقوله اور مصنف نے خروج میں بالکلیۃ کی قید لگائی بایں معنی کہ موبوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریح کی بقول آئندہ فلو صحی الموبوب لہ بالانشاء الموبوبہ او نذر المصدق بہا وصارت لحال المانع الرجوع تو اگر موبوب لہ نے ذنب موبوب قربانی کیا یا اس کے خیرات کرنے کی نذر مانی اور ذنب حلال کرنے سے گوشت ہو گیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں م اس واسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں داخل رہتا ہے تو خروج عن الملك ثابت نہ ہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکورہ اور متعوا دا ہو جاتا ہے محمد رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح ہے کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہے ومثل التمتع والقران والنذر مجتبیٰ اور قربانی کے مانند متع اور قران اور نذر ہے کذا فی المجتبیٰ م طحاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہ ہوئی فی المناجج وان وہب لہ ثوباً فبعد صدقۃ للہ تعالیٰ فلا الرجوع خلافاً للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اس کو کپڑا ہبہ کیا سو موبوب لہ نے اس کو خیرات کیا اللہ تعالیٰ کے واسطے تو واجب کو رجوع جائز ہے بخلاف مذہب ابو یوسف رح م جب تک فقیر نے خیرات نہیں پائی تب تک رجوع درست ہے کذا فی الطحاوی کما لو ذبحا من غیر تصفیۃ فلا الرجوع اتفاقاً چنانچہ اگر ذنب موبوب کو ذبح کیا بدون قربانی کے تو واجب کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے فرع مسئلہ طحاوی شارح کا عبد علیہ دین اور جانیہ خطا فہم مولاہ لغزیرہ اور اولی الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجع صح استحساناً ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام کمالا یعود النکاح لو وہب لہ زوجاً ثم رجع خانیۃ ایک غلام ہے جس پر دین یا جنایت خطا ہے پھر اس کے مالک نے اس کے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ملہ بینۃ متبع کہ اول عمرہ حج کے میزوں میں کر کے حلال ہو جاوے پھر کٹوں ذبح یا اس سے پیشتر اعظم حج کا باندھے اندر قرآن یہ کہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ کرے اور بیچ میں حلال نہ ہو ۱۷

ہو گئی پھر اگر واپس رجوع فی الہیۃ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنابت محمدؐ کے نزدیک عود نہ کرے گی اور امامؑ کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر مالک نے لونڈی بہہ کر دی اس کے شوہر کو پھر اس نے بہہ پھر لیا کذا فی الخانیۃ والزائر الزوجیۃ و الہیۃ اور زائے معجم سے زوجیت وقت بہہ کی مراد ہے فلو وہب لامرأۃ ثم نکحها رجع تو اگر ایک عورت کو بہہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اس واسطے کہ بہہ کے وقت زوجیت نہ تھی ولو وہب لامرأۃ لا نکحہا انتہی اور اگر اپنی عورت کو بہہ کیا تو رجوع نہ کرے جیسے بالعکس اس کے انتہی یعنی اگر واپس عورت ہو اور ایک مرد کو بہہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو بہہ کرے تو رجوع درست نہیں فرغ مسئلہ طحہ شارح کا لایق بہتہ المولیٰ لام ولدہ ولونی مرضہ ولا تنقلب وصیتہ اذ لا بد للمجور اما لو وصی لہا بعد موتہ تصح لہا بعد موتہ فیسلم لہا کافی صحیح نہیں بہہ کرنا مولیٰ کا اپنی ام ولد کو اگرچہ بہہ اس کی مرض الموت میں ہو اور یہ بہہ بدل کر وصیت نہ ہو جائے گا اس واسطے کہ مجبور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کے واسطے وصیت کر جائے اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اس کے آزاد ہو جانے کے مولیٰ کی موت سے تو ام ولد کا قبض کر دیا جاوے گا کذا فی الکافی ام ولد کو بہہ کرنا اس واسطے صحیح نہ ہوا کہ شرائط بہہ سے قبض موہوب ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب مجبور القرف ہونے کے والفاظ القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمی او مستامنا لا یرجع ستمنی اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر واپس بہہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لذمی یا مستامن ہو تو رجوع نہ کرے گا کذا فی الشمنی محرم وہ ہے جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضائی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہے نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت ولو وہب لمحرم بل لا رحم کا خیر رضاعاً ولو ابن عمہ ومحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ و بہو عبد لا جنبی او بعد اخیہ رجع اور اگر واپس نے بہہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اس کے چچا کا بیٹا ہو اور بہہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوش دامن اور مادر جلوہ اور بہہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا بہہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کرے کام ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ ابن عم قرابت دار ہے تو اس کو بعد مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحب کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے بہہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے بہہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحاوی ولو کاننا اسے العبد و مولدہ وارحم محرم من الواہب فلا رجوع فیہا اتفاقاً علی الاصح لان الہیۃ لا یما وقعت تمنع الرجوع بجر اور اگر دونوں یعنی غلام اور اس کا مالک واپس کے محرم قرابت دار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امامؑ اور صاحبینؒ کے بنا بر قول صحیح ترا اس واسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے بہہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہیۃ کا کذا فی البحر غلام اور مولیٰ کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہے کہ واپس کا سوتیلہ بھائی اس کے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحاوی عن المبسوط فرغ مسئلہ طحہ شارح کا وہب لاخیہ واجنبی مالا یقسم فقیضاء لہ الرجوع فی خط الاجنبی لعدم المانع و ذرا اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز بہہ کی جو تمت پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سود و نول نے اس پر قبضہ کیا تو واپس کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کے کذا فی الدرر والہار ہاک العین المویہ و تہ اور بے ہوز سے عین موہوب کا ہلاک ہونا مراد ہے م ہلاک سے تلف ہو جانا عین کا یا اس کے عامر منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقائے ملک تو یہ گمان کرنا چاہیے کہ خروج عن الملك معنی ہے ہلاکت سے تو اگر توار بہہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اس کی چھری یا دوسری توار بنائی تو لہ یعنی مال وصیت ام ولد کو حوالہ کیا جائے گا لہ یعنی وہ اولاد جو دوسرے شوہر سے ہمراہ عورت کے آوے بہن میں اس کو ویرہا کہتے ہیں ۱۶

رجوع جائز نہ ہوگا بخلاف شاة مذکورہ کذا فی الطحاوی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما اے الملک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موبوب نہ ہو موبوب کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اس کی تصدیق ہوگی بدولت تم کے اس واسطے کہ وہ منکر ہے مہبہ پھر دینے کا فان قال الواہب ہی ہذا عین حلف المنکر انہا لیسیت بذہ خلاصۃ پھر اگر واہب کہے کہ وہ یعنی مہبہ یہی چیز ہے تو منکریوں قسم کھائے کہ مہبہ یہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف الواہب ان الموبوب لیس باخیہ اذا ادعی الا ان ذلک لانہ یدعی سبب النسب لا النسب خانیہ جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موبوب نہ اس کا بھائی نہیں جب کہ بھائی دعویٰ کرے بھائی ہونے کا اس واسطے کہ موبوب مدعی ہے سبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ م یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موبوب نہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آوے گی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہے نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اس میں قسم جاری نہ ہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحاوی ملخصاً یتصرف ولا یمسح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاكم للاختلاف فیہ اور صحیح نہیں رجوع یعنی مہبہ کا پھر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونے کے رجوع میں بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہیں پھر جب اس میں اختلاف ہو تو رجوع کا حکم ثابت نہ ہوگا مگر رضائے طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب مہبہ کر کے پھر لے گا بلا رضائے موبوب نہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موبوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اس کی قیمت کا تاوان دے گا موبوب نہ کو فیضمن لمتعہ بعد القضا لا قبلہ تو موبوب نہ بعد حکم حاکم موبوب کو نہ دینے سے تاوان دے گا نہ قبل از حکم حاکم جب تک حاکم حکم نہ کرے استرداد کا یا منخ مہبہ تراضی نہ ہو تو موبوب نہ کی ملک موبوب میں ثابت ہے تو اس کا تصرف اس کی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مراضی الی الحاكم ہو اور اسی طرح اگر حاکم موبوب نہ کو منع کرے اور موبوب اس کے پاس تلف ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ اس کی ملک ہنوز قائم ہے اور اسی طرح اگر بعد حاکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اس کی تعدی کے کذا فی المنع وادار جمع احدہما بقضاء اور رضی کان فسخا العقد البتہ من الاصل واعادة للملک القیم لا ہبہ للواہب اور جب کہ رجوع کیا متعاقبین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد مہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ مہبہ واسطے واہب کے م اور اگر موبوب نہ واہب کو مہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہ ہوگا بدون قبض کے اور جب کہ قبض کرے گا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موبوب نہ کو اس میں رجوع کرنا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن البدائع فلمذا لا یشرط فیہ قبض الواہب و صح الرجوع فی الشائع ولو کان ہبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادۃ ملک واہب ہے نہ مہبہ موبوب کا اسی واسطے شرط نہیں رجوع میں قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع میں اور اگر رجوع مہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہ ہوتا یعنی اس واسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کیا تقدم وللواہب ردہ علی بائعہ مطلقاً بقضاء اور رضی اور واہب کو جائز ہے پھر دینا موبوب کا اس کے بائع کو ہر طرح رجوع بقضا ہو خواہ برضا م یعنی واہب نے ایک چیز خریدی پھر وہی چیز دوسرے شخص کو مہبہ کی پھر حکم قاضی یا تراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موبوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اس کا پھر دینا جائز ہے بخلاف الرد بالعیب بعد القبض لغير قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدولت قضا کے م یعنی اگر ایک چیز خریدی پھر اس کی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اس کو بواسطہ عیب قدیم کے مشتری اول کو پھر دیا تو اگر پھر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقبین کی رضامندی سے

رو واقع ہوا ہو تو مشتری اول اس کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحاوی لان حق مشتری فی وصف السلامة
 لاتی الفسخ فافترقا و بالعیب فقط رضا بلاقضا سے اس واسطے جائز نہ ہوا کہ مشتری کا حق سلامت بیع کے وصف میں ہے نہ فسخ میں تو
 بیع اور مہبہ کا افتراق ثابت ہو گیا م چونکہ حق مشتری سلامت بیع میں ہے لہذا اگر بیع کا عیب نازل ہو جائے تو پھر دینا متنع ہوگا کیونکہ اس
 کا حق اس کو مل گیا اور در صورت عدم سلامت بیع مشتری پھیر لے گا اور اس سے فسخ بیع ضرورتاً لازم ہوگا بخلاف عقد مہبہ کہ اس میں
 فسخ کا حق واجب کو ثابت ہے کیونکہ مہبہ عقد غیر لازم سے تو در صورت رجوع عین ملک واجب اس کی طرف عائد ہوگی نہ مہبہ جداگانہ
 تو افتراق بیع اور مہبہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی المنع مخصاً ثم مراد ہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثره اصلاً
 والا لعاد المنفصل الی ملک الواهب برجوع فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہاء کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد مہبہ پر کوئی اثر زمان
 مستقبل میں نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا مہبہ کے اثر کا بالکل یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت مفصل ملک
 واجب کی طرف عود کرتی واجب کے رجوع فی الہیۃ سے کذا فی الفصولین ثم زائد من فصل جیسے لونڈی مویہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور
 دیت مملوک جو مویہ ہو لے کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واجب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کالینا نہیں پہنچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل
 بطلان اثر مراد نہیں القضا الواجب والمویہ لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوع من الموضع السابقہ السابقہ کا لہیتہ لفقہ ایتہ
 جائز ہذا الاتفاق منہما جوہرہ واجب اور مویہ لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سابقہ کے
 چنانچہ مہبہ واجب کی قرابت میں تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرۃ وفی المجتبی لا تجوز الاقالۃ فی الہیۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا
 ہیتہ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ مہبہ اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اس واسطے کہ اقالہ یہاں مہبہ ہے ثم قال دکل شئ یفسخ
 الحاکم اذا اختصما الیہ فذا حکم پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جب کہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لے جاویں
 تو اس کا یہی حکم ہے م یعنی در صورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اس میں اقالہ کرنا نافع نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحاوی تبصر
 ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین مہبہ کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ دین غیر مقبوض ہے وفی
 الدرر قضی بطلان الرجوع لما نفع ثم زال المانع عاد الرجوع اور در میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا سبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ
 مانع نازل ہو گیا تو رجوع عود کرے گا م زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہو سکتا مگر خروج عن الملك میں ہو
 سکتا ہے جب کہ مویہ لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحاوی تلفت العین المویہ وہا مستحق وضمن المستحق المویہ
 لہ لم یزج علی الواهب بما ضمن لانہ عقد تبرع فلا یستحق فیہ السملۃ چیز مویہ تلف ہو گئی اور اس کا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور
 حقدار نے مویہ لہ سے تاوان لیا تو مویہ لہ واجب سے تاوان نہ بھرے گا اس واسطے کہ مہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اس میں
 سلامت مویہ مستحق نہیں ہے م مہبہ کی قید اس واسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا
 ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقصد ضمان جائز ہوگا اور اسی طرح ودیعت اور اجارے میں جب کہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف
 ہو جائے پھر ایک مرد اس کا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان بھر لیں گے کذا فی الطحاوی
 والا عارۃ کا لہیتہ ہنالان متبع المستعیر کان لنفسه ولا غرور لعدم العقد وتماہ فی العمدۃ اور عاریت دینا مہبہ کے مانند ہے اس مقام میں
 اس واسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے اور یہاں غرور نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اس کا عادیہ

میں ہے م عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں والا عاریت اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہو جائے اور اس کا کوئی اور مالک نکلے سوائے معیر کے اور مالک مستغیر سے تاوان بھرے تو مستغیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا و اذا وقت المبتدع بشرط العوض لم یبین فنی ہبتہ ابتداء فی شرط التقابل فی العوضین و یبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیع انتہاء قدر و بالعیب و خيار الرویۃ و یؤخذ بالشفعة ہذا اذا قال و یتک علی ان تعوضنی کذا الما لوقال و یتک بكذا فنوبع ابتداء و انتہاء و یرجى کہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتداء کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابل شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہاء کے تو ہبہ عیب اور خيار الرویۃ سے پھیر دیا جائے گا اور شفعة سے لیا جائے گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ داہب یوں کہے کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجھ کو فلاں چیز عوض دے اور اگر یوں کہے گا کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا بمقابلہ اس کے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتداء کے بھی اور باعتبار انتہاء کے بھی م رد بالعیب عوض اور عوض دونوں میں ہوگا اور اسی طرح خيار الرویۃ اور شفعة دونوں میں ثابت ہے اور جب کہ باعتبار ابتداء اور انتہاء کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم جائز نہ ہوگا اور قبض شرط نہ رہے گا اور شیوع مضر نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و قید العوض بكونه معینا لانه لو كان محجولا لبطل اشتراطه فیکون ہبتہ ابتداء و انتہاء اور عوض میں مصنف نے معین ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتداء اور انتہاء کے دونوں اعتبار سے مقبوض ہبہ ہوگا نہ بیع فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا و سبب الوقف ارضا بشرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یخبر وان شرط کان کیس ذکرہ الناصحی واقف نے اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جس کا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال اس کا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو نیز نہ بیع کے ہوگی ناصحی نے اس کو ذکر کیا ہے و فی الجمع و اجاز محمد ہبتہ مال طفہ بشرط عوض مساد و منفاة قلت فیحتاج علی قولہما الی الفرق بین الوقف و مال الصغیر و الجمع میں ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہے مویوب کے اور شیخین نے اس کو منع کیا ہے میں کہتا ہوں تو شیخین رحمہ کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی م یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیے طحاوی نے خیر الدین رحمہ سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے استبدال مشروط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرط میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اس واسطے کہ ہبہ تو باعتبار ابتداء کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع سے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقا فصل فی مسائل متفرقة یہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقة میں و ہبہ امۃ الاحملہا او علی ان یرد علیہ او لیقمتا او لیقولہا او وہب دارا علی ان یرد علیہ شئیاً منها و لو معینا کثرت الدار و رجبھا علی ان یعوض فی الہبتہ و الصدقة شئیاً منها صحت الہبتہ و بطل الاستثناء فی الصورة الاولى و بطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانه لبعض او مجہول و الہبتہ لا تبطل بالشرط لو نڈی ہبہ کی سوائے اس کے محل کے ہبہ کی اس شرط پر کہ لو نڈی داہب کو پھر دے یا مویوب لہ اس کو آزاد کرے یا اس کو اپنی حرم بنا دے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ داہب کو پھر دے اگر بعض معین ہو چنانچہ تھائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقے میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثناء محل باطل ہے اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اس واسطے کہ شرط بعض مویوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ ملہ مترجم اول سے یہاں تسامح ہوا ترجمہ یوں چاہیے اگر ہبہ کرنے میں عوض شرط کر لیا تو یہ ہبہ بیع کے مانند ہوگا ۱۲

باطل نہیں ہوتا شرطوں میں مجبور ہونا بچپلی و صورتوں میں ظاہر ہے نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ میں تو ہدایہ کی یہ تعلیل بہتر ہے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور یہ باطل نہیں ہوتا شرط فاسدہ سے و لائنس مامرن اشترط معلومیۃ العوض اور نہ بھولیو اس مضمون کو جو معلومیۃ عوض سے مذکور ہو چکا ہے یعنی جہالت عوض کی مفسد ہے سراج میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض ہے تو شرط اس کی مفسد نہیں ہوتی چنانچہ یہ اور من کذا فی الخطاوی اعتق محل امتہ ثم وہبہا صح ولو دبرہ ثم وہبہا لم یصح بقاء الحمل علی ملک کان مشغولاً بغيره الاول اپنی لونڈی کا محل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر محل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے محل کے واہب کی ملک پر تو مویوب مشغول محل ہوا یعنی اور شرط ہبہ یہ ہے کہ مویوب مشغول نہ ہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی در صورت عقد محل واہب کی ملک پر جسین باقی نہ رہا تو مویوب مشغول بلکہ واہب نہ رہا کمالاً صحیح تعلیق الابرار عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غذا وان مت بفتح التاء فانتم برئ من الدین اوان مت من مرضک ہذا اوان مت من مرضی ہذا فانتم فی حل من مری فلو باطل لانه مخاطرة وتعلیق جیسے صحیح نہیں تعلیق ابرار دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یوں کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دین آوے یا تو مر جائے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یوں کہنا اپنے زوج سے اگر تو مر جائے اپنے اس مرض سے یا میں مر جاؤں اپنے اس مرض سے تو تو میرے مرض سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے مجبی غد میں مخاطرہ نہیں مگر جب مجبی غد کو بقائے دین کے ساتھ ملاحظہ کیجئے کذا فی الخطاوی الا بشرط کان لیکون تجزاً کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابرا تک عتہ صح تعلیق ابرا کی بشرط محض صحیح نہیں مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہے تاکہ تعلیق تجزہ ہو جائے چنانچہ اپنے مدیون سے یوں کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو میں نے تجھ کو بری الذمہ کر دیا صحیح ہے و کذا ان مت بضم التاء فانتم بری منہ اونی حل جاز و کان وصیۃ خانۃ اور اسی طرح یہ تعلیق کہ اگر میں مر جاؤں تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہو گا کذا فی الخانیۃ ممرض مخصوص مشارالیه سے مرنا یقینی نہیں لہذا شارح نے اس کو وہاں مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہے لہذا اس کو یہاں وصیت کہا جازا العمری للمعمرہ ولو رثتہ بعدہ لبطالان الشرط ہبہ بطریق عمری جائز ہے اور مویوب اس کا مملوک ہے جس کو مدت العمر کے واسطے اور بعد اس کے اس کے وارث کا مملوک کر دیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ممرض بضم اول یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اس میں رہے پھر جب مویوب لہ مر جائے تو واہب یا اس کا وارث اس کو پھیر لے سو اس طرح کے دینے سے مویوب لہ اور اس کے ورثہ مالک ہو جاتے ہیں اور پھر لینے کی شرط باطل ہے لا تجزئ الرقبی لاننا تعلیق بالخطر رقبی جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہے خطر پر ممرض بضم اول یہ ہے کہ میرا گھر تیرا ہے بطریق رقبہ یعنی اگر میں مر جاؤں تجھ سے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مرے مجھ سے پہلے تو وہ میرا ہے امام اور محمد کا یہ قول ہے کہ یہ ہبہ جائز نہیں بسبب تعلیق بالخطر کے اور ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الخطاوی عن المصنفات واذلم تصح نکون عاریۃ شتمی لحديث احمد وغيره من ائمة عمری فنی لمعمرہ فی حیاتہ وموتہ لا تزقوا من ارقب شیئاً فلو سبیل المیراث اور جب کہ رقبی صحیح نہ ہو تو اس طرح کا دنیا عاریت ہو گا کذا فی الشتمی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اس کا مالک زندگی اور موت میں وہی شخص ہے جس کو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبہ نہ دیا کر وہ جو شخص بطریق رقبہ کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہے یعنی رقبی دینے والے کی میراث ہے بعث الی امرأتہ متاعاً ہایا ایہا وبعثت ہی لہ ایضاً ہایا عوضاً للبتہ صرح بالعوض اولاً ثم اقرقاً بعد الزفاف وادعی الزوج

انہ عاریتہ لایہیہ و سلف و ارادہ الاسترواد و ارادت ہی الاسترواد ایضاً لیستروکل منہا ما اعطی اذ لاہیہ فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اس نے عوض کی تصریح کی یا نہ کی پھر دونوں میں جدائی ہو گئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعویٰ کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اس پر اس نے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونوں میں سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اس واسطے کہ ہبہ نہیں سو بدلہ بھی نہیں یعنی اس نے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہو تو عوض بھی باطل ہو گیا ولو استملک احدہما بالبعثۃ الاخرۃ ضمنہ لان من استملک العاریۃ ضمنہا خانیتہ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اس کا تاوان دے گا اس واسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اس کا ضمان دے کذا فی الخانیۃ استملک کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہو جائے گی تو تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحاوی ہیبتہ الدین ممن علیہ الدین والبرکۃ عنہ یمت من غیر قبول اذالم یوجب الفسخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو جس پر دین ہے اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہو جاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہو جانے کا موجب نہ ہو م قبول کی اس واسطے حاجت نہیں کہ ہبہ دین اور ابراہیم معنی اسقاط ہے اور اسقاط میں قبول شرط نہیں اور اگر ابراہیم عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابراہیم یا صرف کے متعاقبین میں سے ایک شخص نے ابراہیم یا صرف کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے اس قبض کے جو مستحق بالعقد ہے اور ایک عاقد کو فسخ میں اختیار نہیں لکھتے یرتد بالردی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید بالمجلس کذا فی الخانیۃ ہبہ اور ابراہیم ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہو جاتا ہے مجلس اور غیر مجلس میں رد کر دینے سے اس واسطے کہ اس میں معنی اسقاط ہے اور بعضوں نے کہا کہ رد کرنا مقید بمجلس ہے کذا فی الخانیۃ معنی اسقاط تقیم کی تقیل ہے یعنی رد غیر مجلس اس واسطے صحیح ہوا کہ اس میں معنی اسقاط ہے اس واسطے کہ تمذیک محض کا رد مقید بمجلس ہے لیکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتیٰ افرق قائم بعد ایام رد لایرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ میں ہے کہ اگر مدیون ہبہ یا ابراہیم قبول نہ کرے اور نہ رد کرے یہاں تک کہ دامن اور مدیون جدا ہوں پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح میں رد نہ ہوگا صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے اس پر یہ استدراک ہے بعضوں نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہے لیکن دوسرا قول صحیح ہے تو دو قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحاوی لیکن فی المجلس الاصح ان الہیۃ تمذیک والا براء اسقاط لیکن مجتہدین میں سے صحیح تر قول یہ ہے کہ ہبہ تو تمذیک ہے اور ابراہیم اسقاط ہے یہ استدراک ہے فقہاء کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابراہیم وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تمذیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی المجلس تمذیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالہ و دمیۃ و اذا سلطہ لے سلطان الملک غیر المدیون علی قبضہ اسے الدین فیصح حیثہ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جس پر دین نہیں ہے یا بطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جب کہ مالک کر دین والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تمذیک صحیح ہو گی م جب اس نے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قاضی ٹھہرا مومل کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ تحیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور لا دے تو دین منتقل ہوگا تحیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی ومنہ ما لو وجبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتد الصوتہ للتشیط اور منجدہ تمذیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اس کے باپ پر ہے تو معتد صحت ہبہ ہے

بسبب مسئلہ کرنے کے لیے تسلیم بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیم فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ مہر صحیح نہیں مگر جب کہ عورت مہر کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو اب جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسی طرح ایشاہ میں ہے کذا فی الطحاوی و متفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یكون لم یجز ولو کان دکیلا بالبیع فصولین اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اس کا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنی وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے متن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں و لیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تمیککا فللمقر قبضہ بزائیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تمیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جب کہ دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلان شخص کا ہے اور اس کا نام یعنی میرا نام دین کے تمکک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اس کا اقرار صحیح ہے یہ سبب اس کے اخبار ہونے کے نہ تمیک ہونے کے تو مقر کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البرزائیۃ اور پورا بیان اس کا ایشاہ میں ہے دین کے احکام سے ہم تو اگر مدیون مقر کو دین دے گا تو بری الذمہ ہو جائے گا اور اسی طرح مقر کو دے گا کذا فی المنع و کذا لوقال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزائیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانه مع الاضافۃ الی نفسه یكون تمیککا و تمیکک الدین ممن لیس علیہ باطل قتالہ اور اسی طرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلان ہے وہ فلان شخص کا ہے کذا فی البرزائیۃ وغیرہا میں کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اس واسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تمیکک ہوگی اور دین کی تمیکک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اس کو تامل کر لے ہم جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بحسب ظاہر فلان ہے پر ہے وہ نفس الامر میں فلان شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الجلی فی الاشباہ فی قاعدة لقرف الامام مغریا لصلح البرزائیۃ اصطلاحاً ان یتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور ایشاہ میں سے لقرف امام کے قاعدے میں برزائیہ کی کتاب اصلاح سے منقول ہے کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اس پر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی اسی شخص کے واسطے ہوگی جس کا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ ہم مضمون عبارت برزائیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں سے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جائے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا اس کو دیا جائے جس کے واسطے نام یعنی سلطان نے عطا مقر کی اس واسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضائے غیر کو اس میں دخل نہیں کذا فی الطحاوی والصدقة کالہبتہ بجامع التبرع اور صدقہ مہر کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جس طرح مہر عطا ہے غیر واجب ہے اسی طرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکساں ہیں و حینئذ لا یصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اس وقت میں یعنی جب کہ صدقہ مہر کے مانند ہے تو صدقہ بدو قبض کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی عینی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دے کر پھر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اس واسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے نہ عوض لینا یعنی برخلاف مہر لہذا اس میں رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال الواہب مہبتہ والاخر صدقۃ فالقول للواہب خانۃ اور اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا مہر ہے یعنی جو میں نے تجھ کو دیا وہ مہر ہے تو مجھ کو پھر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہے یعنی پھر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیۃ فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تمیکک بمعنی مہر ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہے

اور جب تک تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اس میں علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں بقیاس علی النہی اور اکثر علما اس پر ہیں کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر مہبہ ہے اس واسطے کہ تملیک اور مہبہ دو شے ہیں باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغائرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغائرت اس واسطے ہے کہ اگر درختوں پر لگے پھول کو مہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے اور تملیک مہبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور مقرر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ مفتاح میں ہے انتہی کذا فی الطحاوی ۱۰۰، فروع مسائل لمحقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسأل تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقيع فکتب کاتبہ جعلتہا مکالہ لہ یحتاج الی

القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول الی القیاس السوال بالقصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک ارض محدود کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھ دینے کا حکم کیا سو اس کے منشی نے لکھ دیا کہ اس زمین کا میں نے اس کو مالک کر دیا تو اس تملیک میں قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ ہاں قیاس یہ ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن ہر گاہ کہ پوچھنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصۃ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا م وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کتا کذا فی الطحاوی اعطت زوجہا مالا بسوالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرارہ ان کانت

وہبتہ او اقرضتہ لیس لما ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلما ذلک لالہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اس کے سوال پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف میں پھر اس مال کو زوج کا بعض قرض خواہ پا گیا اگر زوجہ نے اس کو مال مذکور سپہ کیا ہو یا اس کو قرض دیا ہو تو زوج کو قرض خواہ سے پھیر لینا جائز نہیں اور اگر اس نے دیا ہو تاکہ زوج اس میں تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرض خواہ سے پھیر لینا جائز ہے نہ زوج کو دفع لایئہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاه ہبتہ فالکل لا والا فیراث وتماہ فی جوامع الفتاویٰ ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اس میں تصرف کرے سو اس نے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اس کو مال مہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہے اور نہیں تو میراث ہے یعنی وہ مال سب وارثوں میں قسمت ہو گا اور پھر بیان اس کا جوامع الفتاویٰ میں ہے بحث الیہ ہدیۃ فی اناء بل یباح اکھا ذیہ ان کان ثریدا وکفوہ مالم یحولہ الی اناء آخر ذہبت لذتہ یباح والا فان کان بنیما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن میں کیا اس کا کھانا لینا برتن میں مباح ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنی روٹی شوربے میں بھیگی ہو یا مانند اس کے اس قسم کا کھانا کہ اگر اس کو دوسرے برتن میں کیجیے تو لذت اس کی جاتی رہے تو اس میں کھالینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن میں کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونوں شخصوں میں بے تکلفی ہو تو بھی اس میں کھانا مباح ہے اور نہیں تو مباح نہیں م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب تحفہ بھیجا برتن میں اور پھر دینا طرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اس کا مالک نہ ہو گا اور اگر عادت طرف پھیر دینے کی نہ ہو جیسے ڈالیاں پھولوں کی تو طرف بھی تحفہ ہے اور اس کا پھیر دینا لازم نہیں پھر جب تحفہ نہ ٹھہرے گا تو امانت ہو گا دعا قوما الی طعام و فرقم علی اخونہ لیس لاہل خوان منا ولہ اہل خوان آخر ولا اعطاء سائل و خادم و ہرۃ بغیر رب المنزل و لکلب و لولب البیت الا ان یأولہ الخبز المحترق للاذن عادیۃ و تماہ فی الجمرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگوں کو جدا جدا

ف تملیک اور مہبہ دو چیزیں ہیں

خوانوں پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھا نا دینا جائز ہے اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بی بی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اس کو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اس کا اذن ثابت ہے اور پورا بیان اس کا جوہرہ میں ہے فقہ نے کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں ہو اس کا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں چنانچہ عالمگیری میں ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے جو دستار خوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اس کو دینا درست نہ ہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہ ہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ اس کی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھر دینا لازم ہوگا اور اس کو اس میں تصرف کرنا درست نہ ہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی و فی الاشبہ لاجبر علی الصلوات اور اشباہ میں ہے کہ جبر نہیں صلوات پر جمع ہے صلہ کی اور صلہ عبارت ہے ادا سے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوٰۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ و نفقۃ زوجۃ و عین موصی بہا و مال وقف صلوات پر زبردستی نہیں مگر چار صلوات پر زبردستی ہے شفعۃ میں اور زوجہ کے نفقہ میں اور اس چیز میں جس کی وصیت کی گئی اور وقف کے مال میں مگر تو مشتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفعۃ کو باوجودیکہ شفعۃ صلہ شرعی ہے ولہذا اگر شفعۃ مر جائے تو شفعۃ باطل ہو جاتا ہے اور نفقۃ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے عوض ہے کیونکہ وہ اجناس کا بدلہ ہے اور اسی طرح ناظر پر تسلیم مال واقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر مقابلہ عمل کے نہ ہو اور پانچویں صورت نفقۃ اقارب کی ہے اور چھٹی صورت ادا سے دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحاوی وقد حررت ابیات الوہابیۃ علی وفق مانی شرجا للشر بنیالی فقلت ۵ وواہب دین لیس یرجع مطلقاً ۶ وابرار فری نصف یصح المحرم ۷ اور البیہ میں نے ابیات وہبیانہ کی تحریر اور تصحیح کی ہے شرجا بنیالی کی شرح کے موافق تو میں نے یوں کہا اور دین کا مہر کرنے والا رجوع نہیں کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول محرر اور محقق ہے مگر ابرا نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کر دے تو اگر دائن یوں کہے کہ میں نے اپنا حصہ معاف کر دیا تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یوں کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کر دیا تو ظاہر الراویہ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اس کا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ نصف نصف یعنی چارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحاوی ۵ علی حجا او ترکہ ظلمہ لہا ۶ اذا وہبت مہرا ولم یوف بحینہ ۷ جب کہ عورت نے اپنے زوج کو مہر مہیا کیا اپنے حج کر دانے پر یا زوج کے ظلم نہ کرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا م صورت اس کی یہ ہے کہ بشرط حج کر دانے عودت کے یا ترک ظلم کے عودت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اس کو حج لے گیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر کمال سابق باقی رہے گا اس واسطے کہ عودت ترک مہر پر راضی نہ تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہو گئی یہی قول مفتی بہ ہے ہاں اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو مارے گا تو البیہ مہر معاف ہو جائے گا اس واسطے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہابیۃ لعبد البر ۵ معلق تطلیق بابر مہر ۶ و نکاح اخری لو یرد فنیفر ۷ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابرا مہر دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفر یا ب ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیرے اوپر دوسری عودت کا نکاح کر دوں اور تو اپنا مہر مجھ کو معاف کر دے تو تو طاعتی ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہابیہ میں نہیں بلکہ شریانی نے اس کو ظلم کیا ہے و ان مقضی الانسان مال مبیعہ ۸

فابراؤ خدمتہ کالہ بن اظہر اور اگر آدمی نے اپنے بیع کمال یعنی شن اس کا لیا پھر شن اس کا معاف کر دیا تو شن مذکور اس سے پھیر لیا جائیگا مانند شن کے یہ قول ظاہر ہے ابراؤ شن کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اس کا شن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو شن معاف کر دیا بعد قبض کے تو ابراؤ صحیح ہے اور مشتری نے جو شن دیا تھا اس کو بائع سے پھیر لے گا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کر دے تو مدیون اس سے دین پھیر لے گا۔ دین و دین ارضی فی البناء صحیحہ و عندی فیہ وقفہ فخر ربہ اور زمین کے سوا فقط عمارت میں ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اس کی توقف اور تامل ہے تو اس کی تخرید اور تحقیق کرنا چاہیئے قلت وجہ توقفی تھریجیم فی کتاب الرهن بان رهن البناء دون الارض و عکسہ لا یصح لانہ کا شائع قائلہ میں کہتا ہوں اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ میں تھریج کرنا تھا کہ اسے کتاب الرهن میں اس مسئلے کا کہ رهن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رهن رکھنا بدون عمارت کے صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اس میں تامل کہ اصل توقف ملازمہ البر شائع و بیانیہ سے ہے شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ عمارت بلا ارض وغیرہ اور منیہ اور تمہ سے منقول ہے اور دلیل مسئلے کی تتمہ میں یوں مذکور ہے کہ مشتری جب ہبہ کرے میں نے زمین مول لی ہے اور بائع نے مجھ کو عمارت اس کی ہبہ کی ہے اور شفیق کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونوں مول لیں ہیں تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال میں نظر ہے اس واسطے کہ یہاں کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہے اور لائق یہ ہے کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہ ہو اس واسطے کہ قبض شرط ہے ہبہ میں اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہے بقریج مسئلہ کتاب الرهن کہ رهن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہیں کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہے انتہی اور کافی میں ہے کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین میں اور پھیل درخت پر اور زیو زلوار میں اور مس رست گھر میں اور من بھراناج ڈھیر سے اور موبوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھیل توڑنے اور زیو زلوار پھیلنے اور عمارت ڈھانے اور اناج توڑ لینے کا امر کیا اور موبوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہے استحسان کی وجہ سے گویا اس نے علیحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر وہب قبض کا اذن نہ دے اور موبوب لہ ویسا کہے تو تاوان اس پر لازم ہوگا انتہی تو مدار تحقیق اس تفصیل پر پھیرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف میں کافی ہوگا یعنی صحت ہبہ عمارت بلا ارض اس صورت میں ہے جب کہ واجب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موبوب لہ نے اس پر عمل کیا کذا فی الطحاوی و اشترت باظہر لما فی العادیۃ عن خواہر زادہ انہ لایرجع واختارہ بعض المشائخ اور اشارہ کیا میں نے بلفظ اظہر جو تھریج بیت میں اس قول ضعیف کی طرف جو عادیہ میں ہے خواہر زادہ سے کہ بعض قبض شن مشتری بائع سے سین نہ پھیرے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہے و بیظفر لے نکاح ضرر تھا لانہ برہ للابراء البطل فلا حث فلیعظ اور بلفظ بیظفر اشارہ کیا تیسری بیت میں یعنی زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفر باب ہوا اس واسطے کہ ابراؤ کے رد کرنے سے اس نے تعلیق طلاق کو باطل کر دیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اس کو باوجود رکھنا چاہیے خاتمہ تا نا غانیہ میں ہے طحاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور بدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہ ہو چنانچہ کپڑا یا اس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہ ہو چنانچہ گوشت اور مانند اس کے تو اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں کو اس میں سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والوں کو اس میں سے کچھ نہ دے اور باقی اپنے اہل و عیال کو واسطے رکھے سراج و مارج میں ایک مرد مرگیا سو دوسرے شخص نے اس کے فرزند کو کپڑا بھیجا اسکے کفن کو واسطے تو اس کپڑے کا مالک فرزند ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اسکا کرے اور وہ کپڑا اس کے واسطے رکھے چھوڑے یا مالک نہیں جو لب یہ ہے کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جس کی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اس کے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اس کا مالک نہیں اور اگر دوسرا کفن دیکھا تو کپڑے کا پھیر دینا اس پر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو فرزند کو جائز ہے کہ کپڑے کو جہاں چاہے صرف کرے کذا فی الطحاوی و اشترت سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم التکریم وصلی اللہ علی سیدنا و شفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۵



انوالہ

75821 - 10114

